

سلسلہ دائرۃ الادب
التشکر سہ ماہی
۱۳۵۱ھ

موسوم بہ

ریاض ضوان

جامع

خیمۂ ریاض ضوان

حب ایماے

جناب سید نیاز احمد صاحب نیاز

(برادر خور و حضرت ریاض)

باقائے

تلمذ حسین

از حسن سہی کار پروازان

اعظم اسلام سیر سیکل یاد دکن

بزرگ طبع آراستہ گردید

۱۳۵۶ھ - ۱۹۳۸ء

جلد حقوق محفوظہ

جلد صفات (۸۷۸)

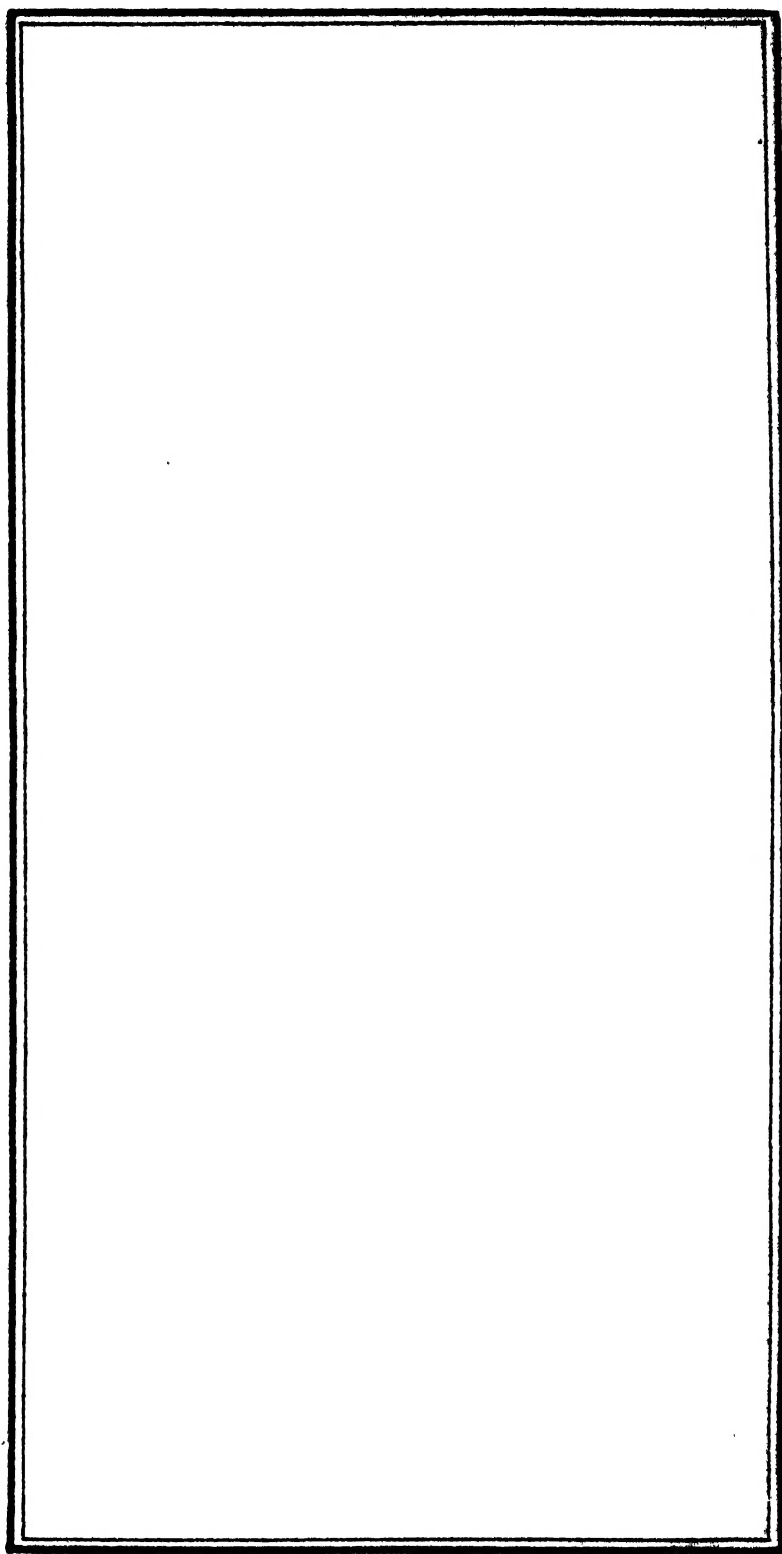
مکتبہ

خلاصۃ المطالب

- پیشکش بحضور عالیجنابان بہادر راجا میر احمد خان بہادر دام اقبالہ ج
 قدر افزائی از ہر اکسلی ہمارا جد سرکش پر شاہ بہادرین السلطنت د
 تقریظ از عالیجناب نواب فصاحت جنگ بہادر دام اقبالہ ۴
 پیش لفظ از عالیجناب نواب اختر مار جنگ بہادر دام اقبالہ و
 تقریب از تلمذ حسین ض
 مقدمہ از جناب مولانا سید سبحان اللہ صاحب (۱)
 اعترافات از جناب مولانا نیاز صاحب فقہوری (۳۹)

ریاض الضوان

- فہرست ۵۰-۱
 حصہ اول (غزلیات) ۴۸۰-۱
 حصہ دوم (دیگر اصناف سخن) ۶۹۴-۴۸۱
 غلطنامہ ۷۹۵-۷۰۲



پیشکش

بَحْضُوْرُ فِیْضِ کَنْجُوْنِ

عالیجناب خان بہادر اراجہ محمد امیر احمد خان بہادر

والئے ریاست عالیہ محمود آباد اودھ

بہم سحر و جہز در آمیختہ کزیناں نگارے برا نگینہ
چنیں ناز پر و پری پکریے سپردم بہچوں تونیک اخترے
بشرطے کراچ شعی بادہ نوش فراموشیت ناید از میفروش

گذرانندہ

سید نیاز احمد نیاز

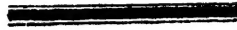
ضمیمہ

کیفیت ترتیب خدمت۔ از جناب سید امیر احمد صاحب نجم ۷۰۴-۷۰۵

داستان دیوان ریاض۔ از تلمذ حسین ۷۰۶-۷۲۰

آخریں مرحلہ طبع دیوان۔ از جناب مولوی ضوان احمد صاحب ۷۲۱-۷۲۴

نقل خط حضرت ریاض مرحوم



قدر افزائی

ان

ہنر سنی اجایان اجہ مہاراجہ سرشن پڑو بہادر دام قبالہ

یمین السلطنت

اتخلص

شاد

ریاض احمد ریاض خیر آبادی ہندوستان کے مشہور شعرا میں تھے۔ یہ
امیر مینائی کے شاگرد تھے اور اپنے استاد سے خاص عقیدت رکھتے تھے
جس کا اظہار انہوں نے اپنے کلام میں جا بجا کیا ہے۔ ایک جگہ فریہ کہا ہے
مست مینا ہوں پیاہے میں نے جام امیر احمد مینائی کا
ان کا کلام ابتدا میں پنڈت رتن ناتھ سرشار (صاحب فناء آزاد)
کے ذریعے سے مجھ تک پہنچا تھا جو اپنی آخر عمر میں عرصہ تک میرے یہاں
رہے۔ اسے تقریباً پینتالیس سال ہوئے۔ سرشار شاعری میں ریاض کے

اس امر کا بخوبی اندازہ کر سکیں گے کہ ریاض کے ایسے اشعار محض شاعرانہ تعلیٰ پر مبنی نہیں ہیں۔ زبان کی چاشنی کے ساتھ اندازِ بیان کی بے تکلفی کے بکثرت نمونے اُن کے کلام میں ملتے ہیں۔

ہم نے بھی ریاض آپ کے اشعار سنے ہیں یہ لطفِ بیاں لطفِ زباں ہو نہیں سکتا
یہ شعر بے تکلفاً اندازِ بیان کے اچھے نمونے ہیں۔

اپنی نگاہِ ناز سے برہم ہیں آپ کیوں کہئے تو کیا ہو کوئی ناوک خطا ہوا
مجموعہ کو غیر نے رسوا کیا کہہ بھی دو اچھا کیا اچھا کیا
کیوں قفسِ ہاتھ میں صیاد بھر مجھ کو لیا تیرے صدقہ کیا کرتے سے کوئی پرہیز کیا
کس بے تکلفی اور خوبی کے ساتھ معشوق سے درخواست کی ہے۔
لگا دو ذرا ہاتھ اپنی گلی میں جنازہ لئے دل کا ہم جا رہی ہیں
زبان کے بے تکلف استعمال کا یہ شعر عمدہ نمونہ ہے۔

مڑے کوٹو کلیم اب بن پڑی ہے بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہے
ریاض پر شباب کا رنگ ہمیشہ چھایا رہا۔ بڑھاپے میں بھی شباب کی
باتیں کرتے گزری اور شاید اسی وجہ سے خود اپنے ہی قول کے مطابق وہ اکثر
رونقِ محفل بنے رہے۔

وہی شباب کی باتیں ہی شباب کا رنگ تجھے ریاض بڑھاپے میں بھی جواں دیکھا
جس انجمن میں بیٹھ گیا رونق آگئی کچھ آدمی ریاض عجب دل لگی کا تھا
خمریات اُن کا خاص حصہ ہیں اور اس رنگ میں انہوں نے خوب خوب
شعر کہے ہیں۔ کوئی غزل حسینا کے ذکر سے خالی نہیں ملتی۔ خمریاتِ پاک

برادرِ خواجہ تاش بھی تھے اور کلامِ ریاض کے علاوہ بھی۔ ریاض کو مجھ سے خلوص
 تھا اور کبھی کبھی اُن کا خط بھی آتا تھا۔ ریاض الاخبار بھی عرصہ تک میرے پاس
 آتا رہا جس کو ریاض گورکھپور سے شائع کرتے تھے۔ اس اخبار میں اُن کی
 غزلیں بھی شائع ہوتی تھیں اور دو رسالے فتنہ اور عطرِ فتنہ بھی ریاض کے
 اہتمام سے بہت ہی مختصر تقطیع پر نکلتے تھے جن میں کلامِ ریاض کے علاوہ اور شعرا کا
 منتخب کلام ہوتا تھا۔ ان کے یہ دونوں چھوٹے رسالے سلیم مذاق رکھنے والوں
 میں خاصے مقبول تھے اور اُن کے دیکھنے سے ریاض کی ذہانت و خوش مذاقی کا
 اندازہ ہو سکتا تھا۔ ریاض بھی اس ذرا سے فتنے کی مقبولیت سے واقف تھے چنانچہ

کہا ہے

فتنے کو پوچھتا ہے کوئی کس ادا کے ساتھ چھوٹا سا وہ ریاض کا اخبار کیا ہوا
 دیوانِ ریاض کے متعلق مدت سے سنا جاتا تھا کہ طبع ہونے والا ہے
 لیکن معلوم نہ ہوا کہ ان کی زندگی میں اس کے طبع نہ ہو سکنے کے کیا اسباب ہوے
 اب قاضی تلمذ حسین صاحب نے جو ایک قابل اور خوش صفات آدمی میں اس
 بلند فرخندہ بنیاد میں کلامِ ریاض طبع کرایا ہے۔ اس میں علاوہ غزلوں کے قطعات
 اور تاریخیں وغیرہ بھی شامل ہیں۔ جو مطبوعہ حصہ پیش نظر ہے اس کو جستہ جستہ دیکھا
 گیا۔ کوئی شک نہیں کہ ریاض بڑے خوشگو اور مشاق شاعر تھے طبیعت خوب
 راہ دینے والی پائی تھی۔ خود بھی کہا ہے

واہ کیا رنگ ہے کیا خوب طبیعت ہے ریاض ہوز میں کوئی تہیں پھولتے پھلتے دیکھا
 یوں تو ہر شاعرِ تعلی کے شعر بھی کہتا ہے لیکن ریاض کے کلام کو دیکھنے والے

ان کے بعد جن اصحاب متوجہ ہوئے اور اس کی طباعت کا آغاز بھی کیا مگر کام
نہیں سکا جناب قاضی تلمذ حسین صاحب رکن دار الترقیہ سرکار آصفیہ نے جو
ریاض مروجہ کے محب صادق اور کلام ریاض کے شیدائی ہیں بڑی ہمت کی کہ اس
کام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور الحمد للہ کہ اُن کی سعی سے حیدر آباد کن میں دیوان ریاض
مکمل طور سے طبع ہو گیا۔ قاضی صاحب کا یہ کارنامہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ ریاض کا کلام
بہت کثیر اور دیوان ضخیم ہے اور کوئی شک نہیں کہ اس میں بہت سے نایاب
جو اہر ہیں خصوصاً خمریات ریاض اور یہ خاص گویائی ریاض کا حصہ سمجھی جاتی ہے۔
آئے جاتے ہیں، سمجھائے جاتے ہیں کی طرح میں شعرا نے بہت طبع آزمائی کی ہے
مگر ریاض کے اس شعر نے ایک کیف جدا گانہ پیدا کر دیا ہے۔

کیا کیا خوشامدیں ہیں کپڑیوں بہائیں بادل کے ٹکڑے سر پر دم چھاؤ جاتے ہیں
شوفی کے ساتھ نازک خیالی اور جدت بھی اُن کے کلام میں ہے۔
ربخ پُر نور میں جگہ تھی کہاں رکھنے والے کو دیکھئے تل کے
یہ تشبیہ کس قدر پیاری اور نازک ہے۔

آگیا ہے دم فریاد کلیجائے منہ کو پنکھڑی پھول کی منتقار عنادل میں نہیں
ایک غزل کے یہ دو شعر کیسے لطیف اور برجستہ ہیں۔
جوشِ خے اور بزمِ ناروں میں گھٹا چائے ہوئی بات ایسی ہے کہ تو یہ بھی ہے لپٹائی ہوئی
ہائے کیا جھٹ پٹ قفسِ ہمال پر ہدائے جب سنا ہم نے کہ جاتی ہے بہار آئی ہوئی
یہ زندانہ شعر ہزار شعروں کے برابر ہے۔

کس کو دیکھ کر پہک جاتے ہیں تو بیک وقت درندہ زندوں میں برا چال طین کس کا ہے

ریاض کی شاعری چونکہ بلند اور زور کی تھی اُن کے یہ دونوں فریق شاعری میں اُن کا ساتھ
 زدے سکے، نثر نگاری کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس میں دونوں نے بڑا نام پیدا کیا۔

ریاض نے گورکھپور میں قیام کیا اور وہاں سے ریاض الاخبار نکالا جس میں وقتاً
 فوقتاً اُن کا کلام بھی طبع ہوتا تھا۔ اس اخبار کی وجہ سے ریاض کی شہرت میں چار چاند
 لگ گئے۔ ریاض کی نثر بھی اُن کی شاعری سے کچھ کم دلکش نہ تھی کئی نادر لکھے اور اخبار
 کے ساتھ شائع کئے۔ نظارہ، حرم سرا، تصویر انھیں کی شاخ قلم کی نگاریاں ہیں اس کے
 ساتھ ہی شاعری کا سلسلہ بھی برابر قائم رہا۔ ریاض کی اچھی خاصی شہرت ہو چکی تھی اور ان کا
 کلام خاص رتبہ حاصل کر چکا تھا لیکن پھر بھی وہ بغیر اُستاد کو دکھائے اپنا کلام شائع
 نہ کرتے تھے اور جب تک حضرت امیر بقید حیات رہے پابندی سے اپنا کلام
 بغرض اصلاح بھیجتے رہے۔ میں نے حضرت والد ماجد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

”ریاض اصلاح کے قدردان ہیں لہذا اُن کا کلام بہت توجہ سے دیکھنے کو چاہیے
 ریاض کی طبیعت میں رنگینی اور شوخی کے ساتھ لا اُبابی پن بھی تھا بلکہ یوں کہنا
 چاہئے کہ وہ بڑے مستغنی المزاج تھے اپنے کلام کو جمع کرنے کا کبھی خیال نہیں کیا اور
 لوگوں کو بہت سے شعرا و غزلیں کہہ کر دیدینے میں کبھی سخی نہیں کرتے تھے۔
 جب لوگوں نے دیوان طبع کرانے کے لئے تعاضا کیا تو اُن کے پاس کچھ بھی نہ تھا
 اُن کا کلام اخباروں، رسالوں اور احباب کی بیاضوں میں جا بجا منتشر تھا۔ اُن کے
 احباب اُن کی شاعری کے بے حد گرویدہ اور قدردان تھے۔ ان لوگوں نے بڑی
 کوشش سے پراگندہ کلام جمع کر کے دیوان کی صورت قائم کر دی اور اُس کو چھپوانے
 آمادہ اور مہصر رہے لیکن اتفاق کہنا چاہئے کہ ریاض کی زندگی میں دیوان طبع نہ ہو سکا

جناب شیخ نے جب پی تو مُنہ بنا کے کہا مزا بھی تلخ ہے کچھ تو بھی خوشگوار نہیں

ریاض کے کلام میں بعض تشبیہیں بہت اچھوتی ملتی ہیں۔

نازک کلائیوں میں جنابستہ مٹھیاں شاخوں میں جیسے مُنہ بندھی کلیاں گلاب کی

غرض کہاں تک لکھا جائے اُن کا دیوان تو ایک بلغہ ہے گُلہائے رنگارنگ کا

اور ایک مرقع ہے عمدہ تصاویر کا۔ امید ہے کہ ملک کے قدرواں اصحاب اُن کے

دیوان کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

ریاض مرحوم نہایت پاک نفس اور وریا دل انسان تھے۔ ان کی پاکیزہ نفسی اور

استغنا کے بہت سے واقعات میرے علم میں ہیں۔ پُرگو بلا کے تھے۔ اکثر ایسا ہول بکے

ان کو ایک ہی طرح میں کئی کئی غزلیں کہنی پڑیں۔ ایک غزل کہی جس نے اُس کی تلفیظ

کی اُس کو دیدی۔ اپنے لئے دوسری کہی وہ بھی کسی نے مانگ لی لیکن کیا مجال جو

اُن کے تیور پر ذرا بھی میل آیا ہو۔ ہمیشہ یہی کہہ کر ٹال دیا کہ ”اوندھ کیا ہے اور کہہ لیے گے“

ہم لوگوں سے اُن کو جو تعلق تھا وہ عزیزوں سے بڑھ کر حقیقی بھائیوں کا سا تھا

اور اب تو حقیقی بھائیوں میں بھی ایسی محبت کم ہوتی ہے۔ اُن کی رحلت سے محبت

و غلوں کا ایک مجسم پیکر اُٹھ گیا۔ وہ ہر ایک سے صاف دلی اور خلوص سے ملے

تھے۔ ان کی شرافت نفس ہمیشہ اس کی مقنضی رہی کہ جن لوگوں نے ان سے

بے وفائی کی اُن کو نقصان پہونچایا اُن کی قابلیتوں اور اُن کے نام سے

فائدہ اُٹھایا۔ ریاض نے ان کے ناشائستہ عمل سے ہمیشہ چشم پوشی کی اور

اپنا قلم ہمیشہ اُن کی فرمائشوں کی تعمیل کے لئے رواں رکھا۔ حقیقت

یہ ہے کہ وہ بڑے پاک نفس اور سچے مسلمان تھے۔ اُن کا

ایک غزل کے یہ دو شعر بھی قابل دید ہیں۔

کچھ بھی آیا نہ تجھے خاک اُڑانے کے سوا مُنہ نہ کھلو امراے بادِ صبا رہنے دے
خُرمِ مے لے کے نہ اُڑ جائیگا لے پیرِ خاں ابرِ رحمت جو جھکے تو جھکا رہنے دے
یہ مصرع جب دکن سے پہنچا۔ ۶۔ یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے۔ تو
ریاض نے خفیف سے تصرف کے ساتھ مصرع لگایا اور عجیب مضمون پیدا کیا
رہے سینہ تنہا لنگر سے اس کے یہ چوٹی اس لئے پیچھے پڑی ہے
اسی زمین کا ایک اور شعر بھی قابلِ داد ہے۔

میں رکھ لوں ریزہ مینا کو دل میں ارے کس پھول کی یہ پنکھڑی ہے
ان کے یہاں ہر زمین میں دو چار شعر ضرور رندانہ رنگ کے ہیں اور ان میں
یہ عجیب وصف تھا کہ کیسی ہی نامناسب اور خشک زمین کیوں نہ ہو وہ رندی
اور مے دہنا کے شگفتہ مضامین اس میں پیدا کر لیتے تھے۔

مجھ کو بھی انتظار تھا ابرائے تو بیوں ساقی اگر یہ سچ ہے کہ بادل اٹھا تو لا
یہ اشعار کس قدر بلند ہیں۔

بہار آتے ہی پھولوں نے چھاؤنی چھائی کدو صوٹتا ہوں مگر آتشیاں نہیں ملتا
عالمِ ہومیں اک آواز سی آجاتی ہے چپکے چپکے کوئی کہتا ہے فنا دل کا
نشیمن میں گزرے کئی موسم گل قفس میں جو ٹوٹے تھے وہ پر نہ نکلے
یہی چراغِ لمحہ تھے یہی تھے قبر کے پھول اب اُن کے نقشِ قدم بھی سرِ مرزا نہیں
چمن میں ہم آئے جو چھٹکر قفس سے ہمیں تو نشیمن سے باہر نہ نکلے
شیخ دو اعظمت چھٹیر بھی بڑے مزے کی ہوتی ہے۔

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا تَقْرِيب

از

تمذ حسین

اہل دکن کا دعویٰ ہے کہ اردو کی ابتدا دکن سے ہوئی اس کے سانی قافیہ
شواہد جو کچھ بھی ہوں مگر اس کی ایک حکمیاتی شہادت کمل شجی راجع الی اصلہ
سے بھی ہتیا ہو جاتی ہے۔ ولی دکن سے دہلی گئے۔ اردو شاعری کی ابتدا ہوئی۔
نوابان اودھ کی مقناطیس زرین نے دہلی کے نامی شعرا کو لکھنؤ میں کھینچ لیا۔ دہلی
اور لکھنؤ اردو کے دو مرکز بن گئے۔ ۱۸۵۷ء میں شاہی اودھ کا چراغ گل ہوا
اور ۱۸۵۷ء میں قلعہ محلے میں آٹو بولنے لگے۔ بعد چندے خلد آشیاں نواب
کلب علی خاں نے بزم سخن کو رونق تازہ بخشی۔ دہلی سے داغ اور لکھنؤ سے
امیر رامپور پہنچکر زینت بزم بنے۔ اس طشن پر بھی خزاں آئی۔ داغ نے دکن کا
رُخ کیا اور یہیں کے ہو رہے تھے۔ لاتلہری نفیس بائے ارضی تموت
امیر مینائی کو بھی کشاں کشاں یہاں لائی۔ اختر و جلیل دونیر تارباں جلوں تھے

زندہ رنگ اُن کی شاعری ہی کی حد تک تھا۔ ح

جو رنگ قال میں دیکھا وہ اُن کا حال نہ تھا

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُس دنیا میں بھی اُن کے درجے

بلند کرے فقط

۸۔ جولائی ۱۹۳۸ء



حکم ناطق ہے ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے مگر اسباب و علل کی تحلیل کرنے والوں کیلئے اس سوال کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ وہ وقت وہی وقت خاص کیوں ہو جس وقت میں کوئی کام انجام پایا؟ یہ نکتہ شگرت دیوان ریاض کے متعلق بھی پیش ہو سکتا ہے اسلئے منطقیانہ فلسفیانہ محققانہ و عارفانہ جواب جو کچھ بھی ہو میرے ذہن کی رسائی وہاں تک نہیں ہے مگر ریاض کا پیالہ پئے ہوں نے اس کا سرخوشانہ جواب یہ دیا ہے کہ قضا و قدر کو معلوم تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے جب اہل زور کا زور ہوگا، تقدس یابی کی نمائش کے لئے بعض شہر خشک کر دئے جائیں گے اور افتادگانِ ثریا مقام کے نااہلئے فلک شگاف

ویراں شود آں شہر کہ میخانہ نداد

آسمانوں سے گزر جائیں گے، اس وقت دیوان ریاض شائع ہوگا اور صلاے عام ہوگی کہ

ہنوز آں ابر رحمت در نشان است

مئے دمیخانہ با مہر و نشان است

اس پرستیزاویہ کہ ابتدائی تجویز کے مطابق دیوان کو نومبر یا دسمبر ۱۹۳۷ء میں

شائع ہو جانا چاہئے تھا مگر جائز اگر می گزر کر اشاعت ہوئی تو عین موسمِ برشگال میں اور شکیبائی کے استفسار کا جواب ارباب اقتدار کے ذمہ آ پڑا :-

نمی گویم کہ مے خوردن حلال است چہ میگوئی منسرب برشگال است!

[واقعاً یہ خم شکنی کوئی سودائے نو نہیں ہے۔ ابھی چند ہی برس گزرے کہ

امریکہ نے اپنا سارا ملک "خشک" کر دیا تھا بلکہ مشرق و مغرب میں سمندروں کو بھی

سرزمینِ دکن نے ان دونوں کے پاؤں پکڑ لئے۔ بالائی ہند میں قدیم طرزِ شاعری کا علم بلند رکھنے کے لئے صرف ریاض رہ گئے۔ شاعر کا حاصلِ زندگی اس کا کلام ہوتا ہے سو وہ آج دکن سے شائع ہو رہا ہے۔ چند نفوسِ قدسیہ باقی رہ گئے ہیں۔ خدا انہیں تا دیر سلامت رکھے۔ ان کا کچھ بقیہ بقیہ شائع ہوا تو ہوا اور نہ اسی دیوان کا قدیم طرزِ شاعری کا خاتمہ ہے۔ زبان کی صحت، محاورے کی درستی، الفاظ کی بستی، معانی کی بلندی، خیال کی نزاکت، اور سب سے بڑا شکر گودی و اُستادی کا سلسلہ یہ سب زمانہ گزشتہ کی باتیں ہو جائیں گی۔ اب اباحت ہے اور آزادہ روی۔ خوش مذاق اور بد مذاق ہر گروہ میں ہوتے ہیں، اخبارات و رسائل بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ان اخباروں اور رسالوں کو کلامِ غیرِ نثر کی بھی ضرورت رہا کرتی ہے جس کسی نے کوئی ایسا کلام بھیج دیا جو سطر میں دو ٹکڑے کر کے لکھا جائے، اسے باضافت ”شاعر“ کوئی خطاب عطا ہو گیا اور اگر وہ خود کسی رسالہ کا ایڈیٹر ہے تو خطاب کے ساتھ کچھ القاب کا بھی اضافہ کر لیا، شاعری کا حق ادا ہو گیا، ہرمز کی روح و جد میں آگئی۔ دیوانِ ریاض کے حصہ دوم میں ایک معتد جتہ ایسے کلام کا موجود ہے جو آج کل موضوعِ شاعری قرار دیا جاتا ہے اور اس میں وہ تمام لوازم و شرائط پائے جاتے ہیں جو سلماتِ شاعری ہیں۔ یہ ایک نمونہ بلکہ ثبوت اس امر کا ہے کہ اصولِ صحیح کی پابندی کے ساتھ ہی وہ سب کچھ کہہ جاتا ہے جس کی آج کل ضرورت سمجھی جا رہی ہے۔

اس دیوان کی طباعت کے مراحلِ ثلثہ صدی سے زائد سے ورہیش ہیں مگر اس کے ردِ بکار آنے میں ایک نہ ایک وجہ مانع ہوتی رہی، کل شیء مہوون بلوفا

حصہ گورکھپور میں گزرا اور گورکھپور کے تمام ہندو مسلمان شرفاء سے ان کے گہرے تعلقات رہے مگر جو اختصاص مولانا سبحان اللہ صاحب کے ساتھ رہا وہ شاید کسی دوسرے کے ساتھ نہیں رہا۔ مولانا نے بھی حضرت مرحوم کے کلام کی جیسی کچھ قدر کی اس کی مثال روایات تاریخی میں قول سکتی ہے مگر اس دور ناشناسے سخن میں اس کی نظیر کا ملنا دشوار ہے، حضرت مرحوم نے اپنا دیوان نذر فرزند مولانا کر کے اس کا عوض ایسا کر دیا کہ شاید پلہ حضرت مرحوم ہی کی جانب جھکا رہے۔ میخانہ، میکدہ، خمخانہ، اس طرح کے بہت سے نام تجویز ہوئے مگر حضرت مرحوم نے آخری قطعی فیصلہ یہ فرما دیا کہ دیوان کا نام ریاض رضوان ہو گا۔ تاریخی نام ”آتش گل تر“ قرار پایا اور حصہ اول (غزلیات) ”آتش تر“ اور حصہ دوم (دیگر اصناف سخن) ”آتش گل“ کے ناموں سے موسوم ہوئے اور مجموعہ ”خمریات ریاض“ کا اقصاف بھی لازمی سمجھا گیا۔ سرورق پر یہ تینوں نام ایک ترتیب خاص سے آگئے ہیں۔

حضرت مرحوم نے تسمیہ دیوان کے متعلق مولوی رضوان اللہ صاحب کو جو خط لکھا تھا اس کی عکسی نقل مدوح کے حسب خواہش آخر میں شامل کر دی گئی ہے۔ اس سے حضرت مرحوم کے احساس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مولوی رضوان اللہ صاحب نے اپنی جگہ پر دیوان کی تسوید تبییض اور انصرام مہم غلبت میں جو کاوشیں کیں انہیں کا نتیجہ ہے کہ دیوان اس وقت ناظرین کے ہاتھوں میں کہنا چاہئے کہ

جواں کر دی زلیخا نے سخن را مگر یوسف تو سی لہین انجمن را

انقلاب دیوان کے متعلق صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ یہ خود حضرت مرحوم کے

تین تین میل تک "خشک" بنا دیا تھا مگر پھر سب "تر" ہو گئے اور حقیقت
کھل گئی کہ

در آں تو بہ امید بہبود نیست کہ چوں لعل ساقی مے آلود نیست
زمانہ ماضی میں بھی یہ صورت بارہا پیش آچکی ہے۔ امیر مبارز الدین محمد بن ظفر
(۱۳۱۳ء - ۱۳۵۹ء) نے اپنی ملکیت کے اندر تمام میخانے بند کر دیے تھے
ظفریوں نے اس کا نام "محب" رکھا تھا۔ خود امیر کے فرزند شاہ شجاع نے
ابراہیم کہا:-

رنداں ہمہ ترک مے پرستی کردند جز محب شہر کہ بے مے مست است
اس وقت کے خشک مغزستان مے حکومت کا حال بھی بس کچھ
ایسا ہی ہے

از حسد امروز پندت منیع ما از بادہ کرد ورنہ کے آں نامسلمان را غم فداے ماست
مراصل طباعت کی طرح دیوان کے نام کا مسئلہ بھی بہت دنوں زیر بحث
رہا۔ اپنی جگہ یہ بھی ایک نادر و بدیع مرحلہ ہے، حضرت مرحوم کی زندگی کا بیشتر
عہ یہ شعر حافظ کے دیوان میں موجود ہے مگر بعض تاریخوں میں شاہ شجاع کے نام سے بھی منقول ہے۔
شاہ شجاع (۱۳۵۹ء - ۱۳۸۶ء) علی قابلیت اور اوصاف فرمانروائی میں اپنے زمانہ میں فروتنی اس میں
ملکہ شاعری بہت اچھا تھا اس کے اشعار بکثرت تاریخوں میں پائے جاتے ہیں، حافظ
نے بھی اپنی طور پر مبارز الدین پر چوٹ کی ہے

اگرچہ بادہ فرخ بخش و باد گلہیز است
بہ بانگ چنگ مخرمے کہ محب شیر است

وخطا ہوتے ہیں ”فقیر شاد“۔ اس فقر پر ہزار امارتیں قربان ہیں، اہل علم کی سرپرستی
شیوہ خاص ہے اور شعرا و ادبا کی قدردانی شعرا مخصوص۔

پشتِ معنی قوی ز پہلویش

خامہ را فر بہی ز بازویش

کیونکہ ممکن تھا کہ ایسے عمن شعر و سخن کی جانب ریاض رجوع نہ ہوتے اور کیونکہ
جائز ہو سکتا تھا کہ ریاض کا ایسا سخن سنج نظر کیسیا اثر سے متواری رہ جاتا۔ حضرت معمر
ریاض کے پرانے قدر شناس ہیں اور ریاض قدیم عقیدت مند۔ ریاض کی
عقیدت مندی کا ثبوت علاوہ متعدد قطعات کے ان کے کثیر التعداد مقطعات
ہیں جن میں ”شاد“ کا ذکر عجب نیاز مندی کے ساتھ ہوا ہے، انطباع دیوان ریاض
خاص طور پر خوشنودی مزاج مبارک کا باعث ہوا اور بطور قدر افزائی جو کچھ ارشاد
عالی ہوا وہ نہ صرف اس دیوان کے لئے بلکہ اردو شاعری کے لئے مایہ صد فخر
و مباحات ہے اور رہے گا۔

حضرت جلیل (نواب فصاحت جنگ بہادر) جانشین حضرت امیر مینائی ہیں
ملک الشعرا کی کو ذات گرامی پر ناز ہے شیوہ خوش بیانی و معانی آفرینی ذات ساقی پر
ختم ہے۔

نظش آبِ حیات را ماند

در روانی فرات را ماند

حضرت ریاض سے جناب مدوح کے تعلقات بلا اظہار بھی ذہن میں
آ سکتے ہیں، طبع دیوان ریاض سے دلی مسرت کا ہونا ایک طبعی امر تھا، تقریظ

منشا کی تعمیل ہے۔ والیان ریاست محمود آباد کے ساتھ حضرت مرحوم کا تعلق قدیم ہے۔ سعید الملک راجہ سر امیر حسن خاں بہادر ممتاز جنگ المتخلص بہ سحر کے طبع دیوان کی تقریظ ۵۵۶-۵۵۷ پر موجود ہے۔ ہمارا راجہ سر محمد علی خاں بہادر کے محامداوصاف میں دیوان کے حصہ دوم کا تقریباً ایک ثلث وقف ہے۔ موجودہ والے محمود آباد (خان بہادر راجہ امیر احمد خان بہادر دام اقبال) کے جملہ تقریبات کے لئے دیوان کا حصہ دوم ایک تاریخ ہے۔ دوسری طرف

پدر بر پدر کار ساز آمدہ بخلق از خدا سر فراز آمدہ
اس خاندان عالی مقام نے تین پشتوں سے حضرت مرحوم کی جو قدردانی کی وہ مستغنی عن التوصیف ومنتع عن التشہیر ہے حتیٰ یہ ہے کہ ایک حد تک اسی قدردانی کا اثر تھا جس نے حضرت مرحوم کے استغناء طبعی میں ایک خاص استغناء پیدا کر دیا تھا۔ اندریں صورت دیوان کا انتساب اس سے زیادہ موزوں شخصیت کے ساتھ ہونا ممکن نہ تھا۔

دیوان کے شائع ہونے کے بعد اس کا جیسا کچھ خیر مقدم کیا جائے گا قیاساً اس کا تصور مرکوز فی الذہن ہے اور واقعاً اس کا ظہور وقت پر ہو گا مگر بحمد اللہ اس دیوان کو اشاعت کے قبل ہی وہ امتیاز حاصل ہو گیا جو کم کسی دیوان کو حاصل ہوا ہو گا اور جس نے اسے تمام دیگر تجوید و تبجیل سے مستغنی کر دیا۔

ہندوستان کو ایک امیر درویش گزریں اور درویش صہلت نشیں کی ذمت ستودہ صفات پر فخر و ناز ہے یہ ذات ہر کسلسنی۔ اجایاں۔ راجہ ہمارا راجہ سر کرن پرنشاہ بہادر بین السلطنت دام اقبال کی ذات جامع الکمالات ہے۔ انکار کا یہ عالم ہے کہ

مکن متعاقبین ہے کہ اہل دل اس سے علی قدر ذوق لطف اندوز ہونگے، لیکن ذرا گستاخی ہوتی ہے، طبائع مختلف ہوتے ہیں ایک گروہ ہے جو آواز و دلاب پر مست ہو جاتا ہے اور ایک دوسرا گروہ ہے جو نعمات سماع سے بھی متاثر نہیں ہوتا، میری طبیعت بھی کچھ ایسی ہی بلید واقع ہوئی ہے، خیام ہوں یا حافظ، غالب ہوں یا یاقین، مجھے کسی کے مے و میکے میں نہ عرفاں کی ثعلبی نظر آتی ہے نہ حقیقت کا جلوہ دکھائی دیتا ہے، میں اس تمام مے کو وہی مے سمجھتا ہوں جس کی صفت قافا آنی نے کی ہے۔

ساقی بدہ طل گراں زان مژکہ ہفتاں پرورد اندہ بر دغم بشکر و شادی و بد جاں پرورد
 در خم دل پیر میخان در جام مہر زرفشاں در دست ساقی قوت جاں خساں جاں پرورد

بہر حال مولانا کی طبع و قلوب نے یہ صورت پیدا کر دی ہے کہ حافظ کی مے کی طرح مریاض کی مے میں بھی ”مے عرفاں“ بن جانے کی قابلیت موجود ہے اور اگر ریاض کے خمریات کے ۳۶ اشعاروں کی شرح اسی طرح مکمل ہوگئی تو ”مے ریاض“ کی حقانیت مسلم ہو جائیگی۔ خدا ہمیں کنا د۔

مولانا نیاز فتحپوری نے ”اعترافات“ میں ریاض کی سیرت ان کی شاعری کی نیت اور ان کے کلام پر نقد و نظر سب کو اس اختصار کے ساتھ جمع کر لیا ہے کہ باید و شاید اسے اگر ریاض کے سوانح حیات اور تبصرہ کلام کا لب لباب کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ آئندہ کے لئے لائق عمل ہے، خدا وہ دن لائے کہ حضرت ریاض مرحوم کے سوانح حیات مرتب ہوں اور مولانا کو پوری طرح کھل کر ان کے کلام پر تبصرہ کرنے کا موقع ملے۔ مولانا اگر مجھے معاف فرمائیں تو میں اتنی جسارت

لکھی اور بے نظیر لکھی دیوان پر مہر قبولیت ثبت فرمادی۔

نوشیق کی ضرورت تھی وہ حضرت اختر بینائی دناوب اختر اب جنگ پھل کے پیش لفظ سے پوری ہو گئی۔ نظم و نثر میں جناب ممدوح الشان کا جو پایہ ہے وہ انظر ہن الشمس ہے اور کیوں نہ ہو والد سہر لابیہ حضرت ریاض کے محترم استاد و زاویے ہیں دیوان ریاض کے متعلق اکثر دریافت فرماتے رہتے تھے۔ جب سے طباعت کا آغاز ہوا ہے اس کی رفتار کار کے معلوم ہونے کا غایت شوق سے انتظار فرمایا کرتے تھے۔ نظم میں تقریظ تحریر فرماتے تو یا نظم تقریظ کی حد سے متجاوز ہو جاتی یا خیالات کو روک دینا پڑتا، نثر میں پیش لفظ ارقام فرمایا مگر نثر انقش بال طاء و س است

اگر دلی جذبات کو اظہار کا پورا موقع دیتے تو ”پیش لفظ“ بھی اپنی حد سے متجاوز ہو جاتا، اختصار کو کام فرمایا مگر اس اختصار میں وہ سب کچھ آگیا جو آنا چاہیے تھا، خوش قسمت ہے وہ شاعر اور مایہ ناز شاعر ہے وہ دیوان جسے ایسا گرانمایہ پیش لفظ نصیب ہو۔

دیوان کا مقدمہ مولانا سید سبحان اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ اس مقدمے سے حضرت ریاض کے سوانح حیات بھی کسی قدر واضح ہو جاتے ہیں مگر اصل شے اس مقدمے کی خمریات ریاض کے معتدب اشعار کی توضیح و تلویح ہے، مولانا ممدوح ریاض کے کلام کے عاشق ہیں جو کچھ لکھا ہے والہانہ انداز سے لکھا ہے اور ایک ایک شعر میں جو نازک معانی پیدا کئے ہیں اور ان معانی کو جس طرح درجہ معرفت تک پہنچایا ہے وہ آپ ہی کے ذہن رسا اور فکر بلند سے

رضوان اللہ صاحب کی نوشتہ کیفیت کے عنوان ”گزارش“ کو بدل کر
آخر میں مرحلہ طبع دیوان ”کردوں اور اس کو اس داستان کے بعد طبع کردوں
ورنہ اس کیفیت کو ابتدا میں آنا چاہئے تھا“ امید ہے کہ موصوف اس تغیر کو جو
ضرورت ہو اسے روار کھینگی۔ اول یہ آخر نسبتے دارو۔

جو اصحاب دیوان ریاض کے مرہل جمع و ترتیب و طباعت سے آگاہ ہیں
انہیں ان تمام اضافات و ملحقات کے سلسلہ میں ایک نام کی کمی نظر آدگی یہ
نام مولوی محمد فاروق صاحب ایم۔ اس۔ سی کا ہے۔ حضرت ریاض اور ان کے
سوانح حیات کے متعلق موصوف کے خیالات نہایت وسیع ہیں دیوان بہت
گراں بار ہو چکا ہے، مدوح کے خیالات سوانح حیات اور تبصرہ کلام میں نمایاں ہو گئے
تبصیض طباعت و تصحیح وغیرہ کے متعلق بھی چند الفاظ عرض کرنا ضروری
ہیں حصہ اول (غزلیات) کا میضہ جناب حاجی جڑ بڑ شاہ صاحب دارٹی (سجادہ نشین
خانقاہ حضرت مستقیم شاہ صاحب فقہور ضلع بارہ بنکی) نے اپنے دست مبارک سے
لکھا چند غزلیں خود حضرت ریاض مرحوم کے دست خاص کی لکھی ہوئی بھی ہیں اور
جاسباتر میں بھی ہیں، دو تین غزلیں حاشیے پر لکھی ہوئی ہیں جو غالباً اضافہ بالبعد ہیں
حصہ دوم اہم صاحب نے خوش خط و واضح تحریر فرمایا ہے۔ طباعت کا آغاز
۲۱ فروری ۱۹۳۷ء کو گو رکھپور میں ہوا۔ ۲۵ اگست ۱۹۳۷ء تک صرف
۲۷ صفحے طبع ہوئے، ممکن تھا کہ آئندہ رفتار ترقی کر جاتی مگر یقینی نہ تھا اس لئے
حیدرآباد میں منتقل کرنا پڑا۔ یہاں مراتب ابتدائی کے طے کرنے میں تقریباً دو ماہ گزر گئے
اور آخر ستمبر سے طباعت شروع ہوئی اور وسط جولائی ۱۹۳۸ء میں ختم ہوئی

کرتا ہوں کہ حضرت ریاضؒ الانسان الکاملؒ کا نمونہ مجسم تھے اور ان کے فرائض و عبادت ہونے میں ہر کر شک و شبہ تھاں گرد و مگر کسی انسان کو نکلتا مطلق کہنے میں خود شعور نے تعقید پیدا کر دی ہے۔

واعظ شہر کہ مردم ملکش می خوانند قول مانیز بہین است کہ از آدم نیست یہ تمام لطافت دیوان سے قبل ہیں آخر میں ایک ضمیمہ ہے اس میں سب سے پہلے حصہ دوم کے جمع و ترتیب کے متعلق اٹیم صاحب کی لکھی ہوئی کیفیت ہے یہاں کہ اٹیم صاحب نے ظاہر فرمایا ہے یہ حصہ بہت ہی نامکمل ہے جتنا کلام اس حصہ میں ہے شاید اس سے زیادہ جمع ہونے سے رہ گیا ہے، ماسوا ازیں اس حصہ میں کوئی خاص ترتیب بھی قائم نہیں رہی ہے، یہ اگرچہ ایک نقص ہے مگر چونکہ خود حضرت مرحوم کی حیات میں اسی طرح جمع ہونا شروع ہو چکا تھا اس لئے پہلے اڈیشن میں رد و بدل مناسب نہ سمجھا گیا، دوسرے اڈیشن میں انشاء اللہ اصناف کلام اور تقدم و تاخر زمان کے اعتبار سے ترتیب ہو جائے گی۔

اس کے بعد خود میری لکھی ہوئی ”داستان دیوان ریاض“ ہے یہ داستان الناظر (لکھنؤ) کے اکتوبر ۱۹۳۷ء کے پرچے میں شائع ہوئی تھی اور اسی زمانہ میں خلافت (بہمنی) اور فاشور (دہلی) میں بھی درج ہوئی تھی، محترم مکرم سید نیاز احمد صاحب کے حکم مکرر پر میں نے اسے شامل دیوان کر دیا۔ کہیں کہیں میرے بیان اور دوسرے بیانات میں کچھ جزوی اختلافات ہیں مگر داستان دیوان ریاض زلف یار سے کم نہیں ہے، ابھی معلوم نہیں، کتنے پیچ و خم نکلیں گے۔

اسی داستان کے شمول کی وجہ سے مجھے مجبور ہونا پڑا کہ مولوی

کئی جگہ منبر کے بجائے ممبر چھپ گیا ہے اور خوبی یہ ہے کہ اصل سودہ میں بھی یہی ہے۔
 ماسوا از میں بعض الفاظ کا املا اب بدل گیا ہے مثلاً تجھ سے (مجھے) مجھ کو (مجھ کو)
 پاؤں (پاؤں) وغیرہ وغیرہ حرج کے بجائے ہرج طیار کے بجائے تیار لکھا تو
 لازمی سا ہو گیا ہے یہ غلط بحث صرف اسی کتاب میں نہیں ہے بلکہ عام ہے اور
 جب تک شخص اپنے کو جہاں اُستاد اور ہر ادارہ اپنے کو حاوی الکل سمجھتا رہے گا
 یہ غلط بحث رفع نہیں ہوگا۔ چونکہ میں طبع دیوان کے متعلق حضرت مرحوم کے بلند
 خیالات سے واقف ہوں اس لئے نہ امت کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ
 دیوان جس ہیئت میں پیش ہے وہ اس ہیئت سے بہت گری ہوئی ہے جس کا نقشہ
 حضرت مرحوم کے ذہن میں تھا لیکن ان تمام کوتاہیوں اور غامیوں کے باوجود
 اس دیوان کا شائع ہو جانا نہ شائع ہونے سے بہتر ہوا، آئندہ اصلاح و ترقی
 کے راستے بند نہیں ہوئے ہیں خدا جے توفیق دیگا وہ اسے بہتر صورت میں
 شائع کریگا۔

ایک اہم غلطی یہ ہو گئی ہے کہ ص ۴۷، ۴۸ پر ایک غزل درج ہو گئی ہے یہ
 لے بام یار طور کی بھی تجھ میں شان ہے لے بام یار عرش کا تجھ پر گمان ہے
 یہ غزل تیرہ شعر دوں کی ہے مگر ص ۴۷، ۴۸ پر انیس شعر دوں کی ایک غزل آچکی ہے
 جس میں ۲ اشعر غزل مابعد کے موجود ہیں۔ اصل سودہ میں یوں ہی لکھا ہوا تھا وقت پر
 میری نظر نہ پڑی اور صصح صاحب کو بھی خیال نہ رہا، انکار واقع ہو گیا۔

ص ۴۷ کے آخر میں چھ شعروں کی ایک غزل ہے یہ غزل دراصل اکیس
 شعروں کی ہے مگر اس میں کچھ تخریفات ہیں۔ سودے کے حاشیہ پر ہدایت درج

گورکھپور میں طباعت آسی پریس میں ہوئی اور حیدر آباد میں اعظم الشیخ پریس میں اور
 قدر قلیل دوسرے دو مطبعی ہیں۔ گورکھپور کے مطبوعہ ۲۷ صفحوں کی کتابت منشی دین محمد صاحب
 نے کی اور حیدر آباد میں جو کتابت منشی شعیب الدین صاحب نے کی تصحیح بھی مختلف
 ہاتھوں سے ہوئی گورکھپور میں جناب حکیم عارف صاحب (مدیر شاہکار) نے
 اپنی گونا گوں مصروفیتوں کے باوجود تصحیح کا کام انجام دیا۔ حیدر آباد میں حامد حسن
 صاحب صدیقی (سابق مدیر مساوات آباد و حال مقیم حیدر آباد) اور مولوی
 صبغتہ اللہ صاحب (مدرس دارالعلوم) اور مولوی عبدالقیوم صاحب (اہلکار
 صدر مجاہدی سرکار عالی) نے اس کام کو انجام دیا۔ غلطنامہ حکیم محمد عبداللطیف صاحب
 نے مرتب کیا۔ حکیم صاحب کی صحت نظر کی داد دینا چاہئے کہ غلطنامہ سے استقام
 پوری طرح رخص ہو گئے۔ سید کا خمنانہ ہے جتنے ہی زیادہ اشخاص سیراب ہوں
 موجب سعادت ہے۔ ان جملہ اصحاب کی شکر گزاری مجھ پر لازم ہے۔

مجھے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ کام میں بہت سی خامیاں رہ گئیں خاص کر
 صحت میں دو خرابیاں رخنہ ہو سکیں۔ ایک خرابی تو ہمہ گیر ہے اس سے مفر
 نہیں یعنی کتاب میں کچھ نہ کچھ غلطیاں ضرور رہ جائیں گی مگر افسوس یہ ہے کہ چند
 غلطیاں ایسی رہ گئیں جن سے شعر کچھ کا کچھ ہو گیا۔ پڑھنے والوں سے یہ توقع کرنا کہ
 وہ پوری کتاب کو غلطنامہ کے بموجب درست کر لینے کا حاصل ہے مگر یہ استدعا
 ضرور ہے کہ جس شعر میں تردد ہو اس کو بوالہ صفحہ وسط غلطنامہ میں ضرور دیکھ لیں
 دوسری خرابی املا کی ہے سخت حیرانی ہے کہ اس سے میں کیا کیا جائے کتاب
 صحیح ننگا زب اپنی اپنی جگہ پر یہ چاہئے ناب صحیح و درست طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از

جناب مولانا سید سہجان اللہ صاحب
(رئیس گوکھپور)

انعامات الہی میں یہ بھی ایک بڑا انعام ہے کہ انسان کو اپنے ہی جیسے انسان کے حالات لکھنے پڑیں اور یہ ایسی بات ہے کہ مبینہ بڑوں کے قصے لکھ کے خود قرآن نے اس کی تعلیم دی ہے۔

آج آٹھویں تاریخ اُس مہینے کی ہے جس سے بڑا اور تبرک مہینہ مسلمانوں کیلئے کوئی اور نہیں ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کے بیان کے مطابق خالق کائنات کا معلم کامل بھیج کر ہم انسانوں کی دنیا اور دین دونوں مکمل کر دے جس ذات کا سراپا تعلیم۔ قوی تعلیم اور اس کے ذریعہ سے جو قانون بھیجا اس کی صداقت بے پناہ اور نہ صرف صداقت بلکہ اس کے آگے انسانی دماغ دنیاوی ارتقا میں سبقت لے ہی نہیں جاسکتا۔ اس ذات کے تشریف لائے ہوئے مہینے میں مجھ سراپا قصور کو یہ سعادت حاصل ہوتی ہے کہ اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیتہ وسلم کے جگر گوشے کی اولاد کے کچھ حالات لکھنے کا شرف

نہ ہو کہ یہ غزل محفوظ رہے گی شامل دیوان نہ ہوگی۔ میں نے اس میں سے چھ شعروں
عام معانی میں تھے اور جگہ جگہ باقی اشعار کو چھوڑ دیا۔

آخر میں اتنا اضافہ نامناسب نہ ہوگا کہ ملحقات دیوان کی نظم و نشر میں
اس ناگزیر کا ذکر آگیا ہے مگر واقعتاً میرا کچھ کام ہے وہ صرف اتنا ہی ہے کہ
میں نے ”دیوان کو چھپوا دیا“ ان تین لفظوں کو جس قدر چاہئے تنگ معنی میں
لیجئے اور جس قدر چاہئے وسیع معنی قرار دیدیجئے۔ پروفیسر گلکرسٹ نے اپنی
کتاب ”اصول علم الیاسات“ کا پہلا ادیشن کلکتہ میں طبع کرایا تھا اور یہاں لکھا
ہے کہ ہندوستان میں کسی کتاب کے چھپوانے کا مفہوم یہ ہے کہ حروف جوڑنے کے
سوا کل کام صاحب کتاب ہی کو کرنا پڑے۔ پروفیسر صاحب کو ماشہ ماتہ ہند کے
جستے کے حروف سے کام پڑا اور یہاں سواسوامن کے پتھروں سے سابقہ رہا
ماہل آنکھ سے

تہنیت گوئد مستان را کہ سنگ نبستر
بر سرین آمد و این آفت ازینا گزشت

۲۰ جولائی ۱۹۳۷ء

صاحبزادی کی شادی سید محمد عسکری صاحب و سیم خیر آبادی سے ہوئی جو بہت مشہور شاعر اور اہل فن تھے۔ ان کے شاگردان اطراف میں بکثرت موجود ہیں۔

منشی سید ریاض احمد صاحب ریاض ادامل عمر ہی سے شاعرانہ انداز کے آدمی تھے۔ نثر کے بہترین انشا پرداز تھے اور آخر کار ان کی شہرت کے لئے خدا نے شاعری کو ذریعہ بنا دیا۔ اپنی زندگی کے سب سے بڑے حصہ میں ریاض الاخبار نکالا اور اس کے ایڈیٹر رہے اور آخر میں مالک ہو گئے۔ اخبار نکلنے کے زمانے میں ان کی انشا پردازی کا یہ شہرہ تھا کہ لوگ ریاض الاخبار صرف ان کا ایڈیٹر بل پڑھنے کے لئے خرید کرتے تھے اور جو لوگ ان کی طرز انشا پردازی سے واقف ہو گئے تھے وہ لوگ ریاض الاخبار کی خبروں کے انتخاب کے ٹکڑوں میں بھی ان کے قلم کی جنبش تماشا کیا کرتے تھے۔

منشی سید ریاض احمد صاحب ریاض دنیا میں اُسی طرح کے انسان تھے جس طرح کہ سب لوگ ہوتے ہیں۔ مگر قدرتی طور پر ان کا سراپا شاعری بن گیا تھا اور شاعری میں شراب بن گیا تھا۔ شراب ہی نہیں کبھی ساغر۔ کبھی سبُو۔ کبھی خم نظر آتا تھا۔ میں نے گھٹ کر کہا۔ میں نے تو ان کو میخا نہ بنے۔ چلتے دیکھا ہے کہ میں آپ کو یہ شہ نہ ہو جائے کہ جناب ریاض مرحوم شرابی تھے۔ لاجول و لا قوت الا بالاللہ۔ ہر جاننے والا اور پورا گور کھپورا اور خیر آباد قرآن لیکرون اور رات کی تمام عمر کی صحبتوں کی بابت قم کھانے کو تیار ہے کہ ریاض مرحوم نے کبھی ایک بوند بھی شراب لب تک نہ آنے دی۔

حاصل ہو رہا ہے۔

فشٹی سید ریاض احمد صاحب متخلص بہ ریاض نسا سید حسینی میں انکے
آباد اجداد ہندوستان میں آنے سے پہلے ایران میں کرمان شاہ کے رہنے والے
تھے۔ وہاں سے ان کے مورث علاؤ الدین غوری کے زمانے میں ہندوستان
آئے۔ علاؤ الدین غوری کی فوج میں کوئی عہدہ رکھتے تھے ان کی فوج کٹیسر
قبضہ کرنے کے لئے بھیجی گئی۔ وہاں فتح حاصل کرنے کے بعد ان کی فوج کے
اشخاص چند ٹکریوں میں بٹ گئے۔ ضلع بارہ بنکی اور سیتاپور کے مختلف مقابلہ پر
آباد کروئے گئے۔

فشٹی سید ریاض احمد کے اجداد کی ٹولی خیر آباد ضلع سیتاپور میں آ کے
آباد ہوئی جس میں ایک زمانے تک علما ہوتے رہے اور ان کے ذمے عہدہ
قضا ہوتا رہا۔ علوم و فنون خاندانی چیز تھی بزرگوں کے برابر نہ سہی تو بعض
مسلمانوں کے انخطاط کے ساتھ کمی سے سہی مگر قائم تھے۔ سید ریاض احمد
صاحب مرحوم و مغفور کے والد انگریزی گورنمنٹ کے مختلف عہدوں پر
فائز رہے۔ ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی۔ پہلے سید ریاض احمد صاحب
مرحوم۔ دوسرے سید نیاز احمد صاحب نیاز حمی القائم۔ تیسرے سید فیاض احمد
صاحب جو راز تھے۔ تینوں بھائی پولیس میں ملازم ہوئے۔ فشٹی ریاض احمد
صاحب پولیس کی ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔ دو بھائی آخر تک
ملازم رہے۔ سید نیاز احمد صاحب الحمد للہ زندہ اور قائم ہیں۔ بھوپال میں
سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی رہ چکے ہیں اور گورنمنٹ برطانیہ کے منسٹر ہیں۔

نہ کبھی عامیانا اردو لکھی اور ادبیت کے ایسے ایسے پہلو نمایاں کئے کہ لوگ باوجود اخبار کے ساتویں دن بچکنے کے اس کے مضامین پڑھنے کے لئے ایسے بیتاب ہوتے تھے جیسے آجکل روزانہ خبروں کے لئے بیتابی ہوتی ہے۔ منشی سید ریاض احمد صاحب نے دونوں بھی لکھے حرم سرا۔ اور نظارہ یہ دونوں بھی ان کی انشا پر دازی کے معرکتہ آثار اٹکڑے ہیں۔ جنہوں نے انہیں دیکھا ہو گا وہ ان کی لذتوں سے واقف ہونگے۔ بیان میں وہ سب چیزیں نہیں آسکتیں جو لکھنے والے کی تحریر دیکھ کر دماغ میں آسکتی ہیں۔

تعلقات

سید ریاض احمد صاحب کے ذاتی تعلقات چند خاندانوں سے پیدا ہوئے اور آخر عمر تک قائم رہے۔ پہلا سید نیاز احمد صاحب یس خیر آباد اور ان کے بیٹے سید نظام احمد مرحوم جو ان کے رشتہ دار بھی تھے۔ دوسرا عام طور پر گورکھپور کے معزز خاندانوں سے اور بالخصوص میرے اعزا اور خود مجھ سے اور میرے چچا مولوی سید عطا اللہ صاحب مرحوم سے۔ اس تعلق میں خصوصیت یہ تھی کہ سید ریاض احمد صاحب کے والد مرحوم گورکھپور میں سرکار انگریزی کے ملازم تھے۔ سید ریاض احمد صاحب کا بچپن گورکھپور کے شرفا کے لڑکوں کے ساتھ گزرا تھا اور ان ہی شرفا کے لڑکوں میں مولوی سید عطا اللہ صاحب مرحوم بھی تھے یہ دونوں منشی سید امیر احمد صاحب مینائی علیہ الرحمہ کے شاگرد ہوئے اور ایک ساتھ شاعری شروع کی پھر سید ریاض احمد صاحب گورکھپور نہیں پولیس کے ملازم ہو گئے تیرک

حضرت ریاض کی شراب نوشی حافظ شیراز جیسی تھی کہ دیوان حافظ اٹھا کر ایک طرف تو لسان الغیب والے اپنی خود غرضی سے فال نیک طلب فرماتے ہیں اور دوسری طرف اشعار کا مزہ لینے والے حلف لیکر حافظ شیراز کو شرابی کہتے ہیں۔ مجھے اس لکھنے کی ضرورت نہیں تھی مگر مزوٹے کو یوں بھی اچھا کہا جاتا ہے اور عیب لگانے والوں کی اگر رخنہ بندی کر دیکھائے تو مرنے والے کا بڑا بوجھ کم ہو جاتا ہے۔

شعر تر میرے چھلکتے ہوئے ساغریں ہیں

پھر بھی سب پوچھتے ہیں آپ نے مے پی کہ نہیں

ریاض الاخبار پہلے خیر آباد سے نکلا اور روزانہ بھی ہوا۔ اور گلگدہ ریاض اسی پریس سے نکلا پھر ریاض الاخبار گورکھپور میں منتقل ہو گیا۔ اس کے ساتھ فتنہ اور عطر فتنہ بھی نکلے جو اپنے وقت میں بہت محبوب ہوئے اور قد کے اعتبار سے بھی فتنہ تھے۔

ریاض صاحب کی انشا پردازی کے تین دور گزرے ایک جب ریاض اللغات سے اور اودھ پنچ لکھنؤ سے جس کے ایڈیٹر ہندوستان کے مشہور لکھنے والوں میں سجاد حسین صاحب مرحوم تھے۔ ان سے معر کے رہے دوسرا طوطی ہند میرٹھ سے جس کے ایڈیٹر اور لکھنے والے بھی مشہور ادیب تھے۔ ان سے بھی مدت تک معر کے رہے۔ ان دونوں معرکوں نے سید ریاض احمد صاحب کی انشا پردازی کا سکہ ملک میں بٹھا دیا اور جو خصوصیت ان کی انشا پردازی میں تھی وہ یہ تھی کہ کبھی کسی پر ذاتی حملہ انہوں نے نہیں کیا

یہ آرزو فشی سید ریاض احمد صاحب کے استغنا کی وجہ سے کما حقہ پوری نہ ہو سکی چنانچہ ریاض الاخبار آخر میں مہاراجہ صاحب کے حکم سے ان کے خرچ پر لکھنؤ گیا جس حالت کے بیان کے لئے ریاض صاحب کا یہ شعر کافی ہے۔

ریاض تھی جو مقدر میں باز گشتِ شباب

جوان ہونے کو پیری میں لکھنؤ آئے

ریاض صاحب کا تعلق ریاست محمود آباد سے اور موجودہ رئیس سے بھی بیمنہ وہی تھا اور ہے۔ جیسے میرے چچا کے بعد مجھ سے رہا۔ اور موجودہ رئیس راجہ خان بہادر محمد امیر احمد صاحب والی ریاست محمود آباد آج بھی سید مرحوم کے بچوں کی زندگی کے خدائے مجازی ہیں اور جب راجہ صاحب سے سید ریاض احمد صاحب مرحوم کا ذکر آتا ہے تو ان کی محبت کا جذبہ ان کے دیوان کے کُل اخراجات کے برداشت کا یا کسی طرح ریاض کے خاندان کی امداد کا تازہ ہو جاتا ہے اور یہ سب سید ریاض احمد صاحب مرحوم و مغفور کی خالص محبت اور بے لوث تعلق کا نتیجہ ہے۔

تعلقات کے ذکر میں ایک آخری تعلق بھی بیان کر دوں کہ ریاض صاحب مرحوم چاہتے تھے کہ ان کا دیوان اولاً گورکھپور سے شائع ہو اور اگر کسی وجہ سے گورکھپور سے نہ شائع ہو تو راجہ صاحب محمود آباد شائع کریں چنانچہ ان کی عمر کے بالکل آخری زمانے میں میں نے ان کو دیوان کی ترتیب پر مجبور کیا اور اس سلسلے میں چند مہینے گورکھپور سے باہر نکلتے نہیں دیا۔

ملازمت کے بعد جب ریاض الاخبار گورکھپور میں آیا تو اُن کا گھر گورکھپور
میں ہو گیا۔ بچپن۔ پوری جوانی اور گویا کہ بڑھاپا گورکھپور میں گزرا جسکی
بابت اُن کا ایک شعر اُن کے پورے جذبات کے بیان کرنے کے لئے
کافی ہے۔

جوانی جن میں کھوئی ہو وہ گلیاں یاد آتی ہیں
بڑی حسرت سے لب پر ذکر گورکھپور آتا ہے

میرے ساتھ سید ریاض احمد مرحوم و مغفور کا تعلق مختلف عنوانات
سے رہا۔ کبھی میں مالک روزانہ صلح کل تھا اور سب سے بڑا تعلق یہ تھا کہ
مجھ کو ایک چچا اور ایک دوست کیجا ایسا ملا جس کا نام منشی سید ریاض احمد
صاحب ریاض مرحوم تھا۔ وہ جب مجھے اپنا کوئی شعر سناتے تھے تو وہ
اور میں ایک طرح سے بیتاب ہوتے تھے اور بار بار ایسا ہوا ہے کہ تین تین
دن تک ایک ہی شعر نے دونوں کو بیتاب رکھا ہے۔ اپنے اور سید
ریاض احمد صاحب کے تعلق اور شاعری کے متعلق دونوں کے بیان
کرنے میں مجھے تو ضرور لذت آئیگی لیکن پڑھنے والوں کے لئے کوئی
زیادہ دلچسپ چیز نہیں ہے اس لئے اس کو میں ترک کرتا ہوں۔

تیسرا تعلق سید ریاض احمد صاحب کا اُن کے ولی نعمت و قدردان
جناب ہمارا جہ سر محمد علی محمد خان صاحب مرحوم والی ریاست محمود آباد
اودھ سے تھا جو ان کی حیات میں ان کے قدردان اور کفیل تھے اور
اُن کو اپنے پاس ہر صحبت میں موجود رہنے کے شائق رہے اگرچہ اُن کی

یہ دونوں حضرات نے ریاض صاحب کا دیوان شائع کرنے کے اصرار کے ساتھ ریاض صاحب کو مطمئن بنانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ جو ان کی ذاتی محبت اور خلوص کا بین ثبوت ہے اور میں دونوں کا شکریہ بکمال خلوص ان کی طرف سے ادا کرتا ہوں۔

یہ عجب اتفاق ہے کہ آج جب میں ان کے حالات لکھنے بیٹھا تو ان کے خاص شاگرد سلطان احمد صاحب واقف موجود ہیں اور یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ انہیں سے لکھوار ہوں۔ شاگرد کا خلوص کہوں یا مرحوم اُستاد کا تعلق کہوں جس نے بیاختہ بیوان ضلع سیتاپور سے خواہ مخواہ واقف صاحب کو بے موسم گورکھپور بھیج دیا۔ جی چاہتا ہے کہ یہی لکھا ہوا پریس کی کاپی پُر اُتر آتا اور واقف صاحب کی خوشخطی کا بھی اس سے اعلان ہو جاتا۔

ریاض صاحب کے تعلقات کا ذکر آگیا تو مجھے اس سلسلہ میں یہ بیان کر دینا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ریاض مرحوم کس قدر بے لاگ اور بے طمع شخص تھے۔ منشی امیر احمد صاحب مینائی علیہ الرحمۃ جب رامپور میں نواب خلد آشاں کلب علی خاں مرحوم مغفور کے پیشکار تھے اُسی زمانہ میں سید یاض احمد صاحب کی شاعری جو ان ہو رہی تھی۔ نواب کلب علی خاں مرحوم مغفور ان کو اپنے درباریوں میں شامل کرنا چاہتے تھے اور کئی بار سید ریاض احمد صاحب کو منشی امیر احمد صاحب مینائی نے رامپور بلایا اور یہ کہا کہ نواب صاحب یہ چاہتے ہیں۔ مگر یہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے رامپور سے چلے آئے۔

نواب حامد علی خاں مرحوم فرمانروائے رام پور ساری عمر ریاض صاحب کو

انہوں نے آخر کار اہل گورکھپور کے اصرار سے دیوان دو شخصوں کے حوالہ کیا جس میں ایک میرالڑ کا سید محمد رضوان اللہ اید و کیٹ ممبر اسمبلی صوبہ پٹنہ ہے اور دوسرے اُن کے انشا پر دازی کے زمانے کے معتقد اور قدردان قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے گورکھپوری رکن دارالترجمہ حیدر آباد ہیں۔ قاضی تلمذ حسین صاحب نے اُس دیوان کے طبع اور صحت وغیرہ کا اہتمام کلیتاً اپنے ذمہ لیا۔ کچھ حصہ گورکھپور میں چھپوایا اور اب اُسے حیدر آباد لیجا کر مکمل کر دیا۔ باقی دیوان کے اور لوازم رضوان اللہ کے سپرد کئے اور میں اور سید نیاز احمد صاحب نیاز براء اور خورشید ریاض احمد صاحب مرحوم و مغفور ان کے کلام کے مختلف عنوانات اور جمیع امور کے طے کرنے کی کمیٹی کے ممبر تھے اور ہیں۔ خدا کرے کہ ہم چاروں دیوان کے جمیع مراتب کے مکمل کر دینے میں پورے کامیاب ہو جائیں جو غالباً آخر جون تک ہو جاویگا۔

تعلقات کے سلسلہ میں یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ دیوان کا انتساب سید ریاض احمد صاحب مرحوم صرف راجہ صاحب محمود آباد ہی سے چاہتے تھے۔

دو تعلق اور مخصوص تعلق اسی سلسلہ میں مجھے بیان کر دینا ریاض صاحب کی طرف سے ادائے شکر سے کم نہیں ہے ایک قاضی سر عزیز الدین احمد صاحب دیوان ریاست دتیا اور دوسرے ان کے بھائی قاضی غلیل الدین صاحب مرحوم قدیم دیوان ریاست پٹنہ وغیرہ

علیہ الرحمۃ کے کلام میں وہ لطافت و نزاکت اور روانی نہیں ہے۔
یا کم سے کم مقابلہ نہیں ہے۔

ریاض نے اپنی شاعری اور شاعری کی زبان کو اس قدر لطیف بنایا ہے کہ
بغیر ان کی دس پانچ غزلیں پڑھے ہوئے میرے بیان کی تصدیق میں آپ کو
تامل ہو گا لیکن دس غزلیں پڑھنے کے بعد آپ مجھ سے زیادہ ان کے کلام کے
ولدادہ ٹھکنگے۔

ان کی نثر کا بھی یہی حال ہے گویا ان کے قلم سے پھول جھڑتے ہیں۔
اور ادبیت کے پیچ و خم اس نزاکت سے دکھاتے تھے کہ بسا اوقات واہ
اور آہ کے سوا الفاظ میں کوئی تعریف نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس وقت
میرے سامنے ان کا جو مجموعہ کلام ہے وہ صرف شراب کے اشعار پر مشتمل
ہے۔ تیرہ سو چھیالیس^{۶۲} شراب کے پہلو ایسی نزاکتوں سے انہوں نے نظم
کئے ہیں کہ اس پورے شراب کے اشعار کے مجموعہ کو ایک دفعہ دیکھنے کے
بعد کسی شاعر کے لئے شراب کا کوئی نیا پہلو نکالنے میں بڑی دقت ہو گی۔ میں
ان کے نظم و نثر کے متعلق اور زیادہ اس لئے نہیں لکھنا چاہتا کہ خود ان کا
کلام موجود ہے آپ ملاحظہ کیجئے اور میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اس کی
تصدیق خود کر لیجئے اور اغلب ہے کہ آپ اس سے کچھ زیادہ ہی کہنے پر
آمادہ ہونگے۔ ان کے کلام کے ساتھ میری دلچسپی اس حد تک ہوتی تھی کہ
ایک ایک شعر کم سے کم تین تین دن ورنہ ہفتوں ایسا مزہ دیتا تھا کہ جس کی
لذت کا بیان قلم کی قدرت سے باہر ہے۔

بلائے رہے اور اپنے درباریوں میں شامل کرنے کے شائق رہے۔ کئی بار ہزارئیش کے بلائے پر رامپور گئے۔ مگر کبھی مستقل قیام کرنا نہیں چاہا اور واپس چلے آئے۔

جہاں تک مجھے یاد ہے ایک مرتبہ سلطان دکن میر محبوب علی خان غفران مکان نے بھی ریاض کے حیدر آباد میں رہنے کی خواہش کی مگر جس کو ریاض احمد صاحب ٹال گئے۔

ہمارا جہ کرشن پرشاد بہادر بالقابہ ریاض مرحوم سے خالص محبت اور خالص عقیدت رکھتے تھے اور سید خواہشمند تھے کہ ان کو جیب و گریباں بنا کے اپنے ساتھ رکھیں مگر ریاض مرحوم اتنے بے طمع اور قانع تھے کہ ہمارا جہ صاحب محمود آباد کی اولش نوازی اپنے لئے کافی تے زیادہ سمجھتے رہے۔

زند قانع متواضع ہے خدا دیتا ہے

جب وہ پاتا ہے تو پیتا ہے پلا دیتا ہے

ریاض مرحوم کی شاعری اور شاعری میں زبان کے متعلق مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ ریاض مرحوم کا پورا دیوان یا کلام دیکھ کر آپ مجبوراً یہ فیصلہ کریں گے کہ کسی ایک شعر میں بھی تنافر کا نام نہیں ہے۔ پورا کلام پڑھنے پر آپ کے ذہن پر یہ بار نہیں گزرے گا کہ میں نے کسی گھٹل ادیب کا ادبی کارنامہ پڑا ہے۔ ان کی شاعری کی لطافت و نزاکت اس درجہ تھی کہ مجھے مجبوراً یہ سوئے ادب کرنا پڑتا ہے کہ ان کے استاد منشی امیر احمد صاحب مینائی

اس وقت اُن کے شعر پڑھنے میں مزہ آرہا ہے۔ آپ کو بھی مزہ آئے۔
 اُمّدرے ادب مست مئی ہوش رُبا کا کانپ اٹھا قلم بھی جو لکھا نام خدا کا
 ہاں اور بھی اک جام مئی ہوش رُبا کا اس وقت مجھے ہوش نہیں شکر خدا کا
 بھوکا پیٹ بھرنے پر شکر کرے تو تعجب نہ کیجئے۔ پیٹ بھرا اس قدر
 پائے کہ شکر کے بغیر اسے چارہ نہ ہو شعر ملاحظہ ہو۔

آتی رہے پیہم ترے خم سے مری ساقی وہ مے لب تر پر جو بنے شکر خدا کا
 کیا نازک پہلو ہے۔

کیا تجھ سے ترے مست نے مانگا مری اُٹھ ہر موج شراب اٹھ کے بنی ہاتھ دعا کا
 نشہ سے جھکی پڑتی ہیں ہی تیری آنکھیں چھیروں سے میری اور بڑا بوجھ حیا کا
 مسجد میں مرنے پر کوئی گور و کفن تاک کارواں نہیں ہوتا۔ لاوارثوں کی
 مدد سے یہ کام انجام پاتا ہے۔ اب شعر ملاحظہ ہو۔

رہنے دیگا نہ دم نزع کوئی خلق کو خشک میکدے میں ہیں اتنا تو سہارا ہوگا
 دیر ہویا ہو خرابات کہیں بھی جاؤں کعبہ دل میں میری آنکھوں میں مدینا ہوگا
 آب زمزم کے سوا کچھ نہیں کہے میرا باض میکدہ تم جسے سمجھے ہو مدینا ہوگا

قیامت میں بھی ایسی ساقی اڑاؤ گاں بوتل کے ترے رندوں نے کیا میدان مارا ہی قیامت کا
 بہت ایسے بھی ہم رندوں میں ہیں اللہ کے بندے مزا جو لٹے ہیں میکدوں میں باغِ جنت کا

بہت کربند بھی دیکھے بہت سے زاہد بھی انہیں تو پیر ہمیشہ انہیں جواں دیکھا

ریاض کے کلام سے ادبی دنیا بیشک لطف اندوز ہوگی مگر اسکی طرف خفیف سا اشارہ کرتا ہوں کہ زبان کی شستگی اور سبک بیانی اور زواید کے استعمال پر کافی توجہ رکھنا یعنی شاعر کوئی لفظ جب برائے بیت استعمال کرتا ہے تو اس کو غور کرنا چاہئے کہ اس زاید لفظ کی جگہ پر کوئی باکار لفظ آجائے۔ یہ کاوش شاعر کو قادر بنادیگی اور جب شاعر کو ان باتوں کا کافی توجہ ہوگی تو وہ ریاض کی صحیح قدر کر سکے گا۔

عام شاعری کے متعلق مجھے چند لفظ عرض کرنا ہے اگرچہ سب سے پہلے میں نظموں کا بہت رواج ہو گیا ہے۔ لیکن نظم اگر کلام بہ کسے کر دے کا نام نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ تغزل کو آپ کلام بہ معشوق کر دے کہتے ہیں توئی نظمیں بہ قوم کلام کر دے نہ صرف مخاطب کا رُخ بدلا ہے۔ شاعری نہیں بدلی۔ شاعری کے نکات نہیں بدلے۔ شاعری کا فن نہیں بدلا۔ شعر پر شاعر کی قدرت نہیں بدلی۔ ساری چیزیں شاعری کی اپنی جگہ پر ہیں۔ رُخ بدلنے کا نام شاعری بدلنا نہیں ہے۔ جتنی خوبیاں جتنے عیوب غزل کہنے والوں کے لئے ہیں اُسی قدر خوبیاں اور شاعری کے اتنے ہی عیوب۔ بظنم کہنے والوں کے لئے بھی ہیں۔ قواعد شاعری نہیں بدلتے اور اس لئے آج کل کے نظم گو شعرا جو پُرانے شعرا پر الزام لگاتے ہیں وہ الزام صرف شاعری کے رُخ یا بے رُخی پر ہو سکتے ہیں اصل فن کا اُس سے کوئی تعلق نہیں۔ ریاض صاحب کی شاعری کی بابت سرسری بیان ہو چکا اب بیساختہ می چاہتا ہے کہ ان کے کچھ شعر سنئے یہ اس لئے کہ جس طرح مجھے

شعر کو بھٹی والی شراب تک لوگوں نے محدود کر دیا ہے۔ حالانکہ ریاض نے
 بھٹی کیا ولایتی بھی کبھی نہیں پی۔ اس لئے بہزار معذرت اتنا سن لیجئے کہ
 کسی روحانی مجلس میں روحانی اثر کا جس سے خدا رسیدگی مقصود ہو اُس
 مجلس کا ذکر ریاض اس شعر میں یوں کرتے ہیں کہ معرفت الہی کی شراب
 پی کر میں غرق شراب معرفت ہو گیا جو حاصل حیات انسانی ہے۔ قیامت
 بھی اُس مجلس میں آجائے تو مجھے قیامت سے کیا مطلب قیامت میں پہونچکر
 حاصل قیامت یہ کہا جاتا ہے کہ غرق انوار الہی ہو جانا یہ مجھے اسی وقت
 حاصل ہو گیا۔ کسی پیر معرفت کی مجلس میں یہ شعر پڑھ دیا تو کیا بُرا کیا۔
 بزمِ محشر گر بنے ساقی کی بزم میں نہ اٹھونگا اگر پی کر گرا
 توفیق الہی جو توبہ کو پائدار بنا دے اگر نہیں ہے تو اس وقت کا
 یہ شعر ہے۔

ہو گا جنہیں توبہ کا بھروسہ مار کا مالک وہ اور ہی ہونگے یہ گنہگار نہ ہو گا
 اچھا اس شعر کا حال سن لیجئے میں کہتا ہوں کہ شراب کا بہت نازک
 شعر ہے۔ میں اس کو بگاڑنا چاہتا ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ خالق خالق نہیں
 ہو سکتا۔ جب تک مخلوق نہ ہو یعنی خالق نے اپنی عظمت قائم رکھنے کیلئے
 مخلوق پیدا کی۔ مخلوق سے کہا کہ میرے جلال کی جتنی صفتیں ہیں ان سب کا
 مزہ چکنا ہو گا۔ مفہوم بگڑ گیا ہو تو معاف کیجئے گا۔ بنگیا ہو تو تعریف نہ کیجئے گا
 اب شعر سنئے۔

لبِ میگوں کا تقاضا ہو کہ جینا ہو گا آنکھ کہتی ہے تجھے زہر بھی پینا ہو گا۔

ریاض خاک درمیکدہ تھا جیسے جی فنا کے بعد اُسے خلد آشیاں دیکھا

یہ اپنی وضع اور یہ دشنام مے فروش سنکر چپی گئے یہ مزا مفلسی کا تھا
اہل حرم بھی آکے ہوئے تھے شریک دور کچھ اور رنگ آج مری میکشی کا تھا
پیغمبر آخر الزماں صلعم کا مدینے میں تشریف لانا لکتے والوں کا آکے
ایمان لانا۔

یہ کہہ کہ اس میں زہر بھی ہر کچھ ملا ہوا ساقی نے جب پلائی تونشہ سوا ہوا
ہم ہیں گدائے میکدہ ہم کو کمی نہیں سب کچھ ہمارے گھر ہے خدا کا دیا ہوا
تمام صحابہ کا یہی حال تھا۔ گھر کا سارا اثاثہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ کے قدموں پر
نثار کرنے کے بعد مجلس رسول صلعم سے اس شان سے نکلتے تھے کہ دنیا
کا سب سے بڑا دولت مند اور بادشاہ ان کے استغنا کے ادنیٰ مرتبے کو
نہیں پہونچتا تھا۔ آج مسلمان کا بچہ مسلمان ہوتے ہوئے روٹی
روٹی چلاتا ہے۔ جس کی ضمانت اُس مسلمان بچے کی دین و ایمان والی
کتاب کے ہر ورق میں موجود ہے۔

پکا دے بوند بھر کوئی منہ میں ریاض کے دم میکدے میں توڑ رہا ہو پڑا ہوا
اس شعر کے متعلق اگر کوئی آرٹسٹ ایک سینری بنا دے تو شعر کا اصلی
جوہر کھل جائے اور میں کیا کہوں۔

مختب آیا تو میں غم پر گرا غم گرا مینا گرا ساغر گرا
اس شعر کے متعلق میں اس لئے کچھ نہیں کہوں گا کہ ریاض کے شراب کے

کیسے یہ بادہ خوار ہیں سُن سُنکے پی گئے واعظ کو کچھ مزہ نہ کسی نے چکھا دیا

ابر بنکر جو برس پڑنے کو آیا واعظ بے طرح ہم نے خُم مے کو اُبتے دیکھا

بنائی کیا بُری گت میکہ دین دہ نوشوں ریاض آئے تھے کل جامہ پہنکر پارسائی کا

الہ ہر جوش کو بھی ہوشنل مے ریاض منہ صبح ہوتے دیکھ لیا روزہ دار کا
خُم دوش پُربل میں صُراحی بروز حشر اٹھنا مزار سے وہ کسی مے گسار کا
اس لطف سے بہا رآئی ہے الگے بار پانی میں بھی مزہ ہے مے خوشگوار کا
اس شعر میں اعتبار کی پوری دنیا ہے۔

رکھنا پڑا ہمیں خُم و نیا کو سر بمہر کوئی بھی آدمی نہ ملا اعتبار کا
کیا مَرُوع شعر ہے۔

اب تو ریاض پھول اُڑاتے ہیں ان دن جو بن یہ لوٹے تیں عروس بہار کا
اودھ کے تعلقدار یورپ اور امریکہ کے گھوڑ دوڑ والے ملاحظہ فرمائیں۔
جب تک ملیگی قرص نہ ہو جائیگے ضرور ہم جانتے ہیں مفت ہی سودا اُدھار کا
آپ خفا نہ ہوں جس شعر میں مجھے جتنا مزہ آئے وہ مجھے مزہ لینے دیکھئے
میں کہتا ہوں کہ یہ شعر کس قدر سوندھا ہے یعنی اس شعر سے وہ بو آتی ہے جس
بو کی تعریف حدیثوں میں اہل صوم کے بوسے دہن کے متعلق کی گئی ہے۔
مینا کا منہ ہر بند یہ ہے اترام صوم ساغر کا لب ہی ہو ٹھکسی روزہ دار کا

اچھا رواری سے کچھ اور شرسٹے جائے ایسا نہ ہو کہ آپ یہ کہیں کہ
ریاض کا شرکیا سنانے آئے لگے سبق پڑھانے۔

رمضان میں نہ پلانا نہ پینا ہوگا کس طرح گذرے گی کیسا یہ مہینا ہوگا
مشر میں میکدے والو جو خدا نے چاہا یہی جلد یہی ساغر یہی مینا ہوگا

باؤل اُٹھے ہوئے تھے رات کو نہ بخاؤ پر مہر غم ٹوٹتے ہی ٹوٹ کے برسوا کیا
میں الحمد للہ کہ مسلمان ہوں۔ شاعر بھی الحمد للہ مسلمان تھا کا تب
اُس پر متزاد اگر ہم شراب کے شر کو حرم کی کسی مجلس پر چپاں کر دیں تو
آپ خفا نہ ہوا کیجئے۔ ذیل کے شعر میں کہتے کا وہ وقت یاد دلانا چاہتا ہوں
جب سنا میں مکہ فتح ہو کر حرم میں بتوں کی جگہ خدائے واحد ذوالجلال
کی پرستش شروع ہوئی اس وقت کے کیسے لوگ تھے کہ شراب تو حید
حرم سے پی کر جو چلے تو اس کا نشہ چین میں جا کر اُترا۔ ہمارے وقت میں
ہر سال کئی لاکھ زمزمی حرم سے بھر کر آتی ہے اور مردہ مسلمانوں کو نزع
کے وقت پلائی جاتی ہے۔ ع۔ ع۔ بیس تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔
شر ملاحظہ ہو۔

اُڑتی تھی وہ شہزادی تھیں جنت کی ہوئیں اب رندوں کا جگمگ سبز زمزم نہ ہوتا
اب جلدی جلدی دو چار شرسٹن لیجئے ایسا نہ ہو کہ میری بد مذاقی پھر
آپ کو ابھادے۔

اے جو سبیل ہیں آئیں تو پیس ہم تک اہل کے خسر میں آیا نہ جائیگا

مے نوش جس کو کہتے ہیں موسم بہار کا
اٹا ہوا جہاں وہ میدانِ تشریں
کہتے ہیں جس کو پنبہ میناے شبِ فوز
واعظانہ آپ بزم میں چھلکا میں جامِ خلد
چوری گئی شراب تو کیا وزوئے وہ ہے
کتنی ہی مجھ سے توبہ طے ٹوٹ ٹوٹ کر
تو بہ کیا ہے لب جو کہ جامِ مے
پنی پی کے اس نے سجدہ کیے ہیں تمام رات
اہل ہوس اور صاحبِ فغاغت کا تقابل کیا ہے۔

خُم سے نہ ہو وہ سیر میں چلوں سیر ہوں یہ ظرفِ شیخِ کابے یہ مجھ خاکسار کا

باتیں مشقوں کی کانوں میں نظر نشیں نشہ بادہ گھنار تراکیہ کہنا

کوثر کا حوضِ حشر میں سر پہ لئے پھروں چلاے شیخ یہ بھی تمہارا سبُو ہوا
شعر سنئے چاہے اس کا نام بوٹ ہی کہئے مگر ہیرے کی کنی کی طرح دلیس
نہ جھپے تو اٹھا کے پھینک دیجئے۔

نشہ میں گر کے ہاتھ سے مینا ہوا جو چور ہر ریزہ جا کے سبز لبِ آب جو ہوا

اہم جامِ مے کے بھی لبِ ترچو سے ہے چکا پڑا ہوا ہے تمہاری زبان کا

دھبّاء آئے ریش خانی پر لے ریاض گو بن نہیں مگر ہے زمانہ بہار کا
 پچھلے شعرو میں نے لکھے ہیں اور اگلے شعرو میں لکھ سکونگا ان میں کم سے
 کم یہ چیز تو ضرور ملاحظہ کیجئے کہ ریاض نے غزلوں کے دیوان میں تیرہ سو چھیاسٹھ^{۱۳۶۶}
 شعر شراب کے لکھے ہیں جن میں تیرہ سو چھیاسٹھ^{۱۳۶۶} پہلو شراب کے دکھائے
 ہیں اس کو ذرا شراب سے ملحدہ کر کے ملاحظہ کیجئے اور عرب میں بغداد کے
 دار السلطنت میں پہنچ جائیے۔ ہارون رشید کے دربار کا شعرا بونواس ہے
 اس کی روزمرہ کی زندگی ملاحظہ فرمائیے۔ دربار ہارون رشید میں کسی شعر پر
 ایک لاکھ وینار انعام پاتا ہے۔ گھر آتا ہے۔ صبح کو دربار میں جب پھر جاتا ہے
 تو بسا اوقات حاجب اس کو جانے نہیں دیتا۔ یعنی ایسے بوسیدہ کپڑوں میں
 جاتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے چھ مہینے کی فاقہ کشی کے بعد گھر سے نکلا ہے اور
 اشعار میں روزانہ کی تکالیف اور راحت شراب کے عنوان سے بیان کرتے
 اسی طرح سے ریاض جیسے تلاش شاعر کے گھر کا وہ رونا ہے جو آپ کو تزلزلے
 نام سے مست کرتا ہے۔ اب ذرا توجہ سے اشعار پر نظر فرمائے اور دنیا میں
 مفلسی کی غیاشیوں کا مزہ لیجئے۔

جب تک ملنگی قرض پہے جائینگے ضرور ہم جانتے ہیں مفت ہو سوداؤ ہار کا
 بوتل جب اس کے تجرؤ میں پھولے بھری ملی واعظ بھی آدمی ہے بڑے اعتبار کا
 ہر ملک میں موسم بہار ایک خاص زمانے کا نام ہے مگر ریاض نے موسم بہار
 ایسا وسیع بنا دیا کہ جس کو جب جتنی دیر کے لئے یکسوئی ہو جائے وہی اُس کا
 موسم بہار ہے۔

صورت معلوم ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ حضرت مخدوم سلطان نظام الدین الاولیاء علیہ الرحمہ کے سات سوتوالوں کے معلم اتم تھے اس رنگینی کی کوئی حد ہے۔ شیخ حرم شریعت کا درہ لئے جب دوستاں سنبھالے پوری غفلت و شان سے ہیں۔ ادھر سرشارانِ محبت اپنی محبت کی اداؤں اور سرستوں میں غرق۔ اہل حرم ان کے رموز کیا جانیں مگر دونوں قابلِ احترام۔ فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔ اب شعر سنئے۔

جب لوگوں میں دونوں کی بزرگی ہو ستم کیا شیخ حرم پیرمغاں ہو نہیں سکتا
یعنی شیخ حرم پیرمغاں ہو نہیں سکتا انہیں معنوں میں اس شعر کو بھی ملاحظہ کیجئے پہلو بدلا ہے مگر لاجواب ہے۔

مجھ کو ہے لبِ جام شکستہ بھی میرِ عید ساقی یہ بلالِ رضاں ہو نہیں سکتا
ساقی کی گڑھی آنکھ ہو کیوں کعبہ دل پر یہ بادہ فروشوں کی دوکانِ مؤثر ہو نہیں سکتا
کس مایوسی سے ساقی ہو یا پیرمغاں دونوں سے شراب مانگتا ہے۔

کچھ خشک سا ہے تربتِ بخوار کا سبزہ کیا ابر بہارِ اشکِ فناں ہو نہیں سکتا
دھوکا ہوا۔ زاہدوں کی عید تیس دن کے بعد۔ شرایوں کی عید تیس دن پہلے
ہر شام نہ جس کی سحرِ عید ہو و اعظ میخانے میں ایسا رمضان ہو نہیں سکتا
ریاض کے شراب کے پورے اشعار کا جواب صرف ایک شعر میں ہے۔
ملتی ہے درِ ساقی کو تر سے یہ خدمت اس طرح کوئی پیرمغاں ہو نہیں سکتا

فے چرنے میں ہیں ہے یہ طولی کیسا ہم اڑا لائے سو آج اچھوتا کیسا

توبہ کر کے آج پھر پیلی ریاض کیا کیا کبخت تو نے کیا کیا

دستِ شفقت اس طرح اکے ندے پھیر ریاض بیٹھ کر یادِ خدا میں جھومنا جاتا رہا
جناب حاجی وارث علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا فوٹو کھینچ دیا ہے۔ ذیل کا
شعر بھی اسی رنگ کا ہے۔

ریاض اور ہی رنگ میں مست ہیں اب سنا ہے پیالہ پیسا ہے کسی کا
شیخ نے عہد توڑا، توبہ توڑی۔ دنیا کی بوٹ سے دستکشی کی اس کے
بعد کیا ہوا۔ شعر سنئے

شلخ میں جتناک یہ ہے انگوڑے شیخ نے توڑا کہ مینا ہو گیا
آئیگا پینے پلانے کا مزہ پارسا اب بادہ پیا ہو گیا
ہے یہ بہت نشہ ذرا ہو گیا مل گئی تھوڑی سی بھلا ہو گیا
جھومتے ہیں بیٹھے حرم میں ریاض آکے یہاں نشہ سوا ہو گیا

ایک صاحب خانقاہ جن کا نام مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ ہے
جب ان کے پاس علامہ عبدالوہاب بہاری علیہ الرحمہ بیعت کے لئے
جاتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ بابا اللہ جمیلؑ ویسحب البہمال یہ جو تم نے
واڑھی بڑھائی کہ جس پر یہ پھبستی صادق آتی ہے کہ یہ کوئی جھاڑی ہے
جس میں بچہ وہد خرگوشے۔ جب میری آنکھوں کو تار ہی ہے تو جس کے
دور میں جانا چاہتے ہو اور میرے ذریعہ سے جانا چاہتے ہو تو وہ تمہاری
اس صورت سے کہا تک خوش ہوگا جاؤ ذرا پر قہقہہ ہو کر آؤ کہ آدمی جیسی

ساتی اور پیر مغاں ان کو نیا آدمی سمجھ کر ذرا زیادہ توجہ فرمائیں۔ سسٹے
 سسٹے دامن چرائے مودب بیٹھے تھے کہ منجھے نے چوٹ کی۔
 پارسا بنگے ریاض آئی میں میخانے میں آپ بیٹھے ہیں بچائے ہوئے دامن کیسا
 اک رُخ یہ بھی ملاحظہ ہو۔

مقصود ہے کوئی نہ پئے وہ حلیوں میں واعظ ہوا میں رندِ قدح خوار کیا ہوا
 کوئی زاہد خشک آجائے اور اہل نسبت کی محفل میں بیٹھے تو اہل نسبت کو
 بھی عجب مزا آتا ہے کہ ذرا اس خشک لکڑی میں آگ لگا دی جائے۔ اگر
 کسی نے ایک چنگاری چھوڑ دی تو سب اس ہمیزم خشک کے انداز دیکھ کے
 خاص مزے لیتے ہیں۔ ریاض فرماتے ہیں۔

ہمیں پینے پلانے کا مزہ اب تک نہیں آتا کہ بزمِ فے میں کوئی پارسا اب تک نہیں آتا

آفتابِ مشرب چمکا ریاض داغئے دامن سے جب میں دھو چکا
 یہ فے توحید کی جھلک ہے جو پتھر پر سر گر گرنے سے نہیں آتی۔
 پی کر بھی جھلک نور کی مند پر نہیں آتی ہم رندوں میں جو صاحبِ ایمان نہیں آتا
 اس نازک انداز کو کس نازک طرح پر بیان کیا ہے۔

اس کے آغاز جوانی کا کہوں کیا عالم کچھ اُسے نشہ ساقی نشہ میں چور نہ تھا
 قوموں کے عروج کے وقت یہ شعر پڑھنے کا ہے یعنی بنداد و اندلس کا
 عروج سوچئے۔

بہارِ آئی تھی گلشنِ مودع دن بھی یادِ مجھ کو کسی کے ہاتھ میں ساغر تھا کوئی گلِ بدامن تھا

ایک پہلو ملاحظہ ہو۔

سایہ تاک میں واعظ کو جگہ دی ہم نے آج شیشے میں اُسے ہم نے اوتا را کیا
سائے والی جنگ میں ہندوستان سے غلہ ریلی براورس لیگیا۔ یہ ریلی بڑی
قبل جنگ بھی منڈیوں سے غلہ لیتا تھا۔ مگر اس کمپنی کی بود و باش برطانیہ کے
کسی ملک میں تھی۔ جنگ عظیم والا براورس بعد کو جرمن کمپنی نکلی۔ شعر اگر دنیا
کے حالات کے مطابق ہو جائے تو آپ فغانہ ہوا کیجئے۔ شاعر نے اس قسم
کے فریبوں کو عجیب لطیف انداز میں بیان کیا ہے۔

قرض لایا ہے کوئی بھیس بد لکر شاید مے فروشوں کا ہزار اہ سے تقاضا کیا

سلامت کنج تنہائی سلامت یہ خم و سائے بہار آئے نہ آئے جھکوسودا ہ نہیں سکتا
مذہب کی تعلیم میں جب تک روحانیت کا جزو اعظم شامل نہ ہو جسم بے روح
ہو کر رہ جاتا ہے۔

حرم و اوریا ض اگر حرم میں پڑ رہیں کیونکر گزیراں کا کہیں بے جام و مینا ہ نہیں سکتا
تم محض نماز پڑھاؤ گے۔ حرم کا طواف کراؤ گے اس کو بے جلوہ انہی دیکھے
کسی چیز میں مزہ نہ آئیگا۔ تعمیل حکم اور بے کسی حکم کی تعمیل میں مزہ آنا اور
بات ہے۔

شباب کا اور بھر پور شباب کا ایسا بھر پور شعر کہا ہے کہ تصویر کھڑی
کر دی ہے۔

بھرے ساغ میں ہر بھر پور رنگ انکی بولانی غضب بے بے نشے میں میرا چور ہو جانا

ہاتھ سے بوجھ گناہوں کا اٹھے گا کیونکر رشتہ ایسا ہے کہ سنا بھی نہ ہم سے اٹھا

توڑے ٹکرا کے سبوہم نے بھی اوکو سر سے چپ ہو دیا عطا کی یہی حاصل تقریبی تھا
مالک کی جس طرح عدل ایک صفت ہے اسی طرح عفو بھی ایک
صفت ہے۔ اب بتائیے کہ عدل کے ہوتے عفو کیونکر جاری ہو۔ عدل کا تو
یہ حال ہے کہ سیدھی سیدھی بات ہے۔ جیسا کرے گا ویسا پائے گا عفو
میں بڑا مزہ ہے کہ اودھا کے آپ کے خلاف کروں تاکہ آپ معاف
کیجئے شفاعت میں جو مزہ ہے وہ معصومیت میں نہیں ہے معصومیت
فرشتوں کے واسطے ہے۔ بے کئے بخشتے ہوئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے
متعلق مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ زندہ زمین سے اٹھائے گئے
جس وقت وہ نبی تھے نبوت کی صفتوں میں یہ بات بھی تھی کہ وہ معصوم
تھے یعنی ان میں گناہ کی صلاحیت نہ تھی۔ ابکے جو آسمان سے تشریف
لائے تو بنی ہو کر نہ آئے بلکہ بنی آخر الزماں کے امتی بن کر آئینگے۔ اب انہیں
گناہ کی صلاحیت ہو گئی تاکہ شفاعت محیط ٹہرے۔ دنیا میں انسانوں کا
آنا مختلف مصالح کے سلسلے میں ہے عفو کے ظاہر کرنے کی بھی ایک
مصلحت ہے۔ شعر ملاحظہ ہو۔

دل لاکھ پاک صاف ہر دامن کو کیا کر لو جا جا کے میکہ دی میں یہ دھبہ لگا لیا

جاتے ہی میکہ مجھے اجیر ہو گیا اتنی ملی کہ پینے سے جی سیر ہو گیا

اہلِ نظر نے پہچانا۔

نماز عید ہوئی میکہ میں ہوم سو آج ریاض بادہ کشوں نے ہیں امام کیا
 بزرگوں کی فاتحہ جب کی جاتی ہے تو اس میں بعض صاحب عصمت
 لوگوں کے خیال سے کچھ حصے ڈھک دے جاتے ہیں جو ان لوگوں کو
 دے جاتے ہیں جو اہل حاجت تو ہوں مگر قریب بہ معصومیت ہوں۔
 اچھوتے جام میں منت کے کچھ لگا رکھے کسے پلا میں کوئی پارسا نہیں ملتا
 ہندوستان کا حساب لگا لگا کے گھریلو دولت نذر یورپ ہو گئی۔
 جو رگوں میں خون باقی ہے وہ تپ دق کے کیڑوں کی طرح کچھ تجارتی
 نقطے جسم پر جگہ جگہ بجلی کے تاروں جیسے جھٹکے دے رہے ہیں۔ کانگریس
 ہندو راج چلا رہی ہے۔ شعر ملاحظہ ہو۔

ریاض تو بہ کردن خزاں کے آؤں تم آئے پیئے کو جاتی ہوئی بہار میں کیا
 معرفت کا راز پہاڑ کی چوٹی پر۔

بیٹھ کر چوری سے پینا پسِ خم راز ہے گوشہ تنہائی کا
 شعر نہیں ہے معشوق ہے۔

خم قد ہے خم مینا سوئے جام موج نے ماتھے ہے انگڑائی کا
 مست مینا ہوں پیار میں نے جام امیر احمد مینائی کا

چن چن کے آج شیخ نے انگو رکھائے اب کیا کھینچ گی تاک کا حاصل کل گیا

تعلیم دیتا ہے شعر ملاحظہ ہو۔

تری آگے سرُٹھاتا کوئی پارسا نہ ساقی جو ریاضِ پارسا ہی کہیں بادہ خوار ہوتا
لگے ہاتھوں یہ شعر بھی سن لیجئے۔

تری رحمتوں کے بادلِ خیمِ دوش جھکے بنتو لئے حشر میں خیمِ یس سیاہ کار ہوتا
مولا علی کرم اللہ وجہہ سے لیکر اس وقت تک جتنے حقیقی اولیا گزرے ہیں
ان کے حلقہٴ درس سے معرفتِ توحید کا تصور فرمائے اور یہ شعر ملاحظہ فرمائے۔

ہے میکدہ کا خاص مقامات میں شمار جو منہجہ بلا مجھے پیرِ مغاں ملا
تہجد کی نماز پڑھنے والوں کے لئے کعبے اور مدینے میں جو اذان
دی جاتی ہے اُس کا نام تحریم ہے گویا یادِ خدا کرنے کے بہتر وقت سے
اعلامات شروع ہوتے ہیں یہاں تک کہ صبح صادق جوں ہی شروع ہوتی ہے
اذان صبح ہوتی ہے۔ گویا ظاہری شریعت پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ساتھ
روحانی مراتب حاصل کرنے والے بھی اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں
ان روحانی کاروبار والوں کا نام ریاض نے اس شعر میں قفلِ مینا سے
تعبیر کیا ہے۔ اب شعر ملاحظہ ہو۔

آلی آوازِ اذانِ صبح اٹھو بھی ریاض میکدے میں بھی تو شور قفلِ مینا ہوا
پورب کے ایک شاعر مولانا آسی علیہ الرحمہ گزرے ہیں ان کا ایک شعر
سناتا ہوں تاکہ ریاض کا شعر اپنی رنگینی زیادہ نمایاں کر دے۔ از حضرت آسیؒ۔

جنہیں چرچا نہ کچھ تمہارا ہو ایسے احباب ایسی صحبت کیا
ریاض۔

جاتے تھے سوے میکدہ نکلے حرم میں کیا جانے آج راہ میں کیا پھیر ہو گیا
 اچھا شعر ملاحظہ فرمائیے یعنی شعر سے پہلے میری کو اس سن لیمجے شاعر کو
 تشبیہ کا حق ہے۔ کیا مجھے نہیں ہے۔ کسی بزرگ کی خانقاہ میں گئے ان کا
 سامنا ہوا صورت شکل فرشتے کی کرم کی نظر جو مجھ پر پری میرا دل محبت الہی
 کی لذت سے لبریز ہو گیا۔ ان کی آنکھ کو میں خم سبو صراحی۔ میکدہ یعنی
 سب کچھ سمجھا نظر کو شراب دینا سمجھا ابرو کی کجی کو طاق ابرو کہا۔ اس
 محراب میں بیٹھ کر مئے توحید پی۔ ریاض کا شعر ٹٹا ہوا چلا آیا۔ یہ بات ناپسند
 ہو تو شعر یاد رکھئے گا۔ میری کو اس بھول جائیے گا۔

خانقاہ میں جو کہنی طاق سے مینا اُترا ہم یہ سمجھے کوئی رحمت کا فرشتہ اُترا
 عجب رُخ ہے۔

ستے چھوٹے جو نہر راہ عماما اُترا سر سے ان بادہ فروشوں کا تقاضا اُترا
 ملاحظہ ہو شراب نوشی کا ایک رُخ یہ بھی ہے مگر شاعر سکھاتا ہے کہ میری
 شراب کو ہمیشہ بھٹی والی نہ سمجھا کیئے ذرا وسیع النظری سے کام لیا کیجئے
 تو آپ کو شراب کے پردے میں دنیا نظر آنے لگے۔ چنانچہ یہ شعر
 ملاحظہ فرمائیے۔

بری کیا تھی فادہ مستی بڑی لطف سو گدنی لئے کچھ مئے کی تلخی غم روزگار ہوتا
 شاعر گناہوں سے ندامت سکھاتا ہے۔

میر کی خلق سوا تر کرے صاف لاشک بنتی ابھی میں گناہ کرتا ابھی اشکبار ہوتا
 اس تعلیم کو ملاحظہ کیجئے کہ جن کو پارسی کا دعویٰ ہے۔ اُن کو ادب کی

نہ ہو جائے۔ ان شعروں نے مجھے ایسا غور و فکر کر دیا ہے کہ پوری بات شاید نہ کہہ سکوں۔ میں اس غزل کو اپنی کم فہمی کی بنا پر نعت میں لیجا رہا ہوں آپ اس سمجھنے کے پابند نہیں مگر جو میں سمجھتا ہوں مجھے سمجھنے دیجئے۔ جس وقت کعبہ میں بت پرستی ہو رہی تھی اور پیغمبر آخر الزماں صلعم جام توحید پلا رہے تھے اور کعبے میں علانیہ اذواں ہو سکتی تھی نہ توحید والے علی الاعلان عبادت کر سکتے تھے۔ اس وقت کا یہ شعر بہت ملاحظہ ہو۔

کوئی مست میکہ آگیا کبھی خودی وہ پلا گیا نہ صدائے نغمہ دیر اٹھی نہ حرم کی شور اٹھا
جس وقت مجلس رسول صلعم کی طرف عرب غول در غول ایمان
لانے کے لئے چل پڑے تھے اور جو صحابہ راہ میں ملتے تھے وہ مجلس رسول صلعم
کی طرف جانے کا راستہ بتا کے کنارے ہو جاتے تھے شعر ملاحظہ ہو۔

گئے ساتھ شیعہ حرم کے ہم نہ کوئی ملا نہ لئے قدم
نہ تو خم بڑھا نہ سبوجھ کا جو اٹھا تو پیر منان اٹھا

کعبے اور مدینے کا فرق ملاحظہ ہو۔

تجھے کو فروش خبر بھی ہو کہ مقام کون ہو کیا ہو یہ وہ حرم میں دوکان ہو تو یہاں سیڑیاں دوکان اٹھا
یہ شعر بغیر لکھے آگے نہیں بڑھوں گا۔ جناب ریاض کا چلبلا پن داد
چاہتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہر زائد ریاض رند کہتے ہیں اسے چور ہے مینانے کا
ریاض بہشت میں یہ شعر پڑھ کر ہلکتے ہونگے۔

جوانی اور ریاض اب لوٹا ہی دھڑلہ رزکی بڑھا پا کہہ رہا ہے تو نے سر جو ان ہوگا

ہم زندہ سمجھتے ہیں اُسے انجن و عظم جس بزم میں ذکرِ رمے و مینا نہیں ہوتا
 مینخانے کی عظمت ملاحظہ کیجئے۔ ایک مینخانہ وحدت جہاں شرابِ محبت
 الہی ہوتے ہیں۔ ایک دنیا کا شراب خانہ جہاں گناہ کرنیوالا شرابی یقیناً
 ندامت سے پُر شراب پیتا جاتا ہے اور خدا سے معافی مانگتا جاتا ہے۔
 دوسری طرف ظاہر پرستان دنیا نمازی کی ڈیوٹی مسجد میں ادا کرنے کے بعد
 ایسے اکڑتے ہوئے نکلتے ہیں کہ گویا خدا پر کوئی احسان کر کے جارہے ہیں۔
 شعر ملاحظہ ہو۔

مینخانے میں کیوں یاد تھا ہوتی ہے اکثر مسجد میں تو ذکرِ رمے و مینا نہیں ہوتا
 انگریزی حکومت کے سائے میں کانگریسی وضع بنائے اور یہ شعر پڑھے
 وضع زندان رہے ریش ہر صافِ یاض خوف کی چیز ہے اس وقت مسلمان ہونا
 میں کہتا ہوں کہ قفقاز کی پری تیس ابرن سولہ سنگھار کئے ہوئے
 پورے شباب میں سامنے کیا آئی کہ ریاض کا یہ شعر سامنے آیا۔

آیے ہمارے آگے وہ ساغر شراب کا ساقی نے جس میں ننگ بھر امو شباب کا
 یہ شعر بے مزہ ہو گا اگر دوسرا نہ سنئے گا۔

بدستِ دل ہر آنکھ ہر ساغر شراب کا ساقی کا میکدہ ہے زمانہ شباب کا
 عورت کا پورا شباب اور شباب کے آثار کی نمود کے تصور کے ساتھ
 اگر یہ شعر آپ نے نہ سنا تو میں کاغذ پٹک دوں گا۔

پیری میں سر نہ بھرے یوں ہی اوریان ہے بوتلوں میں بند زمانہ شباب کا
 کچھ ایسے شعر سنئے جس پر میرے نوٹ اگر بے تحشے ہو جائیں تو آپ خفا

پہلا شعر

میں نے کسی تذکرہ میں یہ پڑھا تھا کہ غالب مرحوم کے پاس کچھ لوگ
 اُن کا کلام سُنتے کے شوق میں حاضر ہوئے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ غالب
 مرحوم کے پاس اُن کا کلام سُنتے آئے ہونگے انہوں نے اپنے آپ کو
 غالب کے کلام کے سمجھنے کا اہل سمجھا ہوگا۔ چنانچہ غالب مرحوم سے
 انہوں نے یہ عرض کیا کہ آپ کے منہ سے آپ کا کلام سن لینگے تو عمر بھر
 فخر کریں گے اس لئے کچھ سنائیے۔ غالب مرحوم نے ایک غزل پڑھی اور
 جب مقطع پر پہنچے تو سامعین سے کہا کہ سمجھے؟ سامعین نے سمجھا
 ہو یا نہ سمجھا ہو سب نے ایک زباں ہو کر کہا کہ نہیں سمجھے۔ غالب مرحوم نے
 ارشاد فرمایا کہ بیشک نہیں سمجھے ہونگے! اتنا واقعہ میں نے کسی تذکرہ میں
 پڑھا تھا غالب مرحوم نے اُس مقطع کا کیا مطلب سمجھا اس میں درج
 نہ تھا مگر مقطع درج تھا چنانچہ میں اُسے لکھ دیتا ہوں۔ میں نے
 بھی کوشش کی ہے کہ اس مقطع کو سمجھوں اور کسی حد تک کامیاب بھی
 ہوا ہوں مگر اس کے بیان کا یہ محل نہیں ہے۔ اس وجہ سے اُسے چھوڑتا
 ہوں وہ مقطع یہ ہے۔

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا
 اب واقعہ سنئے کہ ریاض مرحوم گورکھپور میں تشریف فرما ہیں ایک
 روز اُن سے میں نے فرمائش کی کہ اپنا کوئی شعر سنائیے انہوں نے ایک

چند شعر اور جلد ہی جلدی سن لیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ میری نوٹ بازی سے
خفا ہو جائیں اور یہ کہیں کہ ریاض کے شعر تو سنا تا نہیں اپنی لفاظی کی
واو چاہتا ہے۔

دنیا سے الگ ہم نے مینانے کا در دیکھا مینانے کا در دیکھا اللہ کا گھر دیکھا
دونوں کے منے لوٹے دونوں کا اثر دیکھا اللہ کا گھر دیکھا مینانے کا در دیکھا
کعبے میں نظر آئے جو صبح اذان بیتے مینانے میں اتوں کو انکا بھی گذر دیکھا
کچھ کام نہیں ہوئے گو عشق ہی اس شوق سے ہیں رنر ریاض ایسے امن بھی نہ دیکھا
اس وقت میں ریاض کے ثمریات کے درو شعروں کا انتخاب لکھ سکا
گیارہ سو چھیا سٹھ شعر ابھی باقی ہیں اگر ان کا بھی انتخاب لکھوں اور اپنی
طبیعت سے مجبور ہو کر کہیں کہیں کچھ نوٹ بھی اضافہ کروں تو دو ہفتوں سے
کم صرف نہیں ہونگے اور جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے
حال مقیم دارالترجمہ حیدرآباد کا تقاضا ہے کہ دیوان چھپ چکا ہے۔ دیباچہ
جلد سے جلد بھیجوں۔ اب میں باقی گیارہ سو چھیا سٹھ شراب کے شعروں کا
انتخاب اپنے نوٹ کے ساتھ گورکھپور کے ادبی پرچہ شاہکار میں جس کے
ایڈیٹر اور مالک جناب حکیم عارف صاحب ہیں دیتا رہوں گا جن صاحبوں
کے پاس ریاض کا دیوان اس دیباچہ کے ساتھ موجود ہو گا وہ اگر اس
سلسلہ کو مکمل کرنا چاہیں گے تو اگر دیباچہ میں نہیں تو دیوان کے آخر میں
اس کا اضافہ کر لیں گے۔ اب میں دو شعر لکھ کر اس دیباچہ کو ختم
کرتا ہوں۔

ان کی بیاض کتاب معرفت۔ ان تینوں بیاضوں میں سے اسی دنیا میں
نسخہ شراب کوثر ملا۔ شبلی و جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواجہ جمیریؒ اور
سلطان الاولیاء اور دنیا کے جملہ اولیاء نے پلانا شروع کیا شعر ریاض کی
شاعری تک نہیں رہا واقعی اور واقعی ہو گیا۔ اب شعر ملاحظہ فرمائیے۔

نسخہ بیاض ساقی کوثر سے لگیا گھر میٹھے اب تو بادہ کوثر نہایت

دوسرا شعر

اس شعر کا قصہ یوں ہے کہ منشی سید ریاض احمد صاحب ریاض نے
ایک شعر مصحفی کے اُس شعر کے جواب میں کہنا مصحفی کا شعر۔

دعویٰ کیا تھا گل نے گل اُس سوز نگ بوکا ماری صبا نے دہولیں شبنم نے منہ پتھو کا
اس کے مقابلہ میں ریاض نے جو شعر کہا اس میں منہ میں مقو کا نظم کیا۔

ظاہر ہے کہ منہ پر مقو کنا آسانی سے ہو سکتا ہے یا محاورے کے تحت میں آتا
ہے۔ منہ میں مقو کنا اہتمام چاہتا ہے کہ منہ کھولا جائے تو کس عنوان سے
کھولا جائے اور منہ میں مقو کنا اگر محاورہ نہیں ہے تو محاورے سے چنداں
الگ بھی نہیں اور اگر منہ کھولنے کا عنوان بہترین ثابت ہو سکے تو مصحفی کے
محاورہ باندھنے کی خوبی کے سوا یہ شعر منہ میں مقو کنے والا اُس سے بلند ہو جانا
چاہئے۔ چنانچہ ریاض کا شعر اس سے بلند ہوا۔ نواب حامد علی خاں والی
راہپور کے کان تک شدہ شدہ یہ بات پہونچی کہ ریاض نے مصحفی سے
بڑھ کر مطلع کہا ہے۔ مگر خود سنانے کی شرط ایک ہزار روپیہ ہے۔ مجھے
معلوم ہے کہ نواب صاحب مرحوم نے اُن کا یہ مطلع اُنہیں سے سنا۔

شعر نایا میں نے اُن سے کہا کہ آپ سمجھے۔ انہوں نے کہا نہیں سمجھے میں نے
 کہا بیشک نہیں سمجھے ہونگے۔ انہوں نے کہا سمجھائیے۔ میں نے کہا
 سنئے۔ آپ کو شراب کا مضمون باندھنے کی مشق میں الفاظ مناسب
 ملے، بنگینے کی طرح صحیح جگہوں پر جڑ دے۔ شعر ہو گیا۔ آپ سمجھے نہیں کہ
 آپ نے کیا کہا۔ سنئے زمین کی شراب بناتے بناتے آپ کو شراب
 دنیا میں بنانے لگے۔ کوثر والی یہاں بنے کیسے۔ جب تک نسخہ نہ ملے۔
 نسخہ ملے تو کہاں سے۔ پرانی بیاضوں میں حکماء علماء تجربہ کے نسخے
 لکھ دیا کرتے تھے۔ تلاش ہوئی کہ کوثر والے کی بیاض ملے تو نسخہ
 تلاش کیا جائے۔ کوثر والا کون جو دعویٰ کرتا ہے و تقیہم رہم شراباً
 طہورا، ان کے رب نے ان کو شراب طہور پلائی۔ معلوم ہوا کہ رب کی
 بیاض چاہئے۔ رب کی بیاض قرآن۔ قرآن جو غور سے دیکھا تو معلوم
 ہوا کہ قرآن والے نے حوض کوثر کا مالک و مختار پیغمبر آخر الزماں صلعم کو
 قرار دیا۔ اور انا اعطیناک الکوثر کہکرو واضح کر دیا۔ معلوم ہوا مالک کوثر
 محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کی بیاض کی تلاش ہوئی۔ معلوم
 ہوا کہ ان کی بیاض کا نام ان کی حدیثیں ہیں۔ شراب کوثر کے نسخے کی
 دو کتابیں ملیں قرآن اور حدیث ان دونوں کی شرحیں جو علماء نے لکیں
 ہیں ان میں یہ بات واضح کی ہے کہ قیامت کے دن شراب کوثر تقسیم
 کرنے والی جماعت کے سرگروہ مولا علی کرم اللہ وجہہ ہونگے۔ سوچا کہ
 ان کو بھی شراب کوثر کا نسخہ معلوم ہو گا۔ ان کی بھی بیاض تلاش کرنا چاہئے

چنانچہ میرے اصرار پر ریاض صاحب نے میری خواہش پوری کی اب وہ شعر آپ کو سنا تا ہوں میں نے اس شعر کو اپنے خیال میں نعت کا شعر سمجھا اور اُسی لحاظ سے میں اس کی وضاحت کرونگا۔ ناظرین کو اختیار ہے کہ وہ کسی اور پہلو سے اس شعر کو ملاحظہ فرمائیں۔ ظاہر ہے کہ میرا اس شعر کو نعت میں سمجھنا اس شعر کے معنی کی وسعت پر کوئی مہر ثبت کرنا نہیں ہے اپنا اپنا مذاق ہے شعر ملاحظہ ہو۔

گل مُرقع ہیں تے چاک گریبانوں کے شکل معشوق کی انداز ہیں دیوانوں کے
 بارغ میں پھول کھلے ہیں آپ جس کو نیچر کہتے ہیں میں اُس کو خدا کہتا ہوں
 خدا جس نے پھول کھلائے ہیں وہ یقیناً پھول سے نازک تر ہے۔ پھول
 چاہتا ہے کہ جس خدا نے مجھے کھلایا ہے اور یہ رنگ و روپ دیا ہے میں
 اُس کے شکرے میں ایسا نازک اور لطیف ہو جاؤں کہ خدا میں جذب
 ہو سکوں چنانچہ گل زمین سے درخت کے ذریعہ سے ابھرا ابھرتے ابھرتے
 پتیاں اور شاخ بننا اور شاخ کے نازک تر حصے میں اپنے آپ کو لطیف تر
 کرتا ہوا نمایاں کیا تو گویا اُس نے اپنے پیدہ کرنے والے کا رنگ و روپ
 اختیار کرنا چاہا پیدہ کرنے والا گل کی نظر میں گل کا معشوق تھا اور گل عاشق
 عاشق نے اپنے آپ کو معشوق بنا نا چاہا تا کہ معشوق سے قریب تر ہو سکے
 تو عاشق اپنے جذبے کے لحاظ سے تو عاشق ہے کہ پتی پتی اس کی الگ الگ
 اور چاکہ امان ہے جو عاشق کی معمولیات میں سے ہے مگر رنگ و بو سے
 مشقوقیت پیدا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گل ایک رُخ سے عاشق ہے اور دوسرے

ہزار روپیے اُن کو دے یا نہیں اس کا علم مجھ کو نہیں۔ اس موقع پر ریاض والا
مطلع سُن لیجئے۔

منہ زیرِ تاک کھولا واعظ بہت ہی چوکا بیلوں نے ڈارھی پکڑی خوشوں نے منہ میں تھوکا
مجھے یہ ہوس غام ہوئی کہ ریاض مرحوم کے کلام کا میں بڑا شائق ہوں کاش
مجھے کوئی ایسا ہی موقع نصیب ہوتا۔ میرے دل کو یہ بات لگی ہوئی تھی اب
واقعہ سنئے۔ مجھ سے اور ریاض صاحب سے یہ معاہدہ تھا کہ جب وہ مجھے
کوئی خط لکھیں گے تو اس کے ابتدا میں اور آخر میں ایک ایک نیا شعر لکھا کرینگے
چنانچہ ایک روز ڈاک سے اُن کا خط مجھے بلاِ شروع ہی میں اُن کا شعر
نظر کے سامنے آیا۔ اُن کا خط میں نے نہیں پڑھا۔ شعر کا مضمون اُن سے
کہنے کے لئے بیتاب ہو گیا۔ اُسی وقت تار گھر گیا وہ اُس وقت خیر آباد میں تھے
اُن کو تار دیا اور بیتابی سے دوسرے روز تک آنے کا انتظار کرتا رہا دوسرے
روز صبح کو میں خود اسٹیشن لینے گیا اور اُن کو اپنی گاڑی پر سوار کیا اور شعر کی
لذت لیتے ہوئے کچلا ہ بچے صبح کو گور کھپور میں خیر آباد کی گاڑی پہنچتی ہے۔
اُس وقت سے دوسرے دن ۸ بجے صبح تک مسلسل اس شعر کا تذکرہ رہا۔
میں اب ناظرین کو یہ بتانے سے معذور ہوں کہ میں نے اس شعر کے معنی
اپنے خیال کے مطابق چوبیس گھنٹوں میں کتنے بیان کئے اور سید
ریاض احمد ریاض سے اسی شعر فہمی کے سلسلہ میں میں نے اپنی دیرینہ
دل کی لگی کا اظہار کیا کہ میں بھی ایسے ہی موقع کا متلاشی تھا جیسا کہ نواب
رام پور کو ملا تھا میری ناقص سمجھ میں آپ کا یہ شعر اسی قدر دانی کا مستحق ہے۔

پہونچے کہ جس کو ہم مجذوب کہتے ہیں جو نکلے رہتے ہیں، نالیوں میں پڑے
 رہتے ہیں مختلف غلیظ حرکتیں کرتے ہیں مگر یہ سمجھ کر کہ ان کی زبان سے
 جو لفظ ہماری بھلائی کے لئے نکل جائیگا وہ درجہ قبولیت تک پہونچے بغیر
 نہ رہے گا۔ اہل غرض ان کے ساتھ وہ برتاؤ کرتے ہیں جس طرح عاشق اپنے
 معشوق کی آؤ بھگت کرتے ہیں۔ ہاتھ چومتے ہیں، قدموں پر سر رکھ دیتے ہیں۔
 دست بستہ ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے چشمہ دابرو کے اشارے پر
 حرکت کرتے ہیں چنانچہ وہ سب کچھ کرتے ہیں جو ایک دنیا کا عاشق اپنے
 دنیاوی معشوق کے ساتھ برتا ہے اس اعتبار سے وہ معشوق بنے۔ اس
 اعتبار سے کہ وہ خود محبت رسولؐ اور اس کے ذریعہ سے محبت الہی میں غرق
 ہیں عاشق ہیں چنانچہ اب میں آپ کے سامنے ایک سماں کھینچتا ہوں اور
 اس شعر کے متعلق اتنا ہی اس وقت کہوں گا بعد کو اس کی بات اور جو کچھ لکھوں گا وہ
 شاہکار میں ملاحظہ کیجئے گا۔ سماں یہ ہے کہ ایک تختہ کُگل ہے اور اُس تختہ کے
 بیچوں بیچ میں قبر نما ایک کیاری بنا دی گئی ہے اور اس میں تمام پھولوں میں سے
 ایک ایک وہ پھول نصب کر دئے گئے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس قبر نما
 کیاری میں تمام پھولوں کا عطر مجموعہ ہے۔ یہ تو قبر رسولؐ ہوئی پورے تختہ میں
 جتنے پھول اور جس جس طرح کے پھول ہیں ان میں سے ہر پھول کو ایک ایک
 ولی تصور کیجئے اُس ولی میں پوری عاشقانہ خصوصیتیں ہیں وہ تمام جذبات
 اس میں مکمل طور پر موجود ہیں جو ایک والدہ عاشق میں ہونا چاہئے اور دوسرے
 رخ سے ہر ہر ولی پورا پورا معشوق ہے۔ اب ملاحظہ ہو کہ قبر رسولؐ کے

دوسرے نسخ سے معشوق ہے اور ایسا معشوق ہے کہ دنیا کے حسین و جمیل جو پر تو الہی کے مظاہر ہیں ان کے دامنوں اور سروں تک پہنچنا کیا گلے کا ہار ہو جاتا ہے۔ اپنی چاکہ مانی کی وجہ سے خشک ہو کر خاک میں مل جانے کے لحاظ سے پورا پورا عاشق ہے۔ رنگ و بو اور نزاکت کی وجہ سے دنیاوی معشوقوں کا معشوق بن گیا۔ باغ کے درختوں کے تمام پھول جو مختلف رنگ و شکل کے ہیں یہ پورا مرقع اللہ تعالیٰ کے عاشق کا مرقع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عاشق کا مرتبہ یہ ہے کہ ساری دنیا کا معشوق ہو جائے چنانچہ ہو گیا۔ پورے کا پورا اتنے گل عاشق الہی کا مرقع ہے اور خود دنیا کے حسین ترین انسانوں کے معشوقوں کا مرقع ہے۔ شعر ایک دفعہ پھر سنئے۔

گل مرقع ہر تری چاک گریبانوں کے شکل معشوق کی انداز میں پوانوں کے پھر سنئے مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق خدا کے جتنے عاشق ہونگے وہ عشق کے کسی مرتبے میں بھی قدم نہیں رکھ سکتے جب تک اس وقت کے پیغمبر کے شیعائی اور کلمہ گو نہ ہوں چنانچہ اس وقت جس پیغمبر کا دور دورہ ہے اور قیامت تک رہیگا وہ نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ کسی باغ کے ایسے تختے میں چلئے جس میں سود و سوجازو طرح کے پھول ہوں ان میں سے کسی پھول کو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خراب ہے کوئی نہ کوئی ادا ہر پھول میں موجود ملیگی اس کو اسلام کے جلد اولیا سے مناسبت دیجئے۔ ایسا صوفی اور دلی جوان تہائی نازک مزاج ہو وہاں سے چلئے یعنی حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے چلئے اور اُس کی ہنک

اعترافات

اس
جناب نیاز صاحب
(مدیر نگار - لکھنؤ)

یوں تو ہر وہ شخص جس کو شاعری سے کچھ بھی لگاؤ ہے نہ حضرت ریاض کے نام سے ناواقف ہو سکتا ہے اور نہ اُن کے رنگِ کلام سے بیخبر، لیکن خود ریاض کیا چیز تھے۔ اس کے جاننے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کو اس ”زند پاکباز“ ملنے اور بار بار ملنے کا فخر حاصل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کا شاعر جیسا کہ اس سے قبل میں بار بار ظاہر کر چکا ہوں، بحیثیت انسان ہونے کے ایک ایسی جنس فرومایہ ہے کہ مشکل ہی سے کسی کو اُس کے پیش کرنے کی جرات ہو سکتی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر واقعی کوئی انسان اس گروہ میں نکل آیا تو پھر اُس کا جواب اس ”عالم آب و گل“ کیا معنی ”لانا کہ مقرین“ اور ”گرو بیان مقدسین“ کی جماعت میں بھی نہیں مل سکتا۔

اس حقیقت کی طرف اول اول میرا خیال اُس وقت منتقل ہوا جب غالبؒ ۱۲۵۰ء میں سب سے پہلے ریاض کی زیارت کا شرف بھوپال میں مجھے حاصل ہوا اور پھر اس حقیقت کے مدارج رفتہ رفتہ مجھ پر اُس وقت واضح ہوئے جب میں لکھنؤ آگیا اور زیادہ قرب کے ساتھ بار بار رات دن کے مختلف

گرو تمام عالم کے اولیاء جمع ہیں۔ ہر طرح کے سالک اور مجذوب وغیرہ
اور وغیرہ اور وغیرہ اب میں پھر یہ شعر پڑھتا ہوں اگر مطابق ہو تو داد
دیجئے گا ورنہ ویسا چہ تو ختم ہی ہے۔

گلِ مُرتع ہیں تہ چاک گریبانوں کے شکلِ معشوق کی انداز میں دیوانوں کے
آزمیں میں اتنا اور عرض کرونگا کہ ناظرین میری فروگزاشتوں کو اور بدعاتی کو
قطعا معاف کرینگے۔ اور خدا سے اس معافی کا ثواب لینگے۔

یکم جون ۱۹۳۷ء

کیا جادے تو غالباً نادرست نہ ہوگا۔ ریاض اُس عہد کی یادگار تھے جب اودہ اور مضافات اودہ کے اکثر مقامات میں زندگی کا مفہوم باوجود انتزاع سلطنت کے بدستور غندہ و قہقہہ چلا آ رہا تھا اور ہر صحبت اُس احساسِ جن و شباب کا مکمل نمونہ ہوتی تھی جسے شعور موسیقی کا خلاق کہنا چاہئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب ہر اجتماع ہنگامے و نوش تھا اور ہر منظر بساطِ گل فروش۔ بیفکریاں تھیں اور عیشِ کوشیاں، عیشِ کوشیاں تھیں اور ان اسباب کے ساتھ جن کا ایک ادنیٰ منظر صاحبِ رسائلِ طغرا کی زبان میں ”بہری بنا گوشِ مطرباً جلجل نعل در آتش“ کے تیور لئے ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس شخص نے ایسے مدہوش اور مدہوش کن زمانہ میں جوانی آئے اور شخص بھی کون؟ ریاض ایسا غیر معمولی طبع رنگین رکھنے والا وہ جس قدر دادِ معصیت دیتا کم تھا لیکن اس کا علم بہت کم لوگوں کو ہو گا کہ یہ ساری عمر خمریات کی شاعری میں مبتلا رہ کر ذوقِ بادہ سے نا آشنا رہنے والا شاعر یہ زندگی کی تمام شگفتہ سامانیوں کے ساتھ حسن و شباب کے ہجوم میں بہترین ایامِ حیات گزارتے ہوئے جادہٴ اخلاق سے کبھی ایک لمحہ کے لئے نہ ہٹنے والا شخص جس طرح ایک انسان پیدا ہوا تھا بدستور اسی طرح انسان رہا۔ اُس زمانہ میں بھی جبکہ گناہ سے پہلے ”عذر گناہ“ پیدا کر لیا جاتا ہے، سن کے وقت کا کیا ذکر کہ اس وقت تو ریاض حقیقی معنوں میں رضواں تھے۔ ریاض کو میں نے اُس زمانہ میں دیکھا جب وہ ضعف و کہولت کے دور سے گزر رہے تھے، لیکن باوجود اس کے کہ زمانہ موافق نہ تھا حالات نے سخت دلیہ بنا رکھا تھا ہجومِ افکار نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا، لیکن ریاض باوجود سراپا غم و الم ہونیکے دوسروں کے لئے

حصول اور متنوع کیفیات رکھنے والی صحبتوں میں ریاض کے مطالعہ کی فرصت نصیب ہوئی۔

ریاض کیا چیز تھے؟ اگر میں تفصیل سے کام لوں تو اس کے لئے دفتر کے دفتر ناکافی ہیں، لیکن اختصار و اجمال کے ساتھ اگر کوئی دریافت کرے تو میں اس کے جواب میں وہی کہہ سکتا ہوں جو یوسفؑ کی خصوصیات معلوم کرنے کے بعد بعض زبانوں سے بے اختیار نکل گیا تھا کہ:-

ان هذا الاملک کریم

اور اس کے بعد بھی عربی کا یہ مصرعہ پڑھو نکلا کہ:-

مرغ اوصاف توازا ورج بیاں انداختہ

کیونکہ یوسفؑ تو خیر، پیغمبر پیدا ہوئے، پیغمبر زندہ رہے اور پیغمبر مرے اور ان کے لئے ملک کریم ہو جانا کوئی امتیاز نہ تھا، لیکن ریاض تو بقول شخصے اس ”تیرہ خاکہ ان ہند“ میں ایک گنہگار انسانی خاندان میں پیدا ہوئے جو انی کا معصیت کو ش زمانہ اس فضا میں بسر کیا جہاں ”حسن“ کا مفہوم ”استغناء“ نہ تھا اور ضعیفی ان حالات کے تحت گزاری جب ”ممنوعات و محرمات“ کا سوال شرعاً و قانوناً دونوں طرح اٹھ جاتا ہے۔ لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ریاض اپنی زندگی کی کسی منزل میں اپنی حیات کے کسی مشغلہ میں اور اپنی عمر کے کسی موسم میں ایک لمحہ کے لئے بھی اس جادوہ انسانیت و اخلاق سے ہٹے ہوئے نظر آئے جو کبھی کبھی گنہگاروں کو توئل جاتا ہے لیکن ”زاہدان مرتاض“ کے حصہ میں کبھی نہیں آتا اس لئے اگر ان کو ملک کریم کہنے کے بعد بھی عربی کی طرح اعترافِ قصور

اگر اس کی تختی تقسیم بھی ہو سکتی ہیں یعنی اگر لکھنؤ کی فضاے شاعری صرف ایک ہی لجن کی حکمران نہیں رہی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ریاض کی نغمہ سنجیاں کن کیفیات سے متعلق سمجھی جائیں گی۔

ظاہر ہے کہ دہلی کی شاعری یکسر جذبات کی زبان و گفتگو ہے اور جذبات بھی وہی جن کا تعلق زیادہ تر یاس، حیران، ہجر وری و ناکامی سے ہے اس لئے یوں تو جذبات کی وسعت کے لحاظ سے اس کو بھی بہت وسیع ہونا چاہئے لیکن اس سے رنگ میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا اور اس کا تنوع ثابت کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک ہی راگنی کو مختلف سازوں کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ برخلاف لکھنؤ کے کہ وہاں کی شاعری کا تعلق جذبات سے کم اور معاملات سے زیادہ ہے اور معاملات کی دنیا چونکہ بے پایاں چیز ہے اس لئے لکھنؤ میں مختلف رنگ کے شعرا نظر آتے ہیں اور شوخی و مبالغہ کی محاکات و معاملہ بندی، زندگی و آزادی، جوش و سرمستی وغیرہ بہت سی وہ باتیں جن کا تعلق عشق کی مادی دنیا سے ہے یہاں کثرت سے نظر آتی ہیں جنہوں نے مختلف اسلوب بیان کے تحت نہ صرف تشبیہات و استعارات کی فضا کو بہت زیادہ وسیع کر دیا بلکہ زبان کو بہ حیثیت زبان ہونے کے بھی بہت ترقی دی جس کو ”رعایت لفظی“ کے روشن پہلو سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

لکھنؤ دہلی کی شاعری میں یہ فرق کیوں پیدا ہوا؟ اس کا کھلا ہوا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کی شاعری کا کمال سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ ہوا اور لکھنؤ کی شاعری نے آنکھ کھولی تو اوودہ کی حکومت شباب پر تھی

کیسر بہار و گفتگی تھے۔ آپ خواہ کتنے ہی معنوم و طول کیوں نہ ہوں، لیکن یہ ممکن نہیں کہ ریاض آپ کو مل جائیں اور قنویں دیر کے لئے آپ کسی اور عالم میں نہ پہنچ جائیں، ان کی دلکش و دلنش گفتگو ان کا اندازِ بیاں ان کی لطیف بذلہ سنخیاں اور پھر سب سے بڑھکر ان کا خلوص۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان کسی ایسی فضا میں پہنچ گیا ہے جہاں فردوس کی ہوا ہے۔ کوثر و سمیل کی رودانی ہے اور طوبے کے طیور کا ترنم، بچوں کے لئے ان کا وجود گہوارہ استراحت، جوانوں کے لئے ان کی ہستی و اتانِ حسن و عشق اور ضعیفوں کے لئے ان کی ذات ایک برادرانہ آغوش تھی۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص ریاض سے ملے اور اپنے ذوق کو ان کے پاس سے ”نا آسودہ“ واپس لائے۔

ریاض نے اس زمانہ میں ہوشِ سنبھالا جب لکھنؤی شاعری شباب پر تھی اور داغ نے بھی ولی کے رنگِ سخن کو چمکا رکھا تھا، ہر صحبت، صحبتِ شعر و سخن تھی اور ہر بزمِ دائرہٴ شمع و لگن۔ رام پور میں خلد آشاں نواب کلبِ علی خاں کے دربار میں ملک کے تمام اکابر، شعراء کا ہجوم تھا، ہر محفل لطائف ادبیہ اور نکاتِ شعریہ کا مرکز بنی ہوئی تھی اور ریاض بھی ان گلدستوں میں ایک گلِ نو و میدہ کی حیثیت سے کہیں نہ کہیں ضرور پائے جاتے تھے، اس لئے ریاض کے شاعر ہونے سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، لیکن اختلاف اس امر پر ہو سکتا ہے کہ ان کو کس رنگ کا شاعر قرار دیا جائے۔ اگر رنگ کی اس بڑی تفریق پر نظر ڈالی جائے جس کا تعلق دہلی و لکھنؤ سے ہے، تو یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ ریاض لکھنؤی شاعر تھے اور ان کے کلام میں قدرِ تا وہی رنگ ہونا چاہئے جو اس تذہ لکھنؤ کا تھا، لیکن

سبب ہے کہ لکھنؤ کے شعراء میں ایسے بہت کم نفوس آپ کو ملیں گے جنہوں نے محفلِ نشاط کے بھی تمام مناظر کو اپنی حدودِ شاعری کے اندر لے لیا ہو، چہ جائیکہ نرم غزا اور اسی لئے جب ہم ایک لکھنؤی شاعر کے کلام کو دیکھتے ہیں تو خصوصیت کے ساتھ ہم کو یہ محسوس کرنا پڑتا ہے کہ اس کا فطری ذوق یہ ہے اور فلاں فلاں جذبات اس کے ذوق سے خارج ہیں۔ جن کو اس نے صرف اکتا بآپنے ذہن کی مدد سے حاصل کرنے میں ایک ناقص کامیابی حاصل کی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب ہم کسی شاعر کے متعلق تنقید کریں تو پہلے یہ فیصلہ کریں کہ اس کا صحیح رنگ کیا ہے اور فطرت کی طرف سے وہ کن جذبات کی پرورش کے لئے آیا ہے۔ انتقاد کی ایک عام غلطی جس میں تقریباً ہر شخص مبتلا نظر آتا ہے یہ ہے کہ نقاد سب سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ لکھنے والے نے اس کے ذوق کی رعایت کس حد تک کی ہے اور اس کے نقطہ خیال سے کون کون سا حصہ ایک تصنیف کا مکمل کہا جاسکتا ہے اور اس کے بعد وہ ایک قطعی حکم لگادیتا ہے کہ فلاں جزو ایک کتاب کا اچھا اور فلاں خراب ہے۔ میرے نزدیک یہ اصولی غلطی ہے۔ اگر ایک شخص کا دماغ زندگی کے مختلف شعبوں کا رگاہ حیات کے کثیر الانواع مناظر جذبات انسانی کے مختلف کوائف تکمیل فن کی متعدد اشکال اور فطرت کے بوقلموں مظاہر سے علیحدہ علیحدہ لطف اندوز ہونے کی اہلیت نہیں رکھتا تو اس کو انتقاد ہی ذمہ داریاں اپنے سر زینا چاہئے، کیونکہ اس کے لئے ایسے دماغ کی ضرورت ہے جو ہمہ گیر ہو اور ہر چیز کی جداگانہ حیثیت و امتیاز کو سمجھ کر اس کے نقائص و محاسن کا درک کر سکے لیکن چونکہ یہ صفت شاذ و نادر

پھر چونکہ انسان کا خیال جذبات کا آئینہ ہے اور جذبات پیدا ہوتے ہیں ماحول سے اس لئے دہلی کی شاعری میں سوز و گداز، حسرت و یاس کا پیدا ہونا ضروری تھا اور لکھنؤ کی شاعری میں بیان نشاط و وقت کا اقتضار۔

دہلی کا شاعر ایک ایسا عاشق تھا جس نے سوائے مجبوری کے کچھ نہ دیکھا تھا جس کو لذت کا میابی بہت کم حاصل ہوئی تھی جو غریب تھا، بکیس تھا، مجبور و ناچار تھا، اس لئے وہ سوائے اس کے کہ رات دن روتا، ہائے ہائے کرتا، اور کربھی کیا سکتا تھا، برخلاف لکھنؤ کی شاعر کے کہ وہ ایک عاشق تھا واصل نصیب، نا آشنا، مجبوری اس لئے وہ شراب پیتا تھا، جوانی کے لطف اٹھاتا تھا اور چھیڑ چھاڑ اس کا رات دن کا مشغلہ تھا۔

پھر چونکہ غم کی طرف ایک زبان ہے اس لئے دہلی کی شاعری نے عمیق جذبات اور روحانیت کے لحاظ سے خواہ کتنی ہی ترقی کی ہو، لیکن رگنی دہی ایک تھی اور لکھنؤ کی شاعری نے انسانی زندگی کی کیسی ہی عام سطح کیوں نمایاں کی ہو، لیکن چونکہ نشاط کی زبانیں کثیر ہیں اس لئے اس میں تنوع، رنگینی، لطف زبان، حسن بیان کا پیدا ہونا ضروری تھا۔

یہ صحیح ہے کہ ہر شخص فطرت کی طرف سے ایک خاص ذوق لیکر آتا ہے۔ اور اسی ذوق کے تحت وہ ترقی کر سکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سوائے اس مخصوص میلان کے وہ اپنے دیگر داعیات نفس سے کام نہیں لے سکتا، بعض اوقات ایسی ہمہ گیر ہستیاں بھی رونما ہو جاتی ہیں جن کے لئے ہر چیز مخصوص ہوتی ہے اور وہ ہر چیز پر حکمران نظر آتی ہیں لیکن بہت کم۔ اور یہی

رعایت لفظی کے پابند ہیں، بعض کو معاملات حسن و عشق کی رنگینی پسند ہے اور بعض کو سوز و گداز۔ پھر جس طرح ہم ہر مصور کی تصویر کا صرف اس کی فطری ذوق کی بنا پر مطالعہ کر کے اُس کے نقائص و محاسن کو دیکھتے ہیں، اسی طرح ایک شاعر کے کلام پر اُس کے مخصوص ذوق کے لحاظ سے نقد کرنا چاہئے، ورنہ وہ صرف اپنے معیار کی رعایت ہوگی جو یقیناً فن نقد کے لحاظ سے سخت ناروا جسارت ہے۔ یہ میں نے اس لئے لکھا کہ اس وقت تک ریاض کے کلام پر جو کچھ لکھا گیا ہے یا آئندہ لکھا جائے، اس کو اسی اصول سے دیکھنا چاہئے جو میں نے ابھی عرض کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ریاض کا حقیقی رنگ کیا ہے، اس میں کلام نہیں کہ ریاض کی شاعری یکسر رندانہ ہے اور اس مخصوص رنگ کے لئے جس قدر شوخی کی ضرورت ہے وہ ان میں بدرجہ کمال پائی جاتی ہے۔ پھر چونکہ رندانہ کلام کا لطف خمریات ہی میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے اس لئے ریاض اپنے خمریات کے لحاظ سے زیادہ مشہور ہوئے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ شوخی کا جس حد تک تعلق ہے وہ خمریات و غیر خمریات ہر جگہ کامیاب نظر آتے ہیں اور حسن و عشق کی کامیاب زندگی اور مادیات محبت کی نشاط آفرینیوں میں مشکل سے کوئی دوسرا اُن کا ہم سر پیش کیا جاسکتا ہے۔

ریاض کے کلام میں کہیں کہیں ایسے شعری نظر آتے ہیں۔
 ہمیں خدا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا نکل گئے ہیں بہت دو جہت ہم

کبھی حرف محبت تاب لب آیا تھا چپکے سے اسی نے رفتہ رفتہ طول کھینچا و استاں ہو کر

کسی میں پائی جاتی ہے اس لئے حقیقی معنی میں نقاد کا وجود بھی بہت کم نظر آتا ہے اور عام طور پر انتقادی مقالے تنقیدی جرح سے زیادہ کوئی اور حیثیت اختیار نہیں کر سکتے۔

فرض کیجئے کہ ایک نقاد فطرت کی طرف سے یہ ذوق لیکر آیا ہے کہ جذبات سوز و گداز کو پسند کرتا ہے اور یہ پسندیدگی اس قدر غلو کی حد تک پہنچ گئی ہے کہ کوئی اور جذبہ اس کو پسند نہیں آتا تو اس کو یقیناً نقد کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ نقد وہی شخص کر سکتا ہے جو اگر ایک طرف میر کے اس شعر پر سر دھن سکتا ہے:-

سب ہوئے نام پئے تدبیر ہو جانا سمیت

تیر تو نکلامرے سینہ سے لیکن جان سمیت

تو دوسری طرف داغ کا یہ شعر بھی اسے بھین بنا دیتا ہو:-

یہ سیر ہے کہ دوپٹہ اڑا رہی ہے ہو

بچھپاتے ہیں جو وہ سینہ کمر نہیں چھپتی

الغرض نقاد کے لئے ضروری ہے کہ اس کی طبیعت اپنی اپنی جگہ ہر رنگ کا لطف اٹھا سکتی ہو اور وہ ہر کتاب کا مطالعہ صرف اس کے موضوع اور مصنف کے میلان طبع کے لحاظ سے کر سکتا ہو۔ شاعری حقیقتاً ایک نوع کی مصوری ہے پھر جس طرح مصوروں میں بعض صرف مناظر کی تصویر کھینچ سکتے ہیں بعض صرف جاندار اشیا کو صفو کا غدر پر زیادہ خوبی کے ساتھ نمایاں کر سکتے ہیں بعض کا قلم صرف جذبات ہی کے اظہار میں اچھا کام کرتا ہے۔ اسی طرح شاعر کا حال ہے کہ بعض صرف تشبیہات و استعارات کے ولدا وہ ہیں بعض فقط

روشن کئے چراغِ لالہ زار نے اس مرتبہ تو آگ لگا دی بہار نے

جو ساتھ دے تو یہ دینا سوا ہوتے ہے مزے کی چیز الہی شبابِ تاب ہے
خواب ہی سہی رہ جائیں ن جوانی کے سنا تو ہے یہ زمانہ خواب ہوتا ہے

اٹھا ہوں خرفزدہ میں لحد کو قبل از وقت کہ سب سے پہلے مری حشر میں پکار نہو

نزع میں یا رسے پیمانِ وفا کرتے ہیں اس دغا باز سے ہم آج دغا کرتے ہیں

یہ وہ رنگ ہے جس پر کسی کو اعتراض ہو ہی نہیں سکتا اور جو لکھنؤ دہلی
دونوں جگہ کے شعراء کے درمیان مشترک ہے۔

(۲) وہ جس میں شوخی کے خط و خال زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں اور کہیں کہیں
محاکات بھی ہے مثلاً:-

آتے آتے تری لب تک وہ تبسم بن جائے اس اداسے کبھی ہم سے بھی ہو یہاں کوئی

چپ سے ہیں کچھ مری آغوش میں ہر شریکِ دل یہ ہی ہیں جنہیں پیمانِ وفا یاد نہیں

چھلکا میں لاؤ بھر کے گلابی شراب کی تصویر کھینچیں آج تہا سے شباب کی

نہ رو کے طور تو ہم جائیں عرشِ سوادِ پختے ہماری راہ سے پتھر ذرا ہٹا دینا

ہوا ہے جو اس دل میں ہنگامہ کرا وہی بزمِ آراے مشر ز نکلے

ہم اُڑ کر بھی نہ پہنچیں ہم سو اتنی دور ہو جانا مبارک شاخِ گل کو شاخِ نخلِ طور ہو جانا

کلیم آئے تو کھل کے جلوہ دکھایا ہم آئے تو پرے سے باہر نکلے

لیکن یہ اُن کا مخصوص رنگ نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی کیفیات کے تغیر سے ایسے شعری کہہ گئے ہیں اُن کا صحیح رنگ جس میں وہ اپنی جگہ بالکل تنہا نظر آتے ہیں 'شونخی' بیان ہے جس کو علاوہ خمریات کے میں نے تین درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) وہ جس میں زیادہ تر اسلوب بیان سے شونخی پیدا کی گئی ہے اور ایک حد تک جذبات بھی وابستہ ہیں 'لیکن وہی جذبات جو عریاں معاملات جن عوشتی سے متعلق نہیں ہیں' مثلاً

دبی زبان سے میرا بھی ذکر کر دینا کلیم طور پر اُن سے جو گفتگو آئے
اُترنے والے بھی تک نہ بام ہو اُترے ترپنے والے ترپ کر فلک کو چھو آئے

تم اپنے بام سے فریاد کی اجازت دو یہاں سے تو نہیں سنتا ہوا آسمانی
تہار کو چو میں کچھ طور والے بیٹھے ہیں ذرا تم آ کے لبِ بام مسکرا دینا

یا پھر ان سب سے زیادہ قیامت یہ شعر:-

اس طرح کہ گھنگرہ کوئی چھاگل کا: بولے جب جھم سے جلیں گود میں چکر چکاٹھا

یہ وہ قسم ہے جس پر ہر نجدی کی پسند شخص کو اعتراض ہو سکتا ہے۔ لیکن صرف اس قدر کہ ناداجب شوخی ہے، 'بمذلل کہنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ حالانکہ اگر اپنے اوپر پہلے وہ حال طاری کر لیا جائے جس کے ماتحت ریاض نے یہ شعر کہے ہیں تو یہ اشعار نہ صرف بہت زیادہ پر لطف معلوم ہوں گے بلکہ اُن کی اس مقناطیسیت کی بھی داد دینا پڑے گی جو مقوڑی دیر کے لئے ضعیف سے ضعیف انسان کو بھی ایک بار جوان بنا دیتی ہے اور تمام جدید ترین کمیاٹی ورائے سے بھی زیادہ قوی و زود اثر ہے۔

جس طرح ریاض کے عام کلام کی شوخی تین درجوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے اسی طرح اُن کے خمریات کی بھی تین تقسیم ہو سکتی ہیں:-
ایک وہ جس میں انھوں نے بادہ کشی کے مضمون کو نہایت جوش و سرستی کے ساتھ لیکن بلند خیالات کے ماتحت پیش کیا ہے مثلاً:-

یہ محشر ہے یہاں اب ہوش میں یوانا آتا ہے خداوند امرے لب پر مرا افسانہ آتا ہے

بنائو کعبہ پڑتی ہو جہاں ہم خشتِ خمر کھدیا جہاں ساغرِ یلکدیس چشمہ زمر زم نکلتا ہے

شرر طور ہے جو معج ہے پیمانے میں بجلیاں کوندتی ہیں آج تو میخانے میں

چمیر کسی بات کہتی روٹھ جاتے ہیں ریاض اک حسین ہر وقت ہوان کے منانے کے لئے

اُن کے آنچل میں ادا بنکر قیامت چھپ چکی وہ مری جانی ہوئی وہ میری پہچانی ہوئی

ریاض کا یہ رنگ بھی کسی کے نزدیک قابل اعتراض گرفت نہیں ہو سکتا بلکہ بعض بعض شعر تو اس قیامت کے نظر آتے ہیں کہ اگر وہ رنگ اختیار نہ کرتے تو اردو شاعری پر ظلم کرنے والے کہلاتے۔

شباب کو شراب کہنا اور صاحبِ شباب کو میناے شراب سے تعبیر کرنا کوئی نئی بات نہیں لیکن ریاض نے جس انداز سے شباب کی تصویر کھینچی ہے کہ چھلکاؤں لاؤ بھر کے گلابی شراب کی

اسلوب ادا اور محاکات کی ایسی دلکش مثال ہے کہ ریاض کی قادر الکلامی ایمان لانا ہی پڑتا ہے۔

(۳) وہ جس میں شوخی بالکل براگندہ نقاب یکسر عریاں اور سراپا بے باکی بنکر رہنا ہوتی ہے مثلاً۔

کوئی منہ چوم لے گا اس نہیں پر شکن رہ جائیگی یونہیں جہیں پر

یہ آدھی رات کو اُن کا پیام آیا ہے ہم آج آ نہیں سکتے اب انتظار نہ ہو

آڑی ہیکل کو چوم لے گی وہ چیز جو کچھ اٹھی اٹھی ہے

شراب پیتے ہی مسجد میں ہم کو گرنا تھا یہ شغل بیٹھ کے اچھا تھا قبلہ رو کرتے

جام مے تو بہ شکن، تو بہ مری جام شکن سامنے دھیر ہیں ٹوٹے ہوئے چاینوں کے

تیسری قسم کی مثالیں جس میں وہ بہت زیادہ کھل کھیلے ہیں بہت کم
نظر آتی ہیں مثلاً۔

نیچی دارھی نے آبرورکھ لی قرض پی آئے اک دکاں سو آج

غم مسجد میں مے ناب بھر چاڑوں میں ٹھنڈی پانی سے وضو کر کے ٹھٹھریا

کلام ریاض کی ایک اور خصوصیت جس میں سوائے امیر اور جلال کے
ان کے دور کا کوئی شاعر ان کا ہمسر نہیں، اس کا بے عیب ہونا ہے۔ آپ
ریاض کا پورا کلیات چھان ڈالئے، لیکن آپ کو زبان یافن کی غلطی
کوئی نہ ملے گی۔ اس لئے کلام ریاض علاوہ اور خوبیوں کے ایک
سلمانہ حیثیت بھی رکھتا ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے کہ نسخ ایسا فطری
شاعر بھی اسی کے بدولت آج اساتذہ فن میں شمار کیا جاتا ہے۔

افسوس ہے کہ تنگی وقت کی وجہ سے نہ میں کلیات کا استقصا کر سکا
اور نہ ان کے دیگر اصنافِ سخن پر روشنی ڈال سکا، لیکن جانتا
ہوں کہ

ایک ہی چٹو کے ہیں کوثر و تسنیم ریاض خاک اُڑتی جوں لب خشک مرا تر ہوتا

اری و اعظ کہاں کہاں لامکاں عرش میں کیسا پڑھی ہوتی جو کچھ تو ہم خدا جانے کہاں ہوتے
یہ رنگ ریاض کی خمریات کا توبے مثل ہے۔ اور اس کی داو دینے میں شاید
شیخ و زاہد کو بھی تامل نہیں ہو سکتا۔ لیکن خمریات کی وہ دوسری تقسیم بھی جس کا
تعلق حقیقتاً صحنِ میخانہ ہی سے نظر آتا ہے۔ کم پر لطف نہیں۔ مثلاً:-
فرشتے عینہ کاہ حشر میں ہم کو بنیما دہیں ہمیں بھی آج لطف لغزش متا نہ آئے

مر گئے پھر بھی تعلق ہے جو میخانے سے میرے حقے کی چھلک جاتی جو پانی سے

توبہ سے ہماری بوتل اچھی جب ٹوٹی ہے جام ہو گئی ہے

اتنی تو ہو بیان میں واعظ شگفتگی ہم رند سن کے قفلِ مینا کہیں سے

نا اہل ضرور ہیں وہ میکش جن پر یہ حرام ہو گئی ہے

بعد اک عمر کے میخانہ میں آئی میں ریاض آپ بیٹھے ہیں بچاؤ ہوئے دامن کیسا

دھلتی ہر ساتھ خضر کے سبزہ کے فرش پر جتے ہیں وہ بھی آکے لب جو کبھی کبھی

ریش عنوان

آفتاب آمد ولیل آفتاب
میں نہ بھی کہوں تو کیا، ریاض کی خوبیاں ایسی نہیں جو چھپ
سکیں۔

من گویم و بعد از من گویند بدستانہا

۱۰ ارجون ۱۹۳۶ء



خوش

حصہ اول آتش تر

غزل تعداد اشعار صفحہ

- | | | |
|---|----|--|
| ۱ | ۲۳ | یہ ذوقِ ادب مستِ مے ہوشِ ربا کا |
| ۲ | ۱۲ | کل قیامت ہے قیامت کے سوا کیا ہوگا |
| ۳ | ۹ | تو جدھر جائے گا فتنہ کوئی برپا ہوگا |
| ۳ | ۱۱ | رہے زاہد کے سر پر تیر غور شید قیامت کا |
| ۴ | ۱۰ | مکان دیکھے کمیں دیکھے لا مکان دیکھا |
| ۵ | ۱۱ | اُجاڑتے ہوئے سوارِ آشتیاں دیکھا |
| ۵ | ۸ | ہنگامِ نزعِ گریہ یہاں کیسی کا تھا |
| ۶ | ۱۳ | اُن پر بھی یہ اثر مری دیوانگی کا تھا |
| ۶ | ۱۷ | یہ کہہ کے اس میں زہر بھی ہے کچھ ملا ہوا |
| ۷ | ۱۲ | موت آئے مجھ کو کیوں اسے چھیرا یہ کیا ہوا |
| ۸ | ۸ | رہ گیا پردہ ترے چاک گریبانوں کا |

- ۲۳ ۹ ذقارے افشاں نہ کہکشاں جو نمونہ ہستی ہوئی جیس کا ...
- ۲۴ ۱۱ چمکے گا اب نہ داغِ دلِ داغدار کا ...
- ۲۵ ۱۳ ارمان ہے کہ پھول کھلے ان کے ہار کا ...
- ۲۶ ۱۳ گلچیں یہ اہتمام کسی ایک ہار کا ...
- ۲۶ ۹ چھٹنا نظر میں پھول کا تلے میں خار کا ...
- ۲۶ ۲۱ مے نوش جس کو کہتے ہیں موسم بہار کا ...
- ۲۸ ۱۶ کیا نام لوں میں شیخ تہجد گزار کا ...
- ۲۹ ۹ شب کو غارِ جو ملا حسن بلا کا نکلا ...
- ۳۰ ۹ لطف دیتا ہے یہ ہر بار ترا کیا کہنا ...
- ۳۰ ۸ اے اشکِ غم ان آنکھوں سے تو سرخ رو ہوا ...
- ۳۱ ۱۴ اُف رے اُبھار اُف رے زمانہ اُٹھان کا ...
- ۳۱ ۱۳ اودل رسوا اُسے رسوا کیا ...
- ۳۲ ۱۱ یہی ہے اُن کی نزاکت تو حال کیا ہوگا ...
- ۳۳ ۹ کیوں مجھے یہ چراغِ محفل کا ...
- ۳۳ ۱۳ روگ تھا آزار تھا اچھا ہوا جاتا رہا ...
- ۳۴ ۹ اگر ان کے لب پر گلا ہے کسی کا ...
- ۳۵ ۲۶ چہرہ کے سینے میں مرے قاتل کا پیکر رہ گیا ...
- ۳۶ ۱۱ بتا دو تم ہمیں بید او کرنا ...
- ۳۷ ۱۱ زہنہ دیکھ او چشم سوزن کسی کا ...

- ۸ ۸ محبت آیا تو میں غم پر گرا
- ۹ ۱۱ کو وہ غم بھی بار بار مجھ پر گرا
- ۱۰ ۱۶ مے شب کو چرائیں کوئی بیدار نہ ہوگا
- ۱۰ ۱۳ واعظ جو نہ ہوگا تو مجھے عار نہ ہوگا
- ۱۱ ۷ ایک خط ہلکا سا گردن پر پڑا
- ۱۲ ۱۳ سایہ پر خم زلف کا مجھ پر پڑا
- ۱۲ ۱۵ لب میگوں کا تقاضا ہے کہ عینا ہوگا
- ۱۳ ۱۳ گزرے معشوق حسین میری نظر سے کیا کیا
- ۱۴ ۱۵ ہاتھ کبخت شب و صہل بھی تر سے کیا کیا
- ۱۵ ۲۵ آپ آئے تو خیال دلِ ناشاد آیا
- ۱۶ ۱۶ وہ کون ہے دنیا میں جسے غم نہیں ہوتا
- ۱۷ ۱۳ اندازِ تبسم نہ ہو غماز کسی کا
- ۱۸ ۷ مٹھی میں دل نہ تھا شکن آستیں میں تھا
- ۱۸ ۱۴ شرم گنہ سے حشر میں جایا نہ جائے گا
- ۱۹ ۱۹ جب تک حجاب رخ سے اٹھایا نہ جائیگا
- ۲۰ ۲۴ کچھ آئینے نے اور ہی عالم دکھا دیا
- ۲۱ ۱۵ کوئے وشن سے اُسے چھپ کے نکلتے دیکھا
- ۲۲ ۱۲ وہ پوچھتے ہیں شوق تجھے ہے وصال کا
- ۲۳ ۱۱ یہ کافرِ جہنمیں دعویٰ ہے دنیا میں خدائی کا

- ۵۲ ۱۱ بہار میں مجھے صیاد اسیر دام کیا
- ۵۳ ۱۳ جنوں میں تیشہ لئے سوئے کو ہمار گیا
- ۵۳ ۱۱ ملا بھی یہ تو اسے پھر خدا نہیں ملتا
- ۵۴ ۱۳ نیا کھلا ہے شکوہ کوئی بہار میں کیا
- ۵۵ ۱۰ پاؤں کا آگے بڑھنا مجھ کو دو بھر ہو گیا
- ۵۵ ۱۵ پھول ہے لالہ صحرائی کا
- ۵۶ ۱۳ کام کیا دل میں شکیبائی کا
- ۵۷ ۱۲ وہ گئے ناز سے ٹھکراتے ہوئے سر میرا
- ۵۸ ۷ اب کیا ملے گا آنسوؤں میں دل نکل گیا
- ۵۸ ۹ بہلو سے کوئی یوں سرِ محفل نکل گیا
- ۵۹ ۸ بن کے وہ نقش قدم خاک قدم سے اٹھا
- ۵۹ ۱۷ تو بھی تعاشع بھی تھی بزم میں گلگیر بھی تھا
- ۶۰ ۹ شیخ مست منے کہن بھی ہوا
- ۶۱ ۱۰ اے جنوں پھول نہیں لالہ صحرائی کا
- ۶۱ ۱۱ رنگ دیکھے تو کوئی لالہ صحرائی کا
- ۶۲ ۱۳ کشکش میں نہ شکن آئی نہ داماں نکلا
- ۶۳ ۱۳ میرے گھر مثل تبرک کے یہ ساماں نکلا
- ۶۳ ۱۲ کچھ بگو لوں سے بھرا خانہ ویراں نکلا
- ۶۴ ۱۴ کیا بتئے کو جواں کچھ آبِ بقا لیا

- ۳۷ ۱۳ مشکل اس کوچہ سے اٹھنا ہو گیا
- ۳۸ ۹ اوبت کا فرقہ کیا ہو گیا
- ۳۸ ۱۶ نازک ہیں نزاکت کا بیاں ہو نہیں سکتا
- ۳۹ ۱۵ الفت میں عیاں سوزِ بیاں ہو نہیں سکتا
- ۴۰ ۱۴ تو اے فلک پیرِ جواں ہو نہیں سکتا
- ۴۱ ۱۷ مے چرانے میں ہیں ہے یہِ طولی کیا
- ۴۲ ۹ نہ آیا ہمیں عشق کرنا نہ آیا
- ۴۲ ۱۰ تنہا راہِ دعا پورا ستم سے ہو نہیں سکتا
- ۴۳ ۱۶ دوریِ راہ سے کچھ بیٹھ گیا دل میرا
- ۴۴ ۱۱ رسائیِ بامِ نیک اُن کے ہو ایسا ہو نہیں سکتا
- ۴۵ ۱۲ رہِ گزرس کی تھی سجدے میں مرا سر رہ گیا
- ۴۵ ۱۵ ہم اڑ کر بھی نہ پہونچیں ہم سے اتنی دور ہو جانا
- ۴۶ ۱۵ رنگ پر کل تھا ابھی لالہ لگش کیا
- ۴۷ ۲۷ یسُن کر لیں بلائیں جو سوار کیا ہوا
- ۴۸ ۱۸ ہمیں پینے پلانے کا مزا اب تک نہیں آیا
- ۴۹ ۹ آپ کے پہلو میں دشمن سو چکا
- ۵۰ ۱۵ وہ حشر میں بھی سر پہ گریباں نہیں ہوتا
- ۵۱ ۱۱ نذر اس بت کے ہو ایمان یہ کچھ دور نہ تھا
- ۵۱ ۱۱ نہ کاٹا تھا نہ کوئی پھانس نہ شتر تھا نہ پیکاں تھا

- ۷۷ جس پر گمانِ شرمی ہے آفتاب کا ۱۸
- ۷۸ یہ کہاں لگی یہ کہاں لگی جو قفس سے شورِ فغاں اٹھا ۷
- ۷۸ در کھلا صبح کو بویچھٹے ہی میخانے کا ۱۷
- ۷۹ شرارِ برق گوتنکے بنے لیکن نشان ہوگا ۱۵
- ۸۰ نہ سجدے پے نہ پے ہو گئے نہ سجدوں کا نشان ہوگا ۱۶
- ۸۱ پہلے تیر نگہ ناز کا پیکان سمجھا ۹
- ۸۱ دنیا سے الگ ہم نے میخانے کا در دیکھا ۱۳
- ۸۲ مکاں ملتے ہیں کیا لامکاں نہیں ملتا ۱۴
- ۸۳ گئے ہوئے مرے دل کا نشان نہیں ملتا ۱۶
- ۸۴ میخانے میں مزارِ ہمارا اگر بننا ۱۳
- ۸۵ مجھ کو نظارہ الگ سب سے میسر ہوتا ۲۱
- ۸۶ وہ کو سننا مجھے ان کا مراد عا دینا ۲۱
- ۸۷ اُتری ہے آسماں سے جو کل اٹھا تو لا ۱۰
- ۸۸ مے نورِ خدا ہوتی دلِ عرشِ خدا ہوتا ۱۵
- ۸۸ میں سمجھا جب جھلکتا جامِ شراب آیا ۱۹
- ۸۹ مدینہ میں گدائی کر کے میں خود وار ہو جاتا ۱۶
- ۹۰ نہ جلوہ طور سوز تیرا نہ جلوہ برق تاب تیرا ۱۱
- ۹۱ بندھا ہر کافر و دیندار کو اک تار میں دیکھا ۹
- ۹۱ نمایاں ہر ہجومِ فتنہ رُفتار میں دیکھا ۶

- ۶۵ ۱۳ یہ بھی اک چاند لئے تیرے مقابل ہوتا
- ۶۵ ۱۵ جاتے ہی میکدہ مجھے اجیر ہو گیا
- ۶۶ ۱۱ مانگے دیا تھا آپ کو بیچا تو کچھ نہ تھا
- ۶۷ ۱۰ خانقہ میں جو کبھی طاق سے مینا اترا
- ۶۸ ۱۰ مری جاں میں تیرے قرباں جانا
- ۶۸ ۹ انکار میں پہلو جو رہے ہاں سے بھی اچھا
- ۶۹ ۱۲ مرے ہاتھ سے پہننا اُنھیں اور بار ہوتا
- ۶۹ ۱۳ جو زمین کو داتا وہ مرا مزار ہوتا
- ۷۰ ۱۱ مرے سینے میں جو میرا دل داغدار ہوتا
- ۷۱ ۱۵ کھلتا نہیں ہے کچھ مرے دشمن نے کیا کہا
- ۷۲ ۱۱ شاید مرے رقیب سے تھا آسماں ملا
- ۷۲ ۱۱ بڑھ کے کیوں پست حوصلہ آیا
- ۷۳ ۸ وہ ہوا جنت کی وہ ابر کرم چھپایا ہوا
- ۷۳ ۱۲ اس عشق جنوں خیز میں کیا کیا نہیں ہوتا
- ۷۴ ۹ محشر کے لئے قول و قسم کیا نہیں ہوتا
- ۷۴ ۱۱ مر کر ارے واعظ کوئی زندہ نہیں ہوتا
- ۷۵ ۱۱ اس نزاکت سے مر نوکانیاں ہونا
- ۷۶ ۸ ساتھ ہی تیرنگن اے صفِ مژگاں ہونا
- ۷۶ ۱۱ کبھی ممکن نہیں میخانہ کا ویراں ہونا

- ۱۰۶ جام چھلکانے لگے بھر کرے کوثر سے آپ ۱۴
 ۱۰۷ راہ سیدھی غیر کے گھر کی چلے چکر سے آپ ۷
 ۱۰۷ نشتر چھوٹے آئے ہیں دل میں کہاں سے آپ ... ۵
 ۱۰۷ غنی ظرف وضو میں کوئی شے پنی گئے کیا آپ ... ۱۲
 ۱۰۹ شاید کوئی عروہے مرا غوش بیاں بہت ۱۰
 ۱۰۹ خواب میں بھی نظر آجائے جو گھر کی صورت ۱۴
 ۱۱۰ صبح ہے رات کہاں اب وہ کہاں رات کی بات .. ۱۱
 ۱۱۱ کیا وصل کی شب ہائے بگڑتی ہے جی بات ... ۱۷
 ۱۱۲ وہ بولے وصل کی ہاں ہے تو پیاری پیاری رات .. ۱۳
 ۱۱۲ رہ گئے تھے ہم جا کے یونہی رات کی رات ... ۹
 ۱۱۳ ہم بھی بیس نہیں بھی پائیں تمام رات ۹
 ۱۱۳ نظر آتی ہے دور کی صورت ۱۸
 ۱۱۵ ہو کے بے تاب بدل لیتے تھے اکثر کروٹ ۹
 ۱۱۵ پھول کے مول خزاں میں اسے ساقی تلچھٹ .. ۱۴
 ۱۱۷ آنکھیں کھل جائیں جو ظاہر ہو مقامِ دارش ۱۳

- ۹۲ ۱۵ انگشتِ ننا آپ سے قاتل نہیں ہوتا
 ۹۳ ۱۵ اہلکھ میں شوخِ حسینوں کے سہا دل کا
 ۹۴ ۱۱ قفس سے اڑوں تو نہ آواز دینا
 ۹۴ ۱۰ ایسا ہو تو وہ اس بتِ خود میں سے بھی اچھا
 ۹۵ ۹ مٹ چکا اب نشانِ مدفن کا
 ۹۵ ۱۶ حشر میں ایک بھی تو داغ بہ داماں نہ رہا
 ۹۶ ۱۵ منہ زیرِ تانک کھولا دے عظمِ بہت ہی چوکا
 ۹۷ ۹ آئینہ دیکھتے ہی وہ دیوانہ ہو گیا
 ۹۸ ۱۳ آگیا تقدیر سے میری مدینا آگیا
 ۹۹ ۱۹ تکلیف سے بچ جائیگی نازک سی کمراب
 ۱۰۰ ۱۰ فریاد میں کم ہے انزورِ دروہنہاں اب
 ۱۰۰ ۱۱ قلقلِ مینا اسے کیوں دے برابر کا جواب
 ۱۰۱ ۱۱ کہاں سے لائے کوئی روز اب کبابِ شراب ...
 ۱۰۲ ۱۱ ہے صحنِ جہن دامنِ کہہ سار بہت خوب
 ۱۰۲ ۱۱ اپنے دیوانوں سے سُن لو تم فغانِ عندلیب
 ۱۰۳ ۲۲ رات دن ہے ایک حالت پر فغانِ عندلیب ...
 ۱۰۴ ۵ رکھتے نہیں ہیں دردِ بھی دل میں دو اطلب
 ۱۰۴ ۹ سُن کے یہ قبلے سے ابرائے ٹٹھے تو ہے پینا تو اب ...

ذ

- ۱۳۲ لے گیا گھر سے انہیں غیر کے گھر کا تعویذ ۱۰
- ۱۳۳ ڈالے نظر تنہا ری بلالہ زار پر ۱۳
- ۱۳۳ گنبدِ مدفن ہے یا ہے آسماں بالائے سر ۱۵
- ۱۳۴ فریادِ جنوں اور ہے بلبل کی فغاں اور ۱۵
- ۱۳۵ پروے پروے میں یہ کڑھتی ہیں راہیں کیونکر ۱۲
- ۱۳۶ بام سے پوچھتے ہو تم کو بتائیں کیونکر ۱۳
- ۱۳۷ کوئی منہ چوم لے گا اس نہیں پر ۱۵
- ۱۳۷ رہے ہم آشیاں میں بھی تو برقی آشیاں ہو کر ۱۵
- ۱۳۸ بالائے بام غیر ہے میں آستان پر ۱۰
- ۱۳۹ ترے پائے خانی آئے جب سبزے کے دامن پر ۱۹
- ۱۴۰ خدا کرے رہے جاری پیام یا رنثار ۹
- ۱۴۰ ہوئی ہے میری جوانی فداے گو رکھیو ۱۳
- ۱۴۱ صبا دکھاں جائیں گے گلشن سے نکل کر ۱۰
- ۱۴۲ ہے عرش بریں اور مدینے کی زمیں اور ۱۲
- ۱۴۲ گردِ دامن بن گیا صحرا کا دامن دیکھ کر ۱۲
- ۱۴۳ نظر ہے حضرتِ واعظ کی خلد و کوثر پر ۲۳

- ۱۱۷ کیوں نہ لب پر مرے ہو یا وارث ۱۱
- ۱۱۹ بام پر آئے کتنی شان سے آج ۱۱
- ۱۱۹ کتنے ہیں مصیبت کے کوئی چار پہر آج ۱۳
- ۱۲۱ وحشی زار ہوں زنجیر نہ کھینچ ۱۰
- ۱۲۲ جفا میں نام نکالو نہ آسمان کی طرح ۲۱
- ۱۲۳ روزِ غم کچھ اور ہی ہے رنگِ انتشارِ صبح ۱۹
- ۱۲۵ مجھے بڑھ کر ہے دل مرا گستاخ ۱۰
- ۱۲۵ کی تو بہ تو مجھ پر ہوئی یہ کالی بلا سُرخ ۱۴
- ۱۲۷ بھول جائیں گے خدائی کا مزا میرے بعد ۱۷
- ۱۲۸ کہہ اٹھے چپ ہو کیوں وصال کے بعد ۱۱
- ۱۲۸ مجھ کو نہ دل پسند نہ دل کی یہ خو پسند ۲۰
- ۱۲۹ ہنس کے پیانہ دیا ظالم نے ترسانے کے بعد ۱۳
- ۱۳۱ ہو بھی کچھ تو ہے بہت بیجا گھمنڈ ۹

۱۵۵ وہ لوٹنے کو بیٹھے پس تیری بہار شمع ۱۱

۱۵۶ نیا دل ہے نئی الفت نیا داغ ۱۴

۱۵۷ سرکارِ حسن سے یہ ہوئی ہے سزائے زلف ۹

۱۵۷ روٹھے ہوئے کو اپنے ذرا اب منائے زلف ۱۲

۱۵۹ حشر میں بات کیا تھی وہ جس نے کیا عرق عرق ۱۲

۱۵۹ دل لگانے کے میں ہزار طریق ۱۰

۱۶۱ تھکائے اور دوہرا آسماں تک ۲۱

۱۶۳ نہیں چھپتا ترے عتاب کا رنگ ۱۳

۱۶۳ آتے ہی چھا گیا شراب کا رنگ ۲۱

۱۶۵ کوئی پوچھے نہ ہم سے کیا ہوا دل ۱۷

۱۶۶ قیامت شوخ آفت چلبلا دل ۱۸

۱۶۷ چھٹتے ہیں گدگداتے میں پھرار مان آج کل ۹

۱۶۷ آفت ہماری جان کو ہے بیقرار دل ۱۵

- ۱۴۵ اُن کے ہوتے کون دیکھے دیدہ و دل کا بگاڑ . . . ۸
- ۱۴۶ میرے بیاں پر آج بے طرز بیاں کو ناز ۹
- ۱۴۷ کوئی ان دونوں سے بچ جائے نشین یا قفس . . . ۱۰
- ۱۴۷ ہے بُری شے کاتبِ اعمالِ انساں کی ہوس . . . ۱۱
- ۱۴۸ تو بھی صیاد نہیں مرغِ گرفتار کے پاس ۱۱
- ۱۴۹ جو پلائے وہ رہے یارِ بے وسال سے خوش . . ۹
- ۱۴۹ نہیں مینا یہ اے شراب فروش ۱۶
- ۱۵۱ میرے دل کو ہے غمِ یار کی حرص ۹
- ۱۵۲ راتِ فرقت کی بنے زلفِ رسا کو کیا غرض ۹
- ۱۵۳ وہ ہنس کے کہہ رہے ہیں مقامِ اثرِ غلط ۱۲
- ۱۵۴ کافرتوں کے نام ہوں کیونکر تمام حفظ ۰

- ۱۸۲ ۹ ریاض اک چلبلا ساول بوہم ہوں
- ۱۸۳ ۹ منہ دکھا کر منہ چھپانا کچھ نہیں
- ۱۸۳ ۱۰ روز کا حیلہ بہانا کچھ نہیں
- ۱۸۴ ۱۱ وہ کون لوگ ہیں جو مے اُدھار لیتے ہیں
- ۱۸۵ ۱۴ خاک آنکھوں میں مری ڈال دیا کرتے ہیں
- ۱۸۵ ۱۳ کوئی لائے اس کو ذرا ہوش میں
- ۱۸۶ ۱۱ ان اچھی شکل والوں سے ہم کچھ خفا بھی ہیں
- ۱۸۶ ۹ ہم سے وفا کریں کہ وہ ہم پر خفا کریں
- ۱۸۶ ۱۳ عیش و عشرت سب ہی یہ دم نہیں تو کچھ نہیں
- ۱۸۸ ۱۲ کچھ ایسی کم تو بارش ابر کرم نہیں
- ۱۸۹ ۱۳ جو کرنا ہیں جفا میں وہ کئے جائیں
- ۱۸۹ ۱۴ یہ کیوں ہم مغفّت اپنی جان سے جائیں
- ۱۹۰ ۱۵ نہ رہنے پائے بلبل جی کی جی میں
- ۱۹۱ ۱۵ جو بے حجاب کہیں سینہ تانے جاتے ہیں
- ۱۹۲ ۱۶ اپنے خرام ناز پر اترائے جاتے ہیں
- ۱۹۳ ۱۸ رہ گئے تیر نظر ہو کے تراز و دل میں
- ۱۹۴ ۱۰ گنہ بھی کئے ہیں تو پنہاں کئے ہیں
- ۱۹۴ ۱۵ اثر اتنا ہے بلبل کی زباں میں
- ۱۹۵ ۱۰ کھٹکتے ہیں نگاہِ باغباں میں

- ۱۶۸ ۱۱ جوتھے ہاتھ ہندی لگانے کے قابل
- ۱۶۹ ۱۲ ہوئے ہیں وہ ہندی لگانے کے قابل
- ۱۶۹ ۱۵ شگفتہ پھول حسینوں کے ہار کے قابل
- ۱۷۰ ۱۷ پھول شبنم سے بنے مے کے پیالے ملبل
- ۱۷۲ ۱۰ اُن کے کوچ میں اگر جاتے ہیں ہم
- ۱۷۲ ۱۱ کہنے بھی کچھ نہ پائے تھے آہ رسا سے ہم
- ۱۷۳ ۱۱ دیکھئے جاتے ہیں کب تک گور کے دامن میں ہم
- ۱۷۴ ۲۳ مل جائے تو شراب کے دریا بہائیں ہم
- ۱۷۵ ۱۲ پایا جو غنچے تو کھو گئے ہم
- ۱۷۶ ۹ حشر میں بے غلہ و کوثر رکنے والے لوگ ہیں
- ۱۷۶ ۱۳ جو دیکھی بات نہ کی اپنے مرشد کے پیالے میں
- ۱۷۷ ۱۵ وہی دل پھول بن کر جو رہا ہے گلغزاروں میں
- ۱۷۸ ۱۵ ہمارے داغ یوں چمکے نہ تھے بچھلی بہاروں میں
- ۱۷۹ ۱۹ عبث اُمید محشر یہ ہمارے دن گزرتے ہیں
- ۱۸۰ ۱۸ نشہ سا ہے شراب کا ہر چند پی نہیں
- ۱۸۱ ۱۷ یہ بلا میرے سر چڑھی ہی نہیں
- ۱۸۲ ۱۲ جو اُن سے کہو وہ یقین جانتے ہیں

- ۲۱۰ ۲۵ تہارے تیرِ نظر کو قرار بھی تو نہیں
- ۲۱۱ ۸ چھینے دیتی ہوئی رندوں کو گھٹائیں آئیں
- ۲۱۲ ۱۱ شب وصل اپنے نگہباں ہوئے ہیں
- ۲۱۲ ۹ اے ہجر یار جان بچے یہ یقیں کہاں
- ۲۱۳ ۱۴ تربت پر آئے ہیں قدمِ مجہیں کہاں
- ۲۱۴ ۸ ہم کسی کو جو پیار کرتے ہیں
- ۲۱۴ ۱۴ شوخی سی تو شوخی بھی نہیں رنگِ حنا میں
- ۲۱۵ ۱۱ جام ہے دستِ یاریں یاد ہے لالہ زار میں
- ۲۱۵ ۱۲ ہے پئے شیخِ دبر مہن ایک سی بو پھول میں
- ۲۱۶ ۱۱ دل جلوں سے دل لگی اچھی نہیں
- ۲۱۶ ۱۸ دمِ آخر کسی کا شکوہ بیداد کرتے ہیں
- ۲۱۸ ۱۰ سیوں کیا ہے نگاہِ یاسِ رشتہ چشمِ سوزن میں
- ۲۱۸ ۶ سر پر زمینِ حشر اٹھائیں گے ڈرنہیں
- ۲۱۹ ۱۰ کیا قیامت ہے کھد پر مری وہ آتے ہیں
- ۲۱۹ ۱۴ اک تارِ پیر مہن تھا میں زارِ پیر مہن میں
- ۲۲۰ ۱۲ بن بن کے وہ آئینہ ذرا دیکھ رہے ہیں
- ۲۲۱ ۱۳ ہم غریبوں پر جفا اچھی نہیں
- ۲۲۱ ۱۵ شرِ بطور ہے جو مونج ہے چمانے میں
- ۲۲۲ ۱۳ تو بے شکنی کے لئے زاہد و متقی جنگِ چمن میں

- ۱۹۶ وہ دل کو مل کے جگر کو مس کے جاتے ہیں . . . ۱۰
- ۱۹۶ وہ آج ہم سے نئی چال چل کے جاتے ہیں . . . ۹
- ۱۹۷ اسی عروس کا جلوہ ہے چشمِ بلبل میں . . . ۵
- ۱۹۷ یہ مئے تلخ تری منہ سے لگی ہے کہ نہیں . . . ۱۰
- ۱۹۸ پانی میں آگ مرے نالے لگا دیتے ہیں . . . ۲۱
- ۱۹۹ ہم کو پروا نہیں وہ ہم کو بلاتے بھی نہیں . . . ۲۲
- ۲۰۰ بہار نام کی ہے کام کی بہار نہیں . . . ۱۱
- ۲۰۱ گریباں چاک کچھ ٹکڑے لئے دامن کے بیٹھے ہیں . . . ۱۷
- ۲۰۲ پھوٹ سے پھوٹ پڑی رات کو میخواروں میں . . . ۹
- ۲۰۲ زہری پیشِ دلِ حسن کی سرکاروں میں . . . ۸
- ۲۰۳ وہ ہوں مٹھمی میں اُن کی دل ہو ہم ہوں . . . ۱۴
- ۲۰۴ خیالِ شبِ غم سے گھبرا رہے ہیں . . . ۱۵
- ۲۰۴ شیخ صاحب کیا چرا کر لے چلے رومال میں . . . ۱۱
- ۲۰۵ رنگِ دل کا داغ کب لاتا نہیں . . . ۹
- ۲۰۶ ان آنکھوں میں ہیں رنگِ محفل ہزاروں . . . ۱۹
- ۲۰۷ سیر کو جلوہ گاہِ طور کہاں . . . ۲۰
- ۲۰۸ ہمارے ساتھ جو اپنے پر اے جاتے ہیں . . . ۱۶
- ۲۰۹ داوِ حشر سے کیا شکوہ بیدار کریں . . . ۷
- ۲۰۹ بت اپنے آپ کو کیا جانے کیا سمجھتے ہیں . . . ۱۴

و

- ۲۴۱ وہ نازیں ہو تم کہ ذرا بھی اثر نہ ہو ۱۹
- ۲۴۲ خاکِ میخانہ ملی بہرِ تہیم مجکو ۲۱
- ۲۴۳ یہ بھی مناسب کوئی مل کے کیا کم مجکو ۲۰
- ۲۴۴ مے میں ڈوبنا مہ اعمال کا ہر حرف ہو ۹
- ۲۴۵ رکھاتے دامن میں ہے کیسے گل ترکو ۱۴
- ۲۴۵ لئے آغوش میں محرم ہے اُن کے اُٹھتے جو بن کو ۱۱
- ۲۴۶ کہیں تو پاؤں دھرنے کا ٹھکانا جوشِ وحشت ہو ۱۵
- ۲۴۷ جرم پھر کیوں قابلِ تعزیر ہو ۱۵
- ۲۴۸ منہ پر مے بھی روزِ قیامت نقاب ہو ۱۳
- ۲۴۸ ہائے رے دیوانگی کو سا کیا تاثیر کو ۱۱
- ۲۴۹ وعدہ تھا جس کا حشر نہیں وہ بات بھی تو ہو ۱۱
- ۲۵۰ ڈر ہے کہ تم نے خون کسی کا کیا نہ ہو ۱۵
- ۲۵۱ سو بولیں چڑھاؤں تو نشہ ذرا نہ ہو ۱۶
- ۲۵۱ شکر بیدا تو ہو شکوہ بیدا و نہ ہو ۲۵
- ۲۵۳ نظر کے سامنے ممکن ہے لالہ زار نہ ہو ۲۴
- ۲۵۴ جواں کر دے الہی صحبت پیرِ میناں مجکو ۱۹
- ۲۵۵ مکانِ یار کے دھوکے نہ دے لے لاسکاں مجکو ۱۷
- ۲۵۶ لے جنوں ہاتھ وہ اترا ہوا ہمارے تو ۱۳

- ۲۲۳ یہ سیدھے جواب زلفوں والے ہوئے ہیں . . . ۲۲
- ۲۲۴ بہر لیلے دیدہ مجنوں نہیں محل نہیں ۱۴
- ۲۲۵ جس میں پروانہ بختی خود یہ شمع وہ محفل نہیں ۱۵
- ۲۲۶ ہوا اثر جو کچھ خدا کے نام میں ۱۸
- ۲۲۷ یہی بن جاتی ہے ظالم غلط انداز کہیں ۱۳
- ۲۲۸ جمع سود شنے کریں وہ جمع سو پیکاں کریں ۲۰
- ۲۲۹ کون دل ہے مرے اللہ جو ناشاد نہیں ۱۸
- ۲۳۰ اُن سے کہنے کی کوئی راہ نکالوں تو کہوں ۱۷
- ۲۳۱ حنا ہاتھوں میں ہونٹھوں پر قسم گدگی دل میں ۲۰
- ۲۳۲ عرش سے دل میں جو اترتے ہیں ۱۷
- ۲۳۳ یہ کہاں سے ہم گئے ہیں کہاں کہیں کیا تری گنگنازیں ۹
- ۲۳۳ وعدے کی شب ہے وقت ہے ہاں کیسے یا نہیں . . . ۱۳
- ۲۳۴ چین مرکرتہ زمیں بھی نہیں ۱۴
- ۲۳۵ کہا جو میں نے چھپی ہے کسی کی ہاں میں نہیں . . . ۱۷
- ۲۳۵ آج اس کی وفا کو روتے ہیں ۲۲
- ۲۳۷ بتانِ حشر تازہ رنگ بھردیں داغِ عصیاں میں . . . ۱۹
- ۲۳۸ محکود کیمعا تو ہنس کے کہتے ہیں ۷
- ۲۳۸ کیا جانے کیا ہے میری گلابی میں مے نہیں ۸
- ۲۳۹ اب مزا ہے تو خشک جینے میں ۲۲

- ۲۹۶ ۱۲ یو سے لے کر دعا کرے کوئی
- ۲۹۰ ۱۵ بھی اٹھے حشوشیں پھر جی سے گزرنے والے
- ۲۹۱ ۱۶ ہم سے کہتے ہیں کہ میں اور بھی مرنے والے
- ۲۹۲ ۱۴ خاک کے رنگ کا بار اس قدر ہے
- ۲۹۳ ۱۱ موت کے آنسو کچھ اپنے دیدہ پر غم میں تھے
- ۲۹۳ ۹ بیڑے میں وہ زہر نہیں گھول رہے تھے
- ۲۹۴ ۱۴ وہ گل ہیں نہ ان کی وہ ہنسی ہے
- ۲۹۴ ۹ نفس سے چھوٹ کر ہم نے اڑائی کچھ جو بے پر کی
- ۲۹۵ ۶ میخانے پر نگاہ جو پیر میخان کی ہے
- ۲۹۵ ۱۴ تو رہ لب پر وعظ سے بے اختیار آنے کو تھی
- ۲۹۶ ۱۰ احباب کے ہاتھوں سے لحد میں اتر آئے
- ۲۹۶ ۸ دیکھے جو مری آنکھ کوئی آنکھ بھر آئے
- ۲۹۶ ۱۶ ہو کر بیتاب جب نظر کی
- ۲۹۸ ۱۳ دل کسی طرح چین پا جائے
- ۲۹۹ ۱۵ نشیمن سے جو بکلیاں بن کے بھٹکے
- ۳۰۰ ۸ لے اُٹے گیسو پریشانی مری
- ۳۰۰ ۹ غریب ہم غریبوں کی بھی خوشی ہو جائے
- ۳۰۱ ۱۵ چھلکا میں بھر کے لاؤ گلابی شراب کی
- ۳۰۲ ۱۹ آتی تھی پہلے دل سے کبھی بو کباب کی

- ۲۵۷ شمع کے ساتھ عجب لطف ہے پروانے کو ۱۷
- ۲۵۸ جھوٹی قبلے سے آئی تھی ستم ڈھانے کو ۱۲
- ۲۵۹ یاسن زار نہ ہو لطفِ عین زار نہ ہو ۱۹
- ۲۶۰ کفن سر کا کے چُنِ نوجوانی دیکھتے جاؤ ۱۳
- ۲۶۰ انگاروں پر لٹائیں دلِ داغدار کو ۱۸
- ۲۶۲ آگے آیا چاندی صورت لئے ہر آئینہ ۱۴
- ۲۶۳ ہو نہیں سکتا ہمارے دل سے بہتر آئینہ ۱۳
- ۲۶۳ کام کی آہ وہی ہے جو ہوتا تیر کے ساتھ ۱۴
- ۲۶۴ میں نے لیا جو حشر میں دامن بڑھا کے ہاتھ ۱۱
- ۲۶۵ اے غدیب ٹوٹ نہ جائے صبا کے ہاتھ ۱۱
- ۲۶۵ سلامت میکدہ یارب سلامت پیہرِ میخانہ ۱۱
- ۲۶۶ بنی آتے ہی اس کے موجِ بادہ تیرِ میخانہ ۱۱
- ۲۶۷ ٹکڑے مری زباں کے چلے ہیں فناں کے ساتھ ۱۱
- ۲۶۷ گھونگٹ میں غنچے کے نہ رہی یہ حیا کے ساتھ ۷
- ۲۶۸ اس جن کا شید اہوں اس جن کا دیوانہ ۱۳
- ۲۶۸ مجھ کو لینا ہے ترے رنگِ جنا کا بوسہ ۵
- ۲۶۹ درد ہو تو دوا کرے کوئی ۱۱

- ۲۹۶ ۹ . . . آکے وہ ناز سے ٹھکرائیں بھی تربت میری
- ۲۹۶ ۱۰ . . . چھوڑتی ہی نہیں مجکو شبِ فرقت میری
- ۲۹۷ ۱۶ . . . دن پھرے اچھے یہ مجھ ناکام کے
- ۲۹۸ ۱۱ . . . کاتبِ اعمال نکلے کام کے
- ۲۹۸ ۵ . . . چشمِ دول ہیں مقامِ غلوت کے
- ۲۹۹ ۲۶ . . . اٹھے فتنے نکاحِ شنگیس سے
- ۳۰۰ ۲۲ . . . ہم بھی تو او موت کے مارے ہوئے
- ۳۰۱ ۱۹ . . . اذراں کا کام چل جائے جو ناقوسِ برہمن سے
- ۳۰۲ ۱۱ . . . ڈھونڈ کر دلِ ترے کو پے سے پریشان گئے
- ۳۰۳ ۹ . . . اس جنوں کے چلتے کیوں کر حیرن سے گھر بیٹھتے
- ۳۰۴ ۱۱ . . . اب نیند بھی ہم کو نہیں آتی نہیں آتی
- ۳۰۴ ۱۷ . . . مجھ تک آتے اُنھیں اسے موت حیا آتی ہے
- ۳۰۵ ۱۵ . . . تری حسرت نہ جیتے جی کبھی اس دل سے نکلے گی
- ۳۰۶ ۹ . . . ملا ہو غن جس سے کچھ وہی تو کام آتا ہے
- ۳۰۶ ۹ . . . مرے دل کے ارمان مر کر نہ نکلے
- ۳۰۷ ۱۱ . . . مزاحمتی زندگی جی جی جی
- ۳۰۸ ۱۵ . . . بجلی نظر سے گر گئی اس دل کے سامنے
- ۳۰۸ ۱۴ . . . ناپاؤ دار زندگی مستعار ہے
- ۳۰۹ ۱۳ . . . وہاں میکشی ہے پرستی رہی

- ۲۸۳ ۲۱ یہ سربہر تو ملیں ہیں جو شراب کی
- ۲۸۴ ۱۸ لے کے دل پوچھتے ہو پیار سے حال اچھا ہے ..
- ۲۸۵ ۱۱ چاند سی شکل کا دن رات خیال اچھا ہے ..
- ۲۸۵ ۱۷ میرے پہلو میں ہمیشہ رہی صورت اچھی
- ۲۸۶ ۱۲ ضرور پاؤں میں اپنے حنا وہ مل کے چلے
- ۲۸۷ ۱۲ نہ اس آئی ہم کو جو انی ہماری
- ۲۸۸ ۱۳ چلے آتے ہیں خوش خوش کس کے گھر سے
- ۲۸۸ ۹ نہ بھننا چراغ محفل کے
- ۲۸۹ ۱۱ یوں کو فی بھی نکالے نہ ارمان پیار کے
- ۲۹۰ ۸ کیوں بال کھلے ہیں تجھے کچھ غم تو نہیں ہے
- ۲۹۰ ۱۰ ہمارے دل میں ہے جو داغ ایسا کم نکلتا ہے
- ۲۹۱ ۹ غم مجھے دیتے ہو دشمن کی خوشی کے واسطے
- ۲۹۱ ۹ وقت نازک موت کا ہے ہر کسی کے واسطے
- ۲۹۲ ۵ یہ گوارہ کہ مراد دستِ تنہا باندھے
- ۲۹۲ ۱۴ دشمن کی طرف ہو کے بھکنے نہیں دیتے
- ۲۹۳ ۱۲ صیاد کو جو مجھ پر یارب ترس نہ آئے
- ۲۹۴ ۱۹ رنگ کیا کیا شام کو لائینگے آنے کے لئے
- ۲۹۵ ۱۱ میری ان کی گرہ دل کبھی ایسی تو نہ تھی
- ۲۹۵ ۱۱ صبحِ محشر بھی گوارا نہیں فرقتِ میری

- ۳۲۶ ۱۶ حینوں کا عالم نیا ہو رہا ہے
- ۳۲۷ ۱۴ رنج اس شوخ سے دل میں کوئی کیا رہنے دے
- ۳۲۸ ۱۱ پہلے کچھ آشیاں سے اٹھتا ہے
- ۳۲۹ ۱۶ دل دھوٹتی ہے نگہ کسی کی
- ۳۲۹ ۱۲ یاد گیسویں کچھ ابھن جو سو اور ہوئی
- ۳۳۰ ۹ چڑھی تھی ہم کو بھی نشت میں چور ہم آئے
- ۳۳۱ ۱۷ ہمارے دل میں کوئی آرزو نہیں باقی
- ۳۳۲ ۱۱ کھینچ گئی تیز جہاں پھیر بٹا ہوتی ہے
- ۳۳۲ ۹ زکھنتی سوگ کی حالت کبھی گیسوے برہم سے
- ۳۳۳ ۹ وہ رات مزے کی ہے جو ہو بات مزے کی
- ۳۳۳ ۱۱ برسات کی رت لطف کی ہے رات مزے کی
- ۳۳۴ ۸ ملتا ہے اس میں بوسہ لب کا مزاجھے
- ۳۳۴ ۱۵ انہیں کے کام الہی مرا ہو آئے
- ۳۳۵ ۱۴ لگانے باغ کہاں داغ آرزو آئے
- ۳۳۶ ۱۳ بڑھاپے میں بھی تو ظالم جواں ہے
- ۳۳۷ ۱۶ تیز ہے پینے میں ہو جائیگی آسانی مجھے
- ۳۳۸ ۲۴ قیامت کی غلش کیوں ہر گھڑی ہے
- ۳۳۹ ۲۳ پر اب اندھے صفِ مژگاں کھڑی ہے
- ۳۴۰ ۲۵ مری آو رسا نیچل بڑی ہے

- ۳۱۰ ۱۴ غیر سے بدگمان ہو جاتے
- ۳۱۱ ۱۲ فتنے کا گزر اس بھری نخل میں نہیں ہے
- ۳۱۱ ۱۴ شبِ غم کی سحر نہیں ہوتی
- ۳۱۲ ۲۳ یہ کوئی بات ہے سنتا: باغباں میری
- ۳۱۴ ۱۵ کو چڑیا میں جائیں گے یہ ہم سے پہلے
- ۳۱۴ ۱۳ ہو عیاں جب سوزِ دل آواز سے
- ۳۱۵ ۱۶ قیامت ہے کس کی اٹھائی ہوئی
- ۳۱۶ ۱۰ گلوں کے پردے میں شکلیں میں مرجینوں کی
- ۳۱۶ ۲۶ ہجر کی شب کس قدر تیرہ مرے اللہ ہے
- ۳۱۸ ۲۱ پردہ کس امر کا ہے اب اس بد نصیب سے
- ۳۱۹ ۱۱ اقدارِ دل وہ دے غلش افزا کہیں جسے
- ۳۲۰ ۱۶ بھٹکا ہوا خیالِ عقبی کہیں جسے
- ۳۲۱ ۸ میں اٹھا رکھوں کچھ ان کے لئے
- ۳۲۱ ۹ کیوں جوانی آئی دو دن کے لئے
- ۳۲۲ ۲۴ دل میں جھج جائے وہ کاٹنا چاہئے
- ۳۲۳ ۱۴ جو اپنے گھر سے آیا ہے تو یہ رنگِ حیا کیوں ہے
- ۳۲۴ ۱۴ کس کی نگاہِ رنگی کس کی نگاہ سے
- ۳۲۵ ۱۱ ہاتھوں کا آج کام لیا ہے نگاہ سے
- ۳۲۵ ۱۳ ہاتھ ٹٹیں جو انھیں ہاتھ لگائے کوئی

- ۳۵۸ ۹ خرام ناز سے پامال تربت ہونے والی ہے
- ۳۵۸ ۹ راستہ بند ہے گزرے زاد و سر سے کوئی
- ۳۵۹ ۱۱ آ رہا ہے مرے گھر غیر کے گھر سے کوئی
- ۳۶۰ ۹ کسی سے وصل میں سنتے ہی جاں سوکھ گئی
- ۳۶۰ ۱۰ مطلب کی بات شکل سے پہچان جائے
- ۳۶۱ ۱۲ اُگتے تھے جن میں نخل اُمید وصال کے
- ۳۶۱ ۱۳ آئے ہیں کس ادا سے دو پہ نہ نبھال کے
- ۳۶۲ ۱۹ اتنا نہیں تیری جو کڑی آنکھ سنبھالے
- ۳۶۳ ۹ کوٹھے کے رہنے والوں کی تجھ پر نگاہ ہے
- ۳۶۴ ۹ واعظیہ بعد تو بد جو ہے پر نگاہ ہے
- ۳۶۴ ۱۰ اور مینجائے نشیں چور بنائے نہ گئے
- ۳۶۵ ۱۱ جو اُٹھ رہی ہے روزِ قیامت کے واسطے
- ۳۶۵ ۳۶ صلائے عام سے وسعت بڑھی زباں کے لئے
- ۳۶۷ ۱۸ تری گلی سے اُٹھے فتنے اک جہاں کے لئے
- ۳۶۸ ۱۷ کوئی جانے یہی ہیں ایک جلو ادیکھنے والے
- ۳۶۹ ۱۴ اور کچھ ہے دل کا آنا دل میں آنا اور ہے
- ۳۷۰ ۱۱ میرے لب پر کبھی تو بن کے دعا بھی آئی
- ۳۷۱ ۱۳ اپنے سر میرے گنہ کا بار رہنے دیجئے
- ۳۷۲ ۱۶ ناتواں پڑا لے کیوں بار رہنے دیجئے

- ۳۴۲ ۲۵ خنایہ کہتی ہے لو بے زبان پاکے مجھے
- ۳۴۳ ۱۹ زلفِ سیاہ کھولے وہ دشمن کے گھر گئے
- ۳۴۴ ۱۱ بخش دیتے ہیں اگر مجھے خطا ہوتی ہے
- ۳۴۵ ۱۷ چمن میں ہیں میرے بیاں کیسے کیسے
- ۳۴۶ ۱۰ نظر کی چوٹ کب دل کی نزاکت پہننے والی ہے
- ۳۴۶ ۹ عکسِ پروں آکھ ڈالی جائیگی
- ۳۴۷ ۱۲ دل کی حسرت کیا نکالی جائے گی
- ۳۴۷ ۱۲ یاد پیری میں ادھر آئی ادھر بھول گئے
- ۳۴۸ ۱۷ ضعفِ پیری جو بڑھا موت کے پیغام چلے
- ۳۴۹ ۱۰ یہ ابر آنے کو آئے آسماں سے
- ۳۵۰ ۱۱ عمر بھر ساتھ فرشتوں کے نباہی کیسی
- ۳۵۰ ۹ ہمارے شب کے ستارے کا کچھ اثر بھی ہے
- ۳۵۱ ۱۲ جو بن اُن کا اٹھان پر کچھ ہے
- ۳۵۲ ۳۳ بنسے جو محفل ماتم میں تم بری ہوگی
- ۳۵۳ ۱۲ وعدہ کبھی سچا کوئی کرتا ہی نہیں ہے
- ۳۵۴ ۱۳ بھولی بھولی شکل دیکھی کس کی گھبرائی ہوئی
- ۳۵۵ ۱۹ کیا ہوئی میری جوانی جوش پر آئی ہوئی
- ۳۵۶ ۱۶ وہ سمجھتے ہیں کہ ہے میرے ستم کے واسطے
- ۳۵۷ ۱۹ ہوگی وہ دل میں جو ٹھانی جائے گی

- ۳۸۷ مہندی مل کر مرے گھر آئے ہیں بن آئی ہے . . ۹
- ۳۸۷ عدم اب ہے نہ ہستی ہے عجب ہنگامہ برپا ہے . . ۱۱
- ۳۸۸ ارے دل طور کا جلتا تو عالم آشکارا ہے ۱۲
- ۳۸۸ تری دیوار کے سائے سے بھی وہ دور رہتا ہے . . ۱۰
- ۳۸۹ لباس نور میں فانوس شمع طور رہتا ہے ۱۳
- ۳۹۰ ہے پر سیاہ کوئی شیشہ در ٹوٹ نہ جائے . . . ۱۳
- ۳۹۰ کیوں ہٹھائیں ہم یہ پتھر راہ سے ۱۸
- ۳۹۱ جانے والے نہ ہم اُس کو چے میں آنے والے . . . ۱۱
- ۳۹۲ گر گئے آنکھ سے کیوں طور کے آنے والے . . . ۱۱
- ۳۹۳ نہیں دبتے فقیر شاہوں سے ۱۱
- ۳۹۳ پیوستہ لب ملے ہوئے رخسار دیکھئے ۸
- ۳۹۴ ہوتا نہیں گلے سے جدا ہار دیکھئے ۸
- ۳۹۴ محشر میں دھرا جائے نہ قاتل کہیں تو بھی . . . ۸
- ۳۹۵ یہ کیا دختِ رن تک رسائی ہوئی ہے ۹
- ۳۹۵ بھلائی بھی اس کی بُرائی ہوئی ہے ۱۰
- ۳۹۶ جان نکلے گی مری جان بڑی مشکل سے ۱۷
- ۳۹۷ لائی ہے یہ اڑا کے شکن زلفِ یار کی ۱۳
- ۳۹۸ فرمائشیں شباب میں ہیں حسنِ یار کی ۱۱
- ۳۹۹ داغ سوزاں سے مرے چند شراب نکلے ۱۷

- ۳۷۲ ۱۵ آغاز جوانی کی ادا اور ہی کچھ ہے
- ۳۷۳ ۱۵ لے پر خ صینوں کی جفا اور ہی کچھ ہے
- ۳۷۴ ۸ دل سے چھٹیں میں نگاؤ ناز کی
- ۳۷۵ ۱۹ نیند میں پوچھتے ہیں وہ تری حسرت کیا ہے
- ۳۷۶ ۱۹ ساتھ سایہ کی طرح وحشت میں عریانی ہوئی
- ۳۷۷ ۱۴ پہنچ جانے کسی کے بام تک یا رب فغاں میری
- ۳۷۸ ۱۳ جوانی میں ارغوانی سے اچھی
- ۳۷۸ ۱۰ لیٹی ہوئی تربت سے نہ حسرت ہو کسی کی
- ۳۷۹ ۸ دلربا یا نہ ہر انداز میں کس کا ہے
- ۳۷۹ ۹ بات دل کی زبان پر آئی
- ۳۸۰ ۱۵ آرزو بھی تو کر نہیں آتی
- ۳۸۱ ۱۰ ضد ہماری دعا سے ہوتی ہے
- ۳۸۱ ۱۸ جب کہا ہم با وفا کیسے ملے
- ۳۸۲ ۱۳ دیکھوں تو نہیں آتی ہے اب یا کسی کی
- ۳۸۳ ۱۲ کام کچھ چلتا نہیں تدبیر سے
- ۳۸۴ ۱۳ یہ رنگ لائے تو سب کہہ اٹھیں گے ہاں کچھ ہے
- ۳۸۴ ۱۳ جب رہے صیاد کے بس میں رہے
- ۳۸۵ ۱۴ ہمارے دل میں جی آپ کی نگاہ رہے
- ۳۸۶ ۱۰ ہمارے دل سے بھی پوشیدہ رسم و راہ رہے

- ۴۱۱ نہ کام آئے جو دامن کے اشک خوں وہ کیا ہے ... ۶
- ۴۱۲ پھیڑتے ہی میری سر زلف رسا ہو جائیگی ... ۱۱
- ۴۱۳ کچھ سے کچھ ہاتھوں میں جا کر یہ خنا ہو جائے گی ... ۱۵
- ۴۱۳ جس دن سے حرام ہو گئی ہے ... ۱۶
- ۴۱۴ مے رہے مینا رہے گردش میں پیما نہ رہے ... ۱۲
- ۴۱۵ دم آخر نقاب رخ نہ زلف عنبریں ہوتی ... ۲۰
- ۴۱۶ کچھ شب وعدہ عدو سے وجہ بھی انکار کی ... ۲۷
- ۴۱۷ یہ شام شب وصل بھی کیا شام ہے کوئی ... ۱۱
- ۴۱۸ گل مرقع ہیں ترے چاک گریبانوں کے ... ۱۳
- ۴۱۹ داہ کیا نامہ اعمال ہیں دیوانوں کے ۱۶
- ۴۱۹ یہ ضعیفی دیر ہوئی شیخ کو وضو کرتے ... ۱۲
- ۴۲۰ بہت ہی پروے میں اظہارِ آرزو کرتے ... ۱۱
- ۴۲۱ تربت ہماری دیدہ حسرت چمن میں تھی ... ۲۷
- ۴۲۲ لذت ہزار طرح کی سیب ذوق میں تھی ... ۱۵
- ۴۲۳ نشے میں ذرا لطفِ شباب آتا ہے ... ۱۲
- ۴۲۴ کیا چھلکتا کوئی جامِ شراب آتا ہے ... ۱۲
- ۴۲۴ زمینِ میکہ عرشِ بریں معلوم ہوتی ہے ... ۱۳
- ۴۲۵ یہ محشر ہے یہاں اب ہوش میں دیوانہ آتا ہے ... ۱۱
- ۴۲۶ فروغِ مے ہے یا عرشِ بریں سے نور آتا ہے ... ۲۵

- ۳۹۹ ۱۶ بے کیف سے کو بادۂ احمر بنائیں گے
- ۴۰۰ ۱۴ تربت ہمارے متصل در بنائیں گے
- ۴۰۱ ۱۲ زلفِ دراز اپنی وہ کیونکر بنائیں گے
- ۴۰۱ ۸ ہماری بات خدا جلوه گاہ میں رکھے
- ۴۰۲ ۸ ضد سے نہیں ملتی کہ حیا سے نہیں ملتی
- ۴۰۲ ۱۲ یہ دیدہ و دل اور تو کیا کام کریں گے
- ۴۰۳ ۱۰ کچھ آگے قتل گاہ میں ہم سے اجل گئی
- ۴۰۴ ۹ بنتِ عنب کی جان میں صورت بدل گئی
- ۴۰۴ ۱۰ چلنا مبارک آپ کو ہو سینہ تان کے
- ۴۰۵ ۱۵ ہم بدلنے کے نہیں جامِ مئے انگور سے
- ۴۰۵ ۹ نہیں بنتا ہے اگر عاشقِ صہباز بنے
- ۴۰۶ ۱۱ اب وہ کس منہ سے کہیں جائے بس دیکھ چکے
- ۴۰۷ ۱۱ نکلے ہم بھی اظہارِ غم کرتے کرتے
- ۴۰۷ ۱۱ طرفِ درت سے کوچ میں جو ہم اور بڑھے
- ۴۰۸ ۷ آنکھوں سے لگا آئے لحد اگر ہے ہو آئے
- ۴۰۸ ۱۲ جو ہم آئے تو بوتل کیوں الگ پیرِ مغاں رکھ دی
- ۴۰۹ ۱۰ آنکھ کے تل میں رہے یا قیس کے دل میں رہے
- ۴۱۰ ۱۳ اہتمامِ اتنا مرے ساتھی کی محفل میں رہے
- ۴۱۰ ۱۷ روشن کئے چراغِ لحد لالہ زار نے

- ۴۴۴ بوسے کے بدلے گالی بھی دے تو کبھی کبھی . . . ۱۳
- ۴۴۴ چمن میں بوسے گل رہتے کسی پر کیوں گراں ہوتے . . ۹
- ۴۴۵ ہاں گنہ جان کے یہ کام روا رکھا ہے . . . ۲۶
- ۴۴۶ آب زیادہ کس میں ہے باہم چشک ہوتی ہے . . . ۱۴
- ۴۴۷ سن کے اس کو خواہش دیدار کچھ یونہی ہی ہے . . . ۱۶
- ۴۴۸ ابھی پٹی لی خراب پٹی لی ۱۹
- ۴۴۹ یمن کے بنم و اعظا ہے کچھ دل میں لگی . . . ۱۳
- ۴۵۰ اب ہشب وصال ہے نہ روز وصال ہے . . . ۲۱
- ۴۵۱ میخانے میں کیا صبح نہیں شام نہیں ہے . . . ۲۰
- ۴۵۲ پردہ تو ہے پردے سے جلوہ نظر آتا ہے . . . ۱۲
- ۴۵۳ جب گنبد خضر اکا سایہ نظر آتا ہے . . . ۹
- ۴۵۴ تیسرے فاتحے ہمیں دانہ انگور ملے ۲۳
- ۴۵۵ نالہ نغمہ بنے فریاد نہ فریاد رہے ۱۵
- ۴۵۵ نہ انشاں نہ لب پر سی جو جھتی ہے ۱۶
- ۴۵۶ کسے بتائے کوئی خون آرزو کیا ہے ۱۶
- ۴۵۷ حضرت محسن علی اپنی نشانی دے چلے ۱۲
- ۴۵۸ کوئی شباب یہ ہے دیکھنے کی تاب نہ آئے ۱۸
- ۴۵۹ بڑھی ہے بھر میں اس طرح تیرگی گھر کی ۱۹
- ۴۶۰ تری لگی میں نشان مزار باقی ہے ۱۶
- ۴۶۱ اسی پر فدا یا پڑے میری ہائے ۷

- ۴۲۷ حشر کی اتنی حقیقت ہوگی ۱۲
- ۴۲۸ عشق میں دل لگی سی رہتی ہے ۱۵
- ۴۲۹ ترے آگے مہِ نو بن گیا ہے ماؤ کا دل سے ۱۵
- ۴۳۰ کبھی آسماں سے کبھی لامکان سے ۱۳
- ۴۳۰ یہ کیا اثر ہے جو اپنے بھی اب پر اے ہوئے ۱۵
- ۴۳۱ دیکھ کر چاند کوئی چاند سی صورت دیکھی ۲۱
- ۴۳۲ مرے ساتھ محشر کا جھگڑا نہیں ہے ۱۵
- ۴۳۳ دل پر داغ دیا بزم میں کس دل سے مجھے ۱۵
- ۴۳۴ خانقہ ہے میں ہوں مینا ہے سہو ہے جام ہے ۲۲
- ۴۳۵ دشمن ہزار بزمِ مسرت سے دور ہے ۱۵
- ۴۳۶ بتوں کو شب میں بڑی فکر اس صدا کی ہے ۱۲
- ۴۳۷ نہ شبستاں ہے نہ اب شمع شبستاں کوئی ۲۲
- ۴۳۸ کیا کہا دل میں بنا آ کے خود ارماں کوئی ۱۶
- ۴۳۹ تا عمر مزے دورے و جام کے اٹھے ۱۲
- ۴۴۰ کہاں سے میکدے میں آئے کیوں آئے کہاں آئے ۱۳
- ۴۴۰ طویرِ سینا مرے افسانہ میں بنا ہو جائے ۱۱
- ۴۴۱ نام کے نقش سے روشن یہ نگینہ ہو جائے ۱۰
- ۴۴۱ غروبِ حشر کا اب آفتاب ہوتا ہے ۲۳
- ۴۴۳ میرے ساتی ترے تبسم سے ۱۶

- ۴۷۷ جو پتھر بادل اس میں گھر کرنے والے ... ۱۲
- ۴۷۸ مئے کہن میں جہلمک سی ہے کچھ جوانی کی ... ۱۱
- ۴۷۹ سوداے علیؑ ہے مجھے سوداے علیؑ ہے ... ۱۱



- ۴۶۱ جو آفتِ جاں ہو وہ تمنا نہ کریں گے ۲۰
- ۴۶۲ اب دورِ نوکشید ہر اک انجن میں ہے ۱۹
- ۴۶۳ بن کے ہماں آج کوئی روزہ دار آئے کوہے ۱۷
- ۴۶۴ جماعت میں بھی پانچوں وقت شامل دیکھنے والے ۱۵
- ۴۶۵ لودل داغ دے اٹھے ایسا نہ کیجئے ۱۵
- ۴۶۶ ہے مرقدِ تیرہ میں سیاہی سی کفن کی ۱۷
- ۴۶۷ یہ ہوتا ترزاں ہونے کو تراپنی زباں کرتے ۲۲
- ۴۶۸ شعروں میں مئے نہکت گیسوئے علیؑ ہے ۱۵
- ۴۶۹ اللہ ناروے نبی روئے علیؑ ہے ۶
- ۴۷۰ یہ جھوٹ ہے جو کہوں میں کبھی خراب نہ پنی ۹
- ۴۷۰ جان نکلے وقت سے پہلے یہ حسرت دل میں ہے ۱۱
- ۴۷۱ کس کا ہے بام اور ہی کچھ اس کی شان ہے ۱۹
- ۴۷۲ قسمت میں ہماری اب پیٹا ہے نہ کھانا ہے ۱۸
- ۴۷۳ لبِ خاموش کی تصویر تو کچھ کہتی ہے ۱۰
- ۴۷۳ پہلو میں تو رہے ترے لب پر نہیں ہے ۹
- ۴۷۴ اے بامِ یار طور کی بھی تجھ میں شان ہے ۱۳
- ۴۷۵ او کو سنے والے اب دعا دے ۱۳
- ۴۷۵ جامِ حق میں مئے ہوش ربا دیتا ہے ۱۵
- ۴۷۶ زند قانع متواضع ہے خدا دیتا ہے ۱۳

- ۴۹۷ وہ بوچھوٹی۔ کھلا ہر میکدے کا در مبارک ہو۔ ۶۹۰
- ۵۰۱ کیا بیاں ہو رتبہ حاجی حمید اللہ خاں ۳۲
- ۵۰۳ حور کو فردوس سے لائے بہار رام پور ۲۳
- ۵۰۴ موج در موج وہ افواج وہ ترتیب جلوس ۲
- ۵۰۴ اللہ بڑھائے رتبہ و شان حضور ۲ (رباعی)
- ۵۰۴ ہاتھ آئینے کیا کیا دُر شہوار ریاض ۲ (رباعی)
- ۵۰۵ کیوں جہاں میں تیرگی پھیلی ہے آج ۹
- ۵۰۵ جناب رشک کالب پر ہمیشہ نام آئے ۲۰
- ۵۰۷ لے رشک! ہر اک غنی ہے محتاج ترا ۲ (رباعی)
- ۵۰۷ محتاج ترا ہوں کیسے زرویدے ۲ (۷)
- ۵۰۷ مینخانہ رام پور اللہ اللہ! ۲ (۷)
- ۵۰۷ میناں ہے رنگ امیر مینائی کا ۲ (۷)
- ۵۰۷ ساتی ہے میکدے کا رشک ذیجاہ ۲ (۷)
- ۵۰۷ دو در مینا بنے جو قص طائوس ۲ (۷)
- ۵۰۸ تو چاہے تو غم ہو شاہ دمانی مجھ کو ۲ (۷)
- ۵۰۸ ہو قابل رشک بادشاہی تیری ۲ (۷)
- ۵۰۸ ماہ میں مہر کی ہے تابانی ۵۰
- ۵۱۱ لے محمد امیر احمد خان ۵۱
- ۵۱۴ ہے نمایاں رفت و اقبال و عز و جاہ سے ۲۷

حصہ دوم مشعل

مصرع اول	تعداد اشعار	نمبر صفحہ
مالک مے بے نیاز ہے تو (ترانہ حمد)	۴۶	۴۸۳
محتاج ترا ہوں کیسے زرویدے	۲ (قطعہ)	۴۸۶
دھوم ہے دھوم کہ سلطان دکن آتے ہیں	۲۷ (۹ بند)	۴۸۶
عثمان علی خاں کو جو سوڈا لے علی ہے	۱۰	۴۸۸
مرے دیوان کو ہانتوں ہانتہ لیتے مجھ سے بھی بڑکمز	۷	۴۸۹
جو اس بہشت زار میں ہے وہ جو ان ہے	۶	۴۸۹
یہ آج ٹوٹ پڑا مجھ پر آسماں کیسا ؟	۶۷	۴۹۰
ہے قیامت و آغ کا مرزا ریاض	۱۴	۴۹۴
جلیل استاد کے تم جانشین ہو	۱۱	۴۹۵
خوب چھپا تازہ کلام جلیل	۱۸	۴۹۵

- ۵۳۳ نوٹ حکیم برہم مرحوم
- ۵۳۵ ۴۷ آج کیوں روشن ستارے قہقہے میں عرش کے
- ۵۳۸ ۱۲ کونسل آف اسٹیٹ کے ممبر مہاراجہ ہوئے
- ۵۳۹ ۸ مہاراجہ سر آرنہیل بہادر
- ۵۳۹ ۱۲ بلا مقابلہ کونسل کے ہو گئے ممبر
- ۵۴۰ ۱۵ امام ہر دوسرا کو سلام لیتا جا
- ۵۴۱ ۲۰ (رباعی) وہ دھوپ کہ سبز لب جو خشک ہوا
- ۵۴۲ ۶۶ دھوم ہے برہم بدایوں کی
- ۵۴۵ ۹ چھوٹے راجہ نے دیا داغ جوانی میں ریاض
- ۵۴۶ ۲۶ بھلایا تھا غمِ مرگ پر رماں کی محبت نے
- ۵۴۸ ۳۵ کھا گئی تم کو آہ کس کی نظر
- ۵۵۰ ۱۰۱ عاشق صادق نبی دلی
- ۵۵۶ ۲۱ سحر کا دیوان ہے باغِ طلسم
- ۵۵۷ ۲ طبع کا سحر کے دیوان نے پہنا ہے لباس
- ۵۵۷ ۱ بند اگر بندہ در پر در توبہ ہو جائے
- ۵۵۸ نوٹ
- ۵۵۸ ۳۷ بیل بنکو کس مصیبت میں پھنسنے ہم بے زباں
- ۵۶۰ ۱۴ چھوڑ کر کاشانہ تربت میں گئی افسوس آج
- ۵۶۱ ۱۳ خوش رعایا در سجا در حق بہ حق ارش رسید

- ۵۱۶ ۱۰۱ ابر رحمت جو بن گیا سہرا
- ۵۲۱ ۱۵ رخ آتے ہی بنا عرش کا تارا سہرا
- ۵۲۳ ۱۶ گھر سے اللہ کے لایا ہے مقدر سہرا
- ۵۲۴ ۲ آسماں پہلے بچھا بزم میں سایا بانگر
- ۵۲۴ ۲ کس کا سہرا مرے نوشاہ کا یہ سہرا ہے
- ۵۲۴ ۲ دیکھ کر چاند تری چاند سی صورت دیکھی
- ۵۲۴ ۲ لڑیاں سہرے کی ہیں کیا کچھ نظر طوبی میں
- ۵۲۴ ۲ کوئی دیکھے تو کئے کتنے سنگار آئی ہے
- ۵۲۴ ۲ سہرا بننے کو اسی شوخ کا اپنیل آئے
- ۵۲۵ ۲ عید با عشرت جاوید مبارک ہو حضور
- ۵۲۵ ۲ روز تو رنگ نئے لائی مبارک تقریب
- ۵۲۵ ۲ در پر سرکار کے ہے بستر اپنا
- ۵۲۵ ۲ پوچھیں مجھ کو یہ میری پرکش فرمائیں
- ۵۲۶ ۵۴ بننے کو شمع بزم نہیں بے شمار چاند
- ۵۲۹ ۱۳ ساحر کیواں شہم پر کیوں نہ کے کو رشک ہو
- ۵۳۰ ۱۴ یہ کیسی بزم ہے کیسی خوشی کیسی مسرت ہے
- ۵۳۱ ۲۳ آفتابِ فلک ہے پُر زرتاج
- ۵۳۲
- نوٹ
- ۵۳۲ ۸ ادب سے ہے سرکارِ ساحر نہیں عرض

- ۶۰۴ ۱۰ مبارک میکشوں کو رخصت ہوش
- ۶۰۴ ۸ نہ وہ محشر فروش شوخی ناز
- ۶۰۵ ۲۰ کیا سہل ہے جو نقاب اٹھے
- ۶۰۶ ۷ خموشی کا سبب ہم جانتے ہیں
- ۶۰۶ ۲۲ نیا دن ہے ارے ساقی نیا سال
- ۶۰۸ ۲۲ تشنہ لب ہوں پلا مجھے ساقی
- ۶۰۹ ۲۲ انگلش مندرات سے بڑھتا ہے اختلاط
- ۶۱۱ ۲۲ جان پدر نہ دیدہ از ما گریستن
- ۶۱۲ ۷ عمریں قیصرہ کی اور نیا سال بڑھے
- ۶۱۳ ۹ مبارک ہو یہ جشن ڈائمنڈ جلی
- ۶۱۳ ۹ ہزار کے فیض قدم سے
- ۶۱۴ ۲ قیصرہ اک نگاہ لطف ادھر
- ۶۱۴ ۲ کہہ دو کہ ننہ سنخ گلستان جھٹک اٹھے
- ۶۱۴ ۸ وہ پارٹی کا لطف و دعوت کی دعوم و دعام
- ۶۱۵ ۲۲ مساوات مقبول مقبول عالم
- ۶۱۶ ۳۲ ہر اک محفل میں اب پہلو پہ پہلو بیدیاں ہونگی
- ۶۱۹ ۴۹ رونق افروز بزم ہے آج
- ۶۲۱ ۲۰ ہم سے آنکھیں ذرا ملا ساقی
- ۶۲۳ ۲۶ عرض ہے خدمت عالی میں بصد عجز و نیاز

- ۵۶۲ متہائے مرنے سے اب لطفِ زندگی نہ رہا۔۔۔۔۔ ۲۲
- ۵۶۴ بہ تیرہ شامِ بجا و ہلالِ نوافرود۔۔۔۔۔ ۹
- ۵۶۴ سر بلندی سرفرازی اور بھی حاصل ہوئی۔۔۔۔۔ ۱۷
- ۵۶۶ سلامت سر عزیز الدین احمد۔۔۔۔۔ ۹
- ۵۶۶ مغرب سے بارگشتِ مبارک جناب کو۔۔۔۔۔ ۱۶
- ۵۶۷ کرم و اتاکا دیتا پر ہمیشہ۔۔۔۔۔ ۷
- ۵۶۸ ایسی ہی انتظار میں لذت اگر نہ ہو۔۔۔۔۔ ۲۱ (نفس)
- ۵۷۲ ہونجھم کوئی وقت کیا غلط گفتار کی۔۔۔۔۔ ۷
- ۵۷۲ کانگریس والوں سے کچھ آنکھیں ملا کر آئی شرم۔۔۔۔۔ ایک بند
- ۵۷۲ نہیں آج کھلتا یہ کیسی سحر ہے۔۔۔۔۔ ۲۹ بند
- ۵۷۹ کیوں نہ ہو سب کو عجب واقعہ دہلی سے۔۔۔۔۔ ۱۱ بند
- ۵۸۱ اے نہ ہے عہدِ شبہِ عالی ہم عالمِ پناہ۔۔۔۔۔ ۱۳ بند
- ۵۸۴ صدقے اس بزم کے کیا بزم ہے افتد افتد۔۔۔۔۔ ۴
- ۵۸۵ یہ دیرانہ کیسا چین زار ہے آج۔۔۔۔۔ ۱۲
- ۵۸۸ حکمران صدر سے باجاہ و حشم آئے ہیں۔۔۔۔۔ ۷
- ۵۸۹ یہ لہرائے سایے میں عرشِ بریں کے۔۔۔۔۔ ۲۴
- ۵۹۵ پردے سے حشر کے دن قاتلِ عثمان نکلا۔۔۔۔۔ ۵۱
- ۵۹۸ دنیا تہ و دام ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ ۹۰
- ۶۰۳ ساقی مجھے ایک جام دینا۔۔۔۔۔ ۱۲

- ۶۴۱ ۲ اختر قوم جس سے چمکے گا
- ۶۴۱ ۶ دارِ فنا سے خلد گئے
- ۶۴۲ ۱۲ گئی قبریں آج دُختِ نیاز
- ۶۴۳ ۱۱ نظر سے چھپ گئے امجد حسین آہ
- ۶۴۳ ۳ خدا کا نور مٹی وہ چاند سی شکل
- ۶۴۴ ۲ ملی مٹی میں جواں ہو کے یہیں
- ۶۴۴ ۷ ہے باعثِ صد ہزار افسوس !
- ۶۴۵ ۴ آتی ہے ہر طرف سے آواز
- ۶۴۵ ۶ یوں گئے دنیا سے فخر الدین آہ
- ۶۴۶ ۷ روئیں کیا سہل و کوثر کی طرح مضطر کو
- ۶۴۶ ۲ گودہن ہے، منہ سے لیکن کچھ یہ کہی ہی نہیں
- ۶۴۷ زوہدِ مرحومہ ریاض
- ۶۴۷ ۱۵ کون حامد علی کو سمجھائے
- ۶۴۸ ۲ محرم کیوں نہ ہو اب عید تم ہم کو ؟
- ۶۴۸ ۳ آرام جاں نہیں ہے تو خاک چین آئے
- ۶۴۹ ۲ ریاضِ آنکھوں میں ہے الطاف کی شکل
- ۶۴۹ ۱۱ افراغ کا غم لے نہ کہیں جان ہماری
- ۶۵۰ ۳ دے محمد حسن کو صبرِ خدا
- ۶۵۱ ۹ یا الہی ! یہ ماجرا کیا ہے ؟

- ۶۲۴ ۵ بہار آمدہ بزم رنگیں کنند
- ۶۲۵ ۲۳ اللہ کی پہلے مراد ادا ہو
- ۶۲۶ ۲۷ شلخ قلم آج رنگ لائے
- ۶۲۸ ۷ دنیا ہے نویدِ کامرانی
- ۶۲۹ ۱۳۰ لے شرف تاج شرف ہو ترے سر پر سہرا
- ۶۳۰ ۹ لے اڑا گیسو ونکی بوسہرا
- ۶۳۰ ۷ رہ گیا بزم میں منہ دیکھ کے کیسا سہرا
- ۶۳۱ ۷ ضیا بارِ رخ پر ہے زرتار سہرا
- ۶۳۲ ۸۰ زلف سے کہد و نہ اڑا کر بنے رخ پر سہرا
- ۶۳۲ ۸ پیار اپیارا ترا چہرہ ترا پیار سہرا
- ۶۳۳ ۱۵۰ باندھنا تجھ کو مبارک ہو مری جاں سہرا
- ۶۳۴ ۱۵۰ لے اڑا رنگ بہارِ چہنستاں سہرا
- ۶۳۵ ۱۹۰ کیوں نہ ہو سب میں سرخرو سہرا
- ۶۳۶ ۱۸۰ عشوہ ز آسن آفریں سہرا
- ۶۳۷ ۷ آسماں سے آئے ہیں نوشہ ترے سہرے کے پھول
- ۶۳۸ ۹ رنگِ رخ بن کر بنے سہرے کے پھول
- ۶۳۹ ۱۴ شاہ واجد علی کو حق نے دیا
- ۶۴۰ ۱۲۰ واہ رے سامانِ عشرت واہ لے سامانِ عش
- ۶۴۱ ۲۰ بخشا خدا نے بیٹا مسٹر رچرڈ سن کو

۶۷۰	۱۳	مجموعہ کلام فصاحت چھپایہ خوب
۶۷۰	۸	خوب آفاق کا چھپا دیوان
۶۷۱	۲۰	چھپ گیا کس حسن سے دیوان جناب سیف کا
۶۷۲	۲	شعر تو کہتے نہیں ہیں آگ برساتے ہیں سیف
۶۷۳	۹	دیوان برق طبع ہوا آب و تاب سے
۶۷۳	۲۴	چھپا کس حسن سے دیوان قمر کا
۶۷۵	۸	خوب دیوان قمر کا طبع ہوا
۶۷۶	۴	بنا اختر کا دیوان پھولوں کا بار

(رباعیا و قطعاً وغیرہ)

۶۷۷	۲	دینا کے لئے ضرور ہے کچھ تنگ و تاز
۶۷۷	۲	چلتا نہیں گھر میں کیوں تمہارا لڑکا
۶۷۸	۲	قدموں سے لگا ہوا ہے زرسید کے
۶۷۸	۲	دینے کے لئے داغ شباب آتا ہے
۶۷۸	۲	تھی خواب و خیال کا مرانی میری
۶۷۸	۲	طفلی بھی شباب بھی تھا اکدم کے لئے
۶۷۹	۲	طوفان شباب نے اٹھائے کیا کیا
۶۷۹	۲	ہر ایک مکان گور و رستہ ہے
۶۷۹	۲	منہ بند کئے ہوئے کلی آتی ہے
۶۸۰	۲	افسوس رہ لحد تھی تاریک بہت

- ۶۵۱ ریاض! ایسا جناب شیخ کا ہے ۳
- ۶۵۲ اٹھ گیا کون جہاں سے یارب! ۳۵
- ۶۵۸ سوئے جنت گئیں زیب النساء آج ۱۴
- ۶۵۸ بلقیس منزل اُتری شاید یہ آسماں سے ۴
- ۶۵۹ وہن آج بنی دختِ انیس احمد ۸
- ۶۶۰ بچوں کے غل کی خوشی ہے ۷
- ۶۶۰ پھول پھل لائے یہ تمہارا باغ ۷
- ۶۶۱ مبارک ہو عزیز احمد کو یہ باغ ۲
- ۶۶۱ امیر اول، حسن آخر بہ اسمِ اش ۷
- ۶۶۲ بنی مسجد یہ بابو پور میں خوب ۶
- ۶۶۲ مرجبا اے حکیم امیر اللہ! ۸۰
- ۶۶۳ بے ساز و نغمہ اس میں دن رات بیٹھے رہے ۲۷
- ۶۶۵ آ کے سب بادہ تسنیم پیئیں ۲۰
- ۶۶۵ ریاض سعد و مبارک ہے جون کا آغاز ۱۵
- ۶۶۶ ایڈوکیٹ ہوئے خان بہادر صد شکر ۳
- ۶۶۷ سید عالی نسب، نام وے احمد حسین ۲
- ۶۶۷ سید احراز الحسن، جب سے ہوئے ہیں صد بوڑھ ۵
- ۶۶۸ اشعارِ صغیر اچھے اندازِ بیاں اچھا ۹
- ۶۶۸ للہ الحمد! آج دیواں، حمد کا شائع ہوا ۱۴

- ۶۸۵ اب کہنہ کلام اہل فن کچھ بھی نہیں ۲
- ۶۸۶ نازک مرنو کچھ خطِ ساغرِ ساعیاں ہے ۲
- ۶۸۶ روزے نہیں ہیں سخت یہ سب باتیں ہیں ۲
- ۶۸۶ کیا پوچھتے ہو صوم میں کیا ہوتا ہے ؟ ۲
- ۶۸۷ میخانے میں ہر وقت ہے یوں تو اثرِ عید ۲
- ۶۸۷ ان ہاتھوں سے روزِ جامِ صہبا ٹوٹا ۲
- ۶۸۷ سانچے میں دھلی نور کے شامِ رمضاں ہے ۲ . .
- ۶۸۸ روزہ رکھ کر بلا کے دن کاٹے ہیں ۲
- ۶۸۸ یہ وقت وہ ہے کہ خمِ سو پر پی لیں ۲
- ۶۸۸ کل تک کوئی تھنا نہ مئے کا قطر اگھر میں ۲
- ۶۸۸ ہر ذرہ دم صبح ہے نورِ شید سے بڑھ کر ۲ . .
- ۶۸۹ کان میں آئی ہلالِ رمضاں کی آواز ۲
- ۶۸۹ دل کے گرامے کو ہے آتشِ تزلزلتِ صوم ۲ . .
- ۶۸۹ صوم میں لوٹتے ہیں روزِ تلاوت کے مزے ۲ . .
- ۶۹۰ رندِ ناکام کو کچھ نشہ سا ہو جاتا ہے ۲
- ۶۹۰ میخانے میں کیسا ہے نمایاں اثرِ عید ۲
- ۶۹۰ روزے اللہ کے رحمت ہیں مسلمان ہم ہیں ۲ . .
- ۶۹۱ بزمِ جمشید ہے بے مثل کہ چرخِ نہم ۲
- ۶۹۱ مئے جمشید بیوا کون ہے ؟ تم سے بڑھ کر ۲

- ۶۸۰ چاہا کہ چھپٹ جائیں یہی بہتر ہے ۲
- ۶۸۰ کہنا نہیں چاہتے کڑی بات ریاض ۲
- ۶۸۱ میں حرف غلط ہوں اُس میں باطل کیا ہے؟ ۲
- ۶۸۱ منقار جو کھولتا ہے طوطی میرا ۲
- ۶۸۱ بن کر مشتاق اہل محفل آئے ۲
- ۶۸۱ محفل میں جو آئے بن کے سبل آئے ۲
- ۶۸۲ ہاں لطف وہ نظم و نشیں سے آئے ۲
- ۶۸۲ جو نظم ہے میری دادِ فن لیتی ہے ۲
- ۶۸۲ بالا ہے جو قدیوں سے مسکن میرا ۲
- ۶۸۲ وہ رنگ سخن ہو بزم رنگیں ہو جائے ۲
- ۶۸۳ آگے مرے رنگِ غیرِ فتنہ ہو جائے ۲
- ۶۸۳ موزوں جو کئے ہیں شاہِ دیں کے اوصاف ۲
- ۶۸۳ کرتا سوے ادب ہے اشارہ نمبر ۲
- ۶۸۳ میلی نہ کروں نظر جو مجھ کو زدیں ۲
- ۶۸۴ دامنِ غمِ شہ میں ہیں بھگونے کے لئے ۲
- ۶۸۴ تھے جدتِ ہر سے یہ افلاک سیاہ ۲
- ۶۸۴ کب گرمی کر بلا سہی جاتی تھی ۲
- ۶۸۵ کم گرمی کر بلا ذرا تو ہوتی ۲
- ۶۸۵ احباب کا ذکر کیا؟ عدور وئے ہیں ۲

حصول

آتش

۶۹۱ باغیت منزل خورشید مقام خورشید ۲

۶۹۲ آج مشہور جہاں ہے مرے حبشید کا نام ۲

تہمت

۶۹۲ زاپہ شکستہ گوشتہ مسجد میں کیا ملا ۱۶

۶۹۳ شور تھا بوتل اٹھے مینا اٹھے ساغر اٹھے ۶



ہوالہ ارث

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

<p>نقش ہے قلم کو جو لکھ نام خدا کا اس وقت مجھے ہوش نہیں شکر خدا کا وہ سے لب تر چو بنے شکر خدا کا نظارہ رہا موج مے ہوش ربا کا بھونکا ادھر آجائے کوئی سرد ہوا کا ہے میرے فرشتوں کو بھی اقرار خطا کا میرے نفس تنگ میں کیا کام صبا کا ہر موج شراب اللہ کے بنی ہاتھ دعا کا عشر میں مجھے ہوش جزا کا نہ سزا کا اب دل میں اتر آئے جو پتلا ہوجیا کا سیلاب کی تھی موج کہ بھونکا تھا ہوا کا کچھ قد بھی نکلتا ہے بُت شوخ ادا کا چھڑوں سے مری اور بڑھا بوجھ حیا کا</p>	<p>یہ فوج ادب سب سے ہوش ربا کا ہاں اور بھی اک گھونٹے ہوش ربا کا آتی ہے پیہم تے خم سے مرے ساقی میخانے کو ناکام پھر اطور سے تو کیا جنت کی ذرا اہل جہنم کو بھی ہو قدر لک مرے میں کیا ہوں جو انکار کردی گا جائے یہ چین کو جو کھلانا ہیں نئے گل کیا تھو سے ترے سٹے مانگ مرے اللہ جو کچھ ہو مرا حشر میں دیوانہ ہوں تیرا میں خواب میں ہوں دیکھی ہیں مری نکھیں جانا تھا کہ آنا تھا جوانی کا اتھی کچھ شوشی رفتار میں بھی کم ہے قیامت نکٹے بھی مری ہیں مری ہی تری نکھیں</p>
---	---

کہنے دے گا نہ دم نہ حق کوئی خلق کو خشک
 مجھے کیا ڈر ہے کہ مونگے کے سر کا شفیق
 شرم عیساں سے نہیں بھتی ہیں بلکیں اوپر
 ہم گنہگاروں سے کیا حشر میں بڑا ہوگا
 کعبہ سنتے ہیں کہ گھر ہے بڑے آنا کا ریاض
 زندگی ہے تو فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا

توجہ دھربائے گا فتنہ کوئی برپا ہوگا
 میرے دل سے کوئی اُمید نہ کیوں رکھے
 جمع ہو جائیں گے مینوش قیامت میں جہاں
 کیا ترانے کی صدا تھی سزا صبح کی قسم
 ہاتھوں میں منہدی لگائی ہے تو کیا آئیں گے
 دوڑ کر اس کو قیامت نے لیا گود میں یوں
 دیر ہوا ہو خرابات کہیں بھی جاؤں
 میں کہیں جاؤں وہ معشر ہو کہ ہو محفل و عظ
 دلِ ناداں تھے چلتے ابھی کیا کیا ہوگا
 نہ ہوا ہے یہ کسی کا نہ کسی کا ہوگا
 حشر کا شور وہاں قفل میں سنا ہوگا
 کسی کیش نے سبو کوئی اُچھالا ہوگا
 ہے یہی رنگ تو اب خونِ تمنا ہوگا
 تیری زنتار کا شاید کوئی فتنہ ہوگا
 کعبہ دل مری آنکھوں میں مینا ہوگا
 دوش پر میرے سبوتا تھیں مینا ہوگا

آب زمزم کے سوا کچھ نہیں کعبے میں ریاض
 میکہ تم جسے سمجھے ہو مینا ہوگا

ہے ناہ کے سر پر خورشید قیامت کا
 اثر بڑھ جائے یا رب اس قدر سو زحمت کا
 مبارک ہو سیہ کاروں کو سایہ بر حمت کا
 جنم کے ہر رنگا لے کو سمجھوں پھولِ حمت کا
 اے واعظ کبھی عوام لوں میں تیری حنت کا
 عجب عالم ہے کثرت کا عجب عالم ہو حنت کا
 خورش کو داخل جائے کوئی صحرائے الفت کا
 نیا جود نیا پردہ عیساں بھی اور پنہاں بھی

ہاں لطفِ تم ہے نہ انھیں قدرِ تم ہے
 پیروں کے عوض گھر میں بلاؤں کا ہو جھڑ
 دل چینی ہی میں اوجھکی جاتی ہیں آنکھیں
 ارمانِ حد و کا بچھے ہوتے ہوئے میرے
 ایسے ہی تو ہیں ہاتھ میں لیں گے مرے دل کو
 صدقے ترے آیا نہ سنبھل کر بچھے چلنا
 جو رُآن کے سلامت یہ جفا کا سلامت
 کس لطف کے اندر نے بخشی ہیں خطائیں
 صدقے ترے صیتا و قفس ہے کہ کد ہے
 اب نام نہ لیں آپ کبھی اہلِ وفا کا
 ہم نے کبھی دیکھا نہ اثر اپنی وعسا کا
 شوخی میں بھی جاتا نہیں اندازِ حیا کا
 ہوتے ہوئے تیرے مجھے ملوانِ قضا کا
 یہ وہ ہیں کہ ہے بار انھیں دگِ حنا کا
 نکلا ہے بہت ام تری نغرش پا کا
 ملتا ہے مرے ساتھ مٹے نام و وفا کا
 منہ دیکھتے ہیں حشر میں سب اہلِ خطا کا
 جھوٹا کوئی سن سے کبھی آیا نہ ہوا کا

مشتوقِ ریا صُن اٹھ گئے اس بزم سے کیا کیا

جاتی ہوئی دُنیا ہے، ہے نامِ خُدا کا

کل قیامت ہے قیامت کے سوا کیا ہوگا
 حشر کے روز بھی کیا خونِ تن ہوگا
 ہم نہیں جانتے ہیں حشر میں کیا کیا ہوگا
 تو بتاؤ ہیں صدقے ترے اے شانِ کرم
 لاکھ پردوں میں کوئی اے نگہِ شوقِ مجھ ہے
 ایسی اے ہوئی آکر کہ اتنی توبہ
 سچی ہر کام میں کی ہے یہ سمجھ کر ہم نے
 پنی کے آیا عرقِ شرمِ حیں پر جو کبھی
 اے میں قربان، وفا وعدہ فردا ہوگا
 سامنے آئیں گے یا آج بھی پردا ہوگا
 یہ خوشی ہے کہ وفا وعدہ فردا ہوگا
 ہم گنہگار ہیں کیا حشر ہمارا ہوگا
 دیکھ لے گا جو کوئی دیکھنے والا ہوگا
 ہم سمجھتے تھے کہ حشر میں تماشا ہوگا
 وہی ہوگا جو مشیت کا تقاضا ہوگا
 چہرے پر بادہ کشو نور برستا ہوگا

اُجاڑتے ہوئے سوا بارِ اشیاں دیکھا
 نہ سجدہ نہ نہ کوئی جسلوہ گہ پھی ہم سے
 سوئے چمن جو چلے لوٹنے ہمارا کالطف
 وہ دل مرا ہو کہ دل کی ہو آہ کوئی ہو
 لگی میں مَن کی تجھے رات میں نظر آ یا
 کسی کی یاد جو آئی تو اُسے پانوں پھری
 یہ پھول لے کے عناد دل چلے چمن سے کہا
 نفس میں ہم ہیں نفس پر نہیں غلام کی ہیں
 ضرور کوئی بلا ہے پری بھی شیشے کی
 ملی نجات نفس میں چمن کے دھڑکوں سے
 چمن میں وہ کے تجھے خوب باغیاں دیکھا
 وہ دل میں تھے انھیں ہم نے کہاں کہاں دیکھا
 تو ہم نے دو قدم آگے تجھے خزاں دیکھا
 بچھی سی آگ کا اُٹھتے ہوئے دھول دیکھا
 ضرور خواب کوئی تو نے پاسباں دیکھا
 نہ دل کی طرح بھی دیراں کوئی نہ کہاں دیکھا
 ضرور میری کد کا کیس نشاں دیکھا
 زمین دیکھی نہ صیاد آسماں دیکھا
 بغل میں تھی نہ کبھی پیر و نوجواں دیکھا
 نہ مڑ کے ہم نے کبھی سوائے اشیاں دیکھا

وہی شباب کی باتیں وہی شباب کا رنگ
 تجھے ریا صن بڑھاپے میں بھی جواں دیکھا

ہنگامِ نزع گر یہ یہاں بے کسی کا تھا
 اُٹھا نہ میری گور سے دشمن بھی بیٹھ کر
 چھایا ہے آسماں کی طرح قبرِ غریب پر
 دل نے مجھے خراب کیا کوئے یار میں
 صحرا میں پھر ہے تھے سیماں بنے ہوئے
 دکھ جائے گا دل اس لئے جاری ہوئے ناشک
 یہ اپنی وضع اور یہ دشنام مے فردش
 تم ہنس پڑے یہ کون سا موقع ہنسی کا تھا
 کیا عالم آج ہے امری بکیسی کا تھا
 دل میں مرے غبار بھر اجو کبھی کا تھا
 دشمن پر اعتبار مجھے دوستی کا تھا
 جس کو جنون کہتے ہیں سایہ پری کا تھا
 دیکھو تو پاس نزع میں کتنا کسی کا تھا
 سُن کر جو پی گئے یہ مزا مغلشی کا تھا

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے
 شہیدانِ خواب مرگے سے بھر لے اٹھ بیٹھے
 قیامت میں بھی لے ساقی اڑائے گاں بول کے
 ترس آ جائے حجت کو مری صورت کچھ ایسی ہو
 یہ ہنستے اٹھیں ترسے یہ ہنستے جائیں محشر میں
 بہت ایسے بھی ہم رنڈوں میں ہیں اللہ کے بند
 مزاج لوٹتے ہیں میکہ سے میں باغِ جنت کا

مدد فرمائی وقتِ نزع صدقے پیر مرشد کے

ریاضِ آ یا مرزا اب حضرت وارث سے بیعت کا

مسکان دیکھے مکین دیکھے، لامکان دیکھا
 نراجو ہم نے انھیں آج ہر باں دیکھا
 نہ پہونچے اجمِ قفس تک کبھی مئے نالے
 جھکا جھکا ہے تو ہاں گر پڑے مرے سر پہ
 ہر سے رنڈ بھی دیکھے بہت سے زاہد بھی
 اب آرزو میں برائیں کہ خاک میں مل جائیں
 یہ جانتے ہیں کہ دل خاک ہو گیا جل کر
 ہمت ہی روئے گئے مل کے ایک ایک سے ہم
 قفس ہیں مے کے تم تیرے دیکھ لیں صبا د
 کہاں کہاں تجھے ٹھونڈا کہاں کہاں دیکھا
 نہ ہم سے پوچھئے کیا رنگ آسماں دیکھا
 وہ برق ہوگی جسے گردِ آشتیاں دیکھا
 یہی نہ یاس سے تھا سوئے آسماں دیکھا
 انھیں تو پیر ہمیشہ انھیں حج ادا دیکھا
 خدا نے دن یہ دکھایا انھیں حج ادا دیکھا
 نہ آگ دیکھی نہ اٹھتے ہوئے نطواں دیکھا
 ٹٹا ہوا جو کوئی ہم نے کارواں دیکھا
 جہن میں رہ کے بہت نطفہ باغباں دیکھا

ریاضِ خاک در میکہ تھا جیسے جی

فنا کے بعد اُسے خدا آشتیاں دیکھا

یہ کون پھوٹ پھوٹ کے رویا سر رکھ
جگمگتہ گلرخوں کے چھٹیریں خوشیاں
وہ بھی تو مٹ گیا مری تربت کے ساتھ ہی
وہ دے کی آئے شب تو کسی کو لے ہوئے
آگے کے شکل دیکھتے ہیں اس میں بار بار
تیرا یہ رنگ روپ، یہ جو بن شباب کا
ہم ہیں گداے میکدہ، ہم کو کمی نہیں
نیکے تھے منہ چھپا ہوئے گھر سے غیر کے
کوئی تو کوستا ہے اثر کو اٹھا کے ہاتھ
اپنی نگاہ ناز سے برہم ہیں آپ کیوں
چاہی تھی ہم نے داؤدِ محشر سے داؤدِ ظلم
بچھکے دمِ حسرتِ دمِ دیوں کس کو دیکھ کر
واعظ تھے جی قافلِ مینا سنائیں گے

موت کے بعد سبزہ تربت ہرا ہوا
میں کیا بتاؤں حشر کے دن کیا ہوا
میرا شریک حال تر افکش پا ہوا
میرے گھر آئے کوئی مجھے کوستا ہوا
اچھے وہ آئے دل نہ ہوا آگنا ہوا
جیسے چمن بہار میں پھولا پھلا ہوا
سب کچھ ہائے گھر ہے خدا کا دیا ہوا
تصویر بن گئے جو مرنا سنا ہوا
جاتا ہے آج نالہ دل کچھ رکا ہوا
کئے تو کیا ہوا کوئی ناوک خطا ہوا
کچھ کہہ گئے وہ آگے چلو فیصلہ ہوا
سایا ہوا ہے سایہ میں کئی چھپا ہوا
طوطا ہم آج لائے ہیں کیا بوتا ہوا

پھرتا تھا اس گلی میں عجب وضع سے ریاض

اک پشتِ خار ہاتھ میں بتی سرگھٹا ہوا

موت آئے مجھ کو، کیوں اسے چھٹیرا، یہ کیا ہوا
ہو جائے مکمل کے حشر کے دن آئیں تو سہی
مر کر کسی کا جلوہ ہمارے کفن میں ہے
جگمگتہ گلرخوں کے اتنی کہاں گئے

پہلو سے اٹھ گیا ہے کوئی کوستا ہوا
وہ بھی کہیں کسی سے مرا سنا ہوا
جاتا ہے رازِ ہستی عالم چھپا ہوا
کیا ہو گیا گلاب کا تختہ کھلا ہوا

جس انجن میں بیٹھ گیا رونق آگئی
کچھ آدمی ریاضِ عجب دنگی کا تھا

اُن پر بھی یہ آخر مری دیوانگی کا تھا
وہ کیوں ٹھہرتے تھے میں بالیغِ سیر پر
وہ بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ سایہ پری کا تھا
کوئی معاملہ یہ گھڑی دو گھڑی کا تھا
جا جا کے بزمِ وعظ میں سوار ہم نے پی
چوری کسی کی تھی نہ ہمیں ڈر کسی کا تھا
نظام کے شوق دیدنے بیتاب کر دیا
ہوتی مقابل اُس کے یہ مُنہ آہی کا تھا
آیا تھا حشرِ جن کے جو میرے مزا پر
فت نہ کوئی ضرور کسی کی گلی کا تھا
حشر کے کوئی سوسے فلک کچھتا تھا آج
لب پر گدہ کسی کا نہ شکوہ کسی کا تھا
اہلِ حرم بھی آکے ہوئے تھے شریکِ درد
کچھ اور رنگ آج مری سے کشتی کا تھا
تھی آج ہاتھ پائوں میں منہدی لگی ہوئی
موقع بہت بُرا یہ تری بے بسی کا تھا
سوئے مرنے جیا کے اٹھائے ادا کے لطف
پہوں سے مجھ کو آج تصور کسی کا تھا
گیسوے پر شکن نے گلا گھونٹ ہی دیا
دعویٰ ہائے دل کو بہت دوستی کا تھا
زاہد تمام عمر فرشتہ بنا رہا
اُس نے کیا جو کام یہ کام آدمی کا تھا
دلوائی یاد وعدہ نسر داکِ روزِ حشر
مقصود دن سے وقت گزرتا ہی کا تھا

آتا ہے یادِ اب دلِ مرحوم اسے ریاضِ
بن خواہ وہ کسی کا نہ دشمن کسی کا تھا

یہ کہہ کے اس میں نہر بھی ہے کچھ ملا ہوا
ساقی نے جب پلائی تو نشہ سوا ہوا
یہ میرے بعد صلبِ غم دیا کس کا ہوا
جاتا ہو جیسے قافلہ کوئی ٹٹا ہوا
جب حالِ دل کما تو یہ سننا پتا ہیں
تم تو سنار ہے ہوسنا سننا ہوا

اے نگاہ یاس سبھوں کا بچے دستِ قاتل سے اگر خنجر گرا
 آرزو پوری ہوئی مقتل میں آج پاؤں پر قاتل کے میرے سر گرا
 قہارِ طلب وہ نگاہیں بوجھ لگے کھا کے عشق کوئی سیرِ بستر گرا
 میرے ہی ہاتھوں سے میرے پاؤں پر ٹکڑے ہو کر دامنِ محشر گرا
 بے ستوں جانے کا رستہ ترک گیا میرے آگے آگے اک پتھر گرا
 ہے عجب اقتدارِ قیدِ قفس پھر نہ نکلا ٹوٹ کر جہر گرا

رہے اس بارش میں ہم کیا کیا ریا صن
 پہلے کوٹھی گر گئی پھر گھر گرا

کوہِ غم بھی بار بار مجھ پر گرا آسمان بھی ٹوٹ کر اکثر گرا
 دل تو اترا ہی تھا اُن کی آنکھ سے اب نظر سے فتنہِ محشر گرا
 کیا وہی آنسو ہے جو میں پی گیا میرے دل پر آنکے اک پتھر گرا
 تھی وہ حالت جیسے ستارا کوئی جب اُٹھا اُس در سے میں اُٹھ کر گرا
 یہ نگاہ یاس ہے قاتلِ سبھل دیکھ دستِ نازِ خنجر گرا
 جب چلا میں دو قدم تو ضعف سے کھا کے اپنے سایے کی ٹھوکر گرا
 بزمِ محشر کو بنے ساتی کی بزم میں نہ اُٹھوں گا اگر پی کر گرا
 افسردہ شوخی ہاتھ بھی مارا تو یوں کچھ انگ قدموں سے اُن کے سر گرا
 دل گرا اندھے کنوئیں میں عشق کے ساتھ اپنے مجھ کو بھی سے کر گرا
 سچ تھا وعدہ، قاتل اس کو کیا کہے ہاتھ جھوٹا ہو گیا خنجر گرا
 اُنہی وہ درِ محشر ٹوٹ کر گیا صن زندہ ہو کر میں اُٹھیا مر کر گرا

تو نہ نکل کے منہ سے جو حسن قبول پائے
 کہ طبعاتی بات چیت میں تاریک علم کی رات
 تو بہ کی جان خشک سے بجلی کے خوف سے
 وہ جلتے ہیں ٹوٹ پڑا اُس پہ آسماں
 صیاد لے چلا ہے جو خوش خوش سوچن
 نازک سادل کسی کا جو بے چین ہو گیا
 مجھ کو اٹھانے آئی تھی اٹھتی نہیں ہے خود
 میری نگاہ یا س کا سب سے گلا ہوا
 میری کد پر آ کے قیامت کو کیا ہوا
 چلائے مجھ سازندہ کہ میں پار ہوا
 دل بھی ملا نصیب سے ہم کو بچا ہوا
 قبلے سے آج ابر کرم ہے اٹھا ہوا
 مجھ پر ستم کچھ اور بھی اس سے سوا ہوا
 آثار تو یہی ہیں کہ میں اب رہا ہوا
 میری نگاہ یا س کا سب سے گلا ہوا
 میری کد پر آ کے قیامت کو کیا ہوا

چپکائے بوند بھر کوئی منہ میں ریاض کے

دُم میسکدے میں توڑ رہا ہے پڑا ہوا

رہ گیا پردہ ترے چاک گریبانوں کا
 حشر میں کوئی بھی پُرساں نہیں یوانوں کا
 راہ چلتے ہوئی ہے دولتِ ید النصیب
 اس میں احسان نہیں آپ کے دربانوں کا
 یاد آتی ہیں جنوں خیر ہوا ایں اُن کی
 اب نہ وہ ہم ہیں نہ عالم وہ بیابانوں کا
 اے دیوانے ذرا صل کے اُنھیں دیکھ تو لے
 میسکدوں میں ہے غرا شیخ پری خانوں کا
 بُت خدا ہوں کہ نہ ہوں، ہے گرا تہی قویر
 چشم ساقی کی طرح ہے افرا نازائے شیخ
 چٹکیاں آپ لیں مہندی لگے ہاتھوں سے
 بعد تو بہ کے چھلکنا بھرے پیمانوں کا
 کام دیں گے نہ یہ ناخن کبھی پیکا نوں کا

قطا جلتے بھی مگر یہ نہیں جانے کے ریاض

کہ مرے گھر ہے اجارہ مرے مہمانوں کا

مختب آیا تو میں حسنم پر گرا
 حسنم گرا، مینا گرا، اسلگر گرا

رہ جائے گی چہرہ کرنگہ ناز تھرا سی
 بالفرض اثر ٹوٹ پڑے چرخ کو لے کر
 ہو گا جنھیں توبہ کا بحر و سامرے مالک
 اُمچھلا جو یہ بوتل سے تو بن آئے گی لے شیخ
 وہ کہہ گئے آئے کو اہل آئے کہ نیند آئے
 رستے کی طرح ہجم کو کھلائے گا وہ ٹھوکر
 جب تک کہ مے ہاتھوں سے مجبور نہ ہوں گے
 چھپتا ہے مرے ساتھ مراد داغ زمیں میں
 کس ناز سے کہتے ہیں وہ اللہ سے شوخی
 سر پر مرے آہنے کو دیوار تو ہو گی
 تیسرے کیلجے سے کبھی پار نہ ہو گا
 نالہ تو مر اجب بھی گرا نبسار نہ ہو گا
 وہ اور ہی ہوں گے یہ گنہگار نہ ہو گا
 اس کا گ سے اچھا گلستا نہ ہو گا
 اب بند مرادیدہ سیدار نہ ہو گا
 دربان تھرا اکبھی ہموار نہ ہو گا
 وعدے کا انھیں حشر میں اقرار نہ ہو گا
 اب ڈوب کے یہ چاند نمودار نہ ہو گا
 تجھ سے نہ ہوا وصل کا اقرار نہ ہو گا
 کیا ہو گا اگر سایہ دیوار نہ ہو گا

رکھنا نہ ریا ضل اس دل بندے سے توقع

یہ آپ کا دشمن ہے، کبھی یا نہ ہو گا

ایک خط ہلکا سا گردن پر پڑا
 اور زیور سادگی کو بار تھا
 مجھ کو درباں نے نکالا اس طرح
 دو فرشتے ہیں لے کر محشر میں تھا
 کوئی پوچھے رہ گئی واعظ کی کیا
 میکے جاتے ہوئے رستے میں آج
 گھل کے بونی مسن کی ولایت یاضن
 کس قدر اوجھا ترا خنجر پڑا
 کان میں آویزہ گلوہ سیر پڑا
 اُن کے درپر رہ گیا بستر پڑا
 با عصیاں آج انھیں کے سر پڑا
 آج تو سر پر سر ممبر پڑا
 مل گیا جمشید کا ساعر پڑا
 آج تو ڈاکا سر محشر پڑا

سے شب کو چرائیں کوئی بیدار نہ ہوگا
 پہلو میں دل لے لذت آزار نہ ہوگا
 کہتے ہیں کہ ہم ہاتھ اٹھاتے ہیں تم سے
 واعظ کے جنازے کو شبک جس نے بتایا
 اب دست تمنا میں نہیں خون کی گردش
 جب کالی گھٹا گھر کے جھکے گی مرے گھر پر
 ساغریں یہ افشردہ انگور ہے لے شیخ
 وحشت بھی ہے نفرت بھی اسے ن کی گلی میں
 گلشن میں ہمارا آئی یہ کہتی ہوئی ہم سے
 شاید وہ بنے ہیں کبھی اقرار کے سچے
 توبہ سے ڈرایا مجھے ساتی نے یہ کہکر
 میری نگہ شوق سے شرٹے کچھ ایسے
 میخواروں کو پی پی کے بہت کوں رہا
 ہو جائے گی سوا تری ترگاں کی درازی
 ایسا ہے تو اُس دن کے لئے ہم کو نہ کھینا
 میانے میں ہشیار بھی ہشیار نہ ہوگا
 ہم بھی تو نہ ہوں گے جو سہم پار نہ ہوگا
 کیا چرخ بھی اب درپے آزار نہ ہوگا
 ہوگا وہ فرشتہ کوئی سے خوار نہ ہوگا
 یہ ہاتھ گلے کا ترے اب ہار نہ ہوگا
 کیا صحن کا سبزہ سر دیوار نہ ہوگا
 اس چیز سے حضرت کو بھی انکار نہ ہوگا
 ہم جائیں گے تو سائے دیوار نہ ہوگا
 دامن میں تھامے کبھی اب خار نہ ہوگا
 بھولے سے جی بٹ صل کا اقرار نہ ہوگا
 توبہ شکنی کے لئے اصرار نہ ہوگا
 تنہی نگہ ناز کا اب وار نہ ہوگا
 واعظ تجھے یہ وعظ سنوار نہ ہوگا
 تیرے کھجے سے اگر پار نہ ہوگا
 کیا کھل کے قیامت میں بھی یاد نہ ہوگا

جانا ہے عدالت میں ریاض آپ کو ہر روز

قسمت کا کبھی آپ کے اتوار نہ ہوگا

واعظ جو نہ ہوگا تو مجھے عار نہ ہوگا

تو زہر بھی دے گا تو بیوں گا پسرتو بہ

درد نہ سہر سہنیم یہ سے خوار نہ ہوگا

تجھ سے مرے ساتی مجھے انکار نہ ہوگا

اُن کا ہنسنا کسی دیول نے کان سے سنا
 نورے ستون کے دبا دیں گے یہی حشر کا
 اوس میں پچھلے کو یاں صبح کا ہونا کیسا
 جام کوڑ کو نہ رو کو لب کو ٹراسے شیخ
 حشر میں میکے والو! جو خدا نے چاہا
 طور کیا، عرش سے اوجھا ہے ترا بام بلند
 سے کوڑ میں یہ بوباس کہاں تھی زاہد
 بے طرح ڈوب رہا ہے دل غمگیں میرا
 دُور سے خانہ کعبہ کو بھی کریں گے سلام
 آپ کو چاک گریباں ابھی سینا ہوگا
 شور تیرا بھی تو ہے قتلِ مہینا ہوگا
 چاک دامان سحر آپ کو سینا ہوگا
 کسی میکش نے ترے ہاتھ سے چھینا ہوگا
 یہی جلد یہی ساغر، یہی مینا ہوگا
 عرش بھی کوئی ترے بام کا زینا ہوگا
 کچھ نہیں یہ کسی میکش کا پسینا ہوگا
 آج کیا غرقِ امیدوں کا سفینا ہوگا
 زندگانی ہے تو ہم ہوں گے مینا ہوگا

چلکھئے دو چار برس نزع کی تلخی کا مسرا

اسے ریا صن اور ابھی آپ کو جینا ہوگا

گزرتے معشوق حسین میری نظر سے کیا کیا
 حسرتیں ٹپکی ہیں اس دیدہ تر سے کیا کیا
 بزم تھی بغیر کی، وہ صحبت خلوت تو نہ تھی
 آہ بھی شونخ ہے کتنی کہ نہ آئی لب تک
 تیغ نے کاہے کو خونِ شہدا دیکھا تھا
 تم تو تم مجھ سے شب وصل بھی شرابی ہو
 ہو گیا ہے اُسے دامن کا چھڑانا مشکل
 بادل اٹھتے ہوئے تھے اتنے میخانے پر
 فتنے اُٹھتے ہے اس اگہز سے کیا کیا
 روئے نکلی ہے تباہی مرے مگر سے کیا کیا
 راز افشا ہوئے در دید نظر سے کیا کیا
 ہم پشیاں ہوئے تکلیف اثر سے کیا کیا
 ڈر کے لپٹی ہے وہ قاتل کی کمر سے کیا کیا
 منہ چھپاتی ہے وہ دامانِ سحر سے کیا کیا
 آہ ابھی ہے سرِ عرش اثر سے کیا کیا
 نہر خم ٹوٹتے ہی ٹوٹ کے برسے کیا کیا

سایہ پر جسم زلف کا مجھ پر پڑا یہ بڑا دوراں سراب سر پڑا
 بخودی میری تری دریاں ہوئی پاؤں جب اندر دھسرا پڑا
 دل نثار گھاں نے جھاڑ پھیری یہ بڑا ڈاکا ہائے گھر پڑا
 لی خبر دریاں نے میں کھوایا گیا صحن در سے دور ہے بستر پڑا
 کینچ مارا میں نے دماغ کے دی منہ پر اُس کے آج کیا ساغر پڑا
 میں کد سے اٹھ کے جلفے کا نہیں مجھ کو کیا چیخا کرے محشر پڑا
 آشاں تک ڈھیر تھا گلزار میں آج پتھر سا ہاں پتھر پڑا
 میں تو سمجھا پنکھڑی ہے پھول کی کس قدر ہلکا تر خنجر پڑا
 ہم گرے جب لڑکھڑا کر بزم میں سر سبز پڑا تھ ساغر پڑا
 دل کی خواہ کو کچھ ہمیں اے طفل شک کچھ ہمیں معلوم تو کس پر پڑا
 روگ تھی بیمار داری بھی مری میں تو میں بیمار گھر کا گھر پڑا
 جنس رسوائی کے ہم کا اشتہ یہ بڑا سودا ہائے سر پڑا

اُن کے در سے کب اٹھا ستواض

میں گیا تو رہ گیا بستر پڑا

لب میگوں کا تقاضا ہے کہ جینا ہوگا آنکھ کہتی ہے تجھے زہر بھی پینا ہوگا
 رمضان میں نہ ملانا نہ پیسنا ہوگا کس طرح گرنے کی کیسا یہ مینا ہوگا
 حشر میں سو قدوں سے ہیں کچھ کم نہیں گوشہ حشر میں ہم ہوں گے یہ مینا ہوگا
 کیجئے کیا اسے ہے موت بھی اُنکے بس کی زہر ہم کھائیں گے تو بھی ہیں جینا ہوگا
 ہے سحر یک شب گور کی دشمن باقی حشر کے روز ابھی پھر ہیں جینا ہوگا

آٹھ سے دیکھ لیا خونِ متنسا سوار دیکھئے پھر بھی ٹپکتا ہے نظر سے کیا کیا

ہو گیا مجھ کو جنوں صبحِ شب وصلِ ریاض

ہاتھ اُبکھے مرے دامانِ سحر سے کیا کیا

آپ آئے تو خیالِ دلِ ناشاد آیا	آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا
عرش سے آج اثرِ تائب فرما دیا	ایک ہی آہ میں کافر کو خدا یاد آیا
جور کے ساتھ ترا لطف بھی کچھ یاد آیا	ہونٹ پر بن کے ہنسی شکوہ بیدار آیا
آج شب میں کوئی سوار تو جھلی چلی	آج دن میں کوئی سوار تو صیاد آیا
میرے دل میں عجب نذر سے آیا نادر	میں یہ سمجھا کوئی معشوق پر نثار آیا
کیا کہا پھر تو کہو بھول گئے ہم کس کو	صدے اُس کے جو تھیں بھولے یوں یاد آیا
فتنہ حشر نے بھی اٹھ کے بلائیں لے لیں	عجب نذر سے میرا ستم لگا دیا
سن سے جھونکا کوئی آیا جو ترا باد بہار	چونک اٹھے مرغِ چین ناوکِ صیاد آیا
اے قاتل ابھی بہہ جائے گا پانی ہو کر	سامنے میرے اگر خنجرِ فولاد آیا
یہی گلشن کی ہوا ہے ہی گلشن کی ہوا	کبھی صیت ادکھی ناوکِ بیدار آیا
نظر آتی ہیں کہیں یہی بھی کافر شکنیں	دیکھ کر حسنِ خداداد خدا یاد آیا
پاس سے نیم نگہ دور سے مڑگانِ دراز	پچھنے والے نئے نشتر نے فضا دیا
نہ سنا ہم نے کبھی باغ میں آئی ہے بہار	جو سنا بھی تو سنا ہم نے کہ صیاد آیا
کیوں نگاہیں یہ گڑھی ہیں شکنِ دامن پر	صدقے اندازِ حیا کے تھے دل یاد آیا
آشیاں برقی کو سونپا مجھے آئی جو ترنگ	اور میں اڑ کے ادھر تاکِ صیاد آیا
اثر آیا بھی تو جیسے کوئی نسر لای ہو	ہاتھ میں تھامے ہوئے دامنِ فرما دیا

اے جوانی! ترے دن رات ٹھہرتے ہی نہیں
 جی اُجھتا ہے مرا شام و سحر سے کیا کیا
 آسمان بھی نہ رہا گھر کی زمیں کا کیا ذکر
 آج طوفان اُٹھے ویدہ تر سے کیا کیا
 نہ گیا سوئے نشیمن کبھی اُڑ کر افسوس
 تھیں میس میں مجھے ٹٹے ٹٹے پر سے کیا کیا
 کبھی سہ پہل اُڑے اُن کے کبھی بغیر کبھی
 وہ پریشان ہوئے باد سحر سے کیا کیا

اے تریا ضل آنکھ لڑاتے ہوئے جی ڈرتا ہے

زخم پہنچے ہیں حسینوں کی نظر سے کیا کیا

ہاتھ کجغت شبِ وصل بھی تر سے کیا کیا
 لطف رکھتی ہے نزاکت بھی کمر سے کیا کیا
 حشر بھی حشر کے معشوق حسین بھی سب
 فتنے اُٹھتے ہیں تری راہ گز سے کیا کیا
 بے طرح کچھ یہ بھری تھی کہ نکل کر دل سے
 میری فریاد لڑی جا کے اتر سے کیا کیا
 چاہتی ہے کہ ہر اک بات میں بڑھ چڑھے رہے
 بل کی لیتی ہے تری زلف کمر سے کیا کیا
 ابر کے آتے ہی تھے حضرت ناصح کچھ اور
 گرجے کیا کیا یہی ہم بڑا یہی بر سے کیا کیا
 ڈرتے ہیں بار نہ ہو جائے کہیں دل کی طرح
 بچتے ہیں آئے بھی تیری نظر سے کیا کیا
 نبھ سکے یہ تو عجب چیز دو دار عی عشق
 ہم کھینچے ہیں تو رگ و ٹہنے اُدھر سے کیا کیا
 ٹھو کریں کھائے پہنچ تو گئے تقدیر سے ہم
 نعمتیں ملتی ہیں اب آپ کے در سے کیا کیا
 حشر پناہ ہے ہیں وصل کے وعدہ شبِ وصل
 اُس نے قرار کئے رات کو ڈر سے کیا کیا
 صبح کو آ کے کسی دن یہ تماشہ دیکھو
 کہ نکلتی ہیں بلائیں مرے گھر سے کیا کیا
 سامنے آتے ہیں وہ دل کو بنا کر پتھر
 ڈرتے ہیں آئے بھی تیری نظر سے کیا کیا
 آئے آئی یہی کجغت شبِ وصل اُن کے
 اس نزاکت کو رگ و ٹہنے کمر سے کیا کیا
 مرگِ غربت نہ کہیں مجھ کو لئے جاتی ہو
 دم اُجھتا ہے مرا عزم سفر سے کیا کیا

سوچتے ہو رستے نہیں تم جان کو اُس کی
 لگھشتی نہیں تربت میں بھی فرقت کی آؤ
 تسکین تو ہو جائے جو تو پھوٹ کے بہہ جا
 سبز و مری تربت کا رگ گل نہیں ٹسبل
 مٹتے ہوئے دیکھی ہے عجب حسن کی قصو
 وہ بھی تو مٹے جان جہاں نام تھا جن کا
 اب غیر کے گھر رات کو ماتم نہیں ہوتا
 یہ درد وہ ہے مر کے بھی جو کم نہیں ہوتا
 یہ بچہ سے بھی لے دیدہ پر غم نہیں ہوتا
 ان آنسوؤں سے تیرے تو یہ غم نہیں ہوتا
 اب کوئی مرے مجھ کو ذرا غم نہیں ہوتا
 یہ نظم جہاں چھ رہی تو برہم نہیں ہوتا

کچھ بھی ہو ریا ض آنکھ میں آتے نہیں آنسو

مجھ کو تو کسی بات کا اب غم نہیں ہوتا

انداز تبسم نہ ہو غما ز کسی کا
 اثبات دہن پر نہ مٹے ناز کسی کا
 کیا مجھ سے چھپے گا کوئی آغوشِ عدو میں
 گرتی ہے بھری بزم میں ہزارن سے بھی
 بن کر ننگہ ناز مرے دل میں چُجھا ہے
 شراب میں تھے حشر میں جھوٹے تھے وعدہ
 دربان سے مرسا زمرے تل سے اُغیس ساز
 آگے تو رقیبوں کی اُٹھالیتے تھے سختی
 دھوکے میں پڑے کوئی نہ اُمید و ناپا
 یہ حال ابھی ہے کہ خم مٹتے ہیں خالی
 ہم ناز اُٹھانے کا اجارہ نہیں لیتے
 ڈرتا ہوں نہ کھل جائے کہیں راز کسی کا
 ہنسنے میں نہ کھل جائے کہیں راز کسی کا
 لاکھوں میں تو چھپتا نہیں انداز کسی کا
 چمکا ہے بہت شعلہ آواز کسی کا
 ناک ہے کہ چُپھتا ہوا انداز کسی کا
 بن جائے اگر کام خدا ساز کسی کا
 بگڑے نہ کسی سے کوئی ہمسرا کسی کا
 یہ منہ نہ ہے اُٹھتا نہیں اب ناز کسی کا
 ہو گا نہ ہوا ہے وہ دغا باز کسی کا
 اچھا نہیں میخانے میں آغما ز کسی کا
 دل پھیرے او چشمِ فسیوں ساز کسی کا

دستِ ماتم نے بیٹھی رہی شیریں اپنے
تیشہ اچھا کہ ترے کام تو فرما دیا
ایسی صند ہر تو اُنھیں کون منائے یا رب
وہ یہ چلے ہیں کہ کوئی مجھے کیوں یاد آیا
لے خنجر کی روانی مٹی ہر اک موجِ خرام
آج مقتل میں نئی شان سے جلا دیا
میں جو پہونچا تو لے ٹاٹ کے بگولوں نے قدم
بجڑ میں دھوم مچی قیس کا اُستاد آیا
بڑھ کے لے حلقہ آغوش میں سے دستِ جواں
بٹریاں کاٹنے کس لطف سے حداد آیا
ڈر کے صحرائے بلا سے جو پکارا میں نے
قیس نے دی مجھے آواز کہ فرما دیا
صدقے ہونٹوں کے جنھیں بازِ سیحائی ہر
صدقے باتوں کے جنھیں شیوہِ جلا دیا
لے اُنھیں خون رگیں نام جو نشتر کا لیا
رنگِ ایسا مری تصویر میں ہنر دیا

طفلِ اشک آ کے مری گود میں چلے جو یا صن

دلِ مرعوم مجھے آج بہت یاد آیا

وہ کون ہے دنیا میں جسے غم نہیں ہوتا
کس گھر میں خوشی ہوتی ہے ماتم نہیں ہوتا
ایسے بھی ہیں دنیا میں جنھیں غم نہیں ہوتا
اک غم ہے ہمارا جو کبھی کم نہیں ہوتا
تم جا کے چمن میں گل و لمبیل کو تو دیکھو
کیا لطف تہ چادرِ شبنم نہیں ہوتا
کیا سُرِ بھری آنکھوں سے آنسو نہیں گرتے
کیا منہ دی لگے ہاتھوں سے ماتم نہیں ہوتا
اُمّی مٹی وہ شطائی تھیں صنت کی ہوا میں
اب رندوں کا جھگٹ سبزِ زم نہیں ہوتا
یہ جان کیوں روئے گا کوئی سبزِ تربت
سبزے سے جدا قطرہِ شبنم نہیں ہوتا
یہ شانِ گدائے درمیانہ ہے ساقی
جھوٹے سے وہ ہمِ دہم کے جسم نہیں ہوتا
ما یوس اثرِ اشکِ عنادل نہیں ہوتے
مانوس اثرِ گرِیہِ شبنم نہیں ہوتا
کچھ اور ہی ہوتی ہیں بگڑنے کی ادائیں
بننے میں سنورنے میں عالم نہیں ہوتا

ہم اور اپنے خانہ دیراں میں رہ سکیں
 ہم سے تو قبر کو بھی بایا نہ جائے گا
 بن بن کے بلی آگ لگانے وہ آئیں گے
 آنکھوں میں نور بن کے سمانہ جائے گا
 وہ بھی کھینچے ہیں تیغ بھی ان کی کھینچی ہوئی
 دونوں کا ناز ہم سے اٹھایا نہ جائے گا
 دل دوں کسی کے رشتہ جانی میں کس طرح
 ہم سے تو آگ میں یہ جلایا نہ جائے گا
 کیوں چھڑتے ہو ساتھ مرے شمع بزم کو
 رشتے ہوؤں کو تم سے ہنسایا نہ جائے گا
 کہتے ہیں وہ تیاصل کا دل لے کر کیا کریں

ہم سے گلے کا بار بنایا نہ جائے گا

جب تک حجاب رخ سے اٹھایا نہ جائے گا
 آپ آئیں ہم سے آپ میں آیا نہ جائے گا
 تو نے دیا ہے مجھ سے سٹایا نہ جائے گا
 یہ داغ عشق دل سے خدایا نہ جائے گا
 لب تک ہمارے نالوں سے آیا نہ جائے گا
 سر پر اب آسمان اٹھایا نہ جائے گا
 بھولے ہیں اک جہان کو ہم اس کی یاد میں
 اُس کا خیال دل سے خدایا نہ جائے گا
 دامن میں ہو کر زلف میں ہو داغ داغ دل
 ان بادلوں سے چاند چھپایا نہ جائے گا
 یہ وزن ہے تو با برحاصی میں ہا
 ہم کیا کسی سے بھی یہ اٹھایا نہ جائے گا
 اے جے سلسبیل نہیں آئیں تو نہیں
 دل میں ہمارے آپ چلے آئیں شوق سے
 دامن کے بلے دل کو وہ چوٹی میں دیں جگہ
 ہماروں سے آسمان ہے کیسا بھرا ہوا
 دن دو پہر وہ کھولے ہونے بال آئے ہیں
 چھوٹی سی یہ صفا کدشب جائے ہے
 اب عرش پر تو ان سے چڑھایا نہ جائے گا
 پھولوں سے کیا قفس کبھی جھپایا نہ جائے گا
 اب گیسوؤں کا قبر سے سایا نہ جائے گا
 ہم سے کسی حسین کو ستایا نہ جائے گا

کیا آ رہے مُردہ میں ایجان پڑے گی باتیں نہ بنائے لبِ اعجاز کسی کا

مستوق ریاضِ اس دلِ خوشے تھا ہیں

بمغت سے اُٹھتا ہی نہیں ناز کسی کا

مٹھی میں دل نہ تھا شکن آتیں میں تھا منہدی کا چور تھا جو کھٹ ناز میں تھا

اک ذوقِ الٰہ صبط سے وہ بھی مٹا ہوا میں کیا بتاؤں کیا دلِ اندوگہ میں تھا

عقیں رو سیاہیوں سے کچھ اُس کی ہنسیں جو نام بے نشان سا ہمار انگلیں میں تھا

آیا تھا اُن کے پاس سے چپ چاپ چپکے ہیں پوشیدہ کوئی راز دلِ ہمنشیں میں تھا

مجھ پر نکالی آنکھ نکیرین نے عبث داغِ سجدو بعدِ فنا بھی جبین میں تھا

قاتل بھی آ ب آ ب تھا خنجر بھی آ ب اشد کیا اثرِ نگہ واپسیں میں تھا

جب یاد آئی ہم نے بھی مُنہ چوم ہی لیا

ایسا فرارِ ریاضِ کسی کی نہیں میں تھا

شرم گنہ سے حشر میں جایا نہ جائے گا ہم سے تو مُنہ خدا کو دکھایا نہ جائے گا

ہم سے بھی اس کے ام ٹھکانے نہ جائیں گے اُن سے جو مولِ دل کا بڑھایا نہ جائے گا

وہ پیاری پیاری شکل وہ نازک سے ہاتھ پاؤں ہم جانتے تھے اُن سے ستایا نہ جائے گا

پُر درد دل میں داغ بھی ہیں کتنے زخم بھی کیا اب بھی دل سے ہاتھ اٹھایا نہ جائے گا

اتنا کہاں سے روزِ غم آئے کہ ہو یہ سیر ہم سے تو دل کا بوجھ اُٹھایا نہ جائے گا

وہ سجدو انِ عشق کو ٹھکرائیں تو سہی اچھی لگی کہ ہوش میں آیا نہ جائے گا

قاتل تو جانتے تھے مگر جانتے تھے ہم پانی کی طرح خون بہایا نہ جائے گا

دھڑ جو کچھ کیا ہے تو اشد سے اُن کی شرم کتے ہیں مجھ سے حشر میں جایا نہ جائے گا

مجھ کو ادب، محراب اُنھیں دوستِ زچوں
 اک قبر کا چراغ ہے اک دل کا داغ ہے
 ہم گزے جس طرف سے ادھر انگلیاں اٹھیں
 یہ کہہ کے کس ادا سے دیا ساغز شراب
 تم کیا مٹا سکو گے اسے دل کا داغ ہے
 میں دور اٹھا، دل میں مگر گدگدی اٹھی
 چکر لے میری باتوں سے گمشتنگی میں بھی
 تھا حسن اتفاق کہ پیہم شہر اُٹھے
 دیکھا کوئی حسین کہ ہم مدعی ہوئے
 مجھ سے سیاہ کار کے کام آئی تیرے گو
 اس بھولے پن کے ساتھ کہ لطف کیا اُنھیں
 ہم میں نہ جان حشر میں آئے گی، ہوش کیا
 آخر یہ کس نے آنکھ کا پر دہ اٹھا دیا
 اس کو جلا دیا کبھی اس کو جلا دیا
 دیوانہ ان حسینوں نے ہم کو بنادیا
 لو آج ہم نے زہر بھی اس میں ملا دیا
 نقشِ قدم نہیں جسے تم نے مٹا دیا
 کچھ اس ادا سے آئے کہ مجھ کو ہنس دیا
 جب مل گئے تو خضر کو رستا بتا دیا
 وہ خوش ہوئے کہ شمع کو ہم نے ہنس دیا
 قاتل اُسی کو حشر میں ہم نے بتا دیا
 یہ تو ہوا فرشتوں کو اندھا بنا دیا
 اپنا فسانہ آپ ہی ہم نے سنا دیا
 ساتی نے میکہ سے میں ہمیں کیا پلا دیا

پاؤں تو ان حسینوں کا مٹھ چوم لوں یا ضل

آج ان کی گایوں نے بہت ہی مزا دیا

کوئے دشمن سے لے چپے نکلتے دیکھا
 ہم نے تشر قدم یار کو چلتے دیکھا
 ہائے کیا حال دم وصل ہمارا ہوگا
 بوسہ لینے میں تھیں رنگ بستے دیکھا
 ابر بن کر جو برس پڑنے کو آیا واعظ
 بے طح ہم نے خیمے کو اُبتے دیکھا
 یہ بھی پینا ہے کوئی چال ہے یہی کوئی
 ہر قدم پر اُنھیں سوار سنبھاتے دیکھا
 یہی آنکھیں ہیں کہ جن میں نیلِ بامِ نوشاک
 اُنھیں آنکھوں سے کبھی خون اُبتے دیکھا

رکھیں مجھے معاف وہ تکلیف دہ شمس
 روشن چراغِ قبر نہیں دل کا داغ ہے
 کہتے ہیں جنسِ کرمِ دہانِ محسوس
 ڈرتے ہو چھوٹے پلے حنائی سے قبر کو
 سینے میں یادگارِ وفادل کا داغ ہے
 اس شرط سے کریں دل پر تہِ زو کاغذ
 اس آگ میں یہ دل تو جلا یا نہ جائے گا
 سو آنہ میوں سے بھی یہ بجھایا نہ جائے گا
 جو روٹھ جائے گا وہ مٹا یا نہ جائے گا
 بیٹھو بھی تم سے حشر اٹھایا نہ جائے گا
 اے آسمان یہ تجھ سے مٹایا نہ جائے گا
 ہاتھوں میں یہ رہے گا بہایا نہ جائے گا

آئی ہوئی کسی کی جل کہہ گئی ریاض
 تا عمر تم سے ہوش میں آیا نہ جائے گا

کچھ آنے نے اور ہی عالم دکھا دیا
 دیوانگی نے میری مجھے کیا فرادیا
 اعانت کا ان بتوں نے سلیقہ سکھا دیا
 عتیا کو بھی کچھ ترس آیا ہماریں
 نتھے سے دل کی پھونکی تبت ثنائی تھی
 کہتے ہیں کوس کوس کے وہ عندلیب کو
 کیسے یہ بادہ خوار ہیں سُن سُن کے پی گئے
 اتنا ہوا کہ ہاتھ سے کچھ دھیمیاں گئیں
 پہچان ہی لیا انھیں فتنوں نے حشر کے
 شوخی سے ہر گز گئے ٹھوڑے ٹاڈے
 اس اُسطے کے آؤ جگت میکہ سے ہیں ہو
 دونوں کو ایک دوسرے نے کیا بنا دیا
 اُن کو بھی ساتھ میرے تماشاً بنا دیا
 خود کیا ملے کہ مجھ کو خدا سے ملا دیا
 درگھول کر قفس کا مجھے خود اڑا دیا
 نقشِ قدم نہ تھا جسے تم نے مٹا دیا
 کبخت کی فغاں نے مراد لٹکھا دیا
 واعظ کو کچھ فرانہ کسی نے چکھا دیا
 دستِ جنوں کا نٹوں کا دھن چھڑا دیا
 انگلی اٹھا کے دور سے اُن کو تبا دیا
 جس غیظ پر نگاہ پڑی دل بنا دیا
 پوچھا جو گھر کسی نے تو کعبہ بتا دیا

دامانِ برقِ طور ہے تیرا حجابِ سُخِ
معتشوق ہو تو ہو ترے حُسنِ جمال کا
دیتے نہ جان ہم جو سمجھتے شبِ کد
شک تھا کہ آج دن ہو کسی کئےصال کا
قسمت مری وہ آئے مرادِ خریدنے
ہو اسے مول آج تو مفلس کے مال کا
رہنا ریاصل سایے سے بھی اس کے ڈوڈو
دُشمن یہ آسمان ہے اہل کمال کا

یہ کہ فریبِ تجفینِ معوی ہے دنیا میں اُن کا
میں محشر میں چھ عاصی کو صدقہ کبریا کی کا
یہ مجھ سے سخت جان پر شوقِ خنجر آ زما کی کا
خدا حافظ مرے قاتلِ رمی نازک کلائی کا
نہ ہو پہلو میں کیسے دل تو کوئی بات کیوں پوچھو
ہی تو اک ذریعہ ہے سینوں تک سائی کا
تم اچھے غیر اچھا غیر کی نعمتِ دیر بھی اچھی
یہ آخر ذکر کیوں ہے میری قسمت کی بانی کا
وہ کیا سوئیں گے محافلِ شہبِ میرے پہلو میں
اُنھیں یہ فکر ہے نکلے کوئی پہلو رانی کا
ہزاروں یہ وہ دلِ بامِ لاکھوں طور سے بڑھ کر
اُنھیں تک لطف تھا صیادِ میری غمشوئی کا
قفسِ میرا بکھاں وہ انبساطِ صبحِ آرازی
اشائے پر ترے چل کر لائے زلمتِ شکر ہے
کوئی کیا جانے صفت میں کہ اُس مخلوق کھینچا ہے
وہ دن بھی لائے ہم ہوں درگیاں مونس کی
ابھی محتاج ہے خنجر ترے دستِ حنائی کا
قیامت پر بھی سایہ چڑ گیا روزِ جہان کی کا
گدایا نہ صدا ہو ہاتھ میں کا سہ گدائی کا

بنائی ایک بڑی گت میکہ میں بادہ نوشوں نے

ریاض آئے تھے کل جامِ پین کر پارسانی کا

نہ اے افشاں نہ کششاں ہے نوینہ سستی ہوئی جبین کا

کھلا ہے پرچم گڑا ہے جھنڈا فلک پر اُس آؤ آتش کی

حشر کے روز نہ تاب ابر کرم کو آئی
 گیسوئے حور کہو سبزہ تربت کیسا
 کو پہ عشق میں اندر سے پامردی دل
 غیر کے گھر سے جھجکتے ہوئے تم نکلتے تھے
 دل میں کیا جان تھی کیا غمخیزوں کی تھی بسا
 بھول لائے کا کھلاتھا کہ شفق شام کی تھی
 کبھی کچھ رات گئے یا کبھی کچھ راتیں
 خون دل پر ہے عبث شکرتی مہندی
 دل بتیاب تھا یا آگ کی چنگاری تھی
 مجھ گنہگار کو جب خواب میں جلتے دیکھا
 قبر دشمن سے دھواں ہم نہ نکلتے دیکھا
 ٹھوکر میں کھا کے اُسے ہم نے سنبھلتے دیکھا
 لڑکتے دیکھا تھیں پھر چھپکے نکلتے دیکھا
 ملے دیکھا اُسے ہاتھوں سے مسلتے دیکھا
 وصل کی رات کو بھی رنگ ملتے دیکھا
 ہم نے ان پردہ نشینوں کو نکلتے دیکھا
 اپنی ہی آگ میں ہم نے اُسے جلتے دیکھا
 کس قدر جلد انھیں پاؤش سے ملے دیکھا

واہ کیا رنگ ہے کیا خوب طبیعت ہے ریاض

ہو زین کوئی تھیں پھوٹے پھلتے دیکھا

وہ پوچھتے ہیں شوق تجھے ہے وصال کا
 اُنھے کا لطف غلہ میں جا کر وصال کا
 اوجامہ زیب چھینے تو آسمان سے
 سوناز سے جو آئے قیامت تو کچھ نہیں
 دھڑکتے ہوئے بھی چھوڑ کے سنتے ہیں کچھ شعر
 کہتے ہیں رونق اور مری رہ گزری ہے
 ممکن نہیں کہ سن کے تھیں ہوش گشتگی
 میرے گنہ گینا عبث بخشش کے لئے
 منہ چوم لوں جواب یہ ہے اس حال کا
 موقع بلا جو حشر کے دن کچھ بھال کا
 دامن شفق کا اور گریباں ہلال کا
 انداز اور ہے تری مستان چال کا
 میرے کلام میں ہو مزا بول چال کا
 لایا ہے رنگ خون کسی پائال کا
 پوچھو نہ حال تم کسی آشفہ حال کا
 میرے گنہ سبب ہیں کے انفعال کا

آسمانے نکل کے دُوب گئے آسمان پر
 عاشقِ نازیں مجھے قابو کے مل چکے
 اندھ میرے گزری ہے کیا ایسی واردا
 تسکین دے دو وعدہ محشر سے جھٹو
 اُبھری ہوئی یہ شخ میں کلیاں گلاب کی
 تعنیٰ ل میں گد گدی کہ میں پوچھوں دم وصل
 وہ لاکھ زلف کھول کے بیٹھیں عدو کے گھر
 عالم کچھ اور ہے مرے شہاے تار کا
 اُمید ہے کہ شب کو بھی ہو غفل سے ریاض
 منہ صبح ہوتے دیکھ لیا روزہ دار کا

ارمان ہے کہ پھول کھئے اُن کے بار کا
 کیا چرخ پر عکس پڑا لہزار کا
 خمِ دوش پر بغل میں صراحی وہ روزِ حشر
 ہے بات کچھ بنی ہوئی بازِ حُسن میں
 اس لطف سے بہا کچھ آئی ہے اکے بار
 خدمت تو دیکھنا شفقِ شام کی ذرا
 رکھنا پڑا ہیں حُسن و مینا کو سر بہ نر
 دیکے بعد آئی تھیں دو چار آندھیاں
 میکش تو کیا گھٹائیں چلیں جھومتی ہوئی
 دو لہا دو وطن ہیں خیر سے دونوں درازند
 گھونگھٹ کہیں کھلے بھی عروسِ بہار کا
 دامنِ شفق بنی ہے عروسِ بہار کا
 اُٹھنا فرار سے وہ کسی بادِ غوار کا
 جھمکے گراں ہوِ غُفت بھی نوا اُٹھار کا
 بانی میں بھی فرما ہے مے خوشگوار کا
 بتلا رہی ہے وقت یہ اُن کے سنگار کا
 کوئی بھی آدمی نہ ملا استبار کا
 کچھ حال کہہ گئیں مے اُجڑے دیار کا
 زاہد نہ مجھ سے پوچھ مزا سبزہ زار کا
 ہے روزِ حشر جو شب انتظار کا

رہن ہیں گھس ل کے کیسے دونوں یہ ایک ہیں ل کے کیسے دونوں
 چھٹا جو ہم سے کسی کا دامن تو ساتھ ہے اشک و آستین کا
 جو ایک ہو تو ہم اس کو رو بیا ہوئے ہیں دشمن بدن کے نہیں
 ہمیں تو ہزار آستینیں پر گمان ہے ماریا آستینیں کا
 جو رنگ اُن کا بدل چلا ہے تو شوق اب ہے نہ دلو لا ہے
 بہت ہی نازک معاملہ ہے وصالِ معشوقِ نازنین کا
 چڑھی ہے کچے گھڑے کی ایسی بندھی ہے یہ دُھن ہیں بھی ساقی
 چکھائیں واعظ کو آج ہم بھی ذرا مزہ شہ و گنجین کا
 تھوڑے انکار سے چھوٹے ہمارے دل میں ہزاروں نشتر
 تم ایسے نازک کہ نقش بن کر رہا ہوں پر نشاں نہیں کا
 جو چھینٹیں اُن کو کڑیں خدایا وہ اور خمش کر دیں گی برپا
 ہے میری گردن پر اور اُنٹا یہ خون قاتل کی آستین کا
 کلی نہ دامن کی مسکرائے نہ آستینیں تیری گل کھلائے
 میں صدقے قاتل نہ رنگ لائے یہ خون دامن کا آستین کا
 ریاضِ معشوق ماہِ پیکر کوئی نہ کوئی ہے جلوہ گستر
 کہ شام آئی ہے جو مرس گھر وہ چاند لانی ہے چودہویں کا
 چمکے گا اب نہ داغِ دل و انداز کا تو مجھ گیا چہرا غشب انتظار کا
 کیسا ہٹا کے خاک کیا تیرے شوق نے میں بن گیا غبارِ رہ انتظار کا
 شوقی بھی ہے مزاج میں کچھ نکنت ہیں وہ لے لے ہے ہیں صبرِ دل بقرار کا

عالم کچھ اوسے تے پھولوں کے بار کا
 سایہ جہاں پڑا سدا جہاں خوار کا
 پوچھا کسی نے حال کہ آنسو ٹپک پڑے
 سوئے ہوئے نصیب کہاں چنکتے ہیں اب
 فرق کئے دن ہیں فرق نہیں دن میں ات میں
 آنکھیں جھٹکائے کیوں مری تربت پائے ہیں
 بوتل حب اس کے گھرے بیٹھ لی بھری ملی
 زائد بھی آدمی ہے بڑے اعتبار کا
 کہتی ہے اے ریاض درازی یہ ریش کی
 ٹٹی کی آڑ میں ہے مزا کچھ شکار کا

مے نوش جس کو کہتے ہیں موسم بہار کا
 لوٹیں گے ہم شباب عروس بہار کا
 کہتا ہے ہنس کے پھول ہر اک ان کے ہاں کا
 سی دیں جو تھنے ٹکپیں توصیتا دیکھ ہوا
 تل بھرنے اس سے کم ہے نہ وہ بال بھروسا
 فصل جنوں کی یاد میں چھٹیں نئی نئی
 اُٹھا ہوا جہان وہ میدانِ حشر میں
 کہتے ہیں جس کو نینبہ میناے شب فروز
 کیوں آج پھولی آنکھ کی پتی بنا ہے دل
 ہے میری مشیتِ نفاک و عالم کی کائنات
 اک وقت ہے وہ دخترِ رز کے نکھار کا
 سہرا ہائے سر ہے گویاں کتار کا
 جو بن ٹٹا ہے آج عروس بہار کا
 آنکھوں میں پھر رہا ہے زمانہ بہار کا
 رات انتظار کی ہو کہ دن انتظار کا
 تو ہے میں چھب کے ل میں ٹھکنا فوار کا
 چلنا وہ جھوم جھوم کے مجھ بادہ خوار کا
 ہم میکشوں میں نام ہے صبح بہار کا
 دن دیکھنا نصیب میں تھا انتظار کا
 ہر فرد آسمان ہے میرے خبار کا

محفل سجد لئے ہیں اسے زندگی کا ہم دن رات ہم ہیں در تصور ہے بار کا
کس طعنے کھلی ہوئی آنکھیں ہیں بعد مرگ ہم مٹ گئے مزار نہ مشاہد انتظار کا

اب تو ریاض چول اُٹاتے ہیں ات دن

جو بن یہ لوٹتے ہیں عروس بہار کا

کچھیں یہ اہتمام کسی ایک بار کا لوٹا ہے دونوں ہاتھ سے جو بن بہار کا
موتی بنے گا خاک یا شہکُن کے ہار کا دامن کے تار کا نہ گریباں کے تار کا
دیکھے تو کوئی فیض نسیم بہار کا گل ہو گیا چراغ ہمارے مزار کا
اُٹھوں تو آسمان جو بیٹھوں تو خاک میں ظالم غبار ہوں میں تری رگزار کا
ایسی ہریب ہو نہیں سکتی سحر کی رات ٹکڑا ہے یہ بھی کوئی شب انتظار کا
بے نور بے فروغ نہ رونق نہ رنگ و پل دیکھے تو منہ کوئی مری شیخ مزار کا
وہن میں اپنے کھلے اسے لے نگاہ شوخ قربان تیرے دل ہے کسی بے قرار کا
اب میں تو کیا قفس بھی گیا تیرے ہاتھ سے صیاد آ رہا ہے زمانہ ہمار کا
کچھ دور دور رہتی ہے بالیں سے تیرگی روشن ہے چراغ ہمارے مزار کا
جب کٹے گی قرض پنے جالیں گے صنؤ ہم جلتے ہیں نفٹ ہے سودا اُدھار کا
بجلی بنی ہوئی ہے کسی کی نگاہ شوخ دامن میں اُس کے دل ہو کسی بقیار کا
مینا کا منہ ہے بند یہ نہ احترام صوم ساغر کا ہونٹہ لب ہے کسی روزہ دار کا

دھبنا آئے ریش حنائی پر لے یا صن

گر بن نہیں مگر ہے زمانہ ہمار کا

چہتا نظر میں چول کا تو ہے میخ دار کا کیا چیز لے جنوں ہے زمانہ ہمار کا

اے عجب غلہ کے اُس میں نہ اس میں چھل
تو یہ کا یہ اثر ہے لب جو کہ جام سے
چوری گیا ہے رات کوئی میکہ سے خم
کھڑکی کھلی تو بامِ قفس سے میں چڑھ گیا
خوابِ سحر ہے چہرے حسینوں کے دیکھئے
یہ آج کس کے پائے خانی کے نقش نے
پنی پی کے اُس نے سجدے کئے ہیں تمام رات
خم سے نہ ہو وہ سیر میں چلتے سے سیر ہوں
قصر میں بھی شراب کے دریا نظر پڑے
مجر وہ شیخ کا ہے یہ مجھ کا کسار کا
تجارت بن گیا ہے لب جو ببار کا
نکلا ہے نام زاہد شب زندہ دار کا
احسان ہے جھکی ہوئی اک شاخسار کا
چہروں پر اُن کے حسن وہ صبح بہار کا
روشن کیا چراغ ہمارے مزار کا
اللہ لے شغل زاہد شب زندہ دار کا
یہ ظرف شیخ کا ہے یہ مجھ میگار کا
اتنی ملی کہ شکر ہے پروردگار کا

ہے دیکھنے کی چیز قیامت میں آیا ص

جانا کد سے اٹھ کے ہمارے غبار کا

شب کو غارِ جولا حسن بلا کا نکلا
کون کشتہ نہ تری تیغ ادا کا نکلا
ہو چکا حشر مگر اپنی کد سے باہر
تامہ برن کے تے کوچے سے وہ ہو آئی
دادِ حشر کے آگے نہ ستم کی ٹھہری
میں یہ سمجھا تھا کہ ہو گا دل پُر غول میرا
حشر میں جو رہتاں کی وہ شہادت تیا
جبکہ زندوں میں لجام سفالیں بیا
ماہ کا مل تری تصویر کا خاک نکلا
ناز سے کام لیا نامِ قصص کا نکلا
کوئی کشتہ نہ تری تیغ ادا کا نکلا
کام ہاتھوں سے مرے باوصبا کا نکلا
اے جفا جو کوئی حیلہ نہ جفا کا نکلا
اُن کی مٹھی جو کھلی رنگِ جفا کا نکلا
کوئی اتنا بھی تو بندہ نہ خدا کا نکلا
پانی پانی یہ ہوا جامِ نہ جسم کا نکلا

ہیں لاکھ لاکھ دستِ خنائی سے ہتمام
 آئیں عدد کو ساتھ لئے آئیں تو سی
 روز شمار بھی تو ہے گنتی کا ایک ن
 واعظانہ آپ بزم میں چھپکائیں جامِ خلد
 لکھ سے جنوں کے جوش میں جاؤ سوسے رشت
 جو اوس، خشک سبزو تربت نہ تر کرے
 پیرس کی رزم بزم ہیں بھی نصیب ہو
 غوغا شفق سے بارش سے کی امید ہے
 ساقی ہے خیال کوئی یہ نہ کہہ سکے
 گاندھی بھی اپنے کام میں آندھی سو کم نہیں

چوری گئی شراب تو کیا دزدے وہ ہے

جو نام سے ریاض سے پرہیزگار کا

کیا نام لوں میں شیخ تہجد گزار کا
 پوچھیں جنوں میں حال نہ وہ مجھ سے نہ اڑا
 بنتا ہے شب کو داغِ دلِ داغدار کا
 ٹھنڈی ہو اپنے منہ ہے موقع ہے پیار کا
 کتنی ہی مجھ سے توبہ بٹے ٹوٹ ٹوٹ کر
 یہ جلیاں گریں نہ دل بے قرار پر
 لائے کاچھول ہے سر بالیں کھلا ہوا
 ہے کام میکہ میں بٹے ہوشیار کا
 ہے ہاتھ پر گمان گریباں کے تار کا
 روشن ہے چراغِ ہمارے مزار کا
 میں لطف اٹھا لوں آج تو صبح بہار کا
 اس سے نبھے گا ساتھ نہ بچھاؤہ خوار کا
 لیں شوخیاں نہ صبرِ دل بے قرار کا
 شب میں یہی چراغ ہے اپنے مزار کا

دہلی میں داسرے کے ہاں سے لیا

دربار قیصری سبب آبرو ہوا

آفت سے ابھار اُفت سے زمانہ اُٹھان کا	کل بام پر تھے آج ہے قصد آسمان کا
رونا لکھا نصیب میں ہے اپنی جان کا	شکوانہ آپ کا نہ گلا آسمان کا
بازار میں بھی چلتے ہیں کوٹھوں کو دیکھتے	سودا خریدتے ہیں تو اونچی دکان کا
یہ بھی خدا کی شان ہم اب ایسے ہو گئے	سایا بھی بھاگتا ہے تھکے مکان کا
کیون غم نصیب ل کو بڑا کہہ رہے ہوم	کیوں صبرے بے ہو کسی سے زبان کا
واعظ شراخچہ نے میں کھوے گا کیا زبان	ہم خوب جانتے ہیں وہ ترا ہے تھان کا
ہم جام مے کے بھی اب ترچہ تے نہیں	چسکا پڑا ہوا ہے تھاری زبان کا
میں ل کی واردات تو کہنے کو کہہ چلوں	کس کو یقین آئے گا میرے بیان کا
یہ تو کہا بچتے ہو لہو تھو کن نصیب	تم نے کبھی دیا کوئی ٹکڑا بھی پان کا
میں جانوں یا نہ جاؤں نہیں مے کے بام پر	بدلا ہوا ہے رنگ بہت آسمان کا
افسانہ تم نے دیکھ لیا شاید سننا نہیں	ٹکڑا ہے ایک وہ بھی مری داستان کا
اب کوئی سینہ چیر کے رکھ لے کر دل بنائے	آویزہ گر پڑا ہے کوئی اُن کے کان کا
آیا جو غیر لطف بہت ویر تاک رہا	بدلاتھا میں نے جھیں تھے پاسبان کا

دُنیا کی پُر رہی ہیں نگاہیں تریاخص پر

کس وضع کا جوان ہے کس آن بان کا

اُدول رُسا اُسے رُسا کیا کیا کیا کبخت تو نے کیا کیا

مجھ کو تم کو غیر نے رُسا کیا کیا کہہ بھی دو اچھا کیا اچھا کیا

۳۰
ہم سمجھتے تھے ریاض اس کو بہت شیخ و شیر
وصل کی رات تو پتلادہ جیسا کانگلا

نطف دیتا ہے یہ ہر بار ترا کیا کہنا	میں بھی کہہ لوں مرے دلدار ترا کیا کہنا
وصل پر جبے زباں غیر کو دی ہے قونے	مجھ سے استرا نہ انکار ترا کیا کہنا
نقشے میں بھی لغزش کی کوئی بات نہیں	تیرے صدقے مرے ہمشیار ترا کیا کہنا
ڈال دی جان ہر اک نقش قدم میں قونے	واہ ری شوخی رشت ترا کیا کہنا
کیا رقیب اب تری باتیں نہیں سننے لگا	اب نہیں مانتے اغیار ترا کیا کہنا
پانوں مستی میں ہی رکھا تو سنبھل کر رکھا	بولی لغزش دم رفتار ترا کیا کہنا
باتیں معشوقوں کی کانوں میں ہیں ہونٹوں میں	نشہ بادہ گفتار ترا کیا کہنا
تیرے پالال نے حسرت کی نگاہیں بھی لگیں	بول اٹھی شوخی رشت ترا کیا کہنا

قدر کی آج اُنھوں نے بھی سبز زم ریاض
بوسے سُن کر مرے اشعار ترا کیا کہنا

اے اشک غم ان آنکھوں سے تو سرخ ہو	مے خوش ہوں کے ساتھ جگر بھی لہو ہوا
تیرا ہوا جو خون تو دل بھی لہو ہوا	آخر مال کا ریہ اے آرزو ہوا
آیا جو عتب تو بنی رزم بزم سے	مخرج خم، شہید ہمارا سو ہوا
کوثر کا حوض حشر میں سر پہ لئے چروں	چلائے شیخ یہ بھی تھا اُس ہوا
نقشے میں گر کے ہاتھ سے ساغر ہوا جو	ہر ریزہ جا کے سبز لب آبجو ہوا
کس سے کہیں کلیم جو گزرمی کلیم پہ	پرف سے بات کر کے جو بے پڑہ تو ہوا
نکھے جو خار بعد جنوں سو یا جھیں	دامن کوئی ہزار جگہ تو رنو ہوا

دہلی میں داسرے کے جہاں میں لکھا

دربارِ قیصری سبب آبرو ہوا

اُف سے اُبھار اُف سے زمانہ اُٹھان کا	کل بام پر تھے آج ہے قصد آسمان کا
رونا لکھا نصیب میں ہے اپنی جان کا	شکوانہ آپ کا نہ گلا آسمان کا
بازار میں بھی چلتے ہیں کوٹھوں کو دیکھتے	سودا خریدتے ہیں تو اونچی دکان کا
یہ بھی خدا کی شان ہم اب ایسے ہو گئے	سایا بھی بھاگتا ہے تھامے مکان کا
کیون غم نصیب ل کو بڑا کہہ رہے ہوں تم	کیوں صبر رہے ہے ہو کسی سبے زبان کا
واعظ شرابخانے میں کھوے گا کیا زبان	ہم خوب جانتے ہیں وہ تر ہے تھان کا
ہم جام سے کبھی اب تر چستے نہیں	چسکا پڑا ہوا ہے تمہاری زبان کا
میں ل کی واردات تو کہنے کو کہہ چلوں	کس کو یقین آئے گا میرے بیان کا
یہ تو کہا، بجھے ہو لہو تھوکن نصیب	تم نے کبھی دیا کوئی ٹکڑا بھی پان کا
میں جاؤں یا نہ جاؤں نہیں بے کے بام پر	بدلا ہوا ہے رنگ بہت آسمان کا
افسانہ تم نے نہیں کیا شاید سنائیں	ٹکڑے ایک وہ بھی مری داستان کا
اب کوئی سینہ پیر کے رکھے کہ دل بنائے	آویزہ گر پڑا ہے کوئی اُن کے کان کا
آیا جو غیر لطف بہت ویرانک رہا	بدلا تھا میں نے بھی جس تمے پاسبان کا

دُنیا کی پڑ رہی ہیں نگاہیں تریاخص پر

کس وضع کا جوان ہے کس آن بان کا

اُد دل رُ سوا اُسے رُ سوا کیا

مجھ کو تم کو غیر نے رُ سوا کیا

کیا کیا کبخت تو نے کیا کیا

کہہ بھی دو اچھا کیا اچھا کیا

ہم سمجھتے تھے ریاض اس کو بہشتیٰ خوشی
وصل کی رات تو پتلا وہ حبس کا نکلا

نطف دیتا ہے یہ ہر بار ترا کیا کہنا
میں بھی کہہ لوں مرے دلدار ترا کیا کہنا
جس پر جبے زباں غیر کو دی ہے قونے
مجھ سے استہوار نہ انکار ترا کیا کہنا
نشہ میں بھی لغزش کی کوئی بات نہیں
تیرے صدقے مرے ہمشیا ترا کیا کہنا
ڈال دی جان ہر اک نقش قدم میں قونے
واہ ری شوخی رفت ترا کیا کہنا
کیا رقیب اب تری باتیں نہیں سنتے اگر
اب نہیں مانتے اغیار ترا کیا کہنا
پانوں مستی میں ہی رکھا تو سنبھل کر رکھا
بولی لغزش دم زنتار ترا کیا کہنا
باتیں معشوقوں کی کانوں میں ہیں ہونے لگی
نشہ بادہ گفتار ترا کیا کہنا
تیرے پامال نے حسرت کی نگاہیں بھی کیں
بول اٹھی شوخی رفت ترا کیا کہنا

قدر کی آج اُنھوں نے بھی سبز زم زم یا حسن
بوئے سن کر مرے اشعار ترا کیا کہنا

لے اُٹا کب غم ان آنکھوں سے تو مسخر ہو
رے خوش ہو دل کے ساتھ جگر بھی اُٹو ہوا
تیرا ہوا جو غن تو دل بھی اُٹو ہوا
آخر کمال کا ریا سے آرزو ہوا
آیا جو محتسب تو بنی رزم بزم سے
مخرج خم، شہید ہمارا سب ہو ہوا
کوثر کا حوض حشر میں سر پہ لئے پھروں
چلائے شیخ یہ بھی تھا راسا سب ہو ہوا
نشہ میں گر کے ہاتھ سے ساغر ہوا جو
ہر ریزہ جا کے سبز لب آبجو ہوا
کس سے کہیں کلیم جو گزرنی کلیم پہ
پرے سے بات کر کے جب پڑہ تو ہوا
نیکے جو خار بعد جنوں سو یا چھیں
دامن کوئی ہزار و جگہ تو رنو ہوا

اس طرح کوئی پس نہیں ہو سکتا	موت پہ دوساری کو شے سے مست
بچپن ہو یہ جس کا وہ جوان ہو نہیں سکتا	سہاگل سے سو مغل سرکش لنگہ میں میری
میخانہ مرا باغ جہاں ہو نہیں سکتا	چھا کر بڑا کوئی بھی ہو ٹھہرے یہ سر کا
مجدور ہر اب ضبط فغاں ہو نہیں سکتا	ہم دردِ محبت میں کرتے کبھی اُن بھی
اس خُسن سے کوئی نگراں ہو نہیں سکتا	ہستی نہیں چہرے سے نقاب بُرخِ روشن
تجربہ سا بھی کوئی دشمنِ جاں ہو نہیں سکتا	ہے کی حسینوں میں ہر عقدِ اہلِ داں

شاید ہو ریاض اس میں کوئی بوندِ اُمو کی
دل دیدہ غوتا بنشال ہو نہیں سکتا

ہم اڑا لائے سُبُوحِ آج اچھوتا کیسا	ہے چُرنے میں ہمیں ہے یہ طوے کیسا
پُر شکن موج سے ہے دامنِ دریا کیسا	دل بیتاب بھی کیا اشاکِ طوفاں میں گیا
آئیے آئیے اب وعدہ فردا کیسا	جائیے جائیے ہم حشر میں سُسنے کے نہیں
تم جو پا جاؤ ستاؤ ہمیں کیسا کیسا	کتے ہیں خوب کسی ہم نہ ستائیں تم کو
آج شیشے میں اُسے ہم نے آرا کیسا	سایہ ناک میں وہ عظم کو جگہ دی ہم نے
دیکھنا یہ ہے کہ ہوتا ہے تماشا کیسا	حشر کے روز اُٹھ آئی ہے دُنیا کیسی
غم بنا آ کے مرے مُنہ کا نوا لاکِیسا	تنگیِ رزق میں کھانے کو ملی پیامت
اُغیر آنکھوں سے بہا دیتے تھے دریا کیسا	اب یہ عالم ہے کہ بکسین بھی نہیں ترہوتیں
مُنہ کو رو رہے تھے یہ آتا ہے گلجا کیسا	دیکھنا چٹکی میں لُن کے کوئی ٹاؤ کتے نہیں
ہو رہا ہے سیر بازار تماشا کیسا	ہر شے کسی کمرے کی قیامت میں کہ
میرے ہوتے ہوئے یہ تماشا کیسا	ہر شے ہر شے کی قیامت میں کہ

سنگ در سر سے جدا ہوتا نہیں سجدہ کر کے در بدر پیدا کیا
 واہ لے دست جنوں زد جنوں چاک تم نے دھین سحر کیا
 سے پرستی کی حسد کو چھوڑ کر دین بھی نذر سے دینا کیا
 حشر کے دن بھی وہی ہیں شوخیاں آج بھی تو وعدہ نسر دیا کیا
 کو دنا کون آگ میں لے برقی طلا میں تماشا دور سے دیکھا کیا
 لے شبِ فرقت نہ آئی تجھ کو شرم غیر کے گھر جا کے منہ کا لاکیا
 قبر پر ابھرا یہ جاتے ہی ترے نقش پا نے حشر ہی برپا کیا
 اُس کو بھی حسنِ آفریں رُسوا کرے لے حسین جس نے تجھے رُسوا کیا
 تھا حسا سے سازہ پیسا دل کو بھی آپ نے انصاف تو اچھا کیا
 قبر میں ہے آج اوپر دہ نشیں لے ترے رُسوا نے بھی پڑا کیا

توبہ کر کے آج پھر پی لی ریا صن
 کیا کیا کمبخت تو نے کیا کیا

یہی ہے اُن کی نزاکت تو حال کیا ہوگا مجھے یہ ڈر ہے کہ وقتِصال کیا ہوگا
 کسی کا سبزو تربت نہ ہو سکا پا مال خرام ناز سے دل پامال کیا ہوگا
 کد پر آنے لگا کیوں پس فنا کوئی مٹے ہوؤں کا کسی کو خیال کیا ہوگا
 وہ سن ہی کیا ہے سمجھ ہو جو ایسی باتوں کی وہ پوچھتے ہیں کہ روزِصال کیا ہوگا
 نہ دل بہانہ طبیعت رہی وہ پبی سبی کسی کی بات کا ہم کو ملال کیا ہوگا
 اُنرا رِشوق میں کیوں آنے کی خواہش ہے وہ بات ہی نہیں چہرہ ٹہال کیا ہوگا
 اہل خدا کے لئے دم کو حسینوں پر ملا کے خاک میں حسن و جمال کیا ہوگا

میں نے سب کچھ کیوں کر چھوڑ دیا
 سب کچھ چھوڑ دیا اگر نرم ساقی میں
 شہر چلے کسی دم بھر یہ مجھ سے کیسے کی تیرے
 خواہ مخواہ ہے آساں ہے تری شان کریں
 مراد دل ہو ہے تیرا، تنگ رہا ہے بہت مشکل
 انھیں میں کوئی آئے، تو میخانے میں چلے
 وہاں ہیں غار و صحر، استخوان فراد و جنوں کے

کیا صل اک بندھا صبیحوں بھی روت کتا ہوں

رہوں محروم ہیں اس کے کرم سے ہونیں سکتا

دوری راہ سے کچھ بیٹھ گیا دل میرا
 ہوگا ناخن سے نہ واعقدہ مشکل میرا
 رنگ باندھا چمن میں بیخفاں نے میری
 نہیں اتنا بھی شہر چلے زرا تیری نظر
 آتیں رنگتے آئی تھو دے نکلی
 کون ہو جان مری پوچھتے ہو کیا مجھ سے
 منہ اُتر جائے اگر آرسی تھمے لہن کی
 ہے وہ مشتاق رہ عشق میں کھو ج قدم
 کچھ بے لعل بلبل کا ایک ایک
 بلبل سے بلبلوں کی آئے ہے میں اس کے شہزاد

پاؤں کیا خاک اُٹھاب سوائے منزل میرا
 چٹکیاں اکپ نہ لیں، اب نہیں دل میرا
 چھپکے منہ دیکھتے نہ بہتے ہیں عناد دل میرا
 کسی قبل گھٹکے راتل سے تے دل میرا
 نہ چھپا لاکھ چھپا حشر میں تاتل میرا
 ہے وہی جان مری جس نے لیا دل میرا
 دل مرا دیکھتے ہیں تو تھکے وہ دل میرا
 غم کے سہ پاؤں ابھی جاوہ منزل میرا
 غم ترا جان مری، رنج ترا دل میرا
 رنگ لگ چلے اُٹھے پردہ وصل میرا

اور ایسی ہے یہ سب کہ کر ترا عاشق ہے
 تیرے لئے کیا تھیں سے غم و کینا
 مرض لایا ہے کوئی ہمیں بدل کر شاہ
 میخوشوں کا ہے غلط سے تقاضا کیا
 چھا گئیں آگے سرزم گھٹائیں کیسی
 بن کے طاؤس، ہا قص میں رہنا کیا
 جب یہ مل جائیں کبھی سے لگائے ان کو
 میخیشوں سے کسی بات کا شکوہ کیا
 گھر میں ہیں تو یہ وقت نہیں مانی گھر میں
 ایک یونے سے آباد ہے مھر کیا

یوں تو مشہور زانہ ہیں بہت تیر و اخیر
 کئے شاعرے ریاض سخن آرا کیا

نہ آیا ہمیں عشق کرنا نہ آیا
 مرے غم بھر اور مرنا نہ آیا
 یہ دل کی ٹپ کیا کھد کو طانی
 تھیں بسم پر پاؤں ہر نا نہ آیا
 نگہاں کئے تم نے گولا کھ خالی
 ناک تم کو زخموں میں بھرنا نہ آیا
 بیٹن تھے سو سو طرح تم سنورتے
 جوانی تو آئی سنورنا نہ آیا
 دبا تھا کافر حسینوں کا جو بن
 مرے دل و دل کو بھرنا نہ آیا
 تری تیغ کیا کیا نہائی ٹو میں
 تری طرح لیکن بھرنا نہ آیا
 سنا کر وہ کہتے ہیں کس بھوے پن سے
 ہیں وعدہ کر کے کرنا نہ آیا
 بنے پھر مٹی شبنم کب کد پر
 تجھے اے صبا گل کرنا نہ آیا

ریاض اپنی قسمت کو کیا کہوں میں
 بگڑا تو نہ آیا سنورنا نہ آیا

تھارا دعا پورا ستم سے ہو نہیں سکتا
 ہم بچل تھیں سے دیں یہ ہم سے ہو نہیں سکتا
 جو ہوتا ہے سب سے پہلے تو نہ ہے میرنگ
 اور جو ہوتا ہے سب سے پہلے تو نہ ہے میرنگ

اناؤنی بیترا احسان سر پر رہ گیا
 عالم وحشت میں میرا گھر کوئی گھر رہ گیا
 کیا انہو کے گھونٹ پی کر آج خنجر رہ گیا
 قید تنہائی تھی وہ زنداں کے باہر رہ گیا
 لاکے لب تکبے میں خاموش ساغر رہ گیا
 چارہ گز نشتر کے بھی چھچھہ کے نشتر رہ گیا
 میرے بازو میں سلامت کب کوئی پردہ رہ گیا
 پاؤں میرا ایک اندر ایک باہر رہ گیا
 آج تو کچھ آسماں بھی کھا کے چکر رہ گیا
 خشک ٹھنڈے سے یہاں بھی دامن تر رہ گیا
 تیرے صدقے کیا کرتے سے کوئی بُد رہ گیا

ہنس کی قہقہے میں مرو سر رہ گیا
 اس کے چھوٹے صمرا اس کے اچھے گرو باد
 دم نہ کو گیا کچھ سخت جانی پر بری
 دیر سے سرنگار رہا ہے صبح سے سایا مرا
 اک شریکِ سخن سے دست زد کا تھا پیام
 تھی رگِ جاں کی ترپ بھی کس قدر چھبتی ہوئی
 ہونفس کی تبدیلیاں تھیں تپنے سے مرے
 گھر میں پہنچا تھا کہ آئی نجد سے آوارِ نفیس
 وصل کی شب، وہ نجم کو گئے گردش سے کیوں
 کام لے لے نہ وہ آئی حشر کی بھی تیر دھوپ
 کیوں نفیس سے ہاتھ میں صیاد پھر مجھ کو لیا

حشر میں بھی ساتھ غفلت نے نہ چھوڑا لے یا صل
 سو کے ہم اٹھے بھی کب، دن جب گھڑی بھر رہ گیا

مبارک شاد گل کو شاد نخل طور ہو جانا
 یہ دو دن کے لئے اچھا نہیں مگر ہو جانا
 مرا کھل کھینا ظالم تر اُجسبو ہو جانا
 سحر ہوتے ہمارے رنگ کا فور ہو جانا
 ستم ہے کافر آنکھوں کا ترسی غمور ہو جانا
 دکھا میں شیشہ دل کا تھیں ہم چور ہو جانا

ہم نہ کر بھی نہ پہنچیں ہم سے اتنی دور ہو جانا
 برائی آتے ہی نشہ میں ایسا چور ہو جانا
 وہ تین ذاتی ہیں یہ باتیں یاد آتی ہیں
 تیار رہا وہ سب کا عجیب عالم دکھاتا ہے
 قیامت کے تیرا انداز سنا گڑا یاں لینا
 دیکھو دستے ہو کر تم اپنا انداز سے چلنا

کثرتِ خارِ الم سے جو ہوا جی چھوٹا
دل بڑھانے کو جو حبِ آرزو دل سے
میں کہوں بڑھ کے شہِ وصل سے ہنہ لفظ
تو نہ کہہ گئے شہِ وصل سے ہے قی میرا
یہ مرا ہو کے رہا بعد فنا تر بہت میں
جان سے بھی ہے سوا میرے لے ل میرا
زخم ایسا تو ہوائے تیغ میں تیرے صدقے
کہ تڑپ جائے مے ساتھ ہی قاتل میرا
ہاتھ پرکھ کے اُسے جب وہ چمن میں چھپے
برگ گل جان کے بل نے لیا دل میرا
جو کھلا پھول بنا زخم مے دل کا ریاض
جو کلی رہ گئی کھلنے سے بنی دل میرا

رسانی باہم گمان کے ہوا ایسا ہونیں سکتا
بلند اتنا میری قسمت کا تا را ہونیں سکتا
زنیں بھی اُنکے کوچے کی مجھے بھاری محبتی ہے
کہیں ایسوں کا دُنیا میں ٹھکانا ہونیں سکتا
تمنا دل کی تم سے کیا چھپاؤں چھپیں سکتی
یہ دل گھر ہے لھتا راقم سے پردا ہونیں سکتا
نہ نکلا کام بہاروں کے ان کا نام کیوں نکلا
وہ لپچھے ہیں سیجا کوئی اچھا ہونیں سکتا
ہماری بات رکھ لی آج کس نے طوڑا لول میں
پکارا کون ادھر آتجہ سے پردا ہونیں سکتا
اٹھاؤں زنجیروں کے بنا ہوں وضع بھی اپنی
بڑا جھگڑا یہ ہے مجھ سے یہ جھگڑا ہونیں سکتا
کئے ہیں شیشہ دل چوہہ تے سخت باتوں سے
اے واعظ ترا بخام اچھا ہونیں سکتا
سلامت کچھ تنہائی سلامت یہ خیم و سار
بہا ر آئے نہ آئے مجھ کو سودا ہونیں سکتا
تھے کوچے میں فنا دا چکی ہے پیشین کو بھی
وہ کچھ ہو کھاکے ٹھوکر حشر پر ہونیں سکتا
یہاں پتا ہے مجمع پاکبازانِ محبت کا
تھے کوچے میں آکر کوئی رُسوا ہونیں سکتا

حرم والو ریاض آکر حرم میں پڑھیں کیونکر
گزاران کا کہیں بے جام و مینا ہونیں سکتا

تو ہماری جان کی اس گھر سے جو کئی کوئی بات
 میری سچائی تو کوئی عشق بتا میں دیکھ
 اُسے ہیں ارغ نیا نیلے نہ مجھ کو پس مرگ
 سس دایہ دل یا رکی سن کر تعریف
 باغباں کام ہیں کیا ہے وہ ٹھٹھے کہ ہے
 نگہ مشوق یہ دیوار میں دن کیسا
 ساتھ تشقے کے ہے زہر برہن کیسا
 آج پھیلا ہے اُجالا سر دفن کیسا
 منہ پھٹائے ہوئے ہے غنچہ سوسن کیسا
 جب ہیں باغ سے نکلے تو شمعین کیسا

پارسا بن کے ریاض آئے ہیں جانے میں

آپ بیٹھے ہیں بجائے ہوئے دامن کیسا

یہ سن کے یس بلا میں جو سو بار کیا ہوا
 جوتے اُس کی خلد کے دروازے کھل گئے
 بیکس سمجھ کے ٹوٹ پڑا مجھ پر آسمان
 کبخت دل کی فکر کے وہ گیا گیا
 ہلکی شراب پی جو کسی ناز میں کے ساتھ
 دشمن کے گھر گئے وہ جبے پاؤں کس طرح
 میں سب مشوق پہلے سے گزرتی تیں ال دوا
 اُسے دل نگاہ مٹنے ہی شرط گئے وہ کیوں
 قابو میں آئے توج یہ کیوں آپ چپے ہیں
 وہ کو چہ رقیب میں یہ قبر پر ہماری
 ہماری چھپے کی بات قی کیوں نہ کھل گئی
 وہ کہ بتائیں پھر کو کیوں نہ زبان دی
 ہے ہر بلبلے جاں یہ ہوا بیاں کیا ہوا
 قسمت مری کھلی ہیں گنہگار کیا ہوا
 سر سے جدا دوسرا یہ دیوار کیا ہوا
 مجھ کو تو یہ پڑی ہے عنبرم بار کیا ہوا
 واعظ میں اس گنہ سے گراں بار کیا ہوا
 اُس کی گلی میں فتنہ رفا کیا ہوا
 کہتے ہیں وہ گئے کامرے بار کیا ہوا
 آنکھوں ہی آنکھوں میں یہ مریا کیا ہوا
 فرمایئے وہ روز کا انکار کیا ہوا
 نقش قدم کو شوخی رفا کیا ہوا
 سوئے مرے نصیب وہ بیدار کیا ہوا
 اب کیا کہیں کہ غم سے اقرار کیا ہوا

سرے دل سے نگاہ لطف کی کچھ راہ تو مٹھی
 کسی کا جس کی شب کا دل سے ہائے یہ کہنا
 نظر کے سامنے کیا تھی کچھ اور ہونی ہو
 مجھے ساغر میں ہے بھر پور رنگ لگی جوانی کا
 بھارتے تری قسمت سے ابکے ہم دکھا دیں گے
 جو مونج آجائے کچھ تو آنکھیں بام پر میرے
 مزادتی ہیں گھڑیاں انتظارِ یار کی کیا کیا
 کہوں کیا اپنی تربت پر اندھیری لچک کا عالم

مبارک میرے زخموں کو جو نہ سمجھ رہا ہوا
 پرانے بس میں پڑ کر قہر ہے مجھ پر ہوا
 کدو سے دور ہونا ہے نگہ سے دور ہو جانا
 غضب ہے بے پئے نشہ میں میلو چر ہو جانا
 ترے سجے کا زانہ خوش انگور ہو جانا
 ادھر بھی اکنی رانجھو سے برقی طور ہو جانا
 کبھی سرور ہو جانا کبھی رنجور ہو جانا
 عجب حسرت فرا تھا شمع کبے نور ہو جانا

ریاقتوں میں شہر سے لکھا کریں ہم قصد جانے کا
 نصیبوں میں دکھا ہے خاک گور کھپور ہو جانا

رنگ پر کل تھا ابھی لالہ گلشن کیسا
 دل پر داغ جو ہوتا ہے کد میں بیتاب
 میں کہیں کا نہ رہا! دُخراں کے چلتے
 اب خدا جانے بہا آتی ہے اس میں کہ نہیں
 چھپے راتوں کو کہیں نہ پتے نہ گئے
 مل ہاتھوں کیا ہونٹھوں افسان چن لی
 ہم نے دیکھے ہیں مقامات تھی ان کے
 ہے ابھی میرے بڑھا ہے میں جوانی کیسی
 بے چارے آج ہے ہر ایک نشیمن کیسا
 جھلکا آتا ہے چراغِ سحر بن کیسا
 اڑ گیا میرے مقدر سے نشیمن کیسا
 میرے دم سے کبھی آباد تھا گلشن کیسا
 بے سبب نام ہوا آپ کا روشن کیسا
 آکے قابو میں لٹا آپ کا جو بن کیسا
 طور کہتے ہیں کسے وادیِ امین کیسا
 ہے ابھی ان کی جوانی میں لیکن کیسا
 لے اٹھا خون دمِ حشر یہ دہن کیسا

مری خوشی کی انہیں کس لئے خوشی ہوگی مرے ملاں کا اُن کو ملاں کیسا ہوگا
 بتائیں کیا تھیں کیونکر نگلے لگائیں گے بتائیں کیا تھیں روزِ وصال کیسا ہوگا
 شراب پینے کی عادت تھی مجھ کو چلو سے مجھے ملا بھی تو جامِ سفال کیسا ہوگا
 ریاضِ عمر تو گزری سیاہ کاری میں

خبر نہیں کہ ہمارا آل کیسا ہوگا

کیوں بچھے چیراغِ محفل کا چاند اس گھر کا داغ ہے دل کا
 غون بسل کی شوخیاں دیکھو آج دامن رنگا ہے قاتل کا
 میری تربت کا ایک اک ذرہ تم کو مٹے جائے گا خزاں کا
 اثر اضطرابِ قیاس نہ پوچھ پردہ اٹھ اٹھ گیا ہے محل کا
 نہ وہ تربت نہ پھولِ تربت کے نہ وہ جھرمٹ رہا عمن اہل کا
 دیکھئے گا سنبھل کے آئینہ سامنا آج ہے محنتِ اہل کا
 کچھ عجب رسمِ وراہ ہے ان میں نکھلا را زدیدہ و دل کا
 تھک کے بیٹھے جہاں چین ملا کہ نہ پوچھا نشانِ منزل کا

بزمِ دشمن میں ہیں ریاض بھی آج

جننے دیں گے نہ رنگِ محفل کا

روگ تھا آزار تھا اچھا ہوا جانا رہا ایسے دل کا بیخ کیا جاتا رہا جانا رہا
 صدقے روزِ وصال کے شکوہ مرا جانا رہا اُن کا شکوہ رہ گیا میرا کلا جانا رہا
 اب وہ شاہِ پرستی ہے نہ ذوقِ میکشی بہت گئیں وہ صحبتیں مہِ مشغلا جانا رہا
 کیا کروں اے آہِ زخمی یڈا رہا بے وصل نامہ ہر توسعہ بھرا آتا رہا جانا رہا

تھا دیکھنے کا لطف تجھے دیکھتے یہاں	عشر کے دن ہوا بھی تو دیدار کیا ہوا
مکتے ہیں میری سادہ میں ہو کوئی پائمال	جانی ہے پوچھنے مری پسند کیا ہوا
پیری میں وہ شباب کی سچ دھج کدھر گئی	وہ بانگین اور مڑاؤ دستار کیا ہوا
زنگین و ساغرے گل رنگ کیا ہوئے	پیش نظر جو تھا وہ چمن زار کیا ہوا
صدقے ترے نثار ترے لے نگاہ شرم	چپ چپ سے کچھ بہت ہیں لب لار کیا ہوا
چھپتا میں چھپانے سے عالم ابھار کا	آہل کی تہ سے دیکھ نمودار کیا ہوا
مجھ کو بھی اپنے غنچہ دل کی تلاش ہے	اُترا ہوا گلے کا ترے ہار کیا ہوا
سینچے ہوئے چمن میں مرے خاک لڑ گئی	وہ جوش اشک یوں خنوار کیا ہوا
جن چسین لوٹ تھے وہ دغا کیا ہوئے	جس کی یہ بقی بہار وہ گلزار کیا ہوا
کوئی نہ کوئی سانچہ گزرا ضرور ہے	لے جان زار اے لب بیمار کیا ہوا
مقصود ہے کوئی نہ پئے وہ حریف ہوں	واعظ ہوا میں نہ متح حوا کیا ہوا
سیوہا سادل بھی بیچ میں تیرے آسکا	کس بل ترا وہ طرہ طرہ سارا کیا ہوا
انگلی پر آرسی نے نچایا کسے یہ آج	تیسرا غور آئینہ خسار کیا ہوا
دیکھا کبھی نہ پھر کے مرے خوش خرام نے	کس کس کے دل پر سے دم زقار کیا ہوا

”فقتے“ کو پوچھتا ہے کوئی کس دا کے ساتھ

چھوٹا سا وہ ریا ضل کا خبسا کیا ہوا

ہیں پینے پلانے کا فرا اب تک نہیں آیا	کہ بزم سے میں کوئی بارساب تک نہیں آیا
ستم بھی لطف ہوتا ہے بھونے کی باتوں	بھٹلے جان اندازِ جفا اب تک نہیں آیا
دم آخر سربالیں جوتے کو وہ آئے بھی	نہیں کر کے گئے وقتِ عجب اب تک نہیں آیا

چھ کے سینے میں مے قاتل کا پیکان لگیا
 رہ گیا ہاں غیر کو آنے کا ارادہ گیا
 اے ری دیوانگی ہم پھول پھٹتے رہ گئے
 رہ گیا محروم تجھ سے کون لے فصل بہا
 اُس نہکپاش جرات نے کیا اچھا علاج
 سایہ چھو اجست کرتے ہی کہ جاتی تھی بہار
 بات ہی ایسی تھی یہ شہنشاہِ چوم نیتے ہم حضور
 قیس پرانوں میں کباتی تھا اب بھی نہیں
 اڑ گیا پروں کا سایا بھی مری تقدیر سے
 کیوں پھرتے سے اُسے پانوں تم دشمن کے گھر
 ایک میں باقی تھیں بھی ہو گیا گمراہ عشق
 تیرے صدقے کیا ہوئیں دشمن سے باتیں کہ بھی دے
 سخت جان ہوں کہ سہل ہو کے بھی نکلی نہ بھا
 ۳۰ میں نکلتے ہوئے کچھ خار ہیں اُکھٹے ہوئے
 عمر بھر دوائے گادیکھنا لے اشکِ شرم
 روئے دھتے آتے رہ گیا سامانِ وصل
 تھے جو کانٹے راہ میں اب اس صحرا میں ہیں
 رہ گیا آغل ہی آغل دے چکی عمرِ جواب
 جاتے جاتے مجھ کو زنداں کی محبت آگئی
 چٹکیاں لینے کو دل میں دل کا ارادہ گیا
 سایہ میرا اُن کے در پر بن کے دواں رہ گیا
 موسمِ گل میں سلامت اب کے دماں رہ گیا
 ہاں مگر میں رہ گیا میسرِ سیا باں رہ گیا
 زخم میرے بھر گئے خالی نہ کد اُن رہ گیا
 اے جنوں سایا سر دیوارِ زنداں رہ گیا
 وہ تو کہنے لب تک آتے تھے سیاں رہ گیا
 پھاڑ کھانے کو مجھے خالی سیاں رہ گیا
 میرے سر پر سایہ دیوارِ زنداں رہ گیا
 رہ گیا بھوے سے کچھ یا کوئی ارادہ گیا
 اس زمانے میں بتو کوئی مسکن رہ گیا
 اُٹھ رہی کوئی قسم یا کوئی ارادہ گیا
 مجھ کو حسرت رہ گئی قاتل کو ارادہ گیا
 لے جنوں دماں مرا کبھی دواں رہ گیا
 میرے اس میں جو کوئی بلغِ عتیاں رہ گیا
 آج ساماں چوچکا تھا ہو کے ساماں رہ گیا
 کوئی بھی دیوانہ زُلفِ پریشاں رہ گیا
 ایک ہی جو بن کا اُن کے بے گناں رہ گیا
 میں اُچک رہا آج لے دیوارِ زنداں رہ گیا

شرم ہے صبح شب و صبح اور بھی دلی نگر
 مرگ دشمن پر کھٹا خس کیوں ملے آپ
 سوائے گردوں ہم مصیبت میں تھاتے تھے
 صبح ہوتے جب کما میں کہ ہے کچھ التماس
 میری صوت پر برس کیوں دشمنوں کو لگیا
 دیکھنا شوخی وہ کہتے ہیں مے ہوتے ہوئے
 اس طرح اپنے دل کو ڈھونڈھنے نکلے ہیں ہم
 لٹ گئی شبکے و شے جس کو چھپاتے تھے بہت
 شام کو جو تھا وہ انداز حیا جاتا رہا
 ہاتھ ملے ہاتھ سے رنگ حنا جاتا رہا
 کیا کریں جبکے م سے دست عا جاتا رہا
 ہنس کے بوئے وقت عرض عا جاتا رہا
 تیرے صدقے کیوں و انداز حیا جاتا رہا
 کیوں توقع مست گئی کیوں آسرا جاتا رہا
 پوچھتا ہے حسیں گھر کے کیا جاتا رہا
 ان حسینوں سے کوئی پوچھے لکھیا جاتا رہا

دست شفقت اس طرح اک اندے پھیرا ریاض

بیٹھ کر یادِ حیدر میں جھومنا جاتا رہا

اگر ان کے لب پر لگا ہے کسی کا
 حسین حشر میں سر ٹھکائے ہوئے ہیں
 وہ جو بہت سزا ٹھائے ہوئے ہیں
 وہ خود چاہتے ہیں کوئی اب ستائے
 جو ہیں دست گستاخ اپنے سلاست
 وہ کیوں ٹھکے غلو سے محفل میں آئیں
 بنالوں، خدا، تو بھی میرے نہ ہوں گے
 کوئی گود میں مجھ سے آہی کیا ہے
 ریاض اور ہی نگ میں مست ہیں اب
 تو بے جا بھی شکوہ بجا ہے کسی کا
 وفات آج وعدہ ہوا ہے کسی کا
 بہت تنگ بند قبا ہے کسی کا
 ستا نماز ادا کیا ہے کسی کا
 تو جھوٹا ہیں وعدہ وفا ہے کسی کا
 وہ کیا جانیں کیا مدعا ہے کسی کا
 تہوں میں کوئی بھی ہوا ہے کسی کا
 تصور ہیں جب بند ہے کسی کا
 سنا ہے پایا لا پایا ہے کسی کا

نہ منہ دیکھ اور چشم سوزن کسی کا
 فرماہو کہ جھک جھک کے رہ جائے بجلی
 بہ شوخی کہ اُڑتی ہے ٹھوکر سے اُن کی
 دل اتنے بچھے ہوں کہ دجائیں فتنے
 یہ بجلی ہے کیوں گرد میرے نفس کے
 زمانے میں ڈرنے کی چیز اک ہیں ہیں
 خدا جانے کیا آگ اندر لگی ہے
 جوانی کے دامن سے پٹا ہوا ہے
 وہ گل کرنے کیوں شیخ تربت کو آئے
 وہ صبح شب وصل نیچی نگاہیں
 رُو کر نے بیٹھے ہیں دامن کسی کا
 گلوں سے چپا ہوشیمن کسی کا
 ادب بھی کچھ اوجاٹ فن کسی کا
 جھٹک دے جو محشر میں امن کسی کا
 چمن میں تباد و نشیمن کسی کا
 ہمیں لوٹ بیٹے ہیں جو بن کسی کا
 شر رائے اُٹھا سنا بزدل کسی کا
 نہ اب تک اسے پہچن کسی کا
 ہمیں کیا، ہوا نام روشن کسی کا
 وہ مسکا ہوا ہے دامن کسی کا

ریاض ایسی دیوانگی روزِ محشر

اے چھوڑ کبخت دامن کسی کا

مشکل اس کو چپے سے اُٹھنا ہو گیا
 دیکھ واعظ مجھ کو میں کیا ہو گیا
 اور ہی داد می ہے لے لے لے لے طور
 فلاح میں جب تک یہ ہے انگور ہے
 تم کو سبھا حو ر تیرہ گور میں
 منہ جو کہے میں کھلا وقتِ ازاں
 میکہ واعظ سے اب چھتا نہیں
 حشر بھی نفیس کھنپا ہو گیا
 آدمی تھا اپنی، فرشتا ہو گیا
 قیس جس میں تائے بیٹے ہو گیا
 شیخ نے توڑا کہ مینا ہو گیا
 لے فرشتہ و منجہ کو دھوکا ہو گیا
 بندہ اتوس کلپا ہو گیا
 ادھمیا بادہ پیا ہو گیا

ہوگی رُسوائی مری دُنیا میں لے دستِ جہاں
 قیس بھی باقی نہیں میں ہوں ضد کی نداشت
 انا تو انی میں دیا دستِ جہاں نے بھی جواب
 کون کہے اب کفن کے کام لے دستِ جہاں
 یکم تو ہیں کافروں کے نام ہے اسلام کا
 دلوں کے دن نہیں وہ دن میں نہیں
 ایک بھی باقی اگر تارِ گریبان ہو گیا
 ہو کا عالم ہو گیا خالی بیابان ہو گیا
 پھانسی لینے کو مجھے میرا گریبان ہو گیا
 تارِ داماں رہ گیا تارِ گریبان ہو گیا
 اب سماں رہ گیا کوئی نہ ایمان ہو گیا
 شوقِ عصیاں مٹ گیا اب عصیاں ہو گیا

اک بُتِ کافر کو دل لے کر ہوا کافرِ ریاض
 اب تقدس رہ گیا اس میں نہ ایمان ہو گیا

بتا دو تم ہمیں بیدار کرنا
 وہ پہلے سُکر اکر یا دکرنا
 قفس کی تیلیاں توڑیں تڑپ کر
 تمنا جس کی ہے وہ دن تو آئے
 ہم آجائیں گے اپنی باد بن کر
 قیامت ڈھاتی ہے مظلوم کی آہ
 تصویر میں یہ کوئی کہہ رہا ہے
 قفس میں رہ کے قیدِ نغمہ سنجی
 سکھایا ہے ہمیں ظالم تبوں نے
 ہماری خاک ہے رُسوا کنِ حسن
 ریاض اک مردِ آخر میں ہو تم بھی
 سکھا دیں ہم تھیں منسرد کرنا
 وہ پھر شرما کے کچھ ارشاد کرنا
 نہیں آتا اُن غنیں آزار کرنا
 تھیں آجائے گا بیدار کرنا
 نہ بھولے سے ہمیں تم یاد کرنا
 سمجھ کر تم نہ رہا بیدار کرنا
 شبِ فرقت میں ہم کو یاد کرنا
 ستم ہے خاطرِ صیتا دکرنا
 مصیبت میں حنہ دیکھ کرنا
 سمجھ کر تم اسے برباد کرنا
 سمجھ کر عاقبت برباد کرنا

میں کون ہوں کیا ہوں میں معلوم کہاں میں
 اس شیخ کمن سال کی ہندری بزرگی
 میں اور شہس کھوں تیسے ہی دل کی
 ایفا جو کریں وعدہ تو سو حشر میں موقع
 کھل کھیلی ہر طرح جوانی کی اُمنگیں
 کہتی ہے پکڑے ہنقابِ سُرخ روشن
 اکیر ہے زاہرے و معشوق کا ہلنا
 بن جاتی ہے ہر بات جو موقع بھی خدا سے
 جب گلوں میں دونوں کی بزرگی ہے سلم
 وہ ساتھ آئی وقت کے عقی وقت کی جرات
 کام آئے ہمارے جو حسینوں کی جوانی
 رکھ لیں ابھی سر پر جوئے بارگنہ اور
 ہر راز میں سوائیں ہیں ہر بات میں سور اُ
 ہم نے بھی ریاضت آپ کے اشارے سے ہیں
 یہ لطفِ بیاں لطفِ زباں ہونیں سکتا

اُفت میں عیاں سوزِ تباں ہونیں سکتا
 کیا پارہ دل کوئی زباں ہونیں سکتا
 اد جلوہ گز طور کے کھل کھیلنے والے
 مجھ کو ہے لب جامِ شکستہ بھی مرید
 یہ آگ ہے ایسی کہ دھواں ہونیں سکتا
 کیا اڑ کے لہو رنگِ نفاں ہونیں سکتا
 کیا دل کوئی خلوت کا مکان ہونیں سکتا
 ساقی یہ ہلالِ رخصتاں ہونیں سکتا

اے بڑا اللہ کو سونپا تھیں جلد ہستنا ہوں کہا ہو گیا
 باغ تک جاتے بھی ہیں آتے بھی ہیں اب تنفس تو گھر ہمارا ہو گیا
 آسے گا پینے بلاسنے کا مزا پارسا اب بادہ پیا ہو گیا
 موت آئی آپ کا مٹنور دیکھ کر آپ کا بیمار اچھا ہو گیا
 ڈوب جائیں اے وہ طوفاں کہاں اشک تو آنکھوں کا تارا ہو گیا
 رنگ بد لاکیا زلنے نے ریاض

دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا

ادبیت کا فریختے کیا ہو گیا غیر کے سجدے سے خدا ہو گیا
 ہے یہ بہت نشہ زرا ہو گیا مل گئی تھوڑی سی بھلا ہو گیا
 حشر میں آگے مرے منہ پر نقاب میں بھی کوئی آج نیسا ہو گیا
 پانی پیسا غصے میں اگر وہ بھی مئے ہوشیار ہو گیا
 مجھ سے جچا ہے مے قاصد شوق نامہ ملا اور ہوا ہو گیا
 کس کی نظر او دلِ ناداں لگی میں ترے صدقے تجھے کیا ہو گیا
 بگڑی تھے آنے ہی ترتیب بزم حشر میں ہنگامہ بپا ہو گیا
 کہتے ہیں رات آئی جاں نصل کی جان کو تو میری بلا ہو گیا

جھومتے ہیں بیٹھے حرم میں ریاض

آکے یہاں نشہ ہوا ہو گیا

نازک ہیں زنگت کا بیاں ہونیں سکتا وہ ایسے ہیں کچھ اور گماں ہونیں سکتا
 تو اور رہ شوق اس آہستہ رومی سے اب ساتھ ترا عمر رواں ہونیں سکتا

سحر ہوتے مجھائے کون لے شیخ کی توجہ کو
 خدا جانے ہوا کیا کو چہ جانان میں ل جا کر
 گیا تھا کہ کے قیصر کہ لے پاؤں آتا ہوں
 جسے تم کوستے ہو عمر اس کی اور بڑھتی ہے
 ستم کرنا، وغا کرنا، کہ وعدے کا وفا کرنا
 کسی نے کوئے دشمن میں چھپا ڈالا مٹا ڈالا
 یہ کیا انصاف ہے صتیاد چھوٹے سے مجھ کو
 بتا دیں آگیا کیا تم کو اس مٹتی جوانی میں
 ہٹان ازا میں جب سیکھتے ہیں مجھ سے کتے ہیں
 کیا حسرت سے رخصت صبح کے تاروں کو یا کمر
 یہ غلط ہے کہ عشر میں آجی نکھیں بند ہیں میری
 نہ پھونی ٹکونی کو پل تک مری شاخِ نغمین میں
 دیا ہو تو دیا ہو کچھ پیامِ شوق آنکھوں نے
 اس بھرے بھر کو بن پر یوں ہی بیٹھے رہتے

وہ دن آئے مرے سر کا رابل بزم سے پوچھیں

کہاں ہے کیوں یا اصل خوشنوا اب تک نہیں آیا

آپ کے پہلو میں کشمیں سوچکا
 جاسیے ہونا تھا جو کچھ ہو چکا
 ہنستی ہر تقدیر میں لے ان کے تشا
 دل مجھے میں اپنے دل کو رو چکا

سے خواب حلا علی شاہ جادو باغ نقابہ نواز خلع، مر پور

جو بن سے ہے سکی ہوئی محرم کا اشارہ
جانے میں وہاں آندھی ہے اسے اور سا تو
دن اور جگہ اور ہوئے داؤدِ حشر
دیوانہ لیسے کو نہ لیسے سے ربا کام
جو دام اٹھیں چینی کے وہ کم ہیں
بٹخانے بنا کرتے ہیں کس طرح مساجد
دیوانوں کا انداز اڑاتے ہیں عناد دل
یہ جان کو میری ہے عذابِ تھہر کا
ہیں پیری و طفلی و جوانی کے منے و
بے ہمتے ہیں چرخ کے سب چاند ستار

یہ دن وہ ہیں کوئی ننگراں ہو نہیں سکتا
کیا اشک واکِ سیلِ رواں ہو نہیں سکتا
انصافِ حسینوں کا یہاں ہو نہیں سکتا
کچھ اور بلا ہے خفقاں ہو نہیں سکتا
سو دا یہ کبھی صبح گراں ہو نہیں سکتا
جب نغمہِ ناقوسِ فناں ہو نہیں سکتا
دیوانے میں یہ رنگِ فغاں ہو نہیں سکتا
دل سا بھی کوئی آفتِ جاں ہو نہیں سکتا
دنیا سا کوئی اور جاں ہو نہیں سکتا
وہ وصل کی راتیں ہماں ہو نہیں سکتا

بننے کو ریاضِ آپ بنیں کو کہنِ تمہیں

ہیں ساختہ باتیں خفقاں ہو نہیں سکتا

تو لے فلکِ پیرِ جواں ہو نہیں سکتا
ساقی کی گڑی آنکھ ہے کیوں کعبہ دل پر
اک چاند سی ہے شکل ہم آغوشِ شب کو
جنت میں نہ بھیجیں گے لگانے کبھی منہ دی
کچھ خشک سا ہے شربتِ میخوار کا سبزہ
حب کا تب اعمال ہوئے بار نہ ہم کو
ہر شامِ جس کی سحرِ عمید ہو و اعظ

پہلے ہو جواں یہ بھی گماں ہو نہیں سکتا
یہ بادہ فروشوں کی دُکّاں ہو نہیں سکتا
اس سے فلکِ پیرِ جواں ہو نہیں سکتا
یہ عذرِ حسینوں کو رواں ہو نہیں سکتا
کیا ابر بہارِ اشکِ فشاں ہو نہیں سکتا
تو بارِ معاصی کا گراں ہو نہیں سکتا
میخانے میں ایسا مریض ہو نہیں سکتا

اٹھ جائے کہیں ہاتھ میرا نہ نوپر یہ جھکے جبینوں کا گریباں نہیں ہوتا

کس طرح پستی ہیں سیدہ کار بلائیں بے تیرے منزلے شب ہجران نہیں ہوتا

سن اور تھا دن اوتھے کچھ اور تھا عالم اب ہم کو کسی بات کا ارمان نہیں ہوتا

مشتاق بہت قدر شناساں سخن ہیں

کیوں طبع ریاض آپ کا دیوان نہیں ہوتا

نذر اُس بُت کے ہوا یاں یہ کچھ دُور نہ تھا اپنے اللہ کے صدقے اُسے منظور نہ تھا

ہم چھلکتے ہوئے ساغر کی اُٹھائے لذت باغ میں کوئی جھلکتا ہوا انگوڑ نہ تھا

میں پُرانا ہوں ترا دیکھنے والاے دوست وہ جی جلیے مری آنکھوں میں جہنم طور نہ تھا

اُس کے آغازِ جوانی کا کہوں کیا عالم کچھ اُسے نشہ ساقا نہ تھے میں وہ چور نہ تھا

دل پر باغ کا گلہ ستہ جو لائے آپ کی بزم میں پہلے تو یہ دستور نہ تھا

بزم ساقی میں مئے اُسے تھی لے شیخ کیا ترے واسطے افشردہ انگوڑ نہ تھا

شوق سے میں نے رہ عشق میں کائے میں پنا کو کہن ہو تو ہو میں تو کوئی مزدور نہ تھا

کوئی میکش نہ مرا ہو کہیں تائب ہو کر منہ کفن کھول کے دیکھا تو زرا نور نہ تھا

تھی چکنے کو سر شاخ نشین بجلی آشیانے کے لئے نخل بطور نہ تھا

آئی دن بننے کو تو میرے سیدہ خانے میں کیا ٹھکانا کہیں تیرا شب و بچور نہ تھا

بیٹھ کر کیا دل مرحوم کو رٹے ہو ریاض

بگڑی قسمت بنے اللہ کو منظور نہ تھا

نہ کا ساتھ نہ کوئی پھانس منتر تھا نہ پیکا تھا جو دل میں چھپرہ ہاتھ وہ ہمارے دل کا رمان تھا

ہمارا آئی تھی گلشن میں وہ دن بھی یاد ہیں ہم کو کسی کے ہاتھ میں ساغر تھا کوئی نخل بدال تھا

ہاتھ رکھائیں نے سوتے میں کہاں
 حشر میں آتا تھا پسلے سے ہیں
 بوسے وہ جھنجھلا کے اب میں چکا
 ہم کب آئے جب تماشا ہو چکا
 میرے حق میں یہ بھی کانٹے ہو چکا
 اپنی قسمت کا لکھا میں ہو چکا
 اب جو ٹھٹھا ہے تھکے طوفانِ شک
 اب کیا عمامہ ہو کر رہن سے
 بوجھ اتر اسرے جب گڑا تو چکا
 جمع کی تھی جتنی دولت کھو چکا
 توبہ کی عصیاں سے اب چھپے گا کون

آفتاب حشر کب چکا ریاض
 داغ سے دامن سے جب میں ہو چکا

وہ حشر میں بھی سر بہ گریباں نہیں ہوتا
 کیوں پوچھتے ہو وصل کا ساماں نہیں ہوتا
 کافر نہیں ہوتا ہے پشیمان نہیں ہوتا
 سامان سے پورا کوئی اداں نہیں ہوتا
 ہاتھوں سے مرے چاک گریباں نہیں ہوتا
 ہم زردوں میں جو صاحبِ یان نہیں ہوتا
 صدقے ترے ہم سے کبھی پیمان نہیں ہوتا
 جو دل نہیں رکھتے انہیں ریاں نہیں ہوتا
 خوں نابہ فشاں دیدہ گریاں نہیں ہوتا
 وہ حسنِ چراغ تیرا دامن نہیں ہوتا
 یوں کوئی ابھری بزم میں غریباں نہیں ہوتا
 ہوتا ہے فرشتہ کوئی نہاں نہیں ہوتا
 ہوتے ہیں ہمیں ہم جو نگہباں نہیں ہوتا
 وہ حشر میں بھی سر بہ گریباں نہیں ہوتا
 کیوں پوچھتے ہو وصل کا ساماں نہیں ہوتا
 آفت ہے مری جان کو اس ضعف میں وشت
 پانی کر بھی جھلاک نور کی ٹنڈھ پر نہیں آتی
 ہم کو توقفِ لطف ہے پیمان شکنی سے
 ہم خاک کسی بات کا ارمان کریں گے
 اب چلوں سے نگیں نظر آتا نہیں امن
 جو دور ہی سے آگ لگاتا ہو دلوں میں
 گرے نہ طبیعت کیں پر دانوں کی لاشیں
 بچ جلے جوانی میں جو دنیا کی ہوا سے
 سایہ بھی پھٹکنے نہیں پاتا ترے در پر

اٹھا کے میرے مینا لگائے خوشہ ہاک یہ میری توبہ کا ساقی نے احترام کیا

نماز عید ہوئی مسکندے مین حوم سے آج

ریاض بادہ کشوں نے ہمیں امام کیا

جنوں میں تیش لے سولے کو ہمار گیا گیا جہان سے اب کو کہن سایا رہ گیا

کمند زلف کے صفے سے صاف نکلا دل بڑا شکار گیا یہ بڑا شکار گیا

شب صال یہ دیوانگی ہے شوق نہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ میرے گلے کا رہ گیا

اثر فرا تھا بہت آج وعظ خمیر ہوئی نہ میں گیا نہ کوئی اور بادہ خوار گیا

فیصل گل ہے تفسیر کس کہاں صیّا نفس وہ ساتھ لے لوٹنے ہمار گیا

ہمیشہ فقر میں فاقے میں نقد دے کر پی وہ اور ہوں گے سودا جہاں اٹھا رہ گیا

فرشتے تھے نہ گنہ بار دوست حشر کے ن مرا جنوں تھا جو سر پر مرے سوار گیا

قریب بخد کا جھٹل نہ بے ستوں نزدیک یہ کون تھا مجھے صحرا میں جو چکا رہ گیا

وہ نامہ بر تھا مرا میں نہ تھا لے درباں ہزار بار جو آیا ہزار بار گیا

بتوں کو دیکھ کے اللہ یاد آتا ہے وہ دن گئے وہ محبت گئی وہ پیار گیا

ضرور قصد کیا اُس نے باہر سے کا بلند بہت قیس کا غبار گیا

مرے کی چیز حق بڑھتی جو انتظار کی رات سحر کے ہوتے ہی وہ لطف انتظار گیا

نہ اٹھ سکا میں کد سے سارے ضعیف تھا

ریاض حشر میں اٹھ کر مرا مزار گیا

بلا بھی یہ تو اسے پھر خدا نہیں ملتا نہیں نہیں دل بے مددہا نہیں ملتا

وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کو خدا نہیں ملتا کوئی ہمارے سوا اور خدا نہیں ملتا

ہزار ہی طرح دن گئے نہ راتیں ہجرتی کاٹیں
 جو سینے سے ہٹا اپنی نگاہ شوق کھل گئی
 وہاں جا کر یہ ہم تھے کون دامن تھامنے والے
 ہوا شہرِ بیدار سے بھری مہتی تھی جھٹک کی
 کوئی بوسہ نہ کچھ وعدہ نہ راتوں کے باتوں کے
 ہزار میل دن مارا اُس خفیت ناز مجنوں نے
 زمانہ ہو بہا تھا تنگ مجھ پر میں کہاں جاتا
 تھما ہے سکر اچھی مہاں ہے یا رخصت ہواؤ
 کیا وہ کام تھے کو کہن جو مجھ کو آسان تھا
 ہوا میں اڑنے والا اُن کے جوہر کا گنج گہاں تھا
 عدد تھا وہ تھے اُن کا باغ تھا اُن کا شہستان تھا
 ہوا تھا جب مجنوں ہم کو بہت آباد زندان تھا
 دل اُن کو کوئی دے دیتا ایسا کوئی نانا تھا
 جو پچ پوچھو تو دیوانوں میں وہ اک وید تھا
 رہائی پا کے بھی میں سایہ دیوار زندان تھا
 کہا تھا کہنے والے نے کہ وہ دو دن کا مہل تھا

نیا رہی کعبہ والوں سے نہ کاوشِ یر والوں سے

یا صُن اَللّٰہُ وَاللّٰہُ اَظْہَرُ اَمْرِ مُسْلِمًا تَہَا

ہمارے مجھے صیاد اسیر دام کیا
 یہ کس کی زلف نے آزاد اک غلام کیا
 لٹھ کا لے آں خم سے جاتے مرے ہیں اُس میں
 ہوائی قیس نے ہم نے کبھی نہ جوئے سرشک
 چھلکے جام سے سوئے زمین نہ جانے دی
 ہے گا ہوس کسی کو نہ خلدِ دوزخ کا
 نہکتے دیکھ لیا ہے شراب خانے سے
 یہ کم نہیں ہے بڑھاپے میں ہم نے توبہ کی
 کیا جو میکہ جانے سے منع دے غطنے
 تو ا بڑا ہو مرا کام ہی مت کیا
 کہ دل نے نور سے جھجکا اُسے سلام کیا
 یہ ہم نے حشر میں جانے کا انتظام کیا
 ہمارے بھائیوں میں کو کہن نے نام کیا
 علامہ ہم نے سب زبم نذر جام کیا
 کبھی جو حشر میں طبعے کو اُس نے عام کیا
 کسی نے آج ہمیں دور سے سلام کیا
 تمام عمر میں ہم نے یہ ایک کام کیا
 تو روز اٹھ کے یہی کام صبح و شام کیا

جو دیکھے سانپے کاٹنے کی لہر اٹھائے
بھرا ہے زہر آبِ سیا بھی زلفِ یار میں کیا
شراب بھی سوا خوشگوار ہے ہم کو
بتائیں کیسے کہ مزار چلایا اُدھار میں کیا
کنارا شوق میں آکر حسین نکل نہ سکے
اثر خدائے دیا ہے ہمارے پیار میں کیا

تریا صل تو بہ کرو دن خزاں کے آئے ہیں

تم آئے پینے کو جاتی ہوئی بہار میں کیا

پاؤں کا آگے بڑھانا مجھ کو دو بھر ہو گیا
دیکھ کر سر پر سبب و اعظم مرے سر ہو گیا
بے کلمے کچھ آپ سے کم بخت باہر ہو گیا
زہرِ ممبر ہوتے ہی عطا ہے سر ہو گیا
میں لباسِ قیس میں تھا جنت تھا جو بھرا
فصلِ گل آتے ہی میں جا بے سے باہر ہو گیا
روزِ لاکھوں گئے کٹتے ہیں اُس کے شوق میں
رہ کے دستِ باز میں اتنا تو خنجر ہو گیا
دھتیاں یونانے بھلے گئے تبر کی طرح
ٹکڑے ٹکڑے اس طرح داماں محشر ہو گیا
نرم تھیں صحنِ زمینی بن گئیں سنگِ کلاخ
میں نے رکھا جس جگہ جو لفظ پتھر ہو گیا
دور تھا تو ناکِ دلِ دوز تھا موائے مرہ
تم جو پاس آئے تو یہ ناکِ شتر ہو گیا
کھلنے سے پہلے تو وہ مینائے تھا شتر مہر
پھول کھل کر بادہ رنگیں کا سا گر ہو گیا
آنکھیں تلواروں سے نکالتے ہیں اگر غزال
ہو رہا صحر کا میں سحر مرا گھر ہو گیا

رشت کے دربار میں پانی اُجگہ شاید تریا صل

مجھ کو حاصلِ عیش کا سامان کیونکر ہو گیا

پھول ہے لالہ صحرائی کا یا کلیجہ ترے سودا کی کا

پتھر ہی پھول کی محرم نہ بنے قطع جامہ نہ ہو رعنائی کا

ۛ مرحوم فرما زولے ام پور علی شاہ مقامہ

تے چوڑوں کا آتی پتا نہیں ملتا رہ عدم میں کیسے نقشِ شبِ پانی نہیں ملتا
 جتنا سے خون کسی غیر کا ملا ہوگا ہمارے خون سے رنگِ خُنا نہیں ملتا
 زمین پر کبھی اُنکے قدم نہیں پڑتے کہ سجدہ کرنے کو بھی نقشِ شبِ پانی نہیں ملتا
 نکل کے دیکھتے، کیا ہے ہوا زلزلے کی دُفِ س کبھی ہم کو کھلا نہیں ملتا
 مدد سے اُٹھ کے کہاں جائیے قیامت ہے وہ بھیڑ ہے کہ کہیں رہتا نہیں ملتا
 اچھوتے جامِ ہرین کے کچھ اگا لے لکھے کسے پلائیں کوئی پارسا نہیں ملتا
 یہ آس لائی ہو، ساقی کے آستانے پر درِ کریم سے سائل کو کیا نہیں ملتا
 بڑی طرحِ شہرِ س کیسے بچے ہیں کہ گالیوں میں تری اب مزا نہیں ملتا

بجائے دیکھتے ہیں نا قوس ہم نے وقتِ ازل
 تری اصل آپ کا اُن سے گھلا نہیں ملتا

نیا کھلا ہے شکوہ کوئی بہار میں کیا گندھا ہوا ہے مڑول کسی کے بار میں کیا
 اڑنے چول میں آئے ہیں بہار میں کیا لگی ہے آگ سی یہ آج لالہ زار میں کیا
 کسی سے کہنے یہ آئے ہیں وہ سحر ہوتے تمام رات کٹی میرے انتظار میں کیا
 تھکائے خال کا بوسہ نہیں ہے لنتی میں نذر اسی چیز ہے آئے گی یہ شمار میں کیا
 آتاری سرباز جس نے مُرخ سے نقاب حجاب آئے اُسے سو میں کیا ہزار میں کیا
 یہ سُرمہ چشمِ عدو کے لئے اٹھا رکھیں وہ خاک ڈالتے ہیں چشمِ اعتبار میں کیا
 بنائیں گے دِلِ داغ جمع کر کے نہیں چلتے دیکھتے ہیں ذرے مگر غبار میں کیا
 یہ میرے دُش سے ہوتے نہیں جدا دمِ نزع گزشتے کے سیرِ فرشتے مرے مزار میں کیا
 ہے انتظار کہ مینوش غم لئے پہونچیں بھری ہیں گل سے گھٹائیں سبز ناز میں کیا

شبنم کی سیکنے صبا سے انداز
 بخت طست از کی انگڑائی کا
 عجب شوق یہ کہتی آئی
 دل میں کیا کام شکیبائی کا
 دل پر داغ ہیں گلہ ستوں میں
 شوق ہے تجس آرائی کا
 تھوڑی پیتا ہوں بڑھاپے میں بھی
 کہ سبب ہو یہ تو انائی کا
 سر پاپ ہو پتہ نہیں صحن سے ہوا
 سایہ ہے لالہ صحرائی کا
 منہ کو آیا ہے کلیجہ سو بار
 اے عالم شب تنہائی کا
 آنکھیں بیمار ہیں جن کی مشہور
 اُن کو دعوئے ہے میحائی کا
 مٹ گئیں تیری ادائیں تجھ پر
 اے عالم ترسی انگڑائی کا
 کسی شاعر کا تخلص ہے ریاض

نام ہے یا ترے سودائی کا

وہ گئے ناز سے ٹھکراتے مجھے سر میرا
 یہ بھی کہتے گئے اب چھوٹ چکا در میرا
 جس جگہ شام ہوئی ہے وہیں بستر میرا
 نہ ٹھکانا کہیں میرا نہ کہیں غم میرا
 توبہ کرتے ہوئے آپ یہ وہ رُکے خیال
 منہ مراد بچھ کے کہ جائے گاسا غم میرا
 دل مشتاق سے کہتی ہے یہ گھونگھٹ کی گونج
 پاؤں نکھانیں گھر سے کبھی باہر میرا
 کیا تھے ہاتھ سے قیاد تڑپ کر نکلوں
 باتھ میں تیرے نہ رہ جائے کوئی پر میرا
 داؤد حشر نہ ہوں عشق کے کچھ راز اس میں
 است کیا ہے نہیں کھلتا ہے جو دفتر میرا
 میں ہوں یا نہ رہوں اتنی اجازت مل جا
 آپ گھر میں ہیں در پر ہے بستر میرا
 بے چلوں میں طرف غلہ انھیں کھینچ کے ہاتھ
 وہ کہیں حشر کے دن یہ بھی حق ہے میرا
 کوئی تیغ نگر ناز کی باتیں تو سنے
 مجھ سے کہتی ہے زرا دیکھ لو جو ہر میرا

بیٹھ کر چری سے پیٹا پس خم
 مثل کیسویں پریشان شبِ ص
 راز ہے گوشتِ تنہائی کا
 تھا جھنڈا شوقِ غم و گمراہی کا
 موج سے اتار ہے انگڑائی کا
 زناک بکھو دل شیدا کی کا
 لے کے پیو سے زار دہن میں
 جانے یہ میرے یہ خانے سے
 اس میں ہوں نخلِ سڑک کے پھول
 لے خدا عقل تو دیوانہ بنے
 مست مینا ہوں پیاسے میں نے
 جامِ امیر احمد مینائی کا
 قید بے کی نہ بتخانے کی
 شوق ہے ناصیہ فرسائی کا
 کچھ سے کچھ ہو گئی حالتِ دل کی
 اب نہیں کامِ مشکبائی کا
 حشر کا نام یوں ہی نکلا ہے
 وہ تو دن ہے مری رسوائی کا
 صں جھجھے طور تو پروا نہیں کچھ
 دل نہ بچھ جائے تا شانی کا

بزمِ ساحر میں ہوں خاموش یا ص

ناطق بند ہے گویائی کا

کام کیا دل میں شکبائی کا
 زناک لے جائے کا تجھ میں دل
 پاس ہے حسن کی روحانی کا
 لے حنا دل ہے تمنا کی کا
 نہیں خورشیدِ قیامت و غنظ
 دلغ ہے دامنِ رسوائی کا
 جاکے فراموشے مکر تلے
 سر پہا ہے تے رسوائی کا

سہ سر مارا محمود آباد علی اللہ خانہ

کچھ فیض میکہ سے کودہ پہونچا گیا ضرور ہو کر اُدھر جو مُرشدِ کامل نکل گیا

وحشت زدہ ریاضِ نازنداں میں ہسکا

مے کر وہ سب کے طوق و سلاسل نکل گیا

بن کے وہ نقشِ قدم خاکِ قدم سے اٹھا پس کے محشر تری رفتارِ ستم سے اٹھا

مجھ کو مہننے کے لئے بغیر بھی آبیٹھا تھا وہ بھی گھبرا کے مری محفلِ غم سے اٹھا

سفرِ شتوں کے پڑا دفرِ عصیاں کیسا ہم نے یہ بار اُٹھا یا تو نہ ہم سے اٹھا

کیا کہا وعدہ وفا ہو گا ترے سر کی قسم اعتبارِ آج ترا تیری قسم سے اٹھا

ہاتھ سے بوجھ گناہوں کا اٹھے گا کیونکر رشتہ ایسا ہے کہ ساغر بھی نہ ہم سے اٹھا

تیری رفتار کی شوخی نے قیامت ٹھائی فتنہ حشر ترے نقشِ قدم سے اٹھا

ہو رہیں گے اسو میں جانے کے ہم بھی جا کر آب و دانہ جو کبھی دیر و حرم سے اٹھا

میری محفل میں ریاضِ آس کے وہ بیگانہ را

لطفِ صحبت کا نہ کچھ شکر کتبِ جم سے اٹھا

تو بھی تھا شمع بھی ہتی بزم میں گلگیر بھی تھا بوسہ لینے کو لئے میں تری تصویر بھی تھا

میں نے کیا کھ لئے سب تیرا سے دل میں تیرے صدقے ترے ترنس میں کوئی تیر بھی تھا

شفقِ سُرخ کی سچ و جھج یہ کہتی ہے کہ جوانی میں حسیں کچھ فلابِ بیر بھی تھا

زخمِ خوردہ کوئی دل اُن کے حوائے کوئے صندہ ہے وابستہ فراق یہ پتھر بھی تھا

جل بھی شمع لگی میں نہ ہو کوئی شریک مُنہ میں لینے کو زباں شمع کی گلگیر بھی تھا

نالہ و آہ نہ ہوں وہ کسی دیوانے کی عرش کی آج ہلاتا کوئی بخیر بھی تھا

ایک بے کے عوض اس نے سنائیں سو سو واقعی جُرم مرا قابلِ تفسیر بھی تھا

کہتے آئیں ہیراں کیسوؤں نے بھیجا ہو
دیکھنے آئیں بلائیں جو کبھی گھر میرا
کہتے ہیں وہ نہیں سرکام کے مرگان دراز
مخدر گرجاں سے چڑا جائے گا نشتر میرا

سایہ گستر کے سر پر ہیں سرکار ریاض

پاؤں پر حضرت ساحر کے شہے سر میرا

اب کیا ہے گا آنسوؤں میں دل نکل گیا
وہ قافلہ بھی تو کئی منزل نکل گیا
کچھ بڑھ کے خال رخ سے ہاتھ سے نشان
تل سے ادھر ادھر کوئی دہل نکل گیا
ہاتھ اپنے میرے غن سے تو نے توڑ گئے
تیرا تو حوصلہ مرے قاتل نکل گیا
سیسے میں بیٹھکے تو کوئی زخم بھی نہیں
تیسرے رنگا ہلے کے مراد نکل گیا
خوش تھے کہ ہم نے جو روز تم سب بجا کرے
محشر میں زعم دعوے باطل نکل گیا
جن جن کے آج شیخ نے انکور کھائے
اب کیا کھینچے گی تاک کا حاصل نکل گیا

ہمیتا دسے بھڑک بھی نہ باقی رہی ریاض

رہ کر نفس میں خوفِ عناد نکل گیا

پہلو سے کوئی یوں سر محض نکل گیا
معلوم یہ ہوا کہ مراد نکل گیا
لائے گا رنگ حشر میں کل غن بے گنا
دامن بچا کے آج توفات نکل گیا
آنا تھا اس کو چاند سی صورت کے سامنے
بادل میں چپکے کیوں مہ کا نکل گیا
کس سخت جہاں سے کام پڑا تیغ ناز کو
سب زور دست باز نے قاتل نکل گیا
شاید گلوں کے دامن رنگیں میں ہو تو ہو
بن بن کے اشک خونِ عناد نکل گیا
دستِ جنوں نہیں تھی موج ہو لے نجد
کیوں سو جگہ سے پردہ محس نکل گیا
سجیدگی سے محفل ساتی میں بات کی
ناصر سابے وقوف بھی عاقل نکل گیا

یہ ہے گردشِ زردِ پیرا صفتِ حال

گھر بھی اُجڑا وہ بے وطن بھی ہوا

اسے جنوں پھول نہیں لالہ صحرائی کا	منہ کو آیا ہے کلیجہ کسی سودا کی کا
وصفِ گل کی زباں پر تری زیبائی کا	ہر کلی پنہ ہے جامہ تری عنائی کا
ہو گئے اُن کے لبِ سُرخ مسی کو:	نام بھولے سے لیا تھا شبِ تنہائی کا
آنکھ لے حضرت ہوئی نہیں دُرُ لُہتی	حوصلہ بچھ لے ہے ہیں وہ تماشائی کا
میں ہر سوا ہوں، ترا سرِ حشرِ غنظ	ایک گوشہ ہے مے درہنِ سوانی کا
کسِ تاجر سے کہا توڑ کے آئینہ دل	ہم نہ خود ہیں نہ ہیں شوقِ دَرائی کا
بگمہ شوق کو ترگاں نے بھارا شاید	اتھاں لینے چلی دل کی تشکیبائی کا
کیا قیامت ہے شبِ وصلِ خموشی اسکی	جس کی تصویر کو بھی ماز ہے گویائی کا
دھڑکے بے وجہ کے ہیں فتنہ محشرِ کیا	حشر تو نام ہے صبحِ شبِ تنہائی کا

ذی کمال اہل سخن اور صاحبِ منزل

لے آیا صحنِ آج عجب لطف ہے کیجائی کا

رنگ دیکھے تو کوئی لالہ صحرائی کا	خون کچھ اس سے ملا ہے کسی سودا کی کا
نشہِ حُسن ہے کہ بے ش ہے زیبائی کا	یہ وہ ہیں جن کو نہیں شوقِ خودِ دَرائی کا
شاخِ گلِ مٹی ہو کیا باغ میں آجوشِ بہا	اس میں انداز کہاں یا رکی انگڑائی کا
دلِ داغ بھی لکھے گئے ٹکدے ستوں میں	شوق اتنا بھی نہ ہوا بچنِ آرائی کا
روکِ قحط سکی کچھ آدھ لکھ گیسر نہ کر	پاؤں زنجیر سے نکلا کسی سودا کی کا
دل میں آئے تو کہا آرزوؤں سے ہنس کر	خون تو چوس گیا میرے تنہائی کا

بزمِ شمع سے گلگیر ہی تھا پیوستہ
 توڑے ٹکڑے کے سب کو ہم نے بھی اس کے سر سے
 صدمہ ہونے کی مجھے دلدلی یہ اُن سے
 وصل کی شب مے دشمن کو بھی موت آتی
 نقل ہے نامہ اعمال میں قسمت کا لکھا
 دم قدم سے مے آباد تھا زنداں کیسا
 مجھ سے دیوانے کو کس بات کا دیتے وہ جوا
 زورِ وحشت سے ٹھہرنے نہ دیا زنداں میں
 ان جبینوں کو کبھی چین سے سونے نہ دیا
 کوئی سینے سے لگائے تری تصویر بھی تھا
 چُپ ہے واعظ کہ یہی حاصلِ تقریر بھی تھا
 کہتے ہیں کچھ اثرِ گردِ شمسِ تقدیر بھی تھا
 ہنس کے فراتے ہیں کچھ باعثِ ناخیر بھی تھا
 جو کیا جرم وہی پہلے سے تحریر بھی تھا
 شوہر فریاد بھی تھا نالہ زنجیر بھی تھا
 حزنِ مطلب کے خط میں کوئی تحریر بھی تھا
 در نہ زنجیر بھی تھی طوقِ گلگیر بھی تھا
 میری ہی طرح مرا نالہ شبنمگیر بھی تھا

میں نے بنے نہ نہیں پاؤں نکالا ہے ریا صن
 تنگ زنداں کی طرح خانہ زنجیر بھی تھا

شبنم سے کس بھی ہوا
 تھا وہ لاغر کتارِ دامنِ سب
 سر و گشتِ جودن میں مینا تھا
 گزری مجھ پر جو ہاتھ سے میرے
 نہ شکوہ نہ گل نہ زنگِ بہار
 مٹنے پر میرے پوچھتا تو کوئی
 اب ہاں خاک بھی نہیں رتی
 شرم میری مرا خدا رکھے
 نشہ اُترا تو خندہ زن بھی ہوا
 پیرہن بھی رہا کفن بھی ہوا
 شب کو وہ شبنمِ انجمن بھی ہوا
 کچھ وہی حالِ کوکبن بھی ہوا
 اب تو وحشت کا گھر چین بھی ہوا
 کہ مٹی سے اسے کفن بھی ہوا
 جابے عبرت مرا وطن بھی ہوا
 رہن مے آج پیرہن بھی ہوا

میرے گھر مثل تبرک کے یہ ماں نکلا
صبح ہوتے ہی رفو ہونے کو داماں نکلا
حشر کہہ کر جسے واعظ ہمیں چوکا تھا
آتے آتے سر مرگاں جو کبھی خشک ہوا
نہ درازی تھے ہنس کی نہ اتنے فتنے
کرتے ہیں غل درو دیوار بھی زنجیر کے ساتھ
چھوڑ دیتا یوں ہی میں مرد مسلمان تجھ کو
حشر کے روز گئی کا تب اعمال کے کر
پر جبریل نہ تھی ریش دراز واعظ
کھال کچھو انیٰ عبث غصے میں دپرہ نشیں
دو دنوں سینے سے مے ہونے کے جُدا ایک ہے
اٹھ رہی تھی یہ ادخاص قیامت کے لئے

آستین قیس کی فرما دکا داماں نکلا
رات شاید کسی کم بخت کا ارماں نکلا
وہ مشپ گور کا آبِ غلاب پریشان نکلا
گرتے گرتے وہی آنسو بھی طوفان نکلا
دامن حشر تر اگوشہ داماں نکلا
نئے دیوانوں سے آباد یہ زنداں نکلا
بنت کا نسر تراشد نگہبان نکلا
شکر ہے حرف غلط دفتر عصیاں نکلا
ہم فرشتہ جسے سمجھے تھے وہ انسان نکلا
قیس تو بعد سزا اور بھی عریاں نکلا
دل نہ پیکان سے نہ دل سے کمر پیکان نکلا
جور سے لپٹ کوئی آج پشیاں نکلا

اک زمانہ جسے کہتا تھا کہ کافر ہے ریاض

وہی کیش بڑا مرد مسلمان نکلا

کچھ گلوں سے بھرا خانہ ویراں نکلا
خائب میں ملے بھی چھوٹا سا بیابان نکلا
جب کہا کشمکش و صل میں داماں نکلا
بوسے وہ آپ کو کیا آپکا ارماں نکلا
وہ ادھتی کہ فدا لاکھ حسینوں کا بناؤ
خون میں ڈوب کے اس زمانے سے پیکان نکلا
دور رہ کر بھی رہا چھبہ کے ہما سے دل میں
کچھ عجب چیز تراناؤں مرگاں نکلا
شفیق شام بنی لالہ زخوں کا دامن
مہ نو بن کے حسینوں کا گریباں نکلا

وہل کی بات بھی ہوتے ہے وعدے ہم
ذکر یہ ہے کسی نادان کی دانائی کا
اور تڑپ جاتی ہے آشفۃ مزاجی اسکی
حال پوچھے جو کوئی آپ کے سودائی کا
آگئی آپ کے حصے میں جانی کی چین
زینت تیا ہے غرور آپ کو عنائی کا
دل ارفۃ بھی ملو سے گیا و انصیب
نہ رہا کوئی شریک اب غم تنہائی کا

ب شیریں سے وہ کوسیں ہیں سو بار یا صن
ہم نے لوٹا ہے مزار ان کی سیجائی کا

کشمکش میں نہ شکن آئی نہ داماں نکلا
خیر گزری کہ یوں ہی غیر کا ارماں نکلا
کچھ مرے خون کا پیاسا ہر آل دماں نکلا
کوئی دشنہ کوئی خنجر کوئی پیکان نکلا
نے گیا میں بھی طرح سوچ کے کچھ حشر کے
وہ بھی کچھ اپنی جھاڑوں سے پشیاں نکلا
ہنس کے کہتے ہیں کسی کا دل بد خو ہوگا
بن کے فتنہ جو سر گوشہ داماں نکلا
ڈر گئے پا حجاج اٹھے بات تھی کیا کہنے تو
کیا شب و صبح کسی کا کوئی ارماں نکلا
کیا سائے ہوئے تھے حشر کے ڈھرے دل میں
آکھ میری جو کھلی خواب پریشاں نکلا
نیسے صحرا کے دکھا جاتے ہیں پھر بھی وفق
قیس کا ڈھیر تو کچھ ننگ تیا باں نکلا
کیسے ہم کھوئے گئے قیفس سے چھوٹ کے
آشیانے کی طرح باغ بھی دیراں نکلا
بن سنو کہ مرے گھر شام سے آئے دلا
اپنے گیسو کی طرح صبح پریشاں نکلا
کام آئی نہ تو محرم نہ وہ دھرے آجکل
عجب حسن آپ کے جو بن کا نگہبان نکلا
اتارنے دل کے منے آج دکھائے ان کو
وہ سمجھتے تھے کہ قطر ہے طوفان نکلا
دیر و الیں نے کیا کعبہ شینوں کو سلام
کیا ادھر ہو کے کوئی دشمن ایماں نکلا
رام پور آئے ریاض آپ بہت خوب جا ۴
اپنے اُشا دکی پا بوس کا ارماں نکلا

دل لاکھوں صاف ہے وہیں کو کیا کر دل جا جا کے میکرے میں نے عبا کا لیا

تم تو ہم تو تھے ہی عجب دل لگی کی چیز ساتھ اس کے ہوئے ہمیں جس نے لگا لیا

بوسے سے چوکتا تھا کہیں نے کے دل ریاض

لاکھوں میں ایک شخص تھا جس نے دیا لیا

یہیں اک بچا نہ لے تیرے معشاق ہوتا دل میں تصویر تری آرسی میں دل ہوتا

کچھ تو مرٹنے کا اس شت میں حاصل ہوتا خاک مجنوں کا بگولا سب محل ہوتا

وہ گل نہ ام ہو تم ٹوٹتے لبس تم پر تم جدھر جاتے اور شور و عناد دل ہوتا

جانے دیتا نہ مجھے خون کا دعویٰ کرنے ہاتھ میں ہاتھ لئے حشر میں قاتل ہوتا

برق کے شعلے ہر اک شاخ سے لپٹے ہوتے پہولتی کشت لٹتا تو یہ حاصل ہوتا

صدقے ہوتی دل پر زخم پرا آکے بہا خون سے میرے چین کو چہ قاتل ہوتا

میری قسمت کی کجی راہ بھلاتی مجھ کو کبھی سیدھا جو کوئی جادو منزل ہوتا

باقہ قاتل نے لگا یا نہ اسے خیر ہوئی میں تو کیا خیر جلا دہی سب مل ہوتا

یاد ہوں گی تجھے گلشن کی بہاریں گلپیں پنکھڑی ٹوٹی تو شور و عناد دل ہوتا

چھوٹے سے دل کا سویدا تو اسی کام کا تھا کہ ترے چاند سے زخماں کا وہ تل ہوتا

نیند کے آنے سے کیا آنکھ جھپکتی اس کی موت کے آنے سے دریاں نہ غافل ہوتا

روہ کے پہلو میں یہ بیگانہ بنا رہتا ہے کام میرے کبھی آتا جو مرا دل ہوتا

کام پیشنے کی پری سے نہیں چلتا تو ریاض

میرے پہلو میں کوئی حشر اٹل ہوتا

ہم نے ہی سیر کر دی تھی سیر ہو گیا اتنی ملی کہ مینے سے جی سیر ہو گیا

یہ وہ پتھر ہے جگہ سے جو کبھی ہٹ نہ سکا
ہم نفل کھول کے یس کتنی بائیں شہ وصل
سنگ در سے بھی سوا آپ کا دریاں نکلا
ہم نفل کھول کے یس کتنی بائیں شہ وصل
کوئی دیوانہ سوائے زلف پریشان نکلا
خاک مجنوں کے گولے گلے ملنے کو اٹھے
آستیں آپ کی نکلی نہ گریباں نکلا
رات بھر غیر کے گھر گومے ماتم میں ہے
شیخ میخانے میں کچھ دیر کا مہمان نکلا
اٹھ ہے دوسرے دن پر نہ کہیں سب کا حشر
پیش ہونے کو مراد فتر عصیاں نکلا

شعرا کو نگہ کم سے جو دیکھے وہ تریاض

فکر ساحر کا ہزاروں میں ثنا خواں نکلا

کیا بنے کو جوان کچھ آپ بخت آیا
دیوانہ میں نے حشر میں خود کو بنا لیا
اے شیخ! می فروش سے آخر یہ کیا لیا
بول گیا حسین گلے سے لگا لیا
پہلو میں ہم نے آج یکس کو بٹھایا
مدت ہوئی کہ ہاتھ دُعا سے اٹھایا
اس دل نے راہ پر ہمیں آخر لگا لیا
ایسا نہیں ہے چپکے سے جس کو اٹھایا
جب مل گیا تو شکر کیا اور کھایا
تصویر یا رنگ تو اچھا جمایا
ذرا جنوں نے خوب ہی سکھایا
لیکن نہ اس میں پان نہ کھانا چھایا
ہم کو تو مسکراؤتق نے اے شیخ کھایا
باقی نمونیں وہ سن و توں اب کہاں

ہم نے کے مفروش سے منہ چور کیوں بنے
 جس کی گلی کو چھوڑ کے جاتا جو سنے رشت
 چلتو ہی جبرسی ہیں تسکین اس سے تھی
 یہ سن کے مجھ سے رسم ہے تم کیوں برس پڑے
 کیوں اس قدر ہجوم تھا گرد اس غریب کے
 جس کے کم ہی مگر اچھا تھا میسکہ
 جب چاہے دیتے دم تقاضا تو کچھ نہ تھا
 دیوانہ میں نہ تھا مجھے سود تو کچھ نہ تھا
 جب تک بسو میں تھی غم فرد تو کچھ نہ تھا
 جو کچھ کہا رقیب نے سب تو کچھ نہ تھا
 دم توڑتا تھا کوئی تماش تو کچھ نہ تھا
 جب تک ہاں تھے ہم غم فرد تو کچھ نہ تھا

کیا جانے کیوں رقیب بنا تھا گلے کا بار
 صورت میں وہ ریاض سے اچھا تو کچھ نہ تھا

خافقہ میں جو کبھی طاق سے مینا اُترا
 سستے چھوٹے جو سہراہ علما اُترا
 نشہ بھی نیند بھی خلوت بھی مگر ہلے رسی شرم
 آج ممبر سے جو اعظ کو آرا سہراہ اُترا
 اُتری وہ چین جس میں موج تبسم بن کر
 ہے تعجب مجھے مٹی میں ملنے کیسے
 صبح کو وصل کی شب وہ ہیں کہ ان کی تصویر
 کسی بھٹی میں کبھی کچھ گھرے کی پنی تھی
 جس کا مصرع یہ ہے ساحر کی غزل خوب ہے وہ
 ہم یہ سمجھے کوئی رحمت کا فرشتا اُترا
 سر سے ان بادہ فروشوں کا تقاضا اُترا
 نکھڑے بند قبا کے نہ دوپٹا اُترا
 بعد مدت کے زرا نشہ صہبا اُترا
 دیکھو دیکھو وہ ہنسی آئی وہ غصہ اُترا
 دوش احباب کے کس طرح جنازا اُترا
 شرم سے آنکھیں جھکیں چہرہ کچا اُترا
 دُخل گیا حشر کا دن جب کہیں نشا اُترا
 ہم چھپر کھٹ سے اتر آئے تو غصہ اُترا

گھر مرا جیسے پرستان کا گڑا ہو ریاض

حب ہوئی شام کوئی تخت پر ہی کا اُترا

جا کر گلی میں زلف کی اندھیر ہو گیا
 لے پس بلائیں زلف کی دشمن بڑھ کے آج
 دیکھا کچھ اس دسے گریں لاکھ بیدیاں
 وہ اور بھیجیں مجھ کو خط شوق نامہ بر
 دیکھا مجھے جو آج ساگ کوئے یار نے
 وہ چاہتا تھا جانہ سکے آہ عرش پر
 جاتے تھے سوئے میکہ نکلے حرم میں ہم
 تا دیر بزم میں ہے شیخ گل فشاں
 ہنسنا مرقص گھٹکے رہا دور چرخ سے
 کیوں وقت وصل تول ہے ہونگاہیں
 تڑپا رہا ہے شوق زیارت مجھے بہت
 اُسے پھرے آکھ سے دل تک آسکے
 بس فلک معاف کہ نیت ہی پھر گئی
 پہنچا کہاں ریاض سا سجدہ گزار حق
 تھا قصد کعبہ رخ سوئے جمی ہو گیا

مانگے دیا تھا آپ کو بیجا تو کچھ نہ تھا
 آپ آکے دل میں دل کی تمنائیں دیکھتے
 گھر آپ کا تھا آپ سے پڑا تو کچھ نہ تھا
 لے درد تیرے اُٹھتے ہی دیکھا تو کچھ نہ تھا
 مانا تفس میں تھے ہمیں کھٹکا تو کچھ نہ تھا
 بجلی گرانی تیری چاک نے مزین پر
 کھاتے تھے اپنی جھوک تو سوتے تھے پہنچ

تسکرا کے شکار ریاض ادب ہی کچھ ہیں

جو شعر ہے وہ ہے مے دیواں سے بھی اچھا

مرے ہاتھ سے پہننا انھیں دربار ہوتا	کمر اور بھی پکیتی جو سگے میں ہا رہوتا
یہ زرا سحر کا دن مشہد وصل یار ہوتا	شب وصل اگر نہ ہوتا شب انتظار ہوتا
یہ نشاط زندگی یہ شباب یہ جوانی	یہی دن وہ ہیں کہ جن کا نہیں اعتبار ہوتا
جو گھر ہے برتیرہ یہ جھبکا تھا میکہ پر	خیم سے ابھی اڑا کر سہ کو ہزار ہوتا
مجھے جان سے سوا تھا وہ مزاج آشنا تھا	شب غم کوئی نہ ہوتا دل غما ہوتا
بطرے بھی ساتھ اڑتی جو اڑتے کاگ میکش	کوئی جو بار ہوتی لب جو شکار ہوتا
ترے نقشِ پا نہ ہوتے ثبت بیوفانہ ہوتے	مری حسرتیں تو ہوتیں جو مرا مزا رہوتا
بڑی کیا تھی فادہ مستی بڑے لطف کے گزرتی	لے پکچھ جو مے کی تلخی غم روزگار ہوتا
تری چٹکی تک پہنچے اُس کو مے دست شوق لگاتے	ترے ہاتھ سے جوانک مر دل کے پار ہوتا
ہوئی صبح حشر اٹھائیں کئی خیم چڑھائے تھائیں	خیم سے سے تھار سوائیں مجھے کیا خمار ہوتا
اسے کیا تھا ڈرنہ اٹھتا وہ ترا تھا ڈرنہ اٹھتا	کبھی بیٹھ کر نہ اٹھت جو مرا غبار ہوتا

مے سبیل ہوتی نہ شراب حوض کوثر

جو ریاض سا مسلمان نہ شرابِ غبار ہوتا

جو زمین کو دباتا وہ مرا مزا رہوتا	جو فلک کو زیر کرتا وہ مرا غبار ہوتا
ترے ناوکوں کے صدمے دلِ بغیر ہوتا	کوئی دل میں چھپے رہتا کوئی دل کے پار ہوتا
کبھی میں بلائیں لیتا کبھی میں شام ہوتا	جو نصیب میں کب تھی خیم زلفِ یار ہوتا
یہ ثبت میں تسکرا سے غلو کریں لگا کر	نہ چڑھاتے آسمان پر جو مرا مزا رہوتا

مری جان میں تیرے قربان جانا مری بات چُپکے سے تو مان جانا
 نگاہوں سے میری وہ پہچان جانا جو ہوتی مرے دل میں وہ جان جانا
 کبھی قیسلِ یوانہ آتا جو مجھ تک مرے پاس سے بن کے انسان جانا
 جو گونج ابھی بالی کی ٹھنڈلا کے بو لگے پیار کو آگ ابھی کان جانا
 اگر پاؤں پڑتا نہ میدانِ شہر مرے ہاتھ سے کیوں یہ میدان جانا
 اٹھالی معاصی کی جی بھر کے لذت لئے قبر میں کون ارمان جانا
 کبھی ہاتھ اٹھاتے نہ ہم انہوں سے وہ ایمان رہت کہ ایمان جانا
 بہت پاک جانا میں بھر سکتے ہیں جو تو بہ سے ہو کر پشیمان جانا
 وہ کا فر حرم میں تھا ہم سبکدے میں جو کبھی میں ہوتے تو ایمان جانا

فریاض اور جانا پئے حج کعبہ

وہ کا سفر جو ہوا مسلمان جانا

انکار میں پہلو جو ہے ہاں سے جی اچھا قرباں تھے وہ تھے پیماں سے بھی اچھا
 ارماں ہے غلش میں تے پیکار سے جی اچھا بیکار ہے دل میں تھے ارماں سے بھی اچھا
 کیوں ہے کہ نہیں کون برا بننے کو جاتا میں تجھ سے بھی اچھا تھے دہاں سے بھی اچھا
 حُجْرَت سے بلاؤں کے ہے کچھ اور بھی عالم چھوٹا سا مرا گھر ہے بیاباں سے بھی اچھا
 دریاں کا سبب بتی ہے کلیف و ازیت جس در دیں لذت ہوئے دریاں سے بھی اچھا
 زاہد تجھے لذت ہی نہیں عشقِ بتاں کی اس راہ میں تو کفر ہے ایماں سے بھی اچھا
 زخموں میں مزاریتے ہیں ٹوٹے دھڑے پیکار لذت کا یہ پہلو ہے نکلاں سے بھی اچھا
 کہتے ہیں کہ کھنتی ہے تے دل سے تعلق سمجھوں گا میں میں لپ پشیاں سے بھی اچھا

سے لاکھ حشر ہوتا کسی زلف کی درازی تری شام ہی کا حصہ پاتھا رہتا

۱۷۷ اور ریاض چ ہے تری وضع ہے کچھ ایسی

تری بات کا کسی کو نہیں عبت بار ہوتا

کھٹا نہیں ہے کچھ کے دشمن نے کیا کہا	دشمن کی سُن کے اُس بُت پر فن کیا کہا
کوئی تو ایسی بات تھی جو گد گدی اُٹھی	گل ہنس پڑے یہیں گلشن کیا کہا
دبے گا وہ نہیں ترے بند قبا سے اب	کھل کھل کے تیرے سامنے جو بن گیا کہا
رکھ دے گی فوج کر کے مجھے یہ چھری سے آج	تو نے تو کچھ نہیں تری چوٹ کیا کہا
سنبھلنے نہیں بلائیں جو دیکھی تھاری زلف	دیکھی مسی جو لب کی تو سو سُن گیا کہا
کیا دی مجھے دُعا تجھے آنا ہو پھر نصیب	غربت میں مجھ کو لوٹ کے ہرگز کیا کہا
یارب دکھ کے حشر میں میرے لہو کے داغ	قاتل کی آستین نے دامن کیا کہا
مے گا ترے لب مسی آلودہ کا جواب	یہ پھوٹے منہ سے غنچہ سو سُن گیا کہا
مجھے کا مجھ کو وہم ہے بلا جو رنگ رُخ	جھک کر یہ تیرے کان میں شمع کیا کہا
راتوں کو لوٹے جاتے ہیں ہم دونوں ہاتھ	تو نے بھی کچھ سنا ترے جو بن گیا کہا
دامن کا چاک تھا جو ہنسا کچھ رنوکے توت	بے مُنہ کی تھی وہ چُپ ہی سوزن کیا کہا
کیا اے صبا تغیر نس کو دیا پیام	جھک جھک کے تجھ سے شاخ شمع کیا کہا
کچھ ہوش ہے کلیم جلا طور کس طرح	آتش فروز وادئی ایسے کیا کہا
میں نے جو زم میں سنے ساغر بٹھا ہاتھ	آگھیں دکھائے ساقی پر فن کیا کہا

ہم تو خدا پرست ہی تھے بُت پرست بھی

ہم کو ریاض شیخ و برہمن نے کیا کہا

تری رحمتوں کے بدل بھی لوٹ کر بستے
 اے دوستاں نے دے مجھے یہ بہت سانا
 یہی شک نکالتے ہی سیکو کام آتے
 وہ شرہ چھوٹی نہتی یوں ہی گھرے گھرے
 مے حلق سے اتر کر طے صفا اشک بہتی
 جو یہ زلف ٹکے آتی دم فوج تیرے رخ پر
 مری بچن میں ہماشبہ روز شور قلقل
 ترے نشتر نگہ سے گج جاں ہو جو دیتی
 جو سیاہ کاریاں بکھریں اشکبار ہوتا
 شبہ صلی تجھ سے بڑھ کر دل بقیار ہوتا
 انھیں دل بنا کے رکھتا اگر اختیار ہوتا
 مرے دل میں ہر دیا رب یوں ہی بار بار ہوتا
 ابھی میں گناہ کرتا ابھی اشکبار ہوتا
 تو بلائیں لینے والا یہی جان نثار ہوتا
 ترے حلق پر جو سینا مجھے اختیار ہوتا
 تو لہو کا قطرہ قطرہ دل سے تیرا ہوتا

ترے آگے سر اٹھا کوئی پارسا نہ ساقی

جو ریاض پارسا بھی کہیں بارہ خوار ہوتا

مرے سینے میں جو میرا دل داغدار ہوتا
 پے سیر جلوہ فرما بہت کلمہ دار ہوتا
 کوئی خاک اگر اڑاتا یہ زیں زیں نہ ہوتی
 تری رحمتوں کے بدل خم دوش جھک کے ٹپتے
 کبھی تھنے بھی نہ کھیا اری ونگہ پُرفرن
 کبھی خار راہ بنتے اگر استخوان دشمن
 یوں ہی لیٹی یں ہتا اے میفروش سچے
 بے شخ و سنگ کو نہ کہ رہا عشقوں کے بس میں
 کبھی حشر میں ہوتی انھیں سیکڑے کی پردا
 مرے باغ آرزو کی وہی اب بار ہوتا
 دل داغ داغ میرا کوئی لالہ زار ہوتا
 یہ فلک فلک نہ ہوتا یہ فلک غبار ہوتا
 لے حشر میں خم سے یہ سیاہ کار ہوتا
 وہی تیرا دل میں ہتا وہی دل کے پار ہوتا
 تو گلی میں تیری جا کر مجھے اور خار ہوتا
 کبھی دام نقد مٹے کبھی کچھ ادا ہوتا
 کہ زلزلے دل پران کو نہیں اختیار ہوتا
 جو بہشت میگزین کوئی سبز زار ہوتا

آئینہ کیوں غم و رور سے دیکھا عکس کرنے مقابلہ آیا
 منہ کی کھاتا زباں دراز تھے خار اُن کے منہ کیوں نہ آبلہ آیا
 گم شدہ ہوں نہ میکدے والے کعبے سے کوئی قافلہ آیا

شغل مے ہے ریاض پیری میں

کیوں جوانی کا ولولہ آیا

وہ ہوا جنت کی وہ ابر کرم چھایا ہوا میکدہ جنت ہے جنت میں چوٹی ہو گیا ہوا
 کیا ہوا بزمِ عدویں اے میں صدقے کیا ہوا ہنس رہا ہے آج کچھ دامن ترا سکا ہوا
 آچکا اُن کی گلی میں میرے آگے آچکا فتنہ محشر تو ہے سو بار کا دیکھا ہوا
 دیکھنے کی چیز تھا محفل میں ساقی کا شباب بے پئے سو بار بجو نشہ صہبیا ہوا
 میں جو غم پر جھجک پڑا تو ہو گیا وہ میرے سر مجھے بڑھکر آج کل ناصح ہو کچھ بہکا ہوا
 خنم بنامیرے لئے وہ فیض ساقی سے تو کیا دانہ انگور تھا قطرے سے جو دریا ہوا
 کل تو اٹھ کر وہ چکا تھا حشر کوے یائیں آج سُنتا ہوں کوئی فتنہ نیا برپا ہوا

آئی آوازِ اذان صبح اٹھو بھی ریاض

میکدے میں بھی تو شورِ قتل مینا ہوا

اُس عشق جنوںِ نغیز میں کیسا کیا نہیں ہوتا دیوانہ بے جو قیس سے لیلیٰ نہیں ہوتا
 کچھ حشرِ حسد پر ابھی برپا نہیں ہوتا آئے ہو تو ٹھہر دو کوئی زندہ نہیں ہوتا
 کیونکر یہ کہوں حُسن کا نشا نہیں ہوتا ہوتا تو بہت ہے مگر اتنا نہیں ہوتا
 کچھ کہئے تو شرما کے جھکا لیتے ہیں گردن بھوئے سے بھی اب وعدہ فردا نہیں ہوتا
 ملتے ہیں وہ دل سُرخ ہوئی جاتی ہے چٹکی نازک میں بہت خونِ تمنا نہیں ہوتا

شاید مرے قریب تھا آسمان ملا
 چٹھٹ کر قفس سے چین ہمیں پھر کہاں ملا
 تو نے دئے جو داغ تو دل کھل اٹھا مرا
 ظالم کا مدعا تھا بڑھائے فشاں قبر
 ریش سفید بنیہ میسنابنی نہی
 سمجھے تھے گردِ راہ وہ میرے غبا کو
 کس انکس کے ساتھ بنا ہی ہے چرخ پیر
 کم بخت کو پلائی بھی لیکن چلانے کام
 و کشمکش وہ بھیڑ وہ آفت کی دائر گیر
 ہے میکدے کا خاص مقامات میں شمار
 اٹھ اٹھ کر اُس سے بکواس کی اٹھوں ملا
 وہ شاخ گل ملی نہ ہیں شیاں ملا
 معلوم یہ ہو چمن بے خزاں ملا
 کیوں ٹوٹ کر کھد سے مری آسمان ملا
 پیری میں تجھ سے فیض یہ پیڑیاں ملا
 ہرزہ میری خاک کا محشر شاں ملا
 با وضع کوئی بھی تجھے ہم سا جواں ملا
 کس درجہ ہوشیار نہیں کیا سب ملا
 ملنے کا اُن سے حشر میں موقع کہاں ملا
 جو منہ چھ ملا مجھے سپر مغاں ملا

شیشے میں کس پری کو آرا ریاصل نے
 منت عنب ہے خوش مجھے کیسا جواں ملا

بڑھ کے کیوں پست جو صا آیا
 بوسہ کس نے پہا کہ بن کے سنسی
 ہوگی اب نوک جھونک ترگاں سے
 داپن یا نہ کوئے زلف سے دل
 مجھ سے بھی کچھ سوا تھا درما نہ
 پُر خطر ہے بہت ہی منزل گور
 چھ گئی کچھ زبان خار کی بات
 حنا پر پٹھ نہ آبلہ آیا
 آپ کے ہونٹ پر گلہ آیا
 بن کے دل دل کا آبلہ آیا
 پیش کوئی معاہدہ آیا
 پاؤں میں اٹھ کے آبلہ آیا
 لٹکے آیا جوت فلہ آیا
 منہ پھلانے جو آبلہ آیا

دیکھنے میں تو نہیں کچھ بھی وہ شرکان ہلاز
مگر آتا ہے اسے ناوک و پیکان ہونا
کام سے کام جگانا نہ ستانا شب بھر
نہ پریشاں انہیں کرنا نہ پریشاں ہونا
دستِ بے تیغ سے ظالم نے فیتح کا کام
آستیں چڑھتے ہی شمشیر کا عریاں ہونا
مدد اے زورجنوں اب نہ لگی رہ جائے
طوقِ زنجیر سے ہے دستِ دگر بہاں ہونا

ہم سے کہتا ہے ہمارا دل صد چاکِ ریاض

تمہیں آتا ہی نہیں چاکِ گریباں ہونا

جس پر گمانِ حشر میں ہے آفتاب کا
تاریک رخ ہے وہ مری فردِ حساب کا
نقطہ بنا ہر اک مری فردِ حساب کا
عشر کے دن حجابِ رخِ آفتاب کا
آئے ہمارے آگے وہ ساغرِ شراب کا
ساتی نے جس میں رنگ بھرا ہوشاب کا
دل کو نہیں ہے خوفِ نگاہِ عتاب کا
ہے پاؤں بیچ میں ترے تارِ نقاب کا
وقتِ عتاب بنگلی چہرہ عتاب کا
دیکھے تو کوئی رنگ بدلنا نقاب کا
موقعِ شب وصال ملا ہے جواب کا
منون ہوں ترے ستم بے حساب کا
پر دے میں چھپ سکا نہ وہ چہرہ عتاب کا
بدستِ دل ہے آنکھ ہر ساغرِ شراب کا
دیکھا ہے ہم نے رنگ بدلنا نقاب کا
خاکِ شرار کو انسان بنا دیا
ساتی کا میکہ ہے زمانہ شباب کا
جس کو ہوا اڑا نہ سکے میں وہ خاکِ ہوں
بھڑک کر ہوا حباب کی پانی حباب کا
ابھی بری طرح ہے کسی کی نگاہِ شوق
بیٹھا ہوا غبارِ ہوں میں سطحِ آب کا
سوے حرم گیا ہے کوئی مست میکہ
جو حال اب نہ ہو تری نازک نقاب کا
بنتے بگڑتے دیر نہیں اس جہان میں
ہر نقش پا چرخ ہے راہِ ثواب کا
دیکھا ہے میٹھنا بھی ابھر کر حباب کا

سر جھکانا مجھے تقدیر سے سب کے آگے کوئی بھی ہو مجھے شرمندہ احسان ہونا
 دیکھ کر ترشے ہوئے پاؤں کے ناخن اُن کے وہ ابھڑا نہ نوکا وہ پیشیمان ہونا
 شور و یوانوں میں ہونا وہ بہار آئی ریاض
 اور وہ گھر کا مرے صورت زنداں ہونا

ساتھ ہی تیر فلگن لے صفِ مرثگان ہونا آج ہم کو بھی ہے سو جان سے قربان ہونا
 رنگ وہ ہار کے پھولوں کا بدلنا شبِ وصل بے چھوٹے چھوٹے وہ زلفوں کا پریشان ہونا
 حشر تک غیر کو ترنا یا بیگیا رب شبِ وصل مجھ میں اس شوخ میں کل کے لئے پیمان ہونا
 تم ملو یا نہ ملو ہم کو خدا ملتا ہے ہے بڑی چیز تو صاحبِ ایمان ہونا
 سلسلے کی ہے کڑی موجِ شرابِ گلزنگ لہرِ رندوں کی ہے مستے عرفان ہونا
 صدقے اس نے کے چوٹی کر عرقِ شرم بنے کام آجائے مراد میں پیشیمان ہونا
 غیر نے شام ہی سے گھئی کے جلائے جین جین آج دشوار ہے صبحِ شبِ ہجران ہونا
 وضعِ زندانہ رہے۔ ریش رہے صاف ریاض
 خوف کی چیز ہے اس وقت مسلمان ہونا

کبھی ممکن نہیں نئے خانہ کا ویران ہونا کبھی ممکن نہیں جنت کا بیابان ہونا
 ایسی دیوانی جوانی کہ یہ کہتی آئی لے مبارک ہو تجھے چاکِ گریبان ہونا
 جس کی آنکھوں میں ساتا ہی نہیں کوئی حین آئینہ دیکھ کے اس شوخ کا حیران ہونا
 پھول برسائے کو لے ابر کرم کا فی ہے دلِ غدا سن سے مراسرہ گریبان ہونا
 موت ہو موت اگر یاس سے بدلے امید کچھ نہیں دل میں کسی بات کا ارمان ہونا
 عمر بھر کا تب اعمال فرشتے ہی رہے پاکے صحبت بھی نہ آیا انہیں انسان ہونا

نہ بیاں ہو جو طے صبح ازل شام ابد
 پردہ بھی بات بھی جلوہ بھی پس اس برق
 بال کے بدلے نظر آتے ہیں اس میں کچاک
 پیٹ میں خم کے ہے جو کچھ وہ بھرا اس میں
 کیا تصور ہی سے اٹھ جاتے ہیں بے دل کے
 رکمتی ہے عالم نو شور شہنشاہ عشق
 آپ کے ہار کی کلیوں سے یہ طے کا نہیں
 کھینچنے والی کی جھلک دیکھی ہے جسے ساقی
 پھرتی ہے حشر کے ان آنکھ کے نیچے شب و صبح
 شمع کعبہ رہے محفوظ الہی تا حشر
 نہ ہو اتنی نہ مری آہ عدد و حق وہ حق

لوگ کہتے ہیں کہ ہے زاہد مرقاض تریاض

زند کہتے ہیں اُسے چور ہے مے خانے کا

نثار برق کو تنکے بنے لیکن نشان ہوگا
 مقامات اثر میں اب اثر کا امتحاں ہوگا
 طے گی خدمت میخانہ شاید کعبہ والوں کو
 مزا اس وقت آئیگا قیامت میں شہادت کا
 یہ دوشل برابر جاتے ہیں خم کے خم کہاں ساقی
 سحر مٹے گیا کوئی تو یہ کہتا گیا کوئی
 جہاں میرانشین تھا وہاں بتک صواں ہوگا
 یہ نالہ موندگے ان کا بام ہوگا آسمان ہوگا
 مناجات خرم آکر یہاں پس منہاں ہوگا
 اثر کرب و دمان زخم میں خنجر زباں ہوگا
 بتلے آج شور و قلعہ تل مینا کہاں ہوگا
 یہی تو ہیں کہ ان کے گھر کوئی پھر نہاں ہوگا

رحمت کو یاد امری شاید پسند آئے
 زور کے کانپ کا کانپ کے پینا شرب کا
 شوخی وہ کیا کہ جس سے بڑھیں نگیناں
 عنوان اور ہے مرے خطا کے جواب کا
 عصیاں کے بعد بھی تری رحمت نہی ہی
 ممنوں ہوں ترے کرم بے حساب کا
 غالب ہے خوفِ حق معاصی کے ساتھ
 دھڑکا لگا ہوا ہے عذاب و ثواب کا

پیری میں سر بھر رہیں یونہی اے ریاض
 ہے بوتلوں میں بند زمانہ شباب کا

یہ کہل لگی یہ کہاں لگی جو قفس سے شوقِ نال اٹھا
 جلے آئینے کچھ اس طرح کہ ہر ایک لے سے صحوال اٹھا
 لگی آگ سے جگمگیں یوں لگے کسی کبھی گھریں یوں
 نہ تو کو اٹھی نہ چمک ہوئی نہ شرائے نہ صحوال اٹھا
 کوئی ست میکہ آگیا بے خودی وہ پلا گیا
 نہ صدائے نغمہ دیر اٹھی نہ حرم سے شوقِ نال اٹھا
 گئے ساتھ شمع حرم کے ہم نہ کوئی ملا لئے قدم
 نہ تو خم بڑھانہ بسو جھکا جو اٹھا تو پیر مغال اٹھا
 لبِ خم سے نکلے صدائے تم بُردوش ایسے ہزار خم
 خم آسمان بھی جو جس میں گم وہ سیاہ ابر کہاں اٹھا
 تجھے موزوں خبر بھی ہے کہ مقام کوں پہنچا ہر شے
 یہ رہ حرم میں دکان سے تو یہاں سے اپنی دکان اٹھا

یہ پیدیشِ ریاض ہے جو بنا ہے بزم میں پسند گو

اسے کیوں نہ ابر سیہ کہوں کہ برس پڑا یہ جہاں اٹھا

دور کھلا صبح کو پوچھتے ہی مے خانے کا
 عکس سورج ہے چھلکتے ہوئے پیلانے کا
 حُسنِ موجوں کا چھلکنا بھرے پیمانے کا
 رقصِ پریوں کا ہے عالم ہے پریِ فلانے کا
 ہائے زنجیرِ شان و کُششِ فصلِ بہار
 اور زندان سے نکلتا ترے دیوانے کا
 صدقے اس سوز کے جو سوز ہو اس جن کا عقد
 شعلہ گویا پر پرداز ہے پروانے کا
 ہوں وہاں گم ہے جہاں ہستی موہوم مری
 دوسرا نام عدم ہے مرے دیرانے کا

لئے ناقوس کوئی دیر والا آج آیا ہے اگر سچ ہے تو کبھی میں مزاحمت اذان ہوگا
 ہوسم کوڑا لایگا یہ نظارہ اسیری میں قفس میں ہوں گے ہم موجِ ہوا پر آشیان ہوگا
 شربِ ناب تو کیا آگِ پانی بن کے برگی اگر ابر بہار اس آتشِ گل کا دھواں ہوگا
 وہاں بھی پھول برس گئے گنہگارِ اُمت پر جو دو چار آئے ہم سے تو جہنم بھی جنان ہوگا
 مہور دینگے میرے زخمِ دامن کھلے کے آنکھوں تمہارا داغِ دامنِ حشر میں جب گفشان ہوگا
 ذریعہ ہے یہی رحمت کا کھدی تو ہی لے زہد یہ میرا پھول سا بار گنہ مجھ پر گران ہوگا

ترا دیوان تو شایع ہو جگہ سب آنکھ پر دینگے

ریاضِ اشعار کا تیرے زمانہ قدرواں ہوگا

پہلے تیرنگہ ناز کا پیکاں سمجھا دور سے دل میں اتر آئی تو مزگان سمجھا
 زندگانی کو خیالِ شبِ ہجران سمجھا موت آئی تو اُسے خواب پریشان سمجھا
 بھولے پنِ سہمیہ اُسے مُصلِ جاناں سمجھا حشر کی خوب حقیقت دلِ نادان سمجھا
 نہ ہوا سے کہیں مجھ جائے ذرا سانسِ نبی داغِ دل کو میں چراغِ شبِ ہجران سمجھا
 دل میں کبخت نے سوزِ غم تو ڈالے ہونگے تھا وہ ارمانِ ترا میں جسے پیکاں سمجھا
 دی جگہ حقوڑی سی ہر آرزوِ مردہ کو میں نے سینے کو کوئی گورِ عزیمان سمجھا
 میں گنہگارِ بڑھانا دمِ حشر کیون ہاتھ ابرِ رحمت کو مگر آپ کا دامن سمجھا
 تو کئی ساعتہ نشانِ کفِ پاکیوں لیکر میں تری چالِ نہ اے عمرِ گریزان سمجھا

داغِ قفس کچھ مئے گلگوں کے مرے دامن پر

وہ ریاضِ ایسے کھلے میں گلِ دامن سمجھا

دنیا سے الگ ہم نے میخانے کا در دیکھا میخانے کا در دیکھا اللہ کا گھر دیکھا

نہیں صبح چین میں کیف خواب صبح ستانہ
 کہ شور خندہ گل کان میں شور اذال ہوگا
 گئی ہیں کچھ جمچک بھی است اندھیری باجوبیکی
 ہمیں بڑھکر لیا جس نے فان کا پاسبان ہوگا
 شکن افتادہ دامن میں یو یا ہو زلف خم میں
 دل کج راہ کو ہم ڈھونڈ لائینگے جہاں ہوگا
 ہر اک پل ہجر کا طول حیاتِ خضر رکھتا ہے
 جو تو آئے ترا احسان مرگ ناگہاں ہوگا
 اندھیرا ہوتے دامادہ عجب حسرت کہتے تھے
 سر سبز نرل پہنچتا اب ہمارا کاروں ہوگا
 عدد کی قبر ہوگی بال بکھڑے جہاں پہنچے
 بچے سایے سے جس کے آپ وہ میرا کال ہوگا
 تبسم اور شوخی اس پر انداز تبسم کی
 ترے لب پر جو یوں آیا کوئی راز نہاں ہوگا
 لگی الفت کی بچھ سکتی نہیں پہ خاک ہو پیر
 چمک ٹھٹھے کا میری خاک کا ذرہ جہاں ہوگا

جوانی لے لے ریاض اب لوٹنا ہے دفتر زندگی

بڑھایا کہہ رہا ہے تو نے سر سے جواں ہوگا

نہ سجدے پہ رہے ہو گئے نہ سجدوں کا نشان ہوگا
 جہیں ہوگی ہماری اور ان کا آستان ہوگا
 نکھر کر تیرے کوپے سے گزر میرا جہاں ہوگا
 ہزاروں سماں ہونگے وہاں ایک آسمان ہوگا
 زمیں پر اب نیا پیدا جواب آسمان ہوگا
 ترا کو چترے نقش قدم سے کہ کشاں ہوگا
 کہیں منہ چوم لے ان کا نہ کوئی ایسی باتوں پر
 مے آگے سر بزمِ عدد میرا میاں ہوگا
 قفس میں دل تو دیگا جگہ صیاد آنکھوں میں
 چمن میں جاؤں تو ہر پھول میرا آئیناں ہوگا
 بطرے کا شکار اچھا رہیگا آج لے رندو
 لب جو سبز ہوگا سامنے آبِ رواں ہوگا
 بہت ہی خیر گزری ہوتے ہوئے رہ گئی اُسے
 جسے میں غیر سمجھا ہوں وہ ان کا پاسبان ہوگا
 رہا میں پھول بیکر غل گل کی ڈالی ڈالی پر
 مرا رہنا چمن میں باغباں پر کیوں گراں ہوگا
 اکل آؤ گرم سے جس نے گرائیں جلیاں بٹ
 تمہارے بیقراروں میں کوئی آتش بجائ ہوگا

یہ کہہ رہا ہے ترخم ہو کی موجوں کا
 یہ شب گزار حرم ہے ضرور اے ساقی
 چلے نہ کام بھرے غم اگر نہ ساتھ چلیں
 شفق کھلی نہ بر قبر پائے رنگیں سے
 خدا کے واسطے پہنچا دے کوئی منزل تک
 تر بان حال میں اُن کی عجب لطافت ہے
 چلے نہ ہاتھ گلے پر تو خود ہی چل جائے
 انہیں لگا ہے کہ خنجر رواں نہیں ملتا

ریاض چھانٹ لیا اس نے مجھے بوڑھے کو

کوئی بھی دختر رز کو جو انہیں ملتا

گئے ہوئے مرے دل کا نشان نہیں ملتا
 جو چاہتا ہوں وہ حسن بیان نہیں ملتا
 لٹا ہوا کوئی اب کارواں نہیں ملتا
 کہ عنایب سے رنگ فغاں نہیں ملتا
 لحد میں در تو آرام ہے یہ الجھن ہے
 کہ دیکھنے کو یہاں آسمان نہیں ملتا
 بنی ہوئی ہے یہ ہمایہ میفروش سے بات
 اُدھار بھی ہیں سوداگراں نہیں ملتا
 ننگ کے ساتھ چلیں تیراڑ کے ترکش سے
 اب اس ادا سے وہاں مکمل نہیں ملتا
 بہار آتے ہی تو نے بھی رنگ کچھ بدلا
 ترا مزاج اب اے باغباں نہیں ملتا
 گڑی نگاہوں سے میری سمجھ گیا دل میں
 کہ سوتے جاگتے اب پاسباں نہیں ملتا
 نہ آتی نیند غرض یہ بھٹی وقت کٹ جاتا
 ہیں کوئی شب غم قصہ غاں نہیں ملتا
 ستائے جاتے ہیں راتوں کو چاند کے ٹوٹے
 انہیں بھی چین تر آسماں نہیں ملتا
 بلائیں رونق کا شانہ روز رہتی ہیں
 کوئی حسین ہیں یہ ہر سمان نہیں ملتا

گوشے سے ٹٹین کے آہوں کا اثر دیکھا صیاد کا گھر جلتے بے برق و شر دیکھا
 دونوں کے منہ لڑے دونوں کا اثر دیکھا اللہ کا گھر دیکھا میخانے کا در دیکھا
 یوں حشر میں یں کیں فردوس جہنم کی کچھ دیر ادھر دیکھا کچھ دیر ادھر دیکھا
 اے شیخ وہ کعبہ ہو یا ہو درے خانہ تو نے مجھے جب دیکھا بجھے ہی میں دیکھا
 نالہ میں کرنا تھا دم عشق کا بھرنا تھا سورنگ سے مرنا تھا ہر رنگ سے مر دیکھا
 جب موج ابھرتی ہے کہتی ہے وہ شوخی سے بازو میں بطری کے سرخاب کا پر دیکھا
 نائیکے دئے جاتے ہیں کیوں بسے جاتے ہیں ہنسنے کا مزاق تو نے اے زخم جگر دیکھا
 نسبت نہیں مج کو کچھ بلیں کے بچھ دل سے بجھتے ہوئے تجھ کو بھی اے شمع سحر دیکھا
 سہم ہو بیٹھے ہیں کھوئے ہوئے بیٹھے ہیں جس اتارے اے اس ات کو ڈر دیکھا
 پھل پھول نہیں لاتے یہ بلغ محبت میں ہر نخل تنہا کو بے برگ و ثمر دیکھا
 کبھی میں نظر آئے جو صبح اذان دیتے میخانے میں اتوں کو ان کا بھی گزر دیکھا
 کچھ کا وہ نہیں ہے گوشت ہے اس شے سے

ہیں نہ تو کیا ضایہ دامن بھی نہ تر دیکھا

سکان ملتے ہیں کیا لامکان نہیں ملتا نشان لاکھ میں لیکن نشان نہیں ملتا
 کہیں بھی جائیں کہاں آسمان نہیں ملتا لحد ہی ایک جگہ ہے جہاں نہیں ملتا
 ہوئی ہے روشن اُسی سے ہماری پیشانی جبین عرش کو جو آستان نہیں ملتا
 سنی ہے میں نے بھی رنگیں نوائی ناقوس گلے سے میرے یہ وقتِ فلان نہیں ملتا
 یہ چاہتا ہوں کہ بے منہ کے آبلونے بھیجے کہیں بھی خار کوئی بے زباں نہیں ملتا
 بہار آتے ہی پھولوں نے چھاؤنی چھائی کدھو ٹھنڈا ہوں مجھے آشیان نہیں ملتا

ایا جنوں میں دینے وہ نثر مجھے لیا صن
ناصح کو دیکھے کہ مرا چارہ گر بنا

مجبو نظارہ الگ سب سے میسر ہوتا ہوتے سب غلیں میں غلہ کے باہر ہوتا
محفل و عظیم واعظ نہ مرے سر ہوتا عوض شیشہ اگر ہاتھ میں پتھر ہوتا
حشر ہے حشر کوئی قتلگہ ناز نہیں آج کیوں ہندی لگے ہاتھ میں خنجر ہوتا
اس کے ہر گوشہ میں ہوتا شر برق کا نقص میں تو میں کوئی نشین ہیں اگر پر ہوتا
آئینہ ساتھ ترے دیکھتے ہم بھی شب وصل منہ ہمارا بھی ترے منہ کے برابر ہوتا
چل سکا زور جنوں کچھ نہ ترے دامن سے دھجیاں اڑتیں اگر دامن محشر ہوتا
سیج پر پھولوں کی سوتے وہ عدو کے ہمراہ دل جلوں کے لئے انگاروں کا بستر ہوتا
گھر ماکھتے ہیں جس کو کوئی زنداں ہو گا درو دیوار نہ ہوتے جو مرا گھر ہوتا
زندگی آٹھ پہر لطف سے کشتی قاتل سانس کی طرح رواں سینے میں خنجر ہوتا
نئے جوانی کی طرح جس سے اُبلتی ساقی تیری تصویر ترے ہاتھ میں ساغر ہوتا
معتب خم شکنی سے تری بڑھتیاں جوش ہر طرف آج روان چشمہ کوثر ہوتا
طفل اشک اُن کی گلی میں جڑ نہ ہوتا ضایع قدیں وہ آج قیامت کے برابر ہوتا
ساغر دل کی طرح جام کوئی دے ساقی جو نہ بھرتا کبھی ایسا کوئی ساغر ہوتا
وہیں بہتے وہیں پیتے وہیں سجدے کرتے ایک گوشے میں بس خم کہیں بستر ہوتا
بیخودی ہم کو نہ ہوتی تو ادھر بھی جاتے طور پر یار کا نظارہ میسر ہوتا
مجھے واعظ نہ کمی ہوتی ذرا خدمت میں پی کے بھی میں نہ کبھی آپ سے باہر ہوتا
عشق کی آگ کے دن رات اُبلتے دریا ظرف میرا بھی جہنم کے برابر ہوتا

ہزار سخن سے کہتے ہیں راز قدرت کے
یہ کبھی کے بڑھ گئی دو ہاتھ اور قاتل سے
وہ چاہتے ہیں تصویر میں کوئی آنے کے
شگفتہ پھول ہے گویا مرے حسرت کی قبر
لحد کی خاک سے کیا کیا اگے میں لالہ و گل
نکل کے مجھے مرنا جوان نہیں ملتا

ریاض کو حرم و مسکدہ برابر ہے

پئے شراب وہ شب کو کہاں نہیں ملتا

سینا نے میں مزار ہمارا اگر بنا
تو بن کے گرد باد نہ دیوار دور بنا
بے پر قفس میں جان کے آئے مد بہار
میرے گلے لگا کبھی خنجر کمر سے باندھ
وہ بھی اہل بھی نہیں بھی غنیمت بھی شبنم افق
بوتل چرا کے لاتے تھے ہم مسکدی سے وز
اللہ ہے جو حشر ہوا اس گھر کا اے اہل
کیا حضرت بھی پہنچتے ہیں اس کی گلی میں وز
دنیا کے رات دن سے الگ کچھ دیکھتا تھا
بانی کی طرح خون بہہ جوئے زخم سے
یہ شوق ہے نہ پاؤں زمیں پر پڑیں کبھی
ہو جس کے ٹوٹنے میں صدائے شکست دل

دنیا بھی کہے گی کہ جنت میں گھر بنا
اے قیس خاک ہو کے ہوا پر نہ گھر بنا
تینکا جو آشتیاں سے اڑا آ کے پر بنا
زیب گلو بنا کبھی زیب کمر بنا
ہر ایک میرے حال سے کیوں بے خبر بنا
موقع ملا تو رات کو خم بار سر بنا
میری لحد جی کہ نیا آج گھر بنا
یہ کون آ کے آج مرا مسافر بنا
میرے لئے فراق کا ہر پل پہر بنا
اب کیا یہ زخم دل بھی مری چشم تر بنا
کیوں جاوہ کہکشاں کا تری رہ گزر بنا
ایسا بھی کوئی جام ارے شیش گر بنا

توبہ بت بھی گھوڑے پر ہوا کے دوسرا کے
 ہوئے ہنگامے حشر کتنے گوشہ دل میں
 وہ آئے سیر دریا کے لئے تو مجھ گئیں موجیں
 بہت بوسے لہو نہیں ہیں ان کا فرحینوں کے
 تکلف برطرف لئے شیعہ صحبت ہوئی کی
 اسی کوشش میں کتنی ہجرتیں ہوئیں آخر
 خیال یار کے صدقے خیال یار ہی ہو گا
 تری نوک قلم نے دل میں گہرے زخم ڈالی ہیں
 وہ تصویر آج تک محفوظ ہے چشمِ تھوئیں
 نہیں مع جس میں یہ سیلِ عوارث کے طالع نہیں
 برابر میری تربت کے کیا ہے دفنِ دشمن کو
 کہیں دعوتیں کلِ ہم اور دغظ پانچ بیٹھے تھے
 لحد پر میری بھیجا ہر عدد کو فاسخ پڑھنے
 جو آئے بھی تو گھوڑے پر ہوا کے دوسرا آئے
 ہوا بنتِ عنبر سے عقداں میرا نہ سالی میں
 قیامت ہم عنانِ لئی نہ دشمن ہر کباب آیا
 وہ میرے سامنے کچھ اس اداس بے نقاب آیا
 قدم سے آن کے اپنی آنکھ لٹے ہر حباب آیا
 مزا آئیگا مجھ کو بھی اگر روزِ حساب آیا
 مرے آگے شراب آئی تھے آگے کباب آیا
 نہ آج کے گیسوؤں کا میرے دل میں بیچِ قباب آیا
 تسلی مجھ کو دینے کوئی وقت اضطراب آیا
 ہزار دنِ شہِ دشتر لئے خط کا جواب آیا
 تھے بچپن سے جب اٹھکیلیاں کنِ شباب آیا
 اُسے کھانا پٹری منہ کی ابھر کر جب حباب آیا
 یہ اچھا میرے جھٹھے میں جہنم کا عذاب آیا
 کوئی لیکر شراب آیا کوئی لیکر کباب آیا
 جو پہنچانے ثواب آیا وہی بن کر عذاب آیا
 عدد بھی ساتھ سائے کی طرح تھامے کباب آیا
 مبارک ہو مجھے ساتی بڑھاپے میں شباب آیا

زرا لے ہیں ہی دنیا میں توبہ توڑنے والے

ادھر ساتی زریا صل آئے ادھر جامِ شراب آیا

مدینے میں گدائی کر کے میں خود دار ہو جاتا
 کہاں کا طور گھر بیٹھے مجھے دیدار ہو جاتا
 یوں داغوں بھرا تیرے گلے کا ہار ہو جاتا
 گلے کے ہار کا ہر پھول تجھ کو بار ہو جاتا

مے نورِ خدا ہوئی دلِ عرشِ خدا ہوتا
 مے نور کے ساغر میں ڈھلتی تو مزا ہوتا
 تم دل میں جو آجاتے کیا جانے کیا ہوتا
 بے خار نظر آتا۔ کانٹوں سے بھرا جنگل
 صیادِ قفس میں وہ آج آئی بھی لائی بھی
 سنہدی لگی ہاتھوں میں رخصتا تھا قیامت
 ہم جا کے جو بھولے سی مسجد میں اذان کہتے
 ہر فصل میں لطف آتا ہوتا جو کہیں دامن
 دل ہے یہ قیامت کا ہم ہجر کے مارے ہیں
 خلوتِ گردل میں تم چپکے سے جو آجاتے
 لطف آتے اسیری میں اے کاشِ قفس اپنا
 آگے ترے وحشی کے سُستانہ کوئی اُس کی
 ملتانہ کوئی فتنہ فتنوں سے قیامت کے
 اچھا عقارے مالک یوں میری گزر جاتی
 تھوڑی سی چوٹی لیتے کیا جانے کیا ہوتا
 ایک نور کے سانچے کا ساغر بھی ٹھہلا ہوتا
 دیدارِ خدا ہوتا وہ حشرِ بپا ہوتا
 چٹے کے لئے کانٹے میں آبلہ پا ہوتا
 بے نکبت کل کیونکر دامنِ صبا ہوتا
 آلودہ خونِ قاتل دامن نہ ترا ہوتا
 بے دست برہن بھی ناخوش بجا ہوتا
 پھولوں سے بھرا ہوتا کانٹوں سے بھرا ہوتا
 افسانہ ہمارا بھی تھوڑا سا سنا ہوتا
 پرفے میں سویداکے کیا جانے کیا ہوتا
 پھولوں سے لدا ہوتا پھولوں سے بھرا ہوتا
 آوازِ ہمجون بھی صحرا کی صدا ہوتا
 کوچہ وہ تمہارا خفا ہر فتنہ نیا ہوتا
 درگاہِ تری ہوئی یہ دستِ دعا ہوتا

رحمت سے تر یا صل اس کی تھے ساتھ فرشتہ

اک حور جو بڑھ جاتی تو اور مزا ہوتا

میں سمجھا جب جھلکتا سامنے جامِ شراب آیا
 مرا منہ چوسنے شاید مرا ستِ شباب آیا
 ترے نازک سے چہرے پر جہاں لنگِ عتاب آیا
 صباحتِ رخ کی بول اُٹھی کہ رخِ زینِ قلاب آیا
 قیامت اٹھی تھی ہے یہاں یہ جو گلِ تمسکی
 کہاں پا مال ہونے تو دلِ خانہِ شراب آیا

سربوبت بھی گھوڑے پر ہوا کے دھواڑے
 ہوئے ہنگامے حشر کتنے گوشتِ دل ہیں
 وہ آئے سیر دیا کے لئے تو بھی گئیں جو میں
 بہت بوسے لگوں ہیں تے ان کا فرحینوں کے
 تکلف بر طرف اے شیخ صحبت ہو آپس کی
 اسی کوشش میں کتنی ہجرتیں ہوئیں آخر
 خیال یار کے صدقے خیال یا رہی ہو گا
 تری نوکِ قلم نے دل میں گہرے زخم ڈال دیں
 وہ تصویر آج تک محفوظ ہے چشمِ تصویر میں
 نہیں جو میں ہیں سیلِ حوادث کے طالع نہیں
 برابر میری تربت کے کیا ہے دفنِ دشمن کو
 کہیں دعوتیں کل ہم اور دعا غلطیاں بیٹھے تھے
 لحد پر میری بھیجا ہر عدد کو فنا سخن پڑھنے
 جو آئے بھی تو گھوڑے پر ہوا کے دھواڑے
 ہوا بنتِ عنجب سے عقلاں سیرانہ سالی میں

زرا لے ہیں یہی دنیا میں توبہ توڑنے والے

ادھر ساقی تر یا صُ اے ادھر جامِ شراب آیا

مدینے میں گدائی کر کے میں خود دار ہو جاتا
 کہاں کا طور گھر بیٹھے مجھے دیدار ہو جاتا
 ییل داغوں بھرا تیرے گلے کا ہار ہو جاتا
 گلے کے ہار کا ہر بھول تجھ کو بار ہو جاتا

مے نور خدا ہوتی دل عرش خدا ہوتا
 مے نور کے ساغر میں ڈھلتی تو مزا ہوتا
 تم دل میں آجاتے کیا جانے کیا ہوتا
 بے غار نظر آتا۔ کانٹوں سے بھرا جنگل
 صیاد و قفس میں وہ آج آئی بھی للی بھی
 منہدی لگی ہاتھوں میں رکھنا تھا قیامت
 ہم جا کے جو مچھو لے کر مسجد میں اذان کہتے
 ہر فصل میں لطف آتا ہوتا جو کہیں دامن
 دل سے یہ قیامت کا ہم ہجر کے طے ہیں
 خلوت گردل میں تم چپکے سے جو آجاتے
 لطف آتے اسیری میں اے کاش قفس اپنا
 آگے ترے وحشی کے سُستانہ کوئی اُس کی
 ملتانہ کوئی فتنہ فتنوں سے قیامت کے
 اچھا خفا مرے مالک یوں میری گزر جاتی

رحمت سے تریاض اس کی تھے ساتھ فرشتہ دو

اک حور جو بڑھ جاتی تو اور مزا ہوتا

میں سمجھا جب جھلکتا سامنے جامِ شراب آیا
 ترے نازک سے چہرے پر جہاں رنگِ عتاب آیا
 صباحتِ رخ کی بول اٹھی کرخِ زیرِ نقاب آیا
 قیامت اٹھی رہتی ہے یہاں یہ بڑگی ہو سکی
 مرا منہ چومنے شاید مرا ستِ شباب آیا
 کہاں پا مال ہوئے تو دلِ خانہِ خراب آیا

مزاج تیرا دی آسمان پر نہ پانی پانی ہو تو ابھر کر
 ازیکار نہ نقاب اس سے کھلے گا نہ نقاب اس سے
 نہ تجھے اعطا مجھے تکلف نہ مجھے اعطا تجھے تکلف
 بے گاہر گلزار اس سے بے گاہ سب کا ابھار اس سے
 ہجوم مشترک میں تیرا اور میرے کربنم کے لب تر
 یکہ ہا ہوں کائے ساقی کشتے تیرے کڑیں ساقی

کچھ آج مجھے مٹے ہوئے پر تیس کیس کو ریاض آیا
 سنا کے جھک بکھا یہ کس نے بھلا ہو خانہ خراب تیرا

بندھا ہر کافر و دیندار کو اک تار میں دیکھا
 فرشتے شیخ کے جھک جھک دھو ڈاب نہزم سے
 ترے صفت اسی کو ڈھونڈتا ہوں وہ مراد ہے
 تصور ہی تو ہے دل ہو کہ میری آنکھ کی بتلی
 چھپی اودی گھٹاؤ نہیں وہ پریاں قصین جن میں ساقی
 امید افزا تبسم بھی نہیں کے ساتھ تھا لب لب
 گندمی کلیوں میں شاید دل بھی میرے اعتبار محرم
 میں وہ بیتاب ہو طاقت بھری ہی مجھ میں بجلی کی

یہی ہیں وہ ریاض اے شیخ جو جیسے کترتے ہیں

جنہیں تو نے ہمیشہ جبتہ و دستار میں دیکھا

نمایاں ہر ہجوم فقہہ رفتار میں دیکھا
 سنا کارنگا ہم نے نقش پائے یار میں دیکھا

گرم سے تیرے ساقی دشمن پتہ دار ہو جاتا
 مرد و پیر آج ہلکا سا مرا بھی وار ہو جاتا
 کہہ ان عیسائی نفس آتے آتے تیری عیادت کے
 یہ پہنا چاہتا ہر وقت بھرتی نہ نواں
 ہنگامہاں تھے ترکش سے نالوک کا قیامت تھا
 میں پس جاتا اگر ابھیستا دیوار کے نیچے
 مرے سینے میں رہ جاتا یہ میرا زخم دل بن کر
 قدم اپنا اٹھاتے ہم اگر صحرا نور و دی کو
 ابھی نہیں بنے دل لیتے تو جمعیتی طرح دل سے
 اگر اس کو لے جاتا میں اپنے ساتھ کبھی میں
 اس واعظ جو تیرو محل سے نکھوٹا تہ جاتی
 نکلتی ساتھ رندوں کے لحد سے کشتی ہے بھی
 گلشن میں ان بتوں کی تنکے چننے دیکھئے تنکوں
 برتنی تنی نکلے جانی گمراہ شیار ہو جاتا
 مرنا لہ بھی کچھ کیا رکی تلواری ہو جاتا
 بھی اچھا نہ ہوتا اس طرح بیمار ہو جاتا
 میں سنا دل کی توصیف تھے دشوار ہو جاتا
 کہتے آتے چکی باب جگر کے پار ہو جاتا
 گراں تناسی کا سایہ دیوار ہو جاتا
 اہو سے رخ اتنا تو لب سو فار ہو جاتا
 تو گھٹکر نقش پا ہر وادی پر خار ہو جاتا
 بھی ہوتا کبھی دشمن کبھی وہ یار ہو جاتا
 مرے بچے میں یہاں رشتہ زنا ہو جاتا
 ابھی تو رہیں یہ جبہ دستار ہو جاتا
 کہ ان کا حشر کے طوفان سے بیزار ہو جاتا
 اگر واعظ تھے بھی عشق کا آزار ہو جاتا

ریاض اس سے اگر جا کر کبھی ہم سنجہ میں ملتے

تو وحشی قیس دو دن میں ہمارا یار ہو جاتا

ز جلوہ طور سوز تیرا نہ جلوہ برق تاب تیرا
 بھر کے بجلی گرا ہادی کوئی تا نقاب تیرا
 لے لے ہر گن گن کے بوسہ میں دیکھ گن گن کی تو
 برا بر اتنے کا دیکھ لینا حساب میرا حساب تیرا
 مٹا ہو نہیں محبت کیا رہا ہر خیز کو تو کیا ستار ہے
 تولے مٹی جو گرا ہادی تو رہا ہے رہا باب تیرا
 تجھے یہ ہے عذاب عذاب تھے یہی تو اب اعظا
 عجیبے ہر شراب اعظا ملے مجھی کو عذاب تیرا

ستیا دے جا جا کے چمن کر دے خالی سنتا ہوں کہ اب شور عنادل نہیں مچتا

پا جاتے ہیں جب آپ کسی پر کبھی قابو

پہلو میں تریا ض آپ کے یہ دل نہیں ہوتا

آنکھ میں شومخ حسینوں کے سمانا دل کا ہم نے دیکھا ہے جوں میں نہ مانا دل کا

وہ تلے ہیں کہ اڑا اینگے نشا نا دل کا ہم دکھائی گے اُنہیں چوٹ بچا نا دل کا

تیر مرثر گان سے ہے دشوار بچا نا دل کا بال باندھا وہ اڑاتا ہے نشا نا دل کا

اب یہ جانا کہ اسے کہتے ہیں آنا دل کا ہم ہنسی کھیل سمجھتے تھے لگا نا دل کا

ان حسینوں کا تو بازار لگا رہتا تھا ہائے وہ وقت کہ گاہک تھا نا دل کا

کیوں نہ چن چن کے ترے تیر جگر میں کھوں کس مزے سے یہ اڑاتے ہیں نشا نا دل کا

بیقراری نہ جگہ پھیل کے لینے پائے اُن کے کوچے میں لگا آئے ٹھکا نا دل کا

کیا زمانے کا اثر ہے کہ ہوا خون سپید آنکھ کا کام نہ تھا خون بہا نا دل کا

عالم ہو میں کچھ آواز سی آجاتی ہے چپکے چپکے کوئی کہتا ہے فنا نا دل کا

طا ئر رنگِ جناب کے رہا ہاتھوں میں کوئی دیکھے تو ذرا رنگ جانا دل کا

دردِ دل آج سنایا جو انہیں رو رو کر ہنس کے بولے کہ یہ قصہ ہے پُرانا دل کا

اپنے سائے میں لئے ہے تری مرثر گانِ راز چھا دل میں تیروں کے اتو ہے ٹھکا نا دل کا

ٹوٹے پڑتے ہیں جتنے کو حسیں ایک پر ایک حشر میں چھیر دیا کس نے فنا دل کا

نہ جگہ دل میں تھے ہر نہ ترے کوچے میں نہ ٹھکانا کہیں میرا نہ ٹھکا نا دل کا

وقت کے ساتھ گئیں وقت کی باتیں بھی تیا ض

نہ وہ ہم نہیں نہ وہ دل ہے نہ زمانہ دل کا

نظر آئی نہ پہلو میں تو ڈھونڈ اس طرح دل کو
جگہ کیونکر نہ دوں دل میں انہیں کچھ کھگھگوکانٹے
میں کی جان پر ٹوٹا فلک اتنی بلندی سے
ڈراتا ہے میں محشر سے تو دوا عطا لے جا بھی
خیم گیسو میں دیکھا پھر گلے کے ہار میں دیکھا
مجھے آتے ہوئے جب دوا دی پڑھار میں دیکھا
جسے بیٹھا تھا ہارے سایہ دیوار میں دیکھا
یہ منگامہ تو ہم نے روز کوئے یار میں دیکھا

ریاض اس مرتبہ دوزخ ہمارے لطف سے گزریے

پال عید ہم نے دامن کہہ سار میں دیکھا

انگشت نما آپ سے قائل نہیں ہوتا
ہاتھوں سے جدا غصہ قائل نہیں ہوتا
کبخت ہی دل ہے کہ تھا ہار گلے کا
تکسین ہی کچھ رہتی ہے گو ڈوب ہی جائے
کہتے ہیں کچھ آگ لگے دل برداغ
ہم تھک کے گرے گر کے اٹھے اٹھ کے چلے بھی
دل لاتے حسینوں سے اٹھائے مرد دل نے
ہے غم سے سرم ہاتھ نہیں ہتے ہیں خالی
لے ہر شکر زلف کی دن رات بلائیں
مجنوں کی جعلاک بنجیں شاید نظر آئی
ان شوخ حسینوں سے یہ اب جا کے کہے کن
آتے نہیں پروانے بوشع فسروہ
میں خانے میں رہتا نہیں میں شغل سے خالی
بات اتنی ہے بیکار سے جدا دل نہیں ہوتا
ہاتھ ایسے ہیں جن سے کوئی بسمل نہیں ہوتا
اب ہار کے پھولوں میں بھی شال نہیں ہوتا
کشتی سے مری دور جو ساحل نہیں ہوتا
ٹھنڈا تری ان گرمیوں سے دل نہیں ہوتا
تجھ پر اثر ہے دوری منزل نہیں ہوتا
ہو چاندی سی بھی شکل تو مال نہیں ہوتا
بیجاری حنا پستی ہے جب دل نہیں ہوتا
دیوانہ اب ایسا کوئی اے دل نہیں ہوتا
محل سے جدا پردہ محمل نہیں ہوتا
بستہ ہوتے ہیں پتھر کا مگر دل نہیں ہوتا
جب بزم میں وہ رونق محفل نہیں ہوتا
میں کام سے اپنے کبھی غافل نہیں ہوتا

صیاد نے جا جا کے چمن کر دئے خالی سنتا ہوں کمراب شور عنادل نہیں جاتا

پا جاتے ہیں جب آپ کسی پر کبھی قابو

پہلو میں تر یا صل آپ کے یہ دل نہیں ہوتا

آنکھ میں شومخ حسینوں کے سمانا دل کا ہم نے دیکھا ہے جوالی میں نہ نانا دل کا

وہ ہنستے ہیں کہ اڑا ایگے نشا نانا دل کا ہم دکھائی گئے اُنہیں چوٹ بچا نانا دل کا

تیر مڑ گاں سے ہے دشوار بچا نانا دل کا بال باندھا وہ اڑا تاکہ ہے نشا نانا دل کا

اب یہ جانا کہ اسے کہتے ہیں آنا دل کا ہم ہنسی کھیل سمجھتے تھے لگا نانا دل کا

ان حسینوں کا تو بازار لگا ہوتا تھا ہائے وہ وقت کہ گاہک تھا نانا دل کا

کیوں نہ چن چن کے ترے تیرے میر کھ لیں کس منے سے پاڑا تے ہیں نشا نانا دل کا

بیقراری نہ جگہ پھیل کے لینے پائے اُن کے کوچے میں لگا آئے ٹھکانا دل کا

کیا زمانے کا اثر ہے کہ ہوا خون سپید آنکھ کا کام نہ تھا خون بہا نانا دل کا

عالم ہو میں کچھ آواز سی آجاتی ہے چپکے چپکے کوئی کہتا ہے فنا نانا دل کا

طاہر رنگ جناب کے رہا ہاتھوں میں کوئی دیکھے تو ذرا رنگ جانا دل کا

دردِ دل آج سنایا جو انہیں رو رو کر ہنس کے بولے کہ یہ قصہ ہے پرانا دل کا

اپنے سائے میں لئے ہے تری مڑگانِ راز جھاد میں تیروں کے اب تو ہے ٹھکانا دل کا

ٹوٹے پڑتے ہیں جوتے کو حیل ایک پر ایک حشر میں چھیڑ دیا کس نے فنا نانا دل کا

نہ جگہ دل میں تھے یہ نہ ترے کوچے میں نہ ٹھکانا کہیں میرا نہ ٹھکانا دل کا

وقت کے ساتھ گئیں وقت کی باتیں بھی تر یا صل

نہ وہ ہم ہیں نہ وہ دل ہے نہ زمانہ دل کا

نظر آئے یہ پہلو میں تو ڈھونڈ اس طرح دل کو
جگہ کیونکر نہ دوں دل میں انہیں کچھ کھڑکھڑا
اسی کی جان پر ٹوٹا فلک اتنی بلندی سے
ڈراتا ہے میں محشر سے تو واعظ اے جا بھی
خیم کیسوں میں دیکھا پھر گلے کے ہار میں دیکھا
مجھے آتے ہوئے جب دادی پڑھیں دیکھا
جسے بیٹھا تھا ہاسے سایہ دیوار میں دیکھا
یہ منگامہ تو ہم نے روز کوئے یار میں دیکھا
ریاض اس مرتبہ روزے ہمارے لطف سے گزرتے

ہلالِ عید ہم نے دامنِ کہار میں دیکھا

انگشتِ نما آپ سے قاتل نہیں ہوتا
ہاتھوں سے جدا خنجر قاتل نہیں ہوتا
کبخت ہی دل ہے کہ تھا ہار گلے کا
تکسین سی کچھ رہتی ہے گو ڈوب ہی جائے
کہتے ہیں تجھے آگ لگے دل پر داغ
ہم تھک کر گرے گرے اٹھے اٹھے کچلے بھی
داغ اتنے حینوں سے اٹھائے مر دہلے
ہے غم سے سرم ہاتھ نہیں بہتے ہیں غالی
لے ہر شکر زلف کی دن رات بلایں
جنوں کی جھلک تجھ میں شاید نظر آئی
ان شومخ حینوں سے یہ اب جاکے کہے کہن
آتے نہیں پروانے بوشعِ فرسودہ
میخانے میں رہتا نہیں ہیں شغل سے غالی
بات اتنی ہے پریشان سے جدا دل نہیں ہوتا
ہاتھ ایسے ہیں جن سے کوئی بسمل نہیں ہوتا
اب ہار کے پھولوں میں بھی شادمان نہیں ہوتا
کشتی سے مری دور جو ساحل نہیں ہوتا
ٹھنڈا تری ان گرمیوں سے دل نہیں ہوتا
تجھ پر اثر اے دوری منزل نہیں ہوتا
ہو چاندی سی بھی شکل تو مائل نہیں ہوتا
بیجاری حنا پستی ہے جب دل نہیں ہوتا
دیوانہ اب ایسا کوئی اے دل نہیں ہوتا
محل سے جدا پردہ محمل نہیں ہوتا
بت ہوتے ہیں پتھر کا مگر دل نہیں ہوتا
جب بزم میں وہ رونق محفل نہیں ہوتا
میں کام سے اپنے کبھی غافل نہیں ہوتا

پروست رہا ہوتا ہے لب سے جواب جام
مل جائے مجھے تو لبِ علیل سے بھی اچھا
لے شمعِ ادھر آ کے جو وہ بیٹھ گئے ہیں
پائمن لحد ہے مرے بالین سے بھی اچھا

چیدہ گل اشعارِ تریا ضل اس میں میں کیا کیا

گلپیں تو رہا دامنِ گلپیں سے بھی اچھا

مٹ چکا اب نشانِ مرن کا	نام اس پر لکھا ہے دشمن کا
آئے یہ کہتے میرے مرن پر	منہ جھکنا تب شمعِ روشن کا
اُٹھ گیا آج وہ بھی دنیا سے	قیس ساتھی تھا میرے بچپن کا
حشر کے دن اُنٹوں میں قبر سے کیا	بوجھ مجھ پر ہے سیکڑوں مَن کا
مسی مالیدہ لب پر آئی ہنسی	بن گیا پھول غنچہ سوسن کا
اشک کے تار کو میں روؤں کیا	آستین کا نہ میرے دامن کا
میں چلا ہوں عدم کو خالی ہاتھ	چور کا ڈر نہ خوفِ رہزن کا
ایک شعلہ سا روز اُٹھتا ہے	سینہ شکر اُہا ہے دشتِ ایمن کا

لے تریا ضل آفتابِ حشر نہیں

رنگ لایا ہے داغِ دامن کا

حشر میں ایک بھی تو داغِ بہ دامن نہ رہا	کوئی عصیاں جو بچا مجھے وہ عصیاں نہ رہا
کام اب ضبط سے لینا بھی کچھ آسان نہ رہا	میرے قابو میں سے اشک کا طوفان نہ رہا
دامن آلودہ مے کرنے کی محکو بہار	گل بہ داماں تو رہا داغِ بہ داماں نہ رہا
سازِ دِ ایل نے نئے دین میں رتھے ڈالے	جو ہوتنفس اس سے وہ مسلمان نہ رہا
اُگیا یاو مجھے آنکھ بدلنا اُن کا	شکوہ تجھے مجھے لے گردشِ دوران نہ رہا

قفس سے اُزول تو نہ آواز دینا مدد اتنی لے بال پرواز دینا
 مرے ٹوٹے دل سے ہم آواز دینا مجھے کوئی ٹوٹا ہوا ساز دینا
 مجھے بال و پر مایہ ناز دینا خدایا پر عرش پرواز دینا
 خدایا ہو آغاز انجام جس کا جوانی کو میری وہ آواز دینا
 جو پوچھوں کہ پہلو سے دل لگیا کلن ہو ابھی نہ لے ناوکِ ناز دینا
 میں کہتا ہوں مینا سے جب اٹھے ہدل صد میرے طاوس طنائِ ناز دینا
 فریبِ ادا سے جو لے کام یار ب وہ معشوق دم ساز دم باز دینا
 وہ جانمار روٹھکر سیکدے سے صراحی کا جھگو وہ آواز دینا
 زالی زمانے سے ہو چاں جس کی خدایا وہ معشوق طنائِ ناز دینا
 شریکِ شکار لب جو مختارِ صبح مجھے قاز اُسے روغنِ قاز دینا

کسی خوش گلو کا ہے اصرار کب سے

ریاضِ اک غزل مایہ ناز دینا

ایسا ہو تو وہ اُس بتِ خودیں سے بھی اچھا میرا ہو تو ایمان سے مردِ دین سے بھی اچھا
 لے تاکِ عجب حسنِ عجب بات ہواں میں خوش ہے ترانہ شہِ پروین سے بھی اچھا
 ہوتا ہی نہیں اب مرے سینے سے جدا غ ہمدردِ ہمایہ دلِ غمگین سے بھی اچھا
 پیچیدہ دل اُس زلف گرہ گیر میں رہ کر نکلا گرہ گیسو مشکیں سے بھی اچھا
 لے وسعتِ دلِ حضورِ جگہ دے کبنالوں بتخانہ کوئی بستکہ چہین سے بھی اچھا
 شانہ دل صد چاک کا لے اس کی بلائیں یہ مشغلہ ہے زلف کی تزیں سے بھی اچھا
 خوش رنگ ہوا ہے گلِ قالیچہ ہرگز اغ آبیٹھو دلِ نرم ہے قالیچہ سے بھی اچھا

سیر بدن کے رویں دانیدیں گے ہو کی
کیساں ہے غنچ کانی یکساں ہے خوفشانی
سمجھے ہیں مختصر جس کو صحرانورد الفت
گردوں حباب اس میں غرق آفتاب میں
کیوں تھے لپچے جائیں کیوں الٹی منہ کی کھائیں
وہ دونوں بہت ہیں نازک ان نازنین بتوں سے
انگور ہی میں اتر اتر سمت کا آبِ دانہ
صحرایں گھر ہے میرا گھر ہے مقام ہو کا
ہیں ایک دیدہ و دل یہ جوش ہے لہو کا
نقش فنا وہ اکسیر وہ پائے جستجو کا
دل کی بساط کیا ہے ایک قطر ہے لہو کا
آتا ہے اپنے منہ پر جب آسماں کا مٹھو کا
اللہ ہے نگہبان ایمان و آبرو کا
میں تھا اسی کا پیسا میں تھا اسی کا بھوکا

میں اے ریاضِ خوش ہوں اک بوریا ہوں مہل

پہلے جو ظرف نے تھا اب ظرف ہے وٹھو کا

آئینہ دیکھتے ہی وہ دیوانہ ہو گیا
گل کر کے شمع سوئے تھے غمِ لہر آج
دیوانہ قیس پہلے ہیں چھپر تار با
کافی نہ مہرِ غم کو ہوئے لگھٹائے ابر
ماہل یہ اختصاص ہے اس دل کو یہ شرف
لائے پُر کے بہرِ پش بتوں کو گھر
منہ چوم لوں کیس نے کہا تجکو دیکھ کر
توڑی تھی جس سے تو کیسی نے ہزار بار
دیکھا کسے کہ شمع سے پروانہ ہو گیا
روشن کسی کے آنے سے کا شانہ ہو گیا
پھر رفتہ رفتہ نجم میں یار نہ ہو گیا
اب اس قدر وسیع یہ غم خانہ ہو گیا
کعبہ بنا کبھی کبھی بتخانہ ہو گیا
دیران چار روز میں بتخانہ ہو گیا
دیوانہ تھا ہی اور بھی دیوانہ ہو گیا
افسوس نذر تو بہ وہ پیما نہ ہو گیا

مے تو بہ بن کے آئی تھی اب تک اے ریاض

لبریز اپنی عمر کا پیسا نہ ہو گیا

شوخیاں اتنی بڑھیں بھی نگاہیں بھی گئیں
 خن بے پردہ کا اب کوئی نگہبان نہ رہا
 اخرا انداز نہ ہو گا وہ بھری محفل میں
 شمع عریاں کی طرح حسن جو عریاں نہ رہا
 پردہ داری کی جگہ پردہ درسی نے لے لی
 سوز پہناں نہ رہا ساز بھی پہناں نہ رہا
 دونوں جاں دادہ مذہب ہیں گوشت کی بٹا
 کوئی ہندو نہ رہا کوئی مسلمان نہ رہا
 گھر تک آتے اثر گور غریباں نہ رہا
 سحر کاری تری اسے عالم فانی دیکھی
 اب مراجع چہ راغ تہ و طمان نہ رہا
 کھل کے ہر نرم میں اب تک مے آجاتا ہے
 غم غلط کرنے کو افسوس یہ سامان نہ رہا
 نہ رہے جُتہ و دستارِ امامت باقی
 مختصر وقت میں کیا کچھ نہ ہوا اصل کی شب
 کیون جھٹکتی نہ پھرے کو کہن و قیس کی روح
 مجھ کو حسرت نہ رہی آپ کو ارمان نہ رہا
 دشنہ و شتر و بیگیاں ہی ہمتیں کہاں
 کوہ وہ کوہ بیاباں وہ بیاباں نہ رہا
 چٹکیاں لینے کو دل میری اُری ارمان نہ رہا

راہی خلد ہوئے میکدے میں آج ریاض

غم کدھر سجدہ کریں کعبۂ ایماں نہ رہا

منہ زیرِ تاک کھولا و اعظا بہت ہی چوکا
 بیلوں نے ڈاڑھی پکڑی خوشوں نے منہ بھٹوکا
 کہتا ہے کیوں نا لحق جو قطرہ ہے لہو کا
 منہ کھل گیا ہے شاید میری رگ گلو کا
 شوخی جو برق کی ہے گرمی شرار کی ہے
 کچھ کہہ رہا ہے موسیٰ انداز گفتگو کا
 دھونا ہے وقتِ آخر منہ کی مجھے سیاہی
 اے اشک شرم اب بھی موقعِ ہوشیو کا
 کیوں طفل اشک لپٹے اے دلِ آتیں سے
 پرو روہ ہے یہ میرے دامان آرزو کا
 ساتی بہار در کف پھول آئے میکدے سے
 طوفان اٹھ رہا ہے گلشن میں رنگ و بو کا
 واعظ تجھے خبر ہے میخانہ کس کا گھر ہے
 غم اُس کی پشت پر ہے کھلوانہ منہ سبوکا

تکلیف سے بچ جاؤ گی نازک سی کمراب
 سر پھوڑیں کہاں جا کے نہ دیوار نہ دراب
 ہے نور کا عالم سرخ روشن کی ضیا سے
 کم بہشت نے سیکم میں تہا ری ہی دایں
 چھیر نہ مجھ۔ دل کو تو میں وہی چکا ہوں
 میں وصل کی شب اٹھ کے کلا گھونٹ ہی دنگا
 نازک تو وہ حقے ہو گئے کچھ اور بھی نازک
 جس چاند کی صورت کی میں لیتا تھا بائیں
 دل حشر کے ققنوں سے سوا جمع ہوئے ہیں
 آفت تھی نشین میں یہ مجھ سوختہ جا تا تک
 کھو یا ہیں اس یخودی عشق نے ایسا
 اب پاؤں نہ جتا ہے نہ اٹھتا ہے کسی کا
 چھوٹیں بھی تو صیا و مقنن چھٹ نہیں سکتا
 یہ بے اثری آنکھ سے دیکھی نہیں جاتی
 کچھ اور ہی باتیں میں تو کچھ اور ہی کھاتیں
 آئے بھی تو وہ بیٹھ گئے تھا ہم کے شراب
 صحرا ہے یہ صحرا ہے کوئی گھر ہے یہ گھر اب
 وہ خوش ہیں شب وصل کی ہوتی ہو شراب
 آغوش دعا میں کہیں آتا ہے شراب
 کھائے نہ کہیں جوش مرا خون جگر اب
 بولا کبھی بھولے سے جولے مرغ سحر اب
 بل کھاتے ہیں گیسو تو لچکتی ہے کمراب
 اٹھتی ہے تکلف سے ادھر میری نظر اب
 آبا و ہولی جائے تیری راگزار اب
 جھکتی ہے نہ بجلی نہ لپکتے ہیں شراب
 ملتی نہیں رسوا ہیں اپنی ہی خبر اب
 کچھ اور سے ہے اور تری راگزار اب
 ٹوٹے ہیں کچھ ایسے کہ نکلتے نہیں پر اب
 اچھا ہے ہی بھوٹ نہیں دیدہ تر اب
 کھل کھلی ہے کچھ آپ کی دندیدہ نظر اب

آگیا تقدیر سے میری مدینا آگیا جس سے بامِ عرش پہنچا وہ زینا آگیا
 ہر قدم پر موت کا مجھ کو پسینا آگیا عشق میں مرنے تو کیا مر کے جینا آگیا
 رات ہر اک عید کا دن شام ہر اک صبح عید اب وہ راتیں آگئیں اب وہ مہینا آگیا
 مجھ سے عاصی کا ہوا جہان کی انت میں شمار حشر کے دن غم سے مجھ کو پسینا آگیا
 غم کے غم پی جائیں ہم صنایع نہ ہوا کتب بھی باندھ کر چلو تھیں بے کا پسینا آگیا
 نامِ اقدس نقش ہے مہرِ نوت کی طرف کام میرے اب مرے دل کا نگینا آگیا
 بال تک تھکا صبرِ گاہکِ بزمِ یان کے آگیا کافر توں سے دل میں کینا آگیا
 لے جنوں کچھ دھجیاں سیر گئے میں اللہ چھوٹی ہے جس میں کوئلہ ہینا آگیا
 اک بنانہ دوشل پر بحرِ عدم مقرر لحد ہم سمجھے تھے کہ سالنِ ریفنا آگیا
 میرے شیشے کی پی ہر گنبدِ خضر کا کس میکشوجانِ مدینہ سبزینا آگیا
 حشرِ زابے کس لہجے آرزوؤں کا ہجوم بزمِ دل میں بزمِ اقدس کا قرینا آگیا
 سیر کرتی ہے مجھے کیونکر مری تشنگاہ جگواہِ صوم میں اُس شے کا پسینا آگیا

میں جو آیا غیر سے ہنس کر کہا اُس نے ریاصل
 ختم ہے جس پر شرافت وہ کینا آگیا

اے تودہ لوں۔ بلائیں لمبی بیات کے
 ہوشبِ عدہ الہی روزِ محشر کا جواب
 اپنی عرضِ مہاجر سُن چکائیں سُن چکا
 بندہ پرور کی زبان سے بندہ پرور کا جواب
 زخمِ دل نے خونِ پانی ایک میرا کر دیا
 کس طرح اس کو بنائے دیدہ تر کا جواب
 وہ اشائے کا یہ اُن کے ہاتھ کی محتاج ہے
 ہوگی کیا تیغِ کمر ابرو کے خنجر کا جواب
 سُن کے میرا حالِ دل وہ بنگیا میرا رقیب
 میں بہت کھویا ہوا ہوں سُن کے ہر پر کا جواب
 حشر فتنے لاکھ اٹھائے خود اٹھے سب کچھ ہی
 لیکن اُس کے پاس کیا ہوا سُن کی ٹھوکر کا جواب
 ہے اثر یکساں حوادثِ کا گل و بلبل کے ساتھ
 پنکھڑی ہی بھول کی ٹٹھے ہو پر کا جواب

ایسی کیا کچے گھٹے کی چڑھی بجو تر یا ض

شیخ کو پتھر سے دھس میں جام کو شراب کا جواب

کہاں سے لائے کوئی روز اب کبابِ شراب
 ہماری جان کا آخر ہوئی عذابِ شراب
 لگا کے دھوکے سے منہ شیخ پھرنہ چھوڑ سکا
 پکارتا ہی رہا میں اے شرابِ شراب
 وہ چیز اور متعی و ہشتہ اور محتاسا قی
 مرے شباب کا بنی تیر کیون جوابِ شراب
 خرمِ فلک تو ہی خالی وہ اس کے گرد ہے کیوں
 ہمارے جام سے لے جامِ آفتابِ شراب
 بیوں تو خلق میں یہ میرے ڈالتی ہے لکیر
 نہ منہ لگاؤں تو ہوتی ہے آپ آبِ شراب
 نے کہیں نے نکالا ہے رنگِ ساغر میں
 دکھا رہی ہے بڑھیا میں بھی شبابِ شراب
 اتار دل حلق سے دو چار شہد و شیر کے گھونٹ
 کہے جو شیخ یہ کیا ہے کہوں جنابِ شراب
 حساب سے دمِ محشر صاف ہی رکھو
 خشتِ بلی کے ہم آئے ہیں حسابِ شراب
 سنی ہیں بندوں سے کوثرِ پستیاں اُس کی
 پے بھی شیخ تو کھاتی پیچ و تابِ شراب
 کوئی جو بیکے بنے بڑھ کے راہبر ہر موج
 بتائے بادہ کشو کورہِ ثوابِ شراب

ان کے مرے جھگڑے میں دل نہیں پڑتا کچھ درس لگایا ہر نرا دھربے نہ اُدھر اب
ہوتے ہوئے اُسکے وہ لپٹتے ہیں کمر سے اُجھے نہ کہیں گیسوؤں سے تیغ کمر اب
دیوانے ہیں مرغانِ سحر بول رہے ہیں یہ بجر کی شب ہے کہیں ہوتی ہے سحر اب
اچھی نہیں غفلت یہ ریاضِ اب دم آخر

ہے وقتِ سفر کیجئے سامانِ سفر اب

فریادیں کم ہے اثرِ دردِ نہاں اب ہم آپ بدلنے کو ہیں اندازِ فغاں اب
اے بھی تو کس وقت وہ آئے سرابیں کہتا ہوں کوئی بات تو کرتی ہوں اب
کمرِ درد ہوئے اشکوں سے گھر کے در و دیوار رونے کے لئے لیں گے کرائے کا مکمل اب
دھوکے سے پلا دی تھی اُسے بھی کوئی دو گھنٹ پہلے سی بہت نرم ہے واعظ کی نہاں اب
وختِ دل وہ باغ نہ وہ شاخِ نشیمن اے اہلِ تقص چھوٹے ہم جاگیر کیاں اب
صدِ ترے صیاد یہ باتیں تھیں جہن تکٹ کچھ فکر بہار اب ہے نہ کچھ فکرِ خزاں اب
وہ بنتِ غمب تھی جو پری تو بے سے پہلے تو بہ شکنوں میں ہے وہی عوڑِ جاناں اب
اب ہے تری ہمت میں جھٹکتے ہو کی بھرنا اے یاسِ نہ تربت ہے نہ تربتِ کانشاں اب
آ بیٹھے ہیں رندِ آئینِ وعظ میں دو چار اچھا ہے اگر ہوئے کوثرِ کامیاں اب

ہر روز ہے کیوں ریشِ مبارک کی صفائی

کچھ ہون نہیں ہونے کے ریاضِ آپ جواب

قلقلِ مینا اُسے کیوں ہے برابر کا جواب بات واعظ کی ہے دیوانے کے پتھر کا جواب
کیا نئے گل کھلے ہیں وہ لے فیض بہار اندنوںِ منقارِ بلبل ہے گلِ تر کا جواب
چڑھ تو جانے سے ذرا ساقیِ دملِ غرِ ندیر خطِ پیشانی بنے گا خطِ ساغر کا جواب

بلخ میں تنکاشیں کان پر ٹوٹا ہوا
 کیوں قفس کے گرد پھرجاتی ہیں اکرات کو
 ہیں قفس کے گرد کیسے کیسے مرغان جہن
 آشیان برباد کو ہے تنکے تنکے کا خیال
 آنکھیں کھل جاتی ہیں گل شکل بس و پیکر
 کان کھل جاتے ہیں سنکدراستان عندلیب
 کوئی دیوانہ کہے یا کوئی سودائی کہے
 لے ریاض اک ہم سمجھتے ہیں زبان عندلیب

رات دن ہے ایک حالت پر فغان عندلیب
 عندلیب اب ہونہ باقی آشیان عندلیب
 ہے بہت حسرت فراطر ز بیان عندلیب
 وسعت گلشن بھی ناکافی پر پرواز کو
 کس تکلف سے زمین براج میں غرش گل
 فصل گل جاتی ہے جھونکے ایسے صرصر کے چلے
 کاٹ کر بھولوں میں کھدو تو نہ پہچانی کوئی
 دست ماتم شلخ گل ہے اہل ماتم گل
 ایسی نازک ٹھہری ہر مہوزن گل کانٹے کی تول
 فصل گل آتے ہی کیسا رنگ بلبل جم گیا
 ایک توصیادہ دیونہی بھی دھان پان
 خاک اُرجائیگی تیرے باغ میں اے باغبان
 اب کہیں تالو سے لگتی ہے زبان عندلیب
 مٹ گیا گلزار سے نام و نشان عندلیب
 ٹکڑے کرتی ہے جگر کو دستان عندلیب
 یا قفس اب ہے زمین و آسمان عندلیب
 ان کے دیوانے ہوئے ہیں مہربان عندلیب
 اڑ کے آیا ہے قفس تک آشیان عندلیب
 پنکھڑی ہے پھول کی یا ہر زبان عندلیب
 گل زبان جال سے ہیں نوحہ خوان عندلیب
 ایسی لاغر ہے رگ گل استخوان عندلیب
 پھول کھل کر بن گئے ہیں شیان عندلیب
 خشک تیرے خونسے ہوا در جان عندلیب
 کوچ کر جائے گا گل تک کاروان عندلیب

کشید خاص کا گھر پر ہوا ہتمام ریاض کہ میفر و شش تو دیتے ہیں اب خراب شراب

ہے صحن چہن - دامن گہرا بہت خوب رہنے کو ملے تو ہے دربار بہت خوب
کہنے کو ہمارے بھی میں اشعار بہت خوب سچ یہ ہے کہ فرماتے ہیں سکاڑ بہت خوب
آکھوں سے وہ جا ہی نہیں سکتی دم آخر دیدار سے ہر حسرت دیدار بہت خوب
تصویر میں بوسوں کے نشان جن فزا میں کھینچنے میں ہے آپ کے خسار بہت خوب
آئے ہیں جو میخانے میں واعظ بہت اچھا بن کر وہ یہاں آئے ہیں ہنسیار بہت خوب
اب در سے رسائی ہوئی ہوا ہم تک اُن کے ہم کو نظر آتے ہیں یہ آثار بہت خوب
کچھ فرق زیادہ نہیں گلزارِ نفس میں گلپوشِ نفس خوب ہے گلزار بہت خوب
جوابات ہو بن جاتی ہے کچھ ویدہ و دلائر قسمت سے ملے ہیں مجھے غنوار بہت خوب
سہارے سر خوب رہا صافی مے کا واعظ ہے یہ تیری نبی ستار بہت خوب
جس رنگ میں گزے ارِ صیاد وہ گھر ہے تنکے بھی جنوں تو بھی ہر گلزار بہت خوب

یہ رنگ یہ شوقی یہ نفاست یہ سلاست

کہتے ہیں ریاض آپ تو اشعار بہت خوب

اپنے دیوانوں سے سُن لو تم فغانِ عندلیب مدتوں میر جا کے سیکھی ہیں زبانِ عندلیب
برق کیسی اور کیسا آشیانِ عندلیب وہ قفس میں سے پڑی ہے گلِ میر جانِ عندلیب
کیا بھلا دیں گے نشین کو قفس کے بار پھول ہائے وہ اجڑا ہوا سا آشیانِ عندلیب
باغ میں نازک لبِ گل سے لیتی ہے صدا ٹکڑے ہوتا ہی جگرِ سنکریاںِ عندلیب
معاذِ حق سر پر اٹھالیگی یہ گھر صیاد کا دو ہی دن میں کیا ہوئی تباہیِ تالِ عندلیب

نزع تک قفل سے رکھی یاد اللہ اس لئے پڑھ کے قل بخشی گی ہم کو قفل منا ثواب
 پیٹے سے پہلے ہی کھانا تھا ہمیں ساقی کباب کر کے افطار آج روزہ فوسے خود کھو ثواب
 کچھ ہو آب تشرین ہو چاہو آب سرد ہو ہم ہیں سیاسے جو پلاریگا وہ پائے گا ثواب
 پی کے مئے ذکر خدا شکر خدا یا و خدا ہے ہمارے واسطے شغل مئے دینا ثواب
 ایک دن تو خواب میں آتا لئے جام طہور پڑھ کے قرآن عمر بھر ہم نے جسے بخشا ثواب
 راہ سے کبے کے ہم نے ریزہ مینا چٹنے کیا عجب اس کے عوض ہم کو ملے حج کا ثواب

عید کے دن میکدے میں ہے کوئی ایسا ریاض
 ایک چلو دے کے جو لے تیس روزوں کا ثواب

چپ ہر کیوں قیدِ قفس میں نہ سمجھی کیا ہوئی
 کاٹ لی صیاد نے شاید زبانِ عنند لیب
 اور ہی رنگِ اثر ہے انگئی شاید بہار
 چمکیاں لینے لگی دل میں فغانِ عنند لیب
 آشیال اپنا بنایا زارِ غ نے او سچا تو کیا
 ایسی باتوں سے کہیں گھٹی پڑ خانِ عنند لیب
 ہاتھ لڑیں ہاتھ سے ناکِ فلک ٹپکے ہو
 کوئی ناکِ تھا کہ مرگ ناگہانِ عنند لیب
 پھر ناک و دمنہ سے تو اڑ جاوے تپکے کی طرح
 گھل گئے کیسے قفس میں جم و جانِ عنند لیب
 نالے جاتے ہیں جہانِ تک ساتھ جاتی ہے ہوا
 رنگ پر آئی ہے جا کر اب فغانِ عنند لیب
 دیکھ کر گلپیں کو ڈر صیاد کا جاتا رہا
 غنچہ و گل میں پڑی ہر بابِ تو جانِ عنند لیب
 کیسے جھکتی نہیں شاخِ نشین کی طرح
 بڑھ گئی شاخِ قفس پر اور جانِ عنند لیب
 کاش اب بھی پہلو گل میں جگہ ہوتی نصیب
 سوکھ کر کاٹا ہوئے ہیں تھوڑا جانِ عنند لیب

ہم سے دیوانوں کو یہ سو سنا تھی تہہ تو ریاض

کون بولے ہاتھ بھر کی ہے زبانِ عنند لیب

رکھتے نہیں میں در دہی دل میں دو اطلب
 سینے میں ایک نل ہے گردہ جفا طلب
 مل جائے کوئی جان مری کیوں اس میں ملے
 سُنتا نہیں ہے کچھ بھی دلِ عا طلب
 شوخی سے اضطراب کی کچھ جھپٹ جھاڑ ہے
 ان کی نگاہِ ناز سے دل ہے دغا طلب
 چاہتا میں نے آج کروں نذرِ نقدِ جال
 ظالم نے سُکر کے مرا دل کیا طلب

جب پی نہ تھے فرشتے یہ کہتے ہی حشر میں

لطف آگیا آریاض مرا خم ہوا طلب

سُن کے یہ تجلے و ابرو ٹپٹے تو ہی پنا تو اب
 لٹ ہاتھ میکدہ میں ہم نے بھی لوٹا تو اب
 کچھ نہیں اعمال دنیا کا پئے عقبے تو اب
 جو نہ کام آئے یہاں کس کام کا یا تو اب

راہ سیدھی غیر کے گھر کی چلے جکر سے آپ اپنے گھر سے آؤ، میں جانینگے میری گھر کو آپ
 کشنگان ناز چلے ہیں تھے کچھ روز حشر وہ گزودن جب اٹھالیتے تھوڑا اک ٹھوکر کو آپ
 جھوٹی فتیں ہیں مدد کو خواب میں دیکھا نہیں آپ میرے بغل میں ات کس کے ڈر کو آپ
 سایہ مجھے چھوٹ کر ہمراہ اس کے رہ گیا پوچھئے گا حال میری شوق کا رہبر کو آپ
 اکھ کوثر پر دکھائی شیخ نے کچھ اس طرح واسطہ رکھتے ہیں گویا ساقی کوثر کو آپ
 حضرت واعظ پیسے میں ہیں ترس رنگ سے ڈوب کر نکلتے ہیں گویا چشمنہ کوثر کو آپ

خوش تھے پہلے جان کر صبح شب غفلت ریاض
 اور پھر گھر لے کیا ہنگامہ محشر سے آپ

نشر چھوٹے آئے ہیں دل میں کہاں سے آپ چھوٹیں ذرا نہ کیجئے مجھ بدگمان سے آپ
 کیا آج خواب ناز میں تھے بام غیر پر اتر کر ہیں قین لے کے کوئی آسمان سے آپ
 جب یہ سمجھ لئے نہ ہا خاک کے سوا سر کو مے اٹھاتی میں اب آستان سے آپ
 بوئے دہان غیر چھپیگی شراب سے بس نکال لئے نہ کچھ اپنی زباں سے آپ

یہ حال ہے ریاض کا روتے ہیں آج غیر
 پھر بھی تو پھر رہے ہیں بہت شاد ماں سے آپ

تھی ظرف وضو میں کوئی شے پی گئی کیا آپ لے شیخ یہاں کن ہے میج رہوں یا آپ
 دیوانوں کے سر ہو گئی کیا زلف دو تا آپ وہ جا کے گلے اپنے لگا لائے بلا آپ
 ہنس نہیں کے مجھ آپ عبث کوں ہے ہیں رو رو کے مے واسطے ناگیں گے مہا آپ
 اُتے بھی اگر ہم تو نفس لے کے نہ اُڑتے صیا و نفس سوئے جن اڑ کے چلا آپ
 جو اٹھ نہیں سکتے تھے گئے اٹھ کے حدیں بیٹھے ہیں اب گھر میں لئے عذر حنا آپ

جام پھلکانے لگے بھر کر مٹی کو تر سے آپ
 بیٹھے گا دستِ خوں آلودہ لیکر بعدِ ذبح
 فتنہ محشر بھی اٹھے میں بھی اٹھوں قبر سے
 یہ بھی احساں صبح ہوتے تھے تربت پر مری
 شیشہ دلچر ہونے پر سپی کا کچھ نہ دل
 لیتے رہے چٹکیاں دل میں نگاہ ناز سے
 بارِ عصیاں کے لئے یارب فرشتہ بھیج دے
 خانہ باغِ غیر کے آگے کھلا میدان تھا
 کاتبِ اعمال ہی آپ کے ہاتھوں کا کھیل
 تیغ و خنجر مرنے والوں سے سوا ہمے ہوئے
 میرے گھر میں غیر کے ڈر سی کبھی چھپ جائے
 کچھ قیامت سے نکلتے ہی تھے قیامتِ حضور
 سچ ہے مرغِ نامبر سے تیز اڑتا ہے قلم

حضرت واعظ بہت اونچے گوی منبر سے آپ
 سخت جان ہوا تھا دھوکھے ذرا بھر سے آپ
 ساتھ دو لوگو اٹھائیں ایک ہی ٹھوکر سے آپ
 کچھ گلِ نپر مدہ لیکر غیر کے بستر سے آپ
 بت تو پتھر کے بنے ہیں ٹھہرے ہیں پتھر سے آپ
 پھیرتے رہے اسی جھپٹے ہوئے نشتر سے آپ
 ہم لے آئے ہیں اپنے شیشہ و ساغر سے آپ
 شاید آئے ہیں مو اکھا کر بھی باہر سے آپ
 بوجھ اترو الیجے محشر میں ہی مرے آپ
 قتلگم میں آج آئے ہیں بڑی تیور سے آپ
 غیر کے گھر میں چھپے تھو آج کسی ڈر سے آپ
 چال میں بھی بڑھ گئے ہیں فتنہ محشر سے آپ
 اب جوابِ خط بھی تو لکھنے لگیں ہیں سے آپ

آگے کچھ بڑھ کر ملے گی مسجد جامعِ ریاض

اک ذرا مڑ جائیگا میکدے کے در سے آپ

شاید کوئی عدو ہی مراغوش بیان بہت
 میں تھا کہ اور کوئی لباس رقیب میں
 کیا جانے کیا جنوں میں منہ سے نکل گیا
 مرنے کے بعد آپ نے میری بھلی کہی
 بن جائے دو گھڑی کو الہی شب وصال
 دیکھا جو مجھ کو اور بھی اترائے ناز سے
 لے لیجے گا دل جو کوئی بیچنے کو لائے
 پہلو میں دل ہو گوشہ دامن کی کیا کمی
 عصیاں کے ساتھ دو دو فرشتے لدی ہوئے
 سنتے ہیں اس کے منہ سے مرغی اسان بہت
 کرتی ہے اب خطا نگہ پاسبان بہت
 بگڑا ہے مجھے آج مرار ازوان بہت
 میرے لئے بین سیت میں بھی فوٹخان بہت
 لیتا ہے میرے دل میں کوئی چمکیاں بہت
 پھرتے تھے ساتھ غیر کے وہ شادمان بہت
 بازار میں یہ چیز ملے گی گران بہت
 مجھے نیا زمند کو ناز بہت ان بہت
 یارب ہے دوش پر مرے بارگراں بہت

کچھ دام رک گئے ہیں تو یہ حال ہے تر یا صل

دیتے ہیں میفر وشن ہمیں اب گران بہت

خواب میں بھی نظر آجائے جو گھر کی صورت
 ایسی بگڑے نہ الہی کسی گھر کی صورت
 پر شکستہ ہوں تر شاخ پڑا رہنے دے
 چھوٹا ہی نہیں اب عرش خدا بام تہاں
 پھاڑ کھائیں تھے دربان سگدے کی صورت
 وہی دیوار کی صورت ہے جو در کی صورت
 باغباں تو مجھے ٹوٹے ہوئے پر کی صورت
 دیکھ لی ہے کہیں نالوں نے اثر کی صورت

جاتے نہیں ہم مست کبھی اٹھ کے حرم سے
 کیوں پھر گئیں کبخت کی آنکھیں دم آخر
 آواز مری ٹپٹی ہے اے حضرتِ زاہد
 ہلکا سا غلاف ایک تھا صبا و نفس پر
 آتی ہے یہاں رُک کے مئے ہوشِ با آپ
 رکھتے تھے بہت غیر سے اُمیدِ با آپ
 کیوں ہر اذالِ آج دباتے ہیں گلا آپ
 تھی اور نہ کچھ رُک کی مجھے صبا آپ
 آجائیں کسی طرح لبِ بامِ ذرا آپ
 بے چھیرے ہو کر ٹوٹتے ہیں بندِ قبا آپ
 قابو کا تہارے بھی نہیں جِشِ جوانی

محتاطِ ریاضِ آپ جوانی میں بہت ہیں
 پیری میں بھی لوٹیں گے جوانی کا مزا آپ

ظرف بے حق سے بلائی تو حرم میں پھیلی
پھیلی جلد ہے کچھ اہل کرامات کی بات
رات کبھی میں گئی قفل مل مینا بن کر
نہ تو چھپتی ہے نہ وہی ہر خرابات کی بات

کو تھے میں وہ بری طرح جو کہتا ہوں تکیا ض
رات بھر آج بھی ہوتی رہی کل رات کی بات

کیا وصل کی شب ہاؤ بگراتی ہے بنی بات
کہتا ہوں کچھ اُن سے تو وہ کہتی ہیں بنی بات
ہر چند شب وصل کوئی اُٹھ نہ رہی بات
اِس شرم کے قربان نہ کرنا نصی نہ کی بات
صدقہ ترے نازک لب خلیں سے کڑی بات
پتھر کی طرح آج مرے دل میں لگی بات
روٹھے ہوئے لیٹے ہیں نہ مائیں گے مری بات
لطف آؤ جو چپ چپ یونہی ہو جائے کوئی بات
بن بیٹھے ہیں بے بیٹھے میں وہ سوگ عدد کا
چہلیں میں چھٹیڑ میں میں نہ شوخی نہ کوئی بات
بوچھا سے میری عروا سے انہیں کیا کیا
لوٹی ہے بہت ہم نے حسینوں کی جوانی
کیوں لگے چپ حشر میں اللہ کے آگے
دنیا کے بھلے غیر جو کرتے ہیں خوشامد
ملتی مری جاں ہے کہیں روز شب وصل
تقدیر سے قاصد بھی بلا آج تو ایسا
شکوہ ہے کہ الزام لگائے مجھے کیسے
جب بنت عنب ہم کھینچی کھینچ گئے ہم بھی
میتاب ہی قبر میں بھی چرخ سے بالا
موقع ہے ہستانے کا وہ چلائیں کہ چھینیں
صد شکر کسی سے کبھی نہ پڑی بات
سنتا نہیں حشر میں کوئی کان پڑی بات

گھیر رہا تھا ہی گولا مجھے اب ایک ایک
جان جائے کہ ہے آپ کے آتے آتے
پانی ہو جاتے ہیں کسو مرے موتی بن کر
کوچہ زلف میں جاتے ہوے دل ڈرتا ہے
کبھی بھولا نہ پھلا غفل تنہا انوس
غیر کی قبر ہے گلشن ہے نہ دامن کا
چارہ گر آتے ہیں تو آنکھ چڑ جاتے ہیں
آشیانے کو چلے باغ میں ت گزری
گھر سے بے فکر میں صحرائیں پھرتا ہوں

کی ہے پیدا مرے صحرائے بھی گھر کی صورت
اور سے ادھر اب درد جگر کی صورت
ور نہ اچھی تو نہ تھی ان سے گھر کی صورت
ہر قدم پر ہے نئی خوف و خطر کی صورت
پھول کی شکل نہ دیکھی نہ شکر کی صورت
مجھے دیکھی نہیں جانی گل تر کی صورت
ایسی بگڑی ہے مرے زخم جگر کی صورت
پھرتی ہے آنکھ میں کیوں تن و شر کی صورت
میری آنکھوں میں پھرتا کرتی ہو گھر کی صورت

قیس بہت کا تھا کہ صحرائیں ریاض آئے نظر

رہ نما اس کے بنے آپ خضر کی صورت

صبح ہر ات کہاں اب کہاں ات کی بات
عرش پر رہتے ہیں کیا کعبے نے رہنے والے
یہ کوئی بات ہو خرم ساتھ لئے واعظ آئے
پھوٹ کر روتے ہوے دیکھ لیا ہے نجگو
وہی ابھری ہر شکن بن کے جبین بر تیری
نہ کھلا یہ کہ کہاں شب کو پچھائی تھی بساط
جب کہا میں نے کہو غیر کے گھر کا کچھ حال
کہیں اسیانہ ہو آجائے ترس آپ کو کچھ

بات ہی بات تو ہے بیٹھ بھی لب بات کی بات
کوئی سنتا ہی نہیں لہل خرابا بات کی بات
اور پھر میں نہ سوں قبلہ حاجات کی بات
چھوٹے کو مے ہر وقت ہر رسات کی بات
گر گئی دل میں تم سے کیا کسی ذات کی بات
غیر کی چال کا کچھ ذکر تھا کچھ بات کی بات
بولے جھنجلا کے نکالی وہی لب بات کی بات
آپ سُنئے نہ کسی مورد آفات کی بات

یہ بدلنے کے نہیں لاکھ زمانہ بدلے
شب کو میخانے کی گولی پہنچے تھے اور حضرت شیخ
میں تھا بام عقیاساقی تھا شب ماہ بھی مٹی
شب بسر کو چڑ جانال میں نہ کرنا اے دل
ہنس کے تم باندھ لو جوڑا سر بالیدار
وہ مزے وصل کے وہ مینہ کا برسنا رم جہم

یاد آتا ہے تو یا صل اُن سے وہ میرا کہنا
آج رہ جا ترے صدقے مرے گھر رات کی رات

ہم بھی پئیں تمہیں بھی پلائیں تمام رات
اُن کی جفا کیں یاد دلائیں تمام رات
زاہد جو اپنے روزے سے تھوڑا ثواب لے
اے قیس بقیرا ہے کچھ کوہن کی روح
تا صبح میکدے سے رہی بوتلوں کی مانگ
خلوت ہو بے حجاب ہیں وہ جل ہی ہے شمع
شب بھر ہے کسی سے ہم آغوشیوں کے لطف
دل بے رہی پر دل سے نشین کو رات بھر

کاٹا ہے سانپ نے ہمیں سونے بھی دو ریاض

اُن گیسوؤں کی لی میں بلائیں تمام رات

نظر آتی ہے دور کی صورت آنکھ میں ہے حضور کی صورت

وہ بھی تو دم نزع کھڑے تھے سر بالین بیمار نے تو آج کسی سے بھی نہ کی بات

پیری میں آیا صل اب نہ اُمَنگیں میں وہ ہوش

ہمراہ جوانی کے جوانی کی گئی بات

وہ بولے وصل کی بان ہے تو پیاری پیاری بات کہاں سے آئی یہ اللہ کی سنوار چلی ات

وہ پیاری پیاری کوئی شکل پیاری پیاری بات بڑے مزے سے کہی آج تو ہمار چلی ات

یہ شام سے سحر عید کی خوشی تھی ہیں کہ چاند دیکھنے ہی کی ہو بادہ خوار چلی ات

یہ کوہکن کے بھی کاٹے تو کٹ نہیں سکتی پہاڑ ہو گئی فرقت کی ہم کو بھار چلی ات

گئے تھے آپ جنازہ اٹھانے دشمن کا کہاں گئی تھی بڑے دھوم سے سوار چلی ات

شبِ صال جو چھیڑا تو ہنس کے فرمایا سنا و شوق سے ہم کو یہ ہے تمہارا چلی ات

کئے تھے ایک زمین۔ آسمان اس نے بھی بڑھی ہوئی تھی مے دل کی بیقرار چلی ات

یہ سادگی سے اُن آنکھوں کو سرمہ بھاری ہے کہ جس طرح کسی بیمار کو ہو بھاری ات

یہ ٹوٹ ٹوٹ کے تارے ہیں گسٹریں شہرِ فلک نے ساتھ مرے کی ہر اشکبار چلی ات

یہ بیکسی وہ ادہسی وہ تیرگی وہ ہراس خدا دکھائے نہ دشمن کو بھی ہمار چلی ات

گئے تھے جھونک کے آنکھوں میں خاک غیر کے گھر ہماری آنکھوں سے دیا رہے ہیں جاری ات

یہ انتظار میں تیری کھنسی رہیں آنکھیں پاک سے میں نے لگائی پکائے سار چلی ات

وصال یاد میں کس کو آیا صل ہے ترجیح

کہ دن ہے رات سے پیارا تو دن سے پیاری ات

رہ گئے تھے کبھی ہم جا کے یونہی ات کی رات مدتوں یاد رہی ہم کو خرابات کی رات

رات سوئی گئی دل رخِ سوا لٹوی جو نقاب کھول دی نصفِ جہاں ہو گئی بے رات کی رات

بھوکے بیتاب بدل لیتے تھے اکثر کروٹ
 اب یہ ہر ضعف کقابو سے ہر باہر کروٹ
 ہجر سے بڑھ کے شب وصلِ اذیت ہے مجھے
 غیر کی یاد دلاتی ہے تری ہر کروٹ
 رند بیمار رہا محبتِ شرع سے تیز
 اس قدر جلداری پھینکا کے ساغر کروٹ
 چمکیاں حجر میں لیتی ہے شکنِ بستر کی
 میرے پہلو میں جھوڑتی ہے نشتر کروٹ
 شوخیان میں کہ بنے ہجر کی شب وصل کی رات
 سو ہے پھیر کے منہ آپ بدل کر کروٹ
 بیٹھنا اُن کا نزاکت سے دبا کر سینہ
 پھر یہ کہنا کہ نہ لینا تر خنجر کروٹ
 تیری ٹھوکر سے نہ اُٹھے کہیں وہ غمتِ قبر
 لے نہ خواہیدہ کوئی فتنہ محشر کروٹ
 ہر طرف کانٹے بچھ میں شکنِ بستر کے
 ہم کو مشکل ہے بدلنا سرِ بستر کروٹ

انہیں منہ پھیر کے سونے نہیں دیتا ہوں یا صبر
 وصل کی رات مجھے کیوں نہ ہو د بھر کروٹ

پھول کے مول خزاں میں اسی ساقی تلچھٹ
 ان نول ہے نئے سر جوش سے اونچی تلچھٹ
 نہ ہی خم میں جو باقی تو مجھے دی تلچھٹ
 حاصل خم ہے تے ہاتھ کی ساقی تلچھٹ
 کیا بس صاف لطیفاب کی کھنچی ساقی
 نئے تو کو نگہست گلِ سنہ اڑیگی تلچھٹ
 رہ کے پستی میں ہوئی ہے جو بلندی حاصل
 حلق سے نیچے نہ اتری خم نے کی تلچھٹ
 اکرا ہو غم افلاس سے نشہ نہ کبھی
 مفت ملتی ہے تو کو سے ہر جی تلچھٹ

ایک یہ بھی ہے نور کی صورت	دیکھنی شمع طور کی صورت
کیوں نہ ہو جان کا عذاب یہ جسم	تنگ زندان قبور کی صورت
سر تربت کوئی ہے فتنہ حشر	ہوئی پیدا فتور کی صورت
خانقہ میں پر ہی مٹی شیشے کی	بن کے آئی جو حور کی صورت
آگیا کیا سو نفس صیاد	ہو گئی کیا طیور کی صورت
پھرتی ہے آنکھ میں بصد حسرت	اب دل نا صبور کی صورت
ایک ہے ایک کبریائی میں	اُف وہ اس کی غرور کی صورت
حشر ز اف وہ صور کی آواز	وہ سرافیل و صور کی صورت
باڑھ تلوار کی صراط کا پُل	اور مشکل عبور کی صورت
شعلہ زار ایک لالہ زار ہو ایک	سامنے نار و نور کی صورت
مضطرب اپنے حال پر ہر ایک	ہائے ہر نا صبور کی صورت
فروع عصیاں نوشتہ تقدیر	ہائے ہر بے قصور کی صورت
اُس اُس کے کرم کی قہر کا ڈر	جو ہو رب غفور کی صورت
لے میں قربان شان رحمت کے	نظر آئی حضور کی صورت
کس کو پرولے کوثر و تسنیم	ہوئی پیدا سرور کی صورت
صدقے کیا جلد حشر میں بدلی	مجھ سراپا قصور کی صورت

ہو مبارک سیاہ کار آریاض

نور کی شکل نور کی صورت

آنکھیں کھل جائیں جو ظاہر ہو مقام وارثؑ
 جام کوثر کے ذوا عطر مغل چھلکا
 وہ بھی اس طرح اُنہیں بانوشین نہ چین
 ہو محبت تو نہیں کا فردیندار میں فرق
 یونہی آتی ہے کوثر سے ہمیشہ خم میں
 ہو قیامت نہ کہیں بائے نظر سے پامال
 بوئے گل جا بھی یہاں کام نہیں ہے تیرا
 دھوپ پڑنے نہ دیتا ہوا جبے خورشید
 جان پڑ جاتی ہے ایساں کا شرف ملتا ہے
 گل بنیں دھوکے نسیم سحری کے تلوے
 سرو سے اس کی بلندی کوئی ہو گی سو سرو
 صدقے میں ساقی کوثر کے دعا ہو یہ قبول
 نزع میں جاسن بھجائے نئے جام وارثؑ

نگہ لطف کا طالب ہے ریا کار ریا ض

گوزیا کار ہے لیکن ہے غلام وارثؑ

کیون لب پر مے ہو یا وارثؑ نام نام خدا ہے کیا وارثؑ

قحط ہو سے ہیں بھرے خم کے برابر دو گھونٹ
 آج کل ہے مے سرخوش ہے ابھی تلچھٹ
 وے کے ساغر مجھے اندھانہ بنا دہ فروش
 پانی آدھا ار کے بخت تو آدھی تلچھٹ
 خاک چھانی درِ ساقی کی سحر سے تاشام
 جب ملی ہے کہیں چمکے کو ذرا سی تلچھٹ
 مجھ بکلا نوش کے پینے کا نہ یو چھو عالم
 مے سرخوش تو کیا خم میں چھوڑی تلچھٹ
 ترہنیں مرنے کا اے شیخ ترا حلق کبھی
 اونٹ کے منہ کا ہر زیرہ یہ ذرا سی تلچھٹ
 فصل گل میں ہی کثرت ہو جو مینوش کی
 پھول کے موان کے گی اے ساتی تلچھٹ
 پنی گئی روح کسی مست کی آکر شب کو
 مے توئے آج سب میں نہیں باقی تلچھٹ
 زبرد گل بن کے عجب حسن کیا ہے پیدا
 جام گل میں یونہی ڈالی تھی ذرا سی تلچھٹ

شیخ صاحب کے گلے اس کو لگانا تھا تہ یا ضل
 ایسی بیٹھی کہ اُبھارے سوز اُبھرتی تلچھٹ

بام پر آئے۔ کتنی شان سے آج
 جب کہا ہم غلامِ جان سے آج
 کس نے کی ہو ایسی مستی ہے
 بے تکلف نہ ہو کوئی اُن سے
 میں نے چھیڑا تو کس ادا سے کہا
 دل کے ٹکڑوں کی طرح ہم نے چُنے
 نیچی ڈاڑھی نے آبرورکھ لی
 آکے ہم دل جلوں کی تربت پر
 اُونچے کو ٹھوں کے بیٹھنے والے
 ناتواں دل کی بے زبانِ دل کی
 اپنے سُن لی اپنے کان سے آج

کوئی جا کر ریاض کو سمجھائے

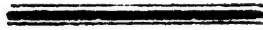
کچھ خفا میں وہ اپنی جان سے آج

کشتے ہیں مصیبت کے کوئی چار پہر آج
 آباد کریں بادِ کشِ اللہ کا گھر آج
 محشر ہے سمجھ داوِدِ محشر کو ادھر آج
 یہ ہجر کی ہے رات نہ کل ہے بھر آج
 دن جمعے کا ہی بند ہے میخانے کے در آج
 انصاف کا دن ہے اری اللہ سے دُر آج

تو ہے مقبول کبریا وارثؑ	بمثنوی نامری خطا وارثؑ
تیرے در سے خدا کے گھر پہنچوں	میر کی شُن لے مرا خدا وارث
مجھ سے بیکس کا دستگیر ہے تو	مجھ کو تیرا ہے آسرا وارثؑ
مشکل نزع ہو گئی آسان	کام آیا مرے مرا وارثؑ
پھر جو ہوش رکچھ نہیں پروا	کہہ کے اٹھوں کد سے یا وارثؑ
مجھ سے طوفان زدہ کو باد مراد	میر کی کشتی کا نا خدا وارثؑ
وہی وارثؑ مراد ہی والی	وہی والی مراد ہی وارثؑ
حشر کھو یا گیا اٹھا کے مجھ	مجھ کو سب جھٹھا مالل وارث
حضرت خضر رہنا سب کے	وہ جو گم ہوں تو رہنا وارثؑ

ہنیں تجھے چھپا ریاض کا حال

اس طرف بھی نظر ذرا وارثؑ



وحشی زار ہوں نجیر نہ کھینچ یا مصوٰر مری تصویر نہ کھینچ
 تن بیجان میں ابھی جان سی ہے میرے سینے سے ذراتیر نہ کھینچ
 وصل کی شب نہ بنے گی شب ہجر بے اثر نالہ شبگیر نہ کھینچ
 استیں کا ہے چڑھانا کافی نازنیں ہاتھ سے شمشیر نہ کھینچ
 ٹکڑے ہو جائیگی دست جنوں تو مرے پاؤں سے زنجیر نہ کھینچ
 کھینچ پنچیر کی صورت مانی حسرت دیدہ پنجیر نہ کھینچ
 عرش بل جائے نہ لے دستِ دعا اس طرح دامنِ تاثیر نہ کھینچ
 جان ہی میری نکل جائے گی دل کو اے زلف گرہ گیر نہ کھینچ
 نہ کر اس سوختہ جاں پر غصہ تو زباں شمع کی گلگیر نہ کھینچ

جامہ سب مٹی کا پہنے ہیں ریاض
 قبر سے تو کفن میر نہ کھینچ

صیاد بہار آئی ہے گلزار میں شاید
 اُڑتے ہیں ہوا میں بے ٹوٹے ہوئے پر آج
 سوتے ہیں وہ پہلو میں بے بام پر اپنے
 آغوش دعائیں ہے سرخس اشتر آج
 میخانہ ہمارا کوئی مسجد تو نہیں ہے
 تسبیح لئے کون بزرگ آئے ادھر آج
 پیش آئی ہو یا رب نہ چن میں کوئی افتاد
 آئی ہے قفس میں کوئی اُڑتی سی خبر آج
 میری یہ شب وصل ہے شرمائیں گے گیسو
 بل کھائیگی اتنے تری نازک سی کمر آج
 ہے موسم گل ٹوٹتے ہیں زخموں کے ٹانکے
 صیاد کئی بار کھلے زخمِ جگر آج
 میں تھا وہ نہ تھا غیر جسے دھوکے میں دکھا
 کھوئی گئی کیا بزم میں دزدیدہ نظر آج
 میخانے میں اچھلے گی ضرور آنے سے تیرے
 تو آئیگا تو جا بیگی واعظ ترے سر آج
 جاتے ہیں یہ کہتے نگہ نازکے مارے
 آجاؤ دکھاؤں تمہیں حسرت کی نظر آج

کچھ آج سو پائی ہے جو کھلتی نہیں آنکھیں
 کیا ہے کہ ریاضِ آپ نے ٹھاتے نہیں سر آج

مجھے شباب نے مارا بلائے جان ہو کر
 قفس میں لوٹ لگو کون سے مزی میں نے
 بہار آئی مے باغ میں خزاں کی طرح
 دکھائے آنکھ نہ صیاد باغبان کی طرح
 مرے ہوئے بھی ترپتے ہیں ہم جاں کی طرح
 تڑا شباب بڑھے عمر جاوداں کی طرح
 ستائے کون وہ بیٹھے ہیں مہیاں کی طرح
 جو اپنے گھر کوئی آئے تو کون دے تکلیف

ریاض موت ہے اس شرط سے ہیں منظور

زمین ستائے نہ مرنے پر آسماں کی طرح

روزِ غم کچھ اور ہی ہے رنگِ آفتابِ صبح
 دن کئے گا کس طرح اتنا ابھی سے بارِ صبح
 ہر کرنِ سورج کی ہے برقِ سرکہا صبح
 غم کے بادل کے سر پر آ رہا کہا صبح
 تیرے صدقے دن بھی نکلتے تو کون کا صبح
 نئے چھلک کر جامِ ساقی سوہنی انوارِ صبح
 دو پہر سے پہلے پہلے ختم سے بیجا صبح
 آشناے شب جو بختِ اب نہ نہیں میں بارِ صبح
 روزِ آتی ہے مے گھر بچا نہ کروا صبح
 کہہ رہے ہیں آج تو کچھ اور ہی آنا صبح
 ساتھ اپنے کیوں لگاتی ہیں وہ آزارِ صبح
 زلفِ شانِ کساں ہے سب کے دامنِ زنا صبح
 شام سے دل میں ٹکنا ہی ہمارے خارِ صبح
 یاد رہنے کا نہیں ہے شام تک اقرارِ صبح
 وہ گئے تو یہ گئے ایسے بھی کیا ہوشِ جو اس
 کیا بلا ہے شامِ غم جب کیسے موجود ہے
 دن ہے اُن کے وصل کا آیا جو بن کر روزِ عید
 وصل کی راتیں تو اچھی لیکن اتنا عیب ہے
 کھوئیں دولت کیوں سحر کی سونے والے ہاتھ
 وصل کی شب بھی کسی پہلو نہیں آتا جوین
 جانے والے کہہ گئی ہیں شام کو آئیں گے ہم

جفائیں نام نکالو نہ آسمان کی طرح
 فریب اثر کو کوئی نہ مری فغاں کی طرح
 یکس کی سایہ دیوار نے مجھے پیسا
 ضرور دھائیں گے آفت کچھ ان کے ناک ناز
 رہ حیات کٹی اس طرح کہ اٹھ اٹھ کر
 برنگ طائر بو میں ہوں غنچہ و گل میں
 نہ تیرے در سے ہٹے تیری ٹوکریں کھان کر
 ہمیں ہے گھر سے تعلق اب اس قدر باقی
 گیا چمن کو تو جھک کر بہت ملیں شاخیں
 بلا ہے یہ کوئی فتور اذ جانے پیکل کو
 ذرا اسی جان کو لاکھوں طرح کے کھٹکے ہیں
 میں آؤں آپ کے گھر کیا مجھے ڈراتے ہیں
 شریک درد تو کیا باعث اذیت ہیں
 تہیں بھی دیگی مرا کچھ مری مصیبت عشق
 رہے کبھی نہ الہی مرافق خالی

کھلیں گی لاکھ زبانیں سی زبان کی طرح
 تراشتی ہے یہ فقرے تری زبان کی طرح
 یہ کون ٹوٹ پڑا مجھ پر آسمان کی طرح
 چڑھیں گوشت ابرو کر ٹی کھان کی طرح
 میں بیٹھ بیٹھ گیا گرد کاروان کی طرح
 مرے فقس کی طرح میرے آشیان کی طرح
 وہیں جے رہی ہم سنگ آستان کی طرح
 کبھی جو آئے تو دو دن کو یہاں کی طرح
 لیا گلوں نے مجھے میرے آشیان کی طرح
 لہو پئے گا ہمارا غم نہاں کی طرح
 چمن نہ لائے کہیں رنگ گل کی طرح
 عدو کے نقش قدم چشم پاسبان کی طرح
 وہ لوگ جن سے تعلق تھا جسم جاں کی طرح
 کہیں کہیں سے سنو اس کو داستان کی طرح
 کہ مجھ کو چین ملا اس میں آشیاں کی طرح

مجھے بڑھ کر ہے دل مرا گستاخ
نظر اس سے بھی کچھ سوا گستاخ
آنکھ میں آنکھ ڈالے منہ چڑھ کر
ہے یہ آئینہ کس قدر گستاخ
پہلے سے اور رنگ صحبت ہے
شوخی تھی اب ہی ہر داغ گستاخ
بوسہ سوتے میں لے لیا تھا کبھی
نام میرا ہے نا سزا گستاخ
آج تو پی دیکھا کے واعظ کو
میں کبھی اس قدر نہ تھا گستاخ
سر چڑھا کوئی منہ چڑھا کوئی
شانہ گستاخ آئینہ گستاخ
چھوٹیں دونوں کی ہلکے آہنل سے
شوخی کچھ آپ کچھ صبا گستاخ
اُن کے تلووں سے کیوں لگی ہے آج
کچھ لگا آئی یہ حنا گستاخ
ہاتھ دستار پر رہے واعظ
کہ ہے میخانے کی ہوا گستاخ

اک حماقت کے ساتھ اُدھر واعظ

اس طرف اک ریاض یا گستاخ

کی توبہ تو مجھ پر ہوئی یہ کالی بلا سرخ
دیکھی ہی نہ تھی بادہ کشو میں نے گھٹا سرخ
عکس نے گلا گلوں سے نہ ہو جائے گھٹا سرخ
بزرے میں ادیگی ہے ہوشش رہا سرخ
کس درجہ کف یا رہا ہے رنگ حنا سرخ
بے ذبح کئے ہاتھ میں ہے تیغ حنا سرخ

علا گستاخ مرعوم رام پوری۔

صبح ہونے بھی نہ پائی آگئی ہم کو اہل
 جگر کی شب بے چلے ہم حسرت دیدار صبح
 وصل کے دن کی سحر بھی کیا کوئی معشوق ہے
 آفتاب صبح ہے یا شعلہ رخسار صبح
 خندہ دندان شب کو تہارا یاد ہے
 میں ہی سمجھا نمایاں ہو گئے آثار صبح
 صبح غم پر میں ترس کھاؤں یہ ہو سکتا نہیں
 اے شفق تو کیوں بنی ہر زخم دامن صبح
 قلق منیا صد انا قوس کی شور اداں
 ٹھنڈے ٹھنڈے دیدنی ہر گرمی ناز صبح
 وصل کے دن اُن کے گھر سے اُن کو لائی ہو یہی
 چوم کر رخسار اُن کے چوم لوں رخسار صبح
 وصل کی شب پر ترس آیا نہ گردوں کو ریاض
 ایسی اچھی رات کو بھی دے دیا آزار صبح

مجھے بڑھ کر ہے دل مرا گستاخ
آنکھ میں آنکھ ڈالے منہ چڑھ کر
نظر اس سے بھی کچھ سوا گستاخ
ہے یہ آئینہ کس قدر گستاخ
شوخی تھی اب ہی ہر ادا گستاخ
نام میرا ہے نا سزا گستاخ
میں کبھی اس قدر نہ تھا گستاخ
شانہ گستاخ آئینہ گستاخ
شوخی کچھ آپ کچھ صبا گستاخ
کچھ لگا آئی یہ حنا گستاخ
ہاتھ دستار پر رہے واعظ
کہ ہے میخانے کی ہوا گستاخ

اک حماقت کے ساتھ اُدھر واعظ

اس طرف اک ریاض یا گستاخ

کی توبہ تو مجھ پر ہوئی یہ کالی بلا سرخ
عکسے گلاگوں سے نہ ہو جائے گھٹا سرخ
دیکھی ہی نہ تھی بادہ کشوں نے گھٹا سرخ
سبزے میں ادیگی نے ہوش بُلا سرخ
کس درجہ کف یا ہر لے رنگ جفا سرخ
بے ذبح کئے ہاتھ میں ہے تیغ جفا سرخ

ملا گستاخ مرعوم رام پوری۔

صبح ہوئے بھی نہ پانی آگئی ہم کو اہل
 بھر کی شب بے چلے ہم حسرت دیدار صبح
 وصل کے دن کی سحر بھی کیا کوئی معشوق ہے
 آفتاب صبح ہے یا شعلہ رخسار صبح
 خندہ دندان شب کو تنہا ریا دہ ہے
 میں ہی سمجھا نمایاں ہو گئے آنا ر صبح
 صبح غم پر میں ترس کھاؤں یہ ہو سکتا نہیں
 اے شفق تو کیوں بنی کر زخم دامن ر صبح
 قلق مینا صدنا قوس کی بشورا ذراں
 ٹھنڈے ٹھنڈے دیدنی ہر گرمی نازا صبح
 وصل کے دن اُن کے گھر سے اُن کو لائی جی رہی
 چوم کر رخسار اُن کے چوم لوں رخسار صبح
 وصل کی شب پر ترس آیا نہ گردوں کو ریاض
 ایسی اچھی رات کو بھی دے دیا آزار صبح

بھول جائیں گے خدا کی کا مزا میرے بعد
 کام آئی ہے مرے۔ میری دعا میرے بعد
 نہ رہے شوقِ حسینوں کے وہ دل بھی ہے
 مفتی شرع کو پینے میں تکلف نہ رہا
 نہ رہا میں تو ہی حشر پر اس کو چے میں
 آشیانے میں نفسِ خانہ صیّا و چمن
 گزے کتنے ہی جم و خسرو پرویز کئے اور
 کون پہلو میں جبکہ چیر کے پہلو دیگا
 آئے ہیں مہندی لگائے وہ مری ماتم میں
 نہ وہ عیشوہ نہ کرشمہ نہ وہ غمزہ نہ وہ ناز
 ارے صیّا و نہ تھا میں تو نقشِ تھا میرا
 خاک برسی اگر آیا جو کبھی ابر بہار
 اب کہاں نقشِ کعبہ پائے حنائی کے چراغ
 موج بنے لاکھ بنے موج تبسمِ ساقی
 بنتی جیت نہ مرے واسطے تربت میری

یاد آئی گاتوں کو بھی خدا میرے بعد
 سب جفا پیشہ بنے اہلِ وفا میرے بعد
 کہ وفا کیا نہ رہی یاد وفا میرے بعد
 ہوئی پانی یہ مئے ہوشنِ میرے بعد
 کہ جنازے کی طرح حشرِ تھا میرے بعد
 ہو گئی اور زمانے کی ہوا میرے بعد
 کبھی خالی نہ رہا جامِ مرا میرے بعد
 قیدِ گیسو سے چھٹا دل تو چھٹا میرے بعد
 رنگ لائی ہے قیامتِ کتنا میرے بعد
 نہ وہ قاتل ہے نہ قاتل کی ادا میرے بعد
 جھانکنے کو کبھی آئی نہ صبا میرے بعد
 کیا سے کیا ہو گئی گلشن کی ہول میرے بعد
 میرے گھر آئے حسینوں کی بلا میرے بعد
 نہ رہا ہائے کسی شے میں مزا میرے بعد
 میرے کام آئی حسینوں کی دعا میرے بعد

تربت کے لکڑی ہے چمن چمن کے چمن ہے
 لال آنکھی جب اٹھتی ہے تو اٹھتی ہی نہیں ہے۔
 پھیکا نہ کہیں شر میں خون شہدا ہو
 انگشت نما ظاہر و باطن کا ہوا فرق
 کچھ رنگ تراش میں ہے حد سے سوا زرد
 کچھ آنسو دل میں خون مے دل کا ملا ہے
 بہنے کی طرح خون شہید دل کا بہا ہے
 لاتی ہے بہت رنگ نقاب ان کی دم فہر
 برسانے کو پانی کے عوض آگ وہ برائے
 نئے جان کے پی جائیں گے میخوار دم نزع
 آئی ہے تو پھولوں سے ہوا مان صبا سُرخ
 مقتل کی زمیں سُرخ ہر مقتل کی ہوا سُرخ
 وہ آئے ہیں پہنچے ہوئے محشر میں قبا سُرخ
 کیوں برگ حنا سبز ہیں کیوں نگہنا سُرخ
 کچھ حد سے سوا آج ہے خون شہدا سُرخ
 آنکھوں سے مری آتے ہیں اب شاکہ سُرخ
 آہ گانظر بعد فنا بحر فنا سُرخ
 ہو جاتی ہے چہرے کی بھی مکھنٹ سوا سُرخ
 مجھ پر مری تو بے زنا تھی ہو گھٹا سُرخ
 کر دی ہو سوا زہر سے لیکن ہو دوا سُرخ

پیری میں یہ یاض اب بھی جوانی کے نہیں ہیں
 یہ ریش سفید اور نئے ہوش ربا سُرخ

اے دل تری جگہ شکن زلف میں نہیں
 پہنچا جو میں تو دھوم مچی بزم یار میں
 مسجد میں ظرف آب نہ تھا کوئی لے چلے
 جنت کی حور جیسے کوئی میری قبر پر
 آتا پسند کا شش کچھ ان کا کلام بھی
 ہو عکس آئینے میں ترا یا ہو کوئی اور
 دن میں شباب کے وہ بھرے ہیں شباب میں
 میرا مذاق اور ہے مجھ کو تو اے کلیم
 مے کا نہ میکدے کا ہند کچھ رہیگا ہوش
 کس طرح اُس نے رو کے ملایا ہر خاک میں
 کچھ شوق ہے تو اہل خرابات سے ملو
 آئیگا سیکھو بطرے کا شکار یاد
 سو بار سر سے شیخ کے ٹکرا چکے جسے
 جب پی لگا کے منہ دم افطار رند نے
 ہو جاؤں میں بھی گم کہیں تیری تلاش میں
 یہ کون میں تر یا صل ہیں رسوائے کوئے یار
 اے ہیں آج بن کے بڑے آبرو پسند

ہنس کے پیمانہ دیا ظالم نے ترسنے کے بعد
 خمدل مریچ نہ ہوگا ایک پیمانے کے بعد
 آج نازک سے لبِ ساقی مین پیمانے کے بعد
 رہ نہیں سکتی کبھی بے لب تک جانے کے بعد

سو کھئے کانٹے مرو صحرائے ہری ہو جاتے آنکھلتا جو کوئی آبلہ پا میرے بعد

خدمت شمعِ فردوسی مے دم تک تھی ریاض

کیسی تاریک ہے بزمِ شعرا میرے بعد

کہہ اٹھے چپ ہو کیوں وصال کے بعد خود ہی شرائے اس سوال کے بعد

آنکھ بھڑک کر جین کو دیکھ تو لوں کہ قفس دیکھنا ہے جال کے بعد

لے جوانی نہ جا بہار کے ساتھ وہ تو آئے گی ایک سال کے بعد

میرے گھر سے نہ جاؤ غیر کے گھر وہ خوشی کیا جو ہو ملال کے بعد

اے میں قربانِ شانِ رحمت کے ہوئی پریش نہ انفعال کے بعد

مے کا بیٹا خدا معاف کرے عید آئی ہے ایک سال کے بعد

چال مشہور ہے قیامت کی نہ جچی وہ بھی تیری چال کے بعد

تیرے صدقے مزے کی چیزوں میں خواب بھی ہے ترے خیال کے بعد

جو کبھی ہے خوشی کے بعد ملال تو کبھی ہے خوشی ملال کے بعد

دماغ کے بعد رہ گئے تھے جلال نہ رہا کوئی بھی جلال کے بعد

اب جوانی کو رو رہے ہیں ریاض

قدرِ نعمت ہوئی زوال کے بعد

مجھ کو نہ دل پسند نہ دل کی یہ خو پسند پہلو سے میرے جائے دل آرزو پسند

شجھو کو عدو پسند ہے وضعِ عدو پسند مجھ کو ادا پسند تری مجھ کو تو پسند

رو نہ ازل تھے ڈھیر ہزاروں لگے مجھے چپکے سے چھانٹ لائے دل آرزو پسند

تم نے تو آستیں کے سوا ہاتھ بھی لگے آیا شہیدِ ناز کو اتنا لہو پسند

ہو بھی کچھ تو ہے بہت بیجا گھمنڈ
 چار دن کی زندگی پر کیا گھمنڈ
 خاک میں جھپٹا ہے تو کیا غرور
 خاک میں ملنا ہے تو کیا گھمنڈ
 بے تکلف روندتے پھرتے ہیں دل
 ہائے حسن جوانی کا گھمنڈ
 عجز سے بڑھ کر نہیں ہے کوئی چیز
 کیسی سخت کبر کیا کیا گھمنڈ
 حسن ہی اللہ نے ایسا دیا
 تجکو زیبا سب کو نازیبا گھمنڈ
 ہاتھ بھی ان کو لگا سکتے نہیں
 ہے نزاکت پر انہیں کتنا گھمنڈ
 ایک فقرے میں وہ میرے ہوئے
 بات کہتے اس طرح ٹوٹا گھمنڈ
 بیچ و تاب دل کبھی دیکھا نہیں
 بیچ و خم پر زلف یار اتنا گھمنڈ

کوئی گویا آپ کا ثانی نہیں
 اے تریا صن اتنا غرور اتنا گھمنڈ

میں ہوساتی ہو شب خلوت ہو دور جام ہے
 بوسہ پر بوسہ ہی پیمانہ ہے پیمانے کے بعد
 وقت ہی ایسا تھا اخصت ہو گئی اُن کی حیا
 بات ہی ایسی تھی کھیل کود ٹھہرانے کے بعد
 چھوڑتے ہیں اُن کے موقع اُن کے اُترے ہاں بھی
 بننے میں کیوں دل ہمارا پھول مہمان کے بعد
 حُسن ہو یا عشق ہوتی ہے بری دل کی لگی
 جان بھی رورو کے آتشِ شمع پروانے کے بعد
 کہہ کے میں دل کی کہانی کس قدر کھویا گیا
 بیخودی کم گشتگی سکر و تخیر محویت
 دوز تک شہرِ تہا اس کی طور کہتے ہیں جسے
 کوئی ہیرے کی کنی سے کم نہ تھا ہنگام ضبط
 عشق کی تاریخِ دُہرائی زمانے نے ضرور
 شور ہے رہنا قیامت سے بہت ہی ہوشیار
 اُن کے کوچے سے اُٹھی ہے ٹھوکر کھانے کے بعد

طبع ہو بھی تو کہیں دیوان میرائے ریاض
 دیکھنے کی چیز ہو گا یہ صنم خانے کے بعد

ڈالے نظر تہساری بلالہ زار پر
 صیاد گھات میں ہے تانا ہے شکار پر
 بنت عنب کے عقد میں کچھ دیر ہے ابھی
 اٹھ کر پہنچ تو جائے لحد سے یہ تافلک
 اتنا نفس سے تیز گیا میں سوچیں
 عمارہ و عبا و قبا سب میں رہیں
 شکل ہماری نزع میں آسان ہو گئی
 اودی گھٹائیں بادہ گل رنگ سبزہ زار
 مہندی لگا کے ہاتھ میں بیٹھوں وصال
 ملنا مقام قیس کا مشکل تھا لے جنوں
 بیکس سی رات دن سے گھر میں بی ہی
 دامن میں بھول لیکے چلے تھے عدو کے گھر

سہرا جنوں کا باندھنے والے تھے ہم یا حق
 یہ رسم اٹھ رہی مگر اب کی بہار پر
 گنبد مدفن ہے یا ہو آسمان بلائے سر
 یہ کیس رکھتے ہیں سب اپنے مکان بلائے سر

لے گیا گھر سے انہیں غیر کے گھر کا تعویذ
 دے کے بوزلف کی رکھ لو تہ محرم دل کو
 صدقے تیرے مجھے تسکین بخشی کیں ہوئی
 ہو مبارک تجھے آنکھوں میں سمانا دن بات
 رہ گیا غیر کے گھر جائیے بھی لائیے بھی
 باندھ لے بہر خدا اپنے بھرے بازو پر
 گھر گئے اپنے بتا کر وہ ہمیں راہ عدم
 ہاتھ بھی آئیں تو ہے ہاتھ لگانا شکل
 ڈر سے اُن کے بھرے بازو کی کاغذات
 ہم نے دیکھا نہ سنا ایسے اثر کا تعویذ
 خواب میں پھر نہ ڈرو گے یہ ڈر کا تعویذ
 خطرات تھا کہ مرے درد جگر کا تعویذ
 زیب بازو رہے ہر وقت نظر کا تعویذ
 آپ کے سر کی قسم آپ کے سر کا تعویذ
 نظربد سے بچائے گا نظر کا تعویذ
 وصل کی شب کی نشانی ہے کمر کا تعویذ
 سر بازو ہے بندھا حاصل اثر کا تعویذ
 ہاتھ تھا تھا تھا شب وصل کمر کا تعویذ

دل ہے اب ناگے آغوش میں دن بات بیاصل
 بر تو سر چڑھ کے بنایا کے سر کا تعویذ

آغاز محبت میں یہ دل خون ہوا ہے روئی گئے ابھی دیدہ خونابہ فشاں اور
 دنیا میں اب ایسا قدر انداز نہیں ہے ہوتے ہی ہدفِ دل کے چڑھی ان کی کماں اور
 جو پیسے ہیں پیسے نہیں وہ بھی رمضان میں سُنتا ہوں کوئی بند ہوئی مئی کی کھل اور
 اچھا ہے ہر جا کے الگ دونوں جہاں سے عشاق کے رہنے کو بنے ایک جہاں اور
 پیسے کا مزاج ہے کہ مُنہ خم سے لگا ہو مجھ رند سے ساتی یہ کہو جائے کہ ہاں اور
 نکلا ہے مرا نام کہ بے نام و نشان ہوں مجھ ابھی نہ ہو گا کوئی بے نام و نشان اور
 سُنتا ہوں مسلمانوں میں اب لانگ بہتے ڈرتا ہوں مئے ناب نہ ہو جائے گراں اور
 پہنچے درو دیوار کو نقصاں تو کیا غم رونے کے لئے لیگے کرایہ کا سکاں اور
 تیز آتش سیال ہے پہلے سے زیادہ اب آگ لگائے نہ ذرا پیر مغاں اور
 دی ہم نے جگہ دل کو بھی آنکھوں کی برابر آنکھوں میں سماتے نہیں وہ ہو کو جواں اور

مرنے کا ریا ضل اپنے ذرا نام نہ لینا

جینا ابھی مر مر کے تجھے ہے مری جاں اور

پرے پرے میں یہ کر لیتی ہیں اب میں کیونکر پار ہو جاتی ہیں سینے کی نگاہیں کیونکر
 دل میں آنے کی نکل آتی ہیں اب میں کیونکر اوپر اٹھ جاتی ہیں دہنجی نگاہیں کیونکر
 کر لیا کرتے تھے دل کھول کے اب میں کیونکر اب یہ رونا ہے کراہیں تو کراہیں کیونکر
 گدگد آنے نہیں آتی ہیں اب میں کیونکر عرش پر کھیلتی ہیں جا کے یہ اب میں کیونکر
 نکلیں گھٹ گھٹ میں مڑگاں کے چونکیں کبھی شوخ ہو جاتی ہیں شرمیلی نگاہیں کیونکر
 تو بھی جانے کہ ملا جاہنے والا تجھ کو تو بتا دے ترے صدقے تجھے چاہیں کیونکر
 کیا خبر ہے تجھے اب میں سے سونے والے کہ دم سرد بنا کرتی ہے اب میں کیونکر

یوں لئے ہوں حشر میں بارگراں بالائے سر
چھوٹی کشتی بنا ہے آسمان بالائے سر
زیر مسجد میکہ - میں میکہ میں مست خواب
ہم ہیں کسے سائے گل میں نہیں اتنا خیال
نخل گل کی طرح دیوانوں سے بھی مانوس ہیں
یہ نرالی تیری خلقت شمع اس بچہ حسن بھی
خوش کیا یوں باغ میں لاکر مجھے صیاد نے
بیچتے پھرتے میں ہم اس طرح رستے گلی
رم کر مالک کہ میں دو دفرشتے بھی ملے
چھپے کاروان کے ہم تھکے ماندی ہیں یوں
پاؤں کے نیچے کی جاتی ہے یارب زیریں
میں وہ ہوں محشر کے پیاسوں کو یلاؤں تو سہی
آتش رنگ حنا و زلف بیجاں دیکھئے

دوشن پر خم ہے گنہ کی گھڑیاں بالائے سر
سیل اشک اس طرح چشم غل فشان بالائے سر
چونک اٹھا جب ہی موزن نے اذان بالائے سر
لے عناد اس طرح شوق غل بالائے سر
لیتے ہیں جل جائے باغبان بالائے سر
ہم نے دیکھی ایک تیری ہی بان بالائے سر
شاخ کے نیچے فتنے آشیان بالائے سر
جائے خم چھوٹی سی ہر کوئی دکان بالائے سر
اور پھر عصیاں کا بھی بارگراں بالائے سر
پاؤں میں چھلے ہیں گدکار و ان بالائے سر
کھا ہے میں چکر اتنے آسمان بالائے سر
حوض کوثر ہو جائے پیر مغان بالائے سر
آگ تنوں میں لگی نکھادھوان بالائے سر

لینے جاتا ہر حرم سے کیا کہیں تم کو رہا نص

طاق پر رکھی ہے بوتل مہربان بالائے سر

فریاد جنوں اور ہوسبل کی فغاں اور
کٹ جائے زبان تیری تو ہو گرم زبان اور
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہو سینے میں تھائے
ہو جائے سچ - افلاس میں سینتا ہوں رہگا

صحرا کی زبان ابد ہر گشت کی زبان اور
اللہ نے دی ہے تجھے ایشی شمع زبان اور
یہ داغ نہاں اور ہے یہ سوز نہاں اور
دو چار مہینے ابھی ماہ رمضان اور

کوئی منہ چوم لے گا اس نہیں پر
 شکر رہ جائے گی یو نہی ہمیں پر
 گرمی تھی آج تو بجلی ہمیں پر
 یہ کہنے جھک پڑے وہ ہنسیں پر
 لہو یکس کا مقتل کی زمیں پر
 نہ دامن پر نہ اُن کے آستیں پر
 بلائیں بن کے وہ آئیں ہمیں پر
 دعائیں جو گئیں عرش بریں پر
 یہ قسمت داغ جس میں درجیں
 وہ دل ہلوٹ دستِ نازیں پر
 رُلا کر مجھ کو پونچھے اشک دشمن
 رہا دھتیا یہ اُن کی آستیں پر
 اڑاے پھرتی ہے ان کو جوانی
 قدم پڑتا نہیں ان کا زمیں پر
 ارے او چرخ دینے کے لئے داغ
 بہت ہیں چاند کے ٹکڑی زمیں پر
 نزاکت کوستی ہے مجھ کو کیا کیا
 طبعیت آئی اچھی نا زمیں پر
 تنہائے اثرِ اد چشمِ حسرت
 اُٹھا رکھ اب نگاہِ واپس پر
 دھری رہ جائے گی یو نہی شبِ وصل
 نہیں لب پر شکر ان کی جبین پر
 خدا جانے دکھائیگی یہ کیا رنگ
 دعائیں جمع ہیں عرش بریں پر
 نگاہِ شوقِ گرم اتنی کہ بجلی
 نہ آج لے کہیں اس نازیں پر
 مجھے ہی خون کا دعویٰ ہے
 انہیں پر داؤدِ محشر انہیں پر

ریاضِ اچھے مسلمان پہ بھی ہیں

کہ دل آیا بھی تو کا فر حسیں پر

ہے ہم آشیان میں بھی تو برقِ آشیان ہو کر
 لگا دی لگ اپنے گھر میں گرمِ فغان ہو کر
 نہ اپنے غمزدوں کو خوش کرو اب ہزار ہو کر
 تو تم خوش ہو ہم کیا کریں گے شادمان ہو کر
 کھلے غنچے نہ بو پھوٹی نہ شاخِ گلِ بھلی بھولی
 قفسِ جین ہی ہم آئے بہار آئی خزان ہو کر

طور والو وہ سب بام ہیں آنے والے
دیکھیں لڑتی ہیں نگاہوں سے نگاہیں کیونکر
شوقِ دھڑکنے اور دھڑکنے کی انتہی
دیکھیں ملتی ہیں نگاہوں سے نگاہیں کیونکر
یہ اُمّیں یہ ترنگیں یہ جوانی یہ شباب
تو بہ کر کے یہ بتاؤ کہ نسبہ ہیں کیونکر
شرم کے پتے کو آجاتی ہے کیونکر شوقی
بجلیاں بنتی ہیں شرمیساں نگاہیں کیونکر

ہم ریاض اوروں سے غدار سوا ہیں لیکن

رہ کے معشوقوں میں ہم وضع نبا ہیں کیونکر

بام سے پوچھتے ہو تم کو بتائیں کیونکر
چاند سے چہرے کی لیتیں ہیں بلائیں کیونکر
یونہی ہو جائیگا نشہاں ہیں پینے والے
ہم تو پیتے نہیں ہم تجھ کو بلائیں کیونکر
وصل کو ہجر زاکت نے بنا رکھا ہے
ایسے نازک کو شب وصل بتائیں کیونکر
آئینہ سامنے آتا ہے تو ٹوٹتے ہیں
شرم کے پتے ہیں وہ سامنے آئیں کیونکر
واغ کی طرح دکھانے کی تو یہ چیز نہیں
درد کو پوچھتے ہیں ان کو بتائیں کیونکر
سایہ زلف چلابن کے پری کا سایہ
دیکھنا یہ تھا کہ آتی ہیں بلائیں کیونکر
غیر کی جان پر لے جانِ دل بن جاتی
ہم لگی دل کی شب وصل بچھائیں کیونکر
شرم جاتی بھی نہیں شمع ہشتابی نہیں
بوسے یہ کہہ کے شب وصل لے ہیں میں نے
بڑھتی جاتی ہے بہت اہل جنوں کی تعداد
حشر آشوب وہ ہنگامے زمانے میں نہیں
چھوٹی ہے شکن زلف شب وصل میں
موج بھی نہیں گیسو کی سہار کو ریاض

دیکھتے ہم بھی کہ ہوتی ہیں حفاائیں کیونکر
ہم لگی دل کی شب وصل بچھائیں کیونکر
گنی جاتی ہیں مری آج خطائیں کیونکر
کوئی روکے یہ جنوں خیز ہو اہل جنوں کیونکر
سوتے فتنے ترے کوچے کو جگائیں کیونکر
لیں سنوارے ہوے گیسو کی بلائیں کیونکر
ضعف سا ضعف ہو ہم آپ میں اہل جنوں کیونکر

ان کی گلی میں راستہ میں اس وضع ہو گیا
 گھبرا کے پاس بان گری بان بان پر
 نازک سی تیج یا رہی کیا نہ ہر کی بھیجی
 کھائے ہوئی ہر دہر مرے امتحان پر
 بنتے میں شوقوں سے وہ سوج بھی جاب بھی
 نقش قدم بھی آپ کے ہیں آسمان پر
 غلو تین بھی چلی میں کھینچ نہ زوریاں
 اس طرح آپ تن کے اٹھے کس گمان پر
 ذکرئے طہور نے تر پا دیا ریاض

جانا پڑا، ہیں کسی اونچی دکان پر

ترے پائے حنائی آئے جب نہی کے اس پر
 کھل اٹھے پھول سبز اہلہا یا میرے مدفن پر
 نہ تیری آستین پر چھینٹ لیگی نہ دامن پر
 رہیگا میرے قاتل خون میں تیری گردن پر
 قفس سے ہم بھی جا رہتے ذرا شاخ نشین پر
 کہ جوش لالہ و گل سے بہا رانی ہے جو بن پر
 لہو کا داغ لیگی پار سائی اپنے دامن پر
 چمن سے اٹکے برگ گل قفس پر چھاؤ جاتیں
 جو میری تاک میں تو ہر اڑیں گے تجھے تنکے بھی
 یہ خون بے گنہ ہر باغ کی منہدی نہیں ظالم
 بھرے تھو کچھ دہ زگر سے گرتے ہی گلشن میں
 جو میری تاک میں تو ہر اڑیں گے تجھے تنکے بھی
 یہ خون بے گنہ ہر باغ کی منہدی نہیں ظالم
 بتو ہو بد گمان جن سے حرم کے کچھ موڈ میں
 کچھ ایسے سادہ دل ہم ہیں شہد صو کا کھاتے ہیں
 سیئے جاتے ہیں زخم دل کو دوری ڈال جاتے ہیں
 لگی ہے آگ سی یارب۔ بھڑکتی ہو بجھتی ہے
 بہار ایسی کہیں آئی نہ تھی اسے باغبان پہلے

چلے ہو گل بڑا کچھ تو کہتے جاؤ ان سے بھی
 جوان مرنے نہ پائے تھے دل آیا حسینوں پر
 ہوئے پست ایسے ان کی خاک بھی اُٹے تہہ دیکھی
 جو کھل کر وار موسیٰ پر تو ہم پر چوٹ پرے میں
 قیامت ان کی جھیڑ میں سے مینا کی نیکو
 ملایا خاک ہو کر حسرتوں کو اپنی مٹی میں
 کبھی تقریر ساقی میں جو لغزش لے پائی ہے
 یہ رنگیں نعرہ ستانہ کس کے ہیں اسے زاہد
 تھے کوچے میں بیٹا ہی اسی نے ہم غریبوں کو
 کسی محرم سنجھا لیگی نہ دہرے ہوئے اپیل
 دکھائی میر کیا و زید و فوج و زہاں فوانی کی

کہ تم سو کہہ رہے ہیں کچھ عینا دل ہم زبان ہو کر
 اہل کہنتی آئی کیا کرو گے تم جواں ہو کر
 ہے یہ ہنسنے کو کہتے اس میں پر آسمان ہو کر
 وہی جلوہ عیان ہو کر وہی جلوہ نہاں ہو کر
 جونا کو آئے چٹکی سے تو ان کی چٹکیاں ہو کر
 چھپایا کارواں کو ہم نے گرد کارواں ہو کر
 تو موج نے ہم سے گفتگو کی زبان ہو کر
 صدانا قوس کی دے دی کہیں گونجاؤں ہو کر
 گر ہے سایہ دیوار ہم پر آسمان ہو کر
 رہیں گے وہ نہ قابو میں کسی کے بھی جواں ہو کر
 جنابشاد کے در سے پھر ہے ہم شادیاں ہو کر

ریاض اس وضع سے پہنچے کہ بولے میکدہ والے

بزرگ غفر صورت آئے جنت میں جواں ہو کر

بالائے بام غیر ہے میں آستان پر
 کیوں نامراد آہ گئی آسمان پر
 رویاں میں ساتھ دھچک پکڑا جان
 آنا اسے ضرور ہو لاکھ اہتمام
 پناہ میں جسے چڑھائیں حضور آسمان پر
 ٹوٹے نہ آسمان کہیں میری جان پر
 سوسو کے سر جھکے ہیں قدم کنشان پر
 عاشق ہے ان کی نیند مری شان پر
 معشوق دل کی بات نہ لائیں زبان پر
 تھا ازاد ار حسن وہ کافر جو کہہ گیا

ملہ حضور بہار احمد کشرشن پر شاد بہادر بالقابہ حال وزیر اعظم دکن -

دن میں جہیز غلہ کے شب میں کھوکھلے خواب
ہم حرم میں آ رہے میخانے ویراں دیکھ کر
نکلے میرے جرم میرے علم سے باہر بہت
دم بخود ہوں روزِ محشر فردِ عصیاں دیکھ کر
خجندے آ کر غبارِ قیس لیتا ہے قدم
ہم وہ ہیں بیٹھے بن جکتے سیاہاں دیکھ کر
ہر طرف سے شورا اٹھا خون و دو عالم پر صاف
حشر کے دن میرے قاتل کو پشیمان دیکھ کر
صبح پیری آنکھ اپنی جب کھلی تو یوں کھلی
جیسے کوئی چونک اٹھ خواب پریشان دیکھ کر
ہوش میں ہوں تو بھی آتے جلتے و فصلِ جن
دور سے کھنچتا ہر دل دیوارِ زنداں دیکھ کر
جگو کیا حسن بہرہ لاکھ ہو عالم فریب
کون دیکھے ان جبینوں کا گریباں دیکھ کر
چشمِ حسرت دیدہ عبرت تھے و تری خاک کے
رو دیئے ہم عالم گورِ غریباں دیکھ کر
دل سے بڑھ کر بھول میں سبزہ رگِ جان سے سوا
پاؤں کھنا میری تربت پر مری جاں دیکھ کر

سحر ہیں اعجاز ہیں سب جدیدہ اشعارِ لہ یاض

معتقد ہم بھی ہوئے حضرت کا دیواں دیکھ کر

نظر ہے حضرت و اعظا کی خلد و کوثر پر
بہت ہی اونچے گئے یہ پہنچ کے منبر پر
جسے تھے پہلے سی ہم زند حوض کوثر پر
نگاہیں دور سے ڈالیں ہجومِ محشر پر
کہا تھا ہم سے کہ آئیں گے پہنچے غیر کے گھر
وہ کل کی بات گئی آج روزِ محشر پر
نگاہیں متوں کی ہیں اور آنکھ سانی کی
یہ جو صدمہ ہیں جو چھالی ہیں کوساغر پر
یہ شک آج ہوئے میں زرا۔ لہور و کر
بقس کی ٹوٹی میں کچھ تیلیاں بھی لے ستیاد
بہت ہنسیں نہ لب زخم دیدہ تر پر
وہ خود ہی پھوٹے گا فسادِ دل کا پھوٹا ہے
بہت سے پر ہرقس میں بہت سی باہر پر
چھلکتے جام کی موجیں میں سے ہونٹھ نہیں
یہ اٹھ رہیگانہ تجھ پر نہ تیرے نشتر پر
جواٹھ کے ہوتی ہیں قے ترے لب تر پر

جاؤں جو حرم کو تو خود آواز کے ہمراہ نا توں چلے دست برہمن سے نکھر کر
کہتی ہے یہ شوخی نگہ شوق بھی ہٹ جائے آتا ہے کوئی آنکھ میں چلن سے نکھر کر

پہنے کفن کیا یہ ریا ض آئے حرم میں
یا کوئی بزرگ آئے ہیں مدفن سے نکھر کر

ہے عرش بریں اور مدینے کی زین اور اٹھ اٹھ کے چلے ساتھ کئی طور نشیں اور
آخر تجھے کس بات کا دعوے ہو زلیخا ہے عرش بریں فرش رہ گنبد خضرا
دو دنوں میں مقام ایک سال ایک کیس ایک بدلوں دین نقش سے کیا مہر سلیمان
سیدھا سا سلسلا ہوں سمجھتے ہیں یہ بت بھی فرمائیں گے مجھ کو شرف اندوز زیارت
دن دن ہوتی جاتی ہے جو زدیق قیامت منہ پوچھ کے کہنا وہ مرا شیخ حرم سے
تربت ہو قیامت ہو جہنم ہو کہ جنت ہاں نام سے نغمہ کے ذرا قبلہ دیں اور
لو کھول دیں آنکھیں شرف سجدہ در نے ہم اٹھ کے نہ جائیں گے ترکہ کو کہاں اور

ہیں اپنی نگاہوں میں ریا ض آج ہیں اور

گرد و امن بن گیا صحرا کا دامن دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ ہیں میں نے بھی بیاباں دیکھ کر
تو نہ جا جانے بھی وہاں کوئی لہا کا خیال قیس دنیا کیا کہے گی تجھ کو عریاں دیکھ کر

اُن کے ہوتے کو نہ دیکھے دیدہ و دل کا بگاڑ
 اس کی مغل کا مرقع کھینچ لے مانی بگر
 تیرے جھکے سر جھکے ہیں دل کے لینے کو حسیں
 دختِ رز کو شکل تیری دیکھ کر نفرت ہو
 ہاں ہی پھر کعبہ بن جائے گا اے شیخِ حرم
 ہر تعلق گلِ خوں سے تو مزا ہر بات میں
 میرے حالِ زار پر آجائے تنگو آپ رحم
 پر گیا دونوں میں فطرِ رشک سے کیا بگاڑ
 اس مرقع میں ذرا تو غیر کا چہرہ ابگاڑ
 کم لگا کر دام لے ظالم نہ تو سودا بگاڑ
 تلخی نے سے ارے زاہد نہ اتنا بگاڑ
 بتکدے کا پہلے نقش کھینچ پھر نقش ابگاڑ
 کیا بناوٹ کیا کھنچاؤٹ کیا لگاؤ کیا بگاڑ
 او بنانے والے میرے مجھ کو تو اتنا بگاڑ

کوئی ہوں۔ کافر ہوں یا اللہ والے ریاض
 چار دن کی زندگانی میں کسی سے کیا بگاڑ

کسی کا ہاتھ یہ بہکا بُرا سودا اعظ
 اس انتظار میں اس شوق میں وہ آئیں گے
 اٹھیں گے ہم نہ جنازہ ہمارا اٹھے گا
 چھپا ہو آج تو کیا کل کھلے گا قتل کا حال
 یہ سمجھ رہا کہ ہر اس کو توڑنے کا خیال
 شکستہ جام گلی و اعظوبہت ہی مجھے
 شریک میری صراحی کے قہقہے بھی ہوئے
 مرا خیال ہے تجھ کو لے گراں جانی
 نصیب سنگ لحد کو ہو تو نقش قدم
 وہ تابش و دروندان وہ جنبش لب تر
 دبا ز قفل مینا سے سخت دل و اعظ
 اڑا کے لے گئے گلشن مرغانِ صیاد
 بڑھی ہماری سیہ اختر کی یہ تاثیر
 میں ہوں وہ بندہ آزاد نازِ بگو ہے

وہ سمجھے آ رہی سجد کی محبت مر و سر پر
 کھلے جو پھول وہ مرجھا چلے ہیں ستر پر
 ہماری خاک ہمیں لائی ہے ترے در پر
 یہ بات آئے گی اک دن باںِ خنجر پر
 کہ بعد تو برنگا ہیں مری تھیں ساغر پر
 نہ تم ہنسو مرے پھوٹے ہوئے مقدر پر
 بڑھایہ شور بھی ہنگامہائے معشر پر
 بہت ہی ناز ہی قاتل کو اپنے خنجر پر
 اتر گئے مرے دل میں بڑے جو پتھر پر
 رواں ہے کشتی مے کیسی آبِ گوہر پر
 اثر نہ ڈال سکے میرے شیخے پتھر پر
 یہ ہم نے رہ کے قفس میں نکالے کیونکر پر
 سیاہی شبِ غم چھا گئی ہے اختر پر
 خدائے برتر و آقا کے بندہ پرور پر

ریاضِ ہائے تیرا وہ خواب کا انداز

سُبو تو ہے تیرا دستِ شوقِ ساغر پر

کوئی ان دونوں سے بچ جائے نشین یا قفس
 دم مار گھٹتا ہے مل جاتی زرا تازہ ہوا
 چھوٹ کر بھی ٹوٹ کر آتا ہوں بجلی کی طرح
 سو بہاریں آچکیں لیکن نہ یہ بد لاگیا
 کو پلین پھوٹیں بہار آئے کھلیں گل چھو گیا
 قول کر پرہ گیا میں آج اسے باد بہار
 محکولے صیاد وہ راحت ملی ہے میں تو کیا
 شاخ گل شاخ قفس شاخ نشین ایک ہے
 بولتا ہر طوطی میناے مئے قفل نہیں

صدقے ہونی کو ریاض آئی گلستاں کی بہار
 اس طرح صیاد نے پھولوں سے کچھ چھایا قفس

ہے بُری شے کا تب اعمال انسان کی ہیں
 دامن الجھا لگی میرا میرے دامان کی ہوس
 سر سے پانی ایکٹن ہو جائیگا اونچا ضرور
 میں فدا اوکیسوں والے ستارے کی تجھے
 ٹوٹ کر دل میں ہے یا ڈوب کر دل میں ہے
 لے چلا میں بھی تہارے ساتھ عصیان کی ہوس
 اے جنون جنوائے گی تنکے بیاباں کی ہوس
 محکولے ڈوبے گی اکچہ زرخشاں کی ہوس
 مجھے پریشاں کی تمنا مجھے پریشاں کی ہوس
 اک فراسے دل کو ہر چھوٹے سپر کیاں کی ہوس

میرے بیاں پر آج ہے طرزِ بیاں کو ناز
 بیدار یونچ اپنی ترے پاسباں کو ناز
 گرتے ہیں ٹوٹ ٹوٹ کے خودِ صید تیر پر
 دونوں سے رات دن ہے تعلق کہیں نہیں
 تم نے ملائے خاک میں لاکھوں تو کچھ نہیں
 اُس سنگِ در کو بارِ مر اسجدہ جیس
 بوزلف کی ہے رنگ ہو اس میں شب کا
 اٹھا دھواں جگر سے مگر اُن کبھی نہ کی
 میری زبان پر آج ہے اُردو زبان کو ناز
 سوتے نصیب پر مرے خوابِ گراں کو ناز
 مرگان پر اپنی ہے مری ابرو کھاں کو ناز
 مجھ پر نفس کو ناز مرے آشیان کو ناز
 مجھ کو ملا کے خاک میں ہے آسماں کو ناز
 رکھے جو پاؤں غیر تو اس آستان کو ناز
 اسی پر ہی کھنچی کہ ہے یہ میرغاں کو ناز
 ہم دلِ جلوں پر آج ہے سوزِ نہاں کو ناز

سوار امتحانِ نگہ ناز لے چکی

مجھ پر رہا یاض ہے نگہ امتحان کو ناز

جو پلائے وہ رہے یاربے وساغری خوش
 سنگِ خن آلودہ کو سمجھے ہیں گلشن کا پھول
 اس گلی کے رہنؤ ملے بھی مزی کے لوگ ہیں
 یوں گلے سے کیوں لگاتا سخت جانوں کو کوئی
 خم کے خم بھر بھر کے جائیں کم نہ ہوئے بوند بھر
 خون پانی ایک میرا ہو گیا ان کے لئے
 دل میں گھر کرتی ہے وہ کافر مرثہ کا فرنگہ
 خانہ باغ غیر میں تھے یا کھلے میدان میں
 خوش ہے پیر خاں جاتے ہیں اس کے در سے خوش
 توڑ کر تریے دیوانے ہیں کیا پتھر سے خوش
 فتنہ محشر سے خوش سنگاڑ محشر سے خوش
 ہم گلے مل کر ہو کر کیا کیا ترے فخر سے خوش
 زاہد وہم ہیں تیارے چشمہ کوثر سے خوش
 اپنے زخمِ دل سے خوش ہوں اپنی خیم ترے خوش
 میں تھے پیکار سے خوش میں تھے نشتر سے خوش
 وہ کہیں سے آئے ہوں آئی کچھ باہر سے خوش

میکدہ میر آل کے پیٹے میں ملتے ہیں ریاض
 کہہ ہی ہے صومعہ ان کی ہیں یہ اپنے گھر سے خوش

نہیں مینا یہ اے شراب فروش
 پہنچے کعبے میں ہم شراب فروش
 سمجھے ہیو دو کو کیا شباب فروش
 نقدِ دل لے کے ہیں سراپا لطف
 بے کوئی شاہد شباب فروش
 لیکے مشکیزہ بن کے آب فروش
 دنِ جوانی کے ہیں حباب فروش
 متحی اداے عفت عتاب فروش
 بولے پیشہ - کہا کتاب فروش
 سُن کیے یہ - بیچتا ہوں - دل کی ریاض

پڑتے ہیں اس راہ میں میدانِ محشر کیڑوں
 صدقے و ست ناز کے ارمان پورا ہو گیا
 قبر میں بھی حشر میں بھی ہو گی میرے دل میں کیا
 آنے والے حشر کا ہنس منس کے وہ لیتے ہیں نام
 شوق ہے دامن سے نکلے دامن دل میں ہے
 لے چلی ہے اب تو ہم کو کوئی جاناں کی ہوس
 ساتھ ہی نکلی گریباں کے گریباں کی ہوس
 ساتھ جاتی جو نہیں جاتی جو انسان کی ہوس
 اچھی نکلی سچے سچے قول و پیاں کی ہوس
 لے جنوں اب ہر یہ میرے خادماں کی ہوس

کچھ سیہ کاری کی حد بھی ہے۔ این لیش سفید

لے ریاض اس عمر میں تم کو عصیاں کی ہوس

تو بھی صیاد نہیں مرغ گرفتار کے پاس
 غیر بھی انجن نازیں ہے یار کے پاس
 بند آنکھیں میں مری حال نہیں کھلتا ہے
 ہے بڑی شوخ قیامت تجھے معلوم نہیں
 لے کے تم ان کو کلبجے میں عدو کے رکھنا
 بوسہ لینے کے لئے میری لب شوق کہاں
 اٹھ گئے کہہ کے بلا لے کوئی فریاد کو آج
 دیکھ لے شیخ کہن سال تو آنکھیں کھل جائیں
 قیس نے بچ لیا طور لیا موسیٰ نے
 دامن ترے دیا کام کچھ لے گرمی حشر
 فحش پیری دریا صاب نہیں اٹھا جاتا
 اور رکھا ہے فتن باغ کی دیوار کے پاس
 باغ میں خار بھی ہے پھول بھی ہر خار کے پاس
 دور ہیں آپ کہ میں طالبِ دیدار کے پاس
 آتی جاتی ہے ترے فتنہ گرفتار کے پاس
 خارِ حسرت میں کٹی میرے دل زار کے پاس
 بجلیاں کان کی ہیں آپ کے رخسار کے پاس
 بیٹھ کر رات زرا کاٹ دو بیمار کے پاس
 جام اک جم کے زمانے کا ہر بخوار کے پاس
 لی جگہ تنویری سہی ہم نے ترخی لوار کے پاس
 زاہد خشک بھی بیٹھے گن گنار کے پاس
 گلے ہر کبھی جا رہتے ہیں رخسار کے پاس

میرے دل کو ہے غم یار کی حرص مجھے بڑھکر مرے غمخوار کی حرص
 حرص زر سے نہیں خالی کوئی دو جو مل جائیں تو ہے چار کی حرص
 حرص پیری میں سیہ کاری کی ہائے مجھ پیر سیہ کار کی حرص
 جب کبھی پی تو پلا کر ہم نے اور بدنام ہے میخوار کی حرص
 دل میں ہر دم اسے بڑھتے دیکھا ہائے ری لذت آزار کی حرص
 کچھ عجب چیز ہیں دیوانہ زلف رکھتے ہیں طول شب تار کی حرص
 خون پینے سے نہیں پھیرتی منہ اُف ری ظالم تری تلوار کی حرص
 پھر گیا خنجر خونخوار کا منہ مٹ گئی خنجر خونخوار کی حرص

ابھی معشوق سے ہے ربط ریاں

ابھی پیری میں ہے کچھ پیار کی حرص

میکدے سے سوا کباب فروش	رات دن گرد مسجد جامع
ہے کہاں حاجی ثواب فروش	کیسی ہے مول لونگ حج کا ثواب
ہم یہ کار و حضاب فروش	خوب ہیں شاہدان بازاری
ہو جنم اگر خدا ب فروش	آگ لیں بادکش شاہ کے مول
بنتی ہے نوجوان شباب فروش	زال دنیا ہو یا ہو دختر رز
جب حکومت نہیں خطاب فروش	صرف دولت عبت ہی بہ خطاب
مل گیا قاصد جواب فروش	غیر کے پاس میرے خط کا جواب
برق ہو کاش اضطراب فروش	مول لوں بے قرار دل کے لئے
تارے توڑینگے آفتاب فروش	بیل انگور کی ہے کاہشاں
دے مجھے قرض لئے شرب فروش	حشر میں دو ٹکا ایک کے دس دس

کام کی چیز ہے لے تو ریا ض
نوجوان دخت رز شباب فروش

وہ ہنس کے کہہ رہے ہیں مقامِ اثر غلط نالوں کی دھوم اور کہاں عرش پر غلط
 واعظِ ترایہ وعظ نہیں سر بسر غلط حصّہ ترے بیان کا ہے ہمیشہ غلط
 سر پر ہمارے سایہ دیوار یا رجھوٹ دربان کے ہوتے سجدہ در سر بسر غلط
 چلتے ہیں ناز سے تو چمکتی ہے کچھ ضرور بل لاکھ لاکھ کھاتی ہے ان کی کمر غلط
 چوری سے تھا قفس کے اڑانے کا اہتمام صیاد نے اڑائی ہمارنجی خبر غلط
 چُجمتی ہوئی ہے سب یہ انہیں کی بانی یہ بھی ہے کوئی بات کہے نامہ بر غلط
 دیکھی ہے ہم نے عمر دور و زہ میں ایک بار شام شب فراق تو سچ ہے سحر غلط
 دیوانہ آ رہا ہے کوئی کوئے یار میں ہنگامہائے حشر سر رہگز غلط
 جب سُن چکے وہ حال تو یہ کہے اٹھ گئے اوجھوٹے ہی بیان ترا کس قدر غلط
 تجھ میں بڑی رہی گی مری جان اتن تیرا قدم پڑے نہ کہیں نامہ بر غلط
 کیوں کہہ گئی صبا کہ کٹے گی ترخی باں سوسن تری زبان کی ٹھہری اگر غلط

بنتے ہیں کچھ تر یا ض بھی اس فن کے مدعی
 اشعار ان کے خوب ہیں دعوئے مگر غلط

راتِ فرقت کی بنے زلف سا کو کیا غرض
 غیر کے کوچے میں جانا آپ کا وہ کیوں چھپاے
 کام تو اس کا ہے گل کرنا چراغ گور کا
 جو ادھر مر رہے ہیں شوق سے مرنے ہیں
 میرے لب تک صنف میں آ جا تو احسان ہے
 شوق سے جائیں حد کی محفلِ ماتم میں وہ
 شکرِ جہان کی زبان پر ہونٹھ پر شکرِ ستم
 و خیرِ رز شب کو آجاتی ہے چھپکیر میرے گھر
 وصل کی شب تلخ تل کی بلا کو کیا غرض
 خاک آنکھوں میں وہ ڈالے نقش پا کو کیا غرض
 پھول لائے قبر پر بادِ صبا کو کیا غرض
 جاے بن بن کر قضا ان کی ادا کو کیا غرض
 کیوں اٹھائے آسمان سر پر دعا کو کیا غرض
 پاؤں پڑ کر انہیں وکے حنا کو کیا غرض
 شکوہ بیداد سے اہل وفا کو کیا غرض
 سیکدے میں جاؤں مجھے پراسا کو کیا غرض

کفر و ایمان سے نہیں کچھ بحث لکھتا ہر ریاض
 کیوں بیٹے جھگڑے میں اس مرد خدا کو کیا غرض

وہ لوٹنے کو بیٹھے ہیں تیری بہار شمع
 جلوسے سے تیرے بزم میں روشن ہزار شمع
 میری لحد پر آکے ٹکد رہی ہے تو
 بے بات یونہی کاٹی گئی بزم میں بان
 موج رواں سے پھیلی ہے بجلی کی روشنی
 اللہ جل رہی ہے یہ کیسی مجھی ہوئی
 اُس انجمن کی آگ ہے دل میں لگی ہوئی
 خلوت میں اٹھ کے تو بھی گئی تھی عدو کے ساتھ
 کچھ کم نہیں کسی سے ترا حسن و لفروز
 رُخ پر ہوا سے آتی رہی بار بار زلف
 بڑھ کر نہ گل بنے کہیں پھولوں کا ہار شمع
 قربان شمع چاند سے رخ پر نشا شمع
 پروانے پر نکال نہ دل کا غبار شمع
 بے اعتبار شمع ہے بے اعتبار شمع
 روشن ہے میکہ کے میں کوئی سو ہزار شمع
 میرے مزار پر ہے مری سو گوار شمع
 پروانے سے سوا ہو جہاں بقیر شمع
 کب سے مچی ہے بزم میں تیری پکار شمع
 پڑیچ موج دود سے گیسو سنوار شمع
 گل انجمن میں آج ہوئی بار بار شمع

ہم بھی گئے تھے آج مزارِ ریاض پر
 پڑ مرده چند پھول تھے اک اشکبار شمع

کافر بتوں کے نام ہوں کیونکر تمام حفظ
 اتنے خدا کہ ہونہ سکیں جن کے نام حفظ
 مطلب نہ ضبط ہو کوئی فقرہ چھوٹ جائے
 قاصد نے حرف حرف کیا سب پلیم حفظ
 روزنامہ ہوا اور بھی باعث ثواب کا
 پڑھتا ہوں سوز میں نے کہے ہیں سلام حفظ
 دوزخ کا ڈر نہیں ہے تو پتھر کی آگ کیا
 کافرتو ہمیں ہے خدا کا کلام حفظ
 پیتے ہی یاد آگئے بھولے ہوئے سبق
 بوجھ کو کسی مقام سے ہی ہر مقام حفظ
 سینہ خانے میں نماز جو کی تو نے جلد ختم
 سورہ بڑا نہ تھا کوئی تجھ کو امام حفظ
 تیکو قفس میں تیری سناؤں کا گفتگو
 صیاد باتیں کی ہیں تیری زبرد ام حفظ

کس کو نہیں ہے قدر ہمارے کلام کی
 لوگوں کو ہے ریاض ہمارا کلام حفظ

سرکارِ حسن سے یہ ہوئی ہے سزلے زلف
 مشاطہ سر چڑھی ہے کوئی کیا بلائیں لے
 دیکھیے تو کوئی گیسوؤں والوں کی شوخیاں
 ایسا نہ ہو کہ ہاتھ سے اُس کے شکن بھی جائے
 اس لاگ کا لگاؤ کا باعث نگاہ ہے
 دل کو ہے پیچ و تاب کہ یہ چاہتی ہے کیا
 گیسو سوار نے کی ادا کہہ رہی ہے کچھ
 طوق گلو کی یاد نہ ہم کو کبھی ستائے
 چوٹی نے کس سے ہیں سُر دست پاؤ زلف
 موتی پروکے بن گئی وہ تو خدای زلف
 اب میرے دل کا نام ہے نا آشنا زلف
 اس طرح آستین نہ ہم پر چڑھاؤ زلف
 دل کی نہ کچھ خطا ہی نہ کچھ خطا زلف
 کچھ زلف ہی کھلے تو کھلے دعاؤ زلف
 دشمن کے گھر کی بات کہنا تکناؤ زلف
 زندان سے ہم جہاں گئے سے لگاؤ زلف

اک تم نہیں کہ زلف کو ہونا زلے ریاض

دیوانے سوہنار ہیں تم سے فداؤ زلف

روٹھے ہوئے کہ اپنے ذرا اب مٹاؤ زلف
 درگزرے دل کی یاد سے ہم جان تو بھی
 وہ کیوں تائے ہم کو دل گمشدہ کا حال
 بکھرے ہال دیکھ لیا کس کو بام پر
 پیارا ہے دل تو ناز بھی دل کے اٹھو زلف
 پیچھے پڑی ہے جان کے اب کیوں مٹاؤ زلف
 پوچھیں جنابِ خضر تو رستہ بتاؤ زلف
 ہر وقت ہاؤ زلف ہی ہر لحظہ ہاؤ زلف
 پہنچے نہ تیرے کان میں اے دل صداؤ زلف
 کس طرح ان جینیوں کے بھرتی ہی ہے کان

نیا دل ہے نئی آلفت نیا داغ
 بہار آئی ہے اے ببل ملیں گے
 بُرے ہم۔ داغ پایا دل کے بدلے
 وہ دل کے مدعی یہ کون دل کا
 مبارک آرسی کو چاند سی شکل
 ارے ظالم مرا غن شتہ دل ہے
 پھلے پھولے ہوئے سوانح صدقے
 ہمارے زخم تو مہنتے تھے ہم پر
 جو چکا آفتاب حشر بن کر
 ملی مٹی میں اور اک چاند سی شکل
 یہ کس کی موت مجھ سے کہہ ہی ہے
 بظاہر کچھ نہیں واقع میں یہ ہے
 ہمارے داغ سے ہے قبر روشن
 انہیں غم نے انہیں کھایا اجل نے
 سزا دل کی دکھائے جو مراد داغ
 چمن کو پھول دل کو خوش نما داغ
 تم اچھے۔ لے لیا دل دیدیا داغ
 بُری ہوگی اگر ابھرا ذرا داغ
 مبارک میرے دل کو چاند سا داغ
 لگایا تو نے دامن میں بُرا داغ
 ارے جگو بہت پھولا پھلا داغ
 بنے اب خندہ ونداں نما داغ
 ابھی تو میرے دامن میں تھا داغ
 بُرا پہلے سے بھی یہ دوسرا داغ
 نہ دے ایسا کسی کو بھی خدا داغ
 مٹے ہم مٹ گیا دل مٹ گیا داغ
 چراغ گور سے اچھا رہا داغ
 ریا ضاب ہیں نہ اب ہیں میرا داغ

حشر میں بات کیا تھی وہ جس نے کیا عرق عرق
 رنگٹے اب بھی سُرخ رنگِ شہاب سے بھی سُرخ
 یار کا چہرہ عتاب آج بنا ہے آفتاب
 کیسی بھینسی فتنس ہیں آج جاں گھٹ فتنس میں آج
 حال ہے کیا دم وصال شکل ہوئی ہو کیوں نہ حال
 پس تو بے لے جناب دیکھ کے مڑ سے اجتناب
 داوڑ حشر عفو کر اُن کی جفا سے درگزر
 پی کے ہو مڑو تجو بے حجاب تو نے پی کہاں شراب
 اور ہوا میں تھے یہ کل حشر میں کیا ہوا وہ بل
 اہل حرم کو ہونہار آج تو زمزمی میں یار
 دیکھ کے شیشہ شراب آئی نہ محنت کو تاب
 اُس نے کہا شراب ناب ہیں نہ کہا عرق عرق

تو بے بہنیں ہے اب عذاب مانگیں یا ضل اگر شراب

کہہ وہ نہیں ہے اے جناب ہوں تو ذرا عرق عرق

دل لگانے کے ہیں ہزار طریق جان جانے کے ہیں ہزار طریق
 کبھی منہ ہدی تو ہے عتاب کبھی رنگ لانے کے ہیں ہزار طریق

بل کھاکے دوش ناز سے گرنا ادم ادم
 وہ زلف اور ہاؤدہ کا فرا داؤ زلف
 لیکر بلائیں خود وہ کشاکش میں پڑ گیا
 دل زلف کو ستائے نہ دل کو ستائی زلف
 پھندے میں اس کے طائر دل آ رہیگا آپ
 مرغِ نظر کو دام میں پہلے پھنساؤ زلف
 پینکائے اور یہ جو بنوں رہنمائے دل
 صد سالہ زائد دل کو تو برسوں جھٹلاؤ زلف
 آشفنگان زلف کا برہم ہے کیوں مزاج
 کہتا ہے کون کوئی نہ ہو مبتلاؤ زلف
 سائے سے اس کے بھاگتے ہیں لوگ دو دو
 بگڑی ہوئی ہے آج کل اسی ہواؤ زلف

تم نام اُن کی زلف کو رکھتے ہو کیوں تیا ض
 سُن لے تو یک ایک کی سو سو سنائی زلف

پھر آخر گردش قسمت کہاں تک	تھکائے اور دورِ آسمان تک
ہمیں ہم میں زمیں سے آسمان تک	بڑی اس دل کی میتیابی کہاں تک
زباں تھک جائے جولائے زباں تک	دم وعدہ اُنہیں ہے بار ہاں تک
جو بھر جاتے زمیں سے آسمان تک	مجھے پیٹا پڑے آخر وہ آنسو
قفس سے یوں ہم آئے آشیان تک	کوئی سو بار اڑے سو بار بیٹھے
کہ آکر رہ گیا میری زباں تک	گلہ بھی تھا کسی کا راز کوئی
قفس جائے گا اڑ کر آشیان تک	سلامت ہیں اگر میرے پرو بال
اُنہیں پہنچا دو چشمِ پاسبان تک	مری بیداریاں بیکار کیوں جائیں
کہ ٹکڑے ہو گئی میری زباں تک	کچھ اس نے اس طرح کاٹی مری بات
ہمارا ہاتھ پہنچے گا جہاں تک	جنوں سے ہم نہ کوتاہی کریں گے
پہنچ جائیں کسی کے آستان تک	خدا یا میرے سجدے دور ہی سے
پہنچ جاتے جو گرد و کارواں تک	سہارا کچھ تو در ماندوں کو ہوتا
اسے پہنچائیں گے وہ آسمان تک	مری فریاد سن کر چپ رہیں گے
مزا اس کا ہے کچھ میری زباں تک	مجھی پر چھوڑ دو میری مئے تلخ
مرے ناقوس تک میری آواز تک	کلیسا و حرم دونوں ہیں آباد

بات کیا چاہئے بگڑنے کو روٹھ جانے کے ہیں نزار طریق
 غیر کہے مومن پر نہیں موقوف منہ بنانے کے ہیں نزار طریق
 روٹھیں سو بار کچھ نہیں پروا کہ منانے کے ہیں نزار طریق
 غیر کے گھر کی سینکڑوں اہیں ان کے جانے کے ہیں نزار طریق
 کہتے ہیں وہ مرے جواب میں شعر منہ پڑھانے کے ہیں نزار طریق
 کھلے رستے ہیں زلف کے ائے دل چلے آنے کے ہیں نزار طریق
 کہہ رہی ہیں ادائیں ساقی کی مے پلانے کے ہیں نزار طریق

کہہ رہا ہے یہ دست شوق ریاض
 گدگد آنے کے ہیں نزار طریق

کہ بدلنے لگا نقاب کا رنگ	ہنیں چھپتا ترے عتاب کا رنگ
ظالم اُف رہی ترا شباب کا رنگ	بھر گیا آنکھ میں شراب کا رنگ
اور ہی کچھ ہی اضطراب کا رنگ	اب تو لالے ہیں جان مضطر کے
اڑ گیا محنت شراب کا رنگ	تیرے آتے ہی ہو گئی پانی
دیکھنا دیدہ پُر آب کا رنگ	رنگ لائے گا دیدہ پُر آب
حشر کے روز آفتاب کا رنگ	داغ و امن نے بھی کیا پیدا
دیکھتا جا مری شراب کا رنگ	شیخ جانا ہے تنجو جنت میں
کہ بڑھاپے میں ہر شباب کا رنگ	صدقے میں اپنی پارسائی کے
صاف ہر شجر پُر آب کا رنگ	خون سے جیسے واسطہ ہی نہیں
ہنیں چڑھتا کبھی شباب کا رنگ	ریش و اعظ سفید ہے کتنی
جس کا سایہ بھی نہ گلاب کا رنگ	رنگ کا اس کے پوچھنا کیا ہے

سچ ہے اے حضرت ریاضیہ بات

کہ ہر دستے ہے جناب کا رنگ

پیتے ہی آگیا شباب کا رنگ	آتے ہی چھا گیا شراب کا رنگ
پھوٹ نکلتا ترے شباب کا رنگ	اور سے اور ہے نقاب کا رنگ

کچھ ایسا ربط ہے صیاد کے ساتھ ہمیں ہم میں نقص سے آشتیاں تک
 ہمیں ٹھکراتے جائیں جو دماں جائیں پہنچ جائیں یونہی ہم آشتاں تک
 معاصی کے سوا دود و فرشتے انہیں لاوے پھر دیاں کبیاں تک
 پہنچ جاؤں جو یارب میکدے میں مرایا فی بھرے پیر مغاں تک
 وہ غوگر نالہ دشمن کا ہو بناے نہ سنتا ہو جو حرف داستاں تک

ریاض آئے میں ہے ان کے ابھی دیر
 چلو ہو آئیں مرگ ناگہاں تک

کوئی پوچھے نہ ہم سے کیا ہوا دل
 یہ کہہ کر دے دیا مجھ کو مراد دل
 مرادے جائے گی مجھ کو تری آنکھ
 چہن میں جو کھلا گل میں یہ سمجھا
 اٹھے گا لطف صحبت کا ابھی تو
 کسی سے یوں دغا کرتے نہیں ہیں
 قیامت ہے تمہاری چلیبی شکل
 ہمارا دل ہمارے کام کا ہے
 بہت ہی رحم کو اپنے جام پر ناز
 کسی کا زور پھر چلتا نہیں ہے
 اسے کس منہ سے کہتے ہو بڑا تم
 گیا وہ داغ لے کر داغ دے کر
 حسیں اس کو بڑا سمجھے بچی جاں
 کہیں کیا کس نے ٹوٹا کس کو ٹوٹا
 وہی اچھا تھا اس چھاتی کی سل سے
 ہوا کیا لٹ گیا دل مٹ گیا دل
 ہمیں کو سے گا دے گا بدعا دل
 مرادے جائے گا شجھو مراد دل
 کہ ہے میرا یہ مرجھایا ہوا دل
 نئے تم ہونے ہم ہیں نیا دل
 ارے او بے مروت بے وفا دل
 قیامت ہے ہمارا چلبلا دل
 کہاں پائیں تمہارے کام کا دل
 ذرا لانا مرا ٹوٹا ہوا دل
 کسی سے جب کسی کا گل گیا دل
 تمہیں کس دل سے دیتا ہوں دعا دل
 نشانی دے گیا دل لے گیا دل
 بڑا بن کر بہت اچھا رہا دل
 لٹے ہم تم لٹا جو بن لٹا دل
 بدل دیتا کسی بُت سے خدا دل

چہرے پر آگیا عتاب کارنگ	قہر ہے مہر اس نقاب کارنگ
ساتھ تھائے کے ابر رحمت بھی	ہر گنہہ پر چڑھا ثواب کارنگ
قدم آئے یہ کس کے معشر میں	ہو گیا زرد آفتاب کارنگ
برق تاب ایک ایک تار نقاب	ہے نرالا ترے حجاب کارنگ
وہ نے سُرخ وہ سیہ بوتل	وہ بہار اور وہ سحاب کارنگ
دور سے بوسہ لیں مے لب شوق	ٹپکے رخ سے تری شباب کارنگ
چھا گیا سر پر آگے ابر بہار	جم گیا آتے ہی شراب کارنگ
بوسہ لیتے ہی نیند بن کے اڑا	دیکھنا میرے مست خواب کارنگ
اُترا اُترا وہ بام پر چہرہ	پھیکا پھیکا وہ ماہتاب کارنگ
پہلے تو سے بھگوئی ریش سفید	دیکھ اے شیخ پھر غضاب کارنگ
گل غارض نے یہ اثر ڈالا	بن کے بلبل اڑا گلاب کارنگ
آتش ترے اور سُرخ کیا	نئے سے ملنے لگا گلاب کارنگ
ہم نے ان سے کیا ہر صاف سوال	دیکھنا ہے ہمیں جواب کارنگ
چشم پر غل کارنگ لانا کیا	کیا حباب او کیا حباب کارنگ
حسن۔ انسان کو مے کے دیکھ لیا	آتش و باد و خاک آب کارنگ
لین وہ دامن مگر گلاب کے بھول	بار و امن جنھیں گلاب کارنگ
پائے رنگیں کی خاک بھی تو نہیں	کیا دل فاناں خراب کارنگ
جان کا ہے عذاب ہجر کی رات	کتنا کالا ہے اس عذاب کارنگ
خون رولتے ہیں جناب ریاض	کیا اڑ لے کوئی جناب کارنگ

بہت ہی لطف سوان سے ملی آنکھ بہت ہی لطف سوان سے ملا دل

دل مرحوم آتا ہے بہت یاد

ریاض ایسا کہاں اب چلن لاد

چھوڑتے ہیں گدگداتے ہیں پھر رماں آج کل
جھوٹے سچے کوئی کرے عہد و پیمان آج کل
گھونٹ دی میرا گلا کچھ زور اگر اس کا چلے
ہاتھ سے میری ہر تنگ اتنا گریباں آج کل
چڑھ گئے دیوار زندان پر کبھی اترے کبھی
ہم بنیں سیاہ دیوار زنداں آج کل
روز راتوں کو سنا کرتا ہوں آواز قیس
پھاڑے کھاتا ہی مجھے خالی پیالیاں آج کل
اے عروس تیغ کچھ جکڑ دیا بھی چاہیے
کیوں گلے پڑتی ہو تو ہو ہو کے عریاں آج کل
سنگ دل کافر کا شائد ٹوٹتے دیکھا ہو کفر
ٹوٹ کر ملے ہیں مجھے اس کے دریاں آج کل
آگیا ایسا ہی اب کافر زمانہ کیا کریں
دلے پھرتے ہیں بغل میں لوگ لیاں آج کل
رات دن ہے میری تربت پر سینوں کا ہجوم
دیکھنے کی چیز ہے گور غریباں آج کل

دن کو روزہ عید شب کو عجب شغل ریاض

رات بھر پیتا ہے یہ مرد مسال آج کل

آفت ہماری جان کو ہے بیقرار دل
یہ حال ہے کہ سینے میں جیسے ہزار دل
لے اے نگاہ شوخ یہ ہے بیقرار دل
سینے سے میرے دل کے چلی تو ہزار دل
داغوں کا باغ کوئی ہے یہ داغدار دل
پہلوں کی اپنے لوٹ رہا ہے بہار دل
ہٹتا نہیں ہے آنکھ سے میری سبھی طرح
پتلی بنا ہوا ہے شب انتظار دل
یہ جان کر کہ دل ہے کوئی کھیلنے کی چیز
کس پیار سے وہ مانگتے ہیں بار بار دل
ظالم بتوں کے جوڑا اٹھانے کے واسطے
دیتا نہیں ہے کوئی ہمیں ستار دل

تہا رہی راہ میں وہ بھی پڑا ہے ذرا دیکھے ہوئے ٹوٹا ہوا دل

کوئی اب مفت بھی غاماں نہیں ہے

ریاض ایسا گیا گزرا ہوا دل

قیامت شوخ آفت چلبلا دل	مراد دل اور پھر کیسا مراد دل
ترے گیسو سے ہوا لچھا ہوا دل	بہت اب حد سے اپنی بڑھ گیا دل
تہاے ہاتھ کا تل بن گیا دل	تہیں دھوکا نہ دے بہر ویا دل
خدا کو جان سوینی دل بتوں کو	ہمارے پاس کیا تھا جان یا دل
مجھے دیکھا تو بولے بزم میں وہ	نئے آسے میں لے کر یہ نیا دل
ترے گیسو سے یہ بل کر رہا ہے	کچھ اب اوزلفوں والی بڑھ چلا دل
ہماری جان یہ بن گئی ہے	نہ دے دشمن کو بھی ایسا خدا دل
نہ رنگ آئے تو اس کی کیا خطا ہے	خدا کے ساتھ کیوں سانا گیا دل
منائے کو کس کو کون سمجھائے	ادھر معشوق ادھر بگڑا ہوا دل
ابھر کر داغ لایا ہے نیا رنگ	برابر دل کے ہوا اک دوسرا دل
مرے حق میں یہ پتھر کا بنا تھا	خداوند ایتوں سے مل گیا دل
حیموں کو سمجھتا ہی نہیں کچھ	بہت بنتا ہی خود میں خود نما دل
ملیں گے حشر میں دل لینے والے	بلے کا حشر میں بچھڑا ہوا دل
رہے گایا و دل کا دل سے ملنا	ملی دنیا ملے ہم تم ملا دل
بہار آئی کہ آئی وصل کی شام	کھلے غنچے کھلی کلیاں کھلا دل
وہ نادک کو نگاہ ناز سمجھا	اسی دھوکے میں تو مارا پڑا دل

بڑھاپے میں ثابت ہو کر وزوئے ہم نہ آنے کے قابل نہ جانے کے قابل

یہ کہتی ہے حضرت کی ریش حنائی

ریاض اب بھی ہیں رنگ لانے کے قابل

ہوئے ہیں وہ منہدی لگانے کو قابل	ہوئے ہیں وہ اب نگ لانے کے قابل
کن آنکھوں سے دشمن کو ترور رہے ہو	یہ آنکھیں میں آنسو بہانے کے قابل
یکلیاں صبا ہیں ترے چھیڑنے کو	حسین میں مے گد گد آنے کے قابل
جو خلوت میں مل جائے میں بھنی چٹوڑوں	پریشی شیشے کی ہے اڑانے کے قابل
براہو ترا تو نے اے شوق عصیاں	نہ رکھا ہمیں منہ دکھانے کے قابل
یہ افتادہ دل ہے جنازہ عدو کا	نہ چھوٹا نہیں یہ اٹھانے کے قابل
سُنے میں نے حالات فرما دو جنوں	یہ ٹکڑے ہیں میرے فسانے کے قابل
زمانہ بنا دے جنہیں اب وہی ہیں	زمانے کے لائق زمانے کے قابل
وہ یونہی جھکی ٹپتی ہے بارگاہ سے	نہیں شاخ گل آشیانے کے قابل
ویا تیری رحمت نے مسجد کا موقع	نہ تھا ترے آستانے کے قابل
بڑی ہی مصیبت کرتے چنے تھے	نہ ٹھہرے ہمیں آشیانے کے قابل

ریاض آسمان کے ستارے ہو رہیں

نہیں اے بتو یہ ستارے کے قابل

شگفتہ پھول حسینوں کے ہار کے قابل	جو خشک ہوں تو ہمارے مزار کے قابل
ہزاروں داغ دل و اغدار کے قابل	ہزاروں چاند سی شکلیں میں پیار کے قابل
پیر خنجر خنجر سی شے اک سیاہ بوتل کی	بنیہاں بھی ہے سبز زار کے قابل

اے حسن یا تیر ہی وہ الفت نہیں رہی
 بیٹھے رہو درازی مژگان لئے ہوئے
 وہ نفل میں ایک دوسرے کے در و کوثر یک
 دل سے بھری بھری ہر تڑپ حشریم سرگیں
 وہ دن گئے گئیں غم الفت کی لذتیں
 اشد سے داغ ہائے جنوں کی شکستگی
 اتنا تو ہو کہ آنکھ میں معشوق دیں جگہ
 بد خو بھی بد مزاج بھی شیدائے حسن بھی
 اب آرزوئے یار کو کرتا ہے پیار دل
 بے نادک نگاہ نہ ہو گاشکار دل
 میں دل کا غمگار مرا غمگار دل
 رکھتا نہیں کسی سے ذرا بھی غبار دل
 اب تو ہے مبتلائے غم روزگار دل
 بن کر ہا حسینوں میں پھولوں کا ہار دل
 پیدا کرے نگاہ میں کچھ اعتبار دل
 اچھا مجھے دیا مرے پروردگار دل

اس خوف سے ریاض گئے ہم نہ سوئے طور

بجلی سے لڑنے جاے کہیں بے قرار دل

جو تھے ہاتھ منہ دی لگانا کو قابل
 عناد دل بھی کلیاں بھی گل بھی صبا بھی
 ترے ہاتھ میں رنگ لانے کے قابل
 وہ اب ہو چلی ہیں ستانے کے قابل
 یہ کھینچ کر ہوئی ہے اڑانے کے قابل
 نہیں شرم سے آنکھ اٹھانے کے قابل
 جلا دل نہیں ہے جلانے کے قابل
 مرے ٹوٹے پر میں اڑانے کے قابل
 جو تھے تھے کچھ آشیانے کے قابل
 جو تھے ہاتھ منہ دی لگانا کو قابل
 عناد دل بھی کلیاں بھی گل بھی صبا بھی
 ترے ہاتھ میں رنگ لانے کے قابل
 وہ اب ہو چلی ہیں ستانے کے قابل
 یہ کھینچ کر ہوئی ہے اڑانے کے قابل
 نہیں شرم سے آنکھ اٹھانے کے قابل
 جلا دل نہیں ہے جلانے کے قابل
 مرے ٹوٹے پر میں اڑانے کے قابل
 جو تھے تھے کچھ آشیانے کے قابل

ایسے نازک ہیں کہ وہ جب بھی گر گم فغان
 باغبانِ عجب یہ گلشن میں جما ہے تیرا
 مجھ کو صیاد نے، صرصر نے نشیمن کو لیا
 تیرے منتقار سے یہ پھول تو اُٹھنے کے نہیں
 باغبان تو نہیں صیاد کہ سُن لے اُس کی
 گل نشین کے لئے دامنِ گلہیں میں کہاں
 اے صبا چاک بھی ہو پاک بھی ہو دامنِ گل
 منہ بن بھی کلیوں کے جو بن کا یہ کہتا ہو ابھار
 کہیں یہ بھی نہ نکال جائے سہارا پا کر
 ایک کانٹے کی تانی ایک ہی سا پنچ کی ڈھلے

بولے پڑ جائیں زباں میں تیری چھالے بلبل
 پنکھڑی کیا کوئی تنکا تو اٹھا لے بلبل
 آسمان ٹوٹ پڑا پھٹ پڑے ڈالے بلبل
 کیوں لُٹھا جاتی ہو تو موم کے پیالے بلبل
 اب قفس میں تو ذرا چونچ سنبھالے بلبل
 میری تربت سے کوئی پھول اٹھا لے بلبل
 اب بھی مٹے نہ کوئی بات نکالے بلبل
 اپنے سینے سے ہمیں کوئی لگا لے بلبل
 نالہ کرنے میں فردا دل کو سنبھالے بلبل
 کچی کلیاں میں کہ دل کے ترے چھالے بلبل

ایک میں بلبل گویا ہوں گلستاں میں ریاض
 اب کہاں باغ میں میں بولنے والے بلبل

مالِ حشر میں کچھ ہو مرے گناہوں کا
 جو دل میں داغ نہ ہو تو پیش ہم کرتے
 ہزاروں گور غریباں کہاں کہاں سے چوں
 عبث ہر رشک جو انوکھ میری پیری پے
 مرے گناہ مرے اعتبار کے دشمن
 خدا ہی جانے 'مرار' اُس کے یہ کیا ہوں
 وہ بن کے آنکھ کی پتلی رہے 'کرم' اُن کا
 مرے کی چیز اُتاری خدا نے دنیا میں
 فلک کی تاروں بھری کہکشان بُنی کیا ہے
 بڑے مرے سے گزرتی جو کوئی مل جاتا
 وہاں گور نہ کچھ زور آسماں چلتا
 یہ چادر اچھی ہے میرے مزار کے قابل
 حسین شوخ دل بے قرار کے قابل
 زمینِ شعر نہ نکلی مزار کے قابل

ریاض کوئی نہ اُن کی بہار دیکھ سکا

یہ داغ دل تھے کسی لالہ زار کے قابل

پھولِ شبِ نیم سے بنے کیا بلبل
 چمن سُن کے ہیں سب سے زلے بلبل
 آشیانے سے نکل کر نہ ہوا باغ کی کھا
 سب مجھے زہر کریں، ایک سے ہی ایکٹھا
 اوس سے اپنی لگی آج مجھے لے بلبل
 دیکھ کر بول گئے زلفوں کو کالے بلبل
 کہیں تنگو نہ ہوا باغ کی کھا لے بلبل
 اُن کے نادک 'مری' آئیں بڑے لے بلبل
 پہلے منقار سے تو کھودا تھا تے بلبل
 بھلیوں نے بھی پر وہاں نکالے بلبل

سوتے میں کام آئی نہ کچھ چشم نیم باز
کھل کھیلے آج یار کے بند قبا سے ہم
ہم جانتے ہیں خوب اداؤں کی شوخیاں
ہم ہیں اداس خاس ڈیریں کیا قصا سے ہم
اٹھ جائے بار شرم تو سو فتنے ہم اٹھائیں
کہتی ہے وہ نگاہ دے ہیں حیا سے ہم
حوروں کے بدلے ہوں بہت کافر میں نصیب
تم کو اگر ستائیں تو پائیں خدا سے ہم
کرتے نہ ہم وفا تو نہ بڑھتے جفا و جور
شرمندہ وہ جفا سے تو اپنی دعا سے ہم
مکن ہے جا کے عرصہ محشر میں سر اٹھائیں
تیری گلی میں دب کے رہو نقش پا سے ہم

اُن کے لئے مرنے کی سزا ہے یہی ریا ضل

محشر میں مانگ لیں گے بتوں کو خدا سے ہم

دیکھے جاتے ہیں کب تک گور کئے اس میں ہم
آنکھ کی پتلی رکھ آئے دیدہ مدفن میں ہم
سایہ اس کا جنت الفردوس تھا بہر نگاہ
رنگت بواب وہ نہیں پاتے گمشدہ میں ہم
یاد دلو آتا ہو کس کی جا بھی اے جوش بہار
باغ کے بدلے ہیں گے آتش گلخن میں ہم
حسن صورت حسن سیت کو ملا کر خاک میں
بہر تسکین خاک تربت لاؤ میں دامن میں ہم
اپنے کیا تاثیر غم سے غیر بچ سکتے نہیں
زار اتنا کر دیا ہم کو غم و اندوہ نے
وائے حسرت تربت پر نویں وزن نہیں
نرم و نازک خندہ گل سے تری آواز تھی
سایہ خاتون جنت میں ہے اُن کی کنیز
نور کا پتلا ہوا شاید کوئی دھن بحق
نور بن کر چشم تربت میں ہے ہوا لے ریا ضل

آنکھ کی پتلی رکھ آئے دیدہ مدفن میں ہم
رنگت بواب وہ نہیں پاتے گمشدہ میں ہم
باغ کے بدلے ہیں گے آتش گلخن میں ہم
بہر تسکین خاک تربت لاؤ میں دامن میں ہم
دور کہتا ہے جگہ لیں گے دل دشمن میں ہم
رشتہ ہمارے نظر ہیں دیدہ سوزن میں ہم
پتلی رکھ آئے چھپا کر دیدہ روزن میں ہم
ڈھونڈتے ہیں نغمہائے لبس گلشن میں ہم
جان دے کر جائیں گے اگلند کے گلشن میں ہم
جلوہ کس کا دیکھتی ہیں آج اس مٹن میں ہم
داغ بن کر اب رہیں گے لالہ گلشن میں ہم

اُن کے کوچہ میں اگر جاتے ہیں ہم راہ چلتے دامن اُلجھاتے ہیں ہم
 چوم کر منہ گالیاں کھاتے ہیں ہم اس سزا میں بھی مزا پاتے ہیں ہم
 کیا ہوا کیوں تم سے شرماتے ہو تم کیا ہوا کیوں تم سے شرماتے ہیں ہم
 جب کوئی تدبیر بن پڑتی نہیں اپنے دل کو آپ سمجھاتے ہیں ہم
 تو تباہ دے تیری صورت کے نثار تیرے صدق کیون ہو جاتے ہیں ہم
 نشہ نئے سی جھکی پڑتی ہے آنکھ کہہ رہی ہیں نیند کے ماتھے میں ہم
 کوئی جاتا ہو چھڑے پہنے کہیں گود میں اپنی اٹھلا لاتے ہیں ہم
 اپنی تربت کا یہی ہو گا چراغ داغ جو دل پر لئے جاتے ہیں ہم
 اس مزے سے کچھ کلیم آگا ہیں بے خودی میں جو مری پاتے ہیں ہم

بس نہیں چلتا حسینوں سے ریاض

کچھ مزے میں ایسے آجاتے ہیں ہم

کہنے بھی کچھ نہ پائے تھو آہ رسا سے ہم سنا پڑا کہ آج لڑیں گے ہوا سے ہم
 ضد آپ کو اثر سے اثر کو دعا سولاگ فرمائے تو ہاتھ اٹھالیں دعا سے ہم
 پیسے کیسے یہ کہتے ہیں فتنے دم خرام اتنی بڑے حضور قیامت فرما سے ہم
 محشر میں اپنی جام بکف حور زاہدو اچھے ہے یہاں بھی تمہاری دعا سے ہم

مشر میں نفع جو گئے بھی تو کیا گئے جی چاہتا ہے شکل نہ اپنی دکھائیں ہم
 پیر میخان بچے نہ کوئی مینچے بچے اس طرح کے واسطے کہے کو جائیں ہم
 افلاس بھی مرض بھی بڑھا پاپا بھی نصف بھی کیا جا کے اب نصیب کہیں آزمائیں ہم
 دیں گے ضرور حضرت ساحر سخن کی داد

سرکار کو زیاض غزل یہ سنائیں ہم

پایا جو تجھے تو کھو گئے ہم بیدار ہوئے تو سو گئے ہم
 دل میں لئے غیر کو گئے ہم ایک آئے عدم سے دو گئے ہم
 مشر میں لگی بھجانے اے شیخ سیدھے تنیم کو گئے ہم
 سمجھ نہ وہ زخم و داغ دل ہے لے کر نئے پھول دو گئے ہم
 بھر کر دم نزع اک دم سرد جنت کی ہوا میں سو گئے ہم
 اب دشت نور و عشق جو ہو اس راہ میں کانٹے بو گئے ہم
 کوثر کا مٹا ذکر و حوض نے پر ہم کہہ کے گرے کہ لو گئے ہم
 اللہ بچائے دشت رز سے یہ آئی کہ مست ہو گئے ہم
 اب کشش حساب کیسی کچھ مشر میں آئے کھو گئے ہم
 سو کعبہ دین تھے جلوہ افروز خنخانے میں آج جو گئے ہم
 میخانے میں جب کبھی ہم آئے ڈاڑھی رو کر بھگو گئے ہم

اس ج میں وہ بت بھی ساتھ ہوگا

یہ سچ ہے زیاض تو گئے ہم

مل جائے تو شراب کے دریا بہائیں ہم
 چھڑا شب وصال یہ کہہ کر تائیں ہم
 سجدے کریں کبھی نہ کبھی سر جھکائیں ہم
 زور جنوں کے جھوٹے فسانے سنائیں ہم
 لائیں کہاں سے حلقہ گیسوے خم بہ خم
 یوں جھنجھلنے کے پیس ہم پلاؤ۔ تم
 اے طور شوخ بت بھی تو پتھر کی آگ ہیں
 ادسونے والے آج اسی کام کی ہر رات
 جائیں حرم میں توبہ کریں ہو کے پاک صاف
 پھولوں کا فرش گھریز چھائیں گے دل کے داغ
 مل جائے دل انہیں تو ابھی آرسی بنائیں
 ایک ایک کر کے آج تو چڑھیں ہمارے لب
 اے آسمان! وہ درسی اٹھاتے نہیں ہیں
 اُمڈی ہوئی یہ کالی گھٹائیں یہ رت یہ ات
 پھانسیں نکالے جو ہمارے جگر کے تو
 دیوانگان زلف کو ہر ایک ہی سا خبط
 زخم کہیں ہی تازہ کریں ناخن جنوں
 رحمت سوتیری آنہ سکین یہ شمار میں
 اٹھتا ہوا ایک پاؤں تو قہمتا ہوا ایک پاؤں

اللہ دے اگر تو بیس ہم پلائیں ہم
 بولے وہ ہنس کے بات گوان جائیں ہم
 پائیں تو ان بتوں کو گلے سے لگائیں ہم
 قلابے آسمان وزیں کے ملائیں ہم
 لے موج گرد بار تجھے سر چڑھائیں ہم
 یوں بھی ہو شغل مے کہ پیو تم پلائیں ہم
 دیکھے ہو کر ہیں یار کی یہ سب ادائیں ہم
 لے لے کے ہو آ نکھ کے جادو جگائیں ہم
 لت پت ہیں پہلے تو سر نرم نہائیں ہم
 اے شوق یار راہ میں آنکھیں بچھائیں ہم
 مل جائے اسی تو ابھی دل سنائیں ہم
 ادسونے والے شوق پہ افشاں چھڑائیں ہم
 ڈہری انہیں زین سر پر اٹھائیں ہم
 اوز لغوں والے آج تو لے لیں بلائیں ہم
 صیاد تیرے دل میں شین بنائیں ہم
 ہر ایک چاہتا ہو کہ زندان کو جائیں ہم
 جب تک بہار اے نئے گل کھلائیں ہم
 گنوار ہے ہن حشر میں اپنی خطائیں ہم
 نقش قدم کی طرح کہاں گھر بنائیں ہم

چمک جائی مری قسمت بلا میں لے لوں چہرہ کی
یہ چھالے پھوٹ جاؤ سب گریں پھوٹ کر دتا
وہ کیا سمجھے اسے جاڑی میں لے جے سوڑ کو
ترمی محفل کے غم رہ گئے منہ دیکھتے میرا
کہاں یہ بات حال ہی تر می مسجد کو اے زاہد
بہت دیکھی ہیں ہم نے غونچکائی دل کے داغوں کی
شراب ناب کو دیکھا ہے شہد و شیریں جاتے
یہ حلقہ گردِ رخ و لغو کا ہی یا چاند ہالے میں
یہ کم رونے سیاہی آگیا ہر ایک چھالے میں
دبا کر دل کو پہلے رکھ دیا روئی کو گالے میں
بھری تھن بکلیاں کتنی مے ایک ایک نالے میں
سحر ہوتے جو ہم نے دیکھے ہیں مٹ شوالے میں
کلیجا آگیا منہ کو وہ دیکھا داغ لالے میں
نہاں میں طاقتیں کیا کیا ہر اک اللہ والے میں

ریاض اس درجہ وہ نواب کی بخشش عاشق تھی

لپٹ کر رہ گئی تقدیر خلعت کے دوشالے میں

وہی ان بھول بن کر جو رہا ہر گھنڈاروں میں
وہیں جل کر ذرا بجا چمکے میسگس و نیس
ابھی کم سن میں کیا جانیں وہ رسم تعزیت کیا ہے
فرشتوں کا بھٹکنا کیا بھلا معلوم ہوتا ہے
بڑھادی شوق سے صیاد کچھ طول اسیری کو
وہ ڈرتے ہیں زرا اٹھم تھم کے یار بت کلیاں جگمیں
ہمارا جوش مستی میں کوئی کھل کھیلنا دیکھے
سنور کر جب نکلتے ہیں تو ان کے روک لینے کو
دبا جاتا ہوں محشر میں اٹھاؤں آنکھ اوپر کیا
تلا ہی رنگ گل ہے آج کانٹے پر ہزاروں میں
گھٹائیں میں کہ پرانی جاتی ہیں ہزاروں میں
یہ کیا کم ہی جو نہتے آئے میری سوگواروں میں
مرے کیا کیا دکھاتی ہے یہ تباہی ہزاروں میں
مرے لوڈ میں ہم نے جمع بہت اگلی ہزاروں میں
ترپ کر آ رہے ہیں وہ بھی نہ اپنے بے قراروں میں
دبا لی ایک بوتل اور پہنچے سبز ہزاروں میں
ہماری خاک ہوئی ہے برشیاں گہزاروں میں
نگاہ میں سب کی مجھ پر ہیں ہزاروں میں

~!~ خلد آشیان نواب کلب علی خاں بہادر والی رام پور نواب تخلص دم ایچہ بکاو پر کے اس وقت متروک نہ تھا

حشر میں بے خلد و کوثر نہ کہنے والے لوگ ہیں
 رہبرانِ عشق کی کچھ اور ہی ہوتی ہر شان
 حشر میں ندول کو چھوڑا ہوا اچھلے گی برسی
 قدر ان کی چاہئے اور خوبریانِ فرنگ
 جان نیکران کے خنجر کو لگائیں گے گلے
 اٹھ تو بیٹھے دُور لیکن حشر میں آتے نہیں
 دسے کے دل جو چاہو لے وصلۂ آغوش میں
 سرگرازی ہو نہ ان کو لے قیامت یوں اُسٹھا

دیکھ کر مہنتے ہو کیا تم صورتِ بریا کس ریا محض

یہ بڑے پہنچے ہوئے اللہ والے لوگ ہیں۔

جو دیکھی بات نہ کی اپنے مرشد کے پیالے میں
 سو یاد میرے دل کا چشمِ زکس میں بنے پتلی
 عدو نے کیوں کر اپنی بات تیرے کان میں ڈالی
 ترے ہنسنے کو چھین چلیاں کتنی کھلیں کلیاں
 یہ گہرائی کہاں چھوڑا چھپے سے اچھے ظرف والے میں
 نہ ایسا چاند میں عجبانہ ایسا داغِ لالے میں
 جو پتے میں بالی میں بجلی میں نہ بالے میں
 مری روئے سی بانی آگیا ندی میں لے میں
 اتر کتنا تھا لے جیا غم تیرے سبھا لے میں
 جو دیکھی بات نہ کی اپنے مرشد کے پیالے میں
 سو یاد میرے دل کا چشمِ زکس میں بنے پتلی
 عدو نے کیوں کر اپنی بات تیرے کان میں ڈالی
 ترے ہنسنے کو چھین چلیاں کتنی کھلیں کلیاں
 یہ گہرائی کہاں چھوڑا چھپے سے اچھے ظرف والے میں
 نہ ایسا چاند میں عجبانہ ایسا داغِ لالے میں
 جو پتے میں بالی میں بجلی میں نہ بالے میں
 مری روئے سی بانی آگیا ندی میں لے میں
 اتر کتنا تھا لے جیا غم تیرے سبھا لے میں

چھلکتے جام کی مومیں نگاہیں جن کی منتی ہیں
ہیں بیچے کچھ ایسے مست بھی ہیں گساروں میں
خبر غفلت میں کس کو حشر زادینا کہاں پہنچی
یہ ہم اپنے گھروں میں ہیں کہ منہ سے ہیں لڑوں میں

حیمنون ریاض اب ہاتھ اپنا ڈال دیتے ہیں

جنوں سے ڈھونڈتے پھر قیوں ان اچھو لوں کے ہاروں میں

عبث اُمید محشر پر ہمارے دن گزرتے ہیں
میں چُپ ہوں وعدہ محشر پر ان کے وہ ڈیرے ہیں
ہیں بیچے آنکھ دیوڑھی سے کاشانہ دل کی
بلاؤ دام میں لے کی صورت ایک تھی ب کی
شبِ فرقت میں ہم ڈوڈو بننا ماروں کا دیکھا ہے
ہمارے حسرت پر واز پر صیاد کا کہنا
داغ کا اتنا اثر ہے خاک ہونے پر
حقیقت سے ہماری تو نہیں واقف ہوئے نہ ابد
سنا تو یہ سنا وہ محو ترنیں میں شبِ وعدہ
سمجھتا ہوں اسے لغزش اگر زاہد سمجھنے دو
یہ لہرتے میر کا لے گی سووں کے دوشن پر کس کی
قفس میں حسرت پر واز دیکھیں کب نکلتی ہے
کسی کا ہنس کے کہنا موت کیوں آنے لگی تم کو
بہت مشہور اسی سے ہوا زمی تیرے مژگان کی
نہ نہ انا غضب ہیں و اعظو مینہ دہن شیشے

دفا ہوتا ہوں دشمن سے جو وعدہ ہم سو کرتے ہیں
کہ منہ سے جو نہیں کہتے ہیں وہ کچھ کر گزرتے ہیں
اسی پردی میں وہ آکر سواری سوار تے ہیں
کہ آنکھوں سے انہیں دیکھوں جو صدق نہیں تے ہیں
ہمارا دل ابھرتا ہوں دل کے داغ ابھرتے ہیں
اُڑنے کو ہوا میں ہم تمہاری پر کرتے ہیں
دھواں اٹھتا ہوں سینے سے جاس کو یاد کرتے ہیں
یہ عصیان ہم نہیں کریں اس پر نا کرتے ہیں
دے جاتے ہیں خم زلفوں کو فتی میں سنو تے ہیں
بہت ڈر دے اس کی راہ میں ہم پاؤں چھتے ہیں
وہی تو ہیں جو اپنے سایہ گیسو سے ڈرتے ہیں
یہ سن کر روح کا کہنا کہ ہم پر وار کرتے ہیں
یہ جتنی چاہیں دے میں سب ہلاوت ہے نہیں
یہ چھوڑ چھوڑا کوٹ سے دل میں اتے ہیں
کُن کے منہ میں جو آتا ہے بھی کہہ گزرتے ہیں

بہت ہو یونہی لہ جائے اگر زندہ قیامت تک
ہمارے زیدہ دول ایک ہیں باہم کوئی غم ہو
یہی خانہ بچاتا ہے انہیں کتنے گناہوں سے
مرے گھر آئے بھلائے کچھ کانٹے بیاباں کے
نئے گل آئے حسینو موسم گل نے کھلا ہے

ریاض اٹھ کر وہاں سے یونگ نیچی کئے آئے

کہ جو دیکھے یہ جانے ہیں بڑے پرہیزگاروں میں

ہماری داغ یونچکے نہ تھو پھلی بہاروں میں
اخر خود ڈھونڈنا آیا جو بجلی کے شراروں میں
ہیں سو دایر تقاضا ہم ایک نکلیں گے ہزاروں میں
گئے سینخانوں سے کتنے حرم کو فنا نقابوں کو
ترپل میں ہے بجلی کی ترپ بجلی ہوئی دل کی
رہی زندہ قیامت تک الہی نام دونوں کا
مبارک جلو دست رز کی ہوا ماہ مبارک کو
ہماری طرح کتنے جن کی گنتی ہو نہیں سکتی
ٹھہرے حشر تھائیں دناؤں کی پوری ہو جائے
تری دیوانہ تری زلف سے بچھ شام غربت کو
جو رہ کر تجھے مھو کا سادیتی ہو مرو دل کا
سر بام آؤ دم معق نہ تھا کچھ کھل کے کہنے کا

لگا دی آگ ہم ذاب کی جا کر لالہ زاروں میں
کہ نلے اونچے ہو کر گم ہو گئے ہیں آج تاروں میں
ہزاروں سر بکف دیوانے دیکھے لالہ زاروں میں
ہمیں اک رہ گئی ہیں اب پر لہ زبادہ خواروں میں
مڑے کی چیرہ دونوں میں تھاری ہر بقیاروں میں
یقین و کوہکن بھی تھو مڑے بچپن کے یاروں میں
کہ صبح عید بن کر شام آئے روزہ داروں میں
ہزاروں چھل چھل چھہ ہیں ہاں امیدواروں میں
بڑی سوتے ہیں جو یوں پاؤں پھیلاؤ مزاروں میں
کہاں سے آئی یہ کالی بلا شامت کی ماروں میں
کلی ایسی بھی ہو کوئی تری بھیج لوں گے ہاروں میں
ہو مگر کچھ دوسری باتیں شماروں ہی اشاروں میں

بیٹھا ہوں میں یہاں ہے مجھ کوئی کیوں اٹھائے دشمن کے گھر کی راہ ہے اُن کی گلی نہیں
میرے پر و میکہ میں طرف نے رہیں سب جانتے ہیں یہ مری تیت بُری نہیں
جُتہ بدن سے سر سے عمامہ اُتر گیا پینے کے بعد وضع پُرانی نہیں
پوچھیں گے آپ کو نہ ریا ض اہل لکھنؤ

شاعر یہاں ہزار ہیں ایک آپ ہی نہیں

یہ بلا میرے سر چڑھی ہی نہیں میں نے کچے گھرے کی پی ہی نہیں
اُگ ایسی کبھی لگی ہی نہیں کہ لگی دل کی بھر بھی ہی نہیں
ہنی بھی یوں جیسے میں نے پی ہی نہیں منہ سے میرے کبھی لگی ہی نہیں
دل جب تک ہوا شریکِ حنا مہندی اُن کی کبھی پی ہی نہیں
شکر زلفِ حلقہ گیسو بیڑیاں بھی ہیں متکڑی ہی نہیں
کون لیتا بلا میں پکیاں کی آرزو کوئی دل میں تھی ہی نہیں
کس قدر ہون بنا ہوا میں بھی جیسے میں نے شراب پی ہی نہیں
دل میں کیا آئے کیا چلے دل سے تم نے چٹکی تو کوئی لی ہی نہیں
صبح کا جھپٹا تھا شام نہ تھی وصل کی رات رات تھی ہی نہیں
کیوں نے شجق قتل مینا اُس نے ایسی کبھی سنی ہی نہیں
آئے آنے کو فصل گلِ سوار میرے دل کی کلی کھلی ہی نہیں
ہائے بزرے میں وہ سیہ بوتل کبھی ایسی گھٹا اٹھی ہی نہیں
لاگ بھی دل سے ہو لگاؤ کے ساتھ دشمنی بھی ہے دوستی ہی نہیں
منہ لگانا مارا ک آفت تھا غم میں وہ چیز جیسے تھی ہی نہیں

دہاتی ہماری طرح خاک گوران کو بھی
ہمارے قبر کے تختہ پر ہم کیوں آتے ہیں
یہ کیوں مجھ سے تجلی گاہ کا ہر ذرہ کہتا ہے
جو ٹھٹھل کھیلے تھو موسیٰ کی وہ تم سے پردہ کر دیں
وہ جائیں تو چمن میں سکراتی ہیں بہت کلیاں
جو میں دیوانہ جاؤں تو عناد و شور کرتے ہیں
ریاض اس شوخ نے گلگیر اب تو نام رکھا ہے
یہ خدمت ہی ہماری شمع کا ہم گل کترتے ہیں

نشہ سا ہے شراب کا ہر چند پی نہیں
صد تے تہارے ہو ٹھٹھول کبے چن بے منت نہیں
میرا یہ خیال ہے گو میں نے پی نہیں
بوتل کا کاگ زور میں تو بے کولے اڑا
ناصح کے سر پر ایک لگائی تڑاق سے
آتا ہوں مجھے ملنے کو شاید غبارِ قیس
رنگت نہیں ہے شوخ شراب طہور کی
سو آئیں میکہ سے حرم سے کھلا ہے در
چھینٹوں سے میری وصل کی شبنم نہ سکرائے
ہلکی نے طہور سے یہ خانہ ساز سے
مسجد میں آج ہم بھی گئے تھے پے نماز
شامِ شب وصالِ مرے بے قراریاں
سمجھیں غمِ بزمِ وعظ اسے یا رانِ میکہ
ہم جانتے تھے پہلے سو دونوں میں کج ادا
یہ رنگ ہے شباب کا تو زندگی نہیں
اس ضبط کے بنا رکھیں گدگد ہی نہیں
کوئی حسین ملائے تو یہ شے بُری نہیں
ہم گل جلوں کے ہاتھ کی گولی رُکی نہیں
پھر ہاتھ مل رہے ہیں کہ اچھی ٹپی نہیں
اس زور سے کبھی کوئی آمدھی اٹھی نہیں
تیزی بہت سہی مگر اچھی کھینچی نہیں
یہ گھر فقیر کا ہے یہاں کچھ کمی نہیں
پھولوں کی ہار میں کوئی ایسی کلی نہیں
ہر چند خانہ ساز بھی اچھی کھینچی نہیں
دیکھا سلام پھیر کے تو شیخ جی نہیں
اُن کا دبی زبان سے کہنا ابھی نہیں
مشر کی باز پرس ہے کچھ دل لگی نہیں
دو دن بھی زلفِ یار سے ٹل کی بنی نہیں

مراد سے جاؤں ہم کو خواب غفلت مرزا آجائے تم غافل ہو ہم ہوں
 ذرا ہم بھی سنیں تم نے کہا کیا عدو سے جب معرض ہو ہم ہوں
 لئے حلقے میں ہوں سب اہل مشر کمر میں ہاتھ ہو قاتل ہو ہم ہوں
 بنے تل آنکھ کا گھٹ کر شب وصل ہماری آنکھ میں یہ تل ہو ہم ہوں
 تری اُلٹی چھری دل میں آتر جائے عدو جب اس طرح بس ہو ہم ہوں
 یہ تعان کر بیٹھنا ہو وہ آرم مرزا ہے سختی منزل ہو ہم ہوں
 نہ خلوت چاہئے ہم کو نہ معشوق
 ریاض اک آرزو کے دل ہو ہم ہوں

منہ دکھا کر منہ چھپانا کچھ نہیں کچھ نہیں یہ منہ دکھانا کچھ نہیں
 تھا جو کیا کچھ بات کہتے کچھ نہ تھا آدمی کا بھی ٹھکانا کچھ نہیں
 گل ہیں معشوقوں کے دامن کے لئے قبر عاشق پر چڑھنا کچھ نہیں
 ہے تانے کا بھی لطف اک وقت پر ہر گھڑی ان کو ستانا کچھ نہیں
 بے منائے من گئے ہم آپ سے ایسے روٹھے کو منانا کچھ نہیں
 ہاتھ سر گھمیں کے جھٹکے کوں کھائے شاخ گل پر آستیان کچھ نہیں
 یہ حسیں ہیں پیار کر لینے کی چیز ان جینوں کو ستانا کچھ نہیں
 ائے حباب اپنی ذرا ہستی تو دیکھ اس پر اتنا سزا ملنا کچھ نہیں

تو نے تو بہ کی تو ہے لیکن ریاض

بات کا تیری ٹھکانا کچھ نہیں

روز کا حیلہ بہنا کچھ نہیں روز کا منہ دی لگانا کچھ نہیں
 میری ہستی کچھ نہیں یو نہی سہی کچھ بن نہیں کچھ میں نے مانا کچھ نہیں

بزمِ آراے حشر کے صدقے مغل ایسی کبھی جی ہی نہیں
 کچھ مزے میں ہم آگئے ایسے تو بپینے سے ہم نکی ہی نہیں
 کوئی ناخوش ریاض سے کیوں ہو
 اس روش کا وہ آدمی ہی نہیں

جوان سے کہو وہ یقین جانتے ہیں وہ ایسے کچھ بھی نہیں جانتے ہیں
 بڑے جتنی ہیں یہ میخوار زاہد نئے تلخ کو انگلیں جانتے ہیں
 جوانی خود آتی ہے سو جس لے کر جواں کوئی ہو ہم حسین جانتے ہیں
 شبِ ماہ بنتی ہے ہر شب مروگر یہ سب بادہ و ش مجہیں جانتے ہیں
 بناوٹ بھی اک فن ہے جو جانتا ہو تری سادگی کچھ ہمیں جانتے ہیں
 نگاہیں آنکھوں کے گھونگھٹ کر نکلیں ادائیں غضب شرکین جانتے ہیں
 تری کم نگاہی سے ابھری ہیں فتنے تجھے غیر چین بر جہیں جانتے ہیں
 مری جان پر رات بن گئی ہے مرا حال کچھ ہم نشیں جانتے ہیں
 جو واقف نہیں لطیف تجدید سے کچھ وہ توبہ کی لذت نہیں جانتے ہیں
 وہ شرمیلی آنکھیں وہ شرمیلی باتیں وہ ہنسنا بھی کھل کر نہیں جانتے ہیں
 مری پرستی بھی ہے حق پرستی مرا مرتبہ اہل دین جانتے ہیں

بڑے پاک طینت بڑے صاف باطن

ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں

ریاض اک چمکلا سادل ہو ہم ہیں حسینوں کی بھر مخی مغل ہو ہم ہوں
 کہا لیلیٰ سے کس نے دل ہو تو ہو کبھی تو ہو ترا محل ہو ہم ہوں

ریاض باتوں میں اپنی اگر نہیں جادو

پری کوشیشے میں یونہی اتار لیتے ہیں

خاک آنکھوں میں بیٹاں یا کرتے ہیں
نزع میں یار سے پیمان وفا کرتے ہیں
چھیڑتے ہیں میں معشوق بُرا کرتے ہیں
سونپ تے جاتے ہیں شد کو اُن کی باتیں
دل لہو ہونے کا افسوس ہے کتنا اُن کو
وہ بھی کیا وقت ہو تو میں شگفتہ جبل
آپ سوئیں تو سہی آنکھ لگائیں تو سہی
کہتے ہیں کون کفن منہ سے ہٹائے اُن کے
اُن کے جوڑے میں جگہ بانی ہو کیا حضرت اُن
اسلمن کو وہ مجھے سونپ ہی میں پس دین
اچھے بل کھاکے ہو تو آپ بھی سیدھے مجھ پر
ہم کفن میں وہ ڈوٹے میں چھپائے ہیں
نئے و معشوق سے لطف آٹھ پہر بہتا ہے

شوخیال آپ کو نقش کفن پا کرتے ہیں
اُس دغا باز سے ہم آج وفا کرتے ہیں
ہم بھری بزم میں منہ چوم لیا کرتے ہیں
ہم نہ شکوہ نہ شکایت نہ گلا کرتے ہیں
منہدی ملتے نہیں اب ہاتھ ملا کرتے ہیں
وہ بھی کیا وقت ہو جب پھول کھلا کر دیں
وا، ابھی ہم گرہ بند قبا کرتے ہیں
آنکھ حور و دل سے لگائی ہو حیا کرتے ہیں
ہنیں کھلتا ہو کہاں آپ رہا کرتے ہیں
ہاتھ اٹھائی جو سو جرج و عا کرتے ہیں
یہ خطامیری ہے یا تیر خطا کرتے ہیں
کچھ حیا ان کو ہو کچھ ہم بھی حیا کرتے ہیں
چین دن رات جو دن رات مرا کہتے ہیں

سجدہ کرتے تھے بتوں کو کبھی دن رات ریاض

اب تو ہم خدمتِ خاصانِ خدا کرتے ہیں

کوئی لائے اس کو ذرا ہوش میں
شب وصل اٹھائے یہ باہم مزے

یہ واعظ ہو کس خوابِ خرگوش میں
نہ وہ ہوش میں میں نہ ہم ہوش میں

اس کے آگے پھر قن اک چیز ہے مال تو ہے آشیانا کچھ نہیں
 ایسی منس مکھ شکل پر شمع بزم یہ ترا آنسو بہا نا کچھ نہیں
 کہتی ہے بل کھاتی وہ نازک کمر نازنینوں کو ستانا کچھ نہیں
 شوق سے قاضی کے گھڑا لاش کرو میفر و شوہم سے پانا کچھ نہیں
 کہہ گیا محفل میں اک خلوت نشیں کھل کے یوں مینا پلانا کچھ نہیں
 آپ ہوں یا آپ بڑھکر کوئی ہم نہیں تو اک زمانا کچھ نہیں
 اتنے جھگڑے زندگانی کے لئے زندگانی کا ٹھکانا کچھ نہیں

سب حیں تم کو ستائیں گے ریاض
 بات کہتے روٹھ جانا کچھ نہیں

وہ کون لوگ ہیں جو مے اُدھار لیتے ہیں کہ میفر و شش تو ٹوپی اُتار لیتے ہیں
 یہ پائس پردہ نشینوں کا ہو کہ نا لے بھی جو اونچے ہوتے ہیں پردہ پکار لیتے ہیں
 وہ کہتے ہیں ابھی اللہ اتنی طاقت ہے جو کروٹیں کھینچیں ہم بے قرار لیتے ہیں
 بچائیں گے گل و بلبل کو دام گھمیں سے جو کوئی پہنچے تو فضل بہار لیتے ہیں
 یہ ہی ہیں کام نکلتا ہے جن کا بے طاعت مزے کرم کے ترے شرمسار لیتے ہیں
 اُترتے سرش سے ڈرتا ہے تو دعا والے اثر کو ہاتھ بڑھا کر اُتار لیتے ہیں
 شراب کے لئے مینوش منہ نہیں بھیلے جھکیاں نہیں وقت خمار لیتے ہیں
 گناہ گار ہر تلخ ہی ان بتوں کے ہم کہ پانچ وقت خدا کو پکار لیتے ہیں
 مجاہد رنگ کہ اب دقت زمزمہ سنجی چمن میں محکوم غدا دل پکار لیتے ہیں
 پیٹے ہوں کتنی ہی لیکن یہ ہوش رہتا ہے کہ سوتے وقت وہ زیور تار لیتے ہیں

مژگان ہیں یادہ شمع نگاہیں کسی کی ہوں جو دور سے چھین وہی تیر قضا بھی ہیں
 افسردہ ہوں کبھی نہ مرو داغہائے عشق روشن رہیں تو مشعل راہ فنا بھی ہیں
 آہا سنور کے روز لب بام دن رہے غوہینیوں کے ساتھ حسین و نما بھی ہیں
 جب دیکھے تو ہے نئے و معشوق پر نگاہ

بائیں بہ ریاض بڑے پار سا بھی ہیں

ہم سے وفا کریں کہ وہ ہم پر جفا کریں بائیں خدا سے ہم جو بتوں سے دغا کریں
 صیاد اڑا دیا مجھے سر سے اتار کر صدقے ترے ہمارے سر پر اڑا کریں
 وہ دن خدا دکھائے کہ ہم بھی نہیں تائیں یہ نازیں حسین ہمارا گلا کریں
 آنکھوں میں اشک آئی تو ہنسنے کا لطف کیا اتنا زکد گداؤ کہ ہم رو دیا کریں
 سمجھا دو جا کے تو ہی نہیں ان کو نگاہ یاس اب کونسنے کا وقت نہیں ہے دغا کریں
 رکھ لیں ہم آپ لاؤ دل بے قرار میں ایسا نہ ہو کہ تیر تمہارے خطا کریں
 ہم لاکھ پارساؤں کے ایک پار سا بھی موقع سے تم کو بائیں تو بتلاؤ کیا کریں
 پژمردہ پھول بن کے رہے نامراد دل کھل کر تمہارے ہار کی کلیاں سننا کریں

وہ دن کہاں ریاض وہ راتیں کہاں ریاض

بیٹھے ہوئے کسی کی بلا میں لیا کریں

عیش و عشرت سب سہی دم نہیں تو کچھ نہیں ایک دنیا ہو تو کیا جب ہم نہیں تو کچھ نہیں
 نگر میں آنکھوں میں اشک غم نہیں تو کچھ نہیں دست زنجیں سے مرانا تم نہیں تو کچھ نہیں
 صبح کو شب کے ستارے کا گلا شکوہ بٹ جب پریشان گسو بر ہم نہیں تو کچھ نہیں
 عشق سے تھوڑا بہت تو ہو ہر نسا کو لگاؤ دل میں کچھ کچھ درد کچھ غم نہیں تو کچھ نہیں

خرم نے کاڈسے ہو خشک ہے پڑا جام دستِ بلا توش میں
 میں صدقے کسے آج پیار آگیا یہ کون آگیا میرے آغوش میں
 نہ پھیر و نکل جائے گی جان ابھی دہی ہے وہ لبہائے خاموش میں
 بڑھی ہیں دل آدیزیاں حسن کی زمرہ کے آویزے ہیں گوش میں
 سرِ نرم و اعظ سے دبنا پڑا وہ خم سے سوا تھا تنِ توش میں
 ٹھکانا ہے کیا شیخ بدست کا کبھی کہہ دیا ہوگا کچھ جوش میں
 فرشتے مرے بانٹ لیں کچھ گناہ کمی ہو کر انباری دوش میں
 نہیں پاؤں میں صرف منہدی لگی لگے لال ہیں ان کی پاپوش میں
 خدا جانے کہتا ہوں مستی میں کیا خدا جانے کہتا ہوں کیا جوش میں
 بنے دیر الہی یہ کعبہ مرا رہیں بت دل حق فراموش میں

ریاض اب کہاں وہ جوانی کے دن
 کہاں اب حسین کوئی آغوش میں

ان اچھی شکل والوں سے ہم کچھ نفا بھی ہیں یہ بات مان جائیں تو ان پر فدا بھی ہیں
 بیجا گلے ترے، ارے ظالم بجا بھی ہیں گویا رواترے ستم ناروا بھی ہیں
 ہمارے ہی دعائیں جو جاتی ہیں چرخ پر اُلٹی پھیریں حق میں ہمارے بلا بھی ہیں
 آنے نظر نہ کوچہ دشمن میں یہ کبھی چلتے ہوئے حضور کے کچھ نقشِ پا بھی ہیں
 کتاب یہ فریبِ نمودِ مشرار سنگ دو ایک کیا ہزاروں کے یہ بتِ خدا بھی ہیں
 پس کر لاگ یہ ننگ جلتی ہیں اس کے ساتھ ٹکڑے جُدا ہیں دل کے شریکِ فنا بھی ہیں
 یوں تو ادب بھی شوخ ہے اُن کی نگہ بھی شوخ موقع حیا کا ہو تو سرِ پا حیا بھی ہیں

فلک سے بڑھ کر دشمن تھا مگر اکلن
 جو یہ کھل جاؤ تو سب راز کھل جائے
 لہے تم اُس سے بڑھ کر دشمنی میں
 کوئی شے بند ہے دل کی کلی میں
 مزا باقی نہیں اب میکشی میں
 یہ کیسی دھوپ پھیلی چاندنی میں
 ہر ایک ساعت ہو جس کی حاصل عمر
 کہاں وہ دن ہماری زندگی میں
 یہ بت کیسے بتوں کا ہوش کس کو
 نہ تھا کوئی خدا تھا بخود ہی میں
 رہا تقدیر کا رونا ہمیشہ
 ہماری عمر تو گزری اسی میں
 نگاہِ محب کی قید ہے سخت
 پڑی ہے جان شیشے کی پری میں

محبت اور اُن کا فیر بتوں کی

ریاض اس عمر میں اس مغلی میں

جو بے حجاب کہیں سینہ تانے جاتیں
 ہماری قبر پر اب خاک اُڑانے جاتے ہیں
 کھلے خزانے وہ جو بن لٹانے جاتے ہیں
 مٹے ہوؤں کا وہ شکوہ مٹانے جاتے ہیں
 کلیم جا کے جہاں موش اپنے کھو آئے
 ستم ستم ہے نہ کچھ لطف لطف نزع کے وقت
 سکون و صبر چلے اب ہوا اضطراب پیش
 ہمارے نالے تو ہم سے بڑھے چڑھ چکے
 نکال لائیں گے دشمن کی لاش قبر سے کیا
 کہاں حلیم بن جبریل چمٹے ہوئے افشاں
 کیشہ رہتو ہیں ہم سے جو تیغ کی صورت
 وہاں تو روزِ سہم آنکھیں لٹانے جاتے ہیں
 ہماری یاد سے اب یہ فسانے جاتے ہیں
 نئے رفیق ملے ہیں پُرانے جاتے ہیں
 وہ بامِ پیر ہیں یہ ان کو ستانے جاتے ہیں
 وہ اپنے روٹے ہوئے کو نکلنے جاتے ہیں
 کہاں وہ حسن کی دولت لٹانے جاتے ہیں
 ہم اُن کو آج گلے سولگانے جاتے ہیں

وہ کہتے ہیں مجھے سب کچھ ہے منظور کہیں یہ روز کے شکوے گلے جائیں
 ترپنے کا مزا جانے نہ پائے وہ بیٹھے دل کو چٹکی سے ملے جائیں
 مزا آئے ہیں بھی گالیوں میں ذرا ہم بھی ترائنہ چومتے جائیں
 دم وصل آئینہ پیش نظر ہو وہ اپنا رنگ بھی تو دیکھتے جائیں
 ستانے ہم کو وہ آئے یہاں بھی ہم اٹھ کر قبر سے ہی کیا چلے جائیں
 لگی دل کی سنی تو بولے ہنس کر یونہی قسمت میں جلنا ہی چلے جائیں
 ہمارے آڑے آئے رحمت اس کی جب اس کے آگے سب اچھے بڑے جائیں
 ہمارا دل گراں اُن کو نہ ہم کو اسے سو بار دے جائیں لے جائیں
 ہمارے گھر وہ ہنستے کھیلتے آئیں مدد کے گھر وہ روتے پیٹتے جائیں
 ڈوبوئی آبرو کیا آنسوؤں نے یہ عالم ہے جہاں جائیں ہنسے جائیں
 بلایں اس لئے ہم لے رہے ہیں یہ زلفوں والے ہم کو کوستے جائیں

تریاصل اب وہ طبیعت میں نہیں لطف

مزے کے شر ہم سے کیا کہے جائیں

نہ رہنے پائے ببل جی کی جی میں کہ اب رس آچلا ہے ہر کلی میں
 جو پوچھا جان لو گے دل لگی میں تو بولے ہنس کے ہی کیا آدمی میں
 جگہ دو دل کو آئینے میں اپنے ہماری آنکھ رکھ لو آرسی میں
 نہ چھیر طاب اے خیال یا رہا بھی کوئی ہوتا ہے کس کا بیسی میں
 ہمیں اب میکدے میں رند و زائد بسریل جل کے کر لیں ایک ہی میں
 عناد دل میں صبا میں چل گئی تھی اڑادی بات پھولوں نے ہنسی میں

پروانوں سے حجاب نہ گلگیر سے حیا
عریانیوں سے شمع کی شرمناک جلتے ہیں
آیا ہے اب پیام کہ فرصت نہیں ہے آج
ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ آؤ جاتے ہیں
دنیا کی اور بات نہیں کوئی بھی یہاں
افسانے پچھلے حشر میں دھراؤ جاتے ہیں
آنے کو ہے ریاض سا اک پار سا بزرگ

مینا و جام بزم سے اٹھو اے جاتے ہیں

رہ گئے تیر نظر ہو کے ترازو دل میں
رُک گئے چلتی ہوئی آنکھ کے جاو دو دل میں
فرق باہم نہیں کہتے ہیں سرِ مودل میں
دل ہے گیسو میں بے بہتہ میں گیسو دل میں
دل تجھے کیوں نہ کرے پیار مری جان ہو تو
دل کو میں کیوں نہ کروں پیار کہ ہو تو دل میں
کیا ہوئی ہائے لگی دل کی بھجھانے والے
نہیں آنکھوں میں لگانے کو بھی آنسو دل میں
دل میں کیا بیٹھے ہو آغوش میں سے آجاؤ
تنگی دل سے نہیں چھین کا پہلو دل میں
اب حیمینوں سے بھی کہتا ہو بڑھ چڑھ کے دماغ
آگئی چارہ ہی دن میں تری غوبو دل میں
گو شو گو شو میں سے اربانوں کا ماتم دن رات
ایک ٹپس سی ٹپسی ہتی ہو ہر سو دل میں
نہ وہ چھپتی ہوئی پھانسیں نہ کھٹکتے ہوئے خار
پھرتے ہی ان کی نظر پھیر گئی جھاڑو دل میں
مُنہ سونکلی تھی دم حشر خدا لگتی کچھ
لے رہا بات مری وہ بت بد خو دل میں
ہو کلیجا تو کرے غیر ہمارے تقلید
لخت دل آنکھ میں کچھ آنکھ کراؤ دل میں
کتنی ہلکی نے گلگوں مجھے دی ہے ساقی
دل میں جو بوند گئی بن کے رہی بوند میں
خلش ناخن غم ہونہ سوا ڈرتا ہوں
چٹکیاں لیتی ہے کیوں شیش بوند میں
نئے پئے تو بہ کئے گزری ہے اک عمر مگر
ہے وہی لطف ہی رنگ ہے ہی بوند میں
یہ بہانہ تھانکا لیں گے وہ پھانسیں دل کی
آکے وہ پھیر گئے اور بھی جھاڑو دل میں

طریق عشق کے رہرو کبھی کبھی اب بھی
جنالگا کے جو آئے ہیں غیر کے گھر سے
چلے یہ کہہ کہے بچھانے وہ شمع تربت کو
ڈریں گے حشر سے کیا نازیں بت کافر
ہو اچلی ہے یہ کیسی کہ آج سوئے فقس
جناب خضر کو رستہ بتانے جاتے ہیں
وہی اب آگے گھر لگانے جاتے ہیں
کسی کے دل کی لگی ہم بچھانے جاتے ہیں
وہی تو حشر جسے یہ اٹھانے جاتے ہیں
چس سے اڑتے ہوئے آٹھانے جاتے ہیں

نظر بچائے بغل میں دباے شیشہ نے

کہیں ریاض بھی پینے پلانے جاتے ہیں

اپنے خرام ناز پر اتر آئے جاتے ہیں
بھر بھر کے جام بزم میں جھلکاؤں عاتیں
صیاد کو بہار میں موج آگئی یہ کیا
چل دور بھی ہو پاس سے ایشی شمع بے حجاب
سوفاران کے تیروں کے کھولے ہوئے پٹنہ
رات آپ کی ہے چین سے پہلو میں سے
ترو امنوں کی قید تھی او آفتاب حشر
کیا کیا خوشامدیں ہیں کہ پی لون بہار میں
دربان ان کے ہیں سگ درسی ڈھی ہوئے
مسند چھڑا کے آئیں بھی وہ دیراب نہیں
شامت کہ پہلے بلاؤ گئے بزم نازیں
واحد پر اپنے آج بھی شاید نہ آئیں گے
چلنے میں لاکھ لاکھ وہ بل کھائے جاتے ہیں
ہم اُن میں میں جو دور سے سرائے جاتے ہیں
پھولوں سے آج سب کے تغسین جھک جاتے ہیں
وہ اور تھک و کچھ کے شرماؤ جاتے ہیں
دل کے لئے یہ جان مری کھائے جاتے ہیں
کیوں آپ سہمے جاتے ہیں گھبراؤ جاتے ہیں
سب لوگ کیوں یہ دھوپ میں ٹھکراؤ جاتے ہیں
سر پر یہ کڑے ار کے کیوں جھک جاتے ہیں
اس طرح دیکھتے ہیں مجھے کھائے جاتے ہیں
ہم خاک میں ملانے کو نہلاؤ جاتے ہیں
ہم بھی انہیں میں میں جو نکلاؤ جاتے ہیں
بستر کے پھول شام سے مرجھاؤ جاتے ہیں

مرنے کا دردِ جود میں اٹھا تھا وہی اٹھ کر چلا آیا فغان میں
 اداے ناز سے ابرو کھینچے ہیں کھڑے ہیں تیر جوڑی وہ مکان میں
 عدو کے کام آئی تو شب، ہجر ترا کالا ہو منہ دونوں جہان میں
 جب اترے حلیٰ سود و گھونٹ کر کے پھلے پھولے چمن دیکھ خزان میں
 سمجھ بیٹھے ہیں مجھ کو پارسا وہ مری گنتی ہے اب اہل جنان میں
 یہ کیا پائے حنائی رکھ دے تھے جڑے ہیں لعل سنگ آستان میں
 یہاں بھی لوغزاں میں اڑ گئی خاک نہیں کچھ سیف و شون کی دکان میں
 قفس میں تو پڑا میں پھینک ہا ہوں لگانے آگ جاؤں آشیانیں میں
 مصدقے اُن بلاؤں کے جو آئیں وہ پریاں میں ہے اُجڑے مکان میں
 پکڑتی ہے گلا کچھ یاد نا قوس یہ کیوں آواز بیٹھی ہے اذان میں
 جو آدمی بات دشمن کو کہی ہو الہی چھالے پڑ جائیں زبان میں

سُنیں تو بُت بھی تیرا چوم لیں مُنہ

ریاض اتنا اثر تیری زباں میں

کھٹکتے ہیں نگاہِ باغبان میں جو ہیں دو چار تنکے آشیان میں
 ہر اک سختی میں عالم نزع کا تھا ہماری عمر گزری امتحان میں
 چھڑالے سجدہ کرنے میں کوئی لگے ہیں لال سنگ آستان میں
 شرارے ہیں نالوں کے قائم کہ تارے جڑ دے ہیں آمان میں
 قریب اب فصل گل شاید ہے صیاو مزا آنے لگا میری دفان میں
 ترس آتا نہیں مجھ پر کسی کو میں فریاد جس ہوں کارون میں

چمکیاں لیتی جو امید ہماری ہوتی بیٹھے ہیں کچھ دھچپائے شہزادوں میں
 رہنے سہنے سے چمن میں یہ بھولی ہو تاثیر گل و بلبل کی بہت آگئی خود دل میں
 کوئی دامن سے نہیں بچنے والا ان کا آنکھ تک آ کے پٹ جاتی ہیں نمودل میں

کیا بنایا ہے دم حشر حسینوں نے ریاض

سوچ کر آئے تھے ہم وصل کے پہلودل میں

گنہ بھی کئے ہیں تو پنہاں کئے ہیں فرشتوں سے چھپ چھپکے عصیان کئے ہیں
 ٹپکتا ہے یہ خونچکاں آبلوں سے ہزاروں بیاباں گلستان کئے ہیں
 بہت دولت و حسن لوٹی ہے ہم نے حسینوں کے گھر ہم نے ویران کئے ہیں
 کہاں تم نے دشمن کا ماتم کیا ہے بُری طرح گیسو پریشان کئے ہیں
 سرِ شتر بھی میری گردن جھکی ہے بہت میرے قاتل نے احسان کئے ہیں
 ترے صدقے باقی نہیں کوئی حیرت وہ پورے ہوئی ہیں حواری مان کئے ہیں
 جو تو نے سنوارے تھے مشاطہ ہوں وہ گیسو ہمیں نے پریشان کئے ہیں
 ذرا نماز کرنا نہ تم خالِ رخ پر بہت ہم نے ہندو مسلمان کئے ہیں
 مزادہ بھی دے جائیں گے حشر کے دن کبھی جھوٹے سچے جو پیمان کئے ہیں

ریاض اُن میں بھی کوئی بات اچھی ہوگی

بُڑے شعر جو درج دیوان کئے ہیں

اثر اتنا ہے بلبل کی زباں میں گلوں کا رنگ کھنچ آیا فغان میں
 مرے نالے کہاں پہنچے شبِ غم تارسم میں کہ روزِ آسمان میں
 ہمیں کو وہ سمجھتا ہے کوئی ہو ہمیں ہم ہیں نگاہِ پاسبان میں

یاد آتی نہیں فلس کے غم کی لذت
 شیخ فانی کبھی رندوں میں جو آجاتا ہے
 ارے او بام کو بھی عرش سمجھنے والے
 دل برف اور وہاں تیر بھی خشکی میں نہیں
 آپ سی میں بھی چلا آئی ہے کیا فصل بہار
 پس پر وہ یہ تماشہ ہے کہ چلن بن کر
 رمضان میں میں روزہ مرا دیتے ہیں
 مے کے بدلے اُسے ہم ابقا دیتے ہیں
 نلے کس کے ہیں کلیجا جو بلا دیتے ہیں
 بس کے ناوک میں وہ بے پر بھی ادا دیتے ہیں
 کیوں مجھے نالے عنادل کے مرادیتے ہیں
 بجلیاں گرتی ہیں پر وہ جو اٹھا دیتے ہیں

اللہ اللہ یہ کئے و جم کا شرف ہے کہ ریاض
 جام میں اپنے لئے ہوش رُبا دیتے ہیں

ہم کو پروا نہیں وہ ہم کو بلاتے بھی نہیں
 نزع حیلہ ہو کہ وہ دیکھنے آتے بھی نہیں
 رکھ کے احسان شب وصل وہ فرماتے ہیں
 چھک گیا طور وہ جلوے نے گرائی بجلی
 مجمع حشر میں ان پر ہیں نگاہیں سب کی
 آپ کی آنکھ سو کیوں نیند اڑی جاتی ہے
 خوف یہ ہرے کلائی کی نزاکت کھل جائے
 ایک ہم ہیں کہ جلاتی ہے ہمیں غیر کی آگ
 جلوہ گر ہیں نگہ شوق سے پہناں دل میں
 چشم بدو زبڑ صاحب حسن یزدان ان کا
 جس کا سودا نہ بنے اس کے فریاد نہیں
 جان جاتی نہیں ہم جان سے جاؤ بھی نہیں
 وہ جو آتے نہیں ہم جان سے جاؤ بھی نہیں
 لو الگ بیٹھے ہیں ہم تم کو سناؤ بھی نہیں
 اس طرح جا کے کہیں آگ لگاؤ بھی نہیں
 شکل چھپتی بھی نہیں شکل چھپاؤ بھی نہیں
 آج تو مرغ سحر شور مچاؤ بھی نہیں
 استنہین کبھی مجھ پر وہ چڑھاتی بھی نہیں
 ایک وہ ہیں کہ لگی دل لی بھجاتی بھی نہیں
 ہم سے پر وہ بھی نہیں سلنے آتی بھی نہیں
 اب تو یہ حال ہے آنکھوں میں سناؤ بھی نہیں
 تم جو یوسف نہیں ہم دام لگاؤ بھی نہیں

شر اس کے مین بنے سوچ تہتم بھی کبھی
 روتے روتے کبھی یہ شمع مٹی ہو کر نہیں
 قبر پر آنے میں ان کو نہ تکلف ہو کہیں
 بیکسی تیرے سوا اور کوئی ہو کر نہیں
 لگی تلوں سے ہو متبارک حنا میں دل بھی
 بے لگاے ہوئے یہ آگ لگی ہو کر نہیں
 شعر ترمیرے چمکتے ہوئے ساغر میں لیاض

پھر بھی سب پوچھتے ہیں آپ نے مے کی کہیں

پانی میں آگ مرے نالے لگا دیتے ہیں
 نفس روا نہیں اور ہوا دیتے ہیں
 ہم کسی کو ترے کو پے کی ہوا دیتے ہیں
 خضر بھی ہوں تو انہیں لہا بتا دیتے ہیں
 تو قفس سے لئے جاسو کر نشین اُن کو
 اپنے ٹوٹے ہوئے پرنگ کو صبا دیتے ہیں
 میکدے والو ادھر بھی نگہ لطف لہے
 دور سے کعبشیں تم کو دعا دیتے ہیں
 رنگ کی پینے پر برگ حنا دیتے ہیں
 رنگ دی نکلیں گے ہر پس کے لہفت میں
 وہ سمجھتے ہیں کہ انگارو بھر دیں اس میں
 دل پرداغ کو داسن کی ہوا دیتے ہیں
 آپ سُنتے کبھی نالے کسی دیوانے کے
 ہمیکتی رات میں کانوں کو مزاد دیتے ہیں
 آپ میکدہ چھوڑ کے ہیں گوشے گھر کے لیکن
 کوئی آجائے تو دو گھونٹ پلا دیتے ہیں
 ابھی آجاتی ہے کعبے میں دیر کی یاد
 بیٹھے بیٹھے کبھی ناؤں سجا دیتے ہیں
 ہم نہیں تپتے تو پردہ وہ اٹھا دیتے ہیں
 ہم نشیں اب ہواں غیر میں ہمیں یہ فرق
 ان کے دربان کبھی دو چار سنا دیتے ہیں
 گالیاں بھی نہیں تقدیر میں ان کے منہ کی
 آنے والے مجھے پیغام قضا دیتے ہیں
 کہیں آنے کو وہی آج نہ ہوں بات ہو کیا
 شرم سے شمع وہ غلوت میں بجھا دیتے ہیں
 وصل کی رات بھی ہوتا ہو حیا کا پہلو
 شمع انکو جھلک اس کی ذرا دیتے ہیں
 تو نے دیکھی ہی نہیں چیزہ کو نروالی

سحر بھی، برقی ہو جلتے ہیں کمال ہم بھی
ادیت س دل مردہ کو کیوں پہلو میں
عذاب گور نہیں گور کا فشار نہیں
یہی چراغِ لحد تھے ہی تھے قبر کے پھول

جناں لگا کے پیچھے ہیں گلِ رنوں میں مایاں

کچھ ان کے ریش مبارک کا اعتبار نہیں

گریبانِ چاک کچھ ٹکڑوں نے دامن کبھی نہیں
ذرا اُن سے یہ کہہ دو اُدھر علی بن کے بیٹھے ہیں
وہی ہم ہیں نہ چھوڑا تا تک ہم ڈگریاں کا
جوا اب اسے گی دل میں اُٹھ کر سیر کر لیں گے
ہوئی مٹی جناں کی لگی ہے آگ تلوار سے
مستیِ بالیدہ لب کیوں میں چوکی آج گلشن میں
بڑھیں گے پیگ نشہ کے جھلایں گے حینوں کو
لگاتے ہیں اپنے ساتھ یہ گم کردہ راہوں کو
یہ ظالم کیا ابھر کر تیرے جو بن کو دباے گا
بھرے غم کی طرح ہم میکہ کی اُٹھ نہیں سکتے
وفا میری جفا اپنی انہیں کچھ یاد آئی ہے
ارے وہ حشر میں اتارنے والے یوں حل کر کے
بیان کیا ہونیا زونا ز حسن و عشق کا عالم
غضب ہوئے چھوڑ چھوڑ چھوڑ چھوڑ چھوڑنا

جو ہوش آ یا تو اب محتاج یہ راہوں کے بیٹھے ہیں
گلی میں منے والے ادوی میں کے بیٹھے ہیں
وہی ہم ہیں کہ اب ٹکڑوں کو دامن کے بیٹھے ہیں
ابھی تو سنگ پر اس تیرے پر فن کے بیٹھے ہیں
مٹانے والے وہ دیکھو مے دفن کے بیٹھے ہیں
وہ مجھے مرنے چھپاؤ ساؤں میں سون کے بیٹھے ہیں
ابھی ہم پاؤں توڑی منتظر ساؤں کے بیٹھے ہیں
ہمارے رہنا میں باؤں جو ہرن کے بیٹھے ہیں
دل پر داغ پر سکے تری جو بن کے بیٹھے ہیں
یہاں بھی ہم جو بیٹھے ہو تو لاکھوں کے بیٹھے ہیں
نظر نہی کئے وہ سامنے دفن کے بیٹھے ہیں
یہاں بھی لٹنے والے تری جو بن کے بیٹھے ہیں
ادھر جلسے کے ہم ہیں وہ ادھر جلسے کے بیٹھے ہیں
یہ عالم یہ گویا گھر میں دشمن کے بیٹھے ہیں

نام روشن محبت میں کہیں ہو میرا
 اب مرے نام کو وہ آگ لگا تو بھی نہیں
 دل کے دیئے نہ پڑو جان کے لالے ہم کو
 دل جو دیتے نہیں وہ جان سے جاتی بھی نہیں
 وہ ستائیں تو ستانے کا ہوشکوہ دن رات
 نہ ستائیں تو گلہ ہے کہ ستا تو بھی نہیں
 چپ کھڑے ہیں وہ حرث خدا کے آگے
 بات بنتی بھی نہیں بات بنا تو بھی نہیں
 مر گیا غیر مرے سر کی تسم سچ کہئے
 ہاں مے سر کی قسم آپ تو کھا تو بھی نہیں
 کون گھل گھل کے مرے ان کی محبت کر کے
 جان کو مفت کا ہم روگ لگا تو بھی نہیں
 بیٹھے ہیں وصل کی شب شرم کے بتاؤں کر
 آنکھ کھلتی بھی نہیں منکے ماتو بھی نہیں
 ہم نے بھی اب دل بد خو کا منا نا چھوڑا
 ہر گھڑی روٹھنے والے کو ستا تو بھی نہیں
 جا کے وہ پھول چٹھائیں گے مری تبت پر
 آکے پھولوں میں پھول اٹھا تو بھی نہیں
 لے کے سوڑ ہڑوین پہلو میں نہیں چپکے سے
 ہم حینوں کو شب وصل ستا تو بھی نہیں

منہ لپیٹے ہو کیوں قبر میں لیئے ہو ریاض

روز آکر وہ تہیں اب تو ستاتے بھی نہیں

بہار نام کی ہر کام کی بہار نہیں
 کہ دست شوق کسی گلے کا ہار نہیں
 جو آج وصل میں اس طرح چوس جاتی ہیں
 انہیں بس سے سنی ہم نے لاکھ بار نہیں
 بتان ماہ جن میں سیر گاہ سمجھ ہیں
 یہ داغ داغ جگر کوئی لالہ انہیں
 حرم کی طرح نہیں مسکد میں بیداری
 سوا ہمارے یہاں ایک ہو شیار نہیں
 یکس نے ناقل لیلیٰ اسخود میں گھیرا
 بگو لے دشت کو بقیق کس کا غبار نہیں
 ہسکی یاد انہیں بھی تجھے وصل کی رات
 کڑن سا شوق نہیں محسا بقرار نہیں
 جہاں شیخ نے جب پی تو منہ بکے کہا
 مزار بھی تلخ ہو کچھ بو بھی خوشگوار نہیں

نشتہ کے پیگ نہیں جانا تھا کہیں لےنے کو
 اس لئے میں نے تری جرم کئے دانستہ
 مری گئی گئی بھی ہو تیرے گنہگاروں میں
 مری گئی تیری جلی گئی میخواروں میں

غیر کے گھر بھی مری جان کا رونا ہے ریاض
 غیر کے گھر بھی وہ ہیں میرے عزاداروں میں

وہ ہوں، مٹھی میں ان کی دل ہو ہم ہوں
 ستائیں ہم اُسی طرح جس طرح چاہیں
 کوئی نشتہ میں یوں غافل ہو ہم ہوں
 اگر تم ہو مسہ کا دل ہو ہم ہوں
 دہاں کوئی نہ ہو قاتل ہو ہم ہوں
 نئے فتنے ہوں وہ محفل ہو ہم ہوں
 یہ مینا ہو لب ساحل ہو ہم ہوں
 نہ ہو کوئی عدو بسمل ہو ہم ہوں
 ہمارا عقدہ مشکل ہو ہم ہوں
 نئی سیلی، نیا محمل ہو ہم ہوں
 ہماری سعی لا حاصل ہو ہم ہوں
 نہ ہو کوئی ہمارا دل ہو ہم ہوں
 گلے پر خنجر قاتل ہو ہم ہوں
 ہر اک غنچہ ہمارا دل ہو ہم ہوں
 یہ ہو و محو ہوں ہم سیر گل میں

ریاض اس شوخ کو بھی تم سنا دو

وہ کیا ہے چلبلا سا دل ہو ہم ہوں

عد کیا تو فرمایا جلو محفل سے خلوت میں
ذرا اے آرزو کو محفل موقع ہاتھ آنے دے
یہاں پہچاننے والے مری جہنم کے بیٹھے ہیں
کہ وہ روٹھ کر ہو کر پھونکے کچھ کچھ بیٹھے ہیں

اٹھانے سے ریاض اٹھتے نہیں تیرا جاکر کیا ہے
درد دولت پران کے آج سائل بن کے بیٹھے ہیں

بھوٹ بھوٹ پڑی ات کوہنواروں میں
بھول بسج لے پھرتے ہیں منقاروں میں
مختب خوب چلی خوب چھپی یاروں میں
بانگ ہو غنچہ پیکار کی دل افکاروں میں
یہ وہ سودا نہیں بک جا کر بازاروں میں
کچھ تو گم ہو گئے کچھ رہ گئے سیاروں میں
روح فرہاد بچھا کرتی ہو کہساروں میں
میری قسمت کاتار ہو ترکاریوں میں
میں ہوں صیاد ترے تازہ گرفتاروں میں
ایک ہم اور ملے آ کے گنہگاروں میں
قیشہ بردوش نظر آتی ہو شب کو اک شکل
تیرے اس سے بندھی ہو مری امید کو جہنم
یہ نفس سے کچھ افتاد نفس سے واقف
اہل عصیاں کی کچی حشر میں دیکھی نہ گئی

مے ریاض آپ بھی بیٹے ہیں باریش سفید

ہائے یہ نور کی شکل اور سیاہ کاروں میں

نہ ہی پیش دل حسن کی سرکاروں میں
دل سے جاتا ہی نہیں ابرو و مژگن کا خیال
گر گیارخ ابل سن حسن کا بازاروں میں
پڑ گئے تیروں میں ہم گھر گئے تواروں میں
ہاشگفتہ کئی کلیاں تیرے باروں میں
اب وہ انگاری کہاں خاک ہو انگاروں میں
چن کے دیوانے چنے جا تو ہیں دیواروں میں
تیرے صدف کیس کھن جائیں یہ بھی وصل
دل کے دماغوں میں صرا کیا ہو تو تم کرتے ہو
ہو رہا ہے نئے انداز سے زندان تعمیر

دم اُبھتا ہوں مریکوں کر ملے مجکو نجات
کاتبِ اعمال کو ششِ خطِ ساغر نہ تھی
کہتی ہے محرمِ نگاہِ شوق ہو یا دستِ شوق
بوسہ لینے میں نہ سمجھے ہم گھوری ہے دلی
غیر کے گھر سے پھری تو اب نہیں اٹھتا قدم
کیونصر ہیں نہ چل کر کیجئے کچھ زہر مار
مرغِ جان کو لین پھندی میں لکیریں لٹکی

ساتھ ہی شرکار کے جانا تھا ہم کو بھی ریاض

ماہی بے آب کو رہنا تھا نیننی تال میں

رنگِ دل کا داغ کب لاتا نہیں
چلتے پھرتے رہتے ہیں نقشِ قدم
یہیں اچھا ہر پردے میں رہیں
چھپے کرتے ہیں مرغانِ قفس
در ہے سیخانے کا دن ہے عید کا
شراب بھی واعظ کا اچھا شراب ہے
پنی بھی لوہکی سہی کچھ کم سہی
درِ دشمن سن کے یہ مجھے کہا
ہاتھ میں اُن کے ہر جام نے ریاض

اس چمن کا پھول مرجھاتا نہیں
تو کہیں آتا نہیں جاتا نہیں
دیکھ کر ان کو رہا جاتا نہیں
قید میں کیا دم بھی گھبراتا نہیں
اور کوئی مجکو پلواتا نہیں
مکتے آتا ہے مگر آتا نہیں
وصل میں بے مزا آتا نہیں
تم سو مجھے سنا جاتا نہیں
اپنی ٹاٹھی تو بھی رنلواتا نہیں

خیال شبِ غم سے گھبرا رہا ہے میں
 وہ کچھ غیر سے وعدہ فرما رہا ہے میں
 یہ ہیں شوخیوں اپنی تصویر دے کر
 زلفِ آفتاب کچھ پیش آئے الہی
 انھیں نہ فتنہ یہ محشر میں کوئی
 دمِ وعظ کیسے مرے میں میں اعظ
 یہ انسان بن جائیں کچھ ساتھ رہ کر
 زلوں راہِ میخانہ کس طرح واعظ
 چنیں گے وہ افشاںِ سرِ بامِ کب تک
 گلے کل ملیں گے وہ میناؤں سے
 لگا دو ذرا ہاتھ اپنی گلی میں
 یہ الجھے ہیں ندوں کی شیخ صاحب
 قیامت بھی جاتی ہے ہر قدم پر
 دعا دی رہا ہوں یہ دیوانگی میں
 ہمیں دن کو تاری نظر آ رہا ہے میں
 مرے سر کی جھوٹی قسم کھا رہا ہے میں
 شبِ وعدہ وہ ہم کو بہلا رہا ہے میں
 ذرا ہم چین کی ہوا کھا رہا ہے میں
 حسین بے چھوٹی چھٹیڑی جھنجھلا رہا ہے میں
 بھرے جام کو شر کے جھلکا رہا ہے میں
 فرشتوں کو ہم راہ پر لا رہا ہے میں
 یہ بادل جو سر پر مرے چھا رہا ہے میں
 شبِ وعدہ کیوں تارے گنوا رہا ہے میں
 جو چیتے ہوئے آج شر مار رہا ہے میں
 جنازہ لئے دل کا ہم جا رہا ہے میں
 بڑھاپے میں کیوں ڈرائی ہو رہا ہے میں
 یہ کون آ رہا ہے وہی آ رہا ہے میں
 چنیں پھول تنکے جو جنوار رہا ہے میں

سیر کو جلوہ گا و طور کہاں
 جام کو شر ہیں دانہ انگور
 بہت ہیں پتھر شر ہیں پتھر میں
 تاک میں دخت رزہ و خجالتیں
 سمجھ بٹ دل کے آبلے توڑے
 شیخ لے کر چلا ہے ریش سفید
 یہ بہت ہے ملے جو شمع حق
 گھر مرا ہے یہ بزم غیر نہیں
 یاد آیام و جسام باقی ہے
 رنج و آلام کی ترقی ہے
 مجھ سا دنیا میں ناشکیبا کون
 اے شبِ غم نہ توڑیوں تالے
 بے اثر ہیں یہ نالہاے جنوں
 حشر اٹھانے میں ساتھ ہے میرا
 ہوتے سرکار کے کہوں کس سے
 میری تمت مجھے کہاں لائی
 سنگِ در سے لڑی مری تمت
 آستانِ وہ جو آسمان پایا
 چار چاند اور اب جیس کو لگے
 دیر ہے پاس جائیں دور کہاں
 کھج کے آئی نے طہور کہاں
 جلوہ گر ہیں خدا کا نور کہاں
 باغِ جنت سے آئی حور کہاں
 شیشہ دل ہوا ہے چور کہاں
 اس کے منہ پر خدا کا نور کہاں
 نخلِ طوبیٰ و نخلِ طور کہاں
 آپ نشے میں آئے چور کہاں
 مے کہاں مے کا وہ در کہاں
 طرب و عیش کا و نور کہاں
 مجھ سا دنیا میں نا صبور کہاں
 آسمان ہے زمین سے دور کہاں
 اثرِ نعمتِ طہور کہاں
 گم ہوئی ہے صدائِ صو کہاں
 پئے فریاد جاؤں دور کہاں
 میں کہاں اور رام پور کہاں
 جاؤں اس در سے اے حضور کہاں
 مجھ کو لا یا مرا غم دور کہاں
 تنہا جیس میں مری یہ نور کہاں

ان آنکھوں میں میں رنگ محفل ہزاروں
 ہزاروں ہیں خسار ارے تل ہزاروں
 اگر بزم آرائی دل یہی ہے
 نہ گرہن کھلیں ان کے بند قبا کی
 کیا تیرہ تاروں کو بھی اے شبِ غم
 وہ شے آج واعظ کو ہم نے پلا کر
 بہت تل ہیں گے چھری پھیرنے کو
 کوئی دیکھے زور جنوں فصل گل میں
 یہ گلچیں نے کیوں پھول گلشن میں توڑا
 گلی میں ترے حشر کے دن بھی قاتل
 کہیں قس ہے اب نہ لیلیٰ کہیں ہے
 یہ ہے میکدہ کوئی چو نکائے کس کو
 نہ ترسا انہیں آبِ خنجر کو قاتل
 لپٹ کر نہ پھر میرے دامن سے چھوٹے
 یہ کیا مشورے حشر میں ہو رہے ہیں
 رہیں تا قیامت جو انی کی راتیں
 اُجھارے تھے ابھرو نہ گل تیرے آگے
 فنِ شمر بھی کیا ہی آسان فن ہے
 ریاضِ اُن سے کمرہ ستائیں نہ مل کر

ابھی رنگ دکھلائے گا دل ہزاروں
 فدا تیرے تل پر ہیں کیوں دل ہزاروں
 بنیں گے حسین شمع محفل ہزاروں
 کھٹے عقدے سر بستہ مشکل ہزاروں
 یہ روئے فلک پر ہیں کیوں تل ہزاروں
 مٹائے خیالات باطل ہزاروں
 سلامت یہ دل ہے تو قاتل ہزاروں
 بنے تار دامن سلاسل ہزاروں
 کہ اس پر پیڑے عناد دل ہزاروں
 پڑے لوٹتے ہوں گے بسمل ہزاروں
 بگولے ہزاروں میں محسوس ہزاروں
 پڑے ہیں یہاں مست و غافل ہزاروں
 دعائیں تجھے دیں گے بسمل ہزاروں
 گئے خار رہ سوئے منزل ہزاروں
 یہ کیوں جمع ہیں آج قاتل ہزاروں
 یہ راتیں میں تو ماہِ کامل ہزاروں
 چپکنے کو چپکے عناد دل ہزاروں
 جہاں دیکھو اس فن کے کامل ہزاروں
 بھرو میری سینے میں دل ہزاروں

داور حشر سے کیا شکوہ بیدار کریں
 ہاں سنیں آپ تو کچھ آپ سے فریاد کریں
 بھول بیٹھیں ہمیں بھولنے والے ایسے
 یاد آئیں نہ کبھی ہم جو ہمیں یاد کریں
 میں وہ مانوس قفس ہوں جو قفس سے جاؤں
 انتظار آپ سے آجائے کا صیاد کریں
 ہم یہ کہتے ہوں۔ کیا خوش نہ کسی نے ہم کو
 بول اٹھے کوئی آدمہ تہیں ہم شاہد کریں
 کام چل جائیگا زنجیر جو جس طرح کی ہو
 کچھ تکلف نہ مروا سطلے حداد کریں
 ہم سو کوہ گئے قفس کو دیتے آواز
 بار آجاؤ ذرا ماتم فرما د کریں

ہم سے دیوانے ریاض اور کہاں نازک طبع
 کہ جو وہ پھول سے بھی ماریں تو فریاد کریں

بت اپنے آپ کو کیا جانے کیا سمجھتے ہیں
 مرا خدا انہیں سمجھے خدا سمجھتے ہیں
 ادا شناس کی اپنے ادا سمجھتے ہیں
 کہ بے کہے وہ مراد عا سمجھتے ہیں
 سمجھنے والے مہتاری ادا سمجھتے ہیں
 وہ اور کچھ ہو جسے سب قضا سمجھتے ہیں
 فلک کا نام نہ لے کوئی سامنے اُن کے
 وہ اُس کے ذکر کو اپنا گلا سمجھتے ہیں
 مجھے یہ آپ کے سر کی قسم تھا معلوم
 کہ آپ بھی رہ و رسم وفا سمجھتے ہیں
 پیشوئیاں بھی حیمینوں کی کیا قیامت ہیں
 شب وصال کو روز جزا سمجھتے ہیں
 یہ دن شباب کے میر کوئی کیا کہے اُن کو
 ابھی وہ کچھ نہیں اچھا بُرا سمجھتے ہیں
 مہتابے کھوئے ہوئے کا عجیب سلک ہے
 جو راہ زن بھی ملے نہ تھا سمجھتے ہیں
 شب وصال مرے ہم نشین سے فرمایا
 یہی تو ہیں جو ہمیں بے وفا سمجھتے ہیں
 خدا کرے کہیں موقع ہو مجھ کو مل جائیں
 یہی ہیں جو مجھے پار سا سمجھتے ہیں
 ہمیں یہ حق ہے تزامنہ بھی چوتے جائیں
 کہ ترے شکوہ بجا بجا سمجھتے ہیں

حضرت رشک اب ہیں اور ریاض

چھوٹا ہے در حضور کہاں

ہمارے ساتھ جو اپنے پرائے جاتے ہیں
وہ دیکھ دیکھ کے منہ مسکرائے جاتے ہیں
نگہ کی طرح وہ خود شرم سے نہیں اٹھتے
ہمارے بوسوں کے لینے کا ذریعہ نہیں ان کو
دعائیں ہیں کہ نہ ٹھنڈی عید قیامت تک
تجلیوں کے لئے تاب دید پیدا ہو
کسی کا ہاے یہ کہنا مرے جنازے پر
عجیب رنگ ہو اس کا رگاہ عالم کا
ستم کی ریتیں ہیں یا رب یہ وصل کی ریتیں
مکرم میں اپنی ہی نازک سی تیج بنے دیں
کوئی بھی اہل جنوں کی یہاں نہیں سنتا
پہنچ نہ جائیں کہیں بزم عیش میں ہم بھی
عدو سے ہوتی ہیں باتیں سننا کسے ہیں
بنے گی زخم گلو کیوں یہ تیج نازک سی
وہ میری قبر پر آئیں کہ جائیں غیر کے گھر

ہم ان سے سوئے لمحہ منہ چھپاؤ جاتے ہیں
یہ وقت نزع کے شکوے مٹاؤ جاتے ہیں
مرے اٹھانے کو فتنے اٹھاؤ جاتے ہیں
کہ ایک منہ میں وہ سو سو سنائے جاتے ہیں
وہ آگ ل میں ہمارے لگاؤ جاتے ہیں
ہماری آنکھ سے پردہ اٹھاؤ جاتے ہیں
کہاں یہ جاتے ہیں کیوں منہ چھپاؤ جاتے ہیں
بگاڑے جاتے ہیں نقشے بنائے جاتے ہیں
ستانے والے بھی کیا کیا ستائے جاتے ہیں
کسے ہمارے گلے وہ لگاے جاتے ہیں
چمن کے نغمہ سرا اپنی گائے جاتے ہیں
ہمارے واسطے پہرے بٹھاؤ جاتے ہیں
ہمیں میں باتیں بناؤ کہ لگاؤ جاتے ہیں
گلے کا ہار کسے وہ بناؤ جاتے ہیں
سنوارے جاتے ہیں گلے بناؤ جاتے ہیں

خدا کے گھر سے سو میکدہ یہ کون چلا

ریاض ہوں گے جو آئندہ میں چرا بے جا رہیں

علامہ لے کے ندی میفرودش کم ہم کو
 خانے ہاتھ یہ بندھو لے ان جینوں کے
 حد ہی ساتھ لحد پر نہ ڈالو آنکھ میں خاک
 یہ کون تو شکستہ تھا جو کہہ گیا واعظ
 وہ دھونڈیں مل کے نہ اجزا ہوا کی موجوں میں
 نہ کو سو وصل کی شب تم مری جوانی کو
 تمام عمر جلاتے رہے جو دل میرا
 وہ آکے سیر کریں کیا ہمارے داغوں کی
 حساب زلف کے بوسوں کا، تن برابر ات

ریاض اُداس ہے توبہ سے رنگ صحبت کا

بہت دنوں سے اب آئی اُدھار بھی تو نہیں

چھینے دیتی ہوئی رندوں کو گھٹائیں آئیں
 بے ستوں سے طرف نجد گیا ہے کوئی
 تم کسی بات میں افسوس نہ پوری اُترے
 اس اُداسے کہ فرستادہ گردوں سمجھوں
 اسے اور ایک زمانے کے ستارے والے
 کیا اُدھر ہو کے بہا ہے کوئی دریاؤں شراب
 اُن کے دیوانہ گیسو یہ گلا کرتے ہیں
 چاہتے ہیں تجھے معشوق طر حدر ریاض

پانی برساتی ہوئی ٹھنڈی ہوا میں آئیں
 دردناک آج کبھی بار صدا میں آئیں
 نہ جفا میں تھیں آئیں نہ وفا میں آئیں
 گھر مرا چھپتی اوپر سے بلا میں آئیں
 حشر میں کام ترے میری عائن آئیں
 جھومتی قبلے کی مانند گھٹائیں آئیں
 نہ بلا میں کبھی لینے کو بلا میں آئیں
 تجھ میں کم بخت کا سچ ادائیں آئیں

نہ منع کرے و محشوق سے ہیں واعظ کہ ہم شباب میں سب کچھ سمجھتے ہیں
 خدا کی شان یہ کوٹھوں کے بیٹھنے والے ہماری آہ کو اب نارسا سمجھتے ہیں
 ریاض عشق میں کافرتوں کے ہے بے خود
 مزایہ ہے وہ اسے یار سمجھتے ہیں

نتہا سے تیر نظر کو قرار بھی تو نہیں نہ دل میں ہو نہ سہی دل کے پار بھی تو نہیں
 نہ کو سب آپ کیا میں نے پیار بھی تو نہیں جو ٹوٹیں ہاتھ گلے کا وہ بار بھی تو نہیں
 جہاں رنگ کہاں لالہ زار بھی تو نہیں چمن میں جا کے پیس کیا بہار بھی تو نہیں
 گئے وہ دن کہ گریباں گلے کی بھانسی تھا کفن کے نام کوئی آج تار بھی تو نہیں
 یہ کیسی گھر سے دن دو پہر ہے تاریکی یہ کیا بلا ہے شب انتظار بھی تو نہیں
 جناب شیخ اُجھتے ہیں کس تعلق سے یہ وخت رز کے کوئی رشتہ دار بھی تو نہیں
 یہ انتہا سے نزاکت ہی تیری اے قاتل کہ تیرے بس کی مری جان ار بھی تو نہیں
 ہمارے کام یہ انگریزیاں نہیں آتیں کہ وہ اتارتے ہم پر خمار بھی تو نہیں
 طے جو پینے کو دن میں تو عید ہو ساقی ہم ایسے کوئی بڑے روزہ دار بھی تو نہیں
 قیامت اور ہوا میں ہیں اٹھاتی تھی ہمارے خاک سے اٹھتا غبار بھی تو نہیں
 کریں گے کیا نہ کریں گے جوئے سے ہم توبہ کہ اب دکان سے ملتی اُدھار بھی تو نہیں
 گرایہ تنہا کے ترا قیس نجد میں لیلے کہ اس کی خاک سے اٹھتا غبار بھی تو نہیں
 وہ کیا آریں گے مراداغ و داغ دل لے کر گندھا ہوا کوئی پھولوں کا ہار بھی تو نہیں
 قفس پر قیدِ ظہر ہم کو بے خطا صیاد کہ ہم نے باغ کی لوٹی بہار بھی تو نہیں
 یہ کیا ادا ہے کسے وہ مٹاؤں گے یہ مرا غبار ہے کوئی مزار ار بھی تو نہیں

موج شرابِ ناب ہو یا خطِ جام ہو اُن گویا زلف کی پھنسی آستین کہاں
 دن رات محوِ مشغل ہے اک خم کے آئین
 دنیا میں اب ریاض سا گوشہ گزیر کہاں

ترتیب پر آئے ہیں قدمِ مجسم کہاں اے چرخِ ابھی دکھائی ہے تجھ کو زمین کہاں
 یکہکشان دکھاتی ہے کیوں مجھ کو آج موج چمکائیں میرے بام کو وہ مہ جبین کہاں
 جائے کہاں نکل کے کوئی اس جہان سے نیچے جو آسمان کے نہ ہو وہ زمین کہاں
 ماتم مرا ہو اسے کہاں کچھ کہیں تو آپ محرم کے ساتھ سکی ہو آج آستین کہاں
 دل سے یہ کہہ رہی ہے تری زہر کی نگاہ اے تلخ کام تیرے لئے انگلیں کہاں
 سیرِ جبین کو جائے بھی دشمنوں کے ساتھ بالین پر آئے آپ دم واپسین کہاں
 اے دل لئے پھریں تجھے دامنِ نازنین رکھے ہیں ایسے تیرے لئے نازنین کہاں
 دل بھی جگر بھی دونوں لہو ہو کے بہہ چکے نشتر چھوئے مار کی چینِ جبین کہاں
 پرے سے میں رہنے والے کو کچھ شرم چاہئے جاتی ہے دل کے ساتھ یہ جانِ حزین کہاں
 اب ہم ہیں اور محویتِ عشق اے جنوں ہمد کہاں ندیم کہاں ہم نشین کہاں
 کوئی خدا کے پاس تو کوئی بتوں کے پاس جانِ حزین کہاں دلِ اندوہ گبین کہاں
 ٹوٹی ہے آکے کوچہ جانان میں آج یاس اب دیکھیں ٹوٹا ہوا دم واپسین کہاں
 کم بخت دل کے جانے کا مجھ کو قلق نہیں جاتی ہے مجھ کو چھوڑ کے جانِ حزین کہاں

دشمن بھی کہہ رہے ہیں خدا داد بات ہے

شاعرِ ساساے ریاض سخنِ آفرین کہاں

شب وصل اپنے نگہاں ہوئے ہیں
مرے آگے غیروں سے پیمان ہوئے ہیں
سمائے ہیں اپنے نگاہوں میں ایسے
فرشتوں میں بھی شیخ صاحب کی گنتی
شب وصل کیا جانے کتنی بڑی تھی
کہاں میں نے لوٹی معاصی کی لذت
کیا یوں جدا گوشت ناخن سے اُس نے
مرا دم اُلجھتا ہے اے دستِ حُشّت
کچھ آوازیں آتی تھیں سنانِ شبیں
بڑی گہری چھپتی تھی نادانِ دل سے

پریشان کیا ہے پریشان ہوئے ہیں
یہ کم آپ کے مجھ پر احسان ہوئے ہیں
جب آئینہ دیکھا حیران ہوئے ہیں
یہ رندوں کی صحبت میں نشان ہوئے ہیں
بہت ان کے گیسو پریشان ہوئے ہیں
وہ کچھ بھی نہیں بن جو عصیان ہوئے ہیں
کہ دل سے جدا دل کے ارمان ہوئے ہیں
مجھے پھانسی تار گریبان ہوئے ہیں
اب ان سے بھی غالی سیابان ہوئے ہیں
بڑے یار غار اُن کے پیکان ہوئے ہیں

مجی ہے بڑی دھوم اہلِ حرم میں
ریاضِ آج شاید سلمان ہوئے ہیں

اب وصل کی اُمید نشاطِ آفریں کہاں
اُن کو یہ ہے غور کہ مجا حید کہاں
رکھے ہوئے ہیں روزِ نئے ربیب کہاں
ملتی ہے دیکھئے ہمیں دو گزِ زیر کہاں
منہ سے ابھی نکلی ہے اُس نے ہند کہاں
وہ سنگِ در کہاں یہ ہمارے جبین کہاں
کھل کھیلنے کو ہے نگہِ شرمِ گل کہاں

اے ہجر یار جانِ بچے یہ یقین کہاں
آئینے میں بتاتے ہیں کیا کیا وہ عکس کو
دل کے لئے تو روزِ نیا داغ چاہئے
پھینکا ہی اضطراب نے دامانِ حریفین
منہ چوم کر کھچائیں گے انکار کا مزا
مدت ہوئی رسائی قسمت کو رو چکے
ساغر پر آنکھ پڑ رہی ہے بزمِ غیر میں

ہم کو نہیں چین آگ لگے سوزِ درد کو
 ٹھنڈے ہیں چراغِ سرتربت بھی ہوا میں
 ہاتھوں سے یہ ٹپکے گا بھر دیا تھنہ اپنے
 ملنے کا نہیں خون مرا زنگِ حنا میں
 اے سیکسی گور خداتجھ میں اتر دے
 ہیں پھول بھرے آج تو داماں ہوا میں
 وہ بیٹھے ریاض آج تو کچھ جھوم رہے ہیں
 اب یہ بھی گئے جاتے ہیں مردانِ خدا میں

جامِ دست یار میں بارہی لالہ زار میں
 پھول اڑے بہا میں پھول کھلے بہا میں
 خاکِ بول کوئے یار میں رنگِ بنی ہم بہا میں
 داغ ہیں لالہ زار میں لالہ ہیں کوہِ سا میں
 ساقیِ شوقِ ادبِ ابتا کیوں نہ وہ مجھ تک آکر کا
 لعل لگے میں ایسے کیا ساغرِ زنگار میں
 ہم کو ہوا سکون کب جہیزِ مردانِ ہیں
 جھول رہے روزِ شب گر خوش روزگار میں
 ہم بہنِ تم کی گھٹات میں بن ملکہ ریت میں
 لطفِ ہوا کی بات میں لطفِ ہوا کی بات میں
 جیبِ چاک آتے ہیں بن کے وہ پاک آتے ہیں
 چرخ کا دور مٹ گیا چرخ کا دور مٹ گیا
 پوچھئے کچھ نہ حالِ ار کوئی نیل میں ہو بقرار
 مفت ہو گئے گراں پی کے کیا ہو اتھاں
 لائی اسے مری تلاش میں نہ کہوں گا دور باش
 بن کے فرشتہ آئی کاش شمعِ مری مزار میں

آئی کسے اجلِ ریاضِ حشرِ بپا تھا کل ریاض

کیا کہوں میں غزلِ ریاضِ طرحِ پیامِ یار میں

ہے پئے شمعِ دہر ہیں ایک سی بو پھول میں
 باتے ہیں سرجِ ستِ شمعِ ایک بو پھول میں
 ہے کہاں اہلِ گلشن ایک سی بو پھول میں
 پھول سے تم رنگِ دامن ایک سی بو پھول میں

ہم کسی کو جو پیار کرتے ہیں شکوہ پھولوں کے ہار کرتے ہیں
 او خود آراے بزم یکتائی اہل حشر انتظار کرتے ہیں
 یہ جو ہم کھل کے نئے نہیں پیتے خوف آمرزگار کرتے ہیں
 جرم جرم کبھی جوئے پی ہے تو بہ ہم بار بار کرتے ہیں
 حشر کے دن بھی چاہنے والے جان تم پر نثار کرتے ہیں
 زد میں رہتے ہیں رونظرِ حسن ہم انہیں کا شکار کرتے ہیں
 اہل سجدہ کو رزق کی سچے حرص دانہ دانہ شمار کرتے ہیں
 کیا ملے ہم سے میکشوں کو ریاض
 دے کے دو دس ادھار کرتے ہیں

شوخی سی تو شوخی بھی نہیں رنگِ حنائیں کن ہاتھوں سے ماتم ہو مری بزمِ غزائیں
 ٹھکراؤ قیامت کو نہ تم پاؤں سے ایسا گھبرا کے چلی آئے مزارِ شہدائیں
 وہ خوش کہ فریب اس کو دیا ہم کو تسلی دونوں کو مزے آتے ہیں بیانِ وفا میں
 تم پھینک ہی دو گئے وہ کہیں بیچ ہی لگا ہاں بے بھی دو چپکے یہ دل دستِ گدائیں
 اٹھے کبھی گھبرا کے تو میخانے کو ہو گئے پی آئے تو پھر بیٹھ رہے یادِ خدائیں
 سو کھے ہوئے مر جھاکے ہو ذی بھولِ جاد پر آجاتے ہیں دو چار کبھی اڑ کے ہوائیں
 اب روئے گی جشتِ مری امنِ سولہ شکر دو ہاتھ وہ مصروف ہیں دن راتِ غنائیں
 دامنِ کفن ڈال کے ہم جاتے ہیں منہ پر اڑتی ہے بہت خاک سنا راہِ فنا میں
 آنکھوں میں شرارت ہے کہ روئے نہیں کہتی شوخی ہے کہ بے چین ہے آغوشِ حیا میں
 لینے کو بڑی ٹھاٹھ سے آتی ہے قیامت دھوئیں میں مچی آج مزارِ شہدائیں

اک حیس ہودل کے پہلانے کو روز روز کی یہ دل لگی اچھی نہیں

ذرہ ذرہ آفتاب حشر ہے حشر اچھا وہ گلی اچھی نہیں

اہل محشر سے نہ اُجھو تم ریاضن

حشر میں دیوانگی اچھی نہیں

دم آخر کسی کا شکوہ بیداد کرتے ہیں
رہا ہو کر ہم اتنی خاطر صیاد کرتے ہیں
فخاں کمری وہ ناز سوارشا کرتے ہیں
بڑھاپے میں تجھے ہم اے جوانی یاد کرتے ہیں
عجب انداز سے کہتی ہیں دل کی حشر تجھے
نہ آنکھوں میں کبھی آنسو نہ ہونٹھوئی کبھی نالے
گلے میں کیوں گ جان بے خبر رہ گیا تیرا
یہ کیوں ہے دشمنوں کو دوستوں کو بھتجواس کی
گرا نا ہی ہم کچھ کلیاں صیاد کے گھر پر
دل مضطر کی تصویریں بھری ہیں کیا مقصود
ہمارے ساتھ ہو صیاد بھی یا رب صیبت میں
لکھا کس حُسن سے خط میں کہ ہم تجھے کشید ہیں
اُٹھو گاہو نہی محشر میں لے ہیں اُن کے خنجر کو
کہاں وہ ہیں کہاں ہم ہرینڈا ہر تفر قیاد رب
مری صورت جو دیکھی ہم نشیں سے ہنس کے فرمایا

نہیں میں جھکیاں رہ کے ہم فریاد کرتے ہیں
نشیں رات کو دن کو نفس آباد کرتے ہیں
کہاں تو مر رہی اے موت تجھے کو یاد کرتے ہیں
اب اپنی عمر آخر اس طرح برباد کرتے ہیں
ہمیں گھر سے نکالیں گھر وہ کیوں یاد کرتے ہیں
نہم شمت کو روتے ہیں ہم فریاد کرتے ہیں
کہیں محل سے ایسی شوخیاں جلا دیتے ہیں
وہ مجھ پر رحم فرماتے ہیں یا بیداد کرتے ہیں
اثر خیز اک نئی طرز فحال ایجاد کرتے ہیں
کچھ استاد ہی بھی اس میں مافی وہاں کرتے ہیں
کلیجامنہ کو آتا ہے جو ہم فریاد کرتے ہیں
کشش حرفوں کی ایسی ہے کہ ہم صداد کرتے ہیں
گلے میری لگاتے ہیں یہ کیا جلا دیتے ہیں
وہ ہم کو یاد کرتے ہیں ہم اُن کو یاد کرتے ہیں
یہی کوسار پر اب ماتم فساد کرتے ہیں

برقیں گزری ہیں دست ناز سے پھینکے ہوئے
 شاہد گل سے ہو کتنی ملتی جلتی دختِ رز
 بوئے گل پر تپتی ہے کیا اس قدر او شاخِ گل
 آکے تم میرے ایندو داغ کی دیکھو بہار
 بادہ رنگیں میں موج ہو کی حالت پائدار
 غنچہ دل میں ہمیشہ ایک سی بوئے وفا
 ایک سا دیکھا ہمیشہ دختِ رز کارنگِ پ
 یار کی لب کی سی میں رنگِ بویساں مدام
 شاہد گل کی طرح رنگیں لبس و عطر بیز
 پھول ہے بالا کو دمن ایک سی پھول میں
 ایک خوبو دو دمن فن ایک سی پھول میں
 کیون جھلکے مینا کی گردن ایک سی پھول میں
 ایک سا ہر رنگ گلشن ایک سی پھول میں
 شیشے میں دیوار آہن ایک سی پھول میں
 کب ہی او گل نہ داس ایک سی پھول میں
 وہ جو انی ہو کہ بچیں ایک سی پھول میں
 تو دکھا دہم کو سوسن ایک سی پھول میں
 ایک سا ہر رنگ اس ایک سی پھول میں

بے خزاں ہے مصیبت کا رو کا گلشن اوریا تھن

پھول ہے ہر داغ داس ایک سی پھول میں

دل جلوں سے دل لگی اچھی نہیں
 منہ بناتا ہے برا کیوں وقت و عطا
 زلفِ یار اتنا نہ رکھ دے لگاؤ
 بتکدے سے میکدہ اچھا مرا
 مفلسوں کی زندگی کا ذکر کیا
 اس قدر کھینچتی ہو کیوں اس زلفِ یار
 آئیں میری بزم ماتم میں وہ کیا
 شمع کو دے دوئے بے رنگ و بو
 رونے والوں سے ہنسی اچھی نہیں
 آج واعظ تو نے پنی اچھی نہیں
 دوستی نادان کی اچھی نہیں
 بیخودی اچھی خودی اچھی نہیں
 مفلسی کی موت بھی اچھی نہیں
 لے کے دل اتنی کجی اچھی نہیں
 ہاتھ میں منہدی رچی اچھی نہیں
 اس کی قسمت کو کھینچی اچھی نہیں

وہ چپ ہوئے تو چپ سے میرے کام گئے جھنجھلا گئے تو ضد سے رہو رات بھر نہیں

دو زخم میں جا کے نہر بہا میں شراب کی

اتنا ریاض آپ کا داماں تر نہیں

کیا قیامت ہے لحد پر مری وہ آتے ہیں اپنے سائے کو جو چلتے ہوئے ٹھکراتے ہیں
چٹکیاں موجِ تبسم کی زلفت ڈھائیں لبِ نزاکت سے ترمیخ مجھے جاتے ہیں
کس قدر گورِ غریباں کے ہیں افسردہ چراغ جس قدر تیز کرو اور بجھے جاتے ہیں
لطفِ جی بھر کے اٹھائیتے ہیں مہیا کی کا ہم تصور میں ترے اور مزا پاتے ہیں
شرم سے کچھ سحر وصل وہ کہتے تو نہیں کروٹیں لیتے ہیں بچپن میں جھنجھلاتے ہیں
جانتے ہیں اُسے بیگانہ و شوخ و گستاخ آئینہ سامنے آتا ہے تو شرماتے ہیں
خاکِ پاکس کی ہے نقشِ کفِ پاکس کی نا تو ان ہم سے جو گرتے ہیں تو سو جاتے ہیں
دل میں بھولی سی ہا کر تہی صورتِ کس کی دیکھئے آئینہ ہم آپ کو دکھلاتے ہیں
پھیرنا چاہتے ہیں اپنے پریشاںوں کو کھول کر زلفِ وہ کچھ اور بھی ترا تے ہیں

بنتے ہیں انجمنِ ناز میں بھولے کتنے

وہ بناتے ہیں ریاض اور بنے جاتے ہیں

اک تارِ پیرہن مٹھائیں زارِ پیرہن میں رکھیں کسے لحد میں رکھا ہو کیا کفن میں
چھٹکر نقش سے یاب جاؤ گے کس جگہ ہم برباد آئیاں تھے پہلے ہی ہم جہنم میں
لائے گا دورِ بادہ کھویا ہو ا زمانہ میرا شباب ہو گا جامِ مے کہن میں
کرتے ہیں وجد اب تو سُن سُن کے کعبے والے میں نے وہ روحِ بچوں کی تاتوس بہن میں
آئیں گے جب فرشتے تو مٹنے کھلے گا اس کا بوتل کوئی چھپا کر رکھ دے کفن میں

کبھی تھوڑی سی پی لی اب نہیں کی کچھ پڑا
الگ گوشے میں بیٹھے میرے اکو باد کرتے ہیں
مجھے دیکھا تو بولے میری کوچے سو کل جائیں
یہ دل میں چٹکیاں لیتے ہیں یا فریاد کرتے ہیں

بزرگی ہے کہ مرتے ہیں تان شوخ پر اب بھی
ریاض اس عمر میں کیوں عاقبت برباد کرتے ہیں

سین کیا ہو نگاہ یاس شستہ چشم سوزن میں
گزیباں میں گریبان سے نہاں اس ہے دامن میں
کہاں قسمت کہ یہ چپکے کسی ہوش کے دامن میں
دایں برداع کو پھینکا لیکن جا کر کوئی دشمن میں
چمنوں میں پھول دوست جنوں کیا جاگ لگش میں
ہی میں دھجیاں کچھ جو گریباں میں دامن میں
تجلی گاہ میں اپنی الہی کون آیا تھا
جڑے ہیں آئیے نقش قدم فرشتہ ایں میں
عناد کی طرح میری سلاسل شور کرتے ہیں
چلو زندانیوں شاید بہار آئی ہے گلشن میں
لحد کی تیرگی نے کم کیا بجو بھی ان کو بھی
بہت کھو گئے میری فرشتے آگے مدفن میں
سمجھتا تھا سوا میں بال و پر تو تنکے تنکے کو
پڑی ہر جان میری اور نفس و انوشین میں
یہ پھینکیں آپے اس سے نہ ٹھہریں گے تیرے پیر
تڑپ کر جا رہے تھے قبر یہ پھول دامن میں
مبارک چیں سے سونا سیر کاروں کو خوش رنگ
فرشتوں کا گرد مشکل زبان کے تیرہ مدفن میں

پس دفن آئے پریش کے لئے بس ہو چکی پریش

فرشتے جائیں حوریں اسے ریاض آئیں گے مدفن میں

سر پر زین حشر اٹھائیں گے ڈر نہیں
جس کا جنوں میں یاس تھا وہ رہ گزر نہیں
میں بھی مرا رقیب بھی دونوں میں غلبہ میں
جنت الگ یہی ہے تو اپنا گزر نہیں
مشعل جلا کے غول سیاہان جلیں گے ساتھ
کیا خضر گم ہوئے تو کوئی راہبر نہیں
اکھو کر یہ آسمان سے خدا بلانے کیا ہوا
دشنام تلخ یا میں بھی اب اثر نہیں

دیکھا نہیں ہم نے ابھی دنیا کا بدلنا بدلی ہوئی دنیا کی ہوا دیکھ رہے ہیں
 اٹھ جائیں دم نزع کہ دم توڑ رہا ہوں بیٹھے سر بالین مجھے کیا دیکھ رہے ہیں

اب خار ریاض آنکھ میں ہے عالم ہستی
 ہم دوسرے عالم کی فضا دیکھ رہے ہیں

ہم غریبوں پر جفا اچھی نہیں بیکسوں کی بددعا اچھی نہیں
 موت آئے یہ دعا اچھی نہیں ہجر میں بھی موت کیا اچھی نہیں
 دل لگی میں تو بگڑتی ہے بہت بات یہ زلف رسا اچھی نہیں
 ہاتھ رنگنے کا لہو سے ہو گمان شوخ اتنی بھی جینا اچھی نہیں
 کیوں راتی خاک آتی ہے بہار چھیڑا سیروں سے صبا اچھی نہیں
 کام مینا خانے کا ہو جائے گا بند چشم ساقی کی حسیا اچھی نہیں
 بوسہ لب سے نہیں چلتا ہے کام گالیوں کی یہ سزا اچھی نہیں
 شیخ یہ کہتا گیا پیتا گیا ہے بہت ہی بد مزہ اچھی نہیں
 دل وہ سب کچھ لیس یہ ہے اچھی ادا جان لینے کی ادا اچھی نہیں
 غم غلط کرنے کو میں کتنی پیوں رات دن غم کی گھٹا اچھی نہیں
 بعد جس کے ہجر ہو وہ وصل کیا درود دل اچھا دوا اچھی نہیں
 ایک کافر مجھے یہ کہتا گیا رات دن یاد خدا اچھی نہیں

میکدے کو چھوڑ کعبے جا ریاض

غفلت اے مرد خدا اچھی نہیں

شرطاً رہے جو موح ہے پیمانے میں بجلیاں کو ندی ہیں آج تو بچا نہیں

کیا ہو گئیں وہ شمعیں رہن جہاں تھا جن سے
 وزد کفن نہ سمجھوں آئیں اگر فرشتے
 اٹھ کر اس انجن سے پہنچیں کس انجن میں
 میرا کفن لگا دیں سب مزد گورکن میں
 نالے لکے ہو کون کس کس سو مرد دہن میں
 وہ پھول دیچن میں وہ شمع انجن میں
 حسرت چلی ہے میری چھپکے کفن میں
 اب تیغ بڑھ گئی ہے قاتل سے بائیں میں
 کتنے بھرے ہیں فتنے اس چشم سحر فن میں
 گھر کیسی بنائے آکر مرے وطن میں
 ابھی نبھے گی اس سے ہمایوگی بھی اپنی

پڑھنا مشاعرے میں زیبا ریاض پر ہے

بلبل جیک رہا ہے گویا کسی چین میں

بن بن کے وہ آئینہ ذرا دیکھ رہی ہیں
 پھوٹا ہے کہاں رنگِ خدا دیکھ رہے ہیں
 سوتے میں جوانی کی ادا دیکھ رہے ہیں
 اب پردہ نشین بایں کے تعلیم حیا سوز
 نو خاستہ سبزے کو ہوئی جاتی ہے لغزش
 بن بن کے قنفا کھیل رہی ہے مرے سر پر
 بننے نہ سنا تھا شبِ فرقت کو شبِ جہل
 آئے تو ہیں میتے نہیں ناصح ابھی ساقی
 دے جائے ذرا رنگ مرادِ انجست

آغاز جوانی کی ادا دیکھ رہے ہیں
 رنگیں ترے نقش کفن پا دیکھ رہے ہیں
 ٹوٹے ہوئے ہم بند قبا دیکھ رہے ہیں
 کچھ آپ زمانے کی ہوا دیکھ رہے ہیں
 مستی تری ہم باد صبا دیکھ رہے ہیں
 وہ آئینے میں اپنی ادا دیکھ رہے ہیں
 اللہ یہ ہم خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں
 نعل کا تری رنگ ذرا دیکھ رہے ہیں
 دل میں ہر نقش وفا دیکھ رہے ہیں

ہر آنکھ الگ مجھے رشک آج بنے گی
 سر و چین و سر و چہاں کیا ترے آگے
 وحشت نہ گئی تیرے پہلی نہ طبیعت
 ہم نے گل و بلبل سے بھی سو سن بھی پوچھا
 ملنے کی نہیں ساز سے آوازِ عنادل
 دامن ہی جنوں میں نہیں کس طرح چن چن
 اللہ یہ رنگ اثر موسم گل کا
 آتی ہیں گھٹائیں تو بتاتے ہیں ہوا آج
 دیکھیں گے رواں و چمن و گنگ چمن میں
 جو سر و رواں ہو وہ کر گنگ چمن میں
 پتوں نے بجا کونجی دف و چنگ چمن میں
 گلشن کی زباں کی نہیں نہنگ چمن میں
 شاخیں لئے بیٹھی ہیں دنگ چمن میں
 جاتا ہوں تو آتا ہے مجھے ننگ چمن میں
 لعل اگلے جو آجائے کوئی ننگ چمن میں
 چھائے ہوئے ہیں گیسو و شنگ چمن میں

شرمائیں ریاض آج سیہ گیسو والے
 وہ ریش حنائی کا جسے رنگ چمن میں

یہ سیدھے جواب لفظ والے ہوئے ہیں
 تبستم فرامیرے نالے ہوئے ہیں
 مرے ہاتھ پر کھیلے ہیں افعی زلف
 نہیں ہم کو لغزش کا ڈر میکدہ میں
 الجھتے ہیں سوتے ہیں زلفوں سے کیا کیا
 چھپا کر بہت پنی ہو مسجد میں دعا
 شب وصل بولے نہ اب دل میں آئیں
 الگ ہو خدائی سے کچھ ساختن کی
 جو یاد اب تک اتے ہیں اہل چمن کو
 ہمارے ہی سب بل نکالے ہوئے ہیں
 ذرا شوخ اب شرم والے ہوئے ہیں
 یہ سانپ آستینوں کے پالے ہوئے ہیں
 کہ دو دو فرشتے سنبھالے ہوئے ہیں
 وبال ان کو کانوں کے بلے ہوئے ہیں
 یہ ظرف و ضروب کھنگالے ہوئے ہیں
 جو ارمان میرے نکالے ہوئے ہیں
 یہ بت اور ساپنچے میں ڈھالے ہوئے ہیں
 قفس میں وہی نغمے نالے ہوئے ہیں

ایک خوشے کے برابر نہیں میخانے میں
 شعلہ شمع سے مل کر لگے سرخاب کے پر
 چھیڑے یوں دل وابستہ شگفتہ ہو جائے
 بزم ساقی میں جو بنتی ہے پر سی شیشے میں
 رہتے ہیں جو لبِ لعلین بتاں پر اکثر
 آپ کا وصل نہ ہو جان کا جہاں کہیں
 اور بھی چاند سی شکلیں ہیں نہیں آپ نہ ہوں
 دے دے تو میری جوانی ترے صدق ساقی
 اودمی اودمی یہ گھٹائیں سو گلشن جائیں
 پھر یہ زنجیریں کہاں آئی جہاں فصل بہار
 لطف ہو دیو و حرم دونوں سے مجھ کو اے شیخ
 جیسے ہر وقت کیلجے میں موشِ شمعیں روشن
 نہیں بڑتے ہیں زمین پر کبھی وہ نقش قدم

رزق ملتا ہے در حضرت ساجد کے یا ص

جام چھلکا تے ہیں مٹھے ہوئے میخانے میں

تو بے شکنی کے لہو زاہد تھی جنگ چمن میں
 بے موسم گل خوب جمارنگ چمن میں
 ہر گل کا گران وزن رہا رنگ چمن میں
 غنچے کے چٹکنے کی صدا ہم نے اڑائی

کاگ اڑتے نظر آئی کئی فرنگ چمن میں
 کل خوب گھٹی خوب چھنی بنگ چمن میں
 ٹھہرا کوئی لعل بھی پاسنگ چمن میں
 سیکھے پئے فریاد نئے ڈھنگ چمن میں

ہو سرد اس تو کچھ ہو پھیرنے کو حشر میں
 کچھ جواب تلخ میں لطف شراب تلخ ہے
 دور سے دوڑا دیا اڑ کر غبارِ بخار نے
 جان لے کر ہوا ظالم کی ہر جانِ آفرین
 دست بے رنگِ حنا محشر میں اس پاک صاف
 میر و بحرِ عمِ کامل سکتا نہیں ہے اور چھوڑ
 کہتے ہیں اُس دن تو وقتِ فوج ہاتھوں نہ بھتی
 اے خیالِ یار کیوں آیا پسینا نزع میں
 خون میرا تیری گردن پر میرے قاتل نہیں
 تیرے صدقہ میری ساقی تیرے کوئی ساکن نہیں
 قیس ہے ناقہ نہیں لیلیے نہیں محفل نہیں
 ہو کے قاتل وہ مرا دشمن نہیں قاتل نہیں
 رنگ و راقا قاتل کوئے ایسا کوئی بسمل نہیں
 موج ہر گرد آبِ ہر طوفان ہر ساحل نہیں
 خون باقی ہیں ترے میری حنا شال نہیں
 منزل اول تو کچھ ایسی کڑی منزل نہیں

کانگرس کی بزم میں کام کی باتیں یاצל
 جس میں دور جام بادہ ہو یہ وہ محفل نہیں

جس میں بے دانہ مٹی خود ہی شمع وہ محفل نہیں
 سب جیس کہتے ہیں دل کو دیکھ کر وہ دن نہیں
 خون اس شوخ ہے جو چاہا محشر میں کہے
 ساتھ دیوانے کی لیلی تو بھی دیوانی ہوئی
 دشتِ الفت میں کہیں ٹھہرے رنگِ عشق ہے
 عکسِ صورت کی طرح اے گدھیوں اس میں آپ
 مضطرب ہی اک بُک و موجِ خون گرم ہوں
 ہلہلہائے لاکھ یارب کشتِ زارِ آرزو
 سکوڑتے آئے ہیں دینے نجات اس بوجھ سے
 ہائے اب نہ ہیں وہ دن نہیں وہ دن نہیں
 دل لگاؤ کیا کسی سے اب ایسا قاتل نہیں
 جو مجھے لے زیرِ دامن وہ مرا قاتل نہیں
 تو ہر جس میں قیس کا دل ہر تر محفل نہیں
 بیقراری جاوہرِ لیلیٰ کون منزل نہیں
 دیکھئے تو آپ کا یہ آئینہ ہے دل نہیں
 قتل گاہِ ناز میں مجھ کوئی بسمل نہیں
 کچھ بھی خبر نشو و نما کم بخت کا حال نہیں
 دل مرا یہ کوئی سینے کی میرے سل نہیں

کسی پر دم حشر کیا آنکھ ڈالوں
جنوں رنگ لایا ہے پھر فصل گل میں
چراغ اب شب وصل جلنے نہیں گے
نزاکت نے تیری گرایا نظر سے
یہ اسے شیخ گنبد نہیں سجدوں میں
بھری بزم میں لطف خلوت نہیں ہے
یہ کہتی ہے مست آنکھ ان کی شب وصل
بہے ہیں جو فرقت میں آنکھوں سے میری
ارے کانٹو جو اشک مرگال سوٹیکے
سبُو آبِ زمزم سے دھو کر بھریئے
جوانی میں کیوں سراٹھائیں گیسو
وہ محشر میں کیا عیب کھولیں گے میرے

حسین مری دیکھیے بھالے ہوئے ہیں
نہیں لالہ سب زخم آئے ہوئے ہیں
وہ گیسو جل کھا کے کالے ہوئے ہیں
ٹبک کتنے بھارجی دشالے ہوئے ہیں
خیمے ہمارے اُچھالے ہوئے ہیں
وہ نقشے میں ہیں ہم بھالے ہوئے ہیں
کئی آج خالی پیالے ہوئے ہیں
وہ دریا تو آنکھیں نکالے ہوئے ہیں
وہی پاؤں پڑ پڑ کے چھالے ہوئے ہیں
اچھوتے ہیں جتنے کھنگالے ہوئے ہیں
کہ اب ڈنڈو والے یکالے ہوئے ہیں
جو رحمتِ سحاب پر وہ ڈالے ہوئے ہیں

سنا ہے ریاصل اپنی ڈاڑھی بڑھا کر

بڑھاپے میں اللہ والے ہوئے ہیں

بہر لیلے دیدہ مجنون نہیں محل نہیں
دل تو ہے کیونکر کہوں پہلو میں دل نہیں
پیار سے کہتے ہیں کیا پہلو میں تیرے دل نہیں
ہو گیا کل نزع کی سختی کا مرکز امتحان
وہ چرائیں آنکھ اپنی جان لے کر شوق سے

جس میں آجائے تمنا وہ ہمارا دل نہیں
ہے وہی محفل مگر اب گرمی محفل نہیں
وہ تڑپ پہلی سی اب کیوں ہے مریز دل نہیں
جو آسان ہو کوئی ایسی کڑی منتر انہیں
پھیر لیں ہم بھی نظر ایسا ہمارا دل نہیں

وصل کی شب تو نہیں بارب کہیں
صبح کی کچھ کچھ جھلک ہوشام میں
پائی ہے بادِ مخالف سے نجات
دم تو لے لیں گئے ہیں دام میں
تم ذرا کہہ دو تو اگر برق طور
ڈال دے بتی چراغِ شام میں
منہ بنا لیتے ہیں جب لیتے ہیں نام
کتنی تلخی ہے ہمارے نام میں
اب جوانی تو کہاں لیکن ابھی
ہے جھلک اس کی نئے گفام میں
میرے گھر مجھے کو وہ آئے ریاض
لے گئے دل عید کے انعام میں

یہی بن جاتی ہے ظالم غلط انداز کہیں
جو کتنی ہی نہیں تیری نگہباز کہیں
حشر میں سبے الگ اپنی بنا لوں جنت
آج موقع ہو ملے توبت طناز کہیں
اتنی ابلے کہ درویر و حرم تک پہنچے
خیم میں منہ ڈال کے کہنے و جو کوئی راز کہیں
جاؤں کیا گرمی گفتار سے جی ڈرتا ہے
طور کو پھونکا دے شعلہ آواز کہیں
وہی بلبل وہی پروانہ وہی گل وہی شمع
بو کہیں رنگ کہیں سوز کہیں ساز کہیں
ہم اُسے سجدہ کریں تم کو تو جھک کے سلام
کام بن جائے ہمارا جو خدا ساز کہیں
میرے قابو کے قفس میں نہیں اے فصل بہار
لے اڑیں محکونہ میرے پر پرواز کہیں
طور سے قبل بھی باتیں ہوئی ہیں روزالت
اس سے پہلے بھی سنی ہے تری آواز کہیں
جان کی خیر جنوں بن کے شباب آتا ہے
رنگ لائے نہ جوانی کا یہ آغاز کہیں
تیرے صدق و ترقی و قربان وہ دنیا ہو کہ حشر
چھپنے والے ترے چھپتے نہیں انداز کہیں
جام چھلکا کے کوئی موج اٹھے جان پڑے
دختر رز کے نہیں تو لبِ اعجاز کہیں
نظر آتے ہیں ریاض آپ سے باہر ساقی
مجھے ڈر ہو کہ یہ افشا نہ کریں راز کہیں

گالیاں نہ کر کیا تو آج وعدہ حشر کا
 ٹوٹی کیا اُمید تِنکے کا سہارا بھی گیا
 آپ کے کہنوں سے نکلے آپ سے سمجھ میں کیا
 اب ہمارے واسطے محشر میں جو ہوا ہتمام
 چوم لوں مَنے آپ کا میں تو کسی قابل نہیں
 جس کو ہم سمجھے تھے ساحل موج ہوا نہیں
 ایسی کسی کوئی میری آرزو سے دل نہیں
 جائیں گے جنت میں کیا دوزخ کو بھی قابل نہیں
 کعبہ ہوئے خانہ ہونم کام سے غافل نہیں
 جرمے دانہ تبسح ہیں بہر شمار

حشر میں بوبادہ کو ترکی آتی ہے ریاض

مے نہ ہونم ہوں کوئی ایسی کہیں محفل نہیں

ہوا اثر جو کچھ خدا کے نام میں
 پائے خم دستِ سُبُوہ میں کام میں
 جتنے خم تھے آگئے سب کام میں
 کیا بھر اتھا زہر میرے نام میں
 نجد میں کیا قیس کا ہے، س آج
 یون چھپی ہے پور جیسے زخم کا
 وصل کی شب اتنی چوہاں کے لب
 صدقہ صدا انقلاب روزگار
 گالیاں دین نامہ بر کو تلخ تلخ
 موج مے شاید پر پرواز ہے
 یہ سمجھ کر کس قدر ہے عیب پوش
 جا کے در پر تب سنا تو یہ سنا
 اور کیا رکھا ہے اب اسلام میں
 آ رہی ہے آج میرے جام میں
 کھچ گئی تو بے شکن کے جام میں
 آگئی تلخی لب دشنام میں
 ننگے ننگے جمع ہیں حمام میں
 کوئی حسرت ہے دل نا کام میں
 لذت اب باقی نہیں دشنام میں
 آنکھ پھیری کس نے دور جام میں
 حرف بوسہ زہر تھا پیغام میں
 اڑ کے آ جاتی ہے میرے جام میں
 ہم چھپے ہیں جامِ احرام میں
 شب کے جاگو ہیں ابھی آرام میں

فشتہ کے ہر جوان بننے میں سہی میں لیا ض

وقت ہے تو بکریں اب قبر کا سامان کریں

کون دل ہے مر و اللہ جو ناشاد نہیں
نازنین جان بھی لیں تو کوئی بیدا نہیں
اے نسیم سحری ساٹھ لئے جاسو بام
سبز باغ آپ دکھائیں نہ آبِ زاوی کے
چپ سے میں کچھ مر و آغوش میں دھڑکوں
دیکھتے رنگِ حنا جاتے ہیں قتل کی طرف
ہے تری حب پر آج آنکھ نشیم کے عوض
شو ق لقل میں گم آواز اذان ہے اے شیخ
ایک اک پھول کو ایک ایک کٹی کو دکھا
نکلی ہیں حشر میں دنیا کی پُرانی باتیں
نگری برق مگر آپ گرے غش کھا کر
جس سے آقا قناشیم کا قفس میں کچھ لطف
دل سے نکلی ہے یہ دل ہی میں ہے گلی ظالم
کام کرتا تھا جو اے چرخ ترے پردہ میں
یہ بہت ہو رہے دن رجب حکومت قائم
بوئے غول نیل میں شیریں ترے مہندی لگا ہوا
حد سے آگے نہ بڑھو دیکھئے مرگانِ دراز

کون گھر ہے مرے اللہ جو برباد نہیں
چوڑیاں ہاتھ میں ہیں خنجرِ فولاد نہیں
نفسِ مروہے نالہ نہیں فریاد نہیں
آپ کے باغ میں تو سرو بھی آزاد نہیں
یہ وہی ہیں جنھیں جہانِ وفا یاد نہیں
ہاتھ میں تیغ نہیں خنجرِ فولاد نہیں
باغبان یہ تو کوئی چور ہے صیاد نہیں
یہ بہت خوب کہی میکہ آباد نہیں
ہار میں ان کے ہمارا دل ناشاد نہیں
میں تو کیا میرے فرستوں کو بھی اب یاد نہیں
یہ تو اے حضرت موسیٰ کوئی اقتاد نہیں
تیرے قربان تھی آنکھ وہ صیاد نہیں
جا کے دیوار سے ٹکرائے وہ فریاد نہیں
وہ نہیں کام میں تولد ت پیدا نہیں
آج قبضے میں اگر بصرہ و بغداد نہیں
ہاتھ میں لائے کے خونِ سرفراہ نہیں
چھیرنے کے لئے کم نشترِ فضا نہیں

جمع سودشنے کریں وہ جمع سو پیکان کریں
 کیوں مجھے رخصت کریں کیوں حشر کا پیکان کریں
 اس طرح چھیر میں دل سے مریں امان کریں
 لوٹتے ہیں لطف آنکھوں میں نشے ساتھ کے
 عشق ہے وہ نام جس کا رکھ لیا ہے سب نے درد
 ہمیں سے کی اے دل بیتاب تیری شوخیاں
 جان پر دشمن کی ٹوئیں منکواں سے کیا غرض
 اُجڑے دل گشت کرتا ہے حسینوں کا خیال
 سینے پر آجیل ہے خلوت میں تہہ فانوس شمع
 بنا آنکھیں ہوئی آنکھوں میں صورت آپ کی
 اپنے پہلو میں اُنہیں رکھیں گے ہم دل کی طرح
 جان الے آئینے میں چاند سی صورت کا عکس
 ہم مسلمان بھی فرشتانِ خدا کی دیکھ لیں
 کچھ چنے صحرا کے کانٹے کچھ چنے گلشن کے پھول
 اب تو ہر قطرہ نظر آتا ہے طوفانِ در بخل
 یہ سمجھیں جانے والے دو قدم کی راہ ہے
 کیوں اُڑی پھر تیرے مجھ سے دل کیوں ٹکرنے
 لطف ہو متل میں چمکیں آج درد و بکلیاں
 موت کا خوابیدہ ہے یہ ہماری زندگی

میرے دل میں روکے جو چاہیں اے ارمان کریں
 نزع میں کیوں آئیں مجھ پر آپ کیوں احسان کریں
 گدگدی اُٹھتے تبتسم غنچہ پیکاں کریں
 ان فرشتوں سے بھی اب چھپ چھپ کر ہم عصیان کریں
 درد ہو تو چارہ گر کچھ درد کا درمان کریں
 چل حسینوں پر تجھے صدقہ کریں قربان کریں
 جا کے اپنا کام اُن کے ناوک و پیکان کریں
 وہ پری خانہ ہو جس گھر کو حسین دیران کریں
 شمع عریاں ہے یونہی کیا شمع کو عریاں کریں
 نزع میں آپ اس طرح مشکل میں آسان کریں
 گھر تو گھر ہی زخم میں ڈبے ہوئے پیکان کریں
 آئینہ بن جائے دل اتنا اُسے حیران کریں
 کعبہ دل میں سی کافر کو اب مہمان کریں
 سر میں اب سودا ہی یہ آباد پھر زندان کریں
 کم نہ ہو کچھ یہ ہمارے دیدہ گریان کریں
 قبر میں جانا ہے جن کو حشر کا سامان کریں
 رخ زرا میری طرف بھی ناوکے گان کریں
 آستین تو چڑھ چکی ہے تیغ بھی عریاں کریں
 خون ارماں ہو چکے انجاک ہم ارماں کریں

جہاں ہاتھوں میں ہونٹھوں پر تپتے گرم گدگدائی میں
 بیان وصف کو نہ کئے واعظ نے محفل میں
 دکھا دل نہ خودہ داغ روشن ہر دہل میں
 اترتی ہی نہیں کچھ طور کی باتیں دل میں
 وہ گل سمجھیں گے مستی میں یہ بھڑکی آتش گلے
 خانا کو لہو سے ہاتھ رنگنا کب سکھائے گی
 وہیں ٹھہری ہمارے حشر کی آرزو میں ٹھہری
 گمان نشے میں معیت تھا ہمیں بھی شور و اضط کا
 بہار آئے تو گھر آگ برسے پھول بن بن کے
 فسانے میں نظر آتے ہیں کچھ بگڑی ہوئے خاکے
 ابھی تو خون بسن کچھ یونہی سارنگ لایا ہے
 بہار آئے نہ آؤں ہم نہیں جانے کے زندان سے
 چین کے پتھر پتھر سے صدائے درد آتی ہے
 بڑی مشکل سے گوشہ عافیت کا ہاتھ آیا ہے
 کہیں کیا بیٹھ کر کاٹی ہو کیونکرات اکٹھیوں
 ہمارے دوش کو اپنا نشیونہ سمجھتے ہیں
 گئے وہ دل کہ دیتے تھے جگہ تم تیر و بیگان کو
 مزے لڑکے سنا تھیں تجھے بہکی ہوئی باتیں
 کشتہ کار کا باعث خدا کا یاد آنا ہے

وہ آؤ پھول بسنے مرے پھولوں کی محفل میں
 یہ بات ایسی تھی کہ کچھ پی گئے کچھ لڑ ہو دل میں
 جو رکھ دو جان میں ہالہ ہو پیدا ماہ کا دل میں
 پہاڑ ایسے چھپے کتنے ہیں ہی آنکھ کو تل میں
 جو انگارہ بھی لکھ دو کوئی نقارہ عنادل میں
 ابھی تک چٹکیاں لینا نہیں آتا انہیں دل میں
 بڑا میدان مارا آج ہم نے کوئے قاتل میں
 گراں قحطی قفل منا مگر ہم لے ہو دل میں
 خدا تاثیر سے صیاد فریاد عنادل میں
 نہ اب مجنوں ہے جنگل میں ابیلو ہے محل میں
 شفق پھولی نظر آتی ہو یارب کوئے قاتل میں
 ہماری عمر گزری گی یونہی طوق و سلاسل میں
 کہاں سے پھٹ پڑی تاثیر فریاد عنادل میں
 فقس میں رہتو رہتو لی جگہ صیاد کو دل میں
 یہیں لینا اک آفت تھا کہ کچھ خطرہ ہو منزل میں
 رہی وحشت نہ ہمیں مل گئے ہم یوں عنادل میں
 نگاہ ناز جا بھی اب نہیں تیری جگہ دل میں
 میان مجنوں کو اے لیلے بٹھالینا تھا محل میں
 نظر آئیں ہیں آسانیاں مشکل سی مشکل میں

شعرا آپ کو بھی خوب بناتے ہیں لے یا صل

سب یہ کہتے ہیں کوئی آپ سا اُستاد نہیں

اُن سے کہنے کی کوئی راہ نکالوں تو کہوں
حال دل کا دل بد خو کو سنبھالوں تو کہوں
آتے ہی بزم میں غریبوں نے کہا کیا مجھ کو
اپنی رسوائیوں کا حال سنالوں کیوں کر
وصل کی رات بھی ہر طرف کی کچھ بات بھی ہے
دل میں لے لیتی ہیں چنگی شکر ارام کیوں کر
لے لوں بنا تو کہوں جو ریتان اور حشر
باغبان دل میں بھری ہوئی کیا کیا باتیں
کھل کے کہنے نہیں دیتا مجھے آنکھوں کا حجاب
ایسی تلوں سے لگو آج کہ چوٹی میں مجھے
وصل میں بوجھنے بیٹھے ہو تم افسانہ ہجر
وادی عشق کے جس طرح چُنے ہیں کانٹے
کہیں ایسا نہ ہو آجائے کلیہ جامنہ کو
میں کہوں حشر میں اپنے دل مجروح کا حال
آتش شوق بھڑک اٹھی ہے موقع پا کر
شب کا افسانہ مری مری سنیں گے حیریں
بجلیاں جھگوگراں ہیں سر بزم ریا صل

بات مطلب کی ہر کچھ بات بنا لوں تو کہوں
روٹھنے والے کو ہزم کے منالوں تو کہوں
میں بھی دو ایک کو دو چار سنالوں تو کہوں
اُن کے کوچے کی زمیں سر پر اٹھالوں تو کہوں
گدگدالوں تو کہوں اُن کو ہنالوں تو کہوں
تیرے پیکار کو کیجھے سے لگا لوں تو کہوں
آج ہی دن ہر ستانے کا ستالوں تو کہوں
آشیان جا کے کہیں اور بسنا لوں تو کہوں
شرم کی بات ہے میں شمع جُھالوں تو کہوں
اے جنادل کی لگی اُن کے لگا لوں تو کہوں
میں فراتم کو گلے آج لگا لوں تو کہوں
راستہ خضر کو میں پہلے بتا لوں تو کہوں
دل کا افسانہ غم دل کو سنبھالوں تو کہوں
ندیاں خن کی آنکھوں سے بہا لوں تو کہوں
ہجر کی بات لگی دل کی بجھالوں تو کہوں
مُنہ چھپا لوں تو کہوں آنکھ جھکا لوں تو کہوں
قصہ طور ذرا آپ میں آ لوں تو کہوں

یہ کہاں سے ہم گئے ہر گاہ کی کہانی گنگناہیں
تو درون خانہ برون در تو ہزار پڑوں میں ملے گر
کہ یہ آئو عرش و فرش تاک ہی چھافش کوڑھنک
کہیں تیرے کہیں ہم یہی آج مطرب خوش فوا
ترجہ بد میں وہ مزا ملا کر تپ کے سینے و آ رہا
یہ ڈائیں گے کبھی رنگ بھی دیکھائیں گے کبھی نگ بھی
گھر ہی جس کی حشر کا ایک دن شب کو جبر کا ہر کیل
اسو لاگ عشق کی کہتے ہیں اسے آگ عشق کی کہتے ہیں
کہ یہ سماں زمین جہاں نشیب میں نہ فراز میں
اوری او حقیقت پردہ و تری شوخیان ہر گاہ میں
طلے ایسے درے ہزار باہیں خاک اوجہ بایں
مے نالے میں تو غصے میں دوسو نیتیں و سائیں
کوئی داغ ہو کہ ہر دل امیری جہیں نیاز میں
پہی لائیں گے کبھی نگ بھی تو رنگیں ہر گاہ میں
وہ نہ ہے حسرت مرگ میں جمع خضر کی عمر دلائیں
نہ جنون ہر یہ جنون میں کوئی یہ انہ ہے انہیں

جنصیل لوگ کہتے ہیں درخو وہ خدا پرست ریاض میں
یہ سنا ہو کل کہ جناب ہر پس خم تھے محو نماز میں

وعدہ کی شب وقت ہر یاں کہئے یا نہیں
جلوی ہول لکھ دیز میں سجدہ روا نہیں
کہنا کسی کا ناز سے ٹھکرا کے سر مرا
طاعت کا پاس شوخ بتوں کو ذرا نہیں
ان کی نگاہ میں جو کھٹکتا تھا بار بار
شاہد پرستیاں ہوں کہ بادہ پرستیاں
لے کر دوائے ناز سے پھینکنا شگفتہ دل
سو تے میں جیتے رہے ہم پشیم نیم باز
آئی ہے کچھ کے زیر قدم منزل عدم
بولے ہٹو بھی ہوش ہمارے سجا نہیں
جتنے ہیں بتے ہوئے بت ہیں خدا نہیں
ہم سب بتوں میں ایک بھی ان کا خدا نہیں
ہم کیوں جھکیں جو کوئی کسی کا خدا نہیں
پہلو میں آج وہ دل درو آشنا نہیں
پڑے میں ہو جو کام کبھی وہ بُرا نہیں
بولے تہا ہے پھول میں بوئے فنا نہیں
کاجل کا چور کوئی ہمارے سوا نہیں
ہم پاقتادہ راہ نہیں مارہ ما نہیں

ریاض اس کو نہ پوچھو وقت سوا اس کا تعلق ہے

کبھی لوت میں پی چھپ کر کبھی پکی کھل کے مغل میں

عش سے دل میں جواز تے ہیں	طور پر کس سے بات کرتے ہیں
عشق میں خوب دن گزرتے ہیں	روز جیتے ہیں روز مرتے ہیں
ریش زاہد سے کبہ ڈرتے ہیں	جو فرشتوں کے پر کترتے ہیں
واعظو ہم گنہب نہیں کرتے	ہم گنہگار ناز کرتے ہیں
کبھی لے چل مجھے بھی لے صیاد	سر سے صدقہ جہاں اترتے ہیں
عش کو مقام لیں فرشتہ عرش	نا توں آج آہ کرتے ہیں
ذکارہ نہ بحر حسن کی نقاہ	ڈوبتے ہیں کبھی ابھرتے ہیں
روگ ہے جان کا یہ ہجر کی رات	بیٹھ کر روز صبح کرتے ہیں
بتکدوں میں نہ چھوڑتے تم کو	لے تو ہم خدا سے ڈرتے ہیں
چوم لیتے ہیں منہ کبھی ہم بھی	جب حسیں کہہ کے کچھ ٹکرتے ہیں
صبح ہو جائیگی یو نہی شب و دل	بگڑے گیسو کہیں سنورتے ہیں
نام نکلا بُرا نہ شکل بُری	مجھے کیوں یہ جین ڈرتے ہیں
حشر بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے	میرے کو چہ سچ جب گزرتے ہیں
شب وعدہ یہی سنا سوا بار	آئینہ آگے ہے سنورتے ہیں
جب وہ آتے ہیں کوچہ دل میں	کس نزاکت سحر پاؤں دھرتے ہیں
شیخ کھل کر جوئے نہیں پیٹتے	اپنی ڈاڑھی کی شرم کرتے ہیں
قدرداں گو بہر سخن کے ریاض	منہ مرا مویوں سے بھرتے ہیں

کہا جو میں نے چھپی ہو کسی کی ہاں میں نہیں
 ذرا بھی جان تے زار و ناتواں میں نہیں
 سنے ہیں فخر نہ ناقوس دیر میں ہم نے
 قفس کو چھوڑ کے سو کی جہن نہ جالے برق
 سنیں نہ آپ کبھی فوج کا شکایت دل
 سماء کیوں نہ تری آنکھ میری آنکھوں میں
 خلا ہی ہے جو بلیں مجھ کو قافلے والے
 فسادہ دل ہوں مجھے کیا ہو کوئی موسم ہو
 ہماری چپ کا انزلے فلک معاذ اللہ
 زبان آئی ہے یار و ہمارے حصے میں
 وہ آئے ہیں سراپا میں یہ ہونٹ تک آئے
 مجھے ملی تو گنا ہوں سو کون رو کے گا
 زبان حال سے کہتے ہیں پھول کیا کیا کچھ
 بہت ہی تن کے ہم آؤ تھو تیرے کھانے کو
 ہوئے تھے نالہ سوزاں مے بڑی پویست
 تہا کے غم نے بنایا ہمیں کچھ اور سے اور
 وہ بولے جھوٹ مر دم میں گمان میں نہیں
 دم کو جہان میں یوں جیسے اس جہاں میں نہیں
 اثر فریب یہ رنگینیاں اذہاں میں نہیں
 کہ چار تنکے ہیں کچھ اور آشیاں میں نہیں
 کہ سادہ حرف کوئی میری داتل میں نہیں
 جو اس میں ہے مر و سانی گنی کل میں نہیں
 میں گم شدہ ہوں جس میری کارواں میں نہیں
 بھری بہاریں کیا تھا جواب خزاں میں نہیں
 یہ بات آہ میں فریاؤں فغاں میں نہیں
 وہ کوئی بھی ہو یہ پاکیزگی زباں میں نہیں
 سکتا اب اتنی بھی جان ناتواں میں نہیں
 اہل کا خوف اگر غر جاوداں میں نہیں
 حیرن اور یہ وسعت مری زباں میں نہیں
 جو دیکھتے ہیں وہاں تیری کہاں میں نہیں
 جو تارے میں نے جڑی تھے ہاں میں نہیں
 گھٹلا یہ جسم کہ اپنے قحیم و جاں میں نہیں

ریاض میں بھی خوش آواز و خوش گلو ہوں مگر

یہ لطف قلقل مینامری اذہاں میں نہیں

آج اس کی وفا کو روکتے ہیں جس کی ایک لیکل دا کو روکتے ہیں

رہتا ہے ان کے سایہ گیسو سے دور دور
 دل ساتھ دے کسی کا ہمیں آسرا نہیں
 سب ہم نے مسکرا کے کھنکاڑا اچھوتے جام
 یس کے میکدے میں کوئی پارسا نہیں
 آنکھیں کھلیں نہ کان کھلے اپنے اے کلیم
 کچھ جلو گاہ طور میں دیکھا سنا نہیں
 جوئے میں ہے ریاضِ دہی نئے کے نام میں
 جائے کبھی زبان سے یہ وہ مزا نہیں

چین مرکڑ تہہ زمین بھی نہیں
 اب ٹھکانا مرا کہیں بھی نہیں
 آہ کے ہوتے اشک کے چلتے
 آسماں بھی نہیں زمین بھی نہیں
 کل تو روتے تھے اپنے دامن کو
 اے جنوں آج آستیں بھی نہیں
 ذکر کیا کہ وہ تو خلد کی ہے
 جام میں شیر و انگلیں بھی نہیں
 صدقے نازک سی تیج کے صدقے
 اس نزاکت کے نازیں بھی نہیں
 چپ ہیں وہ سن کو آرزو و محال
 منہ سے ہاں بھی نہیں نہیں بھی نہیں
 حسرت آباد دل نہ حسرتِ دل
 وہ مکان بھی نہیں کمیں بھی نہیں
 کتنی نازک ہیں چوڑیاں اُن کی
 ایسی تو چین آستیں بھی نہیں
 دل میں چٹھنے کو خارِ حسرت ہے
 نگہ چشمِ شرمگین بھی نہیں
 کون گرماے تنجو اے دلِ سرد
 جبرِ آبِ آتشیں بھی نہیں
 بن کے رہتا لکیرِ پیچہ کی
 آپ جب تک تھی جان تھی اس میں
 جن سے پھیلی تھی چاندنی گھر میں
 اسی بھی اے ریاضِ توبہ کیا
 کوئی آغوش جس میں بھی نہیں

جان کو لے کے ساتھ جانا تھا اس دل مبتلا کو روتے ہیں

دے گیا داغِ غم یہ کون تریا ض

ہم غم دیر پا کو روتے ہیں

تبنِ حشر تازہ نگ بھی دینِ داغِ عصیاں میں
 بھر دیں حشر رفتے نگاہِ فتنہ سال میں
 لگنا دک میں ایسا کون سا سرِ غاب کا پر تھا
 مردِ لبِ تک آئیں حشر کے دن جامِ بن بن کر
 آئی مٹھی ہے کسی لاشِ آلودہ مژدہ میری
 جولے دیوانوں میں ہوتا تو کیا ہوتا خدا جانے
 گریباں پر سے کیوں حشر کے دن ہاتھ ڈالا تھا
 چڑھاؤ غم کے خم لیکن نشہ ہونا غافل ہو
 ذرا میں بھی وہاں ہی شبِ فرقت کو لجاؤں
 اسے ساتی نہ تھا کچھ ہم میں جب تک شہِ خالی تھا
 ملیں تو ان کو دکھلاؤں مسکناؤں کے اس کا
 ہمیں تو لطف آتا ہے وہ جھوٹے ہوں کچھ ہوں
 نظر آتی ہو اکثر روح مجھے پر شکستہ کی
 ہمارے دل کے داغوں کی ہاں میں ہاں ملے
 رہا کرتی ہوئے جاگتے اس کی نظر مجھ پر
 ذرا سی وصل کی شب یا بڑی ہی ہجر کی شب ہو

مزا دے جاؤ میرا داغِ عصیاں میں
 جگہ دے کیا دلِ مگر کام جو اپنے دامن میں
 کہ میرے دل کے ٹکڑوں نے بڑی لعلِ نکیریاں میں
 جو داغِ کھلے پھیل چل بن کر میرے دامن میں
 پروئے جائیں گے موتی تری زلفِ پشیاں میں
 نہ ہونے میرے اب خاک اُڑتی ہے بیاباں میں
 الجھ کر دستِ نازکِ گویا اب تو گریباں میں
 فرشتہ ہو وہ ایسا ہمدرد جو یہ باتیں ہوں ناس میں
 ہمیشہ دن بنا کرتی ہیں اتنی حسنِ شست میں
 جو شیشے میں آئی جان آئی جسم بے جاں میں
 یہی کافر جو رخنے ڈالتے ہیں دایاں میں
 عجب لذت ہو ان کا فراقِ دل کو ہڈیاں میں
 کسی ٹوٹے نفس میں کسی جڑے گلستاں میں
 ہماری آنکھ کے پرے پڑے ان کے شہتال میں
 یہ بیداری کہاں سے آگئی چشمِ نگہاں میں
 چھپی ہے ہی ہر دنوں ان جیون کی نہیں ناں میں

ستم نارا کو روتے ہیں چمخ تیری جفا کو روتے ہیں
 خون رُو اور ہی ہے یاد وفا اک سرا پا وفا کو روتے ہیں
 اس طرح آئی وقت سے پہلے آنے والی قضا کو روتے ہیں
 اب یہ اس تک پہنچ نہیں سکتا نالہ نارسا کو روتے ہیں
 بہہ گیا آنکھ سے لہو ہو کر دل درد آشنا کو روتے ہیں
 جان لے کر گیا وہ آخر کار مرضِ لادوا کو روتے ہیں
 جانے والے کی یہ نشانی ہے دیکھ کر نقشِ پا کو روتے ہیں
 درد سا دروہ ہے بھرا اس میں ٹوٹے دل کی صدا کو روتے ہیں
 روتے جو آئے تھے رُلا کے گئے ابتدا انتہا کو روتے ہیں
 رنگ و بواب کہاں مہ گل ہی نہیں اس جن کی ہوا کو روتے ہیں
 ہے فضا کے چمن غبار آلود ہم مکدر فضا کو روتے ہیں
 خاک میں ملنے کو ہر سب کا حُسن گل رنگیں قبا کو روتے ہیں
 مہندی پس کر لہو رلائی ہے پسنے والی حنا کو روتے ہیں
 نفسِ سر دیہ بنی بھی تو کیا موجِ بادِ صبا کو روتے ہیں
 بلغِ عالم میں کس طرح بے دید زگس نیم وا کو روتے ہیں
 چھا گئی کیسی تیرگی اُن پر مہر و مہ کی ضیاء کو روتے ہیں
 کام آیا نہ یہ کسی کے بھی خضر آبِ بقا کو روتے ہیں
 چپ میں یوں جیسے ان پر طمان ہیں لبِ معجز نما کو روتے ہیں
 اب سُو آسمان نہیں اٹھتا اپنے دست دعا کو روتے ہیں

گو تجر بہ بہت ہو مگر کیا کہوں ریاض

لب پر رہے گی ان کے یونہی تاپکے نہیں

اب مزا ہے تو خشک بعینے میں	لطف کھانے میں ہے نہ پینے میں
میری آنکھوں میں ہے تجلی طور	داغ روشن ہو میرے سینے میں
دسترس ہو مجھے تو میں جانوں	کیا ہے قارون کے خزینے میں
موج نے لے چلی مجھے سوکوش	یہ بھی زینہ ہے کوئی زینے میں
میرے دل کو مری نظر نہ لگے	بال آئے نہ آ بگینے میں
خلق مجکو سمجھ رہی ہے شریف	بات کیا ہے یہ تجھ کھینے میں
نانپارے میں شب کا لطف ڈنر	ہم نہ کھانے میں تھے نہ پینے میں
بزم جم سے بڑھی تھی رات کی بزم	ہر سلیقے میں ہر قرینے میں
بدر بھی ہو شریک سال گرہ	ہو یہ تقریب ہر ہمینے میں
ایں سعادت بزور بازو نیست	ہے یہ اندک کے خزینے میں
جس کے سر تاج ہو سعادت کا	جا کے سجے کر و دینے میں
ملے انگشتی سلیمان کی	نام آصفؑ رہے نلکینے میں
چھبیں الحق میں بھی خلیفہ و نیاز	نا خدا کا غدی سفینے میں
طبع ہو کر مری غزل بھی بنے	اسی ہفتے اسی ہمینے میں
نانپارے کے راجہ صاحب کا	نام لکے میں ہو مدینے میں

۱۔ راجہ سعادت علی خاں والی نانپارہ دام قیلا۔ ۲۔ خان بہادر آصف زماں خاں صاحب نانپارہ۔
 ۳۔ اخبار مغتہ وار لکھنؤ۔ ۴۔ سکریٹری آؤ فنڈ لکھنؤ۔ ۵۔ سید نیاز احمد نیاز دار ریاض نشتر اسکندر پور۔

ہماری جان چھوڑی اسیری کو نہ جیتے گی
 لکھی طرح رکھا ہر جسد کو تنگے ندان میں
 اتاری ہر کہیں تم نے پریشان ہونے گھبراؤ
 تنہاری آہی رکی ہر میری چشم ہیراں میں
 ریاض ایسا ہے ان کا ہم فدا ہوں مرغ گلشن میں
 ہوئی ہر منعقد بزم سخن سخن گلستاں میں

مجلو دیکھا تو ہنس کے کہتے ہیں
 اشک اب بڑبب بھی بہتے ہیں
 ان کے کوچے میں خوش رہتی ہیں
 ہر طرح کے جو رنج سہتے ہیں
 جن کے دل میں ہے درد دنیا کا
 وہی دنیا میں زندہ رہتے ہیں
 میکدہ کیوں ہے قبداحا جات
 نئے کے دریا ہیں سب بہتے ہیں
 صدقے اپنے درازی قد کے
 وہ مجھے بیوقوف کہتے ہیں
 جو مٹاتے ہیں خود کو جیسے جی
 وہی مرکز بھی زندہ رہتے ہیں

دیکھ کیوں ریاض کو تکلیف
 شعر سننے ہیں وہ نہ کہتے ہیں

کیا جانے کیا ہر میری گلانی میں نہیں
 یہ دیکھنے کی چیز ہے پینے کی شے نہیں
 برائے جو جگر کو وہ آواز نے نہیں
 وہ نور کا گلا نہیں وہ ان کی لے نہیں
 جنت فروش صحبت جام مغال ہے
 یہ بزم جم نہیں یہ کوئی بزم کے نہیں
 بعد صیام میکدہ ہے صبح عید ہے
 جام شراب آج بھی کیا پئے بہ پئے نہیں
 پتھر بھی سن کے شق ہو جگر کا تو ذکر کیا
 آواز ہو جہاد کی گاندھی کی جے نہیں
 فروا کی فکر رکھتے نہیں میکدہ کے لوگ
 جو کچھ ہو شرک کے لکچھ بھی طے نہیں
 غلوت میں پی کے دہرا گلتے ہیں بزم میں
 کیا ہے اگر یہ حضرت دواعظ کی قمی نہیں

وہ نازنین ہو تم کہ ذرا بھی اثر نہ ہو
 ممکن نہیں نگاہ سے ٹکڑے جگر نہ ہو
 کچھ شنگی مٹے تو مٹے سبیل پر
 ہم ہیں فقس میں اور فقس ہے تغلاف
 بیٹھے تمام رات پرستش کیا کریں
 جو پھر رہا ہے خضر کا سایا بنا ہوا
 لے تو چلے ہو کھینچ کے سینے سے تیر کو
 باہم شب وصال اٹھائے میں کیا مرے
 ہم ہیں بت حسین بھی میں دن بھی حشر کا
 ہے بزم و عطا مجکو یہ داعظ سو فوفے
 ہم کو تو صرف ان کے تصور کا کام ہے
 دن جیسے ایک حشر کا جس کی نہیں ہوشام
 میں جا سکوں نہ بام فقس تک بہا میں
 ناک فگن یہ تیر دو پیکان ہے کس لئے
 نشتر لگا کے جان کے لالے پڑی کسے

آنکھوں میں تم پھر بھی تو ہم کو خبر نہ ہو
 قربان تیرے تجھ کو کسی کی نظر نہ ہو
 یہ میکدے وہ ہیں کہ لب خشک تر نہ ہو
 جل جائے آشیان بھی تو ہم کو خبر نہ ہو
 ایسا بھی نازنین ست نازک کمر نہ ہو
 بھٹکا ہوا یہ کوئی مرانا نہ ہو
 پیکاں کے ساتھ ساتھ کسی کا جگر نہ ہو
 وہ بھی یہ کہہ رہے ہیں الہی سحر نہ ہو
 کیا جانے آج کیا ہو خدا کا جو ڈر نہ ہو
 منبر پر آج جا کے کہیں میرے سر نہ ہو
 ایسے بھی ہیں حسین کہ جن کے کمر نہ ہو
 ایک ایسی شب ہو وصل کی جس کی سحر نہ ہو
 مجھسا کوئی جہان میں بے بال و پر نہ ہو
 ایسا بھی کیا کہ دل تو ہدف ہو جگر نہ ہو
 ہاتھوں سے تھامے دل کو مرا جا کر نہ ہو

پا کے ایسا کلبے دعوت دی آئی اس طرح میرے پینے میں
 وقت نصت عطا کر آصف سے کچھ کمی آگئی خزانے میں
 زہنی یہ غزل پئے دیوان نا خدا کا غدی سفینے میں
 تھا و دیت وہ بہر گور کھپور چھپکے نکلے گا دنل ہمینے میں
 نام دیوان ہر یا صحنِ ضوا آن ہے آئے گی کھل کے اب تو پینے میں
 اس کی تاریخ آتشِ گلِ تَوَّ آتشِ تزلزلانے پینے میں
 بنے نورِ لحد وہ کاشِ تِیا ص ہے چک در و کی جو سینے میں

۱۔ حداولِ آتش تو دغلیات

آگے واعظ کے سر بزم بناؤں دریا
میرے آگے وہ نہیں لہنیں افشاں صبح
مخل و عظامین مٹھا سر منبر واعظ
میکدڑ ہی میں دن دن بھی اڑن حشر بھی ہو
عکس کی طرح کبھی بار نہ ہوں ضعف میں
ہوں وہ میکش جو کروں قصد ذرا کبھی کا
جو ملے بہر تکلم وہیں خُسم مجکو
تارے گئے کوئی ہے شبِ انجم مجکو
لاکے خم کوئی بٹھا دے نہ سر خم مجکو
منہ بچو تھوڑی جگہ دے دو پس خم مجکو
رکھیں بتی میں اگر دیدہ مردم مجکو
کاندھیر پر لاد کے لے جائے مرا خم مجکو

رزق بن کر مری قسمت کا یہ اُتریں تیرا

دانے انگور کے ہیں دانہ گندم مجکو

یہ بھی ملنا ہو کوئی مل کے کیا گم مجکو
نسل آدم میں پھلے دانہ گندم مجکو
مُسکراتے ہو جہاں دیکھتے ہو تم مجکو
تہ نشیں کر نہ سکا عشق کا قازم مجکو
کہتے ہیں حشر میں اللہ کرے گم مجکو
ساتھ موی کے سوتے طور گیا تھا میں بھی
سُن چکے ہیں بہت افسانہ حشر مجھ سے
فتعل کبے کو میخانے ہوڑ ہیں شاید
نظر آتے تو میں اس بزم کے کچھ شمع و چراغ
حشر میں کام مے آئے ترے بوسہ لب
ان کی تصویر کا چہرہ ہے کچھ اُتر اُترا
ایک اس ساری غذائی میں ملے تم مجکو
جب مقدّر سے ملے بن کے ملے خم مجکو
گدگدائے نہ کہیں موجِ تبسم مجکو
دیکھتا ہے ابھی موجوں کا تلاطم مجکو
آج بھی آئے ستانے کے لئے تم مجکو
یاد ہے برق کا انداز تبسم مجکو
اب نہ دیں نزع میں تکلیف تکلم مجکو
ملے رستے میں کئی ٹوٹے ہوئے خم مجکو
کم نہیں دور سے بھی یہ مہ و انجم مجکو
کہ بلا آج ترا حسن تکلم مجکو
اتنی سی بات کہ میں لاکھ تو تم مجکو

جھنجھلا رہے ہیں سوتے میں کیوں اسے شوق ہو
چھٹرا رہے جس نے موج نسیم سحر ہو
چوری چھپے کی باتوں کی سب میں بازیں
میرا حساب حشر میں دن دو پہر نہ ہو
یہ ایک محال امر ہے جوش اشک غل
دل تو اہو ہو خون ہمارا جگر نہ ہو

اے محنت ریا ض تو ان میکشوں میں میں

سو غوطے کھائے حوض میں دامن بھی تڑپ ہو

خاک مینا نہ ملی بہر تہمت مجھ کو
ذری ذرے نے دیئے لاکھ بھری خم مجھ کو
جب مقتدر سیلے بن کے ملے خم مجھ کو
نسل آدم میں پھلے دانہ گندم مجھ کو
لے جو گہوڑے میں لہروں کا تلام مجھ کو
موت کی نیند سلائے ابھی قلام مجھ کو
وہ ستا رہا ہے ستانے جو نہیں تم مجھ کو
دھوکے دیتا ہے بُری طرح تو تم مجھ کو
پار سائی کا یقین غیر کو دلاتے ہوں
اور بھولے سے جو آجائے تبسم مجھ کو
خانقاہیں تو ہزاروں میں مگر جی بھی لگے
کوئی تھوڑی سی جگہ دیدیسیں خم مجھ کو
وصل کی رات یونہی آج گزر جانے دو
میں نہیں پیار کروں پیار کرو تم مجھ کو
جس کے ہر ذرے میں تھا دادی مین بہنا
تم کو دیتا ہوں دعائیں مجھے کوسو کوئی
داغوا ہوں میں دم حشر جو دیکھا مجھے
جانکلتا ہوں جنوں میں تو مزادیتا ہے
مسکراتی ہیں تری ہار کی کلیاں دم وصل
سامنے میرے کوئی غیر کو زندہ نہ کرے
کچھ بھی رکھا نہ مرے ضعف کو مجھ میں باقی
بے خودی نے اسی صحرا میں کیا گم مجھ کو
کوئی دیتا ہو دعا کو کستے ہو تم مجھ کو
کہتے ہیں پیار سی کیا بھول گئے تم مجھ کو
نعمت سبجان گلستاں کا ترنم مجھ کو
کاش آجائے یہ انداز تبسم مجھ کو
جیتے جی کوئی سناے نہ کبھی تم مجھ کو
ساتھ اپنے لئے بھرتا ہے تو ہم مجھ کو

رکھا ترے دامن میں ہی کیسے گل ترکو
 ہے اگ لگی اگ لگے اس کے انکو
 پہلو میں ہمارے غضب اک پھانس چھپی ہے
 ہے اٹھ پہر فکر ڈوبنے کی ہمارے
 جس گھر میں نئی تھیں کبھی زلفوں کی ملائیں
 ہم پر چین میں ہے اثر قید قفس کا
 تنہ تھے جوانی میں جو کرتے تھے معاشی
 کاوز ہو رنگ آکے سیا خانے میں میرے
 شب کو رِغریاں میں سر ہوتی تیرے موت
 اُڑ کر پہنچ جائے نشیمن میری صیاد
 مقبولِ عالم نہیں ہوتیں نہیں ہوتیں
 بتوں میں نشیمن میں کبھی چھپتے تھے دُرسے
 جب خاک کو بچتے نہیں پروردہ دامن
 کیا لے کے کریں لالہ دگل محل گہر کو

گرایاں میں ریاض آپ غم مرگ میں کس کے

دہر میں بھی راہ ہے ہر فرد و بشر کو

لئے انوش مخم ہر ان کے اٹھتے جون کو
 گھنے جنگل کھلے صحرا بہت میری نشیمن کو
 بہت ہی منزل مقصود کا پر پہنچ رستہ ہے
 نکل آئے گی اس کی بھی جگہ صیاد کو گھیریں
 جوانی کو میں اپنی کھلاتی ہے لڑکپن کو
 جہاں ہو باغبانِ شبنم کو اگ لگی گلشن کو
 لے اس راہِ مرقی رہنا بھول میں ہزن کو
 ذرا صبر اڑانا ادھر میرے نشیمن کو

دھڑکے محشر کے مٹانے کو مے ساقی نے
 ناخلف تھا نہ ہوا الغرض آؤں گا شریک
 توڑنا ہے مجھے تو بے سہرِ مفلسا قی
 میں اٹھا قبر سے وہ خاک سو بیخانے کی
 میری حسرت کا موقع ہی ہنس ہی میری
 باتیں کرتی ہے جس انداز سے تیری تصویر
 تیرے نظارے نے مجکو نہ کہیں کارکھا
 یہ مجھے چھیڑتی ہر دور سب جب رفتا ہوں

دہنِ گور میں جاتے ہوئے کہتے تھے لہاض

اے لبِ گور سمجھ موجِ تبسمِ مجکو

مے میں ڈوبا نامہ اعمال کا ہر حرف ہو
 پاک طینتِ رندی کی کر مجکو پہنچا نہیں اب
 حلق سے جو گھونٹ اترے حلق میں ڈال کر
 میری فرد جرم کا ہنقشس طر بھی سیاہ
 کچھ عجب واقع ہوئی بچپن ہی میں کب عشق
 کیوں بل پڑتے ہو میناؤں میں اکثر بے پئے
 بہرِ عقوبتی جمع کرتے ہیں یہ آخر میں سخیل
 ہر محیطِ نامہ اعمالِ رنداں موج نے
 پی کے تم کو وعظ کہتے ہم نے دیکھا ہر چہن

رنگ وہ آئے کہ صدقے سُرخِ شجرِ فہم
 میری پو سخی نیک کاموں میں الہی حرف ہو
 ہم ہوں تم ہوں باغ ہو سودا ہوئے ہو برف ہو
 خط کشیدہ نامہ اعمال کا ہر حرف ہو
 خود فراموشی میں کیوں کر یادِ نحو حرف ہو
 واعظِ تم بھی بڑا اچھے بڑے کم ظرف ہو
 وہ مدین رکھتے ہیں جن میں کچھ بھی حرف ہو
 موجیں کرتی لہریں لیتی جدولِ شجرِ فہم ہو
 ہم بلاناوشوں میں تم بھی کتنے عالی ظرف ہو

دل کو ہونے دو ہفت مہینہ میں دل کی تریب
 کیوں مڑاؤں کی اُو اسی کیوں نہیں لٹی نہی
 عرش سے آئی کبھی تو آ کے اُلٹی پھر گئی
 ہم نے کافی کس مڑی تو آپ کی ذرت کی آ
 ناز سے چلنا سکھایا اس کو دست نازنے
 ناوک انگن دیکھو تو آ کے دل کی بھان
 مَنہ کھلے خُم کا نہ واعظ قلعہ میں نا کے بعد
 کیوں ہوا ناوک خطا نچی نظر ہے شرم سے
 آپ فرماتے تھو کل دیکھو بزرگی شیخ کی
 یادگار اس وقت ہم بھی میں زمانے میں لیا ض
 مانتے ہیں سب ہمیں ہم مانتے ہیں میر کو

وعدہ تھا جس کا حشر نہ بات بھی تو ہو
 ہم میں بلائیں لف کی وہ رات بھی تو ہو
 گزری یونہی تو بہ کے دل اب سو اپیوں
 اظہار آرزو کوئی ایسی خطا نہ تھی
 پاپوش ان سینوں کی آتی ہو میری گھر
 مینا کی طرح جا کے ابھی مڑھ کائیں ہم
 ہم میکہ کے کو چھوڑ کے کعبے کے ہو ہیں
 بیعت کو سو شیخ بڑ ہیں گے ہزار ہا حۃ
 یس کے کس اداس کو کہارات بھی تو ہو
 آئے مڑی کی رُت کہیں برسات بھی تو ہو
 ساقی ذرا تلافی مافات بھی تو ہو
 کیوں تیور بیان چٹھی ہیں کوئی بات بھی تو ہو
 اُن کی نظر میں کچھ مری اوقات بھی تو ہو
 پیر مغاں سابقہ حاجات بھی تو ہو
 کعبے میں اس طرح کی مدارات بھی تو ہو
 حضرت سے کچھ ظہور کرامات بھی تو ہو

اس کے بوسے کوئی لے کوئی چلے شمع ہو پروانہ ہو گلگیر ہو

کہتے ہیں خسرو تہیں ساحر ریاض

تم کہیں خسرو کہیں تم میر ہو

منہ پر مرے بھی روز قیامت نقاب ہو میں بھی انہیں میں ہوں نہیں مجھے جواب ہو

مست شباب ہو کوئی مست شراب ہو تم ہو ہو اے بام و شب ماہتاب ہو

بلبل نفس میں ہو مگر اس کے نفس کے پاس کلیوں سواک لدی ہوئی شمع گلاب ہو

میرے فرشتے پیش کریں حشر میں جسے آلودہ شراب وہ فرد حساب ہو

وہ جرم ڈھونڈ ڈھونڈھو کتا ہوں ات دن لکھیں تو کاتبانِ عمل پر عتاب ہو

اک شے ہی بہرِ فاتحہ از قسم شہد و شیر اس فاتحہ کا بادہ کشوں کو ثواب ہو

یونہی بلا سے رات گز جائے وصل کی شوخی اُدھر ہو اور ادھر اضطراب ہو

دنیا کے حسن و عشق میں اتنی تو ہو نمود میرا جواب ہونہ تمہارا جواب ہو

میں نے سیاہ خوگر دوزخ تو ہو رہوں وہ دل ملے کہ جان کا میری عذاب ہو

فرد حساب دیکھ کے رہ جائے منہ مرا میرے لئے ترا کر مے بے حساب ہو

رسوائے عام ہونے کو ہے حسن و نقاب وہ وقت ہی قریب ہر اک بے نقاب ہو

و اعطو جو آگیا ہے تو کوثر کا جام آئے میخانے میں طلوعِ نیا آفتاب ہو

چلتے ہیں جب ریاض تو کچھ جھومتے ہوے

جیسے پئے ہوئے کوئی مست شراب ہو

ہائے دیوانگی کو سا کیا تاثیر کو میں فغاں اپنی ہی سمجھا نا زنجیر کو

سو تو تلیں چڑھاؤں تو نشہ ذرا نہ ہو
 پانی ہے یہ شراب جو کالی گھٹانہ ہو
 خلوت میں تیرے شمع نہ ہو آئنا نہ ہو
 اللہ سے شرم کوئی انہیں دیکھتا نہ ہو
 جس نے دلوں میں لگ لگائی ہر دور سے
 بھڑکا ہوا وہ شعلہ رنگِ حنا نہ ہو
 آئی انہیں ہر نیند حسینوں کو بے سُسے
 میں ہوں نہ ہوں جہان میں مافسانہ ہو
 تیرے خلام ناز سے اٹھ جائی ایک بار
 وہ فتنہ حشرِ زن کے جواب تک اٹھانہ ہو
 بے رنگ و بوفشر وہ انکور کچھ نہیں
 پانی ہے وہ شراب کا جس میں مزانہ ہو
 حشر آئے جائے لذت چہاں یونہی رہے
 دل چاہتا ہے وعدہ فردا و فانا نہ ہو
 توبہ کے توڑنے میں بھی آتا نہیں ہے لطف
 جب تک شریک بادہ کوئی پارسانہ ہو
 بولے شب وصال ہما دو تم آئینہ
 ہم کو ہماری آنکھ سے یہ دیکھتا نہ ہو
 نازک سی بات وقت بھی نازک ذرا سی را
 نازک ہیں میر و فخر و منہدی لگا کے ہاتھ
 رنگتے ہیں میر و فخر و منہدی لگا کے ہاتھ
 بوتل ہماری آنکھ کی پستلی بنی ہے
 بے لطف سبزہ ہے جو یہ کالی گھٹانہ ہو
 رند و مزا ہے پینے کا شہا و صوم ہیں
 آئے قضا، مگر کوئی روزہ قضا نہ ہو
 کیوں بیکار تا قفس آئے شرارِ برق
 کوئی چمن میں آج نیل گل کھلانا نہ ہو
 ہم دیکھتے ہیں جام کو لپچائی آنکھ سے
 پینے کی ہے یہ چیز جو خوفِ خدا نہ ہو
 کچھ بھی چلے نہ کام بڑھاپے میں لے لیا ض
 اٹھ کر یہ موجد مے جو ہمارا عصا نہ ہو

شکر بیداد تو ہوش کو بیداد نہ ہو
 میرے لب پر ہر قسم کبھی فریاد نہ ہو
 چھائے پھولوں کو بھی صیاد تو آباد نہ ہو
 وہ قفس کیا جو تہہ واسن صیاد نہ ہو

کہنے کو اٹھ رہی کی ستمگر کوئی بات محشر کے روز مجھ سے ملاقات بھی تو ہو

بنتِ عنب بچھائے گی دامن پے نماز زاہد مرید، پیرِ خرابا بت بھی تو ہو

تم کو ریا ضل جانتے ہیں خوب یہ حیس

جھٹنے ہو نیک اتنی ہی بد ذات بھی تو ہو

دُور ہے کہ تم نے خون کسی کا کیا نہ ہو اتنا بھی شوخ ہاتھ کارنگِ حنا نہ ہو

کیوں مردہ آرزوؤں میں کچھ جان ہی پڑے اب ہے دعا قبول ہماری دعا نہ ہو

جائے گی دن کو بھی نہ شبِ غم کی تیرگی آئی ہوئی فلک سے یہ کوئی بلانہ ہو

حقّی باغیاں کو لاگ نشین کی شاخ سے صیاد کوئی اور نیا گل کھلا نہ ہو

رہنے کو تیرہ گھر مجھے غربت میں وہ ملا اک عمر سے چراغ بھی جس میں جلانہ ہو

وہ بھی یہ چاہتے ہیں ٹھہر جائے دلی فرا ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ ناوکِ خطانہ ہو

جانے کو بزمِ غیر میں منہدی لگائی ہے میرا چراغ راہ ترافتشِ پانا نہ ہو

کہنا کسی کا ہائے وہ جھنجھلا کے ناز سے کم نجت ہاتھ چھوڑ کوئی دیکھتا نہ ہو

ہم نے بھی ان حسینوں کو چھوڑا ہے کس قدر ایسے بھی کوئی ہے جو ہیں کُستانہ ہو

چلتی ہوئی ہی تیغِ ادا ان کی کس قدر اس کی بھی جان جاتی ہے جس کی قضا نہ ہو

تم کو جو نیند آئے تو دشمن کو موت آئے افسانہ وہ سناؤں جو تم نے سنانہ ہو

دامن سے طور کے نہ سہی دور سے سہی دیکھو کلیم اور کوئی دیکھتا نہ ہو

ان سے ملایہ ذکر و فایر مجھے جو اب اس کو سکھاؤ تم جو تہیں جانتا نہ ہو

اللہ جس کی تو حسبِ بھی ضرور دے کس کام کی وہ آنکھ ہے جس میں حیا نہ ہو

کافر حیس بلا سے غلام ہیں ہوا کریں ہم سے خفا ریا ضل ہمارا خدا نہ ہو

نہ زباں پر نہ پروبال پر اپنے قابو میں وہ بلبل ہوں جو گلشن میں بھیجا نہاد نہ ہو
 اے فلک دے کوئی چاند کا ٹکڑا مجھ کو شرط یہ ہے کہ حسین ہو ستم اے بکا نہ ہو
 وہ خم زلف ہو یا گوشہ دامن ان کا جا کے پہلو سے کہیں کا دل نا شاد نہ ہو
 ان حسینوں کے ہوں جھڑ بھی تو کیا لطف تیرا
 چھٹی کی چیز جو میرا دل نا شاد نہ ہو

نظر کے سامنے مکن ہے لالہ زار نہ ہو اڑائیں پھول نہیں ہے اگر بہار نہ ہو
 شب وصال یہ شوخی بھی ناگوار نہ ہو دھائیں میں کہ کوئی آج بیقرار نہ ہو
 کڑی کمان کا تیرا اور دل کے پار نہ ہو نگاہ یار نہ ہو وہ نگاہ یار نہ ہو
 شب وصال بھی ان پر کوئی نثار نہ ہو بہت کہی کہ ذرا آج بیقرار نہ ہو
 نکل کے اپنے نشیمن سے کوئی کیا دیکھے چمن ہے خانہ صیاد اگر بہار نہ ہو
 وہ جائیں شوق سے ٹھکرا کے قبرغیر کے گھر یہ دیکھ لیں سرد اس مراغب ار نہ ہو
 کھٹک سی ہوتی ہے آنکھیں ملیں نہ آہو دشت چبھا ہوا مرے تلون میں کوئی خار نہ ہو
 مرے کی چیز ہے کم بخت کی اذیت بھی کٹے نہ رات اگر لطف انتظار نہ ہو
 نگہ کے ساتھ ہی آیا کسی کا ناوک بھی وہ دل کے پار نہ ہو یہ جگر کے پار نہ ہو
 کرم سے تیری یہ اتنے تو ہوں شمار کے دن مرے گناہوں کا مالک مرے شمار نہ ہو
 تری گلی میں لحدیں بھی جا کے دیکھ لیا نہیں کہیں کا جسے دل پر اختیار نہ ہو
 وہ ٹوٹے ہار کی صورت وہ ٹوڑا دل کی طرح جو دست شوق کسی کے گلے کا ہار نہ ہو
 دکھائے جوش تو دور یا بہائے اے ساقی یہ خم تو ہے جو نہیں ابر کو ہسار نہ ہو
 ادھر بھی تیرے فگن کوئی نیم کش ناوک رہے خلش کی طرح دل میں دل کی پار نہ ہو

حشر پر لطف کی اک بات اٹھا رکھی تھی
 شام ہی سے وہ شب وصل یہ کہہ کر سوئے
 قدر مجھ زند کی تجھ کو نہیں لے پیرغاں
 بن کے تصویر دم فرج ہے سینے پر
 بام پر شوق سے جو چاہے تائے اُن کو
 ہو و فاجس میں وہ معشوق کہاں سے لاؤں
 جا بھی کیوں چھیڑتی ہر بات وہ دل کو نہ دماغ
 کیوں عرضہ حشر کے دن کان بھری ہیں کس نے
 کون یہ کہہ کے نشیمن سے اڑا اے صیاد
 ہم بھی شقائقِ حال آئے ہیں و جلوہ طور
 جو تجھے دیکھ لے ہو جائے وہ بندہ تیرا
 لب جان بخش سو ابنِ معین میں عدہ حشر
 سیر کہا میں لے سے جھبکتی کیوں ہے
 لطف دے جائے فرشتوں کی گواہی و حشر
 ملتی ہے طاقِ جرم سے پس توبہ ہم کو
 نرم سلامت رہو دشمن کے ستارے والے
 کل گئی تھی وہ بہت بامِ بتان سے اونچی
 سخت کا فر میں یہ معشوق کلیسا والے
 پھنکے چکا صور مگر وہ نہیں اٹھتا بھی
 ہم تمہیں یاد دلاؤں جو تمہیں یاد نہ ہو
 جو تائے میں سو تائے میں کبھی شاد نہ ہو
 توبہ کر لوں تو کبھی مہیکدہ آباد نہ ہو
 دستِ نازک سے رواں خنجرِ جلاد نہ ہو
 میری آہیں نہ ہوں نالے نہ ہوں یاد نہ ہو
 ہے مشکل کہ حسیں ہو ستم ایجا نہ ہو
 تو نفس میں سے سر نکھت برباد نہ ہو
 شورِ محشر تو ہو لیکن مری فریاد نہ ہو
 میں تو برباد ہوں مٹی مری برباد نہ ہو
 پیش موسیٰ کو جو آئی ہے وہ اُفتاد نہ ہو
 اے بت ایسا بھی مگر حسنِ خدا داد نہ ہو
 جائے جائے بس منہ کو کچھ ارشاد نہ ہو
 ساتھ شیریں کے کہیں حسرت فرہاد نہ ہو
 ان بزرگوں کو بُری بات کوئی یاد نہ ہو
 کعبہ آباد رہے مہیکدہ آباد نہ ہو
 میری قسمت میں نہیں لذتِ بیداد نہ ہو
 اے اثرِ عرش سے لپٹی مری فریاد نہ ہو
 کعبہ دل بھی کہیں بصرہ و بغداد نہ ہو
 حشر بھی کوئی تراکشتہ بیداد نہ ہو

کیا ہے یاد مجکو یہ سمجھ کر جان بڑ جاتی
گزر دس سال دن کی طرح مستو قوتی صحبت میں
رہی گی ہونٹ پر فریاد جب تنک ل نہ رہا ہو
نراکت سے یہ لکچے میں جو رکھوں لکے تنکا بھی
چھپاؤ منہ میں لہز شہانوں میں کما ہتھ میں خنجر
لبوں پر ایسے باتیں جو دونوں میں کھیں
یہ سہنو شہ کوئی نہیں کھ لوگ جسے دل میں
کڑی چلی کے ناوک مجکو اچھے میں نگاہوں سے
ترے کو چے میں جب جاتا ہوں تو خاک لے لے کر
تمہاری طرح میں بھی چٹکیاں لیتا رہوں دل میں

جو مرتے مرتے آجاتی کہیں دو چٹکیاں مجکو
جنابِ خضر سے دیتے جو عمر جاو داں مجکو
نہ تالو سونگے دے گا یہ ظالم نہاں مجکو
یہ شاخ گل جھلکے اب نہ بہر آشتیاں مجکو
وہی تو ہیں جو چھوڑی جا رہی ہیں نیم جاں مجکو
نہیں وہ راز داں میری بنائیں راز داں مجکو
دے جاتے ہیں کیوں ٹوٹی ہوئی اپنی نال مجکو
چڑھا کر تیوریاں دیکھے زوہ ابرو کماں مجکو
کہ آنکھوں میں جگہ دیتا ہو تیرا یا سب ان مجکو
جو آئے ہو سکھاتے جاوا اپنی شونیاں مجکو

میری افصول طرازی کی ریاضات تہی جوشہت ہے

سبب یہ ہو کہ ساجو سا ملا ہے قدر داں مجکو

مکانِ یار کو دھوکہ دے لے لاسکان مجکو
مٹاتا جو انگاروں پہ اب لے آسمان مجکو
مسائیں گی اہل کی نیند اب یہ سولیاں مجکو
کبھی صحر میں کچھ چپ زبان غار کی بھی غفی
کلیجا عظام لینے نہیں کلیجا عظام لیتا ہوں
وہی میں اس طرف روشن ہیں دنوں کے جلوے

نظر لے نہیں مجکو نہ سوچھے آسمان مجکو
قفس کی شاخ لے لے دیے شاخِ کہکشان مجکو
نگاہوں پہ چڑھا رکھا ہوں تو نے باغبان مجکو
نہیں آتی نواسنجان گلشن کی زبان مجکو
سناتی ہے کبھی ان کو کبھی میری نغان مجکو
ذرا دھوکا نہ دو تاروں بھرا یہ آسمان مجکو

پئے نماز بھی ہم بیٹھ کر وضو نہ کریں
خدا کے بند کو کچھ ایسے نڈھیں اے ساقی
یہ آدھی رات کو ان کا پیام آیا ہے
یہ سوکھی گھاس ہری ہو گئی تو کیا حاصل
گل آئیں میری لحد پر تو رنگ لڑ جائے
کچھ انحصار نہیں مے فروش پر ساقی
نزاکت ان کی ہر معلوم دل کو بھی شعل
ہزار تلخ سہی نے ملے تو موقع سے
اٹھا ہوں خوف زدہ میں لحد کو قبل از موت
کنار جو بطئے کا اگر شکار نہ ہو
ہزار بار پس تو بہ ایک بار نہ ہو
ہم آج آہنیں کتے اب انتظار نہ ہو
ہماری قبر پر اے ابرا شکبار نہ ہو
چراغ آئے تو روشن سر مزار نہ ہو
چلے نہ کام جو سودا کبھی اُدھار نہ ہو
خدا کرے کہ یہ کم بخت بیقرار نہ ہو
یہ چیز وہ ہے جو زاہد کو ناگوار نہ ہو
کسب سے پہلے مری حشر میں بیکار نہ ہو

ہیں ایسے قول کے سچے سپید ریش لیاض

قسم بھی کھائیں یہ حضرت تو اعتبار نہ ہو

جواں کر دی الہی صحبت پیرناں مجکو
دکھا تا ہر رنگ اپنے کیا کیا آسماں مجکو
کہیں میٹھوں کھٹکتی ہو نگاہ باغباں مجکو
وہ آئیں تو نزاکت کو نہ اپنے ساتھ آئے ہیں
شراب اُڑتی رہی تو بھی گھٹا چھائی رہی نہی
چمن میں جس جگہ پہنچا لیا پھولوں کی تھوڑے
ذرا سی وصل کی شب ہو گی ان کو سال بڑھکر
بڑی موقع کو بھی ہر چند وہ جنت کے باہر تھی
برانی میکہ و والی بھی جانے نوجواں مجکو
نظر آتا یہ ظالم بڑھاپے میں جواں مجکو
چمن سے دور لے جانا پڑا ابشتیاں مجکو
یہی ہے وصل کی شب جو گزرتی ہو گراں مجکو
نہ دیکھی آسماں تنہو نہ دیکھے آسماں مجکو
بلاہر شاخ پر جا کر نیا اک آشتیاں مجکو
عوض لوں گا حینوں سو تائی آسماں مجکو
حرم سو ہٹے رستے میں ملی ہو گی دکان مجکو

صحبت شب کو کہلاں میں کا اثر ہی رہ جائے
گنتی بوسوں کی نہ اعداد معانی معلوم
ہو سکوں مضطرب شوق کو کچھ خوش و صیل
رنگ و جوائے کی یہ ریش سفید آپ
حضرت شیخ ذرا ابر بہار آئے تو
اچھے کا ندھری کو فرشتوں سے ہر دور کے لوگ
وقت پر آج اٹھانے بچے یا آئے تو

ہم بھی آجائیں گے بوسل لئے گلشن میں باض
مے گل رنگ لئے ابر بہار آئے تو

شمع کے ساتھ عجب لطف ہر پرانے کو
لئے بیٹھے ہیں آپ آئینے کو شانے کو
شب وعدہ الے او شام ہو سونے والے
اے مرے چشم تصور ترے صدقہ سوار
دل بھی نازک یہ کڑی چوٹ بھی پتھر سے سوا
اب ٹھہرنا ہی نہیں سنیے پر آ پخل ان کا
ارے دیوانے سمجھنے کا نہیں ایک سی ہیں
خافقا ہوں ہے ہر پوشیدہ تعلق جن کا
اے صبا پھولوں کی ہوشیاری کو ج مئے ناب
سنئے محشر میں نہ دنیا کی کہانی مجھے
پھل میں پا جاؤں عبادت کا بنا دیاب
بعد تو یہ بھی یہ پھینکا نہیں جاتا ہم سے
آگ سے کھیلنے دیکھا ہی دیوانے کو
ہم بھی آجائیں ذرا لطف کئے سنبھانے کو
کھل کے کلیاں مے بستر کی ہر جھانے کو
تو پری خانہ بنا دیتی ہے ویرانے کو
پھول سے کوئی نہ مارے کسی دیوانے کو
وہ جوانی میں بھری اور تم ڈھاتے کو
تجسے سوائیں جو صبح مرے سمجھانے کو
راستے ایسے گویاں کئی مے خانے کو
کچھ بنی ہے کمر بار ہی بل کھانے کو
کیجئے یاد نہ بھولے ہوے افسانے کو
دانہ انکور کا تسبیح کے ہر دانے کو
ہم لئے بیٹھے ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانے کو

جگہ آنکھوں میں دینے کو کھٹکے سو غنچہ نرگس
 رہ غربت پر چھالے بھی تھکن بھی دھوپ بھی ابھی
 مرا بانی بھرتیہ بجلیاں کافی گھٹا والی
 بڑو جگھٹ ماں ہوتی میں انسان بھی منشتے بھی
 کبھی تو آئیں گے قابو میں مہوش جہیں ظالم
 نہ وہ گل میں کلیاں ہیں نہ غنچوں کا چکنا ہے
 ملے موقع سو میں بوسے تو لے لوں آج گنگن کر
 شبِ فرقت کو افسانہ کا ٹکڑا کوئی بیٹھیں
 کہاں ملتی ہوں رات ایسی جو دم بھر چوں لہیں
 یہ کیوں اعمال سب کے حشر میں دھرائے جاتی ہیں
 قفس سے آتے آتے مل گئے سو آشیانہ جگو
 مہر کا ہو رہا میں مل گیا سایہ جہاں جگو
 جو دیں کانوں کی اپنی زلفوں الے بجلیاں جگو
 دم میرے جا کے اب رکھنا پڑی ہوئی دکان جگو
 ستارے آسمان جگو ستارے آسمان جگو
 اڑائے چمکیوں میں اب نہ شاخ آشیانہ جگو
 یہ ایک اک منہ میں دیر گئے تیرے سو گویاں جگو
 سنائیں وصل کی شب آپ میری داستان جگو
 مری جھینپیاں تم کو تمہاری شوخیان جگو
 نہ یاد آئے کہیں بھولی ہوئی کچھ داستان جگو

ریاض اشعار سن کر فرشتے وجد کرتے ہیں

ملی کوثر سے دھوئی ایسی پاکیزہ زباں جگو

اے جنوں ہاتھ وہ اُترا ہوا ہمارا آئے تو
 سرد ان ترے کوپے کا غبار آئے تو
 حشر کو ساتھ لگا لانے کا شکوہ کیا ہے
 میں بلاؤں گا تجھے شمع ترے سر کی قسم
 اپنی پلکوں سے کلیجے میں اٹھا کر رکھوں
 تو بلب پر نہ سہی ہاتھ میں بوتل ہی سہی
 لیں گے آنکھوں سے قدم دوڑ کے سب اہل جمع
 لطف آجائے گا مٹھی میں بہا آئے تو
 پھول برسائے نہ برسائے بہا آئے تو
 شکر ہے وہ سرِ بالین مزار آئے تو
 میرے گھر آج کسی طرح ادھار آئے تو
 اے جنوں آنکھ کے نیچے کوئی خار آئے تو
 محفل و غط میں کچھ یادہ گسار آئے تو
 در ساقی سے کوئی سجدہ گزار آئے تو

یاسمن زار نہ ہو لطف چمن زار نہ ہو
 حشر کی دھوم سہرا گزریا نہ ہو
 واسن برق حجاب اب دم دیدار نہ ہو
 اے حیدر، رہے انگشت نما دوزخنا
 نہ اٹھے پردہ جو آپس میں نگاہیں نہیں
 اُن کی جنبش ہی کہیں تیغ سو بڑھ کر قاتل
 بارھصیاں کے سوا دود و فرشتے رز دوش
 کتبہ کشتی ہے بھنور میں مری لے ہم بلما
 مانگتا ہوں یہ دعا حشر کا دن رات بنے
 دل کی بات آئے زباں پر نہ کسی کے آگے
 رزم دیکھ کے ساغر یہ کہا مستوں نے
 ایسے با وضع بہت ہیں نہیں دایا نہیں
 رہن مے جبہ دوستار امانت بھی ہوئے
 ساتھ رہنا ہے تو بل جل کے رہن و شن دوش
 لے جنوں کی بہار آئے تو اس طرف سے آئے
 پیٹے آیا ہو سوسے میکہ جو آب حیات
 سب کے لب پر ہی مجھے دیکھ کے توبہ توبہ
 میں نے تم سے جو توبہ آنکھ چرائی ہو کبھی
 خلق کو دھوکے میں ڈالا ہو مقدس بن کر
 پھول اُڑتی تھی جہاں کوئی دہاں خار نہ ہو
 دو قدم آگے اگر فتنہ رفتار نہ ہو
 جس سے سبکی گرے وہ گرمی گفتار نہ ہو
 دل میں جو چور ہے اس کا کبھی ظہار نہ ہو
 دل کی دل ہی میں رہو آنکھ اگر چار نہ ہو
 چوڑیاں دست خانی میں محسوس تلوار نہ ہو
 لطف یہ بندہ عاجز کو ذرا بار نہ ہو
 ڈوب ہی جائے یہ کم نعت اگر پار نہ ہو
 لے بتو میری طرح کوئی سیہ کار نہ ہو
 آنکھ جو چاہے کہے لے کچھ اظہار نہ ہو
 خط ساغ کوئی برق سہر کہسار نہ ہو
 توبہ کے بعد بھی پینے میں جنھیں عار نہ ہو
 اس طرح بھی کوئی بے جبہ دوستار نہ ہو
 یہ تو کچھ بھی نہیں تسبیح ہونہار نہ ہو
 فرش گل پاؤں کے نیچے ہو کوئی خار نہ ہو
 خضر صورت یہ پُرانا کوئی میخوار نہ ہو
 کوئی اتنا بھی زمانے میں گنہگار نہ ہو
 حشر کے روز خدا کا مجھے دیدار نہ ہو
 لے ریاض آپس بھی کوئی ریا کار نہ ہو

حشر میں فرد عمل کھینچ کے ماروں منہ پر ساتھ آئے ہیں فرشتے مجھے شرمانے کو
 حُسن کے رُعب نے محفل میں بٹھائی پہرے شمع تک آئے اجازت نہیں دوانے کو
 لاؤں افشردہ انگور کہاں سوائے شمع ایک دانہ بھی نہیں گھر میں تم کھانے کو
 جیسے ساتی تری ہنستی ہوئی تصویرِ شباب ہم نے دیکھا ہی چھلکتے ہوئے پیمانے کو

آکے بے موسم گل توڑیں گے تو بشارت

غل ہے زندوں میں ریاض آتے ہیں میخانہ کو

جھومتی قبلے سے آئی تھی ستم ڈھانے کو لوگھا جھک کے اڑالے گئی میخانے کو
 کتنے پیدا ہو کر ساتی خطا ساغر سے ہال چار چاند اور لگے بزم میں پیمانے کو
 جب کیا قصد وطنِ ادا می غربت سے کبھی نجد سے آئے بگو لے مجھے سمجھانے کو
 یزاکت میں سولہ مری نازک دل سے جامِ جم سے نہ لڑائیں مرے پیمانے کو
 آکے زنجیریں دراڑ والیں لہو والے فصلِ گل گھر سے لہو جاتی ہو دیوانے کو
 دی عجب مجھ کو مری رزقِ ساسِ ذمت خم سمجھتا ہوں میں انگور کے ہر دانے کو
 ہاں وہ گلگلی سہی شمع کا شعلہ نہ بھی چٹکیوں میں نہ اڑائے کوئی پروانے کو
 نگہ بست سو کچھ موج کو نسبت ہی نہ تھی زگی آ نکھ سے دیکھا کئے پیمانے کو
 چشمِ ساتی نے ہیں آپ میں ہنسنے نہ دیا ہم کدھر آج جھکے چھوڑ کے میخانے کو
 تو سہی حشر کا دن ذات بنے نیند آئے وہ نہیں تو بر محفل مرے افسانے کو
 نہ سہی برقِ سربطوریہ کیا کم ہے کلیم بجلیاں کرنی ہیں روشن کردیرانے کو

ٹوٹے توبہ کی طرح ہم پس توبہ بھی ریاض

آپ میں رہ نہ سکے دیکھ کے پیمانے کو

واہو رہی ہیں پہلے ہی خود ہی درِ قفس
 وہ آئیں پہنچے خاکِ لحد آسمان پر
 میں لاکھ ضد کروں وہ اتروا دو صلت سے
 وہ میکدیز میں پینہ مینا بنی رہے
 سوا آسمان گم ہوں یہ نوا آسمان کیا
 جس شغل میں گزرتی ہو شب و پرست کی
 قبلے سے آ رہی ہے گھٹا جھوٹی ہوئی
 گھٹی میں میری شیعہ انگور ہی پڑا
 ملتا رہے تو بڑھ کے نہیں اس سوا شئے
 پنی کر فیض پڑھتے ہیں ہم فجر کی نماز
 اے میفروش ایک کے دس جائیں جی سے
 ہے خوف باز پرس سے ہر روز صبح حشر
 اے خضر خم نے پاؤں نکالے ہیں میٹھے
 لے بڑھ کے کوئی قافلہ تو بہار کو
 ٹھکرا کے چار چاند لگا میں غبار کو
 بلوائے کوئی تھوڑی سی مجھ روزہ دار کو
 اللہ دن دکھائے یہ صبح بہار کو
 وہ دیکھ لیں اڑا کے ہمارے غبار کو
 نسبت نہیں ہوا بدشب زندہ دار کو
 شاید یہ لینے آتی ہے مجھ باوہ خوار کو
 منظور حق یہی مرے پروردگار کو
 ہم جانتے ہیں نقد سے اچھا ادھار کو
 چھوڑیں گے ہم نہ اس عرق خوشگوار کو
 جانے نہ دیں گے ہاتھ سے ہم اعتبار کو
 رکھوں میں کس حساب میں روز شمار کو
 روندے گا اب یہ جا کے کسی بنو زار کو

دیوان مرا ہو طبع تو دنیا پیکار اٹھے

گلچینی ریاض مبارک بہار کو

کفن سر کا کسے حسنِ نوجوانی دیکھتے جاؤ
 ذرا افتاد مرگِ ناگہانی دیکھتے جاؤ
 لپک شعلے کی ہر یاگلفِ نشانی دیکھتے جاؤ
 کلیمِ ان کی ادائے لُٹرائی دیکھتے جاؤ
 نئے خم میں کئے وجم کی نشانی دیکھتے جاؤ
 ہمارے میکدے کی بھی پرانی دیکھتے جاؤ
 ابھی پھوڑی سی اس کو اپنی بوتل کی پلائی ہے
 ذرا رند و شبابِ شیخِ فانی دیکھتے جاؤ
 کسے تم غمِ ٹنڈی ہو دل کہاں ہر میری پہلو میں
 ابلس کا داغِ ہراس کی نشانی دیکھتے جاؤ
 بھر دیا آنکھوں میں آنسو موت کے ہیں سانسِ جاتی ہے
 بندِ جاپانی میں موجوں کی روانی دیکھتے جاؤ
 خضر یہ آبِ حیاں تو بھی کچھ پہلے کی ہو شاید
 ذرا کہنہ خمِ مے کی پُرانی دیکھتے جاؤ
 الگ سے پڑا رہتا ہوں میں اک قبر کہنہ میں
 گزرتی کس طرح ہے زندگانی دیکھتے جاؤ
 ہماری زمزمی میں اب زمزم بھی تڑو تڑو بھی
 ہوئے ہیں جمع کیوں کر آگِ ثانی دیکھتے جاؤ
 سحر ہوتی ہر صُحُورِ اُت آؤ وقتِ آخر ہے
 نہ جاؤ ختم ہوتی ہے کہانی دیکھتے جاؤ
 اُلٹ دی ایک دنیا سر پہ تہا راج کی چلتے
 کہے کون انقلابِ دار فانی دیکھتے جاؤ
 پیام آیا تھا عشرِ میں کہ یہ بھیج وقتِ پہلے
 یہ کہتا کون بچوں کی جوانی دیکھتے جاؤ

پکارے کہتی تھی عبرتِ ریاضِ آفاقی بالیں پر

ذرا افتاد مرگِ ناگہانی دیکھتے جاؤ

انگاروں پر لٹائیں دلِ داغدار کو
 اتنا نہ سر چڑھائیں وہ پھولوں کے ہار کو
 ہم رند کیوں نہ جانیں غنیمتِ اُدھار کو
 اس مغسی میں پیٹتے ہیں پلو ا کے چار کو
 جھنجھلا کے بولے آگ لگے ایسے پیار کو
 ملِ دل کے رکھ دیا مرچ پھولوں کے ہار کو
 لائے ہیں اپنے ساتھ نسیمِ بہار کو
 گل کرنے آئے ہیں مری شمعِ مزار کو

ملے سر بہارِ جہادِ محمود آبادی اعلیٰ اللہ مقامہ

ہونہیں سکتا ہمارے دل سے بہتر آئینہ
 جس طرف گزروادھر آنکھیں بھیڑیں
 چوٹ سی لگتی ہے حلِ مشکل اپنی دیکھ کر
 تاب کیا اس کی مقابل ہو رخ پر نور کے
 ان بتوں کی دید کا لپکا بہت اچھا نہیں
 یاد آ جاتی ہے کوئی بات ان کو وصل کی
 چوٹ ہو در پر وہ دل پر کیسی کم بخت کے
 وہ سوائے آپ ہیں اس طرح اپنی آنکھ میں
 دیکھتے ہیں آرسی وہ بل جہیں پر ڈال کر
 رکھ دیا ہے راہ میں کس نے دم قنارِ باز
 حسن صورت کو سوا حسنِ ادا وقتِ بیاں
 اپنی صورت کے وہ بن بھیجی عشقِ آپ ہی
 گھٹ کر ان کی آرسی بنتا ہو بڑھ کر آئینہ
 ہے جہاں نقشِ قدم ہے آئینے پر آئینہ
 ہاتھ میں آتے ہی ہو جاتا ہے پتھر آئینہ
 سامنے آئے تو بدگو ہر بد اختر آئینہ
 ٹھوکریں کھائے گا در و در ہو کے دگر آئینہ
 دیکھنا آفت ہوا ہے سکر کر آئینہ
 آج کل نیشِ نظر رہتا ہے اکثر آئینہ
 دیکھنا مشکل انہیں ہو آنکھ بھر کر آئینہ
 دیکھتے ہیں باندھ کر وہ تیغِ ذخیر آئینہ
 کیا عجب ہے دل کے بد کو کھائے ٹھوکر آئینہ
 بہرِ واعظ چاہتے ہیں پیشِ منبر آئینہ
 اب تو آگے سے نہیں ملتا ہی دم بھر آئینہ

کیوں بلائیں لے کے منہ چو مادہ تزئینِ لیاصل

اٹھ گئے وہ پھینک کر شاہِ پٹاک کر آئینہ

کام کی آہ وہی ہے جو ہوتا نیر کے ساتھ
 کاوشِ اُس کو بھی ہو ظالم ترے نیچے کے ساتھ
 دیکھ بھل ان کے جہیں پر تو کہا شکر گانے
 چرخ کی راہ ترے بام سے ہو اظالم
 لاکھ ہشیار رہی سن کا تقاضا یہ ہے
 شرط ہے خوبیِ تقدیر بھی تدبیر کے ساتھ
 تیر کی طرح پہنچتی ہے قضائے کے ساتھ
 چلتے ناوک بھی رہیں خنجر و شمشیر کے ساتھ
 کیا مراد مل بھی گیا نالِ شکر کے ساتھ
 فلک پیر رہے اس بتِ بے پیر کے ساتھ

آگے آیا چاند سی صورت لے ہر آئینہ
 خوب ہی پہچانتا ہے ان کے تیرا آئینہ
 ان کو تڑکیس کی نہیں پر غور حُسن سے
 شوخیاں دیکھے کوئی چھپنے چھپاؤ کے لئے
 آپ کو اس نے بنایا بن چلے کچھ آپ بھی
 دیکھتا ہر آئینہ میں کوئی جو بن کی بہار
 جام زیر جام ہے یا عکس ساغز میکشو
 گھر میں جہاں چاند سی اک شکل ہر جہت بیکھے
 ساتھ میری عکس تیرا دوڑ کر منہ چوم لے
 پیاری پیاری شکل تیری جلوہ گدوونوں میں ہے
 ننھی ننھی آرسی سے تم نے دی اچھی مثال
 زلفِ برہم میں ہمارا دل ہر شان کے عوض
 یاد آئی بزم میں تقدیر چکی دن پھرے
 چوٹ پر تھی چوٹ ٹوٹا آئینہ پر آئینہ
 کچھ بھی گزریا دل نہیں بنتا تڑپ کر آئینہ
 دیکھنا دو بھر ہوا ہے آنکھ اٹھا کر آئینہ
 رکھ دیا نقش قدم نے ہر قدم پر آئینہ
 بندگی کرنے کو ہے ایسے بندہ پرور آئینہ
 دیکھنا ہو جائے گا جام سے باہر آئینہ
 زیر آئینہ ہے ساغز زیر ساغز آئینہ
 ٹوٹا ہو کیا منے اندر ہی اندر آئینہ
 اس ادا سے دیکھ تو اسے ماہ پیکر آئینہ
 آئینے سے بڑھ کے دل حیرت سے بڑھ کر آئینہ
 دل میں وہ وسعت بنے قد کی برابر آئینہ
 کاٹتا ہے کوچہ گیسو میں چکر آئینہ
 جام اٹھا کر جہم چلا لے کر سکندر آئینہ

ابھرے ابھر کر سخت جو بن عکس انگن میں تیرا عکس
 کیوں وہ بیٹھے چور کرنے لے کے پتھر آئینہ

آفت ہیں کم سنی کی ادا میں شبہ صال کیسے وہ خوش ہیں ہاتھ و میر پھر کے ہاتھ

قسمت میں وقت مرگ بھی گردش تھی ریاض

گرداب نے لیا جو تھکے ہم لگا کے ہاتھ

اے عندلیب ٹوٹ نہ جاتے صبا کے ہاتھ دو پھول ڈال دینی قفس میں اٹھا کے ہاتھ

قربان لاکھ بارے نئے نوکشید کے ساتی نے ہاتھ کھینچ لیا پھر بڑھا کے ہاتھ

دل لے کے وہ خدا کی خدائی تو دیکھ لے یہ آئینہ ہے اوپر میں خود نما کے ہاتھ

ہنستے ہیں نغمہ موج تبسم ہے تیغ ناز قربان تیری تو نہ لگا مسکرا کے ہاتھ

دل میں گرہ بتوں کی طرف سے بڑی پڑی پایا نہ فیض برہمنوں کو دکھا کے ہاتھ

یونہی خدا کرے وہ مجھے کوستے ہیں تصویر بن گئے میں دعا کو اٹھا کے ہاتھ

ہاروں کے پھول چھوٹے ہی کھلا کے رہ گئے کھوئے گو بدن میں ترے ہم لگا کے ہاتھ

آپا تھا روزِ حشر مرے ہونٹھ پر گلا گردن میں اس نے ڈال تو مسکرا کے ہاتھ

درباں نہ تھا وہ غیر تھا آئی جسے ہنسی اُن کی گلی میں کھوئے گئے ہم ملا کے ہاتھ

یوں چھلکے بزم و عظیم جام مے طور حسرت و رہ گئی میکش بڑھا کے ہاتھ

کہتے تھے کیوں ریاض نفا با زول سے آج

چل تجکو بیچ آئیں کسی بے وفا کے ہاتھ

سلامت میکدہ یا رب سلامت پیہ خانہ حرم میں ہوں می آنکھوں میں ہی تصویر میخانہ

تجھے جانا بھی ہو جنت میں ادا عطا جوان کر جو آیا ہے تو دیکھے جاذراتا شیر میخانہ

ختم ہے پر برس پڑنا ترا برسین کر رہے گی یاد اے واعظ تری تقریر میخانہ

حرم میں ویریں و شمع ساتی روشنی رہتی چمک جاتے جو پڑ جاتی ذرا تنویر میخانہ

نگران کوئی نہیں غیر کا گھر ہے ڈر ہے
میری تصویر ہے آپ کی تصویر کے ساتھ
زال دنیا نہ چلی راہ کبھی اس کے خلاف
سچ یہ ہے غیب نباہی فلک پر کے ساتھ
رکھ دیں سولہ جو منہ شمع کے منہ پر تو کیا
بات بوسوں کی گئی وہ لب گلگیر کے ساتھ
بام ظالم سے کوئی عرش سے ٹکرائے کوئی
نالے قیدی کے ہیں نالہ زنجیر کے ساتھ
وصل کی رات ہو ضد وصل میں ہر بات ہو
بن کے تدبیر بگڑتی رہی تقدیر کے ساتھ
سوئے ہیں تاروں بھری ات میں کھو ہو زلف
چمک فشاں کی بھی ہزاروں کی تویر کے ساتھ
دور منزل پر شام آگے نہ پیچھے کوئی
ہاے سایہ بھی نہیں راہ میں رہگیر کے ساتھ
یونہی لے کاشن ٹھہرے نرم سخن کی رونق
خوشنوا نغمہ سراہوں جو مضامیر کے ساتھ

اب کہاں شستہ زبان میں کی افسوس لیا صن

میر کا رنگ تغزل بھی گیا میر کے ساتھ

میں نے لیا جو مشرین امن بڑھاکے ہاتھ
بولے وہ آبرو ہے مری اب خدا کے ہاتھ
ساچے میں نر کے جوڑ اعلیٰ میں وہ بوتلیں
کعبے کو بھیجنا ہیں کسی پار کے ہاتھ
یہ چور وہ نہیں جو سزا پائے چور کی
کاٹے نہ جائیں گے کبھی وزو خدا کے ہاتھ
اندھری شوخیاں کہ جب آتا ہوں ان کو رحم
ہم کو پیام بھیجتے ہیں وہ قصا کے ہاتھ
کانٹے بھی آج راہ کے چٹا پڑے اُسے
یہ وہ مقام تھا کہ تھکے ہنسا کے ہاتھ
بڑھنے لگے تھوڑے ستاروں کے دست شوق
ظالم نے آج تھام لئے مسکرا کے ہاتھ
رہتا ہو دور دور بہت ہم ہے آسماں
کھینچ جاؤ شکل آنکھ میں ہو جاؤ دل نقیض
اتراے پھر رہے ہیں وہ محشر نیاز سے
بچپن میں تارے توڑی تھوڑے نہ بڑھاکے ہاتھ
قربان تیرے کوس مجھ یوں اٹھا کے ہاتھ
آغوش میں نہ کھینچ لے کوئی بڑھاکے ہاتھ

لکڑے مری زبان کے چلے بیخفاں کے ساتھ کتنی فغاں کو لاگ ہوا اس آسمان کے ساتھ
 آندھی میں بال پر سے جاؤ تھے ہم اُسے جب آشیاں اُڑا تو اُڑے آشیاں کے ساتھ
 تا بامِ پیش آئے جو افتاد یا نصیب ہم ناتواں بھی جائیں گے اپنی فغاں کے ساتھ
 رکھ دوں حرم میں زیر سے لاکر اگر اُسے ناقوس بھی خدا کو پکارے اذان کے ساتھ
 تا غیر بھی مٹی ہے مری داستان پر رہتی ہے ہر جگہ وہ مری داستان کے ساتھ
 ٹھکرائے آتے جاتے اُسے کوئی لاکھ بار سرگرمی ہر لطف ترے آستان کے ساتھ
 آئے نہ آئے رحم ترس آئے یا نہ آئے فریاد بے جرس ہوں لئے کارواں کے ساتھ
 میں تیرے صدقے آرزو مرگ ناگہاں عمرِ بد ملی ہے غم جاوداں کے ساتھ
 کیسا ہی ابر و باد ہو، آ میٹھنا، ہمیں اے میفرش اُنس ہے تیری کال کے ساتھ
 آئی تھی فصل گل ابھی صیاد کو لئے لے عند لیبت تاب آئی خزاں کے ساتھ

جسے میں لگئی ہے جنابِ ریاض کے

پاکیزگی زبان کی ادائے بیاں کے ساتھ

گھونگھٹ میں غنچے کے نہری بیجا کے ساتھ چل نکلی اتنو نگہت گل بھی ہوا کے ساتھ
 کیسی برس ہی ہے خوشی آسمان سے اُنکھیلیاں ہوا کی ہیں کیا کیا گھٹا کے ساتھ
 بادل کی ہے گرج کہ صراحی کے تہقہے بوتل میں موجئے ہو کہ کبلی گھٹا کے ساتھ
 برس اور ہی ہوا میں بھر کر تنکے بارغ کے دعوئے برابر ہی کا جو بال ہما کے ساتھ
 بے مزہ کے غنچے کیسے چپکتے ہیں دیکھنا لائے میں رنگِ بلبلِ نغمہ سرا کے ساتھ
 شبنم کو یہ پڑی ہے نہ سبزہ ہے اُداس پائے نمود خندہ و نداں نما کے ساتھ
 آفت میں اے ریاضِ عنادل کی شوخیاں چہلیں گلوں کے ساتھ ہیں چھیڑیوں کے ساتھ

رہہ دیر و حرم جو کوئی بھولا وہ یہاں پہنچا
 نہ بھولا راستہ کوئی کبھی برگیر میخانہ
 یہ موعے ابھی تو جسم میں پیوست ہو جائے
 دکھا دوں محتب کو دورہ تعزیر میخانہ
 فرشتے اس کی چشم فیض سے انسان بنتیں
 پلاتا دور ہی سے ہو کچھ ایسی پیر میخانہ
 یہ وسعت ہو کہ دور آسمان ک دور ساغر ہو
 بڑھی ہے عرش سو بھی رفعت تعمیر میخانہ
 نہیں ساغر سرخم طور پر میں برق کے جلنے
 بہت چلی ہوئی ہے آج کل تقدیر میخانہ
 اکہیں ہم کہا ہمارا میکدہ وابستہ ہو کس سے
 ملی ہے عرش کی زنجیر سے زنجیر میخانہ

ریاض اس میکدہ میں بھی شرف ہو کچھ سیادت کو

نہیں ہم پیر میخانہ مگر ہیں میر میخانہ

بنی آتے ہی اُس کے موع بادہ تیر میخانہ
 کہوشیخ حرم کو میکشونچ پیر میخانہ
 چڑھائی کر کے تو بھلکہ پہنچ نہیں سکتی
 اٹھی وہ موع بادہ وہ کھینچی شمشیر میخانہ
 بڑھے اس کے مدارج ہیں یہ میخانہ ہر الفت کا
 کوئی پہنچے ہوون سے پوچھ لے توقیر میخانہ
 کلیسا حرم سو دیر سیکیساں تعلق ہے
 بہت ہی با اثر ہے پیر خوش تدبیر میخانہ
 وہ آہ زہر جس کو بادہ نسیم کہتے ہیں
 وہ مے ہو جس کو ہم کہتے ہیں شہد شیر میخانہ
 نظر آئے حرم میں جام و ساغر سب اسی خطے کے
 خط ساغر سے پھیلی ہر جگہ تحریر میخانہ
 لگاتے ہیں پیشانی میں سجدی کے بہانے
 یہی خاک در میخانہ ہے اکیر میخانہ
 جہنم جنت و وعظا کو سب یکیش سمجھتے ہیں
 کہوں جنت کو میخانہ یہ ہے محقق پیر میخانہ
 خزاں میں بھی بہار جام و ساغر جا نہیں سکتی
 کہ دور جام ہے اک حلقہ زنجیر میخانہ
 پے جو چاہی کوئی ہو وہ زاہد ہو کہ میکش ہو
 رواں آٹھوں پہ ہو جو شہد شیر میخانہ
 ریاض آئی ہر شامت دیو میں نے زبان کھلی
 رہے گی یاد مج کو لغزشش تقریر میخانہ

درد ہو تو دوا کرے کوئی موت ہی ہو تو کیا کرے کوئی
 نہ تائے کوئی انہیں شب وصل ان کی باتیں سنا کرے کوئی
 بند ہوتا ہے اب درد تو بہ درمے خانہ داکرے کوئی
 قبر میں آکے نیند آئی ہے نہ اٹھائے خدا کرے کوئی
 تھیں یہ دنیا کی باتیں دنیا تک حشر میں کیا گلا کرے کوئی
 نہ اٹھی جب جھکی جبین نیاز کس طرح التجا کرے کوئی
 بوسہ لیں غیروں سے اہم کو ہم ہیں مجرم خطا کرے کوئی
 بگڑے گیسو تو بولے جھنجلا کر نہ بلائیں لب کرے کوئی
 نزع میں کیا ستم کا موقع ہے وقت جواب دعا کرے کوئی
 حشر کے دن کی رات ہو کہ نہ ہو اپنا وعدہ وفا کرے کوئی

نہ تائے کوئی کسی کو ریا ض

نہ ستم کا گلا کرے کوئی

بوسے لے کر دعا کرے کوئی اس ادا سے گلا کرے کوئی
 خم نہیں چاہئے کجی بھر جائے جرم جرم دیا کرے کوئی
 ہنس کے پوچھا کہ کیا مصیبت ہے سن کے بولے کہ کیا کرے کوئی
 صورت ایسی کہ دیکھتا ہی رہے باتیں ایسی سنا کرے کوئی

اس حسن کا شیدا ہوں اس حسن کا دیوانہ
 پتھر ٹریں دونوں پر کعبہ ہو کہ بت خانہ
 کہتا ہے انا لیلیٰ کیسا ہے یہ دیوانہ
 کعبہ ہو کلیسا ہو دل ہو کہ صنم خانہ
 چھوٹا سامرا دل ہے ٹوٹا سامرا دل ہے
 دل سے ہر لگی یہ کو اک ذرہ برابر ضو
 بیگانہ یگانہ ہے دل آئینہ خانہ ہے
 ہے جوش جنوں پر وہ لے عشق ترزاگ
 فرما بھی مجنوں بھی لیتے ہیں قدم میرے
 یاد آئی بہت ہم کو ٹوٹی ہوئی تو بہ بھی
 شیشے کی پری تجھ میں کیا حسن کا عالم ہے
 مے کوئی سخی داتا میخانہ بڑا گھر ہے

بہکے ہوئے لوگوں میں سب سے میں نے یا خضر اچھے

رفتار ہے متانہ گفتار ہے رندانہ

مجھ کو لینا ہے ترے رنگِ جنا کا بوسہ
 رنگ اڑ جائے جو منقارِ عناد اچھو لے
 دستِ رنگیں کا ملے یا کفِ پا کا بوسہ
 ہے گراں گل کو لبِ موج صبا کا بوسہ
 لے لیا جامِ مے ہوشِ رُبا کا بوسہ
 لے مرا ہر نفسِ گرم ہوا کا بوسہ
 کس کو ملتا ہے ترے رنگِ جنا کا بوسہ
 میں وہ ساغر نہیں آؤ کبھی لب تک جو لبِ خضر

آتی ہے حورِ جناتِ غلوت و اعظا کو لئے
 قبروں تریں گے منبر سے اترنے والے
 تیرے عاشق جو گئے حشر میں یہ شور اٹھا
 جائیں دوزخ میں دم سرو کے بھرنے والے
 زیرِ پا دل ہی پہچھے ہوں کہیں غوگر اس کے
 فرش گل پہ بھی نہیں پاؤں وہ دھڑکنے والے
 اشکِ غم ایسے نہیں میں جو اُمٹ کر رہ جائیں
 ہیں یہ طوفان مرے سر کی گزرنے والے

کیا مزادیتی ہے بجلی کی چمک نکو رہ یا ضل

مجھے لپٹے ہیں مرے نام سے ڈرنے والے

ہم سے کہتے ہیں کہیں اور بھی نے والے
 پاؤں پھیلا میں خربت میں اترنے والے
 آج محفل سے انہیں شرم نے اٹھنے نہ دیا
 اپنے جو بن کی طرح اتھے جو ابھرنے والے
 وصل کی رات سے منہ میں ڈال رہے ہیں
 وہ زباں جس سے گزرتی ہیں گزرنے والے
 چشمِ پرِ غم سے وہ بھی چھیر کسی کے غم کی
 اب وہ طوفان کہاں سر کی گزرنے والے
 کتنی حسرت ہوئی کہ وہی گزرا بے نشیں
 پہلے کیسے ہو میں جو تھے پار اترنے والے
 درو بھی اُن کی طرح آج چمک کر اٹھا
 آفریں او سے پہلو میں ابھرنے والے
 میری صحرائی کڑی دھوپ بھی دکھیں اگر
 شجرِ طور کے سایہ میں ٹھہرنے والے
 کیا کریں کو میں کسی حشر میں کس چھبنا میں
 جس طرف آنکھ اٹھی جمع ہیں مرنے والے
 دور پہنچے ہیں وہ جنت کی ہوائیں بھر کر
 آج واعظ نہیں منبر سے اترنے والے
 ان بتوں کو بھی ستا تو نہیں موقعِ پاکر
 اپنے اللہ سے جو لوگ ہیں ڈرنے والے
 اڑ کے صیاد تک آنا وہ قفسِ سیمرِ
 اس کا کہنا کہ تیسے پروں کترنے والے
 لہوِ آف شب وعدہ وہ ادائیں تیری
 اُف وہ گڑھے ہو گئے سونہ سنونے والے
 یہ ابھرنے کا نہیں دیکھ کر ابھرنے جو بن
 دل بڑھائیں تو مرادِ داغ ابھرنے والے

ستمی نزع جب تجھے جانوں اپنے منہ سے دعا کرے کوئی
 یہ بھی میں خوبیاں مقتدر کی جان ہم دیں مزا کرے کوئی
 نگہ یاس کچھ نہیں نہ سہی دیکھ لے ہاں خدا کرے کوئی
 ہم کو اس میں شریک ہو جانا روے کوئی گلا کرے کوئی
 لوگ کیوں تو بہ تو بہ کرتے ہیں سب میں شامل خطا کرے کوئی
 مان لینے کی غوہیں نہ سہی جو کہوں سن لیا کرے کوئی
 وقت وہ ہے کہ غیر کہتا ہے ان کے حق میں دعا کرے کوئی

تم ریاض ایسے وہ کہاں کے آئے

کیوں تمہارا کہا کرے کوئی

جی اٹھے حشر میں پھر جی سے گزرنے والے باپ پیدا ہوئے لو آج بھی مرنے والے
 چوس کر کس نے چٹھرائی ہوسے ہونٹھوں کی سامنے منہ تو کریں بات نہ کرنے والے
 شب نامتم کی ادا سی ہے سہانی کتنی جھاؤں میں تاروں کی نکلا بیغرنے والے
 ہم تو سمجھے تھے کہ دشمن پر اٹھا یا خنجر تم نے جانا کہ ہمیں ایک میں مرنے والے
 پی کے آئی ہیں ہاتھ نہ بہکے واعظ ڈاڑھی کتریں نہ کہیں جیب کترنے والے
 سن ہی کیا ہے ابھی بچیں ہو جانی میں ایک سوہ میں پاس سے خواب یوں نے والے
 ہاتھ گتخ ہیں اٹھ جائیں نہ یہ دامن پر بیج کے نکلیں مگر قد سے گزرنے والے
 نزع میں حشر کے وعدے تیکیں بخشی سو رہیں سے منہ ڈھانکے مرنے والے
 اپنے دامن کو بٹھالے ہوئے بھولیں سے وہ چلے آتے ہیں دل لے کے گزرنے والے
 صبر کی میرے مجھے داد و ذرا دے دینا او مرے حشر کے دن فیصلہ کرنے والے

موت کے آنسو کچھ اپنے دیدہ پر خم میں تھے
 گوئے گوری ہاتھ منہدی ہوئے میرا لال
 گیسوؤں میں دل کا پھنسا جان کو آفت ہوا
 غیر سینے سے لگا لیتا تھا ہو کے بقرار
 بعد تو پرنہ دکھائیں کیا اب اس قابل نہیں
 ان کے بھولے پن کا اُس دم کوئی عالم دیکھتا
 اگلی ہے دھوپ منہ پر اور وہ اٹھتے نہیں
 وقتِ خلعتِ جھلٹے قلوب چراغِ آرزو
 شوق کی بتیاں یاد کا ہے کو دیکھتی تھیں کبھی
 چڑیاں ٹوٹی ہوئی مسکی قباصوتِ ندھال
 نزع میں جب آئے تم ہم اور ہی عالم میں تھے
 اور کہتے تھے کسی کم سخت کے ماتم میں تھے
 ابروؤں کے بل بھی اُن کے گیسو پر خم میں تھے
 اے میں صد فتنے کس ادا سے تم مے ماتم میں تھے
 متکلف میں جدوں میں وہ جو کل تک ہم میں تھے
 جب وہ گھبرائے ہوئے ہنگامہ ماتم میں تھے
 ضد و میری رات جو لیٹے ہوئے شبنم میں تھے
 صبح پیری کیا کہیں کس صحبتِ برہم میں تھے
 وصل کی شب کیا کہوں کہ سنئے عالم میں تھے
 غیر کے گھر کیا مجھی کم سخت کے ماتم میں تھے

انفعال میکشی کعبے میں اتنا تھا ریا ض

شرم سے ہم ڈوبنے کو چشمہ زمزم میں تھے

پیمانے میں وہ زہر نہیں گھول رہی تھے
 میں میری چپ دور سے موندیکھ رہا تھا
 کرتے تھو وہ بیٹھے ہوئی باغیچہ سے جدا گوشت
 صیاد نے کب ناوک بیدار لگایا
 اے آنکھ دُرِ اشک ہی نزع میں کام آئے
 ہم بیٹھے تھے کس طرح تہ شاخِ فسردہ
 شوقی سے قیامت کو وہ پارنگ بنا کر
 میرے لئے مینجانے کا درکھول رہی تھے
 کس طرح بڑے بول بیت بول رہی تھے
 کہنے کو مرے دل کی گرہ کھول رہی تھے
 ہم اڑنے کو جب شاخِ سو پتوں رہی تھے
 بن کر تری داس میں جو انمول رہی تھے
 گل ہنستے تھے مرغانِ چین بول رہی تھے
 ہم کہتے ہیں باتوں میں ہمیں توں رہی تھے

منتظر جان ہی آنکھوں میں آکر کچھ دیر آپ آتے ہی رہے مر گئے مرنے والے
 آتش دل کو جو ہر وقت ہوا دیتے تھے اب کہاں وہ نفسِ سرود کے بھرنے والے
 اُمڈی ہے اودھی گھٹا لال پری بھی کئے تختِ پروں کے ہیں بزمِ میں اتارنے والے
 بکھیں خمِ آتش سیال کے مسجد میں ریاض
 ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے ٹھٹھڑ والے

حنا کے رنگ کا بار اس قدر ہے کسی کے ہاتھ پس جانے کا ڈر ہے
 نہ منزل ہے نہ جا وہ ہے نہ ڈر ہے خدا کا گھر ہے مینخانے کا ڈر ہے
 کب آئے گا کسی کی وصل کا دن قیامت اس سے شاید پیشتر ہے
 بنے ہیں شرم کے پتے شبِ وصل حیا آنکھوں میں ہے نیچی نظر ہے
 الہی دیکھنے کو روزِ مل جائیں وہ آنکھیں جن میں کچھ خوابِ سحر ہے
 یہاں بھی ہے وہی اترا کے چلنا قیامت ہے کہ ان کی رہ گزر ہے
 ہر اس کو بنائیں شوق سے وہ یہ دل اک طائرِ بے بال و پر ہے
 نفس کی آمد و شد سینے میں کیا وہ آئیں جائیں اُن کی رہ گزر ہے
 مری طفلی و پیری ایک سہی ہیں یہ خوابِ شام وہ خوابِ سحر ہے
 در تو بہ نہیں جو بند بھی ہو کھلا ہر وقت مے خانے کا در ہے
 یہ کہتی ہے ادا تو سب قزع کی فلک نے ظلم پر باندھی کر ہے
 سچے ناما کہہ رہی ہے موعے سر کی شبِ آخر ہے اٹھو وقتِ سحر ہے
 نزانتِ جان لے گی ناتواں کی کمر کا بل نہیں تیغِ کمر ہے
 بُرے اعمال ہیں آنکھوں کے آگے ریاضِ انجام پر اپنی نظر ہے

نگاہِ شوق لڑتی ہو نگاہِ ناز جاناں سے
 الہی خیر و دنوں کی ہو چوٹیں میں سابر کی
 ہمیں فتنہ سمجھ کر اپنی محفل سے اٹھاتے ہیں
 جو ہم اٹھے تو لائیں گے خبر ہم روزِ محشر کی
 خدا وہ دن تو لائے دیکھ لیں گے ہونڈ کر کتنے
 ہنسی ہو کھیلے ہر بات ابھی تو روزِ محشر کی
 کہیں گے تو دور گئے نیند اڑ جاؤ گی آنکھوں سے
 نہ پوچھو کچھ شبِ ہجر اس کی ہم وضع کوئی کر کی
 یہی اک بچ رہی تھی خیر وقت فوجِ کام آئی
 مری تقدیر نے چھوڑی نہ گردشِ کجِ بخت کی
 چسپا کر دل کو تم نے رکھ لیا نازکے محرم میں
 بہت نازک ہوشیہ جس نے کھائی چوٹ چھوڑ کی
 جو تم ہو تو مر ابارِ معاصی رہ نہیں سکتا
 فرشتہ فکر ہے بجو خم و مینا و ساغر کی

بھری میخانے میں پیرِ مغان کا آج یہ کہنا

ریاضِ آؤ ذرا تم کو چکھا دیں اپنے سانگی

میخانے پر نگاہ جو پیرِ مغان کی ہے
 چٹا رہی میں خم بڑی اونچی دکان کی ہے
 اب کی بہار آئے تو اس میں بھی پھول آئیں
 شلخِ قصص تو شلخِ مری آشیان کی ہے
 ہم کیسوں کی لاش کو ملتی نہیں جگہ
 حسرتِ پکارتی ہے کہ مٹی کہاں کی ہے
 کس کر گرہ لگاؤ نہ بند نقاب کی
 ابھی ہوئی نگاہ کسی نیم جاں کی ہے
 بچپن یہ ہو تو کون بچے کا شباب تک
 صد تو تری ابھی سو امنگ امتحان کی ہے

ہم کو ریاضِ جانتے ہیں مانتے ہیں سب

ہندوستان میں دھوم ہماری زباں کی ہے

تو لبِ پروغٹ سے بے اختیار آنے کو تھی
 وہ تو کہے بچ گئے فصل بہار آنے کو تھی
 کوئی تربت پر تھا زیرِ مزار آنے کو تھی
 مجھ میں یارِ آج میری جانِ آئے کو تھی
 صبرِ تانیند آتی کوئی دنیا میں نہ تھا
 موت ہی کج بخت وقت انتظار آنے کو تھی

تھے صبح کو وہ سا غم دستِ گدایں آلودہ مے شب کو جوشِ کولِ ہر تھے

کچھ چُپ سے ہیں اب حشر میں آنے کو کسی کے

بڑھ بڑھ کے ریاضِ آج بہت بول رہے تھے

وہ گل ہیں نہ ان کی وہ مہنسی ہے دیکھو جدھر اس سی پڑی ہے

کیوں سوگ کی رسم جیتے جی ہے مرنے کی ہمارے کیا کہی ہے

آڑی ہیکل کو چوم لے گی وجہ جو کچھ اٹھی اٹھی ہے

دعوت تھی رقیب کی مرے گھر جوتی میں دال کیا بی ہے

آیا دبے پاؤں قبر پر کون کوئی نہیں میری بیسی ہے

ایک وضع پر اب خدا نبا ہے توبہ کر کے شراب پی ہے

واعظ ہے خراب خواہشِ غلہ بالکل یہ شخص جنتی ہے

کچھ پھوٹ پڑی ہر گھنگرودں میں چھا گل کچھ اُن کی کہہ ہی ہے

مجمورِ فرشتہ ہے بدی کا پہلے ہی سے کچھ کہی بدی ہے

بیوستہ نہیں مرا لبِ شوق تیرے لب پر تری مہنسی ہے

اب کون کلیم بن کے آیا پھر طور پر آگ سی لگی ہے

ہے آنکھ میں آنکھ کون ڈالے کوئی نہیں تیری آہی ہے

کیسا پینا کہاں کی توبہ اب میں ہوں خدا ہی بخودی ہے

خوش ہو گئے ریاض سے بھی ملنا

کیا باغ و بہار آدنی ہے

تغصنِ چھوٹ کر ہم ذرا لائی کچھ جو بے پر کی جو دیون بھیلی کہ جیسے آگ ہو صیاد و گھڑ کی

دن گنتے ہیں آئے تو کہیں ان کی جوانی شاید کسی کم بخت کی امید بر آئے
یہ عرش کو آجائے تو وہ بام سے اتریں اے آہ کوئی آئے نہ آئے اثر آئے

اس بہت غیب کی بھی لگانا تھی ریاض آنکھ
دیکھے جو تہی جام ابھی آنکھ بھر آئے

دیکھے جو مری آنکھ کوئی آنکھ بھر آئے اس طرح مری آنکھ میں سخت جگر آئے
آئے لئے شمعیں مے گھر میں اتر آئے جب میری سیہ خانے میں تائے نظر آئے
ہاتھ میں مے آؤ تھے کھولے ہوئے گیسو کچھ سوچ کے پھر غیر کے گھر کی سنور آئے
دل میں لئے بیٹھے تھے گلہ تنگی دل کا آتے ہی تری سب تری پکیاں بھر آئے
آیا نہ کوئی مرغ قفس اڑ کے چرن میں آئے بھی تو اڑتے ہوئے کچھ ٹوٹے پر آئے
ساتھ اپنے لہو آئیں گے میخانے کی رونق لطف آؤ گا اہل حرم ہم اگر آئے
بجلی نے جلایا نہ ہو گلشن میں نشین کیوں سوئے قفس آج لپکتے شر آئے

ایسی گئی دنیا سے ملی پھر نہ جوانی

جنت میں ریاض آج جھکائے کمر آئے

ہو کر بیتاب جب نظر کی رخ سے ترے خود نقاب سر کی
کچھ فکر ہو نہ نہا ئے در کی باہر نکلتے نہ بات گھر کی
اے گورہوں کشتہ شب و صبح چادر چڑھی دامن سحر کی
دیکھا کوئی جام اور بہکے لغزش ہے پاؤں میں نظر کی
مل جائے تو وصل کو بہت ہے چھوٹی سی رات دو پہر کی
دن رات کی کوفت دل میں ہے چھاتی لو ہے کی ہے گجر کی

استیاں میں چھاؤنی چھانا تھا کیا تیر نظر
 موج مڑے پہلے آج ابر بہار اٹھنے کو تھا
 ایک ماعظہ کی جس کی دعوتوں کی دھوم ہے
 آئی تھی تو میرے سینے کو لگا دیتی تجھے
 دام میں بھنس کر اسیری کا نہیں تنائیاں
 حشر میں شرماء کے اُس نے ہاتھ منہ پر رکھ دیا
 آپ کیوں تیوری چٹھائی اُسے میری قبر پر
 یہ بھی شوخی ہو کوئی شرماء گیا وہ شوخ کب
 موت کی تلخی مٹی تو حشر نے مہلت نہ دی
 صدقہ اے صبا دیکھا تو نے بچا یا بال بال
 کچھ شرارے لے کے برق کو بہار آنے کو تھی
 ہم کی پہلے باغ میں باد بہار آنے کو تھی
 ایک ہم میں جس کو گھر کل کو ادھار آنے کو تھی
 کیا جو انی تیرے جو بن کے اُبھار آنے کو تھی
 حسرت اتنی ہو کہ اب فصل بہار آنے کو تھی
 بات دل کی ہونٹ پر بے اختیار آنے کو تھی
 بھول من میں لے باد بہار آنے کو تھی
 جب موت آنکھ میں بے اختیار آنے کو تھی
 میٹھی میٹھی نیند اب زیر زار آنے کو تھی
 کچھ لگانے آگ گلش میں بہار آنے کو تھی

اے ریاض دل شگفتہ کیا ہوا باغ شباب

جس میں اب پہلے پہل فصل بہار آنے کو تھی

احباب کے ہاتھوں سے لڑ میں تڑاے
 بجلی سے چمکتے ادھر آئے ادھر آئے
 وہ بام سے آئے ذفلک سوا تر آئے
 اتنی تو پتے کی ہے کہ پہنکے ہوئی ہم تھے
 آئے جو شب وصل تو مانگوں یہ دعائیں
 میں جانے میں ستار و سوساقتہ نہ اچھیلیں
 بلاں کی دکھا س ڈتھے اے خم گیسو
 ہم عین سی پھیلائی ہوئی پاؤں گھراے
 حشر میں بھی دیکھا تو تم ہی تم نظر آئے
 دم بھی دم فریاد اگر ہو نمٹھ پر آئے
 مجرم ہیں جو واعظ کی کہیں سے خبر آئے
 ہوشام مے گھر انہیں ایسی سحر آئے
 واعظ تیرے سر کی نہ کہیں میرے آئے
 کھل کر کبھی گیسو جو ذراتا کمر آئے

وہ گلے مل رہے ہیں غلوت میں مجھ کو ڈر ہے حیا نہ آجائے
گالیاں کھائے تو مڑی کے ساتھ گورے گال کچھ چومتا جاے
کیوں کر آغوش میں سے کھینچوں لاکھ بل جو ہو اسے کھا جاے
دیدہ و دل ہیں کام کے دونوں وقت پر جو مزا دکھا جاے
لاش اٹھنے لگی گجھی کدناز کے ساتھ پھیر کر منہ وہ مسکرا جاے

ہے ریاض اک جوان ست فرام
نہ پیئے اور جھو متا جاے

نشین سوزِ جلیاں بن کے نکلے وہ تنکے ہمارے نشین کے نکلے
گلی سے ہماری وہ دیوں بن کے نکلے ضرور آج ارمانِ دشمن کے نکلے
لئے پھر تے میں مجھ سینے پر اپنے بڑے قدر دان بھری جو بن کے نکلے
جو گلچیں نے دامن میں اپنی چنے تھے وہ گل میے شاخِ نشین کے نکلے
مہ نہر تیرہ ہیں بس کی نظر میں وہ عاشق تھے دوزخِ روشن کے نکلے
وہ فتنے جو اک حشر اٹھائی ہیں پر اٹھائی ہوئی چشم پر فن کے نکلے
رفو کا لیا کام دامن میں جن سے وہ تارِ نگہ چشمِ سوزن کے نکلے
یہ صدقِ تیر و دوزخِ روشن کے صدقے نقاب ایسی ہو نورِ چین چین کے نکلے
مسی مل کے منہ آ رہی ہیں وہ اس پر زبان سے نہ کچھ آج سوسن کے نکلے
ٹپے جا کے ہم قیاس کو کہن سے یہ سب یار اپنے لڑکپن کے نکلے
جو تھے محتر ز اپنے خود داریوں سے وہ خدا ہاں تھے مردِ افکن کے نکلے
کبھی چاک ہو کر رفو یہ ہوا تھا گریاں میں کچھ تارِ دامن کے نکلے

کب تو مقابل آئینہ تھا تم نے اپنی طرف نظر کی
 جو بن کی بہار کے دن آئے نازک ہیں خیر ہو کمر کی
 تو بہ کرنے سے شرم آئی اعمال پر جب اپنے نظر کی
 تر بھی نظریں ہیں نیچی نیچی تیغیں نازک سی ہیں کمر کی
 جاگے ہوئے ہیں تمام شب کے آنکھوں میں ہے نیند رات بھر کی
 وہ بام بلند وہ نکہتِ گل ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سحر کی
 چنے چلائے روئے پیٹ سنتا ہے کون اب گجر کی
 تو بہ کرتا ہوں میں دمِ نزع ٹٹتی ہے کمائی عمر بھر کی
 وہ چاند سی شکل وہ لبِ بام وہ زلف جو لے خبر کمر کی
 جو بن یو نہی گدگد ا رہا تھا اس پر انگڑا سیاں سحر کی

شرماؤ ریاضِ میکشی سے

لمبی ڈاڑھی ہے ہاتھ بھر کی

دل کسی طرح چین آجائے غیر کی آئی جگوا آجائے
 دوڑ کر گود میں اٹھالاؤں گھر میں چھم سڑ جو کوئی آجائے
 مے کو تر جناب شیع نہیں ایسی شئے اور نارا آجائے
 جب بلایا تو ناز سے بولے آپ کے گھر می بلا آجائے
 آج یار بھران کی وصل کی را شام سے جن کو نیند آجائے
 جان لو کچھ گزر گئی اس پر منہ چھپا ہے جو کوتا آجائے
 پھر نشانِ لمحہ رہے نہ رہے آ کے دشمن بھی خاک آجائے

نہ چھو بادہ گسارانِ بزمِ قادش کی یہ دیکھ لیں سوسے وعظ تو وہ ولی ہو جائے
سٹار ہا ہوں شب و روز اس لئے خود کو فنا کے راز سے محکوم بھی آگہی ہو جائے

تری نگاہِ کرم سے عجب نہیں وادش
ریاضِ ساسگِ نیا بھی آدمی ہو جائے

چھلکائیں بھر کے لاؤ گلابی شراب کی تصویر کھینچیں آج تہا سے شباب کی
ریش سفید کو ہر ضرورت خضاب کی اے شیخِ ڈال دوں کوئی گلی شراب کی
خاکِ کدغبارِ بنی دشتِ حشر کا ابھی رہی سہی مری مٹی خراب کی
لاش مرے یا ئے رنگیں کی موج ہے تربت مری ہو یا کوئی بوتل شراب کی
رحمتِ تیری ابر کرم حرف بن گئے دامنِ عصو ہو گئیں فردیں حساب کی
چھانٹا وہ دل جس کی ازل میں نمودی پسلی پھر ٹک اٹھی نظر انتخاب کی
قطرے سے کم ہو اور یہ چھایا ہے بحرِ یو موج ہے نگاہِ ہر چشمِ حجاب کی
نیزے کو کچھ بلند ہے آج آفتابِ حشر اللہ ری تیری مرے فردِ حساب کی
محشر میں ان کو وعدہ فردا جو یاد آئے تصویر بن گئے ہیں وہ شرمِ حجاب کی
نازک کھائیوں میں حبابِ مستِ مٹھیاں شاخوں میں جو مژبندھی کھیاں گلاب کی
اللہ سے پاس میری گناہوں کا روزِ حشر پتے پران کے ٹھککتی ہو مینازِ حباب کی
ہم سے بیاہ کا روں کو ایسے مشغوف کیا اُمت میں جنابِ رسالتِ آب کی
لکھ لکھ کے پہلے ہاتھ تھکے اب سزا ہے سب کے فرشتے دعوتی ہیں فردِ حباب کی
سجِ شر نے خیر کیا ہے نگاہ کو بھوٹی ہے داغِ دل سکرانیِ شباب کی
بنتِ عنب کو چھوٹے ہیں حضرتِ ریاض کتنی ہے باخلاقِ طبیعتِ حجاب کی

بتوں کو میں کچھ اور سمجھے ہوئے تھا یہ انکارے سب دشتِ اہین کے نکلے
 جی آنکھ تھی سب کی ان پر دمِ حشر لئے جامِ نئے داغِ دامن کے نکلے
 ریاض اب بھی دس کوہِ اپنی جگہ پر
 سبک ہو کے بھی یہ کئی سن کے نکلے

لے اڑے گیسو پریشانی مری آئینہ لے بھاگے حیرانی مری
 کہہ اٹھا جو بن کہ بس ہو چکی نیچی نظروں سے نگہبانی مری
 بام پر کہہ آئے جا کر آہِ گرم بڑھ کے بجلی سے ہے جولانی مری
 گیسو سے ان کے اچھی غم کی رات میں خدا سے پر وہ دیوانی مری
 پیارے پیارے منہ سے پھر کہہ دے زرا ہو مبارک تبکو مہمانی مری
 ساتھ میرے دل بھی مٹی ہو چکا تیرے صدقِ خاک کیون چھانی مری
 اتنی مدت میں بچھڑ کر دل ملا دیر تک صورت نہ پہچانی مری
 تھک گئے وہ رُک گیا خنجرِ ریاض

اب بڑی مشکل ہے آسانی مری

غریب ہم غریبوں کی بھی خوشی ہو جائے نظرِ حضورِ ادھر بھی کبھی کبھی ہو جائے
 غمِ فراق کی سختی وصال سے بدلے خودی میں لطفِ آؤ کہ بخودی ہو جائے
 مری شراب کی کیا قدر تبکو لے واعظا جو موت آئے تجھے میری زندگی ہو جائے
 میں ہنگامہ کے صدقہ یہ ہوا شرجس میں جسے میں پی کے عداووں نے ختمی ہو جائے
 ستم بھی ہو تو ستم میں وہ لطفِ پنہاں ہو ستم نہ ہو تبکو پیرِ سہمی ہو جائے
 کہ نالہ آکے مرے ہنوتھ پر سہمی ہو جائے

یہ سر بہر بوتلیں ہیں جو شراب کی
 پوچھو نہ ہم سو عالم غفلت کے خواب کی
 رشتہ آنکھ دیکھ کے اس مست خواب کی
 سرخی شفق کی شکل مر و آفتاب کی
 کیوں ٹوٹی ہیں کلیں پر آج بگلیاں
 ایسی دو آتشہ غے گلگوں کہاں نصیب
 مینا و جام دیکھ کے خوش ہو گا محتسب
 تھی سر بہر بیوٹ گئی اپنے زور میں
 شرانگیں جو بوسہ لب باغ میں لیا
 ہم نے تمام عمر میں کتنی شراب پی
 چہرے کا رنگ دیکھ لو تم رکھ کے امینہ
 محفل میں پی جو پھول تو اس احتیاط سے
 اے کثرت گناہ نری ڈر سے دب گئی
 ذرہ ہوا میں بھر کے بنا آدمی کی شکل
 چکر ہوانے اتنے دئے ہیں کہ گرد باد
 سایے سے اس کی زلف کجبت کے کیا
 یہ کہ کے کل دکھائے انہیں پارہ جگر
 ہر شام ساتھ لاتی ہے کچھ دھوپ کا چاند
 کم بخت نے شراب کا ذکر اس قدر کیا
 راتیں ہیں ان میں بند ہمارے شباب کی
 دنیا کچھ اور ہی تھی ہمارے شباب کی
 جیسے بھی پڑھائی ہو بوتل شراب کی
 چھلکی ہوئی شراب ہو جام و شراب کی
 شاید گرہ کھلی ترے بند نقاب کی
 عادت بڑی پڑی تری جھوٹی شراب کی
 سمجھے گا وہ کھلی ہوئی کلیاں گلاب کی
 تو بہ سے پہلے ٹوٹی ہوئی شراب کی
 سمٹی ہیں کیا کھلی ہوئی کلیاں گلاب کی
 شاید بتا سکے ہیں میزاں حساب کی
 بوسے سے دوڑ جاؤ گی سرتی شہاب کی
 میناے نے بونہ کبھی دی شراب کی
 دیکھا مجھے کہ جھک گئی میزاں حساب کی
 قطرہ ہوا میں بھر کے ہو صورت حباب کی
 تصویر بن گیا ہر مے بیچ و تاب کی
 بن کر پری اڑی گی یہ بوتل شراب کی
 بکھری ہوئی ننکھریاں ہیں گلاب کی
 کیا جانیں کیا کریں گی یہ تیس شباب کی
 واعظ کے منہ سے آنے لگی بو شراب کی

ٹوٹے تو بکی طرح روز تو کچھ باز نہیں جامِ جمشید سے یہ جامِ خیال اچھا ہے

ایک افسانہٴ حسرت تھا دم نزعِ ریاصل

ان سے کہنا وہ مرا شکر ہے حال اچھا ہے

چاندی شکل کا دن رات خیال اچھا ہے طاہر حسن پھنسے جس میں نہ جال اچھا ہے

یوں تو ہر دم تری صورت کا خیال اچھا ہے نظر آئے تو ہیں خواب وصال اچھا ہے

بزم میں پوچھتے ہو آپ کا حال اچھا ہے پوچھ لینا کبھی خلوت میں سوال اچھا ہے

میں نے لے ابر کرم پی ہو ترے سایے میں جانتا ہوں کہ گناہوں کا مال اچھا ہے

کم نہیں ان سے کسی بات میں ان کی تصویر پھر بھی کہتے ہیں ترا حسنِ جمال اچھا ہے

تل ترا وصل کی شب زلف تری ہجر کی رات خال سو زلف تری زلف سو خیال اچھا ہے

نہ تو اچھا تری دامن سے شفق کا دامن نہ گریباں سے گریبانِ ہلال اچھا ہے

وہ جہاں جائے ہوا کھاؤ پھر دیر کرے گھر میں صیاد کے ہر بے پروا بال اچھا ہے

کیا عجب ہو وہی بن جائے کبھی خواب کی شکل رات دن وصلِ حیدناں کا خیال اچھا ہے

دستِ گلچیں بھی وہاں ہو کفِ صیاد کو سخت شجرِ گل سے ہمیں خشک نہال اچھا ہے

ہو ننھ پر تھا جو تبسم سا پس مرگِ ریاصل

کہہ گئے مر کے بھی کمِ بخت کا حال اچھا ہے

میری پہلو میں ہمیشہ رہی صورت اچھی میں بھی اچھا مری قسمت بھی نہایت اچھی

آپ کی شکل بھلی آپ کی صورت اچھی آپ کے طور بُرے آپ سے نفرت اچھی

حضر کے دن ہیں سو جی یہ شرارت اچھی بے چلے خلد میں ہم دیکھ کے صورت اچھی

تجھ سے کتنا تھا کوئی یا تری تصویر آج آنکھیں چھپی تری آنکھوں کی مروت اچھی

دو گھونٹ پر شراب کے ہے حضر زندگی راتیں شباب کی ہیں نہ تیشاب کی

کام آئے گی ریاض کے مشق طواف خم

کبے کے گرد ہوں گے جو سو جھی ثواب کی

لے کے دل بوجھتے ہو پیار سی حال چھا ہے لاؤ منہ چوم لیں لاق میں سوال اچھا ہے

خواب بڑھ کے تصویر میں صال چھا ہے چیز قابو کی ہے ہر طرح خیال چھا ہے

آسمان پر اسے کیا جانے چٹھیا کس نے ناخن پاسے تری خاک ہلال اچھا ہے

انہیں محصور فرشتوں کے لئے جو رہیں ہیں زاہدوں کے لئے جنت کی خیال چھا ہے

جا کے پتی بھٹیوں میں پنی کے چٹے پھینک دیا ہم غریبوں کے لئے جام سفال اچھا ہے

آج سنتے ہیں کہ ہے جنس وفا کا نیلام چھوٹ جا کر عمر و نام تو مال اچھا ہے

جنتی پیتے میں نکل جاتی ہے آنسو بن کر ایسے نئے نوشوں کا ہر طرح مال اچھا ہے

بار بار زلف کو دیکھا ہے بلائیں لیتے آپ کے چاند کو رخسار کا خال اچھا ہے

بویہ کہتی ہے بہت تیز چڑھا جائے گی رنگ کہتا ہی ٹھہر جائے تو مال اچھا ہے

آگیا اس میں کہاں سے خم آب رواں کا بالکین میں مہ کامل سے ہلال اچھا ہے

کس کو دیکھا کہ ہا کچھ نہ نقاہت کا خیال کہہ اٹھے دیکھ کے میا ختم مال اچھا ہے

وصل ہو پہلے پہل جس میں وہ دن ہوا چھا جس میں آغا ز جوانی ہو وہ سال اچھا ہے

مجھے معلوم نہیں جلوہ گہ طور کا حال میری آنکھوں میں ہر اکتق جمال اچھا ہے

دھوپ میں سایہ طربے ایسی نہیں لطف میں کم راہ رو کے لئے ہر سبز نہال اچھا ہے

پاکے موقع کی کوئی جھوڑ دی اس کو کیوں کر دو گھڑی کے لئے ظالم کا مال اچھا ہے

موسم آخر نغمہ یا اس یہ کتنی نکلی جلتے جلتے بیمار کا حال اچھا ہے

ہتھاری راہ میں چلنے کی ہے خوشی رسی کہ ساتھ نقش قدم بھی اچھل چھل کے چلے
 مزا تو آئی جیسے لذت بڑھ کے ہاتھوں ہاتھ مزا تو آئے کہیں سو جوئے اُبل کے چلے
 ادا سے ناز سے چلنا قیامت اُن کا تھا جو مل کے دل کو کلیجے سُل سُل کے چلے
 چلے وہ شمع جلانے مزار پر کس کے کہ ساتھ ساتھ عدو آگ ہو کے جل کے چلے
 ہتھارے گیسوئے پر تیج نے لیا ہم کو کہ من میں سانپ کے یا من میں ہم اہل کے چلے
 اٹھا جنازہ تو بولی یہ خانہ بربادی نیا مکان ہے کپڑے مئے بدل کے چلے

ہزاروں دلغ ہیں دل میں جگر میں لاکھوں زخم
 ریاضِ محفلِ خواہاں سے پھول پھل کے چلے

نہ اس آئی ہم کو جو انی ہماری کٹی کیا بڑی زندگانی ہماری
 عدو کی شب وصل سوا صدقے شبِ غم ہے کتنی سہانی ہماری
 دغا دہر رہی ہیں دم نزع تم کو یہ ہو وقتِ رخصت نشانی ہماری
 کئے میں نے شکوہ تو وہ منہس کے بولے عدو پر بھی ہے مہربانی ہماری
 انہیں نے تو دیو انہم کو بنایا مہی اب کریں پاسانی ہماری
 یہ ساقی نے ساغ میں کیا پیڑ پیدی کہ تو بہ ہوئی پانی پانی ہماری
 ستائے میں ہم بھی حسینوں کو کیا کیا ستاتی ہے ہم کو جوانی ہماری
 لگی تھی جوئے نہ سو پھر تو بکیوں کی ہوئی تلخ کیا زندگانی ہماری
 کیا جھوٹ وعدہ کریں ہم جو تجھ سے تری کام آئے جوانی ہماری
 بہت بے انتر تم آئے جانتے تھے زبانوں پر اب ہو کہانی ہماری
 قفسِ دستِ صبا میں ہم قفس میں یہ کام آئی ہر خوش بیانی ہماری

ہم نے سو بار شب وصل ملا کر دیکھا
نہ بنے کام تو کس کام کی نازک شکلیں
ہم سے کوئی نہیں اچھا جو تجھے پیار کرے
بیرکھن سو جائے وہ بری اے واعظ
جو رتیرے بہت اچھے ستم گردوں سے
منہ میں جب بات کی چوم لیا پیار سے منہ
دیکھتے ہی کسی کافر کو بگڑ جاتی ہے
حسن صورت کی طرح حسن سخن ہو کم یاب
تجھے جلتا ہو جو وہ اور جلاتے ہیں اُسے
آتے جاتے نظر آتی ہے جھلک حلین سے
غورِ غم کے لئے کچھ نہیں عیش کا خواب
دے کے وہ بوسہ لب شوق سے لیں لیرا

سُن کے اشعار مرے سب ہی کہتے ہیں یہ یاض

اُس کی قسمت ہو بُری اور طبعیت اچھی

ضرور پاؤں میں اپنے حنا وہل کے چلے
یہ دوستی ہے کہ ہے ساتھ آگ پانی کا
لحد سے لائی قیامت ہو پاؤں پڑا کر
ہزاروں ٹھوکریں ہر اک دم ہراس میں ہیں
نہ پہنچے آج بھی گھر تک میری وہ کل کے چلے
جو نکلی آہ تو ساتھ اشک بھی نکل کے چلے
ٹھہر ٹھہر کے چلے ہم پہل پہل کے چلے
یہ راہ عشق ہو کیوں کر کوئی سنبھل کے چلے
خانا لگا کے جو آئے تھے ہاتھوں کے چلے

یہ بھی اک چیز تھا زمانے میں ہم فریدار خود بنے دل کے
 رخ پر نور میں جگہ تھی کہاں رکھنے والے کو دیکھے تل کے
 ہم سے وہ روٹھتا چلتا ہے کوسنے والے کون تم دل کے
 آئی بے وقت موت کچھ ایسی رہ گئے دل میں حوصلے دل کے
 تختِ دل پتیاں حنا کی ہیں تم جو بیسوی تو ٹکڑے ہیں دل کے

اب حسینوں کا مشغلہ ہیں ریاض

آپ چڑھتے ہیں نام سے دل کے

یوں کوئی بھی نکالے نہ ارماں پیار کے مل کے پھول کھدئیے سب ان کے ہار کے
 شاخِ قفس کی آکڑ وہ کیا چل کے باغ سے منہدی لگے ہر باغ و محس بہار کے
 سمجھے وہ دانست تھامی نازک ہی ہونٹ پر ایک ایک کر کے توڑی میں دانے انار کے
 کافر بتان ناز نہ بگڑیں تو ہم کہیں یہ ہیں کرشمے قدرت پروردگار کے
 اے زلف یار پوچھ نہ لکھا نصیب کا قسمت نہ کہتے کام بگاڑے سنوار کے
 کیا چیز میکشو ہے زمانہ بہار کا کہتے ہیں مے فروش گئے دن ادھار کے
 سیرِ دل و جگر ہو کہ دونوں میں داغ داغ تھتھے کھلے ہوئی میں کئی لالہ زار کے
 وعدہ کرے بھی تو کوئی اپنی زبان سے ہم کاٹ نہیں ہزار برس انتظار کے
 تو شوخیاں دکھانہ ہیں اے خنائے یار دیکھے ہیں ہم نے رنگِ دل بیقرار کے
 کیوں کر ہے نہ بادہ فردوس میں جی ساکھ ہم بھی تو آدمی ہیں بڑے اعتبار کے

مان بہت ہی خوب کھینچی صورتِ ریاض

پننا دیا ہے قیس کا جامہ اتار کے

ریاض آپ ہم قدم اپنے مکھ

کسی نے نہ کی قدروانی ہماری

چلے آتے ہیں خوش خوش کس گھر سے	وہ ہنستے کھیلتے باد سحر سے
وہیں آبیٹھتا اٹھ کر ادھر سے	ملا ہے گھر مرا دشمن کے گھر سے
مزے کی چیز ہے یہ جمع حشر	حمیں کیا کیا گزرتے ہیں نظر سے
لپک کر تیغ دھری ہونہ جائے	اسے نہبت ہے کچھ ان کی کمر سے
ذرا چل کر تہیں اس کو چھڑاؤ	کسی کی آہیں اُجھی ہیں اثر سے
ہمارے پاس دل سی چیز رہتی	بچائے رکھتے ہیں ان کی نظر سے
کہاں دل پاگئے کیا پوچھتے ہو	اٹھا لائے تمہاری رہ گزر سے
ہوا پر ہے مزاج ابر کرم کا	بیورند وہ برے یا نہ برے
وہ پھر تو دیکھنے کی چیز ہوگی	قیامت جب اٹھے اس رہ گزر سے
ہمارے پاس جب دیکھو نیا دل	اٹھا لاتے ہیں ان کی رہ گزر سے
کہاں رکھی تھی محشر میں کہ پیتے	پنخوڑی ہم نے کچھ دامن تر سے
ہمیں تو جیتے جی کوثر کی بلوا	خدا یا چھوڑ دی ہر تیرے ڈر سے

ریاض اس دل کے چلتے یہ ہوا حال

گرے ہم سب حسینوں کی نظر سے

نہ سمجھنا چراغ محفل کے	ارے ناداں یہ واغ ہیں دل کے
بیٹھنے والے ہیں وہ محفل کے	پر مے اٹھ جائیں دیدہ دل کے
پاؤں وحشت میں بڑھکے جاتے ہیں	جھٹکے کھاتے نہیں سلاسل کے

غم مجھے دیتے ہو دشمن کی خوشی کے واسطے کیوں بڑے بنتے ہو مافی تم کسی کے واسطے
 جی نہانا حضرت ناصح کو آتے دیکھ کر کچھ یونہی تھوڑی سی پی پی لی لگی کے واسطے
 ہجر سے بڑھ کر مصیبت کوئی آنے کی نہیں موت کو رکھ چھوڑ کیسے زندگی کے واسطے
 دونوں عالم تنگ ہیں کچھ اور وسعت چاہئے پاؤں پھیلانے کو میری بیکسی کے واسطے
 لطف ہر مل جل کے دونوں سو ہر کو وضع خاص کچھ بناوٹ بھی ہو تیری سادگی کے واسطے
 لوٹنے پر کاتب اعمال یوں نکھیں لطف حاصل عصیاں ہو گویا آپ ہی کے واسطے
 پاس آدابِ بزرگی ہو یہ اس وضع جنوں جب ملے ناصح جھکے ہم بندگی کے واسطے
 حشر میں اوکاتبِ اعمال کچھ تو ہو شریک ساتھ رکھا تھا تمہیں نیکی بدی کے واسطے

سال پٹے لے کے غم پھیری کو نکلتے ہیں ریاض

میکدے کچھ وقف ہیں ان شاہ جی کے واسطے

وقت نازک موت کا ہر کسی کے واسطے مال و زر رکھ چھوڑو کس زندگی کے واسطے
 نام ہی آسودگی جس کا وہ ہر حرف غلط جیتے جی مرتے رہو آسودگی کے واسطے
 ہو گئے جانے سے باہر حضرت ناصح کچھ آج کچھ یونہی پی پی تھی ہم ذول لگی کے واسطے
 یہ نہ ہو بعد فنا تربت پر آ بیٹھے اُداس تم جگہ بتلا دو میری بیکسی کے واسطے
 میں یہ سمجھاؤں کہ ہوتے مجھے غم سے غرض تم نے یہ جانا کہ سب کچھ ہوا سی کے واسطے
 ہو جنوں والوں میں بہر پیر میں قطع و برید مل گئی دستارِ ناصح دل لگی کے واسطے
 وصل کی شبائے بھرمتے رہو پہلو میں وہ پردہ اچھا رہ گیا شرمندگی کے واسطے
 سبزہ صد مینا کن صد تم بدوش ابر بار ہیں بڑے سامن ہر سی کشی کے واسطے
 ابوجی اکتا لیا دنیا کے دھندلے ریاض اتنے جھگڑے چار دن کی زندگی کو واسطے

کیوں بال کھلے ہیں تجھے کچھ غم تو نہیں ہے
گھر غیر کا ہے غیر کا ماتم تو نہیں ہے
ہے نقش قدم عرصہ محشر دم رفتار
فتنہ تری رفتار کا کچھ کم تو نہیں ہے
ہر اشک عنادل ہے گھر دامن دل میں
اڑ جائے سحر ہوتے یشبم تو نہیں ہے
نازک ہی بہت جان مری اس میں پڑی ہے
خجریں تے دیکھ مرادم تو نہیں ہے
یہ حشر بھی اک جلوہ گہ ناز ہے اس کی
پرے میں وہی فتنہ عالم تو نہیں ہے
نازک مکر یا یہ کچھ بال سے بڑھ کر
کوئی شکن گیسو پر غم تو نہیں ہے
ہم کو پشیں عرصہ محشر کو بھی دیکھ آئے
نقش قدم یار کا عالم تو نہیں ہے

پیتے تھے ریاض آج کھڑے غم کے برابر

ہم نے انھیں دیکھا ہے کمر غم تو نہیں ہے

ہمارے دل میں ہی جو داغ ایسا کم نکلتا ہے
یہ بن بن کر چراغ محفل ماتم نکلتا ہے
تری ٹھوکر کے فتنے کو نہ اتنا ہم سمجھتے تھے
یہ ظالم تو قیامت سے قد آدم نکلتا ہے
بنائے کعبہ پڑی ہی جہاں ہم خشت غم رکھیں
جہاں ساغر بنک میں چشمہ زفر نکلتا ہے
مرے لئے سو کیوں صحوں مچی بنیں مٹی میں
یہ کیا ہی بعد مدت کیوں یہ جام جم نکلتا ہے
تہیں کیونکر بتاؤں کیا مردوں پر گزرتی ہے
تہیں کیونکر دکھاؤں تم کیوں عالم نکلتا ہے
بہنچتی یہ کید بھی میری گھر بن کر شب فرقت
تری زلف سا کا جب کبھی کچھ غم نکلتا ہے
یہاں رونا پڑاودو دکا ہی آئیں نہ ایسے میں
سُکھتی ہے تنہا آرزو کا دم نکلتا ہے
شب غم کہہ کے تم کافی بلا کا نام لیتے ہو
سحر ہوتے وہ اپنا چاک دامن کر ڈیٹھے ہیں
ریاض ایسا گیا گزر انیس ہر شانِ روزے
کہ اس کا نام لینے سے ہمارا دم نکلتا ہے
رفو کرنے کو تار دامن بریم نکلتا ہے
گداں کے لئے وہ کے جام جم نکلتا ہے

کیوں ہم کو جلاتے ہو دم وصل یہ کیا ہے کیوں پھونکتے ہو شمع کو جلنے نہیں دیتے
ہے جان مری کشمکش نزع میں نہ ات ارمان تو کیا دم بھی نکلنے نہیں دیتے
کھلے نہیں دیتے کبھی کم ظرفی و اعظا ہم رند پلا کر بھی اُبلنے نہیں دیتے
جاتا ہوں تو آتی ہے یہی طور سے آواز ہم دیکھنے والوں کو شعلے نہیں دیتے
کیا کام ریاض آنے کو سوا رہا آئے
ہم کو یہ حسین پھولنے پھلنے نہیں دیتے

صیا کو جو غصہ پر یارب ترس نہ آئے باغوں میں موسم گل لاکھوں برس نہ آئے
ہاں میری طرح تھک کر آواز بیٹھ جائے چھوٹوں جو کارواں برباد ہو جس نہ آئے
تو آتیاں بناتی بلبل قفس کو چھا کر اُڑی جین سے اُڑ کر کچھ خار و خس نہ آئے
آج آگ ہم لگا کر نکلتے ہیں گھر سے اپنے منع جا کے روز ہجر اں اپنا جھلس نہ آئے
گلشن میں ہم صغیر و تم زمزم سے نہ کرنا تاشخ گل ہمارا جب تک قفس نہ آئے
اللہ میرے یہ بُت کس چیز کے بنے ہیں پتھر بیج جائے ان کو ترس نہ آئے
تیری سوا یہ ممکن واعظ نہیں کسی سے دنیا میں رہ کے دل میں کوئی ہوس نہ آئے
اک مشت استخاں تھے میری بساط کیا تھی اُجھے جو دام میں ہم پھر تپا قفس نہ آئے
زندوں کی تربتوں پر سبزہ نہ لہلہایا بادل تھے کرم کے جب تک برس نہ آئے
کچھ عقلا کا ڈگچھیں جس کا وہ قفس نہیں کیوں جلے آتیاں کو بجلی جھلس نہ آئے
اس کی گلی کی قاصد کچھ اور ہی ہوا ہے تہ ایک دن کو جائے تو سو برس نہ آئے

پائیں تو اسے حسینوں تم کو رلا کے چھوڑیں
ہیں یہ ریاض ایسے ان کو ترس نہ آئے

یہ گوارا کرادستِ تمنا باندھے اپنے محرم کو نہ کس کو کوئی اتنا باندھے
 بڑھ کے آئے نگہِ شوق بلائیں لے لے کوئی بیٹھا ہو کس اندازِ سو جوڑا باندھے
 شہرتِ بے اثری کوئی مٹائے کیوں کر ہونہ درو آہ میں تو کوئی ہو اکیا باندھے
 دھجیاں کیا مئے امن کی مرے کام آئیں بیٹھ کر دشت میں سب آبلہ پا باندھے
 ہے بُری بات کہو کھول کے بوتل لکھ دے شیخِ پگڑی میں نہ بازار کا سودا باندھے
 اک فرار کھالے ہوا سجد کی ٹھنڈی ٹھنڈی کہہ دلیلے بھی محل میں نہ پردا باندھے
 بکھری زلفیں بوہنی لہرائیں سرِ روشن پر کبھی جوڑا نہ مر اگیسوں والا باندھے
 جب میں دیکھوں می آنکھوں میں اکھیر چکا چکر اتنا تو بیاہاں میں بگولا باندھے

ہم نے دیکھا طرٹ میکدہ جاتے تھے لیاصل

اک عصا تھامے عبا پہنے عمامہ باندھے

دشمن کی طرف ہو کے نکلنے نہیں دیتے ہم کو وہ بُری راہ میں چلنے نہیں دیتے
 آنکھیں میں تلواروں سے وہ ملنے نہیں دیتے ہم چکیوں سے دل کو سکنے نہیں دیتے
 کہتے ہیں مے ناب حسینوں کا ہی جو بن ہم بزم میں اپنی اُسے ڈھلنے نہیں دیتے
 وہ کیا لحدِ غیر کو پامال کریں گے چلتے ہوئے فقری بھی تو چلنے نہیں دیتے
 جلتا ہوں بچاتے ہیں اُسے سو زرد و سبز دشمن کو مری آگ میں جلنے نہیں دیتے
 نازک ہومرے نخلِ تمنا کی ہر اک شاخ اس خوفِ سودہ پھولنے پھلنے نہیں دیتے
 اک بوہلے اُن کے جو بل کھائی ہیں گیسو تم گالوں کو کیوں زہر اُگلنے نہیں دیتے
 آئی ہے کہتی ہوئی کس کی شبِ فرقت ہم رنگ زمانے کو بدلنے نہیں دیتے
 ڈرے نہ ڈو پٹا کہیں سینے کی سرک جائے پتکھا بھی ہیں پاس کی جھلنے نہیں دیتے

جلوہ یار نے بے ہوش کیا ہے بگو
کچھ الگ تشہدے سے یہی غفلت میری
آنکھ تاروں نے چلائی یہی بات ہے آج
دیکھے کٹتی ہی کیوں شبِ غربت میری
رہنمے ہونے کی بیچ جاؤ تو عزت بہ جائے
مولے لے کوئی دستاِ فضیلت میری
بہرینِ حشر تو یہی منہدی لگے پاؤں کے نقش
چار پھولوں کی نہ محتاج ہو تربت میری
تاری مجھ کو نظر آئیں نہ کہیں حشر کے دن
ڈر سے بڑھ جاؤ نہ حدِ شبِ فرقت میری

چھیڑ کر جمع زہاد کو ڈرتا ہوں ریاض

کہنہ مسجد کی عوض ہو نہ مرمت میری

دن پھرے اچھے یہ مجھ ناکام کے
صبح ہوتے آئے بھولے شام کے
ایک آفت تھا تمہارا کوسنا
مر گئے تو سب ہمارے نام کے
دور سائی میں نہیں ہر دل کی غیر
مے تو کیا لالے پڑی ہیں جام کے
سرج کی کٹتی نہیں ہے ایک رات
دن گزر جاتے ہیں سو آرام کے
دل ہلا دے گی یہ میری آہ ہے
بیٹھ جاؤ گے کلیجہ تھا م کے
جام کو ترو اعظوسنے بھی دو
ہم ہیں پیاسے بادۂ کلفام کے
طور دلوں کی نظر پر چڑھ گئے
ہم کو مل جائیں تو آجائے مزا
ہم معشوق اور سستے دام کے
قاصدوں کا ایک تانتا تھا لگا
ہائے وہ دن نامہ و پیغام کے
ہم بنائیں آشیایاں ادخیا ہزار
جتنے ہیں معشوق مل جائیں ہمیں
میں یہ سب کا افرہا کام کے
عمر بھر لوٹے جوانی کے مزے
اے میں صدقہ بادۂ کلفام کے

مے و معشوق نہیں آپ میں لہنے دیتے بعد تو یہ بھی بدل جاتی ہے نیت میری
 اس طرح حشر میں آیا ہوں لحد سے اٹھ کر کہ فرشتے نہیں پہچانتے صوت میری
 حشر میں بیش نظر ہوں گے بتان کافر مجھے ڈر ہے نہ بگڑ جائے طبیعت میری
 دھوکے دیتی ہے بڑی طرح یہ لوگوں کو ریا ص

ملتی جلتی ہے بہت خضر سے صورت میری

آکے وہ ناز سے ٹھکرائیں بھی تربت میری میں ہوں مشتاق قیامت کا قیامت میری
 اک ذرا عمر سو اترے کہ نظر سے اترے چار دن کی ہے حسینوں کی محبت میری
 جیسے ہوں میری ستائی ہوئی یہ مشوخ حسیں داؤد حشر سے ہوتی ہے شکایت میری
 حوض کوثر ہو جو خالی تو بھرے جی میرا خم مے کو کبھی بھرتی نہیں نیت میری
 ہے کھلا میکہ وہ خانقہ شیخ کا فرق اس کی جنت سے کہیں اچھی جنت میری
 مٹھی بھر خاک ہوں میں اور یہ چٹکی بھر خاک کچھ حقیقت مے دل کی نہ حقیقت میری
 ملی کوثر کی تو جنت کے مے آئیں گے آج ہے خانقہ شیخ میں موت میری
 سبزہ آغا زجاں آج بھی ہوں پیری میں بدلی کیا اک قلعہ بنائے صوت میری

جُل دیا کرتی ہوں رات حسینوں کو ریا ص

بڑی نٹ کھٹ بڑی چنچل ہے طبیعت میری

چھوڑتی ہی نہیں مجھ کو شب فرقت میری لے میں قربان لے اتنی محبت میری
 کیوں کر اوپر اٹھیں نکھیں می اور حسرت جید سر اٹھانے نہیں دیتی ہی نہ امت میری
 پھوٹ کر رونے کی شکلوں کا مزا ہے پانی بے بہار اے کھلی جاتی ہے تربت میری
 وصل کی شوق ڈراتے ہیں یہ کہہ لے مجھے تم ستاؤ تمہیں کو سے گلزار امت میری

بن گئے جھک کے پینہ یینا جتنے ٹکڑے تھے ابر رحمت کے
 اب تو وعدہ بھی وہ نہیں کرتے دن قریب آگئے قیامت کے
 شاعری ہے ریاض کے دم نہک
 پھر کہاں لوگ اس طبیعت کے

اُٹھے فتنے نکاح شملگیں سے گلے ملتے ہوئے چین چین میں سے
 وہ رتھانے ہیں دست نازیں سے دھمک ہونے لگی چین چین میں سے
 لہو کی بوکچھ آئی جس زیر سے اُٹھائی خاک اس میں ہیں سے
 شرارت وصل کی یاد آگئی کیا وہ کچھ شرمائے چین چین میں سے
 نگاہِ غیر کو ظالم مبارک ہم آغوشی تری چین چین میں ہے
 بنی ابرو سے خوبانِ جفا کار جو اُتری چین ظالم کی چین میں سے
 تمنائیں بہت ہیں وقت کم ہے کسے دیکھوں نگاہِ واپس سے
 ذرا بچنا مرے نالے سے ظالم وہ تاثیرِ مجلسِ عرش بریں سے
 کئے مشکل سے دل کے جمع اجزا چُنے ہیں کچھ کہیں کچھ کہیں سے
 تم آؤ دفن ہوں گے جس جگہ ہم تمنا بول اُٹھے گی دایں سے
 نہ چھوٹی حشریں بھی عادت ان کی نہ باز آئے یہاں بھی وہ نہیں سے
 گراں تھی سادگی زینت کا ذکر کیا بڑی مشکل سے سنبھلی نازیں سے
 خداوند الموعظہ تو نکل آئے کریں گے ذبحِ درت نازیں سے
 لئے بے گنتی بو سے اس ادا پر شبِ وصل اس نے توبہ کی نہیں سے
 دیا اس طرح میں بول چپا کر وہ یہ مجھے چرا لیا امیں سے

ہائے حسد میں ہمارے کم پڑے یہ جیسے سب تھے ہماری کام کے
طاقتِ فریاد اب ہم میں کہاں بات کرتے ہیں کلیجہ تمام کے
لے کے اٹھتے صبح کو در و در شام سے بیٹھے تھوڑے سر تمام کے
عید میں کیوں آئیں مجھے کو ریاض

مستی جب یوں بھی ہوں انعام کے

کاتبِ اعمال نکلے کام کے مل گئے دو دوشریکِ لازم کے
پر وہ ڈالا مجھ سے پا جرم پر صدقے اپنے جاسے احرام کے
آگیا پیری میں بھی رنگِ شباب گھونٹ اُتار جب مئے کُفام کے
دیکھیں قاصد آکے ہم سے کیا کہا منتظر اے موت ہیں پیغام کے
کاتبِ اعمال ہیں خوب آدمی یہ فرشتے ہیں فرشتے نام کے
آبادیں ہم سچھے منہ چوم کر کس طرح لوٹے مزے شام کے
تو بہ کیا ٹوٹی کہ پھوٹے آبلے خم کے مینا کے سب کے جام کے
کس قدر تاریک ہو روزِ فراق دھوکے ہوتے ہیں سحرِ شام کے
خم بہ خم کیسی ہے وہ زلفِ دراز چھوٹتے ہیں کب اسیرِ اس دام کے
کچھ ملامت میں لطفِ زندگی خواب دیکھے عیش کے آرام کے

اس کے چلتے جان دی ہم نے پیاض

کام آئے ہم دلِ ناکام کے

چشمِ دول میں مقامِ خلوت کے آؤ پڑے پڑے ہیں غفلت کے
عمرِ حشر میں کہاں کہاں کچھ بگولے ہیں خاکِ تربت کے

کھلنے کو تھے غسل کے تھے تیرا آج چوٹی گندھی بال سنوئے ہوئے
 دیکھ لیا چہرہ ہٹا کر کفن بات ہوئی کچھ نہ اٹکائے ہوئے
 کون مٹائے انہیں سمجھائے کون مانیں گے کیوں موت کے مارے ہوئے
 قطرے جمیں پر تھے پسینے کے کچھ وہ بھی تو اب عرش کے تارے ہوئے
 تیری ہی لب تیرے سجا نہیں بول دے ادب و تہ کے مارے ہوئے
 تو بھی انہیں میں نظر آ جا مجھے جلوہ منا چاند ستارے ہوئے
 جھوٹ ہی کہہ دے یہ خدارا کوئی جلوہ منا چاند ستارے ہوئے
 قبر میں کدھ کرتھیں ہم گھر میں ہیں ہائے غضب ہم نہ تمہارے ہوئے
 شرط وفا کا ہیں رونا پڑا شرط میں تم جان تھی ہائے ہوئے
 تم نہ ہمارے ہوئے مجبور تھے ہائے یہ ہم کیوں نہ تمہارے ہوئے
 جان کو جانا ہے تو جلدی ہو جائے دیر ہوئی اُن کو سدھائے ہوئے
 شاد ہوں میں شوقِ اہل ہے ابھی بیٹھے ہوئے دل کو ابھائے ہوئے
 رنج سے اب جان ہے باقی کہاں ہم بھی تو اب گورکنائے ہوئے
 دشمن آرام ہے یہ زندگی چین سے ہیں موت کے مارے ہوئے

سوزدروں کا یہ اثر ہے لیاصل

اشک کے قطرے بھی شرابے ہوئے

اداں کا کام حل جائے جو ناتوس برہن سے بڑا یہ بوجھ اتر دے تو ذل تیری گردن سے
 رفو سے کیا تعلق واسطہ کیا اسکو موزن سمجھ کر خار دامن جو نکالے تاداد آئے
 زپاؤ گل تو لائی تا نفس تنکے نشین سے کبھی موج صبا آئی نہ خالی ہاتھ ملش سے

مددِ کِ وصل میں کچھ اوزارِ کت دو تہہ تک نہ سنبھلے نازیں سے
 نہ لو اس دل کو یہ بد خو بہت ہے اُبھھڑتا ہے یہ ظالم ہمیں سے
 جو وحشت کم ہوئی رونے کی سو بھی چھٹا دامن تو اُبھھڑائیں سے
 خدا آباد رکھے میکدے کو بہت سستے چھٹے دنیا دیں سے
 بڑی حسرت سے دم نکلے گا ظالم نہ اوجھل ہو نگاہِ واپس سے
 پڑا یہ ہلو میں ہر چپ چاپ کیسا بہت خوش ہوں لہذا دگیں سے
 مر اشب کا ابھی بھولے نہیں میں ٹپکتا ہے نگاہِ شرگیں سے
 سرِ تربت نہ سنبھلے گر پڑے پھول میں شرمندہ ہوں ستِ نازیں سے
 نہ سمجھے اور پھر اس پر جو کدوے کہا تھا کچھ نگاہِ واپس سے
 وہ شب کا غاب ہم کو یاد آئے تمہاری بات کہہ دیں گے نہیں سے

ریاضِ اگلوں میں شیخِ وقت گزرا

بہت کچھ مستد ہے اہل دیں سے

ہم بھی تو ادموت کے مارے ہوئے تیرے لہو کو رکنارے ہوئے
 آنکھ سے اب عرشِ کُتائے ہوئے ایسے تم اللہ کے پیارے ہوئے
 آج تو یہ بھی انہیں کچھ بار ہے جاتے ہیں زیور وہ اُتارے ہوئے
 سالِ عرسی میں لکھا تھا دھال ہائے کارِ مانوں کے مارے ہوئے
 تجھ کو خزاں کھا گئی لے گلزار ہار بھی سوکھے نہ اُتارے ہوئے
 ہائے تری سرِ مہجری چشمِ ناز ہائے ترے ہاں سنوارے ہوئے
 جانِ مری لے گی خوشی تری میں کہے دیتا ہوں پکارے ہوئے

اب وہ سب عہد گئے وصل کے پیمان گئے
یہ ہوا حشر میں ہم جھوٹوں کو پہچان گئے
تھے سب اسباب طربِ عمر و روزہ کے لئے
قبر میں ساتھ نہ کچھ عیش کے سامان گئے
کھینچے لاکھ مگر دل سے نکلا معلوم
آپ کے ہاتھ سے اب تیروں کے پیکان گئے
وعدہ وصل کے سچے نہ چھپے لاکھوں میں
دور سے دیکھ کے ہم حشر میں پہچان گئے
نہ رہا دل نہ وہ ہنگامہ مچانے والے
دل کے ہمراہ مے دل کے سبک مان گئے
وصل کی شب نہ چلی ایک بھی شوخی اُن کی
کچھ نہ بن آئی تو چپکے سے کہا مان گئے
شورِ ناتوسِ کلیسا میں اِذاں کبھی میں
ہر جگہ حال ہی ہے تو مرے کان گئے
ہم وہ مجرم ہیں کہ ہیں شانِ کرم پنازاں
اور ہونگے جو گناہوں سے پشیمان گئے

ان جینوں نے کہا کیا کہ خفا ہو بیٹھے

بات کیا تھی کہ لیا ض آپ پر مار مان گئے

اس جنوں کے چلے کیوں کر جین ہو گھر بیٹھے
گھر میں بھی دیوار و در سے پھوڑنے لڑ بیٹھے
چشمِ تہ کی اشکباری آپ نے دیکھی نہیں
یا اگر طوفان اُٹھائی سیکڑوں گھر بیٹھے
کیا کہیں جوشِ جنوں میں تم نے چھیڑا نہیں
کچھ نہ کچھ کہہ بیٹھے ہم کچھ نہ کچھ کر بیٹھے
بارشِ ابرِ کرم نے اور لت پت کر دیا
حشر میں ہم کیا سکھانے دامن تر بیٹھے
روکتا کیس طرح عداوہ دشمنِ قریب
ویر تک محفل میں میری آپ کیوں کر بیٹھے
میکدو میں جاؤ منہ خرم ہی تھا لے میکشو
میرے گھر دعا غلط آتے میرے سر پر بیٹھے
کاش وقتِ نزعِ مجھ کو چھوڑ کر جلتے آپ
اور عداوت بھر کا جھگڑا اور دم بھر بیٹھے
بزمِ محشر میں نہ کہتی اس کی دھت امتیاز
لطف ہوتا رند و زاہد سب برابر بیٹھے
داوی غرت میں تھک تھک کہ بہت بیٹھے ریاض
کاش اب آرام سے ہم لوں گے گھر بیٹھے

جوانی بھی ہو اگر تیری دیوانی مثل سچ ہے
 گلابیٹھا تو آوازے کسے کس نے موزن پر
 بھری بوتل کی زدیں لگئی تو ہماری کیسی
 پڑی کیوں کر چین میں نیل بوسوں کی نہیں کھلتا
 منسل دودل کو جھکی سے اگر چھیر کوئی تم کو
 سبک پریم کو کیا صیاد کے پھنڈی میں آئیں گے
 اٹھاؤں آنکھ کیا اوپر نگاہوں سے مجھے ڈر ہے
 جگلیا ہر بہت جادو جگا کر ان حسیں کو
 چمن میں بنیاں کرتے عنادل کو جو دیکھا ہے
 نہ مجھ پر جھکتی کیوں دے منہ میں باں اپنی
 برا ہو خانقہ کا چار دن میں کیا ہوئی صورت
 مری فریاد سے کچھ ملتے چلتے اس کے نالے تھے
 کیسی گریہ ہے گزریں کس کی تربت ہے
 شب غم کا یہ عالم ہے چراغ اس طرح جلتا ہے
 گلے ملنے کے ان کا فرحیموں کو ہی دن ہیں

ریاض اٹھ بھی اٹھا بوتل نہ بیضا پارسا بن کر

ترے چلتے بہار آئی ہوئی جاتی ہے گلشن سے

دھونڈ کر دل تیرے کو چے سے پریشان گئے
 ہمتیں بان گئے جان گئے جان گئے
 جہاننا خاک کا تقدیر میں تھا چھان گئے
 تم نہ جانو نہیں ہم تمہیں پہچان گئے

ان توں میں ہیں کچھ ایسے بھی خدا کو بندے
جن کو بگڑی ہوئی نکتہ دیر بنا آتی ہے
نہ ٹھکالے اثری پر تو یہ بولی تاثیر
کچھ تجھے شرم بھی لے دست دعا آتی ہے
وہ مرے گھر کا ہر عالم شب تنہائی میں
نہ پری آتی ہے کوئی نہ بلا آتی ہے
موجیں زنجیر لے پھرتی ہیں پیچھے پیچھے
ہم کہیں ہوں تے کو چے کی ہوا آتی ہے
آتی ہے دفتر زموں کی چھاگل پہنہ
بن کے معشوق نے ہوش بآ آتی ہے
چاہے کسی معشوق کا دامن اس کو
غنچہ دل سے بے بے وفا آتی ہے
میں بھی وہ ہوں کہ پری اس کو بنا کھوڑا
کوئی کہہ دیڑے گھر میری بلا آتی ہے
دود و باتیں ہوئی ہیں ان کی اول سے شاید
مُسکراتی ہوئی کچھ آج قضا آتی ہے
آج شیریں نے اٹھائی نہ ہوں فرہاد کچھول
دامن کوہ سے ماتم کی صدا آتی ہے

چھوڑ کر گھر کہیں تربت میں نہ جانا ہو ریاض

مجھے لے جانے کو جنت کی ہوا آتی ہے

تری حسرت نہ جیسے سچ کبھی اس دل سے نکلتے گی
یہ میری جان کو رو کر بڑی مشکل سے نکلتے گی
چھری کیا جان بن کر سینہ بسل سے نکلتے گی
اتر کر دل میں یہ ظالم بڑی مشکل سے نکلتے گی
وہاں فتنوں کے جھرمٹ میں شامل نہ ہوتی تھی
قیامت ہو کے رسوا کو چہ قاتل سے نکلتے گی
گدائے سے تلخی اپنے درپس قدر زائد
دعا و شام بن کر اب لب سائل سے نکلتے گی
فرانزدیک سے تم دیکھ لو آ کر دم آخر
ہے گی بیاہ حسرت دیدہ بسل سے نکلتے گی
کہے دیتی ہے یہ آلودگی اس پاک امن کی
کہ میری ساتھ دخت رز بھری مٹھل سے نکلتے گی
یہ میری آہ کوئی اوپر اوپر چلنے لگی ہے
خدا جانے وہ کیا ہوگی جو میرے دل سے نکلتے گی
کہاں تک در در جواب مجھ پر بند رکھیں گے
کبھی تو راہ لگاؤ ر کی منزل سے نکلتے گی

ابنِ بدیہم کو نہیں آتی نہیں آتی
 رکھتے تھے جسے آنکھ میں وہ بھی نہیں آتی
 کیوں وصل میں بوسو ترے گن گن کے نہ لیتے
 ہم کیا کریں اس کو ہمیں گنتی نہیں آتی
 دیتا ہے توئے راہِ خدا جام میں ساتی
 صدقے تے چلو سے ہیں پئی نہیں آتی
 وہ موج ہوا بن کے چلی آہ کسی کی
 جاتے ہو کہاں بام سے آندھی نہیں آتی
 روتے ہیں نہیں دیکھ کے دشمن بھی ہمارے
 آتی ہے تباہی مگر ایسی نہیں آتی
 کیا شرم سے بھی کام نکلتا ہے بتوں کا
 دل لیتے ہیں کیونکر جھنجھٹا نہیں آتی
 آتی ہے غم ابر سے تو آتی ہے پانی
 اب اونچی دکاؤں کی بھی نہیں آتی
 آتی نہیں آ کے ڈرا جاتی ہے ہم کو
 آئی ہوئی اپنی نہیں آتی نہیں آتی
 قربان ترے چہرے کے اس غصے کے صفے
 سُرخ کی جھلک آتی تو سُرخ نہیں آتی
 کس درجہ مری روح کا باقی ہے تعلق
 جب جاتی ہو میخانے سے باقی نہیں آتی

دیکھا ہے جنہیں آرزوِ مرگ میں مرتے

افسوسِ ریا صُن ان کو اہل بھی نہیں آتی

مجھ تک آتے انھیں تو موت حیا آتی ہے
 تو وہاں دوڑ کے کیا جاتی ہے کیا آتی ہے
 جو وفا میں نہ جفا میں وہ ادا آتی ہے
 نہ وفا آتی ہے تم کو نہ جفا آتی ہے
 جلدی کیا ہے اُسے کرومے ماتم شریک
 اک ذرا اور ٹھہر جاو حنا آتی ہے
 سایہ ان گیسوؤں والوں کا پڑا کیا اور چنے
 میرے گھوڑ میں نہیں آتی جو بلا آتی ہے
 وصل کی رات ہو کہتا ہر یہ آنکھوں کا حجاب
 دیکھیں دونوں میں کسے شمع بجھا آتی ہے
 ٹوٹنا آج بُرا ہے مری توبہ کا قبول
 جھوٹی قبلے سے کیا مست گھٹا آتی ہے
 پہ پٹری شوخ نہ سمجھ کوں غوڑا تجلو
 لے خافِ تجھ آگ لگا آتی ہے

کلیم آئے تو کھل کے جلوہ دکھایا ہم آئے تو پردے سے باہر نہ نکلے
 ہماری نظر حشر میں شیخ پر تھی وہ سر پر لئے حوض کوثر نہ نکلے
 چمن میں ہم آئے جو چھٹ کر قفس سے ہینوں نشین کے باہر نہ نکلے
 نہ بولے کوئی کو کہن کے سد پر کہیں لے کے دیوانہ پتھر نہ نکلے
 جو اس دل میں ہنگامہ آ رہا ہے وہی بزم آراے محشر نہ نکلے
 نشیمیں میں گزرے کئی ہوسم گل قفس میں جو ٹوٹے تھے وہ پر نہ نکلے
 یہ بت ہاتھ آئیں تو ہمیں نرم و نازک ٹٹولا جوان کو تو پتھر نہ نکلے

بٹھایا ریاض اس طرح ضعف دل نے

بہار آئی ہم گھر سے باہر نہ نکلے

مزا تھائی زندگانی جو ملتی جو اس تھے مئے ارغوانی جو ملتی
 ہیں تیر کا وہ نشانہ بناتے کھجے میں رکھتے نشانی جو ملتی
 میسر کہاں اب مئے ناب ہم کو بہت تھی وہی ہم کو پانی جو ملتی
 نگاہوں میں ہم ذلتے ذری کو رکھتے دریا کی پاس بانی جو ملتی
 یہ ٹھنڈی ہو ایت کانی گھٹائیں مزا تھائے ارغوانی جو ملتی
 بہار اپنے داغوں کی اس کو دکھاتے اسیروں کو بادِ خسزانی جو ملتی
 اثر غیر کے موت کا تازہ رہتا ہیں خدمتِ نوہ خوانی جو ملتی
 بڑے لطف سے دن گز جاتے یہی بڑھا پے میں ہم کو جوانی جو ملتی
 ان اشکوں کو روکا بڑا ضبطِ غم نے یہ طوفاں اٹھاتے روانی جو ملتی
 پلاتے ہم لے شیخ کو شرکی بجگو مئے ناب ہم کو پُرانی جو ملتی

تلاطم میں نظر آتا ہوں میں رہ رہ کے پانی پر
یہ کیوں بڑھنے لگی یاد کسی کی زلف پر خم سے
کبھی تو آئے گا آغوش میں ہجران نصیبوں کے
ترسوں چاند سوچ رہے کا تل سو سن کھتا ہے
سنا ہو نجد میں آج اک تماشا ہے قیامت کا
عجب انداز سے کہتا تھا بسمل یہ تہہ خنجر
مجھے کیا زندہ لے کر مریح اسبا حل سے نکلتے گی
ہماری وصل کی شب ہر گھٹ کر تن سے نکلتے گی
کھٹک اس درد کی ظالم کبھی تو دل سے نکلتے گی
تری تصویر کچھ بڑھ کر مہر کا دل سے نکلتے گی
لحد سے قیس لینا پردہ محل سے نکلتے گی
ہماری جان ہوگی تو بڑی مشکل سے نکلتے گی

ریاض چھاپے دنیا سے کرے یہ قیس بھی پردہ

کہ لیلیٰ بے نقاب اب پردہ محل سے نکلتے گی

ملا ہو خون جس سے کچھ دہی تو کام آتا ہے
نئے رنگیں کا سا غریب نہیں سکتا چھپانے سے
گل و بلبل کے دشمن کس قدر صبا دو گلیں میں
بھر دغم ہم کیا کرتے تھے خالی اب ہی ہم ہیں
فلک تاکے لگی آہ رسا دل کو یہ کہہ کہہ کر
جی ہے جان پر کہتے خدا جانے کب آؤ گی
ہمارا عیب کھلتا ہو نہ کھلتی ہو چھپی بوتل
بہت چمکی ہوئی اک جلوہ گہہ ہو جلوہ گاہیں
کلیہ جامنہ کو آتا ہے جو دل کا نام آتا ہے
بڑا دھبہ یہ تجھ پر جامہ احرام آتا ہے
یہ پھیلائی ہو دوا سن وہ کھولے ام آتا ہے
بھری مغل پر خالی ہو کے ہم تک عالم آتا ہے
اب ان کا بام آتا ہو اب ان کا بام آتا ہے
پیام یار بن کر موت کا پیغام آتا ہے
ہمارے کام کیا کیا جامہ احرام آتا ہے
برابر طور کے ہم کو نظر اک بام آتا ہے

ریاض ان کو کہیں چھٹرا ہی تم نے ہم نہ مانیں گے

وہ تم کو کوستے ہیں جب تمہارا نام آتا ہے

مرے دل کے اراں مرکز نہ نکلتے جو دل میں چھپے پھر وہ نشتر نہ نکلتے

کس کا غبار ہے یہ ہمارا غبار ہے جس کا ہر ایک ذرہ ذولِ قیوار ہے
 گیسو سنوارے کون یہ آیا مزار پر کوئی نہیں ہماری شبِ انتظار ہے
 ساقی ہمیں چھکا دو کہ نصیبِ فصلِ گل برسائے تاجِ پھول کہ جاتی بہا رہے
 قربان اپنے کثرتِ بھصیاں کے بار بار محشر میں سب سے پہلے ہماری بیکار ہے
 اُٹھجا ہوا ہے دستِ جنوں مجھے کس لئے میری کفن کو کوئی گریباں مینا رہے
 منہ چوم لے بتوں کا یہ بھولے ہیں کس قدر ہر کام پر ہماری خدا کی سنوار ہے
 نازک سے پردے و محلِ لیلیٰ کے کچھ نہیں قیس کا غبار بڑا پر وہ دار ہے
 خالی نہیں ہر لطفِ سوزن کی راہی دو چار پھول میں می شمع مزار ہے
 پٹی تھی کچھ کہ چین سوزندہ شبِ بید دل ڈھل چکا ہر حشر کا بتا غبار ہے
 دو چار دل میں داغ اگر ہیں ہوا کریں کیوں سیر کو وہ آئیں کی لالہ دار ہے
 کہتے ہیں جان پر گئی آفت میں قتل مل ل کے کھڑیا مجھے اچھا یہ پیار ہے
 میں آگیا ہوں آئیں گی فرائدِ آندھیاں آنا مر قفس نے شیش کو بار ہے

نادان ہو رہا قفس کو تم جانتے نہیں

وہ پنختہ کارِ عشق بڑا پنختہ کار ہے

وہاں میکشی ہے پرستی رہی یہاں عمر بھر فاقہ سستی رہی
 کھلے کب ہے طرفِ مے رات کو مری روح ساقی ترستی رہی
 حسیں دل کو تارِ ارج کرتے ہے ہمیشہ اُجڑتی یہ بستی رہی
 بکی مے بہت فصلِ گل میں گراں جو سچ پوچھو پھر بھی یہ بستی رہی
 کہاں قفسِ طاؤس مینا رہا کہاں لے گھٹا تو برستی رہی

ریاضِ اب کہاں وہ جوانی کا عالم
گلے سے لگاتے جوانی جو ملتی

بجلی نظر سے گر گئی اس دل کے سامنے تڑپے گا کیا کوئی ترسے ہل کے سامنے
ملِ دل کے پھول لکھ دیکھ جس دل کو سامنے اُس دل کو رکھ میل و عناد دل کے سامنے
چلتی نہیں کچھ آرزوے دل کے سامنے مشکل کوئی نہیں مری مشکل کے سامنے
مل جائے تو بہت ہے مری جان بہرِ صل وہ رات جو گھٹی ہو ترے تل کے سامنے
لیلیٰ پکاری جائے سے باہر ہوا جو قیس یہ بے جا بیاں مرے محل کے سامنے
آگے قدم بڑھائیں تو منزل کو ہو گرینز ہم پاؤں توڑ دیو بیٹھے ہیں منزل کے سامنے
ہر گامہ خیرِ حشر کی اندرے و صوم و صام دیکھا تو کچھ نہ تھا ترے محفل کے سامنے
کیا خاک اب بے گی جن میں صبا کی بات غنچے کے منہ کی اور عناد دل کے سامنے
اس سیدھی سا دھی تیج کو دیکھے کوئی ذرا بل لاکھ لاکھ کرتی ہو قاتل کے سامنے
منزل رسیدہ قافلے والو مدد کرو پس ماندہ لوٹے جاتے ہیں منزل کے سامنے
کیا نہ چڑھے گا آپ کے وہ شکل تو بنائے آجائے ذرا مسہ کا مل کے سامنے
دیکھا جو اپنے عکس کو حیران رہ گئے آئینہ بن گئے وہ مقابل کے سامنے
لیل و نہار سے نہ پیدا و سید سے کام یکساں ہے رنگ دیدہ و غافل کے سامنے
دیوانگانِ عشق کا اندرے ادب کیا کیا جھکے ہیں تیغ و سلاخ کے سامنے

واعظ و کھار ہا ہے کسے تو بھی سبز باغ

ذکرِ جناتِ ریاض سے عاقل کے سامنے

نایاب دارِ زندگی مستعار ہے ۔ آئے نہ آئے سانس کا کیا اعتبار ہے

بادلوں میں جو مے بھرنی ہوتی جھٹک کے اُوبچی دکان ہو جاتے
 شیخ جی میسکہ وہ جنت ہے تم بھی جا کر جو ان ہو جاتے
 پاسباں تو رقیب بن جاتا ہم ترے پاسباں ہو جاتے
 ملتے کم عمر مہ جیس جو ریاض
 ہم ابھی تو جوان ہو جاتے

فتنے کا گزر اس بھری محفل میں نہیں ہے چلے نگہ ناز جگہ دل میں نہیں ہے
 دو کال کا بوسہ تو ابھی ڈھونڈ نکالوں کیا میری شرب وصل چھٹی تل میں نہیں ہے
 پہنچیں کہ پہنچیں یہ ہے تقدیر ہماری مست کی کچی جادہ منزل میں نہیں ہے
 کیا جا کے بنا قیس غبارِ رہ لیلے جنبش بھی تو اب پردہ محل میں نہیں ہے
 غنی جان تے ہاتھ میں تو دیکھ تو قاتل مٹھتی میں وہ ہوگی تن بسمل میں نہیں ہے
 لپٹے ہوئے میں پاؤں سے اب جادہ صحرا مدت سحر پاؤں سلاسل میں نہیں ہے
 صدیاں ترے خوف سے یہ زرد ہو گئے ہیں اب خون کی اکت چھینٹ غل میں نہیں ہے
 میں کے جیا ہوں کہیں پھر جان نہ جائے محشر میں تو خنجر کف قاتل میں نہیں ہے
 کیوں تجھے چھپاؤں ترا اریان شربِ وصل قربان تھے چور سے دل میں نہیں ہے
 یہ نزع کی مشکل کوئی مشکل ہے مری جاں سچ ہے مری مشکل کسی مشکل میں نہیں ہے
 وہ حُسن جو اندازِ نزاکت کو لئے ہو کچھ ہے مہ نو میں مرکال میں نہیں ہے

کیوں تو نے ریاض اس بتِ ناداں کو سنایا

اللہ کا بھی خوف تے دل میں نہیں ہے

شبِ غم کی سحر نہیں ہوتی ہو بھی تو میرے گھر نہیں ہوتی

پلاوی تھی ساقی نے کیسی مجھے کہ محشر میں بھی بجو سستی رہی
 تری زلف پر لوگ مرتے رہے یہ ناگن یونہی سب کو بستی رہی
 نہ کچھ دی سکے نئے فروشوں کو بھی بہت ان دنوں تنگ سستی رہی
 قیامت میں بھی ان کے طرزِ خرام قیامت پر آوازے کستی رہی
 لحد پر آگاہی جو سبزہ کبھی گھٹا بن کے حسرت برستی رہی
 ریست و بلند جہاں ساتھیوں رہی یہ بھی جب تک یہ سستی رہی
 گئے قبریں دوش احباب پر لحد تک بلندی و پستی رہی

وہ بولے تری آہ سوزاں لیاض

ہمیشہ ترامنہ جھلستی رہی

غیر سے بدگمان ہو جاتے میری سننے تو کان ہو جاتے
 مہربان آسمان ہو جاتے آپ اگر مہربان ہو جاتے
 میرے گھر میہان ہو جاتے دل میں تم آ کے جان ہو جاتے
 جاتے ہم زار اُس گلی میں اگر ذرے بھی آسمان ہو جاتے
 پیر فانی کو وقتِ بادہ کشی ہم نے دیکھا جوان ہو جاتے
 نام میرا جو بزم میں آتا میرے لاکھوں بیان ہو جاتے
 دل تو کہتا ہے لطف وصل یہ تھا جان من میری جان ہو جاتے
 کہتے تیری ہی برگ گل، بنبیل یہ بھی تیری زبان ہو جاتے
 بوسے کیا لے کوئی تصور میں کہ ہیں رخ پر نشان ہو جاتے
 ظلم ڈھانے جو آتے تربت پر فرشِ رہ آسمان ہو جاتے

مجھے یہ ڈر نہ پھولے پھلے ہمارے یہ
 غضب کا درو قیامت کا ہر اثر اس میں
 یہ دیرین نہیں کہتے ہیں خود بخود ناقوس
 تم اپنے بام سے فریاد کی اجازت دو
 کسی کے آنے کا اب انتظار کون کرے
 کہے کہے نہ کہے کوئی مجھ کو کیا اس سے
 وہ بولے حشر میں کھل کھیلنے کو کہتے ہیں
 نہ دستِ ناز میں کو تیغِ اس نزاکت سے
 زبان میں بھی اثر ہے مے بیاں میں بھی
 جو بوسہ وصل میں مانگوں تو دیں سزا مجھ کو
 میں ناتوان بھی گیا آج باتم کُن کے
 شرابِ میحس تو بوجو مانگوں بھولے سے
 کچھ اب کی باغ میں اس دھوم ہی بہا لے
 جو یہ کہا ہو مری آئی تہ کو آجائے
 پیامِ موت کا ہے یاد اُنہیں کبھی کسی
 وہ بولے ابرو و مرث کا کو کیا ہو شہرِ وصل
 اٹھاؤں غموں کی لذت بھی لطفِ عصیان بھی
 ستانے والے کو کچھ قدر ہوسنانے کی
 وہ میں ہل آج زمانے کو ناز ہے جس پر
 جھکی ہوئی ہے بہت شلخ آشتیاں میری
 خدا کسی کو نہ سنوائے استاں میری
 حرم میں گونج رہی ہے بتوازاں میری
 یہاں سے تو نہیں سنتا ہر آسماں میری
 پکارتی ہے مجھے مرگِ ناگہاں میری
 نہیں نہیں سینیں آپ داستاں میری
 ستار ہی ہیں مجھے آج شوخیاں میری
 تمہارے بس کی نہیں جان تو اں میری
 نہیں نہ آپ مرے منہ سے استاں میری
 جوں بھلاؤں تو وہ کاٹ لیں باں میری
 یہ زار تھا کہ مجھے لے اڑی فغاں میری
 توئے فروش کہے نذر ہے دکاں میری
 نہ باغباں کی سنوں میں نہ باغباں میری
 مجھے نصیب نہ ہو منہ پاسبان میری
 کچھ آج او رہی کہتی ہیں ہچکیاں میری
 دھڑکی رہی ہو نہی ناوک سے کہاں میری
 مرے کریم یہ تقدیر ہے کہاں میری
 اُنہیں ستائے جو مانے یہ آسماں میری
 ریاضِ دھوم ہے جس کی ہر زبان میری

حلق سے گھونٹ بھر جہاں اُتری تو بہ پھر عمر بسر نہیں ہوتی
 ہوگی فریاد وہ عناد دل کی آہ تو بے اثر نہیں ہوتی
 رہ کے تیرے نقش میں اے صبا وہوس بال و پر نہیں ہوتی
 وصل میں یہ بلا بھی ہوتی ہے رات پچھلے پہر نہیں ہوتی
 سر کو ٹکرا کے ہم نے دیکھ لیا غم کی دیوار در نہیں ہوتی
 صبح فرقت ہو شام کیا ممکن میرے گھر دو پہر نہیں ہوتی
 آہ کا بیج و تاب دیکھو تو ایسی موجِ شرر نہیں ہوتی
 ہم نے دیکھا ہے ان جبینوں کو ہوتے ہیں بل کر نہیں ہوتی
 بنتی ہے کہکشاں یہ وقت خرام رگزر رگزر نہیں ہوتی
 گل و بلبل صبا کو لیکر ہیں وہ ادھر یا اُدھر نہیں ہوتی
 موت جو بے بلائے آتی ہے وہ بھی ہم سے خبر نہیں ہوتی
 دن چڑھے تک حسین ہوتے ہیں ان کے گھر بھی سحر نہیں ہوتی

جائیں گے آستانِ مہِ خلیا پر

اے ریا صن اب بسر نہیں ہوتی

یہ کوئی بات ہو سنا نہ باعناں میری کہاں اثر میں وہ ڈوبی ہوئی نغاں میری
 بچلی ہے آج سنانے انھیں نغاں میری اے ضرور یہ کٹوے گی زباں میری
 اپنی زبان کہ سبھی ہے پھر فغاں میری خدا کرے نہ نفس میں کھلے زباں میری
 وہ زلف کھول کے شرمائیں غیر کے گھر آج کچھ اس ادا سے شبِ غم ہو یہاں میری

سہ۔ سر رہا راجہ بہادر محمود آباد علی اللہ تعالیٰ

کام آیا گوشتِ میدانِ حشر لے گئے بازی ہم اُس غماز سے
 ہم چھٹے لیکن فس ہو کب چھٹے ہاں و پر جب لے گئے پرواز سے
 توڑ کر دل سنئے آواز شکست یہ نہیں ملتی کسی آواز سے
 باتیں بڑھ بڑھ کر بنائی مین بہت سحر کار آنکھیں لبِ اعجاز سے
 کہہ گئی پنبہ دہن مینا کو آج حضرتِ واعظِ دینی آواز سے
 دل یہ جانے میں بھی کوئی چیز ہوں لیں ادا سے ناز سے انداز سے
 پاس تھا نا تو سبھی موقع نہ تھا دی اذان میٹھی ہوئی آواز سے
 طور سے پہلے بھی دیکھا ہو تجھے کان میں کچھ آشنا آواز سے
 میں طلسمِ ہستی موہوم ہوں بے خبر انجام سے آواز سے

میشکوں میں رند حق بین میں لیا ض

آپ واقف ہیں خدا کے راز سے

قیامت ہے کس کی اٹھائی ہوئی یہ آفت ہو سب ان کی لائی ہوئی
 اکیلی لحد میں ہے آئی ہوئی قیامت بھی ہے کھیلی کھائی ہوئی
 اڑائیں گے وہ خاک میری لیے بڑی وقت اُن سے صفائی ہوئی
 جو منہدی لگانا نہیں جانتے یہ ہے آگ انہیں کی لگائی ہوئی
 تری بزم میں ہم بڑے کیوں بنے وہ کیا ایسی ہم سے بُرائی ہوئی
 یہ کاہے کو آتی مری قبر میں قیامت ہی اُن کی ستائی ہوئی
 نہ کام آئے نالے ندول کی تڑپ کسی کی نہ ان تک رسائی ہوئی
 ہوا کیا پڑا آئینہ بیچ میں یہ تھا کون کس سے لڑائی ہوئی

کوچہ یار میں جائیں گے یہ ہم سے پہلے
 چونکے ہیں حشر میں ہم اہل حرم سے پہلے
 کام لیتے وہ کرم سے تو ستم ہو جاتا
 بزم آرائیوں کے کس نے سلیقے سکھائے
 جس کی بزم میں دورے دینا دیکھا
 پھیر لی آٹکھ یہ سننے ہی بت کا فرنے
 منہ دکھائے ہیں دنیا کی مرست اب کیا
 محفل میں میں نے اہل کے فرشتے بھی شریک
 ہوتی ہے حشر میں بھی لذتِ غفلت محسوس
 بوجہ ہم دل کا اٹھائیں گے یہ کہتی تھی نگاہ
 سیکڑے سے جو گیا میں تو سو دیر گیا
 ہم نے آنکھوں میں لیا اور جگدوی دل میں
 میری توبہ نے خرابات بنایا اُس کو
 صد تے شوخی کے فیڑتا ہوں دم وعدہ وصل
 اُٹھتے ہیں نقشِ قدم آج قدم سے پہلے
 شمعِ فروس میں کیا جائے گا ہم سے پہلے
 خیر گزری کہ پڑا کام ستم سے پہلے
 ہم سے گزرتے ہیں بہت خرم سے پہلے
 ہم یہ مست جھکے ابر کرم سے پہلے
 ہم تھے مانوس غزالانِ حرم سے پہلے
 کیوں ملے کھول کھول تم تے غم سے پہلے
 یہ تکلف تو نہ تھے بزم میں ہم سے پہلے
 ہم عجب خواب میں تھے خوابِ عیم سے پہلے
 تیری انداز تھے کچھ اور ستم سے پہلے
 اب کی جاؤں تو طوں اہل حرم سے پہلے
 کوئی ہم سا نہ ملائم کو بھی ہم سے پہلے
 میکدہ باغِ جنات تھا مردوم سے پہلے
 لب پر آجائے تبسم تبسم سے پہلے

آج سر پہ لئے سینا نہ لیا صُح آتے ہیں

کوئی کہہ آئے ذرا اہل حرم سے پہلے

ہو عیاں جب سوزِ دل آواز سے کام لیں کیا پرواہے ساز سے

شرمِ ٹپکے پھر نگاہِ ناز سے ایک بوسہ پھر اسی انداز سے

کیا بنے ہیں کیا بنایا ہوا مخلص ہے خدا واقف توں کے راز سے

اُترتے ہیں نئے مضمون جو آسمان سے نازل

تلاش ہوتی ہے ہم کو نئی زمینوں کی

ہجر کی شب کس قدر تیرہ مے اللہ ہے
 اے جنوں کم برگ گل کی جگہ لگا ہے
 توبہ توبہ بادہ نوشہ درو میخانہ کہاں
 غم نہیں تیری درازی کا مجھے اور دہجر
 جو میں گے ہم سنگ اسود چھوڑ کر دئے بتاں
 کعبہ جاتے میکہ تو تک پہنچنا چاہئے
 خون تیرا ساتھ تیری آرزوئیں بھی ہوئیں
 مست اپنے حال میں ہر ایک آتا ہے نظر
 ہو کا عالم بولتی ہے جتی جتی دشت کی
 کوئی دیکھے اُس کی جنبش سر کی گردش و عطا
 طور پر ہم دیکھ آئے خاک اُٹاتی ہے ہاں
 جیسے جی کو بخت کے دھندوں سے چھٹکا نہیں
 سُن ہاں کس طرح واعظ مرے سداۓ شعر
 بڑھائی گا غلش میری لئے کیا اے جنوں
 جانے الی عرش کی پہنچی زنان کے باز نک
 اس کو یہ سمجھا دیا اس کی نزاکت نے کہیں
 مثل ایمان دل میں لکھا ہو بت کا فر تجھے
 راہ دل بھولی ہوئی یا دہ بت گمراہ ہے
 زور بازو ہوا اگر تو کوہ مثل کاہ ہے
 معتکف مسجد میں کوئی پیر حسن آگاہ ہے
 ہوں چراغ صبح میری عمر تو کوتاہ ہے
 عقلمند پتھر ٹریں اب عزم بیت اللہ ہے
 پھر وہاں سے تو خدا کے گھر کی سیدھی راہ ہے
 اے دل مرحوم تیرا حادثہ جانکا ہ ہے
 میکہ میں جا کے دیکھو جو گلدہ خواہ ہے
 رات تیرا ایک میں مل یا میرا اللہ ہے
 طرہ و ستارہ اعظا بھی دم رواہ ہے
 کوئی برقِ حُسن کی اب اور جولا نگاہ ہے
 کوئی ہو دنیا کا جھگڑا جان کے ہمراہ ہے
 مجھ کو دل میں کوستا ہوا دل بڑا ہ ہے
 کوئی نازک سی رگ گل کی کہ خارِ راہ ہے
 آخرا یسی کیا لگتی گزری ہماری راہ ہے
 آرزوے وصل جس کو ہو ترا بدخواہ ہے
 تو نہیں آگاہ ہے میرا خدا آگاہ ہے

ہنسی میں ڈالتے وہ کیا میری بات کہو دب گئی لب تک آئی ہوئی
 نہ کہنا عدو سے کوئی دل کی بات جہاں منہ سے نکلی پرانی ہوئی
 عدو کو دم فوج وہ لائے ساتھ اُسے آگئی میری آئی ہوئی
 دکھاؤ نگہ کی جو تم شوخیاں پھرے برق بھی تملائی ہوئی
 نہیں آتش طور دل کی لگی بجھے گی نہ اُن کی لگائی ہوئی
 خدا اپنے بندوں کی سہتا اگر تو سُنتے توں کی خدائی ہوئی
 مری قبر پر آکے میکش پیس گھٹا حرقوں کی ہے چھائی ہوئی
 یہی تو مری جان کا ہے عدو سب آفت ہوا سُل کی لائی ہوئی

اڑاؤ ریاض اٹھ کے بوتل کے کاگ

گھٹا کب سے ہے آج چھائی ہوئی

گلوں کے پرے میں شکلیں میں جبینوں کی یہ ڈالیاں میں کہیں ڈولیاں حسینوں کی
 یہ آستین بنیں میں چنی ہوئی ظالم بلائیں لی ہیں نگاہوں سے آستینوں کی
 کسی کے جلو میں عرش چھپ نہیں سکتے کہ دوسریں میں نگاہیں بلند مینوں کی
 پس فنا بھی نہ خالی رہیں یہ قصر رفیع نہ ہوں کمین تو قبریں رہیں کمینوں کی
 اکس انتہا کی نزاکت ہی میری شعروں میں نظر لگے نہ کہیں ان کو نکتہ چینیوں کی
 جو نیند آئے تو یوں آئے موت آئی تو یوں ہمارے سامنے شکلیں ہوں مر جبینوں کی
 ہم اپنے ملک سخن کو وسیع کرتے ہیں ہیں تلاش ہی ہر دم نئی زمینوں کی
 اُمضی غرض می باتیں کھڑی کھڑی پس نہیں گے میٹھ کے وہ اپنے ہم نشینوں کی
 کہاں وہ چاندنی راتیں وہ چاند کو ٹکڑے نہ اب ہم ہیں شبکیں میں مر جبینوں کی

واعظ تری بہشت کا ہم جانتے ہیں حال
 جو بد مزاج دے نہ تسلیٰ مرخص کو
 کانٹوں کے بدلے پھول چنے کس نے اجڑوں
 کافر ترے سوا جو کسی کی ہو آرزو
 اس ضعف میں چال ہے ملتی نہیں اُسے
 اللہ سے خلوص کہ منزل ابھی ہے دور
 دیتی ہے یہ ضرور جو خود بیٹھتی ہے وہ
 پوشیدہ دل میں ہر کسی پر دشمنی کا عشق
 تجھ میں پڑی ہی جان ہماری پڑی بھی رہ
 لائی کچھ ان کے واسطے کچھ اپنے واسطے
 سر بھی سبوتے سر بھی بچا آج بال بال
 دن دو پہر نہ آج ہو اندھیر تو سہی
 بل گیسوں سے بڑھ کے جس پر پڑی ہوئے
 کوئی یہ جانے آئے ہیں لڑ کر قریب سے

دنیا کی کوئی بات نہیں جانتے ریاض

اک شخص ہیں ریاض بہت ہی غریب سے

اللہ دل وہ دے غلش افزا کہیں جسے
 اب زلفوں والے گیسوں والا کہیں جسے
 اتنا تو ہو کہ خارِ عمتن کہیں جسے
 آئینے میں وہی ہے کہ تجسا کہیں جسے
 وعدہ کیا ہے وعدہ فردا کہیں جسے
 یہ جنس وہ ہی مفت کا سودا کہیں جسے
 اللہ دل وہ دے غلش افزا کہیں جسے
 اب زلفوں والے گیسوں والا کہیں جسے
 اتنا تو ہو کہ خارِ عمتن کہیں جسے
 آئینے میں وہی ہے کہ تجسا کہیں جسے
 وعدہ کیا ہے وعدہ فردا کہیں جسے
 یہ جنس وہ ہی مفت کا سودا کہیں جسے

آسماں سے وہ اگر آتی ہے تو یہ بام سے
 شعلہ اس کا ڈال دے گا آسماں تک لکیر
 ہم یہ کاروں کا بھی اے شیخ بن جابر نہما
 خیر گزری دل بھرا یہ کہہ کے کوڑ زلف سے
 کی جو سرتابی تو بیوندر میں ہو جائے گا
 نور افشاں ذرہ خاکِ قدم میں رات دن
 میں بہت نزدیک ہوں گوہوں و دولت سے
 سونے امن ہاتھ دے میں بڑھا سکتا نہیں
 نہر بان سونکا در میں بہر حینا کارہوں میں
 عشق کیا ہی عشق بھی اک آفتِ نگاہ ہے
 بجلیاں لیں گی بلائیں یہ ہماری آہ ہے
 بہت ہی ہے عجبے نے بتلا دو کتنی تھاہ ہے
 کالے کو سوں منزل مقصود تیرہ راہ ہے
 اے فلک یہ بارگاہِ ساحرِ خیرِ بیجا ہے
 نقشِ پاہر ایک دن کو مہر شب کو ماہ ہے
 کوئی کہے کہ کون مجھ سا بندہ درگاہ ہے
 واسِ دولت تو ہے قسمت مری کوتاہ ہے
 کام میرا کچھ نہیں ہر مفت کی تنخواہ ہے

دستِ امان دولت مجھے کہتی ہے ریاض

میں تو سب کچھ ہوں مگر قسمت تری کوتاہ ہے

پر وہ کس امر کا جواب اس بد نصیب سے
 دیکھے جو دل کے داغ تو بولے رقیب سے
 چہلین میں مجھ غریب سے چھیڑیں رقیب سے
 اس مرتبہ جنوں میں یہی مشغلہ رہا
 تم ہو کلیم دیکھنے والوں میں دور کے
 اچھے ہیں اک جہان کو اس کے مرضِ عشق
 کم سخت کی زبان سونکلی ہے کوئی بات
 کہئے تو بات رات کی کہوں رقیب سے
 ملتے ہیں ایسے چاند کے ٹکڑے نصیب سے
 پڑتا ہے کام دیکھے کس خوش نصیب سے
 دے دے کے پھول داغ لئے غنڈہ سے
 ٹوٹے ہیں ہم نے یار کے جلوے قریب سے
 ان کو دوا سے کام نہ مطلب طیب سے
 کلیاں میں منہ پھلائی ہوئے غنڈہ سے

وہ در میں چمک کہ بنے بڑھ کے برقِ طرد دل میں دغ چشم تماشا کہیں جسے
 جی چاہتا ہی آنکھوں میں اپنے لئے پھروں ٹکڑا وہ دل کا دامن صحر ا کہیں جسے
 ہر اشکِ غم کو جلنے کے لئے بجائی خود دل کی ہے موج دامنِ دریا کہیں جسے
 گلزار میں وہ پھول ہیں جس کا ہر نام مے زاہد وہ سبز باغ ہے مینا کہیں جسے

اہلِ حرم میں جا کے بنا آج شیخِ وقت

کافرِ ریاضِ پیرِ کلیا کہیں جسے

میں اٹھا رکھوں نہ کچھ ان کے لئے یہ حسیں مل جائیں دو دن کے لئے
 وعدہ فردا کے سچے مل گئے اب اٹھا رکھوں میں کس دن کے لئے
 کل کے وعدہ پر نہ دے وہ میفروش جس نے توڑی ہم سے گن گن کے لئے
 قورامغِ سحر کا وصل میں بھیج دیتا ہوں موذن کے لئے
 یہ نہ کہنے کو ہو بے گنتی دیئے میں نے بوسے ان کے گن گن کے لئے
 منہ جھٹلنے کو خزاں کا عندلیب آشیاں میں بیٹھے ہیں تنہا کے لئے
 میکشود اعظم سے سر ہو گیا کوئی تدبیر اس پر ہے جن کے لئے

یہ ریاضِ ان کے بہت تھے منہ لگے

اُٹھ رہا کی آج کچھ دن کے لئے

کیوں جو انی آئی دو دن کے لئے دن گئے جاتے تھے اس کیلئے
 حرص نے مجھ کو نہیں لے میفروش ایک غم کا فی ہے دو دن کیلئے
 یہ بھلے سب سے ہمارے واسطے ہم بُرے کن کے لئے اُن کیلئے

حاصل اگر ہوئی بھی تو حاصل نہیں ہے کچھ بے اعتبار چیز ہے دنیا کہیں جسے
 کہیئے تو پھینک آئیں اسے کوئے غیر میں یہ دل وہ ہے کہ راہ کا کٹنا کہیں جسے
 متوالے پن کا ہائے یہ عالم شباب میں اے مست نازش مصہبا کہیں جسے
 وہ درد کی چمک ہو کہیں جس کو برق طور دل کا ہے داغ دیدہ موسیٰ کہیں جسے
 زندان کے پرست کا طاعت کدہ ہے اور کعبہ جسے کہیں نہ کلیں کہیں جسے
 اتنی تو ہو بیان میں واعظ شگفتگی ہم رند سن کے قلقل مینا کہیں جسے

میرے سوا مانے میں کوئی نہیں ریاض
 اہل کمال شاعر یکتا کہیں جسے

بھٹکا ہوا خیال ہے عقبی کہیں جسے بھولا ہوا سا خواہیے دنیا کہیں جسے
 وہ موج آب اشک ہو دریا کہیں جسے گوشہ ہے دل کا دامن صحرایہ کہیں جسے
 نظام کی آرزو نے جگہ لی ہو اس طرح دل میں چٹھیا ہو کوئی کٹنا کہیں جسے
 دیکھے شب فراق میں کوئی تو ہم دکھائیں دل کا وہ داغ چاند کا ٹکڑا کہیں جسے
 ساقی وہ صبح اٹھے ترے پر نور جام سے سب طور والے برق بجلی کہیں جسے
 رہتا نہیں ہی ہوش جب آتی ہے فصل گل یہ بھی ہے کوئی شوق کہ سودا کہیں جسے
 ان آرسی کے دیکھنے والوں کو کیا پرکھ اچھا ہو وہ حسین ہم اچھا کہیں جسے
 کیا آئے ہم جو آئے بھی ترے حشر میں یوں اڑ کے خاک آئی جو لاکہیں جسے
 اے شیخ تیرے سر کے سودا و سہرا نہیں ایسا سب کو کہ رندا چھوتا کہیں جسے
 اٹھ جائے وہ بھی آنکھ سے آنکھوں کے دیکھتے اے پرے والو آنکھ کا پڑا کہیں جسے
 دل ہے وہ مجھ غریب کا یا عندلیب کا کانٹوں میں پھول پھولوں میں بکنا کہیں جسے

دن تو ہے دنیا کے دھندے کے لئے شام ہوتے جام و مینا چاہئے
 جو نہ چھوٹے ہاتھ سے دامن وہ ہو جو نہ ٹوٹے وہ سہارا چاہئے
 گدگداتا ہو جنہیں جن کا شباب ایسے معشوقوں کو چھیڑا چاہئے
 باغباں مجھے آشیاں برباد کو پاؤں دھرنے کا ٹھکانا چاہئے
 دل دیا میں نے تو جھنجھلا کر کہا دل نہیں تیرا کلیجہ چاہئے
 بام پر کوئی ہے کوئی عرش پر سامنا کس کو ہو دیکھا چاہئے
 نزاع میں سب مشکلیں آسان ہیں حلق سے دو گھونٹ اُترنا چاہئے
 تیس روزوں کا ہے حاصل صبحِ عید آج تو پینا پلانا چاہئے
 جھوٹے سچے جب کریں اقرار وصل منہ بتوں کا چوم لینا چاہئے
 چل گیا مسکی ہوئی محرم سے کام لے نگاہِ شوق اب کیا چاہئے
 وہ بھی نازک اور نازک وقت بھی کیا ہو صبحِ وصل دیکھا چاہئے

دل کے بدلے میرے پہلو میں لیا صل

اک حیس اچھے سے اچھا چاہئے

جو اپنے گھر کو آیا ہو تو یہ نگہ کیا کیوں ہے تری صدقے یہ شرمانی ہوئی تیری اد کیوں ہے
 وفا و ضد تجھے دشمنِ اہلِ ناک کیوں ہے مرا ملتا ہو کیا اس میں یا نہ از جفا کیوں ہے
 حنا اس نے لگائی تھی کہ تم نے پاؤں میں لپیٹ مرے کوچے میں آتشِ نیر پا ہر نقشِ پاک کیوں ہے
 وہ آتا ہو تو اس کو پاس یا نے نہیں دیتی اثر سے آج کچھ روٹھی ہوئی میری خاک کیوں ہے
 جو اپنے در و دل کی وجہ کچھ پوچھی تو وہ بولے مری جانے بلا کیا ہو مری جانے بلا کیوں ہے
 میں کہتا ہوں سی کا کیا کلا شکوہ ہر قسمت کا وہ کہتے ہیں دیہوتے مقدر کا کلا کیوں ہے

چھٹی میری دیکھنا وقت اذراں کان چپکے سے موڈن کیلئے
 تو بتا دے تیرے ہونٹوں کے نثار بو سے کیوں کرتیرے گن گن کیلئے
 ہے فرشتوں کی براہِ عمرِ حور کیا تبتا ایسی کسبن کیلئے
 دیدہ و دل بھوٹ کر رہتے ہیں کیوں جھینکتے تھے ہم اسی دن کیلئے
 ہم نے اپنے اشیاء کے واسطے جو چھبے دل میں وہی تینکے لئے

تم جوانی کے مزے لوٹو ریاض

عجب بھی زیبا ہے اس سن کیلئے

دل میں چھبے جائے وہ کانٹا چاہئے دل میں بس جلے و صحر چاہئے
 اس کی رحمت کا سہارا چاہئے یہ سہارا ہو تو پھر کیا چاہئے
 تیرے صدقے کیا کہا کیا چاہئے اک حسیں پہلو میں سجا چاہئے
 آدمی قسمت کا اچھا چاہئے قسمت اچھی ہو تو پھر کیا چاہئے
 لے کے دل محرم میں رکھا پھر کہا ایسے نامحرم سے پردا چاہئے
 ہے لباسِ پارسائی پر وہ پوش زیرِ دامن جامِ صہبا چاہئے
 حُسنِ پر حُسنِ تبسمِ جانِ حُسنِ جب ہنسیں منہ چوم لینا چاہئے
 بھولی بھولی ہے بہت تصویر یار کیجئے پیار اس کو جتنا چاہئے
 چھیننا کا فربتوں کا ہے ثواب جب ملیں ان کو ستانا چاہئے
 جوش و شہت کا ٹھکانا اب نہیں ساتھ میرے ایک صحر چاہئے
 تھی جوانی عیشِ دنیا کے لئے ہے بڑھا پاؤں فکرِ عقبی چاہئے
 گیسوؤں والو گرہ سے کچھ تو دو لے کے دل بس تو دنیا چاہئے

یہ ایک لطف لاکھ ستم کا جواب ہے محشر میں جنس کے کہہ گئے کچھ داد خواہ سے
 اختر کو اپنی آنکھ کا تارا بنائیں گے امید ہے یہ داغِ فلک بارگاہ سے
 یہ ہاتھ بڑھ کے ڈالتی ہے سوتے جاگتے مژگان بڑھی ہوئی ہے تہاری نگاہ سے
 دہنا پڑا ریاض ہیں اس زمین میں
 گھٹ کر رہے جلیلِ سخن و سنگاہ سے

ہاتھوں کا آج کام لیا ہے نگاہ سے آنکھوں میں لکھ کے لائے انھیں جلوہ گاہ سے
 پھرتے ہیں کیسے محشر میں وہ ہنستے کھیلنے کچھ داد گر سے کام نہ کچھ داد خواہ سے
 دل سے گئی لذتِ عصیاں تمام عمر کیا کچھ کیا مگر نہ بھرا جی گستاہ سے
 رکھا ہے ہم نے آنکھوں میں دل کو تمام عمر دیکھے کوئی حسین نہ تر بھی نگاہ سے
 کیوں جائیں کہوں سنیں ترے رباں کی گالیاں در گزرے ایسے وضع سے ایسے نباہ سے
 دامن اٹھائے صبحِ قیامت ہے ساتھ ساتھ آئے ہیں جلوہ گاہ میں وہ خواب گاہ سے
 تم کو کبھی نہ چین سے سونا ہوا نصیب دشمن کے گھر بھی نینداڑی میری آہ سے
 بے موت کی یہ موت ہے اللہ کی پناہ بچنا پڑا شباب میں ہم کو گناہ سے
 ان کی گلی میں چل نہ سکی کچھ بھی حشر کی فتنے ہمیشہ دیکے رہے گردِ راہ سے
 باتیں وہ تھیں شباب کی اب میکہ کہلاں مسجد میں آرہے جو اٹھے خانقاہ سے
 شاید ریاض ہیں جو عصا ٹیکتے ہوئے

آئے ہیں میکہ میں ابھی خانقاہ سے

ہاتھ ٹوٹیں جو انہیں ہاتھ لگائے کوئی وہ ستائیں مگر ان کو نہ ستائے کوئی

کہیں ماتم میں وہ تھوکی کسی نے ہاتھ چومے تھے
 مے دل کی ترپے کیا قیامت فصاحتی خنجر
 بتانِ شوخ کے ہاتھوں سو اس کا کام چلتا ہے
 جلا دامن کبھی تیرا کہ منہ بھٹسا کبھی اس نے
 گلے شکوہ ہوا کرتے ہیں رسم و راہ ہونے پر
 دلِ ناداں تجھے آتا نہیں باتیں بنا تا بھی
 ہٹا کر منہ سے اپنجن جن کے بوسہ روز لیتے تھے
 یہ تیرورنگ میں اتنی اُداسی اُسے حنا کیوں سے
 الہی مضطربان کی نگاہِ فتنہ زاکیوں سے
 سلامت دستِ پان کے خدائے کوٹیا کیوں سے
 تجھے شمعِ لہ سے لگاے اِدو صبا کیوں سے
 تعلق ہی نہیں ان کو تو بھران کا گلا کیوں سے
 بھلائی کر کے میری تو حسینوں سے بُرا کیوں سے
 کفنِ منہ سے ہٹا کر پوچھتے ہیں تو خفا کیوں سے

وہ کہتے ہیں لبِ گلِ رنگ تو نے کس کے چوسے ہیں

ریاضِ اشعار رنگیں میں تے اتنا مز کیوں ہے

کس کی نگاہ لڑ گئی کس کی نگاہ سے
 ہم مل گئے جو خاک میں بچی نگاہ سے
 اکا گاہ تھے زدل سے زده دل کی آہ سے
 یہ میکہ سے کی بھیڑیہ انبوہ یہ ہجوم
 قسمت کے بیچ مٹ نہیں سکتے کسی طرح
 ساتھ ان کے لاکھوں فتنہ خواہیدہ ہو لئے
 آئی تھی کس غور سے تیری گلی میں وہ
 ہشتے ہو تم نہ آگے سے ہٹتا ہے آئینہ
 یوں دل دکھاتا ہے ہیں ملا کر وہ خاک میں
 تو بے شک یہ کون ہوا خم سے ہم کنار
 طوفانِ بلیوں کا اٹھا جلوہ گاہ سے
 فتنے بھی اٹھے پاؤں پھر واپس کی راہ سے
 اک شے پڑی ہوئی تھی اٹھا لائے راہ سے
 ہم تو نکل کے کھوئے گئے خافقاہ سے
 یہ بل نکل کے آئی ہیں زلفِ سیاہ سے
 اک حشر اٹھا جُڑ بٹھ کے چلے خواہ گاہ سے
 کیا کیا قیامت آج دبی گرد راہ سے
 کس پر بنی ہے آج یہ کس کی نگاہ سے
 ٹھکرا رہے ہیں قبر کو پائے نگاہ سے
 کیا کیا ملی ہے ٹوٹ کے تو بگناہ سے

پس تو بہ میرا وہ سا غم اٹھانا
وہ نارِ صبح کا کہنا یہ کیا ہو رہا ہے
ہنیں ظلم میں تجھ سے گردِ دل کو نسبت
بہت نام اور سچا ترا ہو رہا ہے
یہ گھر کر رہی ہے کوئی چاندنی شکل
کہ دلِ گہن پھر نیا ہو رہا ہے
نہ سونے دیا چین کو کس نے نہیں
میں صدقہ یہ میرا گلا ہو رہا ہے
جواں ہو کے تم کیا بنے بن گئی ہو
ارے ایک زمانہ نیا ہو رہا ہے
وہ سوتے ہیں چوری چھپے ہاتھ کھنا
وہ کہنا کسی کا یہ کیا ہو رہا ہے
اثر کام آئے ترے عہد میں کیا
وہ خود عاشقوں کی نما ہو رہا ہے
یہ زائد بتوں کے ستارے ہو گئیں
کہ جب دیکھو ذکرِ خدا ہو رہا ہے
ستیا ہے میں نے حسینوں کو کیا کیا
جہاں جاؤ میرا گلا ہو رہا ہے

ریاض آگئی موج کیا فصل گل میں

یہ چوری چھپے رنج کیا ہو رہا ہے

سجے اس شوخ سے دل میں کی کیا ہنسنے دے
خدیجہ محبت میں رہہ در رسم وفا ہنسنے دے
ساتھ شوخی کے کچھ آنکھوں میں حیا ہنسنے دے
یہ بھی اک چنر ہے اوفتنہ اول ہنسنے دے
عش پر پاؤں تو پھیلائے بہت ہوتی نے
اے انتر چین کی جب تھک دو عار ہنسنے دے
کچھ بھی آیا نہ تجھے خاک اڑانے کے سوا
منہ نہ کھلو اراے بادِ صبا رہنے دے
سیر دکھلائے گایفتنہ رفتار کے ساتھ
دامن ناز سے دل کو بھی لگا رہنے دے
غمِ مے لے کے نہ اڑ جاؤ گائے پریناں
ابرِ رحمت جو جھکا ہی تو جھکا رہنے دے
حشر کے روزِ جفا پر یہی کام آئے گی
رہی آنکھوں میں مروت بھی راہ ہنسنے دے
مجاورانِ مٹناؤ کوئی میرے دل کو
اُن کو یہ ہٹ کہ خفا ہی تو خفا رہنے دے

واعظ اگور میں ہر منت غلبہ نقاب
 آنکھیں پھوٹیں جو ادھر تاک لگائے کوئی
 کس نے لب چوڑی ہونٹوں کی کیا کہتی ہے
 بات بگڑی ہوئی ہم سے نہ بنائے کوئی
 بیکی کہتی ہے یہ دیکھ کے تربت کا چراغ
 آپ بجھ جائے گا اس کو نہ بجھائے کوئی
 غیر کے ساتھ ہے آپ کے درباں کا سلوک
 میں نہیں وہ کہ مجھے آنکھ دکھائے کوئی
 گھونٹ شربت کے ہیں واعظ یہ تلمیح کے گھونٹ
 نشہ ہوتا ہی نہیں لاکھ پلائے کوئی
 ناز میں کوئی سمائے نہ مری آنکھوں میں
 میری آنکھوں میں نہ اس طرح سمائے کوئی
 ختم مئے لے کے الگ بیٹھ رہا ہوں سب سے
 ایک گوشہ میں جہاں آئے نہ جائے کوئی
 بن گئے برقی جسم شریر شمع تو کیا
 ہم سے روتے ہوؤں کو آگے ہنسائے کوئی
 کس کو دیکھا ہے جھلکتے ہوئے انگوروں میں
 سائہ تاک میں ہر تاک لگائے کوئی
 جیتے جی دل دے تھوڑی کسی نے مج کو
 کیوں مری قبر پر اب بھول چھائے کوئی
 چین سے کوئی شب وصل یونہی سونے دے
 نہ جگائے انھیں کوئی نہ ستائے کوئی

تم کہاں لے کے چلے ہو دل پر دماغ ریاض

اس کو گاہے غفل نہ بنائے کوئی

حسینوں کا عالم نیا ہو رہا ہے
 کہ جس بت کو دیکھو خدا ہو رہا ہے
 نہ پوچھو دم حشر کیا ہو رہا ہے
 بتوں سے ہیں چلبلیں مزا ہو رہا ہے
 بیا بڑھ کے محشر میں من تو بولے
 انھیں کیا ہوا ہے یہ کیا ہو رہا ہے
 کروں ترک الفت بھلا ہر اسی میں
 زمانہ بہت ہی بڑا ہو رہا ہے
 یہ جن جوانی یہ عالم تمہارا
 ہر اک دل ہی دل میں ہو رہا ہے
 اتران کی محشر خرامی کا ہے یہ
 جدھر دیکھو فتنہ بپا ہو رہا ہے

دل ڈھونڈتی ہے نگہ کسی کی آئینے کی ہے نہ آرسہ کی
 مالک مرے میں نے سیکشی کی لیکن یہ خطا کبھی کبھی کی
 کیا شکل ہے وصل میں کسی کی تصویر میں اپنی بے بسی کی
 کھل جائے صبا کی پاک بازی بو پھوٹے جو باغ میں کلی کی
 کم بخت کبھی نہ خوش ہوا تو اے غم تری ہر طرح خوشی کی
 منہ ہم نے ہنسی ہنسی میں چو ما جو ہو گئی بات، تھی ہنسی کی
 تانا سنا ہے میکہ سے میں پگڑی اچھلی ہے شیخ جی کی
 ہم کو جو دیا تو اور کا دل دل لے کے یہ اچھی دل لگی کی
 یوں بھی تو چلا نہ کام اپنا دشمن سے بھی ہم نے دوستی کی
 پائے گئے جس میں دل کا جزا ہوگی وہ خاک اسی گلی کی
 ایسی ہے کہ پی کے گا واعظا ہے تازہ کشید آج ہی کی
 نئے خلد میں ہوگی صورتِ حور میخانے میں مشکل ہے پری کی
 گھر ہے نہ کہیں نشاں لہر کا مٹی ہے خراب بے کسی کی
 سچ یہ ہے کہ زندگی ہو یا موت ہر چیز بُری ہے مفلسی کی
 اچھی ہے گرمی سے تلخ مے سے ملتی ہے روز و رکھی پھینکی

کچھ کچھ ہے ریاضِ مہر کا رنگ

کچھ شان ہے ہم میں مصحفی کی

یاد گیسو میں کچھ اُجھن جو سوا اور ہوئی کیا شریکِ شبِ غم کوئی بلا اور ہوئی
 تو نے جھوٹی جوئے نابِ مجھ دی ساقی وہ نہ تھی تیر تھی اب ہوشُ با اور ہوئی

درِ میخانہ نہیں ہے یہ درِ کعبہ ہے ہر جگہ چھیر تو لے لغزشِ پا پہننے دے
 فتنوں پر نازِ قیامت کو بہت ہلے شیخ اپنے قدموں سے ہیں تو بھی لگا پہننے دے
 سچ تو یہ ہے کہ منہ ہوش رہا ہے وہ چیز آئے یاروں میں تو دوا عطا بھی دلا پہننے دے
 پھول جب رونقِ دامن میں تو کیا کالم رکھ میری مٹھجائی ہوئے دل کو جدا پہننے دے
 سامنے دوا وِ محشر کے زباں کھلتی ہے پھر نہ کہنا گد جو رجو جفا پہننے دے

میری افتاد بہت رحم کے قابل ہے لیاض

اپنے در پر کوئی مجھ کو بھی پڑا رہنے دے

پہلے کچھ اُشیاں سے اُٹھتا ہے پھر دھواں سماں سے اُٹھتا ہے
 آبِ دانہ جہاں سے اُٹھتا ہے آشیاں بوستاں سے اُٹھتا ہے
 جو تے آستاں سے اُٹھتا ہے جیتے جی وہ جہاں سے اُٹھتا ہے
 سرِ تربت اُٹھائیں لاکھ وہ حشر کوئی خوابِ گراں سے اُٹھتا ہے
 گل کھلا اب نلے زمین چمن پاؤں میرا یہاں سے اُٹھتا ہے
 پینے والا سے صبو جی کا کہیں پہلے ازاں سے اُٹھتا ہے
 خرم نہ کیوں کر اُبل پڑے دوا عطا جوشِ دل میں بیاں سے اُٹھتا ہے
 نہ اُٹھا حشر بھی یہیں کا ہوا کون کوئے بتاں سے اُٹھتا ہے
 لے کے جائے گا کچھ یہاں سے شیخ نہیں مے کی دکان سے اُٹھتا ہے
 کوئی مرغِ قفس ہے گرم نوا شعلہ اک آشیاں سے اُٹھتا ہے

اُٹھتی ہے اب جہاں سے میں کی طرز

کہ ریاض اب بہاں سے اُٹھتا ہے

ریاض روح امیر و اسیر خوش ہوگی

جو لکھنؤ سے کبھی رام پور ہم آئے

ہمارے دل میں کوئی آرزو نہیں باقی	ہمارے پھول میں اب رنگ بو نہیں باقی
بہت کہی دلِ ناداں عدو نہیں باقی	مراد و مرے پہلو میں تو نہیں باقی
تہمارے تیر کی اب آرزو نہیں باقی	ہوا ہے پیپ کلیجا لہو نہیں باقی
یہ مسکدہ ہے کہ مسجد یہ آب ہے کہ شراب	کوئی بھی طرف برائے وضو نہیں باقی
دھرا ہے کیا مرے گھر میں کہ تختے کا	پُر از شراب وہ جام دُبو نہیں باقی
وہ رہ کے غیر کی صحبت میں ہوگو کچھ اور	وہ بات بچھلی سی اگلی سی غو نہیں باقی
تھکا پڑا ہوں تو واما ندگی یہ کہتی ہے	انہیں کسی کی بھی اب جستجو نہیں باقی
جسے کی بوند نہ نکلی تو پڑ گیا پانی	بحال خویش سُبواب سُبُو نہیں باقی
ہماری آپ کی بات اٹھ رہی ہر محشر پر	ہماری آپ کی کچھ گفتگو نہیں باقی
جو نکلے خار تو دامن سے سویاں لکھیں	جگہ ذرا اسی کہیں بے رُو نہیں باقی
بڑھی ہے بات قیامت میں جھوٹے وعدے پر	وہ منفعل ہے تو کچھ گفتگو نہیں باقی
یہ محبت ہو عبت گھر کو سونگھتا پھرتا	کہ بوند بھر بھی سنے مشکبو نہیں باقی
ہوا ہے آئینے کے ساتھ عکس کو کستا	کسی میں جان ترے روبرو نہیں باقی
بہیں شراب کے دریا تو ہم کو لطف نہیں	کہ سبزہ کچھ بھی لبِ آبِ سجو نہیں باقی
بڑھی ہو پاک نہادی یہ بادہ نوشوں کی	کہ اب نمازیں متید وضو نہیں باقی
ہماری آنکھ میں تاریک بزمِ عالم ہے	جو زیب بزم تھے وہ شمعِ رو نہیں باقی
ریاض موت کو کیوں موت آئی جاتی ہے	ہیں تو موت کی بھی آرزو نہیں باقی

اے ایران نقشِ رُنگی گلزار میں خاک
 ہاتھ ٹوٹیں مرے کیوں ہاتھ لگایا میں نے
 پھر گئی چاندی صورت جو مری آنکھوں میں
 دام سے چھوٹے ہی بادِ مخالف نے لیا
 بوسہ لینے سے وہ بگڑے تو بلائیں لے لیں
 بھولے بیٹھے تھے مجھے یاد مری کیوں نہ تھی
 آہ بلبل چمنستاں میں یونہی تھی بدنام
 دلِ پرواغ نے کچھ درہم و دینار دیئے
 لڑ گئے فتنہٴ محشر سے ترے نقشِ قدم
 چارہ روز میں گلشن کی ہوا اور ہوئی
 سخت اب تو گروہِ بندِ قبا اور ہوئی
 گھر کے گہری شبِ جلال میں گھٹا اور ہوئی
 جس قدر تیز اڑے تیز ہوا اور ہوئی
 ایک تو ہو ہی چکی تھی یہ خطا اور ہوئی
 شاید ایجاد کوئی طرزِ جفا اور ہوئی
 صحبتِ گل میں شریک آکھیا اور ہوئی
 گرم مٹھی تری لے زلفِ رسا اور ہوئی
 اک قیامت تری کوچے میں بپا اور ہوئی

ایک جھوٹے نے اُلٹ دی طربانگہِ رِسا

اے ریاضِ آج سے دنیا کی ہوا اور ہوئی

چڑھی تھی ہم کو بھی نشہ میں چور ہم آئے
 عدو تھا آپ تھے وہ بزم ہو کہ خلوت ہو
 یہ دار و گیرِ یلے دے یہ کشمکشِ یہ مذاب
 تری گلی میں کسی کو ہماری چھان نہ ملی
 ہم آئے حشر میں اس طرح سیر کرنے کو
 یہ در تو ہے در فرماں روا لے ملکِ سخن
 وہ دن بھی آئے کہ ہم شاد و شاد آگے گئیں
 پہنچ کے شیلے طے ہم حضورِ بٹلو سے
 گئے کلیم تو اے برقِ طور ہم آئے
 ضرور ہے یہ ہمارا قصور ہم آئے
 لحد سے حشر میں اٹھ کر ضرور ہم آئے
 کہ اپنے سائے سے بھی دور دور ہم آئے
 کہ اپنے ساتھ لئے ایک جو ہم آئے
 یہاں جھکائے سر پر غور ہم آئے
 نثار ہونے کو اباحی حضور ہم آئے
 وہیں سے فشتیں اس طرح چور ہم آئے

خدا کی دین ہے اس سے ہمیشہ جھپتی رہتی ہے ہماری صافی مٹا چھی دامان کئے وجم سے
لحد و خشک سبزی کی نظر ہے ابر رحمت پر بجھے کیا پیاس اس کی قطراؤں کا شاکشتم سے

عنادل گل ہنقار آکر اس کے گرد رہتے ہیں

ریاض آباد ہے کیسا قفس میرا مردوم سے

وہ رات مرے کی جو جو ہوا بات مرے کی کھلتے میں گزری زکوئی رات مرے کی
آیا ہے چڑھا کر یہ کہیں سے سر منبر ہے آج تو واعظ کی خرافات مرے کی
میں معتقد شیخ ہوں جاتا ہوں حرم میں پلو اے جو حضرت کی کرامات مرے کی
ہر بوند سے کوثر و تسنیم لئے تھی میں خوش ہوں کلاب کی ہوئی برسات مرے کی
رُت اُت کی جنت میں بھی ملنے کی نہیں ہے سوبات کی یہ بات ڈھکی رات مرے کی
یہ کہہ کے مری کی ہو مجھے زہر دیا کیوں وہ شے سہی ایسی نہ ہو یہاں مرے کی
اے یہ میخان نیم نگہ جھکو بہت ہے ڈھلتی ہے تری بزم میں اُت مرے کی
کہتا تھا کوئی شیخ حرم سے بادب آج پلو ایں مجھے قبلہ حاجات مرے کی

ہر شعر منے ناب سے بڑھ کر ہے مرے میں

ملتی ہے ریاض آپ کو دن رات مرے کی

برسات کی رُت لطف کی ہجرات مرے کی پلو اے مجھے یہ خرابات مرے کی
ساقی مرے آباد رہے نور کی محفل ڈھلتی ہے تری بزم میں اُت مرے کی
یہ ہے پس تو بھی اثر نبت عنب کا ہم لاکھ میں کہیں کہ ہے بذات مرے کی
ساغر میں مٹے ناب ہو آغوش میں تم ہو باتیں ہوں منے کی تو ہو برسات مرے کی
دل سے مے بڑھ کر کوئی سوغات نہیں ہے دل میں ہی کہ بھیجوں سوغات مرے کی

کھینچ گئی تیز جہاں پھر یہ بلا ہوتی ہے
 جس کو کچھ بھی نہیں جس ادا سے نسبت
 نام ہی نام ہے پینے کا ہمارے اے شیخ
 شغل ہے اور معاصی سے ہے اچھا زائد
 کچھ بھی ہو وہ نہیں ہوتا کبھی سوا کُن جس
 اپنی ہوتی ہے نمری ہو ٹھہرا جائے کہیں
 زائد و ہاتھ اٹھاؤ کہ گھٹائیں آئیں
 خوب آتا ہے اُسے آگ لگانا دل میں
 نارسا ہوتی ہے وہ آہ جو پہنچے تاعش
 کسی بد فوکی ہے تصویر بھی کتنی بد خو

شاد صاحب کو دعاویں شعرا کیوں نہ پیا ض

آپ کی بزم میں قدر شعرا ہوتی ہے

یہ بھوئی مری پھولوں کی میری بزم ماتم سے
 بوانی کی انگلیں جھانکی تہی چاکِ محرم سے
 اُدھر جائے کوئی چھم کر اُدھر آئے کوئی چھم سے
 نکلے ہیچ اگر آنکھ آنسو چشم پر غم سے
 ٹپکتا ہی نہیں آنسو کوئی آبِ چشم پر غم سے
 یہ دل ہی تھا جو نکلا کیسوں کو بیچِ رخم سے

یہ کھلتی سوگ کی حالت کبھی کیسویں غم سے
 نہیں فنِ آپ میں رہنے کے سن ہو چل نکلنے کا
 خداوندانہ میرا گھر حسینوں سے رہے خالی
 مصیبت میں شریکِ حال کس کا کون ہوتا ہے
 سلامت آتیں امن اگر رہتے تو کیا ہوتا
 ذرا سی جان اس پر شکنجہ جی جان کی گاہک

دہلی زبان سے میرا بھی ذکر کر دینا
 کلیم طور پر اُن سے جو گفتگو آئے
 نہ جھوٹ بول کہ ہم شام سو کل تیں گے
 نکھاتم ارے جھوٹے کبھی جو آئے
 نماز ہوگی ادا وختِ رز کے دامن پر
 ہماری بزم میں جو آئے با وضو آئے
 طلب کئے کبھی ہم نے اگر پسِ توبہ
 بہت بھری ہوئے ہم سے خم ہو آئے
 اُترنے والے ابھی تک نہ نام سوا تے
 تڑپنے والے تڑپ کر فلک کو چھو آئے
 گراں دماغ وہیں بوڑھل کی تیزی سے
 نسیم کہہ مے دریا ہلکی ہو کے بو آئے
 نثار وصل کی راہیں اس ایک ساعت پر
 ہم انتظار میں تیرے ہوں اور تو آئے
 یہ جانتے ہیں کہ نکلا ہوا ہے نام اس کا
 حسینِ حشر میں کیوں میرے روبرو آئے
 کھلے جو کوئی تو کھل کر کسی سے باتیں
 اُٹھے حجاب تو کچھ لطفِ گفتگو آئے
 دلائے یاد جو وعدہ تو بولے بھنجا کر
 یہ اور حشر میں لینے کو آبرو آئے
 کبھی کی پنی ہوئی کام آئے آج حشر کو دن
 خدا کے سامنے نوشِ سرخرو آئے

ریاضِ مہدی جو مقدر میں بازگشتِ شباب

جوان ہونے کو پیری میں لکھنوا آئے

لگانے بلعِ گماں داغِ آرزو آئے
 جہاں نہ پھول نہ پھولوں میں رنگِ لبو آئے
 چمن سے شمع بھی اُٹھ کر کنارِ جو آئے
 ہم آئے مینے کوئے وہ پیئے وضو آئے
 فغاں کا نام نہ لو اب یہ حال ہے میرا
 خیال آئے تو منہ سے ابھی لہو آئے
 سنائیں ہم بھی اُسے کچھ جو کہہ چکے واعظا
 وہ مٹھ جائے تو مینا اُٹھے سبو آئے
 تماشے ایسے تری آنکھ نے کہاں دیکھے
 تری نگاہ میں کیا چشمِ آرزو آئے
 کھلیں نہ قبر میں جنت کی کھڑکیاں رند
 دماغ میں جو بسی ہے اُسی کی بو آئے

جانی ہوئی میری ہیں پُرانی تری گھاتیں صیاد کرا بجا دو کوئی گھات مرے کی
کیوں رال ٹپک پڑتی تھی اور حضرتِ ناصح ہے بنتِ عنب قبلہ حاجات مرے کی
ہے جام میں مے آبِ مطہر کے برابر یہ ہے مے وز مرز میں مساوات مرے کی
دیوانوں کی باتوں میں بہت لطف و ناصح ایسی ہی سنا تو بھی خرافات مرے کی
مہر اک شب تربت مری حسرت تو نکل جائے اب تک نہیں گزری ہو کوئی رات مرے کی

لی ہاتھ سے لبِ سو بھی ریاض اس کی فربہ

ناصح سے رہی آج ملاقات مرے کی

مٹا ہے اس میں بوسے لب کا مزاج قربان تیرے اب نہ کبھی کو سنا مجھے
اس کی گلی کی وی نہ کسی نے ہوا مجھے جو آئے وہ بتا کے گئے راستا مجھے
کرنا پڑے ہیں سجدے مجھے کوئے غیر میں لے بیٹھے اپنے ساتھ ترکِ نقش پا مجھے
جس پر ازل میں تھی صفتِ عشاق کی نگاہ قسمت سے وہ ملا دل و رو آشنا مجھے
برسا دے نور تو مری ریشِ سفید پر منہ دیکھتا ہے کیا مرے ساتھی بلا مجھے
کا ہے کو یوں پڑا تھا کسی سخت جان کو کام اُن کی نظر سے دیکھ لہی ہے قضا مجھے
اہلِ حرم سے کہہ دو کہ بگڑی نہیں عورات سب تہ جانتے ہیں ابھی پاؤں سا مجھے

تصویر یا رکھتی ہے خلوت میں اے ریاض

کیا ہو گلے سے تم جو لگا لو ذرا مجھے

انہیں کے کام اہنی مرا لہو آئے رنگیں جو ہاتھ لہو میں حنا کی بو آئے
مريض ہوش میں آئے نہ آئے تو آئے جو تو نہ آئے ترکِ گیسوؤں کی بو آئے
عتاب یا رکھا اس کے سوا جواب نہ تھا ہم آئے تو لئے آئینہ روبرو آئے

عدو بیٹھا ہے لے کر قصہ قیس نہ سنا تم ہماری داستاں ہے
 یہ کہتی ہے ہماری تنگ دستی تمہارا اک زمانہ قدرداں ہے
 ریاض احساس ہی مجھ کو نہیں کچھ
 یہ فصل گل ہے یا فصل خزاں ہے

تیرے پیسے میں ہو جائیگی آسانی مجھے زمزمی سے دید و زاہد تو دریا پانی مجھے
 دیکھنا نازک بھی نہیں کس بھی میں بھی میں شام سے سمجھا رہی جوان کی نالوائی مجھے
 بات بگڑی وصل میں بگڑی جو تو امی زلف یار کچھ پریشانی تجھے ہے کچھ پریشانی مجھے
 ہاتھ اٹھا کر رکھے، آنکھیں جھکا کر رکھے تیغ و خنجر کی پسند آئی جو عربانی مجھے
 بن گیا ہوں آئینہ اے جلوہ بے برق طور بل گئی ہمارے آئینے کی حیرانی مجھے
 آپ اُسے دریاں بتائیں عذرا کچھ نہیں سوچئے گھر غریب کو اپنی نگہبانی مجھے
 خوب دتا ہوں بگونوں کو لپٹ کر خوشی یاد آتی ہے جو اپنے گھر کی دیرانی مجھے
 فصل گل میں رنگ لایا ہوا شبابِ ختِ ز چھٹی تہی ہے آگے اتوں کو یہستانی مجھے
 بول اٹھا جو کس سے بھی نہیں بنے کاہیں سوچئے سرکار اب اپنی نگہبانی مجھے
 رازِ سربستہ بہا کب چاک امانی کا حال اے صبا دکھلا نہ اپنی پاکدامنی مجھے
 وائے قسمت پر گئی کیسی گرہ تقدیر میں عقدہ مشکل نظر آتی ہے آسانی مجھے
 اب کہاں تقدیر میں میں گھوٹ شہنشاہِ شیر کی یاد آتی ہے کسی شے کی فراوانی مجھے
 چشمِ رحم اے ساقی کو تر کہ اب ملتا نہیں نشنگان کر بلا کے نام پر پانی مجھے
 شاہِ دوراں حضرت حامد علیہ السلام کے سوا کون ہو جس کی توجہ سے ہوا آسانی مجھے

وہ بزمِ ناز ہی اچھی کسی کی غلوت سے مئے یہ کون مری جان کے حدو آئے
 مری نگاہ میں بھی کوئی بجلیاں بھرے کوئی چمکے ذرا میرے روبرو آئے
 بنے مرادہ گریباں تری نزاکت سے خدا کرے تہہ خنجر مرا گلو آئے
 ذرا دکھائیں ہیں بھی تو کھینچ کر تصویر کلیم خوش ہیں کہ وہ میری روبرو آئے
 اوبس پی نہیں سکتا ہوں بے اجازت شیخ ذرا یہ سرِ عہلادے ابھی سبو آئے
 لگائی ہم نے لبِ جو قطار مینا کی لگانے سروئے ہم کنار جو آئے
 نہ ہو یہ کہنے کو ہم نے کہے گئے واعظ حرم کو جاتے ہوئے منہ بتوں کا چھو آئے
 ریاصل آئے تو لوگوں نے میکدے میں کہا
 کہاں یہ آج بزرگ فرشتہ خوائے

بڑھاپے میں بھی تو خطا لم جو ان ہے اے یہ آسماں پھر آسماں ہے
 نشین ہیں سکوں ہم کو کہاں ہے شرابِ برق شاخِ آشیاں ہے
 زمیں پر بیضہ مور آسماں ہے بلند اتنا ہمارا آشیاں ہے
 وہ ٹپکے یا نہ ٹپکے خون اس سے پسند اپنا مجھے رنگِ فناں ہے
 یہ لیوں سب میکدے میں کر دھم ہیں یہ تم ہے یا کوئی ادبخی وکان ہے
 بتانِ دہر ٹھکرائیں نہ ٹھکرائیں یہ سر ہے اس کا سنگِ آستاں ہے
 مری مے خواریاں ہیں گوگو میں مرا پینا بھی اک رازِ نہاں ہے
 وہ دزدوئی جو کل شیخِ حرم تھا وہ اب میخانے میں پیرمناں ہے
 بتائیں حال دل اپنا تمہیں کیا خدا جانے ہمارا دل کہاں ہے
 وصالِ غیرِ عبرت خیز ہو گا شبِ وصل اب نصیبِ دشمنان ہے

یہ اپنے دل میں لے رہی ہے ہر بات تری تصویر بھی گھٹی بڑی ہے
 قیامت پر نہ رکھو وعدہ وصل قیامت تو مرے آگے کھڑی ہے
 یہ ہے سینہ تنانگر سے اس کے یہ چوٹی اس لئے پیچھے پڑی ہے
 غضب بن ہو غضب بن ہو غضب بن غضب تم پر جو انی پھٹ پڑی ہے
 رہا کیوں کر سلامت شیشہ نے کہ دل ٹکڑے ہوا اتنی کڑی ہے
 جہاں دل تھا وہیں ہی تربت دل شکن سی ان کے اس بیٹی ہے
 تمنا کو تم اپنی منع کر دو ہماری جان کے پیچھے پڑی ہے
 طلبگاروں کو کیوں آنے لگی موت

ریاض ایسوں کی اُس کو کیا پڑی ہے

پر اباندھے صاف مرزاں کھڑی ہے نگاہ شوق کیا ماری پڑی ہے
 مزے لوٹو کلیم اب بن پڑی ہے بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہے
 گلوں کی خوش نہا بدلتی پڑی ہے تراق کیا ہے پھولوں کی چھڑی ہے
 نگاہ شوق بھی نہٹ کھٹ پڑی ہے کسی سے طور پر جا کر لڑی ہے
 کڑی ہے چوٹ یہ بیشک کڑی ہے عدد ہے اور بھولوں کی پھڑی ہے
 عدد کے واسطے دنیا کا ہے عیش نصیبت میری جھٹے میں پڑی ہے
 ہوا سے تیز آتے ہیں ترے تیر کہاں کی طرح چٹکی بھی کڑی ہے
 مزے میں لنگ میں تیزی میں ساقی نے تسنیم کیا پھلکی پڑی ہے
 کرامت ہے ہر ناصح کی یہ بھی نگر اوچھے ہاتھ کی اچھی پڑی ہے
 یہ کس نے پھول ڈالے میں بھد پر جُدا ہر پنکھڑی سے پنکھڑی ہے

روز افزوں ہو ترقی دولت و اقبال کی اور مل جائے در دولت کی دوبانی مجھے

چاہتا ہے قیس سی بھی رہے شکل ریاض

بن چکا میں کیوں بناتا ہے ارے مانی مجھے

قیامت کی غلش کیوں ہر گھڑی ہے	وہ تم سے قدیں کم سن میں بڑی ہے
نظر کب طور پر نیچی پڑی ہے	یہ نیچی ہو کے بکلی سے لڑی ہے
کہا سوسن کو جو کچھ منہ میں آیا	بڑی منہ پھٹ سی سی کی ٹھری ہے
رہے گھپیں خیال بلبل نہار	کہ اس کی جان پھولوں میں ٹھی ہے
مرا پا صورت مونجہ تبسم	مری شمع لحد سنس مکھ بڑی ہے
وفاے عہد کا اچھا ہے موقع	کہ سب کو حشر میں اپنی پڑی ہے
نگاہ شوق یہ سو جھی تھجے کیا	ارے کس سولہی ان سولہی ہے
برا بر میری تربت کے ہواک و صیر	قیامت ان کی ٹھکرانی پڑی ہے
گلو کچھ بھی نہیں منقار بلبل	تہہ راری کوئی سوکھی پٹکھڑی ہے
وہ بدلیں دل سے کیوں کر آری کو	میں سنتا ہوں منہ دیکھی پڑی ہے
مری توبہ سے کیا اڑ گیا رنگ	شراب ناب کیا پھینکی پڑی ہے
قیامت اس کے آگے ایک فتنہ	تہہ راری آنکھ تو تم سے بڑی ہے
عدو کے گھر سے نکلے ہرچہ نشان	خدا جانے مصیبت کیا پڑی ہے
میں کھ لوں یہ دینا کو دل میں	ارے کس پھول کی یہ پٹکھڑی ہے
وہ ٹوٹی توبہ بوٹیل سے اڑا کاگ	غضب گولی نشانے پر پڑی ہے
جنوں میں بھی ادا ہے بائین کی	کہ پیر استیں ہر تھکڑی ہے

دل حسرت زدہ میں کیا جگہ دوں تمنا ہاتھ باندھے کیوں کھڑی ہے
 پڑی ہے سبز تربت میں کچھ جاں کوئی بوند ابر حست کی پڑی ہے
 ہوا میری شب ماتم کا کچھ ذکر اُداس ایسی جوستی کی کھڑی ہے
 قضا تو ان سے پہلے چل چکی تھی کہیں رستے میں وہ ماری پڑی ہے
 عد بھی میں بھی محفل میں کہے کون نظر کس سے پھری کس کو لڑی ہے
 بلا میں لی ہیں تاروں نے شب بھل ترے بالوں سے جب فنا چھڑی ہے
 پڑا صوف ہے چوٹی کے چھپے ترے چھپے تری چوٹی پڑی ہے
 • عد و کا نام کیوں کر بزم میں لوں مہاری آنکھ شرمیلی بڑی ہے
 نیار و نا پڑا کیسا ہیں آج ہمیں بچپن سے یہ عادت پڑی ہے
 یہ دل میرا ہے یا رب یا تہہ قبر وعدے بھول کی اک پنکھڑی ہے
 کوئی رہتا ہے بیشک حشرِ دل میں کہیں پر وہ کہیں چلن پڑی ہے
 شرر گرنے لگے جھڑنے لگے بھول دم فرایا بلسل بچھا بھڑی ہے
 قریب در مجھے کیوں کر جگہ دیں وہیں تو لاشش دشمن کی لگی ہے
 ڈرا و اعظا نہ میزانِ عمل سے ڈر کیوں کوئی کیا سول کھڑی ہے
 وہ بولے جب ہوا ذکر شب وصل یہ جتنی چھوٹی ہے اتنی بڑی ہے
 کوئی حسرت کو دیکھے نزع کے وقت در دل سے لگی چپکی کھڑی ہے
 یہی ہے کیا شب وعدہ عد کی یہ چوٹی کس لئے چھپے پڑی ہے
 سمجھ لو شیشہ عصمت ہوا چور جو دخت رزمی پلے پڑی ہے
 عدم تک دیکھے پہنچیں نہ پہنچیں کہ ہم در ماندہ ہر منزل کڑی ہے

لبِ جاناں نے وہی تسکینِ مہِ نزع
 ہمارے جان میں جان اب پڑی ہے
 کہانِ کلی میں یہ بیتا یاں نقیس
 دلِ مضطر کی پرچھائیں پڑی ہے
 نہ دشمن کے چھبھنا اس گلی میں
 ہمارے واسطے سولی کھڑی ہے
 جو لو کروٹ تو میں سمجھوں شبِ ہجر
 یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے
 ترے قد نے اُسے سیدھا بنایا
 قیامت ہے کہ سکتے میں کھڑی ہے
 قضا کا بھی پڑا ہے مجھ کو رونا
 برابر میرے وہ بسمل پڑی ہے
 یہ کیا اندھیر ہے صبحِ شبِ وصل
 نہ ٹر رہا ہے نہ سستی کی دھڑی ہے
 پٹک کر جامِ مے ہم کب ہے پاک
 کہ اڑ کر چھینٹ دامن پر پڑی ہے
 ڈراتے ہیں کہ اس سو ڈرتے نہ بنا
 بڑی کلبجی سستی کی دھڑی ہے
 ہو ابھاری میں ایسا شعلِ گل پر
 مرے سایے سے ڈالی پھٹ پڑی ہے
 کفن کا گوشہ دامن تو اُلٹو
 یہ حسرتِ منہ لپیٹے کیوں پڑی ہے
 نہ موسیٰ ہیں نہ ہے برقِ سرطور
 نئے تم ہوئی ہم پر پڑی ہے

لگا دیتا کوئی مٹی بٹھکانے

ریاضِ اک آرزو مردہ پڑی ہے

مری آہِ رسا چنچل پڑی ہے
 یہ بجلی بن کے کانوں میں پڑی ہے
 غشاہِ خوری منہ دیکھی پڑی ہے
 تنہا آرسی دیکھی پڑی ہے
 نہیں ابر میں بل کیا تیرا میں
 وہ نازک میں کمان کی لڑی ہے
 چمن میں کم سبھوں کے چھپنے پر
 کلی بھی کھلکھلا کر ہنس پڑی ہے
 یکس کم بہت کے طغیانی کی ہجرات
 کہ دن ہی سے سنور فز کی پڑی ہے

یہ کیا مذاق فرشتوں کو آج سوچا ہے
 جو دم حشر میں لے آئے ہیں بلا کے مجھے
 مٹے ہوؤں کے مٹانے کو بھی ندھی ہیں
 میں نے نقشِ قدم خاکِ نیل کے مجھے
 کہوں گا حشر کے چھوٹے سودن ہیں کیا کیا بات
 بہت ہی حوصلے ہیں عینِ دعا کے مجھے
 قیامت اور قیامت میں آئی قہر ہوا
 بتوں نے چھیر دیا سامنے خدا کے مجھے
 اد اشناسوں کو مرتے بھی بن نہیں پڑتی
 پیام آتے ہیں کب سے وی قضا کے مجھے
 ستانے والو قیامت بھی آئی جاتی ہے
 جفا کے لطفِ تمھیں آئیں گے وفا کے مجھے
 تمام عمر کے شکوے مٹائے جاتے ہیں
 وہ دیکھتے ہیں دمِ نزعِ مُکرا کے مجھے
 کہاں وہ نور کی صورت وہ نور کی آواز

ریاض کون سنائے غزلِ یگانہ کے مجھے

زلفِ سیاہ کھولے دو دشمن کے گھر گئے
 اندھیر ہے کہ آج تو دن دو پہر گئے
 گھر میرے آئے آتے ہی دشمن کے گھر گئے
 آنایہ خوب ہوا دھڑا آئے ادھر گئے
 لیں اس طرح بلائیں ہماری نگاہ نے
 پہلے سے ان کے ادھی گیسو نور گئے
 روتے گئے تھے غیر کے گھر میری جان کو
 وہ رات آتے جلتے کہیں آج ڈر گئے
 غمِ جانِ بس تھا موت کے دن کو ابھی نہ تھے
 ہم غمِ نصیبِ وقت سے کچھ بچر گئے
 زندان کا طوق بن کے رہا پھر گلے کا ہار
 لے لے جنوں بہار کے ان بھی گزر گئے
 مستناید کون راہیں کیوں اس طرف کہاں
 ہم میکے گئے تو بجائے نظر گئے
 تم ایک لہ گئے ہو ہماری نگاہ میں
 سب نازیں ہماری نظر سے اتر گئے
 موئے سپید ہوئے ویراب نہیں
 وقت آگیا ہے شام گئے یا بحر گئے
 محشر میں ہم کو لائے تھے عدائے دل
 سچا تجھے سمجھ کے تری بات پر گئے

ریاض الکی ہے ایسی موت سے کیا

کہ مرنے کی تمہیں جلدی پڑی ہے

حنایہ کہتی ہے لو بے زبان پائے مجھے
 نہ دیکھتے تھے کبھی جو نظر اٹھا کے مجھے
 حنا یہ کہتی ہے ان سے سُنانا کے مجھے
 ننگ سے بڑھ کے ہر گستاخ دستِ شوقِ مے
 مرا قیب بھی سا دکھا دیا مجھ کو
 وہاں میان میں شب وصل اپنی شوخی سے
 ذرا سے درونے ڈھالی ہیں آفتیں کیا کیا
 کہا جو ان سے چراغِ لحد جلاتے جاؤ
 کناںِ غیر میں راتیں تڑپ تڑپ کے کٹیں
 صبا ز داغ لگا تو یہ اپنے دامن کو
 میں اپنے غول کا بیڑا اٹھاؤں خود کو نکرو
 عروس گور کے پہلو میں چین پاؤں گا
 کہا معاً کس نے کہ لاکھوں کے دل کرو پامال
 نکال دو جگہ شب وصل بل زناکت کے
 منا لیا ترے رونمے ہوئے کو ظالم نے
 یہ ہاتھ باندھ کے کستا ہر دل کے زخم کا چور
 وہ آ کے شرم سے کہتے ہیں میری تربت پر
 جب آئے آپ گئے چوریاں لگا کے مجھے
 وہ دیکھتے ہیں دم حشر سُکرا کے مجھے
 نہیں شہیدوں میں ملنا لہو لگا کے مجھے
 نہ کو سے گا ذرا ہاتھ اٹھا اٹھا کے مجھے
 نکالی چھیر کی شکل آئینہ دکھا کے مجھے
 کہ لوٹے لیتے ہیں جو چین پائے مجھے
 پٹک دیا ہے زمین پر اٹھا اٹھا کے مجھے
 ہوا سے تیز گئے وہ ہوا بتا کے مجھے
 ہے نہ چین سے وہ قبر میں سلا کے مجھے
 کہے گی شمع لحد کیا ملا بجھا کے مجھے
 وہ پان دیتے ہیں شوخی سے سُکرا کے مجھے
 وہی سلائے گی آتش میں دبا کے مجھے
 جو کہہ رہے ہو کہ لالے پڑ حنا کے مجھے
 ڈرا لیا ہے بہت تیور یا لٹھا کے مجھے
 ہنسا دیا ترے ناوکے گدگدائے مجھے
 حضورِ یاد ہیں سب متکندِ حنا کے مجھے
 نہ دیکھے سبزہ خواہیدہ سراٹھا کے مجھے

مرنے والے اسی قابل تھے کہ بڑے محبتیں بات کیا ہے جو بیشمار قضا ہوتی ہے

لگ گئی چوٹ ریاض ایسی کچھ اپنے دل پر

کہ بس آٹھ پہر یاد خدا ہوتی ہے

جمن زین میں میرے بیاں کیسے کیسے جمائے میں رنگِ فغاں کیسے کیسے

بتوں کے ہیں جو رہنہاں کیسے کیسے پھر اس پر وعدہ آسماں کیسے کیسے

پھرے سوکھے تنکوں کے دفن گل میں پھلے پھولے ہیں آشتیاں کیسے کیسے

ابھی چپ بولِ عشر میں فشا کروں گا حینوں کے رازِ نہاں کیسے کیسے

بٹھی کوئی نٹ کھٹ ہی یارب قضا بھی چٹنے بانگے ترچھے جواں کیسے کیسے

اُبھارے گا کیا کیا زمینِ لحد کو ستم ڈھائے گا آسماں کیسے کیسے

بہیں چاٹ کوثر کی دی و اعظماں نے ملے ہم کو پیرِ مغاں کیسے کیسے

بُری چیز ہے یہ جوانی کی الفت گئے جان سے فوجواں کیسے کیسے

سرِ بزم ہوتے ہیں کس کس مزے سے مرے آگے میرے بیاں کیسے کیسے

بسیار ہاں شاخِ گل پر ہمیشہ ہے فکر میں باغباں کیسے کیسے

گنہہ اور اس پر فرشتے بھی دودو مرے سر پہں بارگراں کیسے کیسے

بنھائے نشیمن کے تنکوں نے پیہم ترے بھونکے بادِ خزاں کیسے کیسے

دومِ نزع تک جانناں سے نہ چھوٹی لے عمر بھر امتحاں کیسے کیسے

سرِ راہ غار اور جانا عدم کا بُری راہ پھر کارواں کیسے کیسے

کیا دیدہ و دل نے رسولے عالم ہمیں بھی ملے رازِ دل کیسے کیسے

جو ہم محفلِ یار میں چھپ کے پہنچے تو کھوئے گئے پاباں کیسے کیسے

توڑا قفس تڑپ کے توصیہ دیکھا ہوا تیرے قفس کے ساتھ مرو بال و پر گئے
 پیدا ہوئے تھے ساتھ لئے دیدہ ہائے تر طوفان کتنے سر سے ہمارے گزر گئے
 یہ اہتمام قتل کے جن کے کمر نہ تھی اللہ آج باندھ کے وہ بھی کر گئے
 ایسے ذرا سے آپ میں ایسا ذرا سا دل میرا کسی نے نام لیا آپ ڈر گئے
 سایہ بھی شلخ گل کا نہ ہم کو ہوا نصیب ایسے کئی بہار کے موسم گزر گئے
 بربادیوں کے بعد یہ کیسی ہوا چلی تینکے قفس میں آئے نشیمن میں پر گئے
 بالائے بام نغمہ سرا تھا کوئی حمیس نالے ہمارے آج بہت بے اثر گئے
 ہم کو تھا انتظار اجل موت سے سوا آنے میں اُن کے دیر تھی بے موت گئے

تا میکدہ ریاض کا جانا محال تھا
 کس طرح یہ بزرگ خمیدہ کمر گئے

بخش دیتے ہیں اگر مجھے خطا ہوتی ہے منفعیل کرنے کو اچھی یہ سزا ہوتی ہے
 رنگت اُڑ کر رخ عاشق سو کیا ہوتی ہے جا کے معشوق کے ہاتھوں میں جتنا ہوتی ہے
 جمینوں سے نہیں بامِ فلک بھی خالی چاندنی شکل تو اک جلوہ نما ہوتی ہے
 وہ سچے گو رہزیاں جو کبھی آتے ہیں بھول دامن میں لٹو ساتھ صبا ہوتی ہے
 نہیں ہوتی ہیں کبھی ان کی نگاہیں سوا شرم ہوتی ہے جن آنکھوں میں جلا ہوتی ہے
 حسن دیکھو نہ حسینوں کی جو انی دیکھی کیسی بے رحم الہی یہ قضا ہوتی ہے
 تازہ ہو جاتے ہیں سب لغ ہمارے دل کے فضل گل میں ہیں تکلیف سوا ہوتی ہے
 دیکھ لیتا ہوں سوئے چرخِ عجب حشر سے کبھی مقبول کسی کی جو دعا ہوتی ہے
 اپنی تربت کی ادا سنی کا خیال آتا ہے سبزہ و گل کی جواب قدر سوا ہوتی ہے

و ادب تو بہ ہے تو جلدی ہے کیا بات بگڑی کچھ بنائی جائے گی
 مردہ کوئی آرزو اس دل میں ہے کہہ گئے وہ جان ڈالی جائے گی
 میکدے ہم گھر سے جائیں گے ریاض
 ایک بوتل ساتھ خالی جائے گی

دل کی حسرت کیا نکالی جائے گی جان اب آفت میں ڈالی جائے گی
 بات تو بوسے کی ٹالی جائے گی گالیاں دے کر دعائی جائے گی
 بارہوں میں بیٹھ جانے سے مے تار میں پھولوں کی ڈالی جائے گی
 ہم سے روٹھی ہر اہل بسنے بھی دو جب وہ جائے گی سنائی جائے گی
 میرے گھر سے اے شب غم تو کہاں لے کے صورت کالی کالی جائے گی
 لوٹ لیں باغ جوانی کی بہار چیز یہ ہے جانے والی جائے گی
 حشر جن میں ہزاروں میں بھری اس نگہ کی چوٹ خالی جائے گی
 کس کے سر جاتی ہو دیکھیں حشر میں شیخ کی پگڑی اُچھالی جائے گی
 دخت رزکو بزم میں ساتی نکال گھر میں رکھ کر کیا یہ پائی جائے گی
 آرسی آئینہ دل کوئی بھی ہو دیکھ کر تیوری چڑھائی جائے گی
 ہنس کے بولے دل میں نے کے لئے راہ اب کوئی نکالی جائے گی

مہرباں سرگاز کب ہوں گے ریاض

کب ہماری خستہ حالی جائے گی

یاد پیری میں ادھر آئی ادھر بھول گئے اے جوانی تیری نام و سحر بھول گئے

ریاض اس کی قسمت کو ہم کیوں نہ روئیں

یہ دل اور داغ نہاں کیسے کیسے

نظر کی چوٹ کب دل کی نزاکت پہنے والی ہے
 بنائیں آئیناں کیوں کر لدی پھولوں کو ڈالی ہے
 چھپے میٹھے ہیں کیوں جلوہ کھادیں محکوائی ہیں
 دکان مڑے شکر اس کا پلا کر دس کو پیٹے ہیں
 لئے میٹھے ہو اپنے لئے تم آرسی اپنی
 خدا حافظ ہے میخانے میں سن ستار کا دواغظ
 وہ دل ج نور کا پتلا ہو دیدن صدقے کرنے کو
 شفق کہتی ہر چرخ پر کیا ہو گا جانی میں
 نگہ کی لغزشیں کیا آنکھ ساقی کی نبھالگی
 یہ ٹھیس اس کو لگے ساقی بڑی نازک پیالی ہے
 جگہ شکل سر ہم نے پاؤں صحرے کی نکالی ہے
 نہ سوئی ہیں نہ برق طور ہی میدان خالی ہے
 فراغت سے گزرتی ہو تعب آسودہ حالی ہے
 خوشامد خوری مند دیکھی ہماری دیکھی بھالی ہے
 پہن کر ہم نے جہیز دو نون بانہوں سے نبھالی ہے
 یہ کالی کالی زلفان کی بڑی نازوں کی پالی ہے
 بڑھاپے میں بھی سچ صبح اس کی دنیا کو لائی ہے
 نہ بنبھلے موج مے جس سر یہ وہ نازک پیالی ہے

ریاض اک چیز تھکناں اگر ہوتے قرینے کے

مڑے کے شخص ہیں لیکن طبیعت لا اُبابی ہے

عکس پر یوں آنکھ ڈالی جاؤ گی
 یہ قیامت بھی نکالی جائے گی
 کبھی میں بوتل کھلے موقع کہاں
 گل تو کیا ہیں تا قفس لے باوند
 پتہ پتہ ڈالی ڈالی جائے گی
 ہاتھ سے مے کی پیالی جائے گی
 لگد لگنے کو کفن پا دل کے ساتھ
 آرزو مے پائمالی جائے گی
 سامنے کی چوٹ خالی جائے گی
 اس گلی سے کھا کے گلی جائے گی
 زمزمی سے آج دُنیا لی جائے گی
 ہاتھ سے مے کی پیالی جائے گی
 آرزو مے پائمالی جائے گی

وام اس انداز سے پھیلائے عجب نہایت
 چشم ساغر نے بھی حسرت و نگاہیں ڈالیں
 ہم فقیروں کا نہ خالی ہے چلو ساقی
 کبھے جاتے ہوئے کرتا تھا خمئے کا طواف
 لے چلا کھینچ کے ہر ایک کو اس بزم کا شوق
 کام آنے کی نہیں دولت و ثروت کچھ بھی
 ان کو ڈرتھا تہہ و بالا نہ زمانہ ہو جائے
 عرصہ حشر کو سمجھے میں مرا گھر شاید
 شیشے میناؤں سے بخانوں تو چھتر آئے
 طرف کعبہ جو ہم پیر و اسلام چلے

جاؤ بھی بیٹھے ہو کیا بزم میں تاب بن کر

اے ریاض آؤ بھی دور سے گلغام چلے

یہ ابر آنے کو آئے آسمان سے
 خلش دن رات کی تھی باغبان سے
 ستم ہو گا جو نکلا کچھ زبان سے
 نگئے ہیں بام پر کہتے ہو سے وہ
 مصیبت یاد ہے واما ندگی کی
 بجلی معلوم ہوتی ہیں مجھے بھی
 اُٹے جاتے ہیں میرے دل کے کڑے
 مزا ہو گا جو حسن لے واور حشر
 خم آتے ہیں بڑی اونچی دوکان سے
 قفس میں آئے ہم آشیاں سے
 نہ پوچھے کوئی آتے ہو کہاں سے
 کہ کچھ کتنا ہے جھکنا آسمان سے
 بہت پیچھے تھے گرد کاروان سے
 مری باتیں حسیں کی زبان سے
 مجھ پر بن گئی میری فغاں سے
 کچھ ان کے منہ کی میری زبان سے

پائے نازک کا یہ احسان بھی رہتا میری
 ذرا وہ ہوں کہ ہوا بوج ہوا کا دھوکا
 اس تکلف سے لئے بڑھ کے بگولوں نے قدم
 رات کو آتی ہے آواز کسی قبر سے روز
 آ رہا میں جو قفس میں تو قفس یاد رہا
 طول اے بادہ کشو شہر نے کتنا کھینچا
 رہ گئی یاد ہیں نیم بنگا ہی تیری
 لے چلے غیر کے گھر محل گلگشت چمن
 مختصر وقت کچھ اس لطف سے گزارا شہر محل
 میرے ہم سائے میں عشرت کدہ غیر کہاں
 فوج کے بعد وہ ٹھکرانے کو رہ بھول گئے
 دیکھ کر محکوحیں اپنی کمر بھول گئے
 جا کے دیوانے تھے دشت میں بھول گئے
 دو ہی دن میں مے نالوں کا اثر بھول گئے
 آشیانے کو مے برق و شر بھول گئے
 خم کے خم لاو کے لانا تھے مگر بھول گئے
 دل میں وہ پھانسن جی درجہ بھول گئے
 پھینکنا میری لحد پر گل تر بھول گئے
 ہجرتی رات کے ہم چار پہر بھول گئے
 آپ گھر بھول گئے راہ گزر بھول گئے

روؤں کیا بیٹھ کے میں اپنے مصائب کو یا آئیں

اب تو رونا بھی مرے دیدہ تر بھول گئے

ضعیف پیری جو بڑھا موت کے پیغام چلے
 رات دن بزم میں دور سے گلغام چلے
 میرے نالے تھے منامات اثر سے اقف
 کوئی دیکھے تو غشی غیر کے گھر جانے کی
 یہی کثرت ہوا سیروں کی تو میرا دم
 کاٹے کٹتی نہیں مجھ سمیت کبریت کی داتا
 میرے اللہ نے بخشی مجھے اولاد سعید
 آگیا وقتِ صبح چلے شام چلے
 زور تجھے جو مرا گردشِ ایام چلے
 کچھ ٹپنے چرخ گئے کچھ طرفِ باع چلے
 شام سے پہلے وہ بن کر شفقِ شام چلے
 اے صیاد جو دن بھر بھی ترا دا م چلے
 سیکڑ والی لے آج تو کچھ کا م چلے
 میرے اشعار وہ ہیں جن سے مرانا م چلے

گری ہو برق کسی آشتیاں پر آج ضرور
 وہ شب بھی آئے جو سناوے ان جینوں سے
 جی بھی تو گر و فتنس حلقہ شر بھی ہے
 الہی آج کی شب کی کہیں سحر بھی ہے
 بہت ڈرا نہ گناہوں سے محکولے واعظ
 مزاج میں مے مالک کے درگزر بھی ہے
 سمجھ نہ شور غنادل مری فغاں ظالم
 ارے یہ آہ بنے اس آہ میں اثر بھی ہے

ریاض ہوش میں آؤ نہ جاؤ زندان سے

ہو اے گرم بھی ہے اور دوپہر بھی ہے

جو بن ان کا اٹھان پر کچھ ہے
 کیا ٹھکانا ہے بات کا ان کی
 اب مزاج آسمان پر کچھ ہے
 دل میں کچھ ہی زبان پر کچھ ہے
 وعدہ ہے غیر سے یہ جید ہے
 حور کا ذکر کیوں کیا دم مرگ
 گم شدہ دل نہ ہو کہیں میرا
 ہو کے رسوا کسے کیا رسوا
 کیوں نہ ہو شوق جلوہ لب بام
 کہو میہمان غم سے اب خست
 بنگ ہی ہے جوئے نہیں اعظا
 میں نے گھورا تو ہمدیوں سے کہا
 رکھ دیا ہاتھ ان سے یہ کہہ کر
 کوئی چھپ کر گیا ہر غیر کے گھر
 بالے پہنے اٹکے کانوں میں
 اب جو انی اٹھان پر کچھ ہے
 قرض کیا میزبان پر کچھ ہے
 تیری اونچی دکان پر کچھ ہے
 دیکھو اس نوجوان پر کچھ ہے
 ٹھہرو اے جان ران کچھ ہے
 شک قدم کے نشان پر کچھ ہے
 اور گھبرائے کان پر کچھ ہے

سو ڈن کان پر رکھتا ہی کیوں ہاتھ ارے کیا فائدہ ایسی اذاسے

ریاض اتنے نہیں ہیں اپنے دشمن

کہ خوش ہو جائیں مرگ ناگہاں سے

عمر بھر ساتھ فرشتوں کے نباہی کیسی دیکھنا یہ ہو کہ دیتے ہیں گواہی کیسی

وضع کے ساتھ رہی مت نگاہی کیسی دیکھ ساقی پس تو یہی نباہی کیسی

وصل کی ات نہیں چین ہو سونے کے لئے آ رہی ہے یہ تجھے آج جماہی کیسی

تو بکے پاس نے رو کا لب کو تر مچکو آج پینے کو طبیعت مری چاہی کیسی

ان جینوں میں کوئی بھی ہو کسی کا قاتل دیکھنا حشر میں دیتا ہوں گواہی کیسی

بن گئی بات دم حشر سید رویوں کی اڑ گئی خوف سے چہری کی سیاہی کیسی

ہے زمانے میں محبت کی نظر کی تعریف صدقے ان آنکھوں کے یہ تیز نگاہی کیسی

ایک تو حضرت اغظی زباں کتنی نرم اور ترقیر بھی پھر نہا متناہی کیسی

جانتا تھا شبِ فرقت کو شبِ وعدہ ہے منہ میں دشمن کے لگی آج سیاہی کیسی

بن گئے وصل میں وہ شرم کے پتلے کیسے چھیر کہتے ہیں کسے شوخ نگاہی کیسی

قصد پر اپنے نجل ہوں کہ دم حشر ریاض

دیکھ کر ان کو طبیعت مری چاہی کیسی

ہمارے شب کے تانے کا کچھ اثر بھی ہے خمار ہی نہیں آنکھوں میں درد بھی ہے

نگاہِ شوق نے سوتے میں کیا اٹھا رکھا یہ کام کر لگی اپنا ہتھیں خبر بھی ہے

یہ ہاتھ کیوں مے لٹوئیں کوئی قصور بھی ہو کر کے درد کا شکوہ کہیں کمر بھی ہے

نہ اشک ہوں تو اے رات من لہو رونا ہمارے خون کی پیاسی حیشم تر بھی ہے

وہ نقشِ بے خانی تو چھپ نہیں سکتے
خزاں میں آئے گا منقارِ عندلیب سے لطف
عدوئے شلخِ نشین سے ہے کھنک ہم کو
وہ پوچھتے ہیں عجب بھولے پن وصول کی آ
نسیراب آئی ہے شمعِ مزار گل کرنے
کلی چرین کھلی تو مجھے خیال آیا
نگاہ ان کی در آئی ہے تیر سیل میں
یہ کہہ رہے ہیں پکارے اُبھارِ جو بن کا
اُنز گئی سربازِ ارشاد کی پگڑی
قیامت ان کی گلی میں ہوئی جویوں مال
نتہاری تیغ تو نازک جزو کہ کیا اس کا
حسابِ حشر میں دینا تھا قطرِ قطرے کا
یہ دنِ یزین یہ جوالی 'حسن' کا عالم
ہجومِ دیکھ کے سمجھ یہ روزِ حشرِ جم
یہ دہری دن کے ہیں نظارِ یزین حشر کے

تمام راہ میں اک آگ سی لگی ہوگی
کھلی تو گل نہ کھلی تو یہی کلی ہوگی
وہ باغباں ہو کہ بجلی، جلی کٹی ہوگی
کہ اور راتوں سے یہ ات کچھ بڑی ہوگی
وہ اس کے آنے سے پہلے ہی سمجھ گئی ہوگی
کسی کے بند قبا کی گرہ کھلی ہوگی
وہ جانتے ہیں کوئی پھانس چھٹی ہوگی
جو دیکھ لے گا نچھل میں گندھی ہوگی
گرہ میں اُم نہ ہوں گے اُدھار پنی ہوگی
اُٹھی بھی ہوگی تو کچھ کر دسی اُٹھی ہوگی
وہ سخت جاں ہوں بل بھی تو کوستی ہوگی
دکھا دکھا کے فرشتوں کو میں بچی ہوگی
جو دیکھ لے گا تھیں دل میں گدھی ہوگی
کھلی دوکان کسی میغ و ش کی ہوگی
نشاں مزار کا ہو گا نہ بے کسی ہوگی

شریک سے میں کیا ہو گا اب زمزم بھی

ریاض نے پس تو کبھی جو پی ہوگی

وعدہ کبھی سچا کوئی کرتا ہی نہیں ہے
اندیشہ فدا تو گزرتا ہی نہیں ہے
دامن کی شکن دور سے لیتی ہے لائیں
نار کے ابرو کا اترتا ہی نہیں ہے

ہوں یہاں اس لئے دکن کو کیا صُن
رشتہ ہندوستان پر کچھ ہے

ہنسنے جو محفل ماتم میں تم بڑی ہو گی
یہ تیری چٹکی سے ناک کے گدگد ہی ہو گی
جو برق پر بھی آنکھ اس کی جا پڑی ہو گی
بڑے مزے کی شبِ وصل دل لگی ہو گی
انگاہ تم نے مجھے برق طور کی ہو گی
وہ منہدی پاؤں میں ٹائیس گھجلا رہے
لڑتھا خیال کہ ماتم کریں گے یوں ل کا
گماں ہے یدہ سہل کا آرسی پر انھیں
یہ دھنسا جو لگی چوٹی سی مرے دل پر
غلط ہے آپ نہ تھوڑا مٹاؤ مٹو تھیں
شہید تیغ ادا کیوں خفا کو سمجھے ہو
زائیشہ چنبہ دہن ہونہ خم ہے بے مٹے کا
یہ دن ہی دن کو ہوتا ہوا کھانک ٹھنکی
چھپک چھپک کے لیا ہو کا ہاتھ میں ساغر
ہمارے چوہوں میں ران کے کھلے ہو گئے
جناب شیخ کو ہلکی سی اپنے جامت سے
یہاں نہی بھی نہیں نام کو اکہاں آنسو

پکارتے تھے تبسم مری ہنسی ہو گی
کہ لوثنی لبِ سونفار پر ہنسی ہو گی
نکاوشوں بھی بجلی ہی بن گئی ہو گی
وہ ہنستے ہوں گے حیا جھکے کوستی ہو گی
تمہاری آنکھ کلیم آن کھل گئی ہو گی
ہمارے نام تو تلووں ہی سے لگی ہو گی
نہ خطا خیال کہ یوں نمنج زندگی ہو گی
یہ پھوٹا پھوٹا آنکھ ان کو بھیجی ہو گی
کسی نے شبنم سے توڑی کوئی کلی ہو گی
عدوت آپ کی تصور یہ بولنی ہو گی
اہو لگا کے شہید دلیں ل گئی ہو گی
نکلے جو حضرت واعظ تو دل لگی ہو گی
میا بھی آپ کی پرے سے جھانکتی ہو گی
چوٹی بھی ہو گی تو ڈور کے ہم لپی ہو گی
ہمارے گیس میں منہدی غضب پرچی ہو گی
مے سو کی تو ساقی بہت کڑی ہو گی
ہمارے آنکھ سے حسرت چپکاتی ہو گی

کیا پڑے ہو گوشہ مسجد میں ٹھوڑا بدو
پھوٹی آنکھوں سو ذرا دیکھو گھٹا چھائی ہوئی
صبح ہوتے بات جو ہونا تھی وہ تو ہو چکی
اب لئے بیٹھے ہو تم آنکھ مشرمانی ہوئی
بات کہتے آشیان چھ سے اچھا بن گیا
تنکے چن کر چھانٹ لی اک شاخ مرغھائی ہوئی
میں خرام ناز کے صدقہ ذرا دیکھے ہوئے
رحم تربت پر کہ ہو کس کس کی ٹھکرانی ہوئی

اُبھرے جو بن پر نہیں سکی ہوئی محرم ریاض
مُکراتی ہے جوانی جوش پر آئی ہوئی

کیا ہوئی میری جوانی جوش پر آئی ہوئی
ہاے وہ نازک گلہائی میری چھلکانی ہوئی
جلوہ گہریت جی کس کی تماشائی ہوئی
طور سے ہم لے کے آؤ آنکھ پھرائی ہوئی
حشر میں فتنوں سے اچھی بزم آرائی ہوئی
آ کے دنیا خود تماش خود نہ تماشائی ہوئی
یہ بھی شامت بھی مرے اعمال کی لائی ہوئی
سب سے پہلے حشر کے دن میری سوئی ہوئی
میں چلا دو زخ کو لیکن اس کی جوت دیکھو
آنکھ میری سوئے کوثر آج لچائی ہوئی
اس کی ٹھوکر کے نشان سب بن گئے داغِ سجود
یہیں ہو کس بت کافر کی ٹھکرانی ہوئی
حشر میں قاتل کی دیکھی ہو لہو کی کوئی چھینٹ
سوئے دامن کیوں چھلکی ہو آنکھ شرمائی ہوئی
تازگی سی آگئی اُن کا بستم دیکھ کر
کھل اٹھیں کلیاں مرے من کی چٹائی ہوئی
رہ گئی یاد جوانی وہ جوانی اب کہاں
داغ و امن ہے میری جوش چھلکانی ہوئی
دیکھتے وہ بھی تو آجاتے ضرور آنکھوں میں شک
دل کو رخصت اس طرح دل کی ٹیکائی ہوئی
لے قیامت آ بھی تیرا ہو رہا ہے انتظار
ان کے در پر لاش رک کھی ہو نہائی ہوئی
نیم عیاں کچھ نمایش حسن کی بھی وصل میں
چھٹیڑنے کو رات جیلہ ان کی اسلٹرائی ہوئی
خاک بچا کی مسجدوں میں جا رہی جب ہم بھی
میکدوں میں رہے تو بادہ پمائی ہوئی

دل سے تو مرے سینے کے پھر دل غمی اچھے
 سب بھول گئے اس کو ترے عہد تم میں
 اب شکوہ گردوں کوئی کرتا ہی نہیں ہے
 پر اسیوں کے صیاد کترتا ہی نہیں ہے
 اس دور میں تو بہ کوئی کرتا ہی نہیں ہے
 دربان سے تمہاری کوئی ڈرتا ہی نہیں ہے
 وہ ہاتھ کبھی خون میں بھرتا ہی نہیں ہے
 گیسو ہے کسی کا کہ سنو کرتا ہی نہیں ہے
 ڈرتا ہے وہ گردوں کو کرتا ہی نہیں ہے
 رنگ شفقِ شام نکھر تا ہی نہیں ہے
 دیوانہ ریاض اوروں سے کیا بات کریگا

معتوقوں سے تو بات وہ کرتا ہی نہیں ہے

بھولی بھولی شکل کجی کی گمبائی ہوئی
 جوش پرے صبرہ زاروں پر گھٹا چھائی ہوئی
 بات ایسی ہے کہ تو یہ بھی ہے لپچائی ہوئی
 پیچھے تو کس تکلف سے ہے کھجائی ہوئی
 میں چلا تو ساتھ میرے میری سوائی ہوئی
 اور رکھی ہو ہماری لاش کفنائی ہوئی
 جام چھلکے تو بہ ٹوٹی بادہ پیمائی ہوئی
 میکشو چپکے سے میری لاش کفنائی ہوئی
 جب بنائیں نے کہ جاتی ہے بہار آئی ہوئی
 بھولی بھولی شکل کجی کی گمبائی ہوئی
 جوش پرے صبرہ زاروں پر گھٹا چھائی ہوئی
 بات ایسی ہے کہ تو یہ بھی ہے لپچائی ہوئی
 پیچھے تو کس تکلف سے ہے کھجائی ہوئی
 میں چلا تو ساتھ میرے میری سوائی ہوئی
 اور رکھی ہو ہماری لاش کفنائی ہوئی
 جام چھلکے تو بہ ٹوٹی بادہ پیمائی ہوئی
 میکشو چپکے سے میری لاش کفنائی ہوئی
 جب بنائیں نے کہ جاتی ہے بہار آئی ہوئی

تیرے وعدے وعدہ کر کے کھا بھی لئے جھوٹی قسم
 کیوں تامل ہی تجھے جھوٹی قسم کے واسطے
 ہائے لئے تیری نزاکت پاؤں ٹھکنا نہیں
 بارہے رنگِ خناتیرے قدم کے واسطے
 یہ ہوائے تاجدارِ یہ ہوائے خود سری
 اے حبابِ تنے کھٹیرے ایک دم کے واسطے

ان حسینوں کو بنایا ہے خدا نے اے ریاض
 جھوٹے وعدوں کے لئے جھوٹی قسم کے واسطے

ہو گی وہ دل میں جو ٹھانی جائے گی
 کیا ہماری بات مانی جائے گی
 دُھل چکی ہے اب جوانی جائے گی
 یہ شرابِ ارغوانی جائے گی
 بعد تو بے آتش سیالِ خم
 میرے گھر سے ہو کی پانی جائے گی
 خضرِ نوہی گم رہیں گے عمر بھر
 یونہی عمرِ جاودانی جائے گی
 تیغ ہی کیا ہاتھ میں قاتل کے تھی
 اے حنا تو بھی تو سانی جائے گی
 آئے تائے ہجر کی شب کچھ نظر
 اب بلائے آسانی جائے گی
 عوشِ پریِ خوش جالوں کا مزاج
 کیوں کر ان کی لنتِ رانی جائے گی
 خدمتِ میخانہ کرے ورنہ شیخ
 رائے گاں یہ زندگانی جائے گی
 موت سے بدتر بڑھا پائے گا
 جان سے چھی جوانی جائے گی
 شوخیاں کہتی ہیں کھل کھلیں گے وہ
 اب حیا کی پاس پانی جائے گی
 آگ بن کر جام میں آئے گی نئے
 زمزمی میں ہو کے پانی جائے گی
 بوسہ گیسو سے ہرچینِ بر جیس
 رات بھر کیا سرگراںی جائے گی
 بوئے نُن کر دل کے پامانی کا حال
 کس گلی کی خاک چھان جائے گی
 جان بڑھ کر اسے رکھتے عزیز
 کیا بچھتے تھے جوانی جائے گی

ہر لحد سے صاف ملتا ہر قیامت کا جواب
منزلوں پیچھے میں راہ عشق میں فراوقیں
خاک در در چھاننی ہر آن کی ٹھکانی ہوئی
رات دن انکڑائیاں وہ میں میری آغوش میں
میں نہیں اس کو اب ایسی میری سوائی ہوئی
وہ بھی گھبرائے ہوؤ قحی بات بھی تھی شرم کی
جن حدیثوں کے لئے پیدا یہ انگڑائی ہوئی
نام ہے تو انہیں تلخی نہیں تیزی نہیں
رہ گئی ہونٹوں میں ب کر ہونٹھٹکانی ہوئی
مدتوں زاہد نپنی میری کھینچوائی ہوئی

ہے نمایاں آج سب مینا پرستوں میں تیاض

جام جم سے بڑھ کے قدر جام مینائی ہوئی

وہ سمجھتے ہیں کہ ہے میرے ستم کے واسطے
نام تو بے لیتے ہی مجھ پر برس پڑتا ہے یہ
دل بنا ہر طرح کے رنج و غم کے واسطے
دی عبث تکلیف سب کو کیا کچھ دیتی
تو بے نشتر ہے رگ ابر کرم کے واسطے
جو بے محبت تکلیف سب کو کیا کچھ دیتی
جان کیوں ہم نے چرائی و وقدم کے واسطے
خوب ہر جام سفالیں رکھ دیا جا باجیاں
سو تکلف چاہئے تھے جام جم کے واسطے
کچھ عجب بھال میں بچھا نسا ہر دنیا فیہیں
سینکڑوں جھگڑو کھیر ایک دم کے واسطے
خوگر و رواد راہ با مسفت ملنے کا نہیں
جس کو دل لٹا ہوا ہے لئے رنج و غم کے واسطے
یعنی جلتی ایک شے تھی آب زم زم و بہت
ہم چھپا کر لے چلے اہل حرم کے واسطے
جس قدر تقدیر میں ہر ل ہے گناہ کو رزق
فکر کیوں انسان کو ہریش و کم کے واسطے
ہم بنے اے آسماں تیرے ستم کے واسطے
خاک اڑاتے ہیں تری نقش قدم کے واسطے
ہاتھ اٹھائے ہیں سوا بر کرم کے واسطے
اے حباب اتنا تکلف ایک دم کے واسطے

ہم نے دیکھے ہیں بہت زلف کفتم تیغ کوئی
 نہیں ٹھکنے کا نزاکت میں کمر سے کوئی
 بجلیاں کان کی ان کو نہ چمکنے دیں گی
 نہیں فٹرنے کا ہڈیوں کے اثر سے کوئی
 لگی ٹھکنے کا نہیں میں کبھی خم ہو کہ سبؤ
 مجھ پر اس طرح سہ بزم نہ بر سے کوئی
 گدگدایا کبھی پریاں نے تو بے ہنس کر
 روئیں گے یہ نہ ہنسے زخم جگر سے کوئی
 خم ہے ہو کہ معاصی ہوں و با جانا ہوں
 بوجھ اُتر والے ذرا حشر میں سر سے کوئی

حشر کے روز بھی میں ٹھہ نہ سکوں گر کے ریاض

نہ گرائے مجھے اس طرح نظر سے کوئی

آ رہا ہے مے گھر غیر کے گھر سے کوئی
 پوچھ لے بڑھ کے ذرا با وسحر سے کوئی
 ہم نے منہ چوم لیا رخ سے ہٹا کر آ پھل
 منہ چھپائے ہوئے نکلا تھا ادھر سے کوئی
 دل میں کیا کچھ لئے بیٹھے ہیں ہزاروں حشر
 کھول سکتا نہیں منہ آپ کے ڈر سے کوئی
 لب ساغ بھی تو میں خشک انہیں کیا پھوں
 قطرہ مے کو مری طرح نہ تر سے کوئی
 ہے بھی کچھ یا نہیں میں لے گا کر دیکھوں
 ہاتھ اٹھائے تو ذرا اجاگر سے کوئی
 گم ہوئی سب کی طرح کیا یہ قیامت بھی ہیں
 جا کے آتا نہیں اس راہ گزر سے کوئی
 دیکھ لے دیکھ لے او آنکھ چرانے والے
 دیکھتا ہے تجھے حسرت کی نظر سے کوئی
 کہتی ہے قوت پر واز فیصل گل میں
 باندھ دے میرے قفس کو مری پر سے کوئی
 دل سے نکلے نہ کبھی یہ مے لب تک آئے
 ابھی واقف نہیں نالوں کے اثر سے کوئی
 اب قفس کی شب تار یک نہیں کٹی ہے
 کہہ دے جا کر یہ ذرا برق و شر سے کوئی

اور ہو گا یہ فلک در پے آزار ریاض

تجھ کو دیکھے نہ ترحم کی نظر سے کوئی

ساتھ لائے ہر نفس سے ناتوان جاتے جاتے ناتوانی جائے گی
 نالے کرنا سیکھ لے اے عندلیب اب یہ طرزِ نغمہ خوانی جائے گی
 شیخ نے مانگی ہے اپنی عمر کی میکدے سوا بڑانی جائے گی
 جاچکے ہیں آپ کن شمن کے گھر آج مرگِ ناگہانی جائے گی
 پینے آئیں تو فرشتہ فوراً ریاض
 حور کے دامن میں چھانی جائے گی

خرام ناز سے پامال تہ ہونے والی ہے اک آفت آنے والی ہر قیامت ہوئی ہے
 کہا سنی کہا سنی کہا سنی کہا سنی کہا سنی کہا سنی کہا سنی
 عدو کے گھر مرا ماتم کیا کیوں سنتِ نکستے عدو کو شکوہ سنج ان کی نزاکت ہوئی ہے
 بیاتِ نسیم کا ہوتا ہرے کے جام چھلکیں گے اے واعظ یہ بزمِ وعظ جنت ہوئی ہے
 خزا تو بوسے رخ پر بگڑنا سیکھ لے اس کا تری تصویر کی اب در صورت ہوئی ہے
 مئے کہنہ بنے گی نور بے اہد کے سینے میں نئی بوتل میں اس کی اور رنگت ہوئی ہے
 بتوں کی صورتیں ہم کو نظر آتی ہیں کعب میں کسی کافر سے پھر دل کو محبت ہوئی ہے
 ذرا کہہ دو بڑھادے تیرگی ابرسیہ جا کر کسی میکش کے گھر واعظ کی دعوت ہوئی ہے

لٹے خالی کوئی بوتل ریاض آئے میں زمزم پر

سنا حضرت سے ظاہر کچھ کرامت ہوئی ہے

راستہ بند ہے گزرتے نہ ادھر سے کوئی فتنہ اٹھنے کو ہے اس راہ گزر سے کوئی
 بہہ چلے حشر کے میدان میں یا تو شراب بوند پکی تھی مرے دامن تر سے کوئی
 شبِ خلوت۔ کبے مزملاکھ بھریں ہیں بزم میں دیکھ لے زودیدہ نظر سے کوئی

کتاب ہے لیاض تنہا ری زبان کی
زنگینی کلام کے قسربان جائے

اُگتے تھے جن میں نخل امید وصال کے کیا ہو گئے وہ باغِ طلسم خیال کے
میٹھا ہے کوئی گیسوؤں کے بل نکال کے عکس آئینے میں آئے ذرا دیکھ بھال کے
دل سے نکال ڈالے سب امان وصال کے اب پھینک آئیں سینے کو کیا دل نکال کے
ہر باہم طور وادی امین۔ ہر ایک شت جلوے کہاں نہیں تری برقی جمال کے
ساقی ہمارے سامنے تو رکھ دو بھر کے جام لا دقت رزکو نور کے سانچے میں جمال کے
زلفوں میں آپ بیٹھ کے موتی پروئے آنسو نہ پوچھئے کسی آشفقہ حال کے
مغفل میں آج شیخ کہیں لانا چ جائے دو گھونٹ اسے پلا دو مٹو کہنہ سال کے
بے در و تہجو بات کا جب بھی یقین ہو ہم رکھ دیں سامنے جو کلیہ جمال کے
اے موسم بہار جو کچھ ہوش آگیا چن لیں گے پھولوں کو کاٹنا نکال کے
دل کے لئے حسینوں کی ہم کو کی نہیں اچھا ہو مال لاکھ خریدار مال کے
موسمی سے کہہ دو جلوہ کہہ طور یہ نہیں بس کی گلی میں آئیں ذرا دیکھ بھال کے

اُٹھو اومیز سے نئے وساخر یا مٹن جلد

آتے ہیں اک بزرگ پرانے خیال کے

آئے ہیں کس واسے دوپٹہ سنبھال کے سنجیدگی سودش پر آ پھل دہ ڈال کے
سو جان سے نثار میں روز وصال کے وہ کہہ رہے ہیں دن بے برا ہر پہ سال کے
جو بن لٹا رقیبوں میں جب کچھ نہ آئی شرم بیٹھے ہیں آج مردہ گزیاں میں اُٹال کے
اپنل ڈھلا رہا مے مست شباب کا اوڑھا گیا کبھی نہ دوپٹہ سنبھال کے

کسی سے وصل میں سنتے ہی جان سوکھ گئی
 اک آہ گرم نے جھلسائے خوشہ انجم
 چلو ہٹو بھی ہماری زبان سوکھ گئی
 قیامت اور وہ ہنگامہ پھر قیامت کا
 تمام کھیتی تری آسمان سوکھ گئی
 رہا نہ بعد مرے ہائے کوئی آبد پا
 لحد کھٹکتے ہی ہٹھکوں سوجان سوکھ گئی
 شب فراق کا آدھا نہیں باتن قوش
 بکار تے ہیں کپائے زبان سوکھ گئی
 ملا بھی ہم کو توبے وقت اس طرح کھانا
 یہ میرے گھر جو ہوئی میہان سوکھ گئی
 بہت ہی بھولی ہوئی تھی اپنی رنگت پر
 کہ چاول اینٹھ گئے اور نان سوکھ گئی
 جو دیکھا رنگ ملا زعفران سوکھ گئی
 ہوائے گرم فراں میں وہ رنگ دکھائیں
 تھی عندلیب یہ نہی صافان پل سوکھ گئی

ریاض یاد ہے ان کا وصال میں کہنا

خدا کے واسطے چھوڑو زبان سوکھ گئی

مطلب کی بات شکل سے پہچان جائے
 اس بھولی بھولی شکل کے ہو جائیے تار
 میں کیوں کہوں زبان سوخو جان جائے
 آئے دفتر میں ہی نہ حسرت نکالنے
 اب زینا کے کے سب ارمان جائے
 ان بھولی بھولی باتوں کے قربان جائے
 یہ ہے شبِ صال کہنا مان جائے
 باہیں گلے ملنے لے بھی اب نہی خوشی
 کیا تھا جو مسکرتے ہوئے کہہ گئے ابھی
 خاک کے میر و دور کی ذرا چھان جائے
 مہاں نوازاں سا کوئی دوسرا نہیں
 جی میں ہواؤں کے گھر کبھی مہان جائے
 ہے قصہ آج صحت دل ان کی بزم کا
 اللہ آپ کا ہے نگہ بان جائے
 جا بیٹھے تنک کے ذرا جسے پھر لگ
 بے کچھ کہے سننے بھی بُرا مان جائے
 بدین میرے حق میں ہر صبح شبِ صال
 کھولے ہوئے نبال پریشان جائے

کون انہیں نازیں بیٹھا ہے سنبھل کر
آئیٹھے ہیں ہم بھی دل مضطر کو سنبھالے
کہتے ہیں جو ہو چاند کا ٹکڑا دل پر داغ
تو بھی نہ بلائیں مرے گیسو کی بلا لے
رحمت سے نہیں دور یہ اے گرمیِ محشر
بڑھ کر جو گنہگاروں کو جنت کی ہوا لے
کیوں کوستے ہو آگ لگے رنگِ حنا کو
میں پوچھوں جواب اتھڑپڑیں ہونٹوں میں چھالے
اے شیخ ترے سر کی قسم لطف نہ آیا
دستار چھپائی نہ سبوہم نے اچھالے
اس مت کو اندیشہ فردا نہیں اعظا
جو جا کے جہنم میں بھی جنت کا مزا لے
وہ بھی تو کھڑے دکھتے تھے بام سے اپنے
اس ضعف میں بھی عرشِ عروسی گئے نالے
تم ایک ہی چلو کے ہوئے حضرت واعظا
پنی جاتے ہیں بھر بھر کے بلا نوشہرہ لے
نالوں سے بھڑکتے ہیں کیوں کانوں کے پرے
بھاری نہ تو پتے میں نہ بجلی ہے نہ بالے

برسات کی رات اور یہ گھنگھور گھٹائیں

اب ہم ہیں ریاضِ احسین گیسوؤں والے

کوٹھے کے پہنے والوں کی تجھ پر نگاہ ہے
اے آسمان تیری پڑھی بارگاہ ہے
لغزش کچھ اپنے پاؤں کی کچھ میکہ تو کا بعد
اہلِ حرم سے دور کی اب کم وادہ ہے
دن رات اس گھٹا سوسرتی میں بجلیاں
کافر بڑی بلاتری چشمِ سیاہ ہے
منبر نہیں تو تختِ شہی ہو یہ وقتِ وعظا
واعظا نہیں ہو جو ٹوں کا یہ بادشاہ ہے
ہے قحط میں گرانی مے اور بھی ستم
ساقی نگاہِ لطف کہ دنیا تباہ ہے
جو مجھ کو لگد لگائے وہ میری نگاہ ہے
کے دن ہوئے شباب کو خضت کیوئے
کہتے ہو برگِ گل سو سبک تھی لبِ قیب
لے ذوقِ مصیبت ابھی تو بے گناہ ہے
نازک سے گورے گال کی رنگت سیاہ ہے

اوزلفوں والے حشر کو کچل لگی نہیں
 منہدی لگانے بیٹھے ہیں کچھ اس واسے وہ
 ان پیاری پیاری آنکھوں کو اک پیار کی نگاہ
 وہ کہہ رہے ہیں اشک کو میرے لہو کی بند
 رونا غم فراق کا قسمت میں رہ گیا
 ان کی طرف سے آ کے جو اس دل میں جم گئی
 ہو میکدے کی راہ میں گردش محال ہے
 کیا نہ ہری کبھی ہوئی نکلی یہ موج اشک
 عقد و کھلیں گے آج یہاں بال بال کے
 مٹھی میں ان کے دے دے کوئی دل نکل کے
 میں صدقے ذبح کر مری حرمت نکل کے
 آنکھوں نے لکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے
 راتیں صال کی ہیں زبائن مصال کے
 ڈرتے ہیں آسمان اسی گردِ ملاں کے
 رکھا ہے ہم نے پاؤں بہت ہنسی نکال کے
 پتھرائی آستین میں ہم سانپ پال کے

بیٹھے ہوئے ہیں ہاتھ دھڑے ہاتھ پر یا صحن

واعظ کے سر پر آج سب وہم اچھال کے

اتنا نہیں تیری جو کڑی آنکھ سنبھالے
 مسکی ہوئی محرم ہے کوئی آنکھ نہ ڈالے
 محرم بھی سلامت تری آنکھ بھی سلامت
 کوچے میں ترے دل ہو کہ وہ حرمت دل ہو
 اس طرح کہ گھنگرو کوئی چھاگل کا نہ بولے
 کس ناز سے کہتے ہیں تسم قول نہ وعدہ
 عادت وہ بُری شے ہے جو کھانے کو ملا بھی
 روکیں تجھے گردشِ شب وصال سے
 کہتا ہے پکے یہ ترا جوشِ جوانی
 آئینے میں بال آئے ناگو سوؤں اے
 آنکھ سے چھپا لے اے آنکھ سے چھپا لے
 ہم کون ہیں جو بن کا مزا لوٹنے والے
 نازک سی کوئی شے ہو ذرا پاؤں سنبھالے
 جب جھم تے چلیں گے دیں خچکے سو اٹھالے
 تم کون ہیں حشر کے دن جھپٹنے والے
 بے مے کے مے طلق سوارے نہ نوالے
 دکھ دیں تجھے ای چرن تے پاؤں کچھالے
 سینے سے لگالے کوئی سینے سے لگالے

یہ سمجھ کر کہ گنہگار ہیں کس مالک کے نہ گئے حشر میں ہم آنکھ جھکاؤ نہ گئے
غیر کے جلنے سے کچھ آج نہ آئی تم پر کیوں الگ بیٹھے ہوئے اک لگاؤ نہ گئے
نہ رہا حشر میں نظارے سے محروم کوئی قبر سے ایک ہمیں آج اٹھاؤ نہ گئے
کس نے دیکھا ہمیں کوچے میں حینوں کے پیاض

مفت بدنام ہوئے ہم کہیں آئے نہ گئے

جو اٹھ رہی ہے روز قیامت کے واسطے وہ صبح بھی نہیں شبِ فرقت کے واسطے
سینہ مرا ہے داغِ محبت کے واسطے پہلو میں دلِ ہر درد کی لذت کے واسطے
کہنا کسی کا ہائے بگر کر شبِ وصال ہم تو بنے ہیں ناز و نازا کے واسطے
اب مجربانِ عشق سے باقی ہوں ایک میں اے موت! ہنسنے مجھے ہر تے واسطے
بن جائے کوئے یار میں اُتھی آرزو یہی اک حشر اٹھ گیا مری تربت کے واسطے
پھیلا کے پاؤں سوتے ہیں کیا اہلِ میکدہ یہ تو عجب مقام ہے راحت کے واسطے
تم کہہ دو آسمان کو جھک کر جگہ تائے دو گز زمین چاہئے تربت کے واسطے
فتنے سے ان کی چال کو کچھ بڑھ چلی تھی بحث کیا اٹھ رہا کچھ آج قیامت کے واسطے
اے دل کسی کے زلف کا توجہ سے ہو رہا آنکھیں تر گئیں تری صورت کے واسطے
بے باغباں وہ باغ میں صیاد آ گیا اب ہم چین سے جاتے ہیں تے واسطے

ہر دم دعائیں دیتے ہیں سرکار کو لیاض

ہاتھ اٹھتے ہیں ترقی دولت کے واسطے

صلائے عام کو وسعت بڑھی زبان کے لئے صلائے عام ہر یارانِ نکتہ واں کے لئے

سناحرم کا در ہے اور ہے کمرچہ فقیر کا

سجادہ ہے ریاضِ ناب سجدہ گاہ ہے

واعظیہ بعد تو یہ جوئے پر نگاہ ہے کچھ بھی نہیں ہو وضع کا اپنی بناہ ہے
 بڑھ کر نگاہ غیر کو یہ روکتی نہیں ان کی بلائیں لینے کو زلفِ سیاہ ہے
 طرفِ وضو، جامِ ہر اک خُمِ ہر اک سُبُو اک بوریا ہوس میں ہوں مری خانقاہ ہے
 واعظ کے حلق میں بھی نوا لا کبھی پھنسنے کہنا یہ بھول جائے کہ پینا گناہ ہے
 او شرم والے شرم سے نکلوں تپکے کیا دل میں گڑی ہوئی تری تر چھبائی گاہ ہے
 کہتے ہیں کس واسے وہ ٹھکر کے قبر کو کیا فتنہ آفریں یہ تری خواب گاہ ہے
 اے زلفِ یار آنکھ سے دیکھا ہو دلِ کمال میری نظر میں آج زمانہ سیاہ ہے
 لطف آپ کو نہ اے گانسنے اسو نہ آپ فریادِ عندلیب نہیں میری آہ ہے

ان مردوئوں کو داغ لگایا ریاض نے

جس سے حسین ڈریں وہ بھی رویا ہے

اور مینا نہ نشیں چو رہنائے نہ گئے ہم دھڑے جاتو ہیں ناحق کہیں نہ گئے
 شوخیاں تیری اٹھائیں گی مجھے بزمِ کیا ان سے تو شرم کے پر بھی اٹھائیں گئے
 قیدِ نینے کی ہوئی قیدِ نفس پر طرہ ہم سے صدیاں کو نالے بھی سناؤ نہ گئے
 پردہ ڈالا تری رحمت نے مری عصیاں پر ان فرشتوں کو مے عیب چھپائیں گئے
 کون سا لطف نہ فردوس میں پایا لیکن پھر بھی دنیا کے منے دل سے بھلاؤ نہ گئے
 جب چلے سوئے لحدِ مرگے نہ دیکھا گھر کو ایسے روٹھے کسی سے بھی مناؤ نہ گئے

یہ وہ زمیں ہے کہ جس پر ہے تلج کا سایہ
وہ سایہ تاج ہو جو فرق فرقوں کے لئے
کہو فلک سے کہ جھک جھک کے زمیں کے قدم
کہ میں زمیں کے قدم آج آسمان کے لئے
اسی زمین مبارک پر آج ہے دربار
یہی ہے صبح عام آج اکہاں کے لئے
ہوئے میں تخت نشین آج پیغم جارج
یہ وہ خوشی ہے کہ جو عیال کجماں کے لئے
بڑھی ہے دلی عروس البلاد لندن سے
کہ تخت گاہ بنی پیش جہاں کے لئے
وہ شاہ جو ہے شہنشاہ سے بڑھ کے بڑیں
وہ شہر یار جو قیصر بنا یہاں کے لئے
یہ آسمان سے کہو بن کے فرشتے کچھ جائے
جگہ نہیں کہیں تل مہرنے کی قیامت ہے
جگہ نہ کہیں باقی دشہر میں باقی
قدم جو شاہ کے آئے یہ ہے اثر اس کا
کہ ہر مکان میں ہر سامان وسیع ہو مل کا
ہرک مکان میں ہر سامان وسیع ہو مل کا
دلوں میں آنکھوں میں لیتے ہیں مہمانوں کو
صلائے عام کے صفحے ہیں سو بھی بڑھ کر
اسی کے واسطے نکلا ہے اب یہ نبر خاص
خدا کرے یونہی چھو لے پھلے یہ باغ سخن
خزاں نہ اس کے لئے ہنوز خزاں کے لئے

ریاض کوئی غزل اور اس زمین میں کہو

مگر جو خاص ہو یا ران نکتہ داں کے لئے

تری گلی سے اٹھتے تھے اک جہاں کیلئے
نہ اک جہاں کے لڑ بلکہ آسمان کے لئے
کہے نہ اب کوئی جیبتی ہوئی فغاں کے لئے
کہ آپس کانٹے ہیں کھی ہوئی نباں کے لئے

یہ کس کے نام نے لے لی زبان میں چٹکی
 ابھی تو بات بھی کوئی نہ آئی تھی لب تک
 ہوئی تھی کاہے کو تا شیر اس طرح بچپن
 زبان خشک کو دھوئے ہے گل فشانی کا
 نئے شگوفے کھلانے بہا را آئی ہے
 ترقیاں میں بھی تو صدائے خندہ گل
 شکست آبلہ پاکی بے سکت آواز
 یہ باغ وہ ہے کہ سینچا ہو خونِ دل سے
 یہی ہوا جو رہے گی زمین گلشن کی
 ستارے جتنے ہیں با در رنگ بدلیں گے
 اُڑیں گے ابو بھی اب اونچے نغمہ خوان بلبل
 یہ فیض عام جہاں میں صلائے عام کاہے
 عجیب دوائے بیاں ہے عجیب طرز بیاں
 شعاع مہر نمایاں خطوط مسطر سے
 ہر ایک ذل کا سودا ہے نقطہ روشن
 اٹھائے دستِ نظر کو سب آنکھ میں کھلیں
 حروف کی نگینہ نکتہ کس بلا میں لے
 رہے گی جان پڑی اس میں سہرِ خور کی
 ہر ایک صفحہ ہے تختہ زمینِ دہلی کا

کہ بقیہ اہمیں شوخیاں بیاں کے لئے
 اترنے دوڑ کے بوسے مری نہاں کے لئے
 کسی کی نیم شبی نالہ و فغاں کے لئے
 زباں کے کانٹے بنیں پھول نہاں کے لئے
 نیا ہے رنگ اثر آج ہر فغاں کے لئے
 بنے گی نغمہ نو مرغِ نغمہ خواں کے لئے
 فغاں بنے گی جرسِ گڑ کا دواں کے لئے
 بہا رہی ہوئی ایسے بوستاں کے لئے
 نئے شگوفے کھلیں گے آبِ ہماں کے لئے
 بنیں گے پھول وہ داماں کہکشاں کے لئے
 بلند جائیں گے بلوئی اسو آشیان کے لئے
 فغاں شہ کے لئے ہوا اثر فغاں کے لئے
 کہاں جیسں بیاں غیر کی زباں کے لئے
 دنیا فرا ہے ہر اک سطر کہکشاں کے لئے
 یہ نور آنکھ کی پتلی کاہے جہاں کے لئے
 عجیب چیز ہے یہ اپنے قدرواں کے لئے
 نظر فریب ہر ہر نکتہ نکتہ واں کے لئے
 ہر ایک اثرہ جو دامِ مرغ جاں کے لئے
 ہوئی زمین سببِ فخر آسماں کے لئے

نئی ناقوس میں پھونکی ہو جس نے روح وہ ہوں
 کھلیں گی بڑبڑاتی دیکھا آنکھیں جا بونی
 پہنچتے ہیں جو راتوں کو وہاں چھپ چھپ کے ہم میں
 نہیں اٹھنے کے تیری راہ کو شرجی اٹھے
 اڑائے پردہ محل ہوا مجنوں کے کہنے سے
 خدا جانے غش آیا جلوہ گاہ طور میں کس کو
 ہم اپنی وضع رندانہ کریں کیوں کہ محشر میں
 حنائی ہاتھ کا صدف بجھائے اب لگی دل کی
 ترے مشتاق نظارہ الگ بیٹھے ہیں محشر سے
 گرے غش کھا کے موسیٰ تو صدفی طور سوائی
 سونو فسانہ جم جام رکھ کر سامنے اُن کے
 یہی مینا دکھائے گا مزاح و گلشن کا
 فحش میں نہیں میں تو شرابِ برق کیون جائیں
 وفا ہو یا نہ ہو وعدہ یہی ن ہے قیامت کا

یہ جتنے پینے والے ہیں لیاصل ان سب کے مرشد ہیں

ہمیشہ جام مے میں نور حق کا دیکھنے والے

او کچھ ہو دل کا آنا دل میں آنا اور ہے
 جب کہا کوئی شبِ عدہ بہانا اور ہے
 ساتھ تیری ہم بھی رخصت ہوں گے اسی فصل بہار
 دل میں گھر کرنے کو آنکھوں میں سنا اور ہے
 ہنس کے بولے غیر کے گھر مچکوتا اور ہے
 باغ میں دو چار دن اب آشیانا اور ہے

چھری نہ تیز کریں آپ امتحاں کے لئے
 بہت ہو نیم نگہ مجھے نیم جاں کے لئے
 شبِ فراق کے جاگے ہوؤں کو مل جائے
 وہ نیند نہ رہو ہوان کے پاساں کے لئے
 بلائیں پیار سے لیں عمر جاوداں نے مری
 کچھ اس اداسی مے مرگ ناگہاں کے لئے
 لبوں تک آئے نہ جائے یہ عرش تک نہ سہی
 تڑپ رہا ہے مرے ساتھ اتر فغاں کے لئے
 کسی کی چہین جہیں پر مجھے ہنسی آئی
 ذرا سی تیج چلی میرے امتحاں کے لئے
 ہمارے دل میں کہاں تیری پیاری ہنسی کھل
 وہ آرسی کے لئے یہ غم نہاں کے لئے
 مری گلی میں وہ آکر مری گلی کا ہوا
 قدم زمیں نے بڑھوان کے پاساں کے لئے
 ادھر ادھر لئے پھرتی ہے باد تند کی موج
 نئی یہ شاخ ملی مجھ کو آشتیاں کے لئے
 نہ ہروانِ عدم جھوٹ کر ملے ہم کو
 اڑائی خاک بہت ہم نوکارواں کے لئے
 تم اچھے آئے لانے فلک کو داغِ جگر
 وہ دیکھ کر مے سوتے نصیب کو بولے
 یہ وترے خاک کے تو خاک میں ملائیں گے
 قفس میں ہم تھے گھری بادلوں میں کجی مٹی
 مرا عبا بہت ہو اس آسماں کے لئے
 ملے بھی خضر تو یہ تم سے نیک بندے کو
 تڑپ تڑپ کے رہو دونوں شیاں کے لئے
 قفس کے گرد شر بھلیوں کی ہے صیاد
 گناہگار نہ تھے عمر جاوداں کے لئے
 یہ تینکے چن کے مجھے نیکو آشتیاں کے لئے

ریاض کاٹتے ہیں دن ہم اپنی عمر کی یوں

دعائیں مانگتے ہیں مرگ ناگہاں کے لئے

کوئی جانے ہی نہیں ایک جلو دیکھنے والے
 یہ موسیٰ اچھے آئے جاگے تنہا دیکھنے والے
 تری نازک سی سوتی کیا ساؤن کی اکھوں میں
 ہمارے آبلے ہیں خارِ صحرا دیکھنے والے

حشر کے دن بھی رہی بات وہی آنکھ وہی جھوٹے وعدوں کو تجھے شرمِ ذرا بھی آئی
 شمع کے واسطے تھی جنبشِ دامن کافی ان کے دامن سو لگی باوصبا بھی آئی
 آگیا شکرِ زبان پر جو کیا غمِ خالی پیٹ اپنا جو بھرا یادِ خدا بھی آئی
 آئے میخانے میں جب مسجدِ جامع سے ریاض
 ساتھ ہی آپ کے قبلے سے گھٹا بھی آئی

اپنے سر میرے گنہہ کا بار رہنے دیجئے شیخ جی اچھی ہے یہ دستار رہنے دیجئے
 دیجئے کیوں دل کے بدلے ہار رہنے دیجئے جو نہ مجھے اٹھ سکے وہ بار رہنے دیجئے
 آکے قابو میں نہ کہئے پیار رہنے دیجئے پیارے پیارے منہ سوا اب نکال رہنے دیجئے
 کی ہے پید کیا نہ اکتائے لچکِ وقتِ خرام اب کمر میں نئی تلوار رہنے دیجئے
 بات کیا ہر بات کہتو وصل میں گزری رات رات بھر کی بات ہے تکرار رہنے دیجئے
 ہر طرف سے لے جنوں لے گا صحر اکامرا دل میں ہے گھر بے درو دیوار رہنے دیجئے
 وہ گاہیں اب کہاں میں جن کو شرتے تھے آپ منے والوں سے تو آنکھیں چلا رہنے دیجئے
 حشر کے دن قبر سے میں آنکھ کو نکلتے گی وہ میرے دل میں حسرتِ دیدار رہنے دیجئے
 خواب میں بھی ہونے پائے گا دشمن کا گزر آپ سو رہے مجھے بیدار رہنے دیجئے
 اس سے اچھا جو کہ میری جان لے بیار آنکھ آنکھ کا صدقہ مجھے بیمار رہنے دیجئے
 شیخ صاحب یہ نہ دے گا پنہا مینا کا کام آپ اپنا طرہ دستار رہنے دیجئے
 بن کے چلنا تن کے چلنا سادگی کے جوظاف کبک کی طاؤس کی رفتار رہنے دیجئے

ایسی کیا جامہ درمی ایسا جنہں بھی کیا ریاض

کوئی تو اپنے کفن کو تار رہنے دیجئے

رات بڑھ جائے گی دیکھو استانِ غیر سے
 نیند اُڑ جائے گی اس سو فیساں اور ہے
 خنجرِ قاتلِ مُحائے خوب ہم نے تیرے ناز
 وقتِ آزارِ اجل کا ناز اٹھانا اور ہے
 جا بھی ایسا قصد ہوا ہے خوب تیرا امتحان
 کام کرنا اور ہے باتیں بنانا اور ہے
 حضرتِ ناصح جوانی میں مجھے رکھئے معاف
 پیروِ مرشدِ توبہ کرنے کا زمانا اور ہے
 حشر کے دن اس قاتل بھی ہو خنجر بھی ہے
 خونِ ناحق آج تنجو رنگ لانا اور ہے
 ذکرِ تیرے حسن کا کچھ ذکر میرے عشق کا
 دشمنوں کے کان بہرِ فیساں اور ہے
 جائیں گے تیری گلی سے اٹھ کے ہم سوا کہا
 کیا کہیں دنیا میں ایسوں کا ٹھکانا اور ہے
 پارسیا نہ وہ اگلی وضع نبھ سکتی نہیں
 اور تھکا اگلا زمانہ اب زمانا اور ہے
 دن گئے وہ سن گیا راتیں گئیں باتیں گئیں
 وہ زمانہ اور تھکا اب یہ مانا اور ہے
 بزم میں اہلِ عزاکچھ اور کر لیں انتظار
 چوٹی وہ گندھوا چکے منہدی لگانا اور ہے

تم خفا ہو کر کہاں جاتے ہو کب سے یہ یاض
 کوئی سجدے کے لئے کیا آستانا اور ہے

میری لب پر کبھی تو بن کے دعا بھی آئی
 تجھے اے آہ مری بات بنا بھی آئی
 ان سے کچھ یہ شفیق شام لگا بھی آئی
 کرب و عہدہ جو آئی تو حنا بھی آئی
 اتنے دن اے ہوئے مجھ کو قفس میں گزے
 جھانکنے کو کبھی گلشن سے ہوا بھی آئی
 تو ہمیشہ رہی قاتل کے کمز میں اے تیج
 تیرے صدقے تجھے قاتل کی دوا بھی آئی
 دردِ فقرت کی افیت کا نہ پوچھو کچھ حال
 آج گھبرا کے کئی بار قضا بھی آئی
 بھولتا ہی نہیں کہنا کسی کا فر کا
 تجھے جو لے سے کبھی یاد خدا بھی آئی
 اٹھ رہی تھیں سی دن کے لونیچی نظریں
 چمکیاں قبر میں لینے کو حیا بھی آئی

او بندہ بت دیکھ خدا اور ہی کچھ ہے
 شرابی نکاہوں کی ادا اور ہی کچھ ہے
 اڑتے ہوئے میخانے چلے آتے ہیں رندو
 کر دیتی ہے گھر صاف لگائی ہوئی تیری
 محفل میں بھی دیکھا ہے حسینوں کو پلاتے
 کیا اٹھ اٹھ ہاتھ اٹھا بیٹھے دعا سے
 جانے نہیں دیتے مجھے دوزخ میں فرشتے
 تو عرش نشینوں سے ذرا حال تروچھ
 ہم رندا سے کہتے ہیں کوثر کی اچھوتی
 رندوں نے چھڑک دی ہے تو تو پونچھ ہا ہے
 سجدے کے لئے سر پہ جھکا دیتی ہے میرا
 اللہ نے سنوائے اب اس درد کی آواز
 بت پردہ میں پردے میں چھپا اور ہی کچھ ہے
 قربان حیا کے یہ حیا اور ہی کچھ ہے
 اٹھتی ہوئی ساون کی کٹھا اور ہی کچھ ہے
 آگ اور ہی کچھ ہے یہ رونا اور ہی کچھ ہے
 خلوت میں پلانے کا مزا اور ہی کچھ ہے
 اٹھ جائو تو ہاں ست دعا اور ہی کچھ ہے
 کیا میری گناہوں کی سزا اور ہی کچھ ہے
 او باہنشین آہ رسا اور ہی کچھ ہے
 اے شیخ مے ہوش ربا اور ہی کچھ ہے
 زاد تری ڈاڑھی میں لگا اور ہی کچھ ہے
 اے شیخ مری لغزش پا اور ہی کچھ ہے
 ٹوٹا ہے کوئی دل یہ صدا اور ہی کچھ ہے

سر سبز ریا محفل آپ کبھی ہو نہیں سکتے

افسوس زمانے کی ہوا اور ہی کچھ ہے

اے چرخ حسینوں کی جفا اور ہی کچھ ہے
 وہ سونے میں سونے کی ادا اور ہی کچھ ہے
 گو جھومتے ہیں دیکھ کے ہم دختر رب کو
 فشر سے چلے کام تو سوا بار چھو لوں
 لیکن تری مستانہ ادا اور ہی کچھ ہے
 اے دردِ جگر تیری دوا اور ہی کچھ ہے
 کہتا ہوں سنا کر تجھے میں ادب کا
 افسوس زمانے کی ہوا اور ہی کچھ ہے
 اے بندہ بقا قصد مرا اور ہی کچھ ہے
 لیکن تری مستانہ ادا اور ہی کچھ ہے
 اے دردِ جگر تیری دوا اور ہی کچھ ہے
 افسوس اب میری دعا اور ہی کچھ ہے

ناتواں پر ڈالے کیوں بار رہنے دیجئے
 دور مجھے سایہ دیوار رہنے دیجئے
 نزع میں لغت کا اب اظہار رہنے دیجئے
 چھوڑے بھی جان میری پیار رہنے دیجئے
 جب کہا اس کو گلے کا بار رہنے دیجئے
 وہ جھٹک کر ہاتھ بولے پیار رہنے دیجئے
 شعرِ نگر گالیاں ہر بار رہنے دیجئے
 آپ نے کومے اشعار رہنے دیجئے
 سرکھن میں آپ کے کوچے میں لکھوں فروش
 گرم کچھ دن موت کا بازار رہنے دیجئے
 لے کے دل پہلو مار غالی کئے جاتی ہیں آپ
 میرے دل کے داغ تو دو چار رہنے دیجئے
 رہ کے پردی میں مجھے بیتاب کرنا کیا ضرور
 آپ اپنی شوخی گفتار رہنے دیجئے
 کیوں تعرض مجھے ہوئے حضرت اعظم مجھے
 رشتہ بند سبب و زنا رہنے دیجئے
 جو اٹھائے قبر سے مجھ کو وہ چلئے چال آپ
 بعد مدت کے ملی ہے رات اک نسات کی
 جو اٹھائے حشر وہ رفتار رہنے دیجئے
 برگ گل رکھ لیں گے کچھ کی ہوئی محرم کی ثم
 گالیوں کی آج تو بوجھار رہنے دیجئے
 آ رہوں تو آہے سر پہ سے دیوار بھی
 اپنے سینے پر گئے کا ہار رہنے دیجئے
 شوق ہے تو آئینہ رکھ لیجئے رخسار پر
 آپ ایسا سایہ دیوار رہنے دیجئے
 عکس کے خسار پر خسار رہنے دیجئے
 شوق ہے تو آئینہ رکھ لیجئے رخسار پر
 عکس کے خسار پر خسار رہنے دیجئے
 کیوں ہے نازک کمز میں کیا یہ میرا ہاتھ ہے
 چلتی پھرتی ہاتھ میں تلوار رہنے دیجئے
 میری تربت غیر کا گھر غیر کا کوچہ نہیں
 یہ ادا یہ نازیہ رفتار رہنے دیجئے

شیخ صاحب سوائے مینا نہ ریاض آتے ہیں آج

فرش راہ میکدہ دستار رہنے دیجئے

آخان جوانی کی ادا اور ہی کچھ ہے
 اٹھتی ہوئی کوئل کا مزا اور ہی کچھ ہے
 دل اور ہی کچھ داغ مرا اور ہی کچھ ہے
 چھوٹا نہ اسے تم یہ بلا اور ہی کچھ ہے

فتنہ قد مینا کئے کچھ ہے ریا ض کچھ ادا میری بستِ طننا ز کی

نیند میں پوچھتے ہیں وہ تری حسرت کیا ہے
 ہم نے نہ دیکھا جو اسے اس کی حقیقت کیا ہے
 نہ اٹھی گرد بھی ٹھوکر سے یہ آفت کیا ہے
 صبح تک کام بنے تو ہوشنیت شب وصل
 رگ بگل کو نہ مکر بن کے لچکتے دیکھا
 آگے دو آنسو گرائے کوئی امید نہیں
 داغ دامن نہ بنا و اسے تم پھینک بھی دو
 بزم ساقی ہو مرا گھس ہو کہ میخانہ ہو
 اے حنا رنگ حسینوں میں جا ہے تیرا
 کس قدر شوخ حسینوں کو ستانے والی
 آسمان ٹوٹ پڑے تو نہ اثر ہو مجھ پر
 بات کہنے کی نہیں ہو کہیں غلو تکے سوا
 ہم وہاں ہیں کہ جہاں دونوں برابر ہیں
 ہوں گے آبادِ یرانِ شیشیں کب تک
 چھٹی رہے تجھے کیا بندگی دامن کی ہوا
 کیا بتاؤں تجھے بے درد و کوہوں کہتے ہیں
 یاد آئیں گے یہ جنت میں مجھے اے اعظ

کھل نہ جائے کہیں ان پر مری نیت کیا ہے
 آپ کے پاؤں کی ہر خاک قیامت کیا ہے
 آخِ ایسی گئی گزری مری تربت کیا ہے
 شام ہی سو انھیں چھینڑوں کی غامت کیا ہے
 اے صبا ان تے پھولوں میں نزاکت کیا ہے
 اب مری قبر سے لپٹی ہوئی حسرت کیا ہے
 دل پر داغ کی ایسی بھی محبت کیا ہے
 جب اڑانے کو ملے پھول تو جنت کیا ہے
 تیرے آگے دل پر غلوں کی حقیقت کیا ہے
 نازم کو ہے ہماری بھی طبیعت کیا ہے
 انجم افشاں سے سر پر شبِ غربت کیا ہے
 کیا بتاؤں سر محفل مجھے حیرت کیا ہے
 یشب وصل ہے کیا یشبِ فرقت کیا ہے
 اے اسیرِ قفس قید کی مدت کیا ہے
 آج اے ناواقیلے تجھے وحشت کیا ہے
 کیا کہوں مجھے حسینوں کو شکایت کیا ہے
 لطف کیا میرے معاصی میں ہر لذت کیا ہے

کچھ اور ہی وہ لطف ہو کچھ اور ہی لذت
 صحبت میں حسینوں کے مزا اور ہی کچھ ہے
 مستوں سے الجھنا نہ کبھی کبج چمن میں
 ان کی روشنائی باد صبا اور ہی کچھ ہے
 پتھر سے پکوائے گی یہ ہاتھ ہمارے
 بہکے ہوئے ہاتھوں کی خطا اور ہی کچھ ہے
 قاصد یہ زباں اس کی بیاں اس کا نہیں ہے
 دھوکا ہے تجھے اس نے کہا اور ہی کچھ ہے
 لے بیٹھ میں وہ غیر کی باتیں مے منہ پر
 ان سے یہ کہے کوئی سنا اور ہی کچھ ہے
 جب تک نہ پئے کوئی اسے پانی ہے پانی
 پی لے تو مے ہوش رہا اور ہی کچھ ہے
 اے شیخ یہ جب آتی ہے چھا جانی ہو سب پر
 برسات کی گھنگھور گھٹا اور ہی کچھ ہے
 آنکھوں میں کھینچا سرِ حشر تو وہ بولے
 یہ روزِ قیامت نہیں کیا اور ہی کچھ ہے
 قربان تھے نام کے اے احمد مرسل
 تو نامِ خدا صل علیٰ اور ہی کچھ ہے

اچھا ہے ریاض آپ کے سرکار کا مصرع

جو وقت پر اٹھے وہ گھٹا اور ہی کچھ ہے

دل سے چھیڑیں میں نگاہِ ناز کی
 ہونا افشائبات یہ ہے راز کی
 کاش مل جاتی جوانی کے عوض
 ایک ساعت عشق کے آغاز کی
 طور کیسا سن کے دل پر ہے اثر
 اُف ری گرمی شعلہ آواز کی
 وائے ممت جب قفس کا در کھلا
 اُڑ گئی طاقت پر پرواز کی
 جس قیامت کی ہوا تنی دھم دھام
 موج ہے ان کے خرامِ ناز کی
 ڈال کر منہ میں دیکھا ظرفِ خم
 بات جو کہنا تھی کہہ دی راز کی
 ناوکِ صیاد کیا کہنا ترا
 دل میں حسرت رہ گئی پرواز کی

شکل کیا کچھ تہی مری بس گرد باد و شست تھا
چیتے ہی دنیا کے جھگڑوں سے ہو بے فکر ہم
گرد و تصویر جنوں سے صنعت مانی ہوئی
کس قدر و شواہد یاں قصیں کتنی آسانی ہوئی

وہن گلیس میں بھی کچھ پھول برسائے ریاض
کھٹے کچھ اس کی زمیں میں بھی گل و فشان ہوئی

پہنچ جائے کسی کے بام تک یا فغان میری
مرے صیا و چھوٹے لگی گھر تجھے فغان میری
توں کے بام سے مجھ پر یہ کیوں پتھر پڑے ہیں
سمجھ کر گزشتہ غیران کو لطف آتا ہے
وہ کیا دن تھو کہ اتیں اس طرح باہم گزرتی تھیں
رگ گل کی طرح رکھا ہوا تنکوں کو نشیمن میں
کیا یہ ننگ پیدائتوں رو کہ کلید سائیں
بلا کر بام پر فریاد تم سنستے ہونا داں ہو
حسینوں کی طرح ان کو بنایا ہوا سوار ہے
انہیں کے سب ہنر دیکھے لگا دو آگ گلشن میں
دم آخو آئیں بھی تو یارب اس طرح آئیں
بلا لائے کوئی جا کر کسی سو تم ذرا کہہ دو
اشراب دوڑ کر آئے نہ گردوں سے تو میرا جانوں
نہیں کو کوستی نکلی سے لبے فغان میری

ریاض اک عمر گزری دیر میں آئے مگر اب تک

حرم میں گونجتی پھرتی ہوا توں کو اداں میری

ہم تو جب جانیں کہ کچھ کام ہمارے آئے دسترس جب نہ ہو تو حسن کی دولت کیا ہے

لے ریاض آؤ بھی جاتے ہو کہاں زنداں سے

نہ کھلے گل نہ بہار آئی یہ وحشت کیا ہے

ساتھ سایہ کی طرح وحشت میں عروانی ہوئی مجھے دیوانے کے پیچھے یہ بھی دیوانی ہوئی

صدقے ان کی زلف کے میری پریشانی ہوئی میں تو دیوانہ تھا یہ بھی آج دیوانی ہوئی

ان کی آنکھ میں دابن کر قیامت چھپ چکی وہ مری جانی ہوئی وہ میری پہچانی ہوئی

کس کے جلوے نے نگاہ شوق بڑا لائزہ طور کے دامن میں بھی برق جولانی ہوئی

اب جو کھل کھیلین جو بن کوئی اس کو کیا کرے پرے پرے میں بہتان کی نگہبانی ہوئی

مانتے ہیں وہ مجھے یہ غیر کو تسلیم ہے مان لیتے ہیں می یہ بات ہے مانی ہوئی

غیر ہی کے ہو رہیں اب کیا رفرق تیرے چاک امانی سی ان کی چاک امانی ہوئی

قحط تھا کتنے مزے کا حسن ارزاں کیا گیا اس گرانی میں مئے آئے وہ ارزانی ہوئی

زلف و رخ نے مارا تار دیدہ و دل کیا کہیں کس کو تیرانی ہوئی کس کو پریشانی ہوئی

زعمی میں جام نے میں گر گیا پانی سوا تھی مری قسمت میں تھی آج سب پانی ہوئی

وعدہ دشمن سے نہ تھا تو حشر میں گئے کیوں اس طرح وہ چپ ہیں گویا بات ہے مانی ہوئی

دیکھ کر سبزہ مری تربت کا بدلی وضع جوڑ آسمانی آپ کی پوشاک کیوں صافی ہوئی

ڈھیر میں کتنے یہاں باجم سیناں سے بلند جس دل اٹھتی نہیں اتنی فراوانی ہوئی

پاک صاف سی جڑ جس نے پی فرشتہ بن گیا زامدویہ عور کے دامن میں ہے چھانی ہوئی

بند ٹوٹے مسکی محرم رنگ اڑا جو بن لٹا غیر کے گھر جا کے ان کی خوب ہمانی ہوئی

اب میں جاؤں گے عدم تو کڑی ٹھیک لگیں آپ نے دریاں بنایا ہم سے درباری ہوئی

چھائی ہوئی ہے چھائی مٹری ہو گھر ہیں کام آتی ہو میرے شبِ فرقت ہو کسی کی
 محشر ہی میں کیا دیکھ کے بگڑی ہو طبیعت پہلے سی جو بگڑی ہوئی نیت ہو کسی کی
 برجن میں کے چلتے ہو کائے ہو شب وصل تم آج تو چکی ہوئی قسمت ہو کسی کی
 وحشت کا بُرا ہو کہ بنانے کو گریباں لے لیتے ہیں ہم گردشِ قسمت ہو کسی کی
 ہیں یوں تو ریاض اور بھی دنیا میں سنو

مشکل ہے تمہاری سی طبیعت ہو کسی کی

دلربا یا نہ ہر اندازِ سخن کس کا ہے کھینچ لے دل کو وہ بے ساختہ پر کس کا ہے
 ایک سی شیخِ ہر دو نوں میں لہو کی رنگت ملتا جلتا ہے اس سے کفن کس کا ہے
 وہ قیامت کو سوا ہیں تو قیامت ان سے نہ کھدا کس نے اڑایا یہ چلن کس کا ہے
 ضمیر گل سر زبنت یہ دکھاتے ہیں بہار پوچھ جاتی ہے خزاں آکے بہن کس کا ہے
 پھر کے غربت کو نشانِ پاؤں کچھ ایسے معدوم بھول کر بھی نہ پوچھا کہ وطن کس کا ہے
 اک بہن میں کہ بہک جاتے ہیں تو بکی طنز ورنہ رندوں میں بُرا چال چلن کس کا ہے
 دل میں گھر کرنے کو ہوشِ تنگدہی کس کی چٹکیاں لینے کو بیساختہ بہن کس کا ہے

چوم لیں کیوں نہ حسینانِ جہاں منہ میرا

اے ریاض اور یہ اندازِ سخن کس کا ہے

بات دل کی زبان پر آئی آفتاب میری جان پر آئی
 آرزو کیوں زبان پر آئی ان کی زلف اڑ کے کان پر آئی
 کھپتے ہی اڑ گئی وہ بادہ فروش چو کھی مے کب دکان پر آئی
 ہو گئی اونچی ان کے بام سے آہ آفتاب آسمان پر آئی

جوانی مئے ارغوانی سے اچھی مئے ارغوانی جوانی سے اچھی
 بتاجس میں ہوشے وہ فانی کراچھی ہمیں مت اس زندگانی سے اچھی
 جوانی ہو اچھی سی اچھی کسی کی نہ ہوگی تہاری جوانی سے اچھی
 یہے شیخ کو نار دون سے بڑھ کر یہے ہم کو جنت کی پانی سے اچھی
 ہمیشہ کو اب ہوگی آنکھ موسیٰ صدا ہوگی کیا لنت رانی سے اچھی
 اگر پاسبانی ملے تیرے در کی تو خدمت نہیں پاسبانی سے اچھی
 طاوٹ کر ہم نے تو بہ جو توڑی نبھی چند دن شیخ فانی سے اچھی
 نشان بنے دل رہے تیرو دل میں نشانی نہیں اس نشانی سے اچھی
 تری خوش بیانی کا کیا ذکر و اعطا غموشی تری خوش بیانی سے اچھی
 جوانی تو گزری بڑھاپے سے بدتر گزر جائے پیری جوانی سے اچھی
 جو الفت میں حاصل ہوئیں قیس تنکو یہ ناکامیاں کا مرا فی سے اچھی

ریاض آ رہو تم جو ستارچ کے در پر

رہے موت بھی زندگانی سے اچھی

لبٹی ہوئی تربت سوزہ حسرت ہو کسی کی ٹھکراتے ہو ڈرتے ہیں تربت ہو کسی کی
 بے چین شب بیل نزاکت ہو کسی کی ایسی بھی نہ بیتاب طبیعت ہو کسی کی
 دنیا ہے مٹی اس غضب آلود نگہ پر کیا ہو جو ان آنکھوں میں دت ہو کسی کی
 دیکھے ہی نہیں فتنہ خرامی کے یہ انداز ٹھکراتے ہوے جائیں گے تربت ہو کسی کی
 بیمار کے بالیں سے کہہتی ہوئے گزے دیکھی نہیں جاتی ہو مصیبت ہو کسی کی

شرم آتی ہے دل میں سو سو بار تو بلب پر مگر نہیں آتی

وائے قسمت کہ بیکسی بھی ریا ض

اب مری قبر پر نہیں آتی

ضد ہماری دعا سے ہوتی ہے ہم سے کیا اب خلا سے ہوتی ہے

نامہ برجائے گاہوا سے تیز شرط باد صبا سے ہوتی ہے

نہ جفا سے ہو میرے دل کو قرار رستقی و فاسے ہوتی ہے

سینے سے جب اڑاتی ہے آئیل کھل کے باد صبا سے ہوتی ہے

نزع میں ان سے پھیر لیں نکھیں چار آنکھ اب قضا سے ہوتی ہے

سچ تو یہ ہو کہ رنج و غم سے نجات بادہ جانفزا سے ہوتی ہے

چارہ گرابے عاکو ہا تھائیں کہ اذیت دوا سے ہوتی ہے

دونوں لپیں کے رنگ لاتے ہیں چھیل دل سے حنا سے ہوتی ہے

لے جنوں نوک جھونک کا ہرما خار سے نقش پا سے ہوتی ہے

بُت اُلجھتے ہیں روز مجھے ریا ض

روز مجھ با خدا سے ہوتی ہے

جب کہا ہم با وفا کیسے ملے ہنس کے بولے غیرے اچھے ملے

دل کے خواہاں خلق کے پتلے ملے جب گئی تعظیم کی اٹھتے ملے

کیا بھگتے بولے نے مٹھی رہ نما میکدہ جاتے کئی رستے ملے

دل گیا ہم بھی گئے اس دل کے ساتھ اس ادا سے گیسوؤں والے ملے

خوش نہ ہو کیوں میکشول سے می فروش جو ملے وہ گانٹھ کے پورے ملے

کی فرشتوں نے جب صراحتِ جرم ہنسی ان کے بیان پر آئی
 جب چلی آسمان سے کوئی بلا سیدھی میرے مکان پر آئی
 غیر کا ساز بن کے راز رہا بات سب پاسمان پر آئی
 رو کے رکتا نہیں پوسیل برشک اب تباہی مکان پر آئی
 آئی بوتل بھی میکدے سے ریاض
 جب گھٹا آسمان پر آئی

آرزو بھی تو کر نہیں آتی دل میں ہے ہونٹھ پر نہیں آتی
 وصل کی رات کے سو کوئی شام ساتھ لے کر سحر نہیں آتی
 چلی جاتی جوان کے گھر مری نیند جا کے پھر رات بھر نہیں آتی
 وہ مجھے کوستے ہیں اوتاثر عرش سے تو اتر نہیں آتی
 پہلے آتی تھی اے قفس والو اب صبا بھی ادھر نہیں آتی
 چپ کھڑے ہیں وہ پیش اور ہشر بھولے ہیں بات کر نہیں آتی
 کبھی آجاتی تھی مفرد پر اب ہنسی ہونٹھ پر نہیں آتی
 ارے واعظ ڈرانہ تو اتنا کیا اسے درگزر نہیں آتی
 جب تک آئے نہ کوئی پانڈتیکل شبِ مہ میرے گھر نہیں آتی
 حشر کے دن بھی داغ و امن میں شرم لے چشم تر نہیں آتی
 کمران کی بہت ہی نازک ہے زلف بھی تا کر نہیں آتی
 گم ہیں راہ جنوں میں اہل جتوں ہیں مگر کچھ خبر نہیں آتی
 آپ کو اپنی آرسی کے سوا اچھی صورت نظر نہیں آتی

گھر بھی اتر جائے جو شتر نہیں ہوا
 اُٹا ہے تو چُپ رہتے ہیں غانِ نواسخ
 دامن میں جگولے لئے پھرتے ہیں غیاث
 پہلے ہی سے کھل جائے ذرا بابِ جابت
 سر پھوڑ کے دی جان بھی اُٹسار میں تو کیا
 افسوس کہ دل ہم سے گیا ہم گئے دل سے
 کھینچ آئے گی وہ کھینچ نول کی مے تصویر
 آواز دمِ ذبح یہ آئی رُگِ جاں سے
 ڈوبی ہوئی بنضین بھی بیخدا کسی کی
 شکوہ ہے کہ سنتا نہیں صدا کسی کی
 اس طرح بھی مٹی نہ ہو بر باد کسی کی
 اے عرشِ خدا آتی ہے فراد کسی کی
 ٹھوکر بھی تو کھائے ہر فراد کسی کی
 دل سے نہ گئی لذت بیداد کسی کی
 تصویر مے دل میں ہے بہزاد کسی کی
 پہننے دے لگی خنجرِ فلا د کسی کی

مُن کروہِ ریاضِ آپ کے اشعار یہ بولے
 بیچ ہے کہ طبیعت ہے خدا داد کسی کی

کام کچھ چلتا نہیں تدبیر سے
 دن یہ دیکھے گردشِ تقدیر سے
 خونِ ناحق چھوٹ سکتا ہی نہیں
 مضطرب دل ہو نہیں سکتا ہدف
 وصل کی فرقت میں آتے ہیں مئے
 شمعِ کھل کھلی ہر پروانوں سے آج
 پنی کے اے واعظِ ادا مت ہو مجھے
 کیا ہے آہِ ناتواں میں کیا کہوں
 ملتی ملتی ہے مری طرزِ عمل
 حُسنِ والے ملتے ہیں تقدیر سے
 جھک کے ہم ملتے ہیں تجنّیب سے
 ہاتھ انہیں دھونا پڑا شمشیر سے
 آج ترکش ہوں گے خالی تیر سے
 لطف رہتا ہے تری تصویر سے
 کچھ سُننے گی یہ لبِ گل گیر سے
 پانی پانی ہوں تری تقریر سے
 گھٹ کے ہر ترکانِ بوٹھ کرتیر سے
 کاتبِ تقدیر کی تحریر سے

کھارہ تھا جن میں چکر آفتاب اس گلی میں ایسے بھی فوٹے ملے
 ہم جہاں ان کو ملے روتے ہوئے وہ جہاں ہم کو ملے ہنستے ملے
 جام جن کے رونقِ طاق حرم ہوشیار ایسے بھی متوالے ملے
 خانقاہِ شیخ پر پتھر ٹریں طاق پر رکھے ہوئے شیشے ملے
 وادیِ اُلفت میں ذکرِ خضر کیا رہ نما ایسے ہمیں کتنے ملے
 بت بھی نکلے طور کے ترشے ہوئے جو ملے آفت کے پرکالے ملے
 رہ گئے تھو پاؤں میں جو ٹوٹ کر آبلے میں مل کے وہ کانٹے ملے
 جس سے ملے ظاہر و باطن میں فرق اس زمانے میں کوئی کس سے ملے
 آئیناں کے واسطے اے برقِ طور بجلیوں سے بڑھ کر کچھ تینکے ملے
 مے رہے تھے اس گلی میں لکاکام خاک میں ایسے کئی دترے ملے
 کیسے کیسے قنہائے حشر خیز خواجہ یار میں سوتے ملے
 ہم و مائیں کیوں نہ دیں سحر کا کو رزق بے منت جو گھر بیٹھے ملے

شیخ پیچھے خضر رہ آگے ریاض

کہے جاتے رہ نما اچھے ملے

دیکھیں تو نہیں آتی ہر اب یا کسی کی آئی ہے تانے انہیں فریاد کسی کی
 رکھیں گے لگائے تجھ کو یزید نے ہر وقت اب مان بھی جائے دلنا شاد کسی کی
 آتی ہے تو لے آتی ہے یہ ساتھ کسی کو آ کے سنا ہے بہت یا کسی کی
 تو ہاتھ بھی روکے گا تو چل جائے گا شجر آئی ہوئی رکھی نہیں جلا کسی کی

کو کہنِ قیس ہوئے ہم ہوئے	ایسے بہتان کے ہوس میں ہے
کچھ جو تڑپنے کا اٹھانا ہو لطف	طاہرِ برق آگے تفس میں ہے
دستِ جنوں کا م نہ کچھ آسکا	اُبھٹے ہوئے تافنس میں ہے
بیٹھے ذرا غنِ عدو پر گس	رنگِ حنا پائے گس میں ہے
ہائے یہ دنیا ہے کیا ربِ مراب	کیا کوئی دنیا کی ہوس میں ہے
گھٹ گئے اے قیدِ نفس کس طرح	کچھ بھی نہ ہم ایک برس میں ہے
مان لی دس غیروں میں ظالم نے بات	ہے یہ بہت بات ہوس میں ہے
کانٹوں میں گل اور نشین میں ہم	بلبل و گل غائبِ رخس میں ہے
نکلے نشین سے نہ ہم رات دن	رہ کسے جن میں بھی نفس میں ہے
لطف یہ ہے جلوہٴ نظارہ سوز	اس نگہِ شوق کے بس میں ہے
ضو تری اے برقِ تجلادُ طور	روضہٴ انور کی کس میں ہے

تافلے میں ہم نہ اگر ہوں ریاض

ورد نہ فریادِ وجرس میں ہے

ہم اے دل بیچِ جُعبی آپ کی نگاہ ہے	مزا ہے آپ کے دل میں ہماری آہ ہے
یہ بوجھِ غمِ مرے سر سے حشر میں اُترا	مے فشتوں کے سرمیرے سب گناہ ہے
نئی طرح کی ہے عاشق سے اپنے فرائض	کہ دل میں رو بھی ہوا اور ضبطِ آہ ہے
خدا کرے نہ تائے کبھی سٹے نہ خلش	جسمی ہوئی مے دل میں تری نگاہ ہے
کچھ ان کو قدرِ مے ضبط کی ہوئے گزروں	نکل کے دل سے مے ان کے فل میں رہے
کبھی نہ جان کا لالچ کیا حسینوں سے	فقیر ہو کبھی ہم دل کے بادشاہ ہے

بعد تو بھبی رہے گا شغلِ جام کام چل جائے گا شہد و شیر سے
اگرے آنے کا حاصل تھا یہی دل گرفتہ تل لئے دلگیر سے

نیس سی رہ رہ کے اٹھتی ہو ریاض
پک گیا دل آہ بے تاثیر سے

یہ رنگ لائے تو سب کہہ ٹھیس گے ہاں کچھ ہے ابھی جوان پُرانوں میں آسماں کچھ ہے
نہ سنے آپ کہ آنکھوں کو نیند جائے گی تھے ہوؤں کی پرانی سی داستان کچھ ہے
مجھے بلا کے کہا اہل بزم سے سُنے اثر میں ڈوبی ہوئی آپ کی فغان کچھ ہے
رگیں گلوں کی میں تینکے جو مینوں طارِ نو نہیں ہوں کچھ نہ پاؤں آشتیاں کچھ ہے
اٹھا کے در سے ترے دیر میں سے کھو رہا مری نظر میں تنگ آستان کچھ ہے
گئے ہیں شمع سے سُنے وہ غیر کے مُنہ کی ضرور بزمِ عدد میں مرا بیاں کچھ ہے
یہ ہے وہم کہ دل مضطرب ہے گیسویں تم اپنی زلف میں دیکھو ذرا کہاں کچھ ہے
ہیں ملے تو کئے مثلِ خواب آنکھوں میں منے کی چیز اگر عمر جاوداں کچھ ہے
ذرا سی پھانسی جھجھکاری ہو لاکھ پریاں پر ضرور دل میں ہمارے غم نہاں کچھ ہے
مے گلے سو لگا دے ذرا ترے صدقے کشیدہ آج تری تیغ امتحاں کچھ ہے
کیسی تلخ کوئی شے پلائی و اعظا کو اثر سے ہر کوئی غصی ہوئی زبان کچھ ہے
ہماری آنکھوں میں آؤ تو ہم دکھائیں تمہیں ادا نہ ہاری جو تم بھی کہو کہ ہاں کچھ ہے

یہ کہہ کے کس نے گلے سے لگا لیا مجھ کو

ارے ریاض مرا مجھے سرگراں کچھ ہے

جب ہے عیاد کے بس میں رہے دام سے چھوٹے تو قفس میں ہے

منہدی مل کر مے گھر آئے ہیں بآئی ہے
 ہم چلے پھول لئے پھول اڑانے کے لئے
 سن کے نالے مے مزہ پھیر کے ہنسنا ان کا
 کیوں نہ ٹوٹے مری توبہ جو کہے تو ساقی
 میں کہوں شہر ہے یہ شہر فابوں و عسے
 میرے آغوش میں یونہی کبھی آ جا تو بھی
 لے گیا لوٹ کے کیا طور کی رونق کوئی
 نیچی ہوگی نہ تری آنکھ بپا شہر ہوں لاکھ
 یہ خفا جاکے انہیں آج لگا لائی ہے
 جب سنا و صوم سے گلشن میں بآئی ہے
 ہنس کے کہنا کوئی دیوانہ ہر سودا کی ہے
 بی بی لے پی لے اے گھنگھو گھنگھا چھائی ہے
 وہ کہیں لے کیسی مری رسوائی ہے
 جس ادا سے تری آنکھوں میں آئی ہے
 نہ وہ جلوے میں نہ اب کوئی تماشائی ہے
 نہ یہ شہر لے گی ظالم نہ یہ شہر مائی ہے

چھٹی ساقی کی ہے دیتا جو نہیں جام تریا ص
 توبہ کی ہے نہ کبھی ہم نے قسم کھائی ہے

عدم اب جو نہ ہستی جو عجب ہنگام برپا ہے
 عدو کی موت کا شاید پریشاں اب بچھا ہے
 مرا کیا ذکر میرے نقش پا بھی رہ نہیں سکتے
 مسئل میں ہر گھر جن کا یہ کہتی ہر ادا ان کی
 عدو کا تبر کا لائق اُمنہ میں جھوٹ کیوں لوں
 جب آتا ہی ہزار وحش اس کے ساتھ ہوتی ہیں
 اثر باقی ہر کچھ بھولے ہوئے غواب کا دل میں
 بڑی شورش بڑی ہل چل بڑی جمع بڑی بھڑپ
 وہ سُن کر مے نالے بھر دیتے ہیں کچھ مجھے
 اخبار ان کی گلی کا حشر بن کر آج اٹھا ہے
 نہ اب لعلو میش نہ ہر نہ اب آنکھوں میں ہے
 جہاں جا کر ہا مجنون صحر کوئی صحر ہے
 پلک کیوں شرم و اٹھ فقط آنکھوں کا خیر ہے
 مجھے بھی ایک دن کرخدا کو مٹ دیکھانا ہے
 جوانی کا زمانا بھی الہی کیا زانا ہے
 دُجھل جو نہ مطرب نہ ساقی ہے نہ مینا ہے
 قیامت کی قیامت ہر تلخے کا تماشا ہے
 لب بام آکے کوسا ہر تو خضہ آج اتر ہے

تجلیاں ترے دیدار کی یہ کہتی ہیں کسی کی آنکھ کی پتلی نہ اب سیاہ ہے
 کچھ ایسا روٹھ گیا پھر نہ من کھاہم سے تمام عمر ہم اس دل سے غدر خواہ ہے
 جناب شیخ نہ ٹکے کہ گت نہ بن جائے شراب خوار بہت گردِ خانقاہ ہے
 بتوں نے دیر سے جانے دیا نہ کہے کو مے لئے تو ہمیشہ یہ سنگ راہ ہے
 عجب نہیں کوئی موقع جو حشر میں مل جائے ہمارے دل میں جیھی حسرت نگاہ ہے
 بنی ہے مری کچھ یادئے فروشوں کو اُدھاروں کو تقاضا بھی گاہ گاہ ہے
 شراب خانے میں ہے رنگ میکشوں کا وہی نہ خانقاہ نہ وہ اہل خانقاہ ہے
 ریاضِ توبہ نہ ٹوٹے نہ میکدہ چھوٹے
 زباں کا پاس ہے وضع کا نباہ ہے

ہمارے دل سے بھی پوشیدہ رسم و راہ ہے وہ دوہری سے بھی لطف کی نگاہ ہے
 جو دیکھنا ہے مجھے اس کو رحم آتا ہے خدا کرے کی حالت یونہی تباہ ہے
 تمہاری موج تبستم جو گدگدائے ذرا نہ دل میں درد نہ ہونٹھوں پرآہ آہ ہے
 قریب میکدے میں پاؤں توڑ کئے بیٹھیں خرم شکستہ مرا بن کے خانقاہ ہے
 غش آئے طالب دیدار کو کہ طور جلے لگائے آگ ہمیشہ یہ جلوہ گاہ ہے
 وہ آ رہا ہے عصائیکنا ادھر نا صبح بہا دے اتنی کہ ساقی کہیں نہ تنہا ہے
 یہ میرے ساتھ تھے لازم حقار و کتے مجکو مے فرشتوں کے سر میرے سب گناہ ہے
 ملے ملے نہ ملے دل مجھے نہیں پروا مری نظر سے لڑی آپ کی نگاہ ہے
 گراں نہ حشر میں گزری نہ مجکو دنیا میں بڑے مڑے کمرے کمرے گناہ ہے
 ریاضِ شوقِ معاصی یہ مجھے کہتا ہے سفید ریش مبارک ابھی سیاہ ہے

نیا فتنہ ضرور اٹھتا ہو کوئی جب وہاں جائے
 ہمیشہ ان کی محفل کا یہی دستور رہتا ہے
 مرا دل ناز و پودہ تھا کیسا کیا ہوا اس کو
 بہت غمگین بہت محزون بہت بے خوش رہتا ہے
 یہ آئینہ سکھاتا ہے اسے کیا آکے خود بینی
 وہ کافر کو نبی اپنے حسن پر مغرور رہتا ہے
 نہ اس کافر کے گیسویں نہ مجھ کیس کو پہلو ہیں
 خدا جانے کہاں میرا دل ہجو رہتا ہے
 سنی ہے بے ستوں پر بار بار آواز تیشے کی
 یہاں کوئی نہ کوئی کام پر مزدور رہتا ہے
 زمانے میں بہت اللہ کے بند ہوئے ہیں ایسے بھی
 کہ جن کے پاؤں پر تاج رفیع و رفیع رہتا ہے

ریاض احباب گورکھ پور اکثر یاد کرتے ہیں

زباں پر میری اکثر ذکر گورکھ پور رہتا ہے

لباس نو میں فانوس شمع طور رہتا ہے
 تہہ دامن برق ان کا رخ پر نور رہتا ہے
 لحد پر شمع کی بڑھ کر جود و شمع کا جو بن
 وہ بن کر حور تویر بن کے لطف حور رہتا ہے
 ان کی بجلی کا ہوشیا دیا تیری نگاہوں میں
 کہ ہر مرغ چین پر داز سے مجبور رہتا ہے
 خمار آلودہ آنکھوں ہزاروں میکدہ صحت
 وہ کافر ہے بے بھی رات دن مجبور رہتا ہے
 کشیدہ بھی ہونا دل تو بھی رہتی ہے جگہ دل میں
 کہ نرم اچھا بھی ہو جاتا ہے تو ناسور رہتا ہے
 شبِ فرقت و دھڑکا کھوٹا ہے روزِ محشر کا
 سپیدہ صبح کا گھر کمر کا فور رہتا ہے
 حسینوں کے خانا آلودہ اللہ اس سے کہیں اچھے
 سپاس لطف بن جاتا ہو شکوہ بے نیازی کا
 ترے صدقہ تری مانتوں سے اتنی ہی ہوا ساقی
 کہ اب تو بے پے منہ پر ہائے نور رہتا ہے
 ادب سے وعظ کی صحبت میں وہ شرم نہیں پیتے
 ہمارے جام میں افشودہ انگور رہتا ہے
 ہزاروں مست و کچھو کچھو کچھو کچھو
 کوئی ان کی طرح نشے میں اتنا پور رہتا ہے

بنے گا بڑھ کے طوفانِ ابتداء عشق کا دغا گزر جائے گا سر سے بھی ابھی پایا بڑیا ہے

ہمارے دشتِ وحشت میں جو قیں آتا ہے آنے دو

ریاض اس سے بہت اچھی نبھے گی ساتھ اچھا ہے

اسے حل طور کا جلنا تو عالمِ آشکارا ہے کسی نے دل جلو کا دوری جلنا بھی کیا ہے

انگلیں گے ہاتھ اپنے ان کی ضد کا کیا ٹھکانا؟ وہ کہتے ہیں جسے شیخ کچھ غنِ تمنا ہے

اگر کر کوئی بنتا ہو کوئی بن کر بگڑتا ہے یہی دنیا کا نقشہ ہے اسی کا نام دنیا ہے

نظر ان کی نہیں ٹہنی تھی مجھے ہر لہو ٹاکیوں ل پر مراد لہو کوئی آئینہ یہ کیا تماشا ہے

مے در و جگر سو کیوں ٹھہری گدگدی ل میں مے سب تیرے تسمِ ہر زبان پر میری شکوا ہے

کوئی میری لہو پر آئے دو آنسو بہا جاتا ذرا یہ لہا ہا اٹھتا بہت افسردہ سزا ہے

اسے کیوں نکالوں کیا کروں دل کو کہاں بھینکوں مے پہلو میں کشت سو کا نسا سا کھٹکتا ہے

عدو آئے گا یا خود آئیں گے وہ میری تربت پر زبانِ مدبر پر یہ پیامِ شوق کس کا ہے

مے پہلو میں دل تھا بہہ گیا وہ بھی لہو ہو کر نہ کوئی آرزو اب نہ کوئی اب تمنا ہے

رے ہوں یا بھلے اچھے ہیں سب سے میکدہ آئے ان کو فکرِ قبیلے ہر زبان کو فکرِ دنیا ہے

شبِ ہجران ہی ہو وصل کی شبِ بگیشِ شکر تری فرقت میں ہم نے کس کو کاغذ کیا ہے

بنائی رفتہ رفتہ میں نے بھی صورتِ فرشتے کی

ریاض آخر مجھے بھی تو خدا کو منہ دکھانا ہے

تری دیوار کے سایے کو بھی وہ دور رہتا ہے ترا دیوانہ اب تو زیرِ نخلِ طوڑ رہتا ہے

برابر جلوہ پہیم سے ہر سو نور رہتا ہے ہمارے دم سے روشن اچھے طرحِ طوڑ رہتا ہے

نہیں ملتا ہو کوئی بھی شریکِ روزِ تنہائی یہ آفتِ ہوا سا یہ بھی مجھے دور رہتا ہے

دل کے جانے کا قلق ہم کو نہیں ہم اُٹھالائے تھے گویا راہ سے
 بہت پرستی ہو چکی آغاز میں عمرِ آخر میں ہے کام اللہ سے
 بل جو لینا ہوں تو اے زلفِ دراز لے ہماری قسمت کو تاہ سے
 ہو مبارک تنگوائے جوشِ رشک گھٹل ہے میں ہم غمِ جانکاہ سے
 شوق سے دیوانے جائیں سجد کو کانٹے ہم نے چن لیے ہیں راہ سے
 بیٹھے ہیں خاموش زیرِ بامِ یار عرشِ ہل جاتا جو جن کی آہ سے
 واہ لے دستارِ شمع بے ریا بڑھ گیا طرۂ دُور و باہ سے
 کون چومے سنگِ سوداے بتو باز آئے عزمِ بیتِ اللہ سے
 میرے دادی تک نہ آئی برقِ طور فاصلہ تھا اس کی جولا نگاہ سے
 جنت ان کا گھر دیکھ کر میں سبیل شیخ واقف ہوں گے اس کی تھاہ سے
 رہتی ہے لوگوں کے جیموں پر نگاہ کام اب چلتا نہیں تنخواہ سے
 نائبِ سرکار ہیں کیا کہوں بس خدا سمجھے جید اللہ سے
 دامنِ سرکار کے ہوتے ہوئے شکوہ کیا ہے قسمت کو تاہ سے
 ہوگی جب عیشِ فراواں میں کمی لیں گے بزمِ سحرِ جمِ جاہ سے
 نام کا خود ان کو آجائے گا پاس کام لیں گے ہم صیب اللہ سے

راتِ آخر وقتِ نازک ہو یا ض

لو لگی ہے شمع کی اللہ سے

جانے والے ہم اُس کو چھین آؤ والے اچھے آئے ہیں دیوانہ بنانے والے

قیامت تک قلم پھول پھلے ساقی کے ہاتھوں کی ہماری قبر پر آبِ سایہ انکور رہتا ہے

فرشتے مَس پرہوں سے کرتے ہیں شاید یا ضل کی

کہ اب ریشِ مبارک پر بہت ہی نور رہتا ہے

ہے پری خانہ کوئی شیشہ در ٹوٹ نہ جائے سر نہ ٹکراؤں میں شعلے میں کہ سر ٹوٹ نہ جائے

ابر کُہسار کے آگے نہ ہنسی ہو تیری تار شکوں کا کہیں دیدہ تر ٹوٹ نہ جائے

دیکھنا ہم کو چڑھالائی کہاں بن کے کند آس اک چنیز دنیا میں اگر ٹوٹ نہ جائے

یہ لچکنا دم رفتار نہ جو بن لٹو اے شمع گل سے کہیں غش رنگ نہ ٹوٹ نہ جائے

مجھے یہاں جو ہوا ہے وہ بہت نازک ہے دیکھنا عہد وفا غیر کے گھر ٹوٹ نہ جائے

ہاتھ میں دل کو مے لے کے ذرا دیکھیں تو خوب آبلہ دل بھی اگر ٹوٹ نہ جائے

تنگہ شوق سے کیوں لڑتی ہیں اس کی لڑیاں کہیں نازک سی یہ زنجیر کمر ٹوٹ نہ جائے

قص کہ نہ ترپنے سے نہ ٹوٹے گا کبھی ناتواں مرغِ قفس ہو کوئی پر ٹوٹ نہ جائے

آگے ہتھتے ہی نہیں اپنی جگہ کو لے چرخ شبِ غم میں کہیں امید سحر ٹوٹ نہ جائے

گرنے جانے کو آنکھوں کو مراقطہ اشک آتے آتے سرد امن یہ گھر ٹوٹ نہ جائے

اتنے بل کھاتے ہیں دیوِ صبا وقتِ خرام مجھے ڈہرو کہیں نازک سی کمر ٹوٹ نہ جائے

بے پھل پھول چھکے پڑتے ہیں غلِ زمین جو آگاہ ہے سر تربت وہ شجر ٹوٹ نہ جائے

مے سُرُخ ابرِ سیہ سبزہ کُہسارِ ریاض

یہ کوئی چیز نہیں تو بہ اگر ٹوٹ نہ جائے

کیوں ہٹائیں ہم یہ پتھر راہ سے بت ہمیں طوائس گے اللہ سے

جو خطا ہو بندہ درگاہ سے بخشنا مالے بتوا اللہ سے

جینج اٹھیں گے بت دیر مے نالوں سے منہ مرا دکھیں گے نا توں بکھانے والے
بیٹھ جائے نہ لحد دل سے سونا زکے ترے صدقے لے دھو جان چٹھانے والے

خضر والیاس سے بھی عروسا پائیں ریاض
ایک باقی ہیں یہی اگلے زمانے والے

نہیں دبتے فقیر شاہوں سے ٹیڑھے رہتے ہیں کج کلاموں سے
ہونچکی انتہا تو کی تو بہ بھر گیا جی مرا گنٹا ہوں سے
کہہ دیا تھا نہ آئیں محشر میں اب دیکھیں گے دادخواہوں سے
کسے فرصت کہ طور پر جائے ان سینوں کی جلوہ گاہوں سے
کھل چکے آج نامہ اعمال حشر تیرہ ہو رو سیاہوں سے
کوچہ زلف میں نہ جائے دل بچ کے چلتے ہیں ٹیڑھی اہوں سے
آتی جاتی تہ میں میکدے میں کئی بوتلیں شب کو خافقاہوں سے
دل بیمار کا سنبھلتا کیا دیکھ لو پیار کی نگاہوں سے
تیغ کی وہ زباں پکڑتے ہیں حشر میں اُبھدیں گواہوں سے
بیٹھے ہیں میکدے میں سبیں غم جتنے آئے ہیں غافقاہوں سے

روتے ہیں لے ریاض ہم پہروں
پہلے ڈرتے نہ تھے گناہوں سے

پیوستہ لب ملے ہوئے رخسار دیکھئے آپ آئینے میں عکس کا بھی پیار دیکھئے
جوش جنوں میں سخت جگر کچھ پڑنے ہیں گوندھے ہوئے ہمارے ذرا بار دیکھئے
نازک بھی ہے بہت تہی تصویر شوخ بھی سو بار بدلے رنگ جو سو بار دیکھئے

تو سلامت ہے دل میں اُتر آنے والے ترے صدقے مری آنکھوں میں تانے والے
ایک ہم لاکھ حسینوں سے عوض لینے کو ایک دل لاکھ حسین دل کے ستانے والے
جب بٹے خضر ملے ہم سی ہسی وضع کے ساتھ ہائے کیا لوگ ہیں یہ اگلے زمانے والے
تیر مڑ گاں میں چھوڑ کر بک جگر و دل دیکھے تیر ی ناوک تو ہیں بے پر کی اُڑانے والے
بن گیا میرے کو حشر کا دن وصل کی رات بل گئے آج مجھے میرے ستانے والے
نگو نازا و صربے نگہ شوق ا و صر ہم تو بجلی کو ہین بجلی سے لڑانے والے
باندھ دے گی یہ جنا ہاتھ جو رحم آئے گا کیا بچھائیں گے لگی آگ بجھانے والے
بار عصیاں سے مری ساتھ پیسے او بھی چار دے گئے ہائے جنازے کے اٹھانے والے
ساتھ صحت کے وہ سب حرف حکایات کئے سننے والے ہیں نہ افسانہ سنانے والے

کم سنی پترس آیا نہ شب وصل ریا ض

اُف سے بے درد حسینوں کے ستانے والے

گر گئے آنکھ سے کیوں طور کے آنے والے سامنے آئیں تو بجلی کے گرانے والے
سینہ تانے ہوئے او سامنے آنے والے نہ لگالیں کہیں سینے سے لگانے والے
آپ ہیں آپ کا عکس آئینہ خانے والے آج ہم سب کو گلے سے میں لگانے والے
اپنے دامن کا بھی رہتا نہیں کچھ بکریاں اسے پانی کی طرح خون بہانے والے
آہیں تڑپائیں گی بلبل کی تجھے کیا امتیاد اس کے نالے تو میری بچوں کو بہانے والے
یہیں وصال ترا اور نہ پردہ نہ حجاب کیسے میں دخترِ رزیرے گھرانے والے
ہنس کے کہنے لگے دیکھے جو مے گرم رشک آگ پانی میں لگاتے ہیں لگانے والے
پھول ہی میری نہ اٹھیں گے جنازہ کیا کہہ دیتے بھی رہیں حشر اٹھانے والے

کچھ دیکھ لیں موجود کی بھی پیوستہ روانی مے لطف ذرا کشتی محراب لبِ موج بھی
 صدقے تے کچھ کم نہیں تجھے تری تصویر تیری ہی اسی باتیں بھی ہیں تیری ہی فوج بھی
 دریا بھی بہا دوں تو بھری رہتی ہر خم میں اے شیخ محالات سے ہے خم کا خلو بھی

بے وجہ زمانے کو نہیں تجھے عقیدت

باوضعِ بزرگوں میں ریاضِ ایکسہ تو بھی

یہ کیا دخت رزتک رسائی ہوئی ہے جواب ریش ز اہد حنائی ہوئی ہے
 وہ کیا ہم سے اسی برائی ہوئی ہے کہ دشمن ہماری خدائی ہوئی ہے
 دباے ہیں دل کو وہ مٹھی میں اپنی کفِ ناز ان کی حنائی ہوئی ہے
 صبا آتش گل ہو یا داغِ بلبیل یہ سب آگ انھیں کی لگائی ہوئی ہے
 اُمنڈ آئے ہیں آج قبلے سوا دل یہ کیا خم کدے پر پڑھائی ہوئی ہے
 کوئی بڑھ کے اب منہ کو چومے نہ چومے ہنسی ہو ٹھہر ان کے آئی ہوئی ہے
 جو سختی نہ ہو کم ہے خلقِ خدا پر نئی اب بتوں کی خدائی ہوئی ہے
 اب اس کو غرض میری پہلو سے کیا حسینوں میں دل کی رسائی ہوئی ہے

نہیں رخ پر اب لیشِ اقدس کا جلوہ

ریاضِ ان سے شاید صفائی ہوئی ہے

بھلائی بھی اس کی بُرائی ہوئی ہے یہ قسمت مری آزمائی ہوئی ہے
 وہ بے بس ہو کر تو صفائی ہوئی ہے مزے آئے ہیں جب لڑائی ہوئی ہے
 وہ کیوں اپنے ہاتھوں سے جھکو پلاتے ذریعہ مری پارسائی ہوئی ہے
 نہ کھولوں گا آنکھیں دُعا سے ہیں دمِ نزع اک حور آئی ہوئی ہے

مشر کی سیر چھوڑے چلے جناب شمع کوثر کے گرد جمع ہیں میخوار دیکھئے
 جی چاہتا ہے جا کے لب بام میکدہ ابر بہار سبزہ کہنار دیکھئے
 کیا جانے کیا دکھائے اثر گردیہ جنوں کیا رنگ لائے دیدہ و بنار دیکھئے
 زنداں عجب جگہ ہو جو دو چار ہم ہی ہوں آکر خزاں میں رونق گلزار دیکھئے
 کہتا تھا گلِ رنوں سے ریا ضلِ مشکِ محال
 مجھ کو نہ دیکھئے مرے اشعار دیکھئے

ہوتا نہیں گلے سے جدا ہار دیکھئے آپ اپنے ہار کا تو ذرا پیار دیکھئے
 جھوٹے کئے تھے عہدِ ہیئٰن کو واسطے ہنسِ ہنس کے آج حشر میں انکار دیکھئے
 پلکیں گسستہ تارِ نظر ہیں دم فنا آکر ہجومِ حسرت دیدار دیکھئے
 پائے جنوں نے وقت سو پہلے دیا جواب اب گھر میں بیٹھ کر رو دیوار دیکھئے
 ہم مست لے کے بارگاہِ حشر میں چلے کام آئے کب یہ لغزشِ رفتار دیکھئے
 ہے حسرتی کارِ رنگِ طبیعت بھرا ہوا ناول ہے خوب کیف و کردار دیکھئے
 ہٹ جاؤ کوئی تو بھی جی رہتی ہے نگاہ جب سوئے بام و روزن دیوار دیکھئے
 کیوں معتبرِ ریا ضل کو سمجھیں نہ میفروش
 ریش دراز و جہتہ دوستار دیکھئے

مشر میں دھرا جائے نہ قاتل کہیں تو بھی پیوستہ ہم آئین میں خنجر بھی گلو بھی
 رکھتی ہے ہیں مست مئے ناب کی بھی افلاس میں دیتی ہے نذر و سبو بھی
 بیڑتی ہیں وہیں دیکھنے والوں کی نگاہیں اچھا نہیں کے ہوئے اسن کار فو بھی
 مشہور بہت ہوتے گیسو کی درازی نکلی نہ کم اس کو شبِ ہجران سرِ مو بھی

بے شبِ جہل یہ انداز نکلتے ہی نہیں زلف ہوئی تہ ہے پریشان بڑی مشکل سے
دھار تلوار کی تھی جاوہُ باریک نہ تھا طے ہوا حشر کا میدان بڑی مشکل سے
بہتے ہیں ایسے ہی انسان فرشتے بن کر آدمی بنتے ہیں انسان بڑی مشکل سے
دلِ سہل میں کچھ اس طرح ہوئے تھے پیوست ٹوٹ کر نکلے ہیں پیکان بڑی مشکل سے

یہی انداز یہی وضع جو رکھو گے ریاض

لوگ سمجھیں گے مسلمان بڑی مشکل سے

لائی ہے یہ اڑا کے شکن زلفِ باریکی تیوری چڑھی ہوئی ہے شبِ انتظار کی
سیریں کریں گے آکے دلِ وا خدا کی لوئیں گے وہ بہار اسی لالہ زار کی
اے ہنشینِ وصال سے بڑھ کر یہ ہجر ہے لذت نہ مجھے پوچھ مرے انتظار کی
زنجیریں شور کرتی ہیں زنداں کی خود بخود دھومیں مچی ہیں آمدِ فصلِ بہار کی
لذت بھی اس کی خاص ہونٹ تھی دیر پا چوری کی ہو کہ مفت کی ہوا اُدھار کی
توبہ کی طرح ٹوٹتے ہیں سرِ مہرِ خم کیا قہر ہے نگاہِ سی مے گسار کی
کس کس طرح بلائے گئے میکدوسی میں آج پہنچے بنا کے شکل جو ہم روزِ دہار کی
عصیاں کا بوجھ گھٹ کر بارِ شرم سے محشر میں دھوم ہو نگہِ شرم سار کی
پھولوں کا زیور آج کھلا ان پلاس قدر تصویر بن گئے وہ عروسِ بہار کی
خم کیا ہو گھر بھی کوئی جو بھرے شراب سے نیت کبھی بھرے گی نہ مجھ باوہِ خوار کی
سینے سے تم نکال لو تربتِ یت نہ جانے مٹی نہ ہو خراب دل بے قرار کی
آپ آئے لے لے غیر کو کس کے مزار پر یہ مجھ کے شمع رہ گئی کس کے مزار کی
ان کے ستم تو شکر کے قابل میں اور ریاض مجھ کو شکایتیں ہیں غم روزگار کی

پریشانیوں اب ہوں دل کو مبارک کہ زلف رسا تک رسائی ہوئی ہے
 ٹپکتا ہے کعبے میں سجدوں سے میری کبھی دیر میں جھبہ سائی ہوئی ہے
 بچائے خدا تیری تیغ ادا سے ارے زہر کی بیجھائی ہوئی ہے
 لگی آگ تلوں سے کیوں منہدی کو خدا جانے کس کی لگائی ہوئی ہے
 مرے تیرے گھر میں یہ کیوں آکے رہتی شبِ غمِ فلک کی ستائی ہوئی ہے

ریاض اس کو لے کر کہیں تم نہ جانا

یہ قسمت مری آزمائی ہوئی ہے

جان بکھلے گی مری جان بڑی مشکل سے ہوگی مشکل مری آسان بڑی مشکل سے
 وہ مے گھر ہے مہمان بڑی مشکل سے رات بکھلے مے ارمان بڑی مشکل سے
 آنکھیں تاولوں سے ملیں گے قدم آنکھوں سے راہ پر آئے نگہبان بڑی مشکل سے
 بکھا بہت ان کو گلوری کا اٹھانا مشکل دستِ نازک سے دیابان بڑی مشکل سے
 بڑھ کے درباں نے لیا آج بھی امن میرا کل چھڑا یا تھا اگر دیابان بڑی مشکل سے
 صحبت بد سے بچانے کا بتایا سب حال آج مانے مرے احسان بڑی مشکل سے
 ظلم کو لطف سے تعبیر کریں گے دمِ حشر جو رہی ہوں گے پشیمان بڑی مشکل سے
 کوئی کا فر ہو جو کل جئے سودیر بتاں کہ بچا آج ہی ایسا بڑی مشکل سے
 نہ رہے میں نے کیلجے میں جو رکھنا چاہا دل میں ٹھہر کر تری پیکان بڑی مشکل سے
 دور ابھی منزلِ مقصود پر کالے کوسوں کچھ ہوئے قطعِ بیابان بڑی مشکل سے
 مان لیتے ہیں وہ مشکل سے بھی مشکل کوئی بات کبھی آساں سے بھی آسان بڑی مشکل سے
 نے بہت رک کے مے علی سے تری دمِ نزع ابھی مشکل ہوئی آسان بڑی مشکل سے

میں بھی تھا، غیر بھی تھا رات کو جب اٹھ بیٹھی
 جن کو تنکے کا سہارا بھی نہ تھا طواف میں
 وصال میرا جان نکلتی تھی ہر امان کے ساتھ
 جان زلفوں کو بچانی جگر و دل سے کر
 شجہ جی گر گئے تھے حوض میں مینانے کے
 غیر ہیں قبر میں اوچرین سے سونے والے
 دونوں سے آپ کے دران کر اے نکلے
 دھارے میں پڑ کے وہ دریا و گنا سے نکلے
 رات کس لطف سے امان ہمارے نکلے
 ان بلاؤں کے کئی آج اُتارے نکلے
 ڈوب کر حیشہ کوثر کے کنارے نکلے
 ہم بھی فرقت میں تری گور کنارے نکلے

بن گئی بگڑی ہوئی بات دم نزع لیا ص
 ہم گنہگار بھی اللہ کے پیارے نکلے

بے کیف مے کو بادۂ احمر بنائیں گے
 آخر کہیں بنائیں زمیں پر بنائیں گے
 آمد بہت بُری ہو تھا اے شباب کی
 لینے کو جان موج تبسم سے لیں گے کام
 زلفیں بہت ہوئی ہیں پریشاں شربِ خیال
 ابرو کی طرح گوشہ ابرو سے لیں گے کام
 آرام ہو گا دشت کا دیکھیں گے گھرِ مخاب
 ٹکڑے کوئی تاروں بھرے آسمان کا
 خنجر ہو بہرِ ذبح نہ محتاج ہا سقہ کا
 دن رات کی بلاؤں سے گھبرا گیا ہوجی
 پیدا کریں گے آپ کے پریاں میں در و دل
 بگڑی ہوئی ساقی کو تر بنائیں گے
 ٹوٹے گا آسمان جہاں گھر بنائیں گے
 یں تہیں ضرور ستار بنائیں گے
 خوش ہیں ہلالِ عید کو خنجر بنائیں گے
 کب تک بنائیں گے اُنھیں کیوں بنائیں گے
 جب چاہیں گے وہ تیغ کو خنجر بنائیں گے
 کانٹوں کا اپنے واسطے بستر بنائیں گے
 جس کو مرے مزار کی چادر بنائیں گے
 چینِ جہیں کو اپنے وہ خنجر بنائیں گے
 ہم کو چہ رقیب میں اب گھر بنائیں گے
 سینے میں رکھ کے ہم دل مضطرب بنائیں گے

فرایمیں شباب میں جس حسنِ یاری کی محرم بنے نقاب عروسِ بہار کی
 دن ہجر کا نہ رات رہی وصلِ یاری کی کیا انتہا ہے گردشِ ریل و نہار کی
 یہ شوخیانِ نہیں میں تری اے نگاہِ شونخ یہ بیقراریاں ہیں دلِ بے قرار کی
 بے بال و پر بھی لے کے قفسِ گج اُڑ گئے کس نے اُڑائی آمدِ فصلِ بہار کی
 وہ جائیں گے جو غیر کے گھر بعدِ فاطمہ جائے گی ساتھ شمعِ ہمارے مزار کی
 کچھ حدِ لطفِ وصل کی ظالمِ شبِصال کلیاں بھی کھل گئیں تری بچوں کی ہار کی
 ہو دام بھی گرہ میں تو دیتا نہیں کبھی عادتِ بُری پڑی مجھے ساقی اُدھار کی
 میناے سبز اور یہ جامِ زمردیں کون ان کے ہوتے سیرِ سبزہ زار کی
 میٹھوں جو تھک کے دستِ جنوں چھیرتا ہے ایک ابلہ ہوا و خلشِ نوکِ خار کی
 پانی شراب ہو گئی مینا میں خود بخود توبہ ہوئی قبول کسی بادِ خوار کی

ڈاڑھی کے ساتھ ہے مراقبہ کُشتا ہوا

اب ہے کمی ریاضِ تو اک نشتِ خار کی

داغِ سوزاں سوسے چند شرابے نکلے چاند نکلا شبِ فرقت نہ سارے نکلے
 غیر کی جان کو رونے گئے تھے غیر کے گھر بال کھولے تو گئے بالِ سنوارے نکلے
 نہ ہوئی صبحِ قیامت نہ ابھی صورتِ پھنکا قبر سے پہلے ہی ہم شوق کے مارے نکلے
 میکہ بھی ہے مقاماتِ ادب سوساں جو ادھر نکلے وہ دستار اُتارے نکلے
 واہِ حشر طرفدار ہمارا ہو تو ہو اہلِ محشر تو طرفدارِ تمہارے نکلے
 جو کھینچے تیر و سناں آپ کی تصویر کے مٹا آپ کی آنکھ کے پوشیدہ اشائے نکلے
 بانس پر میکہ یوں تیکو چڑھایا اے شینچ پھر بھی اونچے تری مسجد کے منارے نکلے

دیکھیں گے بہرِ فاختہ آتا ہے وز کون گھر غریب کی لحد کے برابر بنائیں گے

قباویں اب نہیں سر سودا زدہ ریاض

دیوار جو ملے گی اُسے در بنائیں گے

زلفِ ورازا پنی وہ کیوں کر بنائیں گے اُلجھی شبِ صال تو دن بھر بنائیں گے

ٹھہر کر دماغِ ان کی دلِ مضطرب کہیں ہم کشتیِ مراد کا سنگِ بنائیں گے

رہنے کو میکہ کیس جو دیں گے مجھے جگہ جنت میں اپنے واسطے وہ گھر بنائیں گے

لطفِ شبِ صال مجھ آشفستہ دل کو کیا پہروں وہ اپنی زلفِ معنہ بنائیں گے

کم کم سنوں گا میں تو کہیں گے مرے نصیب ہر بات کو وہ قندِ مکر بنائیں گے

تیری گلی میں ہو کے زلزلے کا اب کوئی مظلوم بن کے تجلو ستم گر بنائیں گے

بُت بن کے رہ نہ جاؤ میرے مسجد میں تو سہی واعظ کو آج ہم سرِ منبر بنائیں گے

ان کی گلی کو چھوڑ کے صحرا کو جا چکا اب کیا مجھے وہ قیس کا ہم سر بنائیں گے

لائیں گے اس گلی کی اڑا کر جو لے خاک ایسی ہی تویر ہیں کہ مرا گھر بنائیں گے

اب داغ بن کے ٹہر ہے ان کے نام کا اپنے نگینے کا نقش وہ دل پر بنائیں گے

مے کی شبِ فراق کفنِ صبحِ عید کا ہم غمزہ وہ ہلال کو خنجر بنائیں گے

پھوڑیں گے جا کے سرورِ ساجو پرائی ریاض

بگڑا ہوا ہم آج مقتدر بنائیں گے

ہماری بات خدا جلوہ گاہ میں رکھے کہ کوہِ طور کے پتھر میں راہ میں رکھے

ملا ہے سب کے دکھانے کو چاند سا چہرہ چھپا کے کیوں کوئی زلفِ سیاہ میں رکھے

یہی تو ایک ذریعہ ہے رحم کا اس کے مرادنا مجھے حالِ تباہ میں رکھے

شافین میں بارِ گل سے زمیں پر بھیجی ہوئی
ہم آشیاں بہار میں کیوں کر بنائیں گے
نچھ کو ڈوبیں گے جو ذرا اور بڑھ گئے
یہ طفل اشکِ خاک مرا گھر بنائیں گے
دامن میں اپنے اور نمایاں کریں گے داغ
رسوائیوں کا میری جو محضر بنائیں گے
رکھے میں نحتِ دل بھی گلوں سے ملے ملے
دیوانے ان کے پھولوں کا زیور بنائیں گے
کیا فائدہ گلے سے جو قسمت بگڑ گئی
ایسے نہیں ہیں وہ کہ مکر رہنمائیں گے

آئیں تو سوئے خلد ذرا پارسا ریا ض

حضرت کو آج ہم لب کوثر بنائیں گے

ترت ہماری متصل در بنائیں گے
وہ ذرے ذرے کو دل مضطرب بنائیں گے
دیوانگانِ عشق سے رہتا ہوں ووردو
پاجائیں گے تو سب مجھے رہبر بنائیں گے
ہے ہر شکن میں ایک دلِ فتنہ آفریں
دامن کو کیا وہ دامنِ محشر بنائیں گے
مے رنگ گل کی طرح اڑے گی بہا میں
غنجے کو شیشہ پھول کو ساغر بنائیں گے
غوبین میں میر و دیدہ و دل میں ملیں گے کیا
وہ آرسی کو آئینہ کو گھر بنائیں گے
جھبھتی ہوئی مرزہ کا بہت کھل کھا ہے
میرے لئے وہ کیا اسے نشتر بنائیں گے
غیروں کے ساتھ اور بڑھائیں گے تختیاں
ہم ان بتوں کو اور بھی پتھر بنائیں گے
آئینے کے واسطے انھیں ہم پر بنائیں گے
آئینے کے واسطے انھیں ہم پر بنائیں گے
بخت سیاہ غیر کوئی زلف تو نہیں
بگڑا ہوا نصیب وہ کیوں کر بنائیں گے
پیدا کریں گے اپنے لئے اور آسماں
تیری گلی میں زیرِ زمیں گھر بنائیں گے
سیری لحد پر آئے ہیں منہدی لگا کے آج
وہ نقشِ پا کو فتنہ محشر بنائیں گے
نسخہ ریاضِ ساقی کو ثر سے بل گیا
گھر میٹھے ہم تو اب منے کوثر بنائیں گے

دیکھیں گے بہرِ فاختہ آتا ہے روزِ کون گھرِ غیر کی لحد کے برابر بنائیں گے

قابو میں اب نہیں سرِ سودا زودہ ریاض

دیوار جو ملے گی اُسے در بنائیں گے

زلفِ ورازا اپنی وہ کیوں کر بنائیں گے اُلجھی شبِصال تو دن بھر بنائیں گے

ٹھہر کر دماغِ اسان کی دلِ مضطرب کہیں ہم کشتیِ مراد کا لنگر بنائیں گے

رہنے کو میکدہ میں جو دیں گے مجھے جگہ جنت میں اپنے واسطے وہ گھر بنائیں گے

لطفِ شبِصال مجھے آشفستہ دل کو کیا پہروں وہ اپنی زلفِ معنبر بنائیں گے

کم کم سنوں گا میں تو کہیں گے مرنے نصیب ہر بات کو وہ قندِ مکر بنائیں گے

تیری گلی میں ہو کے زنجلے کا اب کوئی منظلوم بن کے تجلو ستم کر بنائیں گے

بُست بن کے لہ نہ جاؤ یہ مسجد میں تو سہی داعظ کو آج ہم سرِ منبر بنائیں گے

ان کی گلی کو چھوڑ کے صحرا کو جا چکا اب کیا مجھے وہ قیس کا ہم سر بنائیں گے

لائیں گے اس گلی کی اڑا کر جو لے خاک ایسی ہی تو یہ ہیں کہ مرا گھر بنائیں گے

اب ان بن کے ٹہرے ان کے نام کا اپنے نگین کا نقش وہ دل پر بنائیں گے

وے گی شبِ فراق کفنِ صبحِ عید کا ہم غمزہ ہلال کو خنجر بنائیں گے

پھوڑیں گے جا کے سرورِ سحرِ پرائی ریاض

بگڑا ہوا ہم آج مقتدر بنائیں گے

ہماری بات خدا جلّوہ گاہ میں رکھے کہ کوہِ طور کے پتھر میں راہ میں رکھے

ملا ہے سب کے دکھانے کو چاند سا چہرہ چھپا کے کیوں کوئی زلفِ سیاہ میں رکھے

یہی تو ایک ذریعہ ہے رحم کا اس کے مرادنا مجھے حالِ تباہ میں رکھے

شافیں میں بارگاہ سے زمیں پر پہنچی ہوئی
 ہم آشیاں بہار میں کیوں کر بنائیں گے
 مجھ کو ڈوبوئیں گے جو ذرا اور بڑھ گئے
 یہ طفل اشک خاک مرا گھر بنائیں گے
 دامن میں اپنے اور نمایاں کریں گے داغ
 رسوائیوں کا میری جو محضر بنائیں گے
 رکھے میں لخت دل بھی گلوں سے لے چلے
 دیوانے ان کے پھولوں کا زیو بنائیں گے
 کیا فائدہ گلے سے جو قسمت بگڑ گئی
 ایسے نہیں ہیں وہ کہ مکر رہنمائیں گے

آئیں تو سوئے غلہ ذرا پار سا ریاض

حضرت کو آج ہم لب کوثر بنائیں گے

تربت ہماری متصل در بنائیں گے
 وہ دترے دترے کو دل مضطرب بنائیں گے
 دیوانگان عشق سے رہتا ہوں دور دو
 پا جائیں گے تو سب مجھے رہبر بنائیں گے
 ہے ہر شکن میں ایک دل فتنہ آفریں
 دامن کو کیا وہ دامن محشر بنائیں گے
 مے رنگ گل کی طرح اڑے گی بہا میں
 غنچے کو شیشہ پھول کو ساغر بنائیں گے
 خود میں میری دیدہ و دل میں نہیں گے کیا
 چہ جھمتی ہوئی مرزا کا بہت کچھ لکھا ہے
 وہ آرسی کو آئینہ کو گھر بنائیں گے
 جہمتی ہوئی مرزا کا بہت کچھ لکھا ہے
 غیروں کے ساتھ اور بڑھائیں گے سختیاں
 ہم ان بتوں کو اور بھی پتھر بنائیں گے
 اسچل اڑے ہوا برق بولے وہ ناز سے
 اڑنے کے واسطے انھیں ہم پر بنائیں گے
 بخت سیاہ غیر کوئی زلف تو نہیں
 بگڑا ہوا نصیب وہ کیوں کر بنائیں گے
 پید ا کریں گے اپنے لئے اور آسماں
 تیری گلی میں زیر زمیں گھر بنائیں گے
 میری لحد پر آئے ہیں منہدی لگا کے آج
 وہ نقش پا کو فتنہ محشر بنائیں گے
 نسخہ بیاض ساقی کو ثر سے مل گیا
 گھر میٹھے ہم تو اب منے کوثر بنائیں گے

اپنے پروردار سلامت میں تو کیا فکر
جس کام کو تو منع کرے گا ہمیں ناصح
دامن میں چھپائیں گے نہ ہم کو سرِ نرم
تو کیا ہے لیا نام جو واعظ کبھی نے کا
وہ چین سے سو رہی کو آؤ ہیں شبِ وصل
رکھیں گے نہ دنیا کو کھینچوں کو کوئی کام
صیاد کے بس کہ نہیں غمانِ نواسخ
جو کچھ ہو رہا یاض ایسے زخو و رفتہ ہوئے ہیں

ایمان بھی یہ نذرِ مے و جام کریں گے

کچھ آگے قتل گاہ میں ہم سے اجل گئی
صد سالہ دورِ چرخ تھا ساغر کا ایک دور
کہتی ہے نیم وایہ چمن کی کلی کلی
ساقی کے اُٹھتے اُٹھتے اوھر ہاتھ اُٹھ گئے
کہنا کسی کا صبحِ شبِ وصل ناز سے
اکتنا اثر ہے آمدِ فصل بہار کا
انگڑائی لے کے اور بھی وہ سوئی ہیں سے
دامن میں خنٹ رزنے لگا یا ضرور داغ
کھوئی گئی گھر آ کے مے کیا شبِ فراق
رکھتے نہ کوئی نام جو انی کو اور یاض
جانے سے پہلے جان ہماری نکل گئی
نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی
فریادِ عندلیب کلیچہ سُل گئی
بو تل سو کاگڑا تھا کہ رندوں میں چل گئی
حسرتِ تہاری جان ہماری نکل گئی
رندوں کی طرح جام کی نگیں مل گئی
پھولوں کی پنکھیاں نچویم آگے جھل گئی
جس پارسا کی گود میں جا کر مچل گئی
دیوانگی میں خوب بلا سے مل گئی
مہمان ایکے ات کی آئی کل گئی

کسے یہ کج ہوا شوقِ جلوہ آرائی
چراغِ طور ہزاروں میں راہ میں رکھے
مے شراب کا برتن جو شمع کو مل جائے
بنا کے ظرف و وضو خا نقاہ میں رکھے
نگاہِ شوق نے کس کی پکار کر یہ کہا
جگہ مری بھی کوئی جلوہ گاہ میں رکھے
چرائی میں نے ہوئے کل لباسِ ناہیں
کوئی اسے نہ مرے اشتباہ میں رکھے

بتانِ شوخ کی اُلفت بُری بلالے ریاض

مرا خدا مجھے اپنی پناہ میں رکھے

خدا سے نہیں ملتی کہ حیا سے نہیں ملتی
تاثر گلے آکے دعا سے نہیں ملتی
اتراتے ہیں محشر میں کہ ہر ایک یہ جانے
یہ وہ ہیں کہ داد ان کی خدا سے نہیں ملتی
فریادِ وعدہ چاروں طرف ڈھونڈ رہی ہے
تاثر کہیں میری دعا سے نہیں ملتی
دل نینے کی کچھ اور ہوا کرتی بیگیا تیں
یہ چیز کبھی جو روحِ جفا سے نہیں ملتی
وہ چشمِ فسوں سازِ دغا باز نہیں ہے
ہم سے نگہِ ناز و دغا سے نہیں ملتی
تنگ آکے مری خاک بچ بیٹھ رہی ہے
اب راہِ گلی میں وہ صبا سے نہیں ملتی
کاہے کو کبھی آپ کا دل ہم سے ملے گا
جب آنکھ کبھی شرم و حیا سے نہیں ملتی

کیوں تو نے ریاض ان کو شبِ وصل ستایا

اب شکلِ تری اہلِ وفا سے نہیں ملتی

یہ دیدہ و دل اور تو کیا کام کریں گے
جو اہلِ نظر ہیں انھیں بدنام کریں گے
کہہ دو یہ نکیرین سے آئیں نہ ملیں
جاگے ہیں بہت آج ہم آرام کریں گے
کچھ جلوہ گہہ طور کی پروا نہیں ہم کو
نظارہ حیمون کا لبِ بام کریں گے
آبیٹھے ہیں دلِ بخام کے ہم تیری گلی میں
ہم کیوں گلہ گردِ شمسِ ایام کریں گے

توبہ نہ ٹوٹی، نقد نہ جب تک شراب کی

ہیں آدمی لیا ضربے آن ہاں کے

ہم بدلنے کے نہیں جام سے انگور سے
خوب آئیں بوتلیں سرے کی گور کھپور سے
حضرت ہوئی لڑائیں آنکھ برقی طور سے
ہم ہیں ان میں دیکھتے ہیں جو تماشا دور سے
اڑ کے اچھائے وہ شکر کھینچی ہو جو انگور سے
کچھ نگاہ مست سے کچھ زکس منور سے
آفتاب حشر تل ہے ویدہ مشتاق میں
تم اٹھا دو اب نقاب پڑخ پڑ نور سے
اے اسیرانِ قفس لے کو ہے شاید بہار
کچھ لہو آنے لگا کچھ آنکھ کے ناسور سے
تل برابر رات ہو لیکن قیامت کا جو سن
وصل کی شبے سیاہی لی ہے چشم طور سے
حال ان کے دل جلوں کا کچھ نہ ہم سو پوچھئے
جب نگاہ گرم کی شعلہ سا اٹھا طور سے
میکدے میں آگے ہیں کچھ تو اضاع چاہئے
لطف ناصح کو بھی ہوا فشر دہ انگور سے
صبح جس کی قبر دشمن کے لئے بنتی ہوا ت
بڑھ گیا روز سیہ میرا شب دہ کور سے
چارہ گر بھی اب لہو روتا ہو میرے حال پر
پاک گیا اس کا کلیجا بھی مرے ناسور سے
سر پر اپنے رکھ کے لے جاشی سوسے خانقاہ
کم سبوتے نہیں تاج سرِ غفور سے
پیتے پیتے پھوٹ نکلا شیع صاحب نگے
ریش پر بھی نور اتر اچھرا پڑ نور سے
قلقل مینا کے خواگر ہیں بہت نازک راج
حشر میں ان کو نہ چو نکا ناصدائے صور سے
بزمِ محشر میں بھی وہ شے ہو مگر مشکل یہ ہے
بادہ کشش واقف نہیں سن نرم کے دستور سے

اب ریا ض اس طرح آجاتا ہو دو دن کو شباب

داغ کہنہ تازہ کر لاتے ہیں گور کھپور سے

نہیں بنتا ہو اگر عاشقِ صہبا نہ بنے
پھول کر مجھے نہ زائد خم میخانہ بنے

بنتِ عنب کی جام میں صورت بدل گئی خم سے نکل کے نور کے ساچھے میں ڈھل گئی
 لے شیخ کس طرح تری پگڑی اُچھل گئی مسجد میں کل منائے سے اونچی نکل گئی
 قربان اپنے اشکِ ندامت کے کیوں نہ ہوں کیا صاف صاف حشر میں فرو عمل گئی
 تنہا گئے لحد سے تو کیا لطفِ سیرِ حشر جائیں گے ہم جو حور کوئی ہم بغل گئی
 حلقہ نشیں تھا شیخِ زکی کچھ بزرگِ امت کیوں خانقہ میں دخترِ مذہبے محل گئی
 پروانہ آگ کا تھا بنا شمعِ موم کی دیکھا جو بیقرار اسے یہ پگھل گئی
 آجائے خود ہی جام سے منہ میں عجب نہیں ساغر میں خود بخود جو صراحی سو ڈھل گئی
 لطفِ شبابِ جام پھلکنے سے آگیا ڈھلنے لگی شرابِ جوانی جو ڈھل گئی

افسردہ جان کر وہ ہمیں چھیڑ لیں یا ضل

آجائے گا مزاجِ طبیعت سنبھل گئی

چلنا مبارک آپ کو ہوسینہ تان کے جو بن پکارتا ہر دن آئے اٹھان کے
 چاہا جہاں سے جس نے فسانہ بنالیا ٹکڑے ہزاروں ایک مری استان کے
 مشتاقِ وصلِ قبر میں دسترس نہیں راتوں کو غوبِ سئوینِ تن کے تان کے
 ٹکڑے آج رہ گئے دیوارِ بام سے نالے زمین کے نہ ہوئے آسمان کے
 جا جا کے ان سوغیہ لگاتے ہیں جھوٹ سچ سنتا ہوں میں یہی کہ وہ کچے ہیں کان کے
 یہ نئے اُترتی سینے میں ہر صاف بن کے نور وہ اور شے ہی پیتے ہیں سب کو چھان کے
 دیں ان حسین شکلوں کو ہم دل میں کیا بگ یہ بھولے بھالے جتنے ہیں شمن ہر جان کے
 کانوں میں ان کے اور دل آویز بن گئے لیں گے ہماری جان یہ آویز کوکان کے
 اُرو کرے گی نازِ ہمارے زبان پر ہیں شعرِ یادگار ہمارے زبان کے

توبہ نہ ٹوٹی، نقد نہ جب تک شراب کی

ہیں آدمی لڑیا ض بڑے آن ہاں کے

ہم بدلنے کے نہیں جام مے انگور سے خوب آئیں بوتلیں سرے کی گور کھپور سے
حضرت سولی لڑائیں آنکھ برقی طور سے ہم ہیں ان میں دیکھتے ہیں جو تماشا دور سے
اڑ کے اچالے وہ شکستہ چنی ہو جو انگور سے کچھ نگاہ مست سے کچھ زکس منہور سے
آفتاب حشر تل ہے دیدہ مشتاق میں تم اٹھا دو اب نقاب پر نور پر نور سے
لے اسیرانِ قفس لے کو ہے شاید بہار کچھ لہو آنے لگا پھر آنکھ کے ناسور سے
تل برابر رات ہو لیکن قیامت کا جو ن وصل کی شب نے سیاہی لی ہے چشم طور سے
حال ان کے دل جلوں کا کچھ نہ ہم سے پوچھئے جب نگاہ گرم کی شعلہ سا اٹھا طور سے
میکدے میں آگئے ہیں کچھ تو اضلاع چلئے لطف ناصح کو بھی ہوا فشر دہ انگور سے
صبح جس کی قبر دشمن کے لئے بنتی ہو رات بڑھ گیا روز یہ میرا شبِ دیہور سے
چارہ گر بھی اب لہو رو تا ہو میرے حال پر پاک گیا اس کا کلیجا بھی مرے ناسور سے
سر پر اپنے رکھ کے لے جا شیخ سونے خانقاہ کم سہوئے مے نہیں تاجِ سرِ غفور سے
پیتے پیتے پھوٹ نکلا شیخ صاحبِ ننگے ریش پر بھی نور اتر اچہرہ پر نور سے
قلقل مینا کے نوگرہ میں بہت نازک راج حشر میں ان کو نہ چونکا ناصد لے صور سے
بزمِ حشر میں بھی وہ شے ہو مگر شکل یہ ہے بادہ شش واقف نہیں اس بزم کے دستور سے

اب لڑیا ض اس طرح آجاتا ہو دو دن کو شباب

داغ کہنہ تازہ کر لاتے ہیں گور کھپور سے

نہیں بنتا ہو اگر عاشقِ صہبا نہ بنے پھول کر مجھے نہ زنا ہر خم میخانہ بنے

بنتِ عنب کی جام میں صورت بدل گئی خم سے نکل کے نور کے سانچے میں ڈھل گئی
 لے شیخ کس طرح تری پگڑی اچھل گئی مسجد میں کل منائے سے اونچی نکل گئی
 قربان اپنے اشکِ ندامت کے کیوں نہ ہوں کیا صاف صاف حشر میں فرو عمل گئی
 تنہا گئے لحد سے تو کیا لطفِ سیرِ حشر جائیں گے ہم جو حور کوئی ہم بغل گئی
 حلقہ نشیں تھا شیخِ نکی کچھ زر گشت کیوں خانقہ میں دُترِ مزبے محل گئی
 پروانہ آگ کا تھا بنا شمعِ موم کی دیکھا جو مقرر اسے یہ پگھل گئی
 آجائے خود ہی جام سے منہ میں عجیبیں ساغر میں خود جو دھو صراحی سو ڈھل گئی
 لطفِ شبابِ جام پھلکنے سے آگیا ڈھلنے لگی شرابِ جوانی جو ڈھل گئی

افسردہ جان کر وہ ہمیں چھیڑ لیں لیاض

آجائے گا مزاجِ طبیعت سنبھل گئی

چلنا مبارک آپ کو ہو سینہ تان کے جو بن پکارتا ہوں آئے اٹھان کے
 چاہا جہاں سے جس نے فسانہ بنالیا ٹکڑے ہزاروں ایک مری استان کے
 مشتاقِ وصلِ قبر میں ہیں دسترس نہیں راتوں کو غوب سچیں تن کے تان کے
 ٹکڑے آج رہ گئے دیوارِ بام سے نالے زمین کے نہ ہوئے آسمان کے
 جا جا کے ان سو غیر لگاتے ہیں جھوٹ سچ سنتا ہوں میں ہی کہ وہ کچے ہیں کان کے
 یہ اُترتی سینے میں ہو صاف بن کے نور وہ اور شے ہی جیتے ہیں سب کو جھان کے
 دیں ان حسین خشکوں کو ہم دل میں کیا جگہ یہ بھولے بھالے جتنے ہیں شمن ہر جان کے
 کانوں میں ان کے اور دل آویز بن گئے لیں گے ہماری جان یہ آویز کان کے
 اُرو کر دے گی ناز ہماری زبان پر ہیں شعرِ یادگار ہماری زبان کے

نہ بڑا دن کبھی امتد کسی کو دکھلائے
اے ریاض اپنی خزاں اب کی برس کھچکے

تھکے ہم بھی اظہارِ غم کرتے کرتے تھکے وہ بھی آخر ستم کرتے کرتے
خدا جانے کیوں ان کے دل میں یہ آئی جفاؤں کی ٹھہری کرم کرتے کرتے
لئے خلد کو حشر اک چیز نکلا کہاں پہنچے سیرِ عدم کرتے کرتے
مائے مٹا غم نہ اُلفت کا تیری ہمیں مٹ گئے ہائے غم کرتے کرتے
لہو بھی تو اب دل سے آنے لگا ہے ان آنکھوں کو اشکوں کو کم کرتے کرتے
پھلا نقا وہ مینا جس میں پڑے تھے تھکے ہم طوافِ حرم کرتے کرتے
مجھے لکھنے دو حرف اس کے لہو سے وہ سرنا مہرِ کافتم کرتے کرتے
بہت ہم سے دشوارِ قضا کا چھٹنا جھٹی ایک مدت میں کم کرتے کرتے
بھرے غم سے دن رات پینا پلانا جھکی بیٹھ مینا کو خم کرتے کرتے
فرشتوں کی چلتی نہ کچھ بعدِ توبہ گنہہ ایک کے دورِ غم کرتے کرتے

ریاض آج جامِ گلی جا چکا تھا
رُکے ہم اسے نذرِ غم کرتے کرتے

طرفِ درتے کو چے میں جھم اور بڑھے ہم سے بھی چار قدم نقشِ قدم اور بڑھے
ترے کو چے کو بھرتے یہ آتی ہے خبر کارواں آج کسی سوئے عدم اور بڑھے
ہوئے تلخ سے افلاس میں سیری صال یا الہی ابھی کچھ تلخی غم اور بڑھے
ہر ادا تیغِ کفِ آئی جوانی میں نظر نوجواں ہوتے ہی اندازِ ستم اور بڑھے
عاشقِ چشمِ بتاں سے انہیں وحشت نہ ہوئی شوخیاں کرنے غزالانِ حرم اور بڑھے

دیدہ و دل میں سمائیں تو بتان کا فر
 کعبہ بن جائے گا پہلے کوئی بتخانہ بنے
 تخت پر یوں کے نہیں آج چھلکتے ہو کو جام
 لاؤ مینا یہی ویرانہ پری خانہ بنے
 کج ادا اس سے سوا ہے دل بد خویرا
 دیکھئے زلف پر ریشاں سے بزمیاز بنے
 روزِ محشر کے لئے اس کو لگا رکھا تھا
 رہنما آج مری لغزشِ مستانہ بنے
 آنے کو شوق سے سو بار قیامت آئے
 ان کے کوچے میں مگر آکے تماشا نہ بنے
 بل نکالے تری زلفوں کی بلایں لے کر
 اے میں صدقے دل صد چاک لٹا نہ بنے
 کاگ بوتل کا چھیل کر دل شتاق بنا
 نگہِ شوق لپٹ کر خطِ پیمانہ بنے
 واقفِ راز کوئی ہم سے یہ کہتا تھا ریاض
 جس کو اللہ بناے وہی دیوانہ بنے

اب وہ منہ نہ کہیں جائے بس دیکھ چکے
 اس بڑھاپے میں میں میری ہوں دیکھ چکے
 کتنے دن باغ میں آئے ہو کر گزے ہم کو
 اتنی مدت میں کئی بار نفس دیکھ چکے
 کو چہ غیر میں جھپٹے ہوئے جانا بے عبث
 شرم کا ہے کی ہے جب آپکے دس دیکھ چکے
 چھوٹ کر ان سرورہ منزل مقصود ملی
 کارواں دیکھ چکے ان کی جرس دیکھ چکے
 دمِ آخر بھی رہا آپ کے آنے کا خیال
 کس نے بے پر کی اڑائی کر وہ اتنی ہو بہا
 راہ ہم روکے دو چار نفس دیکھ چکے
 دیکھئے آئے ترس کھا کے دمِ نزع مجھ
 چڑھ کے سو بار سرِ باقم نفس دیکھ چکے
 دیکھیں کیا پاس سے ہم زخمِ عقد و قس میں
 جائے دیکھ چکے کھا کے ترس دیکھ چکے
 کھانے پینے کی کچھ فکر نہ کھڑا غلش
 خون میں ڈوبے ہوئے پائے گس دیکھ چکے
 جاکے نزدیک سے دیکھ آئیں فراطور کو ہم
 رہ کے صیاد کے گھر چند برس دیکھ چکے
 دور سے گنبدِ خضر کا کاس دیکھ چکے

خدا کے ہاتھ جو بکنا نہ بکنا مے کا اے ساقی
چمن کا لطف آتا ہے مجھے صیاد کے صدقے
بنا ہے ایک ہی دونوں کی کعبہ ہو کہ بتخانہ
قیس کو کہن کے سے فنا نہ بن گئے کتنے
تعتین ہی منزہ شوخیاں ہیں اس کے جلو کی
نظر مدت تو تھی اے شیخ جس پر سیف و شوں کی
یہ کیا تھا جلوہ ان کا کھنا تھا ہم کو پرے میں
لگا کر آنکھ سے ہم نے جو تصویر بتاں لکھی

یہ عالم چر یا ضل ایک قطر کو ترستا ہوں

حرم میں اب خدا جانے بھری بوتل کہاں کھدی

آنکھ کے تل میں ہے یا قیس کے دل میں ہے
احترام بزم ساقی شیخ کے دل میں ہے
دست گچھیں تک نہ جائے یا الہی کوئی پھول
پاس میرا بھی رہا ان کو شب وصل عدو
خاک میں طے نہ پائے دگنا ہوں کا لہو
لطف ہو بن جائے تیغ ناز حسرت کی نگاہ
جانہیں سکتا جو حسن و عشق کا نازک لگاؤ
چال میں آئے خرام ناز قاتل کا مزا
حلق سے اترے جو وقت تیغ کا میز اب
سرخ نے سے ہی محفوظ یہ ریش سپید
آتے آتے نجد تک یلے محل میں ہے
حسنِ محفل بن کے اے ساقی کی محفل میں ہے
شاخ سے ٹوٹے تو منقارِ عناد دل میں ہے
شوخیوں سے دروین کر وہ دے دل میں ہے
دستِ قاتل میں ہے و امان قاتل میں ہے
زخمِ بھل سے بھل کر چشمِ بھل میں ہے
پردہ چشمِ قیس کا لیلے کی محفل میں ہے
کچھ پک نادک مکر کی تیغ قاتل میں ہے
انتی آسانی الہی میری مشکل میں ہے
اے ریاض اس طرح ہم ساقی کی محفل میں ہے

سخت جاں ہم سے جو لے جائیں پچھتی ستم
تو رواں اور ہو یہ تیغ کا دم اور بڑھے
اس دعا میں شبِ فرقت ہو را بر کی شریک
یار کی زلف بڑھے زلف کا خم اور بڑھے
پاں خاک تری آنکھیں جھونکی سب نے
رات کو چے میں کی نقش قدم اور بڑھے
پہلی سی انجمن ہے نہیں اب محفل ہے
کے و جم اور بڑھے ساغرِ جم اور بڑھے
الہلال اور بڑھے نور فشانِ تیری
چار چاند اور لگیں حسنِ قم اور بڑھے

موجِ طوفاں کی ریاض اس کو روانی مل جائے

کہ قلم بن کے ذرا تیغِ دو دم اور بڑھے

آنکھوں سے لگا آئے لحد اگر ہو آئے
حسرت نہ رہی رونے کی تقدیر کو رو آئے
مٹی میں ملانے تجھے بھوپال سے لائے
اب کس سے کہے کوئی کہاں ہم کس کھو آئے
لے راز و ریاض آئے کہ تہنا نہ ہے تو
لے خوش ہو کہ سونے کے لٹو قبر میں رو آئے
کیوں آنے لگا گھر میں کوئی قبر سے اٹھ کر
کیوں کہنے لگا کوئی کہ ہم قبر میں سو آئے
بہہ کر گئے ہیں قبر میں اشکِ سرِ بالیں
ہم خوش ہیں کہ موتی تے زلفوں میں رو آئے
آنکھوں سے لگانے کیوں امتحانِ بت
یوں چھوٹے روئے کفنِ اشکوں سے جھگو آئے

اب دل ہے یا حسن اور نہ وہ دل کی تمنا

منجد صا میں ہم کشتی اُمید ڈبو آئے

جو ہم آئے تو بوتلِ کھول لگ پیرِ مغان کھدی
پُرانی دھڑکی بھی طاق پر لے مہرباں کھدی
قفسِ پیشاخِ گلِ صمدیاد نے او آسمان کھدی
بنا کر شاخِ گلِ ایتنی شاخِ کہکشاں کھدی
یہ کیسی آگ بھڑکے جامِ پیرِ مغان کھدی
جو توڑی تھڑساغے تو کچھ اٹھا اٹھواں کھدی
ذرا چھوٹا جو اُس نے ہو گئی ایسی زخود رفتہ
کہ شمعِ بزم نے کلگیں کر لیت زباں کھدی

چیتے تھے خانہ ساز خدا ساز اب ملی
 یس کے دور جاتی ہے آوا زرات کی
 مٹی کے ساغروں میں بھی ہوتا ذکی گل
 بھر کر حرم کے گوشوں میں کھدی تھی زمزمی
 وعدے کی رات حشر کا دن مجھ کو ایک ہے
 بوتل کے منہ سے آتی ہو نوش اہل صوم
 اتنا تو ہم بھی جانتے ہیں ایک آہ کی
 یس کے نصف شب کو درمیکدہ کھلا
 تائے بنے جو ڈال دئے رخنے بے شمار
 ساقی نے رات ہاتھ سے توڑی جو مہر خم
 صبح شب وصال مجھے منفعل کیا
 تو نے تو کیا تری نگہ شرمسار نے
 بے شغل جام و بادہ جو ان ہو گئے ریاض

ڈالا اثر یہ آبدِ فصل بہار نے

زکام آئے جو دامن کے اشک غول وہ کیا
 بنا ہے وعدہ فردا سے ان کے تارِ غن
 نرنگ لائے نہ بودے اگر کریں پامال
 جو توڑیے عوض دے ذرا سا پانی دے
 بجھے گی پیاس نہیری اگر گلزار گروں
 جو ناشناس میں اُن کو ریاض ہو معلوم
 جو کام آئے نہ آنکھوں کے وہ لہو کیا ہے
 سفید ریش کا میری ہر ایک ہو کیا ہے
 میں کچھ نہیں ہوں مراغون آرزو کیا ہے
 ہمارے دل کا پیچہ پولا ہے یہ ہو کیا ہے
 نہ اب جس میں ہو وہ خنجرِ عدو کیا ہے
 غلامِ ساقی کو شر کی آبرو کیا ہے

اہتمام اتنا مرے ساقی کی محفل میں ہے
 ناز کیوں ہے فتنے ہی فتنے جو محفل میں ہے
 یہ تو ظاہر ہو کبھی عصا بوند بھراس میں ہو
 اُف ری شوخی وصل کی شہبیدیہ کراؤ کا گان
 نتھے نتھے ناوک مڑگاں کے اچھے زخم کیا
 دل میں بھی بھگو نظر آئی ہے اس کی جھلک
 بیچ کھا کر یہ بگو لا طوق گردن کا بنے
 اس طرح لوٹی جنوں میں ہم نے گلشن کی بہا
 دل کے ہوتے ای جنوں قیس محل کچھ نہیں
 ہستی بیدار بھی نکلی زمانہ ناشناس
 ہم کو رکھنے قبر میں تو ساتھ آئے تھے بہت
 باغ میں گلچیس کو بھی پھولو کا دھوکا ہو گیا
 مست آنکھوں کی جو تپکے سلو دل میں ہے
 حشر بر پار و زمیرے گوشہ دل میں ہے
 اڑ کے رنگ اتنا تو مرجھائی ہو گل میں ہے
 چاند سے چہرے کے بدلے ماہ کامل میں ہے
 گہرے گہرے سینا کوئی سوراں دل میں ہے
 مختصر سی وصل کی شب آپ کے تل میں ہے
 دشت کا جادہ کڑی بن کر سلاسل میں ہے
 دل ہا پھولوں میں ناب ہم غنادل میں ہے
 پردہ محل تو کیا محل مجھ میں ہے
 خواب غفلت کی طرح ہم چشم غافل میں ہے
 کیا ہو کر سب ہم اکیلے پہلی منزل میں ہے
 اشک غول کچھ اس طرح چشم غنادل میں ہے

تھے ریاض اس فکر میں بُت انھیں کہ ہو ہیں

مرد حق آگاہ بھی کس سعی باطل میں ہے

روشن کئے چراغ لحد لالہ زار نے
 زلف سیاہ بن کے بنی اب شب لحد
 سینے تک آ کر سوتے ہیں کبیرہ دست شوق
 نکلی حرام بی تھی سمجھ کر لطیف شے
 افسروگی اب اس سے سوا ہوگی اور کیا
 اس مرتبہ تو آگ لگا دی بہار نے
 بدلا کچھ اور رنگ شب انتظار نے
 دھوکا دیا تجھے تیرے پھولوں کو بار نے
 کیا بد مزہ کیا ہے میں خوش گوار نے
 پروانے تک جلائے نہ شمع مزار نے

کالی کالی مے کی بوتل اڑ چلے گی دیکھنا
 آتے آتے بڑے تاک کی گھٹا ہو جائے گی
 جب ملیں گے آپ تلوس سودل پرداغ کو
 یہ خناتوا و آتش زیر پا ہو جائے گی
 آئی تلک سہی نہیں شمشیر و خنجر ہوں
 میرے قاتل کی ادا میری قضا ہو جائے گی
 جو پر بھی بھولی صورت کا خیال آجائے گا
 ہونٹھٹھ مکے یاو آتے ہی دعا ہو جائے گی
 مے پرستی یہ مجھے پہنچائے گی تسنیم تک
 لغزش پا حشر کے دن رہنا ہو جائے گی
 تیج کو شربتے کا قاتل تری گردن کا خم
 وصل کی شب جان کی دشمن جا ہو جائے گی
 مجھے دیوانے کے نالے آپ سنے تو کبھی
 قیس کی فریاد صحرا کی صدا ہو جائے گی

تمن زروے کا درستانِ حرم کا ہر ذرہ ریاض

دھوپ سر پسیا بال ہما ہو جائے گی

جس دن سے حرام ہو گئی ہے مے خلیہ مقام ہو گئی ہے
 قابو میں ہوان کے وصل کا دن جب آئے میں شام ہو گئی ہے
 افتاد چین یہ ہے کہ بلبس خود ہی تہ دام ہو گئی ہے
 توبہ سے گھٹی یہ قدر و قیمت مے دام کے دام ہو گئی ہے
 آتی ہے قیامت اس گلی میں پا مال خرام ہو گئی ہے
 توبہ سے ہماری بوتل اچھی جب ٹوٹی ہے جام ہو گئی ہے
 کچھ زہر نہ مٹی شراب انگور کیا چیز حرام ہو گئی ہے
 لب تک جو کبھی نہ آئے وہ آہ اونچی سو بام ہو گئی ہے
 مے نوش ضرور ہیں وہ نا اہل جن پر یہ حرام ہو گئی ہے

چھیرتے ہی میری زلف سا ہو جائے گی
 لے اسیرِ قفس آنے کو ہے فصل جنوں
 یہ پری تیری لئے اودول بلا ہو جائے گی
 ساتھ اشکوں کے لہو کیا نختِ دل آنے لگے
 چارون میں اور گلشن کی ہوا جائے گی
 کچھ نہ کچھ بدنام اب میری فہا ہو جائے گی
 موج طوفاں بھینکے گی اکو حاصل کی نظر
 پاراب کشتی مری لے نا خدا ہو جائے گی
 لا بھی دے سوٹے کی بوتل جاکے اوشیحِ حرم
 آب زمزم کیا ملاؤں بجز اہو جائے گی
 کون پہچانے گا مجھ کو حشر میں اے شام گور
 اٹھتے اٹھتے میری صورت کیا ہو جائے گی
 گھر سے نکلے ہیں وہ نازک ہاتھ میں نشتر لئے
 آگئے تو درودل کی کچھ دوا ہو جائے گی
 روزا بڑنے دو اسیرِ قفس کے آئیاں
 اور ہی اب اس گلستاں کی ہوا ہو جائے گی
 ہو گی میری ہاتھ میں میری سیہِ فردِ عمل
 میں جو آیا تیرگی روز جزا ہو جائے گی
 جس قدر چاہے می تری تبت پر اگر سر اٹھائے
 تیر کو پے میں قیامت نقش پا ہو جائے گی

لوٹ لو اچھی طرح لطفِ معاصی اے ریاض

ہیں بے اتار دنیا اب فنا ہو جائے گی
 کچھ سو کچھ ہاتھوں میں جا کر یہ جنا ہو جائے گی
 دیکھ لینا ان کی مٹھی میں قضا ہو جائے گی
 وصل کی شبِ خال سے زلف سا ہو جائے گی
 ان کو ڈر ہے جان کو میری بلا ہو جائے گی
 حوالتی ہو مری تریبت میں کیوں ساغر لئے
 آگئے وہ تو قیامت ہی بپا ہو جائے گی
 میری آہ گرم جو بس زہرِ دل دوز ہے
 جاتے جاتے بام تک ٹھنڈی ہوا ہو جائے گی
 پس کے آئی تھی کائناتِ مرگِ دشمن کی خبر
 رکھے رکھے بوہی ہوئی اب جنا ہو جائے گی
 میرے آگے دختِ زکولائے ہیں پہلے پہل
 یہ اچھوتی آج نذرِ پارسا ہو جائے گی
 کنکریٰ عرش میں کے چوم لیتی ہے جو آہ
 وقت پر تقدیر بن کر نارسا ہو جائے گی

زندگی کا لطف ہو اُڑتی ہے ہر دم لیاصل
ہم ہوں شیشے کی پری ہو گھر پر ہی خانہ ہے

دم آخر نقاب رخ نہ زلف عنبریں ہوتی
نہ دامن بیشکں ہوتی نہ کی آستیں ہوتی
جو ان کی شکل پر پردہ مے آگے کہیں ہوتی
جول مٹھی میں وہ لیتے تو فبتی زلف پُرخم پر
سرزم بڑھی تھی بات ساقی میں ابل پڑتا
ترے کوچے کو جا کر موت کا قہقہا سنا جگو
شرک تلخ ہوتے زہر کل افی کے تالو کے
سنور کر آپ تو آئے تھے لیکن وقت ناک تھا
ہنسی ہیں ان دمیرے آنسو کا تار کہتا تھا
یہ ہے غلام میں جھوڑا یاد دھوکے بتا ہوں
بناتی چو جھوس کا چاند او شب فرقت
ہمیں کے ساتھ ہونٹھوں ہنسی بھی کاش آجاتی
غرض گھر سے نہ پیرا ہن سو مر کر بھی ہی ہوتا
دل پر رزومیرا ہاں ساتھ ساتھ اس کے
مزا قعاش کی قندیل جھک کر نہ خم بنتی
لطافت روح کی پیدا ہو تھی جسم خالی میں
دم آخر جو بالیرج سنور کر آپ آ جاتے

خدا اُس چاند سے منہ پر نگاہ واپس ہوتی
تے صدقے تبسم کی طرح لب پر نہیں ہوتی
نگاہ شوق اے مٹوی نگاہ واپس ہوتی
اُتر کر شکر گیسو کی چین آستیں ہوتی
مری ساغریں تھوڑی ہی جو در و ہنشیں ہوتی
قدم رکھتا جہاں وہ میری تربت کی میں ہوتی
یہ موج اشک آگے چل کے مارا سستیں ہوتی
نگاہ شوق کیوں کر یہ نگاہ واپس ہوتی
لڑی ان بچوں کی زریب زلف عنبریں ہوتی
نہ تھی ہر خوش قسمت میں تو در و ہنشیں ہوتی
جول جاتی تری قصویٰ تجھے جیسیں ہوتی
مزا دیتی جو پرے میں تبسم کی نہیں ہوتی
کفن میرا کہیں ہوتا میری تربت کہیں ہوتی
حنا ہاتھوں سے میری زریب ست باز نہیں ہوتی
ابھر کر نشت خم ساقی فرشتے کی جبیں ہوتی
تو مر کر کہیں ہوتا میری تربت کہیں ہوتی
یہ ہوتا آپ باہر نگاہ واپس ہوتی

بجھ بجھ کے جلی جلی قبر پر شمع
 جل جل کے تمام ہو گئی ہے
 آجائے اسے جو آئے مجھ تک
 موت ان کا پیام ہو گئی ہے
 ہر بات میں ہونٹھ پر ہے دشنام
 اب حسنِ کلام ہو گئی ہے
 سرخم ہے حرم میں سوائے طیبہ
 کچھ خوں سلام ہو گئی ہے
 دولت دل کی بتو ہے محفوظ
 اللہ کے نام ہو گئی ہے
 پھر پھر کے نظر ہوئی ہے صدقہ
 جم کر خطِ جام ہو گئی ہے

ہے دور ابھی لیا قص منزل
 دن ختم ہے شام ہو گئی ہے

نے ہے مینا ہے گردش میں بھانڈا ہے
 میرے ساتی تو ہے آباد میخانہ ہے
 حشر بھی تو ہو چکا ہے نہیں مٹی نقاب
 حد بھی آخر کچھ ہو کب تک کی دیوانہ ہے
 کچھ نہیں ہم دل جلوں کی بقیہ ناری کچھ نہیں
 تیری محفل ہے جس میں شمع پروانہ ہے
 گوئے ہاتھوں میں پنجوڑی خطا سا غوا کا عکس
 تیرے دستِ نازیں نازک سپیانہ ہے
 کم سے کم اتنا اثر ہو جوئے آجائے نیند
 بیکسوں کی موت کا ہنٹھوٹا افسانہ ہے
 رات کو جا بیٹھتے ہیں دہم جنوں کے پاس
 پہلے ان بن چکی ہر اب تو یار انہ ہے
 حشر ہو تو مہر کے پتے نہ بننا حشر میں
 چال ٹھلائی ہوئی انداز ستانہ ہے
 تاب اس کی لانا نہیں کسے کبھی نازک دماغ
 بار سر ہے دور سر سے تنج شاہانہ ہے
 ان کے کہنے کو کبھی یوں کہہ لئے دھار شاعر
 رات دن فکر سخن میں کوئی دیوانہ ہے
 ان بتوں کے چلتے ہم نے دل کو پتھر کر لیا
 بُت ہے کوئی نہ یارب کوئی بتجانہ ہے
 طور پر آئیں نہ میرے سامنے یونہی سہی
 ہاں فراطرہ تکلم بے حجابانہ ہے

کیا عجب ہی میری وحشت اب نکالی ہاتھ پاؤں
 گدگداتی ہو جانی کچھ تجھے بھی بہرِ وصل
 بڑ نہیں کتا ہی پر وہ ڈالے پر وہ ہزار
 وحشتِ رزوا عطر کے آگے آئی ہو کر لیے حجاب
 ہو گئی باہم گر پیوستگی سے اب فزوں
 منہ چودو چار خم سے چل نہیں سکتا ہو کام
 کوئی بھی ہو بڑھ کے یہ سب لگا لیتا ہو ساتھ
 قسمت اس حق کو کی میوے عراج جس کو نصیب
 وہ سلاتے ہیں اسرافت سے یہ سوتا نہیں
 اپنے دامن سے نہ پونچھیں اشکِ آلودہ آپ
 کیا ہوئے کہنے سیجائی کے دعوے کیا ہوئے
 آپ تو ڈرتے ہیں صورت دیکھ کر ہمار کی

اے لیاضِ آشرم مگر کی ندھی کے جا کر آئی شرم

پھینک دی ہم نے لب جو سب سمندر پار کی

یہ شام شب وصل بھی کیا شام ہے کوئی
 نازک سا کوئی پھول ہر یا جام ہے کوئی
 پر غوب نکالے مے سائے نے چن میں
 سو رنڈیں تو نہ ہو خالی کبھی سانی
 کعبے میں یہ کیا آپ ہے سب میکدوں والے
 اے حسنِ سلامت یہ جنوں خیز بہاریں
 کیا بات ہو کیوں لرزہ بلندام ہے کوئی
 یہ مے ہو کہ معشوق گل اندام ہے کوئی
 صیا دیہ سمجھا کہ ترو ام ہے کوئی
 ایسا بھی ترے میکدوں میں جام ہے کوئی
 بے داغ بھی کیا جامہ احرام ہے کوئی
 رسول ہے کوئی عشق میں بدنام ہے کوئی

سنا ہے غمزاہد اس قدر تلخی میں گزری ہے شراب تلخ اسے ملتی تو شیر و انگلیں ہوتی
تناہل کی جو میر و دل کو گدگداتی ہے حیدنوں کے لئے بھی تبسم آفریں ہوتی

ریاض اعزاز اگر ملتا نہ میر کا رسا حرم سے

تو اقلیم سخن کیوں کر مرے زیر نگین ہوتی

کچھ شب وعدہ وعدہ سو وجہ بھی انکار کی کھائے قہقہے زہیر طالع بیدار کی
زہر باتیں پیار کی تو چال ہے تلوار کی دھوم ہو ظالم تری گفتار کی رفتار کی
کیونچھیں شرکاں کو سیسے رنگ میں پاری کی خوفناک اتنی نہیں صورت تے جہار کی
وعدہ کر کے لطف دیتی ہے ادا انکار کی بات کہتے پلٹے کھاتی ہو زباں سرکار کی
کچھ دنوں کھالیں ہو اہم وشت کی لہسا کی سیر کی ہے خوب ہم نے سن کے بازار کی
دام بردوش آؤ بھی یارب ہمیں صیا و جلد آج کل بدلی ہوئی ہے کچھ ہوا گلزار کی
کچھ عجب عالم دکھاتے ہیں کسی کے نقش پا کس نے تصویریں کھینچیں شوخی رفتار کی
اس کی قدرت جو نہ رکھتے تھی زیرِ پاں کل قدم آج انھیں بھی ہو شکایت چرخ ناہنجار کی
جلانے بھی پہلو تیار سے بالائے بام لذت اس کو لوٹنا ہو حسرت دیدار کی
اوس کسی میرے چاراشکوں سے بانی پڑ گیا مصرتک دھوین مجھی تھیں گرمی بازار کی
الٹی گنگا ہم نے یوں بہت نہ دیکھی تھی کبھی بے طرح ہو کاٹ پر تیزی اس لٹی فحار کی
کھیل دیوانوں کا بن کر رہ گئی قید فرنگ آج کل زنداں کا جانا میرے گلزار کی
بات کیا ہوئی کے بھی گنگا چہرہ سفید پھر سفیدی وہ کہ جیسے برف ہو کھسار کی
غیر کو ڈرتے ہیں ایسا نہ ہو کیڑے پڑیں بڑھ گئی حد سو مٹھاس اب شربت دیدار کی
وہ گئے دن آپ کہتے تھے چو خفتہ بار بار اب گس انی ہو کیوں ہر خفتہ و بیدار کی

واہ کیا نامہ اعمال ہیں دیوانوں کے
ہوش اڑتے ہوئے دیکھے نہیں انسانوں کے
نقش پارہ نہیں سکتوتے دیوانوں کے
پر پر وار بنے خود شر شر شمع کبھی
اپنے کو چے میں ج دیکھا تو وہ منہس کر لو لے
ذکر کیا اہل جنوں کا کہ جب آتی ہے بہار
آج بت بیٹھے ہیں تقدیر کے مالک بن کر
بام تک تیری ذریعہ ہیں سائی کے یہی
ان کے بکھرے ہوئے گیسو نہیں ہشتن سے
ساتھ والوں میں مری کو کہن قیس بھی ہیں
چشم یعقوب بنے حلقہ زنجیر کی آنکھ
غیرت حق کو ہو کیا جوش جب اعمال یہ ہیں
دور سے دیکھ کے پھرادہ مرا لٹے پاؤں
سدا انجم سے ٹپکتا ہے یہی راتوں کو
انھیں ٹھکراتے چلو مشر میں لطف آئے گا

نکلی جاتی ہے زمیں پاؤں کے نیچے کیاض
کیوں دعا کو نہ اٹھیں ہاتھ مسلمانوں کے

یہ جتنی دیر ہوئی شیخ کو وضو کرتے
شکار بھی بطوئے کا کنارہ جو کرتے
ہم اتنی دیر میں خالی خم و سبو کرتے
وہیں نماز بھی پڑھتے وہیں وضو کرتے

اُٹھے ہیں کچھ اس کچھ ناز سے فتنے میں ہوں کہ عدد و مورد الزام ہے کوئی
 بے روپ ہر انسان جو مشارک گنج انی جس میں جو گلگوں نہ ہو وہ جام ہے کوئی
 وہ محویتِ قیس وہ بے صبری فریاد ہم لوگوں میں نختہ ہے کوئی غام ہے کوئی
 سنتا ہوں کہ سننے کی حسینوں کو نہیں تاب بوسے کا زلوں نام یہ شناسام ہے کوئی
 بے بات ریاض اس کو سنتا ہے میں وہ سو

اس بزم میں کیا آپ کا ہم نام ہے کوئی
 گلِ مرقع میں تے چاک گریبانوں کے شکل معشوق کی انداز ہیں دیوانوں کے
 نہ کیس گے درو دیوار سے زندانوں کے خود بخود پاؤں اٹھے جاتے ہیں دیوانوں کے
 پیگتِ حشت میں ٹھہرے ہیں تے دیوانوں کے اب بیابان بھی انھیں صحن میں زندانوں کے
 ایک کیا جن کے ہر کف تیری میں گم ہوں جو حشر ہم گوئے بنائے کسی میدانوں کے
 کعبہ و دیر میں ہوتی ہے پرستش کس کی مے پرستویہ کوئی نام ہیں میخانوں کے
 کچھ اس انداز سے آبیٹھے ہیں وہ شمع کی پس دیکھ کر دور سے پر جلتے ہیں پردانوں کے
 لے گیا آپ کے دیوانوں کو سوداے بہار درو دیوار میں لٹے ہوئے زندانوں کے
 جام ہے تو بنگن تو بہ مری جام شکن سامنے دھیمیں ٹوٹے ہوئے بیابانوں کے
 ہاتھ کیوں کھینچ لیا پھیر کے خنجر تو نے سر جگہ سے نہیں اٹھتے ہر گنجانوں کے
 دوسرے بڑھے نہیں دیتا ہی مجھے ذوقِ سجود میں نقشِ کف پاہیں تیری دیوانوں کے
 نہیں گنتی میں مگر بزمِ سخن ہے مدثن آج میں شمع ہوں مجمع میں سخنِ انوں کے
 قطرے ہیں کوثر و تسنیم کفِ ساتی میں خمِ افلاک تو بیجانے ہیں میخانوں کے
 وسعتِ ذات میں گم و متذکر شہِ ریاض جو بیاباں ہیں وہ تذکر میں بیابانوں کے

موصیام میں موقع جو شب کو مل جاتا تو ایک سانس میں خالی خم و سب کو کرتے
شراب پیتے ہی سجدوں میں ان کو گرا تھا یہ شغل بیٹھ کے مے نوش قبل رو کرتے

ہر ایک قطرے سے بہتی ریاض عجب شراب

جو پی کے ہم سر زمرم کبھی وضو کرتے

تربت ہماری دیدہ حسرت چمن میں تھی محتاج چار پھولوں کی تربت چمن میں تھی
تھی فصل گل تو لطف کی صحبت چمن میں تھی جو شکل تھی وہ نور کی صورت چمن میں تھی
وارفتہ آج کیسی طبیعت چمن میں تھی صحرا سے کچھ سوا مجھے وحشت چمن میں تھی
بے دورِ جام باغ میں گزرا تمام وقت کل ساتھ ساتھ گردشِ قسمت چمن میں تھی
اجڑا جب آشیاں تو خزاں کیا بہار کیا تنکوں سے آشیاں کے محبت چمن میں تھی
چنتا نہ پھول پاؤں کے کانٹے نکالتا اے جوش گل کہیں مجھے فرصت چمن میں تھی
اندھی کے تنکے بن گئے تھے نخلِ آشیاں پھیلی عجیب آج مہیبت چمن میں تھی
اب جوش گل میں بن کے زرِ گل نکل پڑی زیرِ زمیں گڑی ہوئی دولت چمن میں تھی
بوٹل اُچھالتے تھے برستا تھا اس سے نور ہر بند پر خدا کی یہ رحمت چمن میں تھی
تنکے چنے چمن میں رہی جب فصل گل اے باغبان کبھی مجھے فرصت چمن میں تھی
ہر ایک پھول باغ میں تھا عکسِ دے یار آئینے سے سوا مجھے حیرت چمن میں تھی
ساقی کے چشمِ لطف پہ پہنچا ہے اس کو فیض نرگس بھی آج چشمِ مروت چمن میں تھی
کھڑکی جو کھل گئی مری تقدیر کھل گئی اب ہو وہی نفس میں رحمت چمن میں تھی
خم لے کے کج باغ میں ٹھوٹے تھے چھپکے ہم بزمِ چمن سے دور یہ خلوت چمن میں تھی
وہ آگئے تھے آج تو کچھ ان کے سامنے کھوئی ہوئی سی گل کی نزاکت چمن میں تھی

کلیم بات بڑھاتے نہ گفتگو کرتے لب خموش سے اظہار آرزو کرتے
 حسین بھی ہوں خوش آواز بھی فرشتہ قبر کٹی ہے عمر حسینوں سے گفتگو کرتے
 ہماری پھول کا سا غراگریہ گل بنتے تو اور رنگ سے اظہار رنگ بو کرتے
 گرتے یونہی سر طور بجلیاں ہم پر اگر حجاب بٹھا پرے سے گفتگو کرتے
 یہ دل غئے ہیں بڑے پھیلتے سرد امن جو آب زمزم و کوثر سے ہم وضو کرتے
 ہمیں خدا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا نکل گئے ہیں بہت دور بچو کرتے
 پڑی ہے خود صبحی دراز ہے شب گور اٹھیں گے حشر کے دن ہم بسبو کرتے
 مسک گیا ہو کسی کا ذرا سا دامن گل جگہ جگہ سے سکتا جو تم ر فو کرتے
 بقدر ظرف وضو جملتی پانی سی سیاہ رو بھی دم شریست مشو کرتے

نہ تھا شہاب کمریں ریاض زر ہوتا

تو دن بڑھاپے کے بھی نذر لکھنو کرتے

بہت ہی پرے میں اظہار آرزو کرتے نگاہیں کہتی ہیں ہم ان سے گفتگو کرتے
 شراب ناب سوساتی جو ہم وضو کرتے حرم کے لوگ طوافِ خم و سبو کرتے
 وہ گل کے دستِ حنائی سے مل لہو کرتے ہم آرزو تو حسین خون آرزو کرتے
 دروغ بانی دشمن کا حال کیا کھلتا جو پردہ چاک بھی ہوتا تو وہ ر فو کرتے
 اُتار لاتے انھیں باہم طور سے دل میں ہم اختیار وہ انداز گفتگو کرتے
 دے وہ کیوں مے پھولوں میں ڈل کر خنا یہ پھول خاکِ تمنا رنگ و بو کرتے
 کلیم کو نہ غش آتا نہ طور ہی جلتا دبی زبان سے اظہار آرزو کرتے
 جو ظرف آب ہمیں میکدے میں مل جاتا نماز کعبے میں پڑھتے یہاں وضو کرتے

رقصاں تھی قتل گاہ میں عریاع وں تیغ
لے خن زلف نہ بھی کبھی تھا اسیر زلف
بن بن کے عمر رفتہ کچھ آتا قفا ورجام
کم تخت رہنما رہو میکدہ نہ ہو
مخیشیں آ کے بن گئی فرد سیاہ جرم
چھپ جلے خون عکس فلک قفا کا رنگ
ہم جان لے کے بھاگے ہیں اے آتش بہار
لو آج تیر چل نہ سکے دستِ ناز سے
کیوں کر کہوں کہ شرم بھی اس لہن میں تھی
اس کی جگہ بھی زلف شکن و شکن میں تھی
تلخی اسی کی آج شراب کہن میں تھی
لغزش سی آج کچھ قدم راہزن میں تھی
بوتل وہ میرے ساتھ جو میرے کفن میں تھی
یہ بھی تو ساتھ ساتھ کف تیغ زن میں تھی
جوشاخ گل تھی آج وہ بجلی چمن میں تھی
منہدی لگی ہوئی کف ناک فلک میں تھی

وہ بھی گئے وطن ہر مری طرح لے لیا ض

پسچی خوشی جو خندہ صبح وطن میں تھی

نشہ لے میں ذرا لطفِ شباب آتا ہے
منہ چھپانے کو وہ تھے چوم لیا منہ ہم نے
بھیجتا ہوں بغیس تقدیر کا شکوہ لکھ کر
مست بلبل کو جو دیکھا ہر کبھی گل کے قریب
خج میں جا کے بھاگے تھے کل قیس کو ہم
روکتی ہر بجھ پینے سے مری ریش سفید
بوسو گن کر کبھی لیتے نہیں مشوقوں کے
اس طرح وہ مے گھر یا پرکاب آتے ہیں
چوم لوں منہ لب نازک سو گیا کالی سن کر
ہم جسے بھول گئے یا وہ خواب آتا ہے
اب نقاب آتی ہر رخ پر نہ حجاب آتا ہے
دیکھوں اب کیا مری قسمت کلبواب آتا ہے
باغ میں جاتے ہوئے ان کو حجاب آتا ہے
خاک اڑانا کوئی پھر خانہ خراب آتا ہے
اب تو پیتے ہوئے مجھ کو بھی حجاب آتا ہے
ہمیں گنتی نہیں آتی نہ حساب آتا ہے
غیر مٹاے ہوئے گھوٹے کی نکاب آتا ہے
آپ کی بات کا نکل بھی جواب آتا ہے

صیاد گھر ترا مجھے جنت سہی مگر جنت سو بھی سوا مجھے راحت چمن میں تھی
 بے ان کے تیرہ آنکھ میں تھے جلوہ گُل کالی گھٹانہ تھی شبِ فرقت چمن میں تھی
 قیدِ قفس میں جان تھی نکلی نہ ضعف سے رکھی ہے اب قفس میں جو طاقت چمن میں تھی
 رہتا تھا ہم سے دور بہت شورِ باغباں آزاد یوں کی سچی مسرت چمن میں تھی
 کچھ پی بھی لی تھی باغ میں جانے سے پیشتر کیسی شگفتہ آج طبیعت چمن میں تھی
 صحرائ کی دیکھ بھال بھی کچھ تھی مے پر د تینکے چنوں چمن کے یہ خدمت چمن میں تھی
 اشد اس طرح کی جنوں آفریں بہار جوش بہار تھا کہ قیامت چمن میں تھی
 چنگاریاں جواں میں بھیلی تھیں بھول تھے بادِ بہار کی یس شرا رت چمن میں تھی
 سامان سب تھے آج خدا نے بچا لیا تو بے بعد کچھ مری نیت چمن میں تھی
 صیاد ابر و باد بھی پتھر بھی برق بھی ہر روز ایک نازِ مہیبت چمن میں تھی
 وہ داغِ دل وہ صاحبِ معراج کا قدم اتنی اک آسمان کو جنت چمن میں تھی
 کل ہم گئے تھے آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے
 بے شمع و گل ریاض کی تربت چمن میں تھی
 لذتِ ہزار طرح کی سیبِ ذوقن میں تھی چوسے جالبِ نواور ہی لذتِ مہن میں تھی
 کل موجِ بادِ شمعِ فروزا چمن میں تھی کس جن کی بہار ہمارے چمن میں تھی
 تربت کی تیرہ رات میں کام آئی کچھ وہی اے صبحِ حشر تیری سفیدی کفن میں تھی
 بے فصل گلِ لباس ہمارا تھا چاک چاک عریانی جنوں کی جھلک پیرہن میں تھی
 جب سوئے گلے یہ پڑی سیدھی ہو گئی مشہور تیغِ بار بہت بانگین میں تھی
 کاٹے پہاڑِ عمر دور روزہ نہ کٹ سکی دیوانہ تھا سمجھ کی کمی کو ہن میں تھی

مری حسرت تبسم آفریں معلوم ہوتی ہے
 جھپٹی تیرے تبسم نہیں معلوم ہوتی ہے
 شفق کہہ لے کوئی چاہے شفق کو تو آسمان کہے
 ہمیں تو کوئے قاتل کی زین معلوم ہوتی ہے
 جلی ہر تیغ تو کس ناز سے ختم ختم کے کہ کہ
 یہ کچھ ان سے زیادہ نازیں معلوم ہوتی ہے
 اے ساقی ذرا میری شراب تیغ تو لانا
 مئے کوثر تو بالکل انگلیں معلوم ہوتی ہے
 جھپٹی جی آج زیر استیں معلوم ہوتی ہے
 اُبھارو تو ذرا شاید مراد و باہودان ہو
 نہیں اب در و دل لیکن ابھی تک ہانڑ کھینچ
 اتر ڈالو حسرت نے نگاہ شوق پر کتنا
 یہ ایسی یاد رہ رہ کر طبعی ہے کہاں بکلی
 لپک اس کی چمک اس کی وہی دھم دھم عالم
 جہاں میرا نشین تھا وہیں معلوم ہوتی ہے
 یہ بجلی کوئی آہ آتشیں معلوم ہوتی ہے

ریاض لسی مے دل سے لگی ہے جام کوثر کی

مئے انگور اب بھی نہیں معلوم ہوتی ہے

یہ محشر ہے یہاں اب ہوش میں دیوانہ آتا ہے
 خداوند امرے لب پر افسانہ آتا ہے
 نہیں ہوسو یہ کوئی اور ہی دیوانہ آتا ہے
 تصدق ہونے شمع طور پر پروانہ آتا ہے
 سنو اے جاوید گے گیسو الہی بات بن جائے
 دل مدد چاک میرا جو بن کر شانہ آتا ہے
 ٹھہرنا ہدیہ زم زمے جو دنیا کا مزا چکھ لے
 تری تقدیر کو گردش میں اب پیانا آتا ہے
 گلے ملنے بھکی بھک کر کی کرک کرکھی قاتل
 تری شمشیر کو بھی ناز معشوقانہ آتا ہے
 بلانو شوق سے شاید آگیا ہو کوئی کعبے میں
 نم آتے ہیں پے طوف حرم خندانہ آتا ہے
 نگاہ شوق تم سے کہہ چکی اب میں بھی کہتا ہوں
 زباں پر حرف طلب آج عینا مانہ آتا ہے

اشک ہی اب نہیں دامن کو وہ اب تیرے لکھے آنکھ تیرے کیوں روزِ حساب آتا ہے

کیوں کہا غیر سے ملنے کو مری تربت پر وہ مری جان کو بن کے عذاب آتا ہے

تیس دن کے رمضان کی نہیں اب فکرِ ریاض

میرے گھر آج خم بادۂ تاب آتا ہے

کیا چھلکتا یہ کوئی جامِ شراب آتا ہے اے میں قربان مرا عبدِ شباب آتا ہے

بعد تو بہ جو ادھر جامِ شراب آتا ہے پینے والو مجھے پینے کی حجاب آتا ہے

ہاے اے شوق کہ دن کاٹتے ہیں گن گن کر آج آتا ہے بکل خطا کو جواب آتا ہے

ہم نئے وہ نئے ہر بات نئی رات نئی نئی صحبت میں حسینوں کو حجاب آتا ہے

کچھ سپید ایسی ہوئی ہجرۂ مری یش و راز ہو حنا کتنی ہی کم رنگِ خضاب آتا ہے

کتنے بوسے لئو اس بت کے بتا دیں کاتب میں تو سنتا ہوں فرشتوں کو حساب آتا ہے

اسے کیا کام نگاہوں کو نگاہیں جو لڑیں روکنے بیچ میں کیوں تارِ نقاب آتا ہے

ہاے ہوتا ہے جوانی کا زمانہ کیا یہ چیز ساتھ اپنے لئے حسنِ شباب آتا ہے

پھوٹ بہنے کے سوار وہ نہیں کتوا فوسں رحم تجھ پر مجھے اے چشمِ حجاب آتا ہے

فاتحہ پڑھنے سے بھیجتے ہیں قبر پر آپ غیر پہنچانے مجھے روزِ ثواب آتا ہے

دیدۂ خشک میں شاید کوئی آنسو آیا اوس سے پیاس بجھانے کو کتاب آتا ہے

نزع میں ساقی کو ترسِ بالیں میں ریاض

آنکھ تو کھول ابھی جامِ شراب آتا ہے

زمینِ بیکدہ عرشِ بریں معلوم ہوتی ہے یہ خشتِ خمِ فرشتے کی جبین معلوم ہوتی ہے

پری اُڑنے میں لفِ غمِ بریں معلوم ہوتی ہے یہ کالی شکل بھی کتنی حسین معلوم ہوتی ہے

سمجھتا ہوں یہ زاہد باغِ جنتِ عل کیا اس کو
 عدو کے ساتھ قتل کا مری تعظیم کو اٹھنا
 روقا قتل میں کٹ جاتا ہوں سایہ ساتھ سوئیے
 وہ سیدھی سا دھی جنت الی میسے کام کی ہوگی
 جو سودل چور ہوں تو کیا کسی کی چال ہو یہی
 بھرتا ہوں خم و جام و سب کے منہ میں بھی پانی
 پڑے میں جبریل لے چرائے زندگانی کے
 کوئی دیکھے تو جانے عرض ہی پر پاؤں ٹٹے ہیں
 چڑھی آنکھیں امتوالی پن کی چال مستانہ
 نقابِ نکلندہ روئے دختِ زہی میں مانوں گا
 جب اس کے ہاتھ کوئی خوشہ انگور آتا ہے
 مجھے آبِ یادان کی بزم کا دستور آتا ہے
 جب آتا ہوں تو مجھے دس قدم وہ در آتا ہے
 اسے زاہد بھی تھکوا خیالِ حور آتا ہے
 کوئی دیکھے تو جانے نشے میں وہ چور آتا ہے
 ہمارے سامنے جب خوشہ انگور آتا ہے
 بہت ہی وقت نازک و شبِ بچور آتا ہے
 کس کے کعبہ دل میں بتِ مغرور آتا ہے
 جوانی کہتی ہر نشے میں کوئی چور آتا ہے
 جھلک سا غر کی لے کو دائہ انگور آتا ہے

ریاضِ آبِ شکل ہی بدلی مذاقِ طبع بھی بدلا

یہ سن کا ہے تقاضا جو خیالِ حور آتا ہے

حشر کی اتنی حقیقت ہوگی پاس میخانے کے جنت ہوگی
 لے بہار آئے کھلی جاتی ہے کسی دیوانے کی تربت ہوگی
 پی کے آنا تھا کہ ہے یومِ حساب میکشودیر میں فرصت ہوگی
 وصل کی شب ہو سحر ہونے دو ہوگی شوخی نہ شرارت ہوگی
 باتیں کہنے کی ہیں یہ بزدل ہے ایک ٹھوکر کی قیامت ہوگی
 پینے کی شے تو نہیں صوم و صلوٰۃ ہوتے ہوتے ہیں عادت ہوگی
 حور میں غمرہ معشوق کہاں بڑھ کے دنیا سے نہ جنت ہوگی

پس تو بید عالم ہوتے صدقے مے ساقی
 ہزاروں کے گاہک بیت دل گھرِ حسینوں
 ابھی اٹھتے ہیں نام اس کے ابھی بیجا نہ آتا ہے
 ہمیں بھی آج لطفِ لغزشِ مثلاً نہ آتا ہے
 ریاضِ خضر صورت جب ہو بیجا نہ آتے ہیں

تو فوراً سزمہ راہِ خم لئے پیما نہ آتا ہے

فروغِ مے ہر عیش میں سو نور آتا ہے
 حجابِ نو میں شوخی سے وہ مستور آتا ہے
 چھلکتا میکہ دہ میں ساغرِ نور آتا ہے
 مے ساقی تے صدقے حنائی ہاتھ سونے سے
 مرا پاس اس قہر میں جو سونے بھد جاتا ہوں
 مرا آتا ہے بیجانے کا زیرِ تاک اے واعظ
 بہت ہی سخت منزلِ عشق کی جو کس کس تریں
 اے خنجرِ انزہ ہے مے قاتل کی باتوں کا
 مے مالک کرشمہ ہریدونی تیری قدرت کا
 جوانی جن میں کھوئی ہو وہ گلیاں دانی ہیں
 بھر محض میں شیشے پر نہ ٹوٹے اس طرح ناہد
 یہ سولی آپتے باہر ہوئی جاتی ہو کیوں یارب
 وہ کیا شے ہو تاوے تے مے ساقی تے صدقے
 نہیں آتا ہر دل کو گدگدانا نوکِ خنجر سے
 کہ ساغرِ طاقِ یون کر چرخِ طور آتا ہے
 ہر اک تار نقابِ بے بن کے شمعِ طور آتا ہے
 پری خانے میں ساقی کوئی رشکِ جور آتا ہے
 وہ نئے پینے جس کے میسے منہ پر نور آتا ہے
 غبارِ قیس لینے کو مجھے کچھ دور آتا ہے
 لئے سو خم کا حاصل دانہ انگور آتا ہے
 بتوں کے بام پہلے بعد ان کے طور آتا ہے
 جو دل میں خم آتا ہے لئے ناسور آتا ہے
 کہ مجھ عاجز کے پہلو میں بتِ مغرور آتا ہے
 بڑی حسرت کی لب پر ذکرِ گور کھپور آتا ہے
 ذرا اٹھ ہے ابھی افشردہ انگور آتا ہے
 اناحق کہنے شاید اس طرف منصو آتا ہے
 کہ جس کے نام سے منہ پر ہمارے نور آتا ہے
 لگانا ہاتھ اوطالم تجھے بھر پور آتا ہے

تیری تصویر ہو کہ تیغ تری ہم سے ہر دم کھینچی سی رہتی ہے
بدلے بوتل کے اب حرم میں لیاض
ہاتھ میں زمزمی سی رہتی ہے

تسے آگے مہر نو بن گیا ہے ماہِ کامل سے گھٹا ہو چودھویں کا چاند بھی مذمقابل سے
شبِ فرقت گھٹے ظالم تسے خسار کے تل سے تری تصویر مل جائی گی ہر میسے دل سے
جوانی میری رخصت ہو رہی ہو موت سے پہلے الہی کارواں یلٹ رہا ہو ورنل سے
نانِ ماسخ ہو کوئی نہ مجسا کوئی دیوانہ بہار آتے ہی لڑو ایں گدوہ مجکو عنادل سے
سنبھالے کیا مژدہ آفت نگہ ہو چوٹ کر نیں ذرا سی تیغ نکلی جا رہی ہو دستِ قاتل سے
لحدیں کنگی نے شکل میری اس قدر بدلی فرشتے حشر کے دن مجکو بچائیں گے شکل سے
اسے واقفین کبھی بے اثر دیوانگی تیری تری محل نشین لی نے جھانکا بھی محل سے
وہ خون بے گن کو اپنے دامن تک سمجھتے تھے نظر آیا رنگد امانِ حشر خونِ نسل سے
ہے قائم تہوارِ عکس اس میں شرطِ ہوا تھی تم اپنی آرسی دے دو بدلتے ہیں محل سے
زبانِ تیغ بھی چپ ہو دہان زخم بھی چپ ہے کسی سے داؤدِ حشر کے آگے ہوگی قاتل سے
وہ باتیں کچھ تو ہیں جن کا اثر ہر شمع پر اتنا اٹھی وہ جل کے خلوت سے اٹھی وہ کونے محل سے
کسی کا لطفِ خضر راہ ہو تو راہ آساں ہو طے پیچیدہ جادے پاؤں جب نکلا سلاک سے
نہ شرم و سکھا و شوخیان ہم سن ہیں کم سن ہیں ذرا یہ منہ بندھی کلیان میں یوں غافل سے
غبارِ لہ تو ہی کچھ مدد دے مجھے اٹھ کر ذرا بہنچائے منرا تک پڑا ہوں ورنل سے

ریاض آئے تو کیوں کر حشر تیرے مے مالک
یہ دیوانہ ترا واقف نہیں ادبِ محفل سے

آئینہ ان کی بلباب دیکھے زلف کہتی ہے کہ وحشت ہوگی
 شیخ جائے گا خدا کے گھر بھی گھر کے دھندوں ہی وضعت ہوگی
 نہ ہماریش دراز اے ناصح کہ زیادہ مجھے وحشت ہوگی
 آئی منہ تک مے سر جوش جو آپ شیخ صاحب کی کرامت ہوگی
 کیا انھیں چھڑیوں شہر و محل لیاض
 منفعل ان کی نزاکت ہوگی

عشق میں دل لگی سی رہتی ہے علم بھی ہو تو خوشی سی رہتی ہے
 دل میں کچھ گدگد سی رہتی ہے منہ پران کے ہنسی سی رہتی ہے
 یہ ہوا ہے خدا خدا کر کے رات دن بخود سی رہتی ہے
 حشر کے دن بھی کچھ گدگد کر لوں معصیت میں کمی سی رہتی ہے
 صدقے میں اپنے غنچے دل کے یہ کلی کچھ کلی سی رہتی ہے
 اتنی پی ہے کہ بعد تو بہ بھی بے پئے بے فوہی سی رہتی ہے
 عیش بھی ہو تو لطف عیش نہیں ہر دم افسردگی سی رہتی ہے
 شب غم کی سحر میں نور کہاں صبح بھی شام ہی سی رہتی ہے
 یہ نہیں ہے کہ پردہ پڑ جائے نشہ میں آگہی سی رہتی ہے
 رہتے ہیں گل محل کے پڑ مردہ شمع بھی کچھ بجھی سی رہتی ہے
 ہو گئی کیا بلباب مے گھر کو رات دن تیرگی سی رہتی ہے
 اب جنوں کی عوض ہر یاد جنوں ہاتھ میں ہتکڑی سی رہتی ہے
 کف پا سے حنا نہیں چھٹتی آگ یہ کچھ دہنی سی رہتی ہے

ستم گردوں میں ہوا ہے جو روزِ حشر شمار
خدا کے سامنے آئے ہیں من چھپائے ہوئے
وہم خرام وہ کہتے ہیں اپنی ٹھوکر سے
وہیں نہ حشر ہو فتنے ترے اٹھائے ہوئے
پکار ہے کہ جگہ لیں کنارِ رحمت میں
جو آبِ شرم و محشر میں نہاے ہوئے
کبھی یہ نکلے بھی تو بن کے آہ نکلیں گے
ہم اے دل میں مینا وک ترے لگائے ہوئے
بنائے جاتے ہیں کیا کیا بگاڑ کر نقشے
بگاڑے جاتے ہیں نقشے بنے بنائے ہوئے
شہید ناز کو دیکھا تو حشر میں بولے
یہ کون آئے ہیں خونِ جگر نہاے ہوئے
ہنسے جو چھوئے سو میرے شگوفے ہاروں کے
یہ سب بنیم سحر کے ہیں گدگدائے ہوئے
بنیں گے اٹھ کے ناب ہم غبارِ دامنِ حشر
پڑے ہیں گنجِ لحدیں بے دباے ہوئے
جلیں ہم اور تو جلنا ہے مثلِ بجھنے کے
چراغِ صبح کے ہیں شام کے جلائے ہوئے

وہی ریاض جو تھے بت پرست باد پرست

خدا کی یاد میں بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

دیکھ کر چاند کوئی چاند سی صورت دیکھی
صدقے اللہ کے اللہ کی قدرت دیکھی
بنِ سنور کر کہیں جانے کی مرست دیکھی
آئینے میں کوئی سوار تو صورت دیکھی
ہم نے سانچے میں ڈھلی نور کی صورت دیکھی
پنی ادھر اور ادھر آنکھ سے جنت دیکھی
نہ کبھی گورِ غریباں کی خدایات دکھائے
جب گودن میں بستی ہوئی حیرت دیکھی
کچھ خبر ہے تجھے او شام سے سونے والے
رات بھر بیٹھ کے ہم نے تری صورت دیکھی
ہم نے بھی میکدوں میں جام لگایا منہ سے
جب برستے ہوئے اللہ کی رحمت دیکھی
آبلہ دل کا دکھایا انھیں تو یہ کہہ کر
آپ نے آرزوِ مردہ کی تربت دیکھی
آئی زمرم سے اُبل کر مے لبِ تلک اور شیخ
آج تو آپ نے زندوں کی کراست دیکھی

کبھی آسماں سے کبھی لامکاں سے
 حرم میں بھی پہنچا تھا ناتو سدا
 یہ پتی میں آتا ہے ہستی نہیں ہے
 نبھھے دل سے کی آہ بلبل نے شاد
 گلی میں یہ کیا نقش پا ہیں عدو کے
 ہوئے چپ ہم ایسے جن اب قفس ہے
 یکس کے قدم آئے میری محد پر
 مے کان ناتو س نے کچھ بھرے تھے
 کبھی ہم بھی حلقے میں جا بیٹھے ہیں
 وہ دل ہی نہیں لے، جو م تمنا
 اٹھے کر کے تو پاؤں اٹھتا نہیں ہے
 اٹھانے نہیں دیتے سر ہم کو سجدے
 مے گھر وہ آتی ہے ادبچی دکاں سے
 بڑا غل مچا آج میری ازاں سے
 نہ پوچھو کہاں آئے ہم کہاں سے
 دھواں سا اٹھا آج کچھ آشیاں سے
 بہت ملتے ہیں دیدہ پاسباں سے
 قفس کل چن تھا ہماری فناں سے
 زمیں باتیں کرنے لگی آسماں سے
 حرم میں کھلے آج شور ازاں سے
 ہمیں بھی ہے کچھ لطف پیرمناں سے
 جدا ہو گیا ہے جس کارواں سے
 بچھڑا ہی قسمت میں ہو کارواں سے
 کہاں جائیں اٹھ کرتے آسماں سے

ریاض ان حسینوں نے دولت فوٹے لی

مروت نہ کی کچھ شفیق الزماں سے

یہ کیا اثر ہو اپنے بھی اب پر لے ہوئے
 وہ بولے حشر میں پہنچے جو بستائے ہوئے
 گئے کلیم کے بھی کچھ حواس آئے ہوئے
 ہمارے خون سرد امن نگیں گے آج ہی
 بلا کے چھوڑیں گے ہم کو ضرور لے ساقی
 کہ دل کو دیکھے ہم پر ہی نہ کھائے ہوئے
 شکار سامنے آئے میری جٹ کھائے ہوئے
 یہ کون حشر میں یا نقاب اٹھائے ہوئے
 جو قتل گاہ میں ہیں ستین چڑھائے ہوئے
 یہ ٹکڑے ابر کے سر پہ چائے چھائے ہوئے

چشم بصیرت نہ ہم کو بصارت
 نشیمن نہ جبریل اس پر بنائیں
 یہ نخل مدینہ ہے طوبی نہیں ہے
 تراجلوہ برق تجلی نہیں ہے
 گئے کہتے شیلے قاست کسی کے
 مدینے میں نہ ہتی ہیں نجی نگاہیں
 بہارِ محمدِ خلد میں یاد آئی
 نہیں ہو کوئی دوسرا میرِ دول میں
 بہت کچھ ان آنکھوں کو دیکھا ہے میں
 وہی ایک ہو جس کو دیکھا نہیں ہے
 حرم کی اذواں پہنچے کیا سیکھ دیں
 کسی کی وہاں کوئی سُنتا نہیں ہے

ریاض اس کو رہتا ہے اک خم کا نشہ

ادب سے حرم میں جو پیتا نہیں ہے

دل پر داغ دیا نرم کس دل سے مجھے
 خوب گلہ رہتا آپ کی محفل سے مجھے
 دے کے دل روزِ نزل یہی مشکل سو مجھے
 جان پیاری نہیں کچھ آرزو دل سے مجھے
 خار سے آبلے کو چھیر کے آہیں کرنا
 کامِ گلشن سوزِ گل سوزِ عناد دل سے مجھے
 گوشہٴ قبر میں بدستِ پڑا تھا کب سے
 حشر میں لائے فرشتے بڑی مشکل سے مجھے
 مدد سے دستِ جنوں کچھ مدد واپائے جنوں
 دل غلیٹا ہوا چمک کر مہرِ کامل سے مجھے
 بولی حسرتِ مرتزت کہ نکلنا ہی پڑا
 دلِ سل سے مجھے دیدہٴ بسمل سے مجھے
 چنچ ٹھیس گے مری آوار سوسبائی بھیا
 دور رکھنا قفسِ افتادہٴ غماد دل سے مجھے
 ہونہ ہوان میں ہو کچھ کو کہنِ قفس کی خاک
 لینے آئیں گے بولے کی منزل سے مجھے

بیٹھے دیکھا کئے وہ منہدی لگو پاؤں کھنکھ
 نام سے بوسے کے سوزِ نگ بدلتے دیکھا
 قبر تیرہ میں بھی کا فر نہ ملی تجھے نجات
 تھی وہ بکھری ہوئی زلفوں کی بنائی ہوئی آرا
 بت پستی میں کہاں کسی کا فر کو نصیب
 روزِ تیری گرجِ صورت کی آواز بنی
 کبھی صرصر کبھی آندھی کبھی پانی کبھی برق
 اپنی آنکھوں میں سائے وہ کچھ ایسے سبز زم
 سوزِ دل تو نے دیا اس تری رحمت کے نشا
 تنخ کی طرح نگہ اب نہیں اوپر اُٹھتی
 پس تو بھی دئے دے کے چھلکتے ہوئے جام
 بات کیا ہو کہ بچھائے نہیں بھجتی صیاد
 قبر کے پھول نہ شمع سرِ ترست دیکھی
 ہم نے اس پھول کی چہرہ کی نزاکت دیکھی
 پھر تری آج جھلکائی شبِ فرقت دیکھی
 ہم نے جس آت تری چاند سی صورت دیکھی
 ہم نے اس دوپہستی میں جولدست دیکھی
 ہم نے آتے ہوئے واعظانہ قیامت دیکھی
 آشیانے میں نئی روزِ مصیبت دیکھی
 آری میں کوئی سوار تو صورت دیکھی
 لطف کی تیرے جہنم میں بھی جنت دیکھی
 حشر و الومے قاتل کی ندامت دیکھی
 آج ساقی تری آنکھوں کی مروت دیکھی
 تو نے دل سوختہ بلبل کی شرارت دیکھی

پیش تھی راہِ سفر کوئی تو رہتا ہستیا ر

ویدہ و دل کی لیا صُ اپنے غفلت دیکھی

مے ساتھ حشر کا جھگڑا نہیں ہے
 وہاں جلوہ ہر جلوہ فرما نہیں ہے
 جو دالوں نگہ طورے اٹھتے تشعل
 یہاں آ کے اٹھتے ہیں آنکھوں کی پیہ
 مبارک سے ہودہ رسوائے لیلے
 محبت میں امروز فردا نہیں ہے
 مرادِ مدینہ ہے کعبا نہیں ہے
 مری آنکھ کچھ چشمِ موسیٰ نہیں ہے
 مدینہ ہی یہ طور سینا نہیں ہے
 مجھے قیس کی طرح سودا نہیں ہے

مر گیا دلِ رزومیں کس کی ہو کر اب ہیں
 ایک ٹپس سی پڑی تو رات دن کہہ رہا ہے
 وصل کی شب تیرے قربانِ صدقہ تیری شام کے
 صبح کا ان کو گمان ہو کتنی روشن شام ہے
 زورِ بازو دیکھ کر تعدادِ اسیروں کی بڑھا
 ایک جھٹکے کالے صدیا و تیرا دام ہے
 صحنِ ندان ہو ہیں لے جائے صحرائیکے صحت
 پنختہ کاران جنوں یہ تو خیالِ خام ہے
 اولیٰ بیمار کی تو نے بدلوادی جگہ
 آج تو اس کو کسکوں جو آج تو آرام ہے
 شوق میں بیدار کے پڑنی ہو کس س پر نگاہ
 جس کے نیچے سینکڑوں موسیٰ تیرا نام ہے
 رفتہ رفتہ آپ ہی عیش بن جاتا ہے عشق
 کچھ عجب انداز اس کا ہو عجب انجام ہے
 جس میں سول میں نی پی ہو وہ سفالین عام ہے
 میں تے قربان تجسے کوئی ہو کیوں نا امید
 میری مالک سن چکاپوں تیری رحمت عام ہے
 وقتِ آخر یاد فرمایا مجھے جس سن سے
 ہچکیاں کی پتی آئیں وصل کا پیغام ہے

حضرت ساجدؒ یہ فرماتے ہیں خسرو ہے یا حسن

ہم یہ کہتے ہیں غزل کہنا اسی کا کام ہے

دشمن ہزار بزمِ سرت سے دور ہے
 آئے زیادان کی طبیعت دور ہے
 وحدت پکارتی ہو وہ کثر سے دور ہے
 ہر انکشافِ ازلِ حقیقت سے دور ہے
 دونوں میں ایک میری لئے عیش ہو کہ غم
 میرا مقامِ دونوں جنت سے دور ہے
 بل چل میں حشر کی نہیں موقعِ وصال کا
 وقتِ وفائے عہد قیامت سے دور ہے
 آئینہِ مثال میں ہو جس سن بے مثال
 لیکن وہ عکس ہو جو کہ صورت سے دور ہے
 میں نے کریم جان کے تہک جو کئے گناہ
 بخشے نہ تو مجھے تری رحمت سے دور ہے

بوجھ تلمی بھی بُری چسبہ بھی توبہ توبہ
 کسی کا فرنے پلائی بُری مشکل سے مجھے
 مجھے فرمائش فریاد جنوں گلشن میں
 آپ سنوائیں گے کچھ آج عنادل سے مجھے
 پاؤں سو جاتے تھے پہلے مروگا ہو گا ہے
 نیند اب آجاتی ہو آواز سسلاں سے مجھے
 گزری جب بند سے سیلی تو کہا چلا کر
 کھینچتا ہو کوئی دل سینے سے محل سے مجھے
 حشر کچھ اور ہے کیا انجمنِ ناز نہیں
 ڈر ہے داعطرتی اندیشہِ باطل سے مجھے
 ہاتھ بھر کی ہرز باں اس کی وہ جو چاہے کہے
 ہوتے قاتل کے گلا خنجر قاتل سے مجھے

کسی کا فر سے ریاض آپ نے کس دل سے کہا
 آپ کے کام کا ہے کام نہیں دل سے مجھے

خانقہ نہیں ہوں مینا ہو سبو ہے جام ہے
 ہاتھ میں بیج ہے لب پر خدا کا نام ہے
 صبح ہر دم سے نکلتا آفتاب جام ہے
 آج سورج کی کرن معجئے گلغام ہے
 میں ہوں وہ میں ات ہوں ہو بحرِ شام ہے
 صد قے میری دور ہے پر گردشِ آیام ہے
 گل سے نازک تر وہ شوی پھولِ گل کا نام ہے
 گل رخ و گلچہرین گل پوشِ گل اندام ہے
 ان کا یہ کہنا سحر ہوتی ہو چھوڑ دو جان بھی
 اور میرا ان سے یہ کہنا ابھی تو شام ہے
 توبہ کرتے ہی بنا داغِ گنہہ کوثر کا جام
 لے میں صد قے میری توبہ کا ذریعہ جام ہے
 آسمان طو کر چکی میری ترپائی شوقِ یار
 اب نظر کے سامنے اک عرشِ رفعتِ بلام ہے
 جوشِ گل میں چھونک دی صیادِ مہمِ تنہا ہوج
 اور تیرا سوبرس کا یہ پُرانا دام ہے
 جاؤں کہے تو لگاے آئینہ سے شیخِ دم
 میکدے میں صافی نے جامِ لعلِ حرام ہے
 باغِ خالی کر دیے پھر بھی نہیں بھرتا ہے جی
 دوش پر صیاد کے ہرقت اب بھی ام ہے
 گالیوں کا سلسلہ یارب ہو یہی دام
 چوم کر منہ کوئی نحو لذت و شنام ہے

غرض گناہوں کی پٹھی کہ جالوں میں
مجھے جو بخش دیا یہ مری سزا کی ہے
یہ نہیں ہی وہ کسی طرح کچھ زباں تو دیں
غلط سے وعدے کی سوار التجا کی ہے

نگہا کے گیسوؤں شکلیں غش میں کہتے ہیں
ریاض ہوش کی اپنے کبھی دوا کی ہے

دشتاں ہر ذاب شمع شبستاں کوئی
گھر کا یہ حال ہے جیسے ہو بیا بیاں کوئی
بن کے پیکاں ہے ایسا نہیں ابا کوئی
بن کے ارمان ہے ایسا نہیں بچاں کوئی
ہے شہرِ وصل کہاں ہائے یہ کافرانہ
ہو رہا ہری چھپڑوں کی پریشاں کوئی
جان پڑ جائے مری آرزو مردہ میں
جھوٹا سچا لب جان بخش سے پیاں کوئی
نہ اٹھوں دل میں لئے یا بستم شکر کے دن
اس دل سے سرتربت ہے پشیمان کوئی
کہہ گئے نیند گئی رات کا آرام گیا
اُس کی تقدیر جو ہو آپ کا جہان کوئی
شرِ رسنگ جو بھی ہو پپی شیشے کی
ان بتوں کا نہ بنے بندہ احساں کوئی
کسی نکل میں بے جا کے گلی سے تیری
نظر آتا نہیں اب چاک گریباں کوئی
جھانکنے کو ادھر لڑی نہ کبھی باد بہار
چھو گئی گوشہ و امن سے تو چھ جائے گی
غیر کے سر کی قسم نہیں کے دم وعدہ و صل
گل کتر جائے کوئی پائے خنائی سے ذرا
رمیں سونے میں لٹیں لٹوں کی یونہی خبر
بات نہ جائے مری اس کے گنہگاروں میں
دختِ رز کو نہ زباں دی نہ کبھی تو بہ کی
میں مہمان صبح سے نہ چمانے سے پیاں کوئی

بنتے ہیں غارِ نجدِ عبث اتھوانِ قیس
 توبہ کے بعد بھی مجھے پہنچے نہ تجھ سو فیض
 میں گامِ زن ہوں بن کے سراپا خیالِ یار
 اے شیخ اس کی چھان بھی نہیں خلک کو نصیب
 اس کی بلا سے چاہے قیامت کبھی نہ آئے
 جانِ حزیں کو چھوڑ کے جاتا ہے تو کہاں
 قابو کی تیز بن گئے عہدِ وفا سے آج
 رحمت کا جوش دیکھوں گا یہ کہہ کے حشر میں
 اُنجاؤ میرے دامنِ حشر سے دور ہے
 ساقی یہ تیری چشمِ مروت سے دور ہے
 ہر خارِ میری راہِ محبت سے دور ہے
 یاروں کا میکہ تری جنت سے دور ہے
 ہو جائے صبح یہ شبِ فرقت سے دور ہے
 اے دل یہ تیری باتِ فاقے سے دور ہے
 پیالہ وہ توڑ دیں نیزا کرتے دور ہے
 بندہ کوئی ترا تری رحمت سے دور ہے

پینے کے تو نہیں پس توبہ کبھی نہ پاؤں

ساغر سے ہاتھ اٹھائیں یہ حضرت سے دور ہے

بتوں کو شب میں بڑی فکر اس صدا کی ہے
 شکست تو بھی اس کو قبول تو یہ بھی
 چھلکتے جام کے ساتھ ایک جامِ مے کورا
 کسی کلی کی نہ پھوٹی تھی بو کبھی بلبل
 سمجھ کے چورِ پسِ خمِ مچا دیا کیوں شہور
 برس رہی ہے مہِ صوم میں جو میرے گھر
 کسی عیس کی طرح حقوڑی دیر کو مل جائے
 نثارِ عمرِ حضرت ہے ایک ایک ساعت پر
 ملے ہر اس نے یہ پھیری میں دور سے خنجر
 کسی نے درِ محبت کی بھی دوا کی ہے
 یہ کچھ نہیں ہے کوئی مے خدا کی ہے
 یہ آنکھ مت کی یہ آنکھ پارِ ساس کی ہے
 چمن میں سب یہ اُڑائی ہوئی صبا کی ہے
 یہاں نماز تہجد ابھی ادا کی ہے
 ہمیشہ میکہ میں یہ گھٹا اٹھائی ہے
 مرے شباب نے مجھے بڑی دغا کی ہے
 بہت ہی مجھے مری عمر نے وفا کی ہے
 کہ قتل گاہ میں صوم آج اس دوا کی ہے

انھیں نے خانوں میں ہیں پیر میاں ایک
 قبلہ دیں ہے کوئی کعبہ ایساں کوئی
 دل میں آباؤ تھی ارمانوں کی دنیا کیسی
 اب تو بھولے سے بھی آتا نہیں مل کوئی
 لے جنوں اب کی بہار آئے گی تو کیا ہوگا
 غل ہو دیو انوں میں خالی نہیں مل کوئی
 کون دے دا سخن حضرت سنا حرم کے سوا
 اب بخور ہے کوئی اب نہ سمنداں کوئی

اب مجھ پیر خرابات کا ہے حکم ریاض
 جا کے آباد کرو مسجد ویراں کوئی

تا عمر منے دو برے و جام کے اٹھتے
 ہم قبر سے پیاتے کو گلفام کے اٹھتے
 جب ٹوٹے ہوئے ٹکڑے و جام کے اٹھتے
 مینخانے سے کچھ دھیرے نام کے اٹھتے
 ہم جا کے تہہ دام بے پاؤں نکل آئے
 قسمت کنا لے تھے کچھ اترام کے اٹھتے
 کل اس کی گلی میں کوئی سوار گئے آئے
 تاصبح نہ بیٹھے کہیں ہم شام کے اٹھتے
 مینخانے میں جا کر عوض دُر و لگا آئے
 جب دام نہ کچھ جائے احرام کے اٹھتے
 یہ کہہ کے شب وصل ہیں جھپٹ رہے ہیں
 پہلو سے ہارے کوئی دل تھام کے اٹھتے
 اس قصد کو مٹنی کو غش آیا ہوا اٹھا لائیں
 کچھ شاپرہشیں آن ترے بام کے اٹھتے
 بیتاب کیا لذت و شنام نے ایسا
 منہ چومنے عاشق ترے و شنام کے اٹھتے
 فراہ سے کوئی نہ بڑھتا میث زنی میں
 اٹھنے کو کئی آدمی اس کام کے اٹھتے
 ہم سائل مینخانہ جم و کے سے نہیں کم
 چلو سے اگر پی تو منے جام کے اٹھتے
 جنبش بھی نہ ہو کتنے ستم پیشہ ہیں صبا و
 پر کاٹنے مرغان تہہ دام کے اٹھتے

جب کہہ کے ریاض اس نے پکارا محفل
 بن بن کے کئی آدمی اس نام کے اٹھتے

لے جیس کے کوئی بوسے نہ کہیں سوتلیں
 ابھرے جو بن کے لئے آپ کو آخر نہ ملا
 جو جلاتا ہے مجھ کو اس سے عوض لینے کو
 گھر کا کیا ذکر ہے ہم دل میں ٹھاکر کھلیں
 آرسی آئینہ اب دونوں نظر سے اترے
 دور سے کیا نگہ شوق نے چھیڑا ہوا نصیں
 چُن نہ لے ہنٹھوں کو سب کے افشاں کوئی
 خم گردن کے سوا اور نگہبیاں کوئی
 دے دے اک چاند کا ٹکڑا شب بچاں کوئی
 ہم کو مل جائے جو چھوٹا سا بیاباں کوئی
 دل حیراں ہے کوئی دیدہ حیراں کوئی
 اپنی زلفوں کی طرح کیوں ہو پریشاں کوئی

حشر کے روز ہے لطف شب وصل ریاض

عاقبت کے لئے اب چاہئے سامان کوئی

کیا کہا دل میں بنا آکے خود ارماں کوئی
 پھر نکل جاؤ گا رہ جائے جو ارماں کوئی
 اے صیاد ہمیں گل میں بل ہیں
 اے حیا تو بھی نہ ہو تو بھی نڈر ہیں شجہ صہیل
 کہہ گئے پھیر کے منہ ظلم کی آخر حد بھی
 بخشنے والے کی رحمت کا تقاضا ہو
 آرسی چور ہوئی آئینے ٹوٹے پھر بھی
 حشر صہیل کا پہلے تو نا شوق سے حال
 زندہ پیاسی ہوں تو ہو دیے سی پانی کے دریغ
 جو ہونے غیر سے وعدہ ہو رہی قائم تا حشر
 دیکھ لے تیرنگن دل میں فرارے کے نکٹاف
 ادھر آیا ہی نہیں ٹوٹ کے پیکاں کوئی
 نیند اڑ جاؤ نہ اتنا ہو پریشاں کوئی
 داغ دل میں کہ قفس میں جہنستاں کوئی
 کہ نہیں ان کی نزاکت سا نگہبیاں کوئی
 آپ کے گھر آکے نہ اب ہو کبھی مہاں کوئی
 مجھ کنہ گار سے رہ جائے نہ مصیلاں کوئی
 ہر گھڑی سامنے ہو دیدہ حیراں کوئی
 پھر کہا یہ بھی ہوا رمانوں میں ارماں کوئی
 زاہد خشاک دیکھا نہیں انساں کوئی
 ایسے نازک ہیں نہ ٹوٹا کبھی ہواں کوئی
 یہ بھجنا زہر کا پیکاں ہو کہ ارماں کوئی

پھول رسائے عوض ضاعت کے کو کا فروغ
شجر طور تری بزم میں مینا ہو جائے
دل کا کیا ذکر جب بھی نہ ہو تل ہرنے کی
اس قدر نور سے معمور مینا ہو جائے
یوں غم گنبدِ خضر کی طرف روح کھینچے
میکدہ کوئی بھی ہو و بھر مچھ پینا ہو جائے
رات دن تیری بستی میں تگدے وہ ہے
غون جتنا ہے رگوں میں وہ مینا ہو جائے
ہائے وہ مے کہ جو دو گھنٹہ گل سے اُترے
تورواں رخ سے خجالت کا پسینہ ہو جائے

سایہ تاک میں ہو دعوتِ زبا و ریا ض

کہیں ہر دانہ انگور نہ مینا ہو جائے

نام کے نقش ہو روشن یہ نیکنہ ہو جائے
کعبہ دل سے اللہ دینہ ہو جائے
وہ چمک درد کی ہو دل میں کہ بجلی چمکے
دامنِ طور ذرا آج یہ سینہ ہو جائے
تو جو چاہے لے اور جھکو بچانے والے
موجِ طوفانِ بلا اٹھ کے سفینہ ہو جائے
دیکھ کر بزمِ شبنم سے یہ ہنگامہ حشر
چاہتے ہیں تنہیِ مفصل کا قرینہ ہو جائے
ظلمتِ کفر سے بڑھ کر ہے سیاہی ل کی
دور کیوں کر دلِ اغیار کی کہنہ ہو جائے
آنکھ میں بقِ سر طور ہو گنبد کا کلس
شرفِ اندوزِ زیارت یہ کہنہ ہو جائے
پنی لے بھولے سبھی دو گھنٹہ تعمیرِ غم کی
سینہ شیخِ معارف کا خزینہ ہو جائے
دل ہے ہاتھ میر تقی سے پہلو کے عوض
چاہتا ہوں تے خاتمِ کائنات ہو جائے
اس کی تقدیر جو پامال ہو تیرے در پر
اس کی تقدیر ہو خاکِ مینہ ہو جائے

جان کی طرح تمنا ہے یہی دل میں ریا ض

مروں کعبے میں تو منہ سے دینہ ہو جائے

غروبِ حشر کا اب آفتاب ہوتا ہے نقاب اٹھتی ہے وہ بے نقاب ہوتا ہے

کہاں سے میکہ میں آؤ گیوں کو کہاں ہے
 چلے ساغر سبوا چھلے کہہ دینا کہاں آئے
 پرانے یار کپین کے ہر قسین کو کہن دونوں
 جگہ وہی جگہی فلک نے سایہ دیو اور دشمنیں
 یہ میخانہ ہڑ سننا کوں ہڑ پینہ گوشوں میں
 مقام ایسے بڑے ستے میں جس میں کمال تھا
 بکے اتنے کہ آئینہ بچے پورے خمدے لکڑ
 کسی کی یاد آتے ہی مے لب پر ہنسی آئی
 کہیں صیاد دل سے آرزو جگے ہائی کی
 مجھے واما ندگی میں بھی بہت اتنا سہارا
 یہ ہم سے ناتواں کو سایہ دیوار نے پیرا
 گلی سے ان کی ہٹ کر کون انوں کو یہ کہتا تھا
 جھکے خم بھی سبوغی جام بھی مینا بھی لے ساقی
 ریاض آئے یہ میخانے میں یا پیر میخانے

طور سینا مے اللہ یہ سینا ہو جائے
 سختی نزع ہی موت نہ آئے نہ سہی
 لے لو دم اور غمی چھاؤں سے اٹھنے والو
 دیکھنا ہر لب توبہ کا تسم ساقی
 طعن کھینچے یہ مری عمر و راندس پر
 طور کیا جلوہ پہیم سے مینا ہو جائے
 شوق دیدار میں کل مجھے مینا ہو جائے
 ہم بھی چلتے ہیں فراخ شک مینا ہو جائے
 تلخ اتنی ہو کہ شکل نجم مینا ہو جائے
 ہر نہر میرے لئے ایک مینا ہو جائے

مرنے کی ہوتی ہیں شتاق وید سے باتیں کلیم ہوتے ہیں ان سے خطاب ہوتا ہے
ہمارے دیدہ و دل میں سمائے رہتے ہیں ہمیں سو پرودہ ہمیں سے حجاب ہوتا ہے

یہ عمر وہ ہے کہ جا کر حرم میں بیٹھ رہے
ریاض ہیکدے میں کیوں خراب ہوتا ہے

میرے ساقی ترے تبسم سے جام چھلکے چھلک پڑے خم سے
پھول برسائیں وہ تنکلم سے بجلیاں بھی کبھی تبسم سے
تو اگر چاہے تو مری کشتی کرے انکھیلیاں تلاطم سے
آئے مینا سے جام میں جب تک ہم نے پی لی کھڑے کھڑے خم سے
ڈالے جان قلعہ تسل مینا قل کے بدلے یہ کام لے تم سے
تم فوراً حشر میں الگ سُن لو مجھے کہنا ہے آج کچھ تم سے
بڑھ کے کوثر سے ہے یہ خوش ساقی پھول برسے ترے تبسم سے
لن ترانی سنوں زری سر طور برق چمکے ترے تنکلم سے
طے کئے ہیں یقین کے درجے ہم بہت دور ہیں تو ہم سے
ایسی کیا چیز خم میں خفی ساقی نہ فلاطوں نکل سکنا خم سے
اے صبا دل بھی گنگی گلشن میں کھلتے ہیں موجوں کی ترنم سے
اُسٹھے اس کوہ سے پھر ابرسیاہ جھمک کے پی جائے کچھ مے خم سے
ان کو پایا بھی یوں تو کیا پایا حشر میں بیٹھے ہیں وہ کچھ گم سے
چھوٹی الجھن سے نزع کئے می جاں نکلی کشتی مری تلاطم سے
رحم مجھ پر عذاب میں بھی ہے ہے اُمید آپ کے ترجمہ سے

بس ایک رات کا مہاں شباب جو تلہ ہے
 غروب صبح کو یہ انقلاب ہوتا ہے
 بلند خم سے وہ جام شراب ہوتا ہے
 طلوع میکدہ میں آفتاب ہوتا ہے
 جب ان کے ہاتھ میں جام شراب قتل ہے
 حرام شے کا بھی پینا ثواب ہوتا ہے
 جو ساتھ دے تو یہ دنیا سوا ہے جنت سے
 منے کی چیز الہی شباب ہوتا ہے
 کچھ اس سے بڑھ کے نہیں دوسرا انسان کی
 ہوا میں بھر کے جو قطرہ حباب ہوتا ہے
 پناہ مانگے گی موعظ بھی ایسے مجرم سے
 خراب بھی رہی رہ جائیں دن جوانی کے
 عجیب حال ہے اس کا رگہ و ہستی کا
 غضب و صل میں ہنگامہ آفرینی شوق
 بنا مجاہد نگہ برق طور کا دامن
 لحد میں رہ کے مجھے حشر کا ہوا بدمعاش کا
 ضرور رند تھا کوئی جو کہہ گیا اے شیخ
 نقاب اٹھے بھی مگر رخ سے یہ نہیں اٹھتا
 چہرہ جس سے ڈرے تھے عجیب ن نکلا
 محل کے زلف سے ہوتا ہی زلف کا فردل
 نہ پوچھتا وہاں حشر میں تو کیا ہوتا
 جناب شیخ کی دعوت میں وہ ضرور ہے
 بڑا مزہ اڑتے ساتھ بادہ نوشی میں
 تری نقاب بھی اس کو چھپا نہیں سکتی
 جو رنگ چہرہ کا وقت غماں ہوتا ہے
 کہ دل میں شرم سے جواب آتا ہوتا ہے
 سنا تو ہے یہ زمانہ خراب ہوتا ہے
 ہر ایک پل میں نیا انقلاب ہوتا ہے
 کچھ اضطراب سا وہ اضطراب ہوتا ہے
 وہ حسن کیا ہے جو زیر نقاب ہوتا ہے
 کہیں وہ جائیں عدو ہم رکاب ہوتا ہے
 یہ فائدہ میں کیا ہے جناب ہوتا ہے
 حجاب شرم بھی زیر نقاب ہوتا ہے
 حساب ہو کے کرم بے حساب ہوتا ہے
 عجب طرح کا اسے بیچ و تاب ہوتا ہے
 ہم ایسے ہیں کہ ہمارا حساب ہوتا ہے
 منے کی شے بڑے کا کباب ہوتا ہے
 کلیجہ غیر کا جل کر کباب ہوتا ہے
 جو رنگ چہرہ کا وقت غماں ہوتا ہے

خدا یا مجھ و لیس جو رک کچھ کام چل جاتا
 زمیں پر جتنے درے ہیں اتنے آسمان مچتے
 تنہا لے بام سے نالے جو ہم کرتے تو یہ ہوتا
 کبھی وہ تالے بن جاتے کبھی وہ کہناں مچتے
 بتان رنگ فل کو موم ہوتے ہم نے دیکھا ہے
 جو وقت آیا دکھا دیں گے خدا کو ہر بان مچتے
 مقدس میں جو مرغانِ حین برباد ہونا تھا
 تو کیسی شاخ گل موج ہو اپراستیاں مچتے
 تچھیر میں نے سوتے میں بھی ایسا پاگل نہیں
 خدا ناکر وہ مجھے حیرتوں بلکان مچتے

ریاض اس میں دنیا سونالے تم نظر آئے

تمہیں کو ایک دیکھا ہے بڑھاپے میں جو ان مچتے

ہاں گنہ جان کے یہ کام روا رکھا ہے
 اس کے جلو کی کے سوا جام میں کیا رکھا ہے
 گھر خدا کا اُسے کہنے کو بنا رکھا ہے
 جا بھی زاہد کہیں کعبے میں خدا رکھا ہے
 سامنے جام کی ہوش رُبار رکھا ہے
 گراے شیخِ مصطفیٰ سے جدا رکھا ہے
 میرے ساغریں صنعت بہی ایشیہ گرو
 ہو جو خالی بھی تو سمجھوں کہ بھرا رکھا ہے
 زخمِ ہی زخم ہوں دل میں تو نہیں کچھ وہ بھی
 در میں اوہی کچھ اس نے مزار رکھا ہے
 بے طرح ٹوٹتے ہیں دیکھتے ہی دور سے وہ
 تم نے اچھا سا گدرباں کو لگا رکھا ہے
 رنگِ یون محفلِ بانم کا جاتا ہے کوئی
 ہاتھ میں آپ کے اب رنگِ خدا رکھا ہے
 اُڑ گیا ہوں توفیق سے کھلا رکھا ہے
 اسی اُمید پر آجاؤں میں اس میں شاید
 گل کھلاتے ہیں تے نقشِ قدم تے ہیں
 لاکھ فتنے ابھی اُٹھیں گے گلی میں تیری
 نامہِ برنام ترا اس نے صبا رکھا ہے
 چین آگہی نہیں پس جب تک ختم ہو
 میرے جلتے ہی ابھی حشر پکا رکھا ہے
 بارہم کو میں یہ کا ندھے کے فرشتے ہر چند
 اے حینو ہمیں دل نے سنا رکھا ہے
 نیک بد کیسی پڑے ساتھ لگا رکھا ہے

خوب کعبے سے دیر میں آئے

ہم ریاض آج خوش ہو کو تم سے

بو سے کے بدلے گالی بھی دے تو کبھی کبھی	کچھ اس سے بڑھ کے اوبت بد تو کبھی کبھی
کیوں نہ یاد آئے بھری بزم ناز میں	کہنا کسی کا ہا کے مجھے تو کبھی کبھی
دیکھوں گلے پر اپنے انھیں چلتے دوسرے	خنجر بنے کھینچے ہوئے ابرو کبھی کبھی
زاہد ترے لئے ہو بہت اتنی بات بھی	ظرف وضو شراب کی دے تو کبھی کبھی
گنتی میں کم پڑیں تری نازک کر کے بل	لہرائیں یوں کھلے ہوئے گیسو کبھی کبھی
وہ صحتی ہے ساتھ خضر کے سبزی کے فرش پر	جتے ہیں وہ بھی آکے لب جو کبھی کبھی
اٹھتی ہیں نگاہیں دھڑ بزم ناز میں	ہوتے رہیں جو تیر تر از تو کبھی کبھی
موقع ہو تو منے کی ہے زندانی ادا	اے بادہ نوشو باندھ کے چلو کبھی کبھی
جیسے ہمارے زخم جگر کے لہو کی بوند	ایسے بھی آئے آنکھ میں آنسو کبھی کبھی
برگشتہ دل سے ہو جوشہ تو زبان سے	گھر پر ہمارے پھرتی ہو جھار تو کبھی کبھی
جنگل میں مہنے سہنے سے مانوس ہو گئے	ٹپتے ہیں آنکھ تلواروں سے آہ کبھی کبھی
کچھ کچھ انھیں بھی آئی ہنسی کو کنیا پری	پینا پڑے ہمیں بھی کچھ آنسو کبھی کبھی

جا کر جن میں کچھ لب کوثر جھبک نہ ہو

اڑتی رہے ریاض لب جو کبھی کبھی

چمن میں بو گل رہتے کسی پر کیوں گون گونے	نہ شاخیں ہم سب بل کرتیں شبنم بلبلان ہوتے
بھلے کو چپ رہا میں رنہ کوئی بات اٹھتی	سر محفل مرے منہ پر سے لاکھوں بیان ہوتے
اسے دعا کھا کھا لاکھ کائنات میں کیسا	چڑھی ہوئی جو کچھ تو ہم خدا جانے کہاں ہوتے

زخمِ جگر کی بنیہ گری اب ہر مژہ کی سوزن سے
 ساحل تہہ سودور سوا تہہ ساحل سے دور سوا
 دل نقشِ مہر و دفا و دن کی تو باغیں
 گردوں کی دوشیت ہر مہر یہ عجوزہ سنتا ہوں
 نام نہ لے پھر جانے کا کعبے کو یہ شیخِ حرم
 جان چھڑانا مشکل ہے ظالم آج قیامت کو
 پر خیم زلف کو سودا ہے بل کم ہوتے جاتے ہیں
 پنی پی کر میں دتا ہوں رو رو کر میں بیتا ہوں
 ہاتھ پر اپنے ہاتھ دھوئے حشر کے دن چپ بیٹھا ہوں
 حق میں ہمارے بڑھ بڑھ کر اور یہ کانٹے ہوتی ہے
 قسمتِ قصرِ سمندر میں کشتی آج ڈبوئی ہے
 کوئی بھی ہودل میں جگہ ہونے ہوتے ہوتی ہے
 دنیا جس کو کہتے ہیں بیزِ فلک کی پوتی ہے
 آؤ بھگت میخانے میں زاہد اسی ہوتی ہے
 تیری چال کے فتنوں کی سی آفت جوتی ہے
 سب کے دل لے لے کر کچھ اور گرو سے کھوتی ہے
 داغ جو کوئی پڑتا ہے توبہ دامن نہ ہوتی ہے
 اشکِ امت اٹھائیں توبہ دامن نہ ہوتی ہے

صد سے بڑھی تاثیرِ جنوں سرتا یا نصویرِ جنوں

شکلِ ریاض اب یکمیر کیا دیکھ کے دشت ہوتی ہے

سن کے اس کو خواہش دیدار کچھ یونہی سی ہے
 وقتِ آخرِ حشر دیدار کچھ یونہی سی ہے
 بوسہ لب پر بڑھی ہر بات ان سے روزِ وصل
 اسنے کس بل پر دبا لیتے ہیں کیوں لبِ ہاؤ زخم
 خونِ پانی ایک کرفے ڈوب کر اتنی نہیں
 پیستے ہیں لیکن جنابن کر نہین بستے ہیں دل
 مر کے ہم داودِ دفا دیں تو بھی کچھ پرستش نہیں
 جب کبھی دیکھا تو دیکھا ٹکٹکی باندھے اسے
 ہنس کے بولے گرس بیمار کچھ یونہی سی ہے
 آنکھ میں لگی یہ جان زار کچھ یونہی سی ہے
 بات کیا ہے بات کی نکرا کچھ یونہی سی ہے
 آپ کی نازک سی یہ تلوار کچھ یونہی سی ہے
 آبلے میں ڈوبی نوکِ خار کچھ یونہی سی ہے
 آپ کی بھی شوخی رفتار کچھ یونہی سی ہے
 یونہی سی جو حسن کی سرکار کچھ یونہی سی ہے
 نرگس بیمار بھی بیمار کچھ یونہی سی ہے

بزمِ جم میں مجھے جانا ہے ذرا لانا تو
 میں نہیں تو مے گھر پیاس بجھانے آؤ
 اس دل آزار کو تو آکے مرے دل سے نکال
 خم لٹھکاتے مگر اے شیخ تری پینے کو
 کوڑی کوڑی تجھ دیدیں ہم ایادہ فروش
 اے جنوں غم نہیں کچھ جانے جو جاتی ہے ہمار
 جتنی پیتا ہوں نکل جاتی ہے آنسو بن کر
 جانیے بھی وہ اتر کر مے دل میں پہنچا
 ڈھونڈی ملتا نہیں دل میں نہیں بیکل اپنا
 کہہ گیا کون مبارک شبِ فرقت شبکو
 ڈھونڈے دنیا اسے ہم راز بتانے کے نہیں
 مجکو جنت تو ہو ورنہ دل کا فر کو نصیب
 لاج اٹھائیں اسے بھی شراٹھانے والے
 بے کھنگالا جو مرا جامِ نیا رکھا ہے
 کا ٹوٹا بخت میں کون آیا پا رکھا ہے
 کہ تمنا نے میری شبکو ستا رکھا ہے
 ایک چھوٹا سا سبوہم نے لگا رکھا ہے
 ہاتھ پھیلاتے ہی سب قرض ادا رکھا ہے
 کہ کفن پہلے دیکھو لوں میں بسا رکھا ہے
 یہ گنہ اپنے لئے میں نے روا رکھا ہے
 قبر پر اب کہیں نقشِ کف پا رکھا ہے
 جان کی طرح اسے ہم نے چھپا رکھا ہے
 کس کی تصویر کو سینے سے لگا رکھا ہے
 صلے اس کے جسے اس دل میں چھپا رکھا ہے
 فیصلہ روزِ جزا پر یہ اٹھا رکھا ہے
 وہ بھی ہیں اور جنازہ بھی مارا رکھا ہے

ڈر کر کیا حشر کا دن رات بیخواب ریاض

دیر تو بہ کی ہے سب کام بنا رکھا ہے

آئے یاد کس میں ہے باہم چپک ہوتی ہے
 شمعِ فشرہ بجھتی ہے سوئی تھنل ہوتی ہے
 موتی بودہ اشک نہیں آنسو کا لاموتی ہے
 میری آنکھ کا نارا ہے آنسو میری قسمت کا
 میری آنکھ میں آنسو ہے ان کے کان میں ہوتی ہے
 حسرت بیٹھی دل میں اب میری جان کو روتی ہے
 شاید میری ہجر کی شبِ منگی سیاہی دھوتی ہے
 قسمت کو میں فنا ہوں قسمتِ مجکو روتی ہے

تو بکے بعد اب یہ ہے حال بھولے سے کبھی شراب پی لی
 چھوڑے کئی دن گزر گئے تھے اُنی شب ماہتا ب پی لی
 قے ہے تیری کہ ہے کفِ بحر کتنی تو نے حساب پی لی
 ہے اس سے نمبض ملتی جلتی نکلا نہیں آفتاب پی لی
 منہ چوم لے کوئی اس ادا سے سر کا کے ذرا نقاب پی لی
 ہم نے کبھی آج زہر سمجھے تھی ہجر کی شبِ ناب پی لی
 اتنی کہ نہ آئے نزع تک ہوش تو بہ کا ہوا سدا ب پی لی
 منظور تھی شستگیِ زباں کی تھوڑی ہی شراب ناب پی لی

ڈاڑھی کی نہیں ریاض اب شرم

جب پاگئے بے حساب پی لی

یہ سن کے بزمِ دعا غلطی کچھ دل میں آگئی جلد نشین خم بھری محفل میں آگئی
 لیلے کچھ اس ادا موت سے دل میں آگئی اے قیس جیسے اپنے ہی محفل میں آگئی
 موت آئے یا نہ آئے مزا آگیا ہمیں جاتے ہی نیند کو چہ قاتل میں آگئی
 اب رات دن کہاں رہ خرمِ جود و نیاں کیا جانے کیوں کمی سی مشاغل میں آگئی
 یوں آئی آج آئی جو تقدیر راہ پر اس کی گجی بھی جادہ منزل میں آگئی
 جب کام ہم نے ناخن تدبیر سے لیا سختی کچھ اور عقدہ مشکل میں آگئی
 بیٹھی کچھ اس طرح کہ نہ کشتی ابھر سکی منزل ہماری دوریِ ساحل میں آگئی
 آئے صبا شگفتہ نہ آئے توانقباض خوب کچھ ان گلوں کی عنادل میں آگئی
 صد قے داغی ناز کے قاتل نے بے درج دیکھا جو مر کے جان سی بسمل میں آگئی

پئے بہ پئے جڑو وہ آبِ آتش کے کیاں
یہ بھی تو اب گرمی گنتا کچھ یونہی سی ہے
اے قیامت اس گلی میں جاکے تجکو کیا ہوا
سیدھی سیدھی بات تری رقتا کچھ یونہی سی ہے
لطفِ گلگشت چمن تھا ساتھ جن کوہ کہاں
خواہشِ سیرِ گل و گلزار کچھ یونہی سی ہے
اُڑنے والی شے تیرے ہاتھ آجاتی ہو کیوں
ہے گردِ دختِ لڑہنشا کچھ یونہی سی ہے
اٹھ گیا سائیشیں قضاغیر بھی میرے ہی پاس
اب گرانی سایہ دیوار کچھ یونہی سی ہے
جا چکے دوزخ میں جانا تھا جنھیں بانی میں کچھ
حشر کی اب گرمی بازار کچھ یونہی سی ہے
طور پر کچھ دیکھ کو بھی ہم کو خوش آتا نہیں
برقِ جولانی سر کھسار کچھ یونہی سی ہے

کیا سو کے بدلے اچھلے کچھ سو پے اے لیاض
ہے سے رنگیں شمع کی دستار کچھ یونہی سی ہے

اچھی پی لی خراب پی لی
جیسی پانی شراب پی لی
پی لی ہم نے شراب پی لی
آگ بھٹی مثل آب پی لی
تشہ تھا عجب شباب پی لی
بھینگین جمیش آب پی لی
عادت سی ہڈ نشہ ہے نہ اب کیف
پانی نہ پیا شراب پی لی
اب روزِ حساب کا ہے دھڑکا
چینے کو بے حساب پی لی
سُن کے خم آج کیوں ہے خالی
ساتی کو ملا جو آب پی لی
مکتب میں پڑھے قیس اب کیا
جب گھول کر کتاب پی لی
یہ جان کے کہ چیزِ فلد کی ہے
پینا سمجھ تو آب پی لی
میں مست ہوں رند صائم الدہر
ڈوبا جب فتا آب پی لی
کالی گوری کوئی نہ چھوڑی
ایسوں کھالی شراب پی لی

وشت ادائے خاص ہر حسنِ شباب کی
آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں کہ خوشی غزال ہے
آئے امیر زلف کے قابو میں کیا پری
شیشے میں کیا آتے کر شیشے میں بال ہے
ٹھکرائیں بھی نہ پائے حنائی سے وہ لے
دل مجھ غریب کا ہے کہ مفاسد کا مال ہے
محشر میں اٹھ رہے گا نہ کچھ میرے واسطے
بائیں بنانے میں تجھے ظالم کمال ہے
چھڑے گا لگدگانے کا تم کو ستائے گا
یہ دستِ شوق کیا کوئی دستِ سوال ہے
دنیا سے اٹھ رہی ہے مروت ہر جس کا نام
آنکھوں میں ان جبینوں کے بس غافل ہے

احباب بھی مجھی سر ملے مچکواے ریاض

آشفۃ دل کوئی کوئی آشفۃ حال ہے

میں خانے میں کیا صبح نہیں شام نہیں ہے
جنت میں ہونے والوں سے مجھے کام نہیں ہے
پینے سے پلانے سے ہیں کام نہیں ہے
وہ دن گئے اشغل مے و جام نہیں ہے
دنیا میں سوا اشغل کے کچھ کام نہیں ہے
غافل کوئی مے نوش مے آشام نہیں ہے
بوتل تو چھپاتے نہ چھپاتے میری عیب
ایسا تو مرا جامہ احرام نہیں ہے
ہے صبحِ شب وصلِ عدو کوئی بلا اور
لے گورِ غریباں وہ تری شام نہیں ہے
تھی یہ بھی کفِ ناز میں سانی گئی یہ بھی
لے تیغِ حنا قابل الزام نہیں ہے
ہم دو میں برابر ہیں جنت و دوزخ
ہم ایسوں کا محشر میں کوئی کام نہیں ہے
گہواریں گر و شش کے جھٹلانا ہی مجھے جرج
صورت تو ہے آرام کی آرام نہیں ہے
ساتھ آئے تو صیاد ترے ہاتھ نہ آئے
سایہ ہے مرا مرغِ تہرہ دام نہیں ہے
دن رات ہی ہیں مگر اللہ رے تغیر
خلوت میں بھی اشغل مے و جام نہیں ہے
جانے کو بہت ہے نفسِ سر و چین تک
تو بادِ صبا جا کوئی پیغام نہیں ہے

شاید مرض جنوں کا ہی اب اس خطا پر کچھ نیند آج شورِ سلاسل میں آگئی
 اس طرح بجلیوں کی لپک شب ہیچ لگے بیٹے رونق سی کشتِ زار کے حال میں آگئی
 وہ حشر نہ کہ خلد میں اب اٹھ کے جا چکے ہم کو تو موت کو چٹے قاتل میں آگئی

سجادہ خانقہ سے پسِ خم جو آ رہا

یہ کیا ہوا ریاضِ یہ کیا دل میں آگئی

اب وہ شبِصال نہ روز وصال ہے دن ہو کہ رات میں ہوں کسی کا خیال ہے
 کوئے مغال ہے ہاتھ میں جامِ سفال ہے میں چپ ہوئی فقیر کی صوتِ سوال ہے
 مل جائے جس کسی کو دہی لالوں لال ہے کیا چیز اج سینوں کے منہ کا اگال ہے
 جانے سو میرے آتش و فوج نہ سرد ہو میری جبین پر عرقِ انفعال ہے
 کس لطف و شباب کی ہوتی ہو باز گشت غلوت ہو میں ہوں اور میں کہہ نہ سال ہے
 نقشِ قدمِ انھیں کے میرا نکھوں میں تیلیاں پھرتے ہیں وہ دلوں میں ہی اُن کی چال ہے
 غفلت جو ہو تو کچھ بھی نہیں روز و وہاں غفلت نہ ہو تو دن ہی مہینہ ہے سال ہے
 جس طرح لطف پہا میں تصور میں ہم ٹھائیں بے پردہ جو حسین میں انھیں یہ سمجھ نہیں
 دوڑے گی خونِ بن کے اترنے ہی حلق سے جو کالی کالی بوتلوں میں لال لال ہے
 بے پردہ جو حسین میں انھیں یہ سمجھ نہیں ستر ہزار پروں میں کس کا جمال ہے
 بلسل میں گل میں عاشق و معشوق کا فرق گل پات پات اگر ہے تو وہ ڈال ڈال ہے
 کہتی ہے مجھ سے روزِ مری لذتِ گناہ تو بگنہہ کے بعد پُرانا خیال ہے
 صیاد کے سہارے کو بے پروا ایک ہم ٹوٹا سا اک قفس ہے پُرانا سا جال ہے
 مٹے مٹے چھپا لے جسے وہ نگاہِ شوق لٹے کر کے حجابِ ہزاروں محال ہے

دُھایا ہے ستم کس نے تصویر خیالی پر نازک سا تراچہرا اُترا نظر آتا ہے
 محض سے گیا نور اب ہم کو گیا دور اب جامِ سرخم ساقی تارا نظر آتا ہے
 اچھے رہے گھر سے بھی تربت میں ریاض اگر
 دن رات حسینوں کا میلنا نظر آتا ہے

جب گنبدِ خضرا کا سایا نظر آتا ہے جنت میں سینے کی طوبیٰ نظر آتا ہے
 نزدیک ہیں کچھ خاکِ درِ انور کے او سچا مری قسمت کا تارا نظر آتا ہے
 پونچھے گئے محشر میں اشکِ اہلِ معاصی کے ہر ہاتھ میں اک کاغذ سا د نظر آتا ہے
 اللہ کی قدرت ہو جس کو وہ شرف بخشے ہر ذرہ مدینہ کا کعبہ نظر آتا ہے
 کثرت و معاصی کی اعمال کی شامت سے عالم مری آنکھوں میں تیرا نظر آتا ہے
 اللہ بصارت و اللہ بصیرت سے سمجھے تھے جسے مینا اندھا نظر آتا ہے
 ہر قلب میں سینے میں کعبے میں مدینے میں صدقے ترے اے مولایہ کیا نظر آتا ہے
 تھیں اس کی غلط باہیں تھی اس کے غلط وعدے یہ قبتہ شکن کیا تھا اب کیا نظر آتا ہے

تھوڑی سی بصارت ہو تھوڑی سی بصیرت ہو

ہر شے میں ریاض کس کا جلوہ نظر آتا ہے

تیرے فاقے ہمیں دانہ انگور ملے ہم یہ سمجھے کہ بھرے ساغور ملے
 کتنے کعبے ملے رستے میں کئی طور ملے ان مقامات پر ہم کو وہ بہت دور ملے
 درِ جنت کھلے تسنیم ملے حور ملے نیم و امجکو تری گزسِ مخمور ملے
 نشہ ان کو جو جوانی کا ہمیں نشہ ملے ہم اخیل اور وہ نشہ میں ہی جرجر ملے
 ایسے بھی کہتے ہیں اللہ خدا کے بندے اس خدائی سے انگِ مبت مغرور ملے

چو سے تو نہیں غیر نے شب کو لبِ شیریں
جو کل تھی وہ اب لذتِ دشنام نہیں ہے
چمکتی ہوئی اک پچانس بہرِ سانس کی
دنیا کیسی کے لئے آرام نہیں ہے
اب گوشتِ دامن کو ترے بار نہ ہوگا
دل میں وہ ہجومِ غم و آلام نہیں ہے
وہ لاکھ خدا بن کے ستائیں بتِ کافر
ان باتوں کا اچھا کبھی انجام نہیں ہے
تجے بھی گئے گزریں ہین کتڑ گرائے قیس
فہرست میں یاروں کے مر نام نہیں ہے
گھر غیر کے جاتے ہوئے ڈرتی ہے شبِ غم
اے جان وہ اتنا تو سیہ فام نہیں ہے
اے طور مے کعبہ دل کی ہو عجب ساخت
کہتے ہیں جسے عرشِ یہ وہ بام نہیں ہے
واقع میں یہ یونائبِ سرکار کی تعریف
اسلوبِ بیان قابلِ الزام نہیں ہے

سرکار عطا کرتے ہیں تو بھی نہیں ملتا

قسمت میں ریاضِ آپ کی انعام نہیں ہے

پردہ تو ہے پرے سے جلوہ نظر آتا ہے
جلوہ ہی ترا سب کو پردہ نظر آتا ہے
خیمِ عرش سے بھی اونچا اونچا نظر آتا ہے
دو گھونٹ اُترتے ہی کیا کیا نظر آتا ہے
نازک سی کلی سوکھا کاشا نظر آتا ہے
بجنوں مے صحرا میں ییلے نظر آتا ہے
کوچہ ہو ترا ظالم یا دل ہو مرا ظالم
اک حشرِ بہاں ہر دم برپا نظر آتا ہے
شرکان نے مے حق میں بوی ہین و کانٹے
تا حدِ نظر مجھ کو صحرا نظر آتا ہے
میں ضبط جو کرتا ہوں سنسنی کے وہ کہتے ہیں
بند آنکھ کے کونے میں دریا نظر آتا ہے
اٹھتی نظر آتی ہے سادوں کی گھٹا شاید
جھکتا بسوئے پیمانہ مینا نظر آتا ہے
دامانِ زمیں تر ہے گو خون سے دنیا کے
خنجر بھی ظالم کا پیاسا نظر آتا ہے
صدقے کفِ رنگیں کے ساتی کفِ رنگیں میں
ٹوٹا سامے دل کا شیشہ نظر آتا ہے

مالہ نعمت بنے فریاد نہ فریاد ہے
 کوئی چاہے کہ یہ ناشاد مرا شا د ہے
 ہو کے آزاد تہہ و امن صیاد ہے
 گھر میں صیاد کے جب تک ہی آزاد ہے
 نگہ لطف اس انداز سے صیاد ہے
 لب تک آگرمی فریاد نہ فریاد ہے
 کبھی خالی نہ ہو یہ گھر یو نہی آباد ہے
 نقش چھوڑ دے تیری نہیں دیکھے جاتے
 صدقے اے زیرنگن آئے نہ اُلٹل میں
 ہر گھڑی ساتھ ہی کیوں ابر و قاتل کُخیال
 میں دو لبیل ہوں کروں اُم محبت میں سیر
 چارہی روز میں صیاد نہ صیاد ہے
 کہیں گمشدہ سے سوا ہے میں الفت اس کی
 کیجئے کیا اسے رفتار زمانہ ہے یہی
 پابگل سرو ہے اور پھر آزاد ہے
 کوئی کہتا یہ گزرتا ہوا دھڑ سے ہر روز
 ہم رہیں یا نہ رہیں میکہ آباد ہے
 کس قدر ہیں اثر انداز بتان کافر
 اس زمانے میں بہت ہو غول آباد ہے
 لالے کا پھول بنے داغ بنے رنگ بنے
 دامن کوہ میں خون سرفرا د ہے
 چوڑیاں کسی حنا کیا یہ زمانہ وہ نہیں
 گوئے ہاتھوں میں تے خنجر فولا د ہے

دُرسے محشر میں دم پرش اعمال ریاض

اس کی رحمت کے سوا کچھ نہ مجھے یاد ہے

نہ افشاں نہ لب پرسی سو جھتی ہے
 جو تم ہو تو کچھ اور ہی سو جھتی ہے
 گھٹا کالی کالی یہ رات اور یہ رُت
 شب زلف میں چاندنی سو جھتی ہے
 جوانی کے نشہ میں کچھ سو جھتا تھا
 بڑھا پے میں چھی بڑی سو جھتی ہے

نہ سہی جلوہ ترا جلوہ محبوب سہی
 دست و پا چاروں جانب سے تیرے شوخ
 وہ بھی بختے گئے ہم بادہ کشوں کے ہمراہ
 مجھے کاوش تھی اسے تیری مژدہ نے ڈالے
 متصل خلد کے خلوت کہ قبر بھی ہے
 یہ بھی قسمت نہ ملے دیر میں ناقوس کوئی
 آئے جنت میں خود جام شکن جنت میں
 خاک ہو کر نہ رہی خاک بھی باقی ان کی
 دعوتِ شیع بھی تھی انجمنِ ساقی میں
 ہے شبِ گور عد بھی مگر اس میں خوش
 عرش کو طور کو کعبے کو وہیں سے دیکھوں
 آئی غربت میں اہل شام کو لے اہل صبح
 عید تک اہ پر آجائیں گے ناصح رندو
 قیصرِ روشن ہاں جاؤں کہ وہ کہتے ہیں
 دور سے دل کو تھلی تری روشن کر دے
 چور تھے نشہ میں ہم یا پس تو بیر ہوا
 اب خدائی میں بتوں کی ہوں بیا جتنے حشر
 یا خدا دیکھنے کو وہ سر پر نور ملے
 کیوں نکھل کھیلے کوئی جب کوئی مجبور ملے
 آج جنت میں ہیں ناصح مغفور ملے
 گہرے گہرے مجھے دل میں کی ناسور ملے
 جاتے جاتے ہیں اک جام کف حور ملے
 اے سرفیل تمہیں پھونکنے کو صور ملے
 ایسے بھی تیری گلی میں کئی مسدور ملے
 خاک میں یوں کے دم قیصرِ مغفور ملے
 آئے جنت میں بھی کتنے انھیں لنگور ملے
 زلفِ سرِ رنگ تر اے شبِ بچور ملے
 دیکھنے کو مجھے وہ روضہ پر نور ملے
 اکفن اور کفن کے لئے کافور ملے
 رمضان میں انھیں افشردہ انگور ملے
 کو کہن سے کوئی اچھا ہم دور ملے
 یہ سیاہ خانہ ہمیں نور سے معمور ملے
 جن سویتے تھے وہ شیشے ہیں سبقر ملے
 مجھ کو ہر دینِ ناسور ملے

نام جو کچھ ہوا انھیں کہتے ہیں سب لے یا ض

آج ہم کو وہ بڑے شاعر مشہور ملے

چھوٹے ہیں وہ سوئی مے کیجیں
 ہر ایک بات میں شین کی یہ رفو کیا ہے
 حیاتِ خضر کا سرستہ راز سنتا ہوں
 بتا دے کوئی مجھے یہ مرا سب کیا ہے
 کبھی وہ رکھ کے ہتیلی پر اپنی دیکھیں تو
 ذرا سادل کا مرے بوند بھر لہو کیا ہے
 جو میرے جام میں ہو پھول چین میں کہاں
 اب اس کے سامنے پھولوں کا رنگ ہو کیا ہے
 بتائے کوئی انہیں حیرتی ہوں میں کس کا
 بتائے آئینہ کیا میرے روبرو کیا ہے
 بنی ہے قتلِ مینا صدائے قمری سرو
 یہ شورِ صبح کو ساقی کنارِ جو کیا ہے
 کچنی وہ پھول جو پھولوں کے رنگ بونکر
 بہارِ خلد کا حاصل ہے رنگ ہو کیا ہے
 ہزاروں جام بھرے لاکھ خمر کرے خالی
 مزے کی شے ہے ذرا سا مرا سب کیا ہے
 عجیب چہرے مینا و قتلِ مینا
 اب اس کے سامنے معشوقِ فتنہ گد کیا ہے
 یہ رنگ بوسے سوارنگ بوسا اس سے
 یہ رنگ کیا ہی ہے کیا ہی اس کی ہو کیا ہے

زبان پر ہے عبث تجھ کو نازِ یکتا فی
 ریاضِ تجھے ہزاروں ہیں ایک تو کیا ہے

حضرت حسن علی اپنی نشانی ہے چلے
 خضر بن کر چشمہٴ حیاں کا پانی ہے چلے
 نام کے صدقے کو شکر کی لہر یہ کہیں اں
 زندگانی ہے چلے لطفِ جوانی ہے چلے
 وانہ مونی کا بنے گا دانہ وانہ کھیت کا
 بڑھ کے جو آبِ گہر سے ہو وہ پانی ہے چلے
 اپنے کھیتوں کی طرح سرسبز کیسے ہیں کہاں
 دھان بونے والوں کو پوشاکِ صافی ہے چلے
 نشہ ہی یونہی انھیں کھینچیں وہ کیوں جو کی شراب
 گاؤں والوں کو شرابِ رغوانی ہے چلے
 اپنے جامے میں نہیر پھولے سماتے ہیں کہاں
 غم نصیبوں کو نشاطِ جاودانی ہے چلے
 ان سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دیں عائنِ ہم ناز
 ہم غریبوں کو نویدِ کامرانی ہے چلے

یہ چلو ہمارا ہمیں جامِ جم ہے گدا کی میں شاہنشہی سو جھتی ہے
 نہ پینے کو خم میں نہ کھانے کو گھر میں کہیں ایسے میں شاعری سو جھتی ہے
 ترے صدقے اے زلف تیرے جنوں میں بلا کوئی بھی ہو پری سو جھتی ہے
 یہ کافر لے ساتھ آئی ہے بوتل گھٹا آتے ہی میکشی سو جھتی ہے
 یہ عالم ہی کچھ اور ہے جس میں ہم ہیں کہیں اب خودی پی خودی سو جھتی ہے
 میں رنڈ مدینہ ہوں اے طو روالو پڑھی ہے مجھے دور کی سو جھتی ہے
 اثر رکھتی ہیں کیا مدینے کی گلیاں شہر کی کسی شاہنشہی سو جھتی ہے
 بڑھاتی ہے سرکار ہمت ہماری ہمیں بھی سوارِ اراج کی سو جھتی ہے
 عجب کیا ہے یہ طوق و زنجیر لٹے کہ اب خود روی خود سری سو جھتی ہے
 ہٹے جاتے ہیں جادے سے اہل قبلہ کب اپنی انھیں کج روی سو جھتی ہے
 بتانِ فرنگ اب ہیں ترکانِ کابل ہر اک طرز اب مغربی سو جھتی ہے
 بدل دیں گے کافر پُرانی خدائی جو کچھ سو جھتی ہے نئی سو جھتی ہے

ریاض ان حسینوں سے شرمینِ جہلیں

یہاں بھی تمہیں دل لگی سو جھتی ہے

کسے بتائے کوئی خون آرزو کیا ہے انھیں یہ ضد ہو کہ دیکھیں گے رنگ بویا ہے
 ہمارے پاس جو ہے اس کی جستجو کیا ہے گلی ہے اُن کی ہماری رگِ گلو کیا ہے
 میں آئینہ ہوں ترا کیا بتاؤں میں تنجکو میں جلوہ گاہ میں ہوں میر و بر بویا ہے
 نگد گدا کے مجھے مجھے پوچھ خلوت میں جوں لب تک نہ سکے ایسی آرزو کیا ہے
 کھٹکے کانِ ذرا ہم بھی دور سے سُن لیں حکیم سے یہ سُر طور گفتگو کیا ہے

تہی تھا کیسہ وکاسہ مگر نصیب کی بات کہ جا کے ہم در دولت سے کامیاب نہ آئے
 غضب یہ کہ عطا ہوا نہیں ملتا کسی کے دن نہ برس ہوں گھڑی خراب نہ آئے
 ملے نہ پینے کو جس گھڑیں گھر وہ مسجد ہے وہ کوئی گھر ہے جہاں توں شراب نہ آئے
 محبت سائی کو شرادھر بھی نیم نگاہ جھلکے شباب کی آجائے گوشاب نہ آئے
 ریاض ابر تھا سبزہ تھا لطف صحبت تھا
 دباے شیشہ بغل میں مگر جناب نہ آئے

بڑھی ہے ہجر میں اس طرح تیرگی گھر کی ہماری رات خبر لے گی روزِ محشر کی
 بناؤں کیا میں تجھے خوبیاں مقدس کی کہ ٹھوکر میں مجھے کھانا پڑیں تھے در کی
 تری گلی کی قیامت دباے کیا فتنے دہی کچھ ایسی آنکھ اس نے پھر برابر کی
 ذرا سی ٹھیس میں کم بخت اس طرح ٹوٹا ہمارے شیشے نے دی ہم کو چوٹ پتھر کی
 بنے وہ شرم کے پتلے جو آئینہ آیا نہ اپنے عکس سے آنکھ اپنی پھر برابر کی
 ہمارے میکے میں کے دیکھ لے اعظ ہمارے خم سے جھلکتی ہو حوض کوثر کی
 وہ میرے بعد گلے پرسی کے چل نہ سکا روانیاں بھی گئیں آج ان کے خنجر کی
 کلیم سے بھی نہیں اچھا رہا ترے صدقے چمکی ہے دھوم ترے جلوہ مکرر کی
 وہ جانتے ہی نہیں دل میں چٹکیاں لینا وہ مسکرا کے چھبوتے میں نوک نشتر کی
 بتوں کے دل سے ملے دل نکالی ہم نے راہ مٹاے مٹ نہیں سکتی لکیر پتھر کی
 نہ پڑتے نارِ جہنم میں ہم تو اچھا تھا بھڑک اٹھی ہو لگی آج آتش تر کی
 کلیم بن کے پری اترے شیشہ فل میں مزائے ہم کو بر طور آگ پتھر کی

پانی کیسا سینچیں گے ہم سب اسی پانی کو کھیت
 اتنی ہم سب کو شراب ارغوانی سے چلے
 روٹے ٹھکائے بچے لڑکی نے چلتے کام میں
 بہتے پانی کو وہ پتھر کی گرائی سے چلے
 بعد جانے کے بھی کام آئے ہراک محکوم کے
 جانشین کو اپنے اپنی مہربانی سے چلے
 نوعِ انساں کے لئے تفریقِ مسلک کچھ نہیں
 خود نمونہ بن کے پیغامِ زبانی سے چلے

جو نہ جھٹکے دیا وہ پھول ہم کو اسے ریاض

اپنی فرقت کا ہمیں داغ نہانی سے چلے

کوئی شباب یہ دیکھنے کی تاب نہ آئے
 شباب آئے مگر اس طرح شباب نے آئے
 نئی بلا کوئی مجھ پر دمِ عتاب نہ آئے
 تمہارا دُکھیوں کا تم میں بیچِ دُتاب نے آئے
 کئے ہوئے ہمیں تو بہ ہوئی ہے کتنی دیر
 ہمارے سامنے ساقی ابھی شراب نے آئے
 جو دن دکھائے حسینوں کو نیمِ عریاں سن
 یہی وہ ہیں کہ خدا سے جنہیں حجاب نے آئے
 مے گناہ مے بوسے گالیاں تیری
 خدا کرے مجھ ان کا کبھی حجاب نے آئے
 نہیں ہے خلد میں کیا کچھ مگر مجھے اعظا
 مزانہ آئے گا جب تک مے ہی شراب نے آئے
 پکار دوں میں قیامت میں بس چلے میرا
 تمام عمر یونہی انتظار میں گزرے
 شراب تو نے چھڑائی بُری طرح واعظا
 بہت ہی شوخ ہونا زک سے شوخ رنگِ نقاب
 بُری نظر سے اسے دیکھتا ہوں کوئی ہو
 خدا کے آگے مری بات اے تورو جائے
 مے لئے ہو کڑی دھوپ یہ سفیدی ہو
 خدا کرے مے سر پہ یہ آفتاب نے آئے

بنوں نہ بادہ فروشوں میں جا کے بادہ فروش
کہ بات کامری کچھ اعتبار باقی ہے
کریں گے کعبے کا ہم خم بدوش جا کے طواف
اگر یہ زندگی مستعار باقی ہے
مے حضور کے اس شعر کا جواب نہیں
بہت ہی خوب کہا ہے غار باقی ہے
جو آج پی ہو تو ساقی حرام شے پی ہو
یہ کل کی پی ہوئی مے کا غار باقی ہے

رہا نہ کوئی بھی یارانِ رند مشرب میں

بس اک ریاض تہجد گزار باقی ہے

اسی پر خدا یا پڑے میری بائے
حسینوں کے ہوتے فلک کیوں ستائے
مے تاب سے توبہ میں کر چکا
مے آگے مینا زاب سر جھکائے
پڑا کام اب آگے قصہ لکھ دے
کنوئیں ہم کو پیری نے کیا کیا جھکائے
خطا کیا جو بوسہ لیا دور سے
نہ ایک ایک منہ میں وہ سو سو سنائے
وہ اپنے محسن کو میں کیوں نہ دوں
وہ دولت لٹائے خزانے لٹائے
کئے وصف واقف نے اس کے بیاں
وہ محسن جو ہر ایک کے کام آئے
بڑی بات زیبا نہیں جھوٹے منہ کو

ریاض اور وصفِ چرخیت رائے

جو آفتِ جاں ہو وہ تمنا نہ کریں گے
آبادنی اب کوئی دنیا نہ کریں گے
اے رازِ جنوں ہم تجھے افشا نہ کریں گے
دیوانے کبھی حسن کو رونا نہ کریں گے
کھوئیں گے نہ ہم جبہ و دستار کی عزت
ان کو کبھی نذر مے و مینا نہ کریں گے
ٹھکرائیں دلِ زار کو وہ پائے نظر سے
نازک ہیں یہ تکلیف گوارا نہ کریں گے
اب وعدہ فردا ہے نہ ہی وعدہ امروز
وہ خواب میں بھی وصل کا وعدہ نہ کریں گے

جو بیٹھی کشتی اُمید پھر اُبھر نہ سکی
ہمارے دل میں ہیں گہرائیاں سمندر کی
قفس بھی مرغِ قفس لے کے اُڑ گئی صیاد
بہار آئی اُڑائی یہ ہم نے بے پروا کی
یہ تن کے تاز سے یوں کون بلغ میں لایا
کس کے پاؤں سے چوٹی دبی صنوبر کی
قفس ہو دل میں لئے نکلے حسرت پر دواز
قفس میں رہ گئی حسرت ہمارے شہر کی
گلی میں اُن کے اُبھرنا نہ تھا قیامت کو
بڑی جو حد سے ہوئی بڑھ کے ایکٹھ کر کی
مٹائے کیوں اسے کوئی پڑے ہے یونہی
یہ ہم میں یا سرِ بستر شکن ہے بستر کی

لگاتے آنکھ سے ہیں لوگ میرے ساغر کو
ریاضِ آج تبرک ہے میرے ساغر کی

تری گلی میں نشانِ مزار باقی ہے
غبارِ راہ مری یادگار باقی ہے
ابھی کچھ آرزوئے وصلِ یار باقی ہے
ذرا اسی مجھ میں ابھی جانِ ذابا باقی ہے
یہ کتنی پی کے گئے تھے لحد میں ہم سونے
کہ آج حشر کے دن بھی خمار باقی ہے
جگہ جو آنکھ میں مینا کی اور مینا میں
نذر وہ ہے نہ مئے خوش گوار باقی ہے
مرا یہ خم ہے پُرانا خمِ فدا طوں سے
پُرانے وقت کی یہ یادگار باقی ہے
مے تانے کو بنتے ہیں آسمان مئے
کسی کے دل میں ابھی کچھ غبار باقی ہے
ہمیشہ غنچہ و گل اپنے جامِ مینا میں
شرابِ خم میں ہو جب تک بہار باقی ہے
ذرا چھپا کے حرم تک یہ زعفرانی دجلے
پُرانی چیزوں میں ہے یہ خمِ گلی میرا
چڑھائے کوئی گیا ہے اتار باقی ہے
اٹھا پھول کے بستر بنے گا بسترِ مرگ
پُرانے لوگوں میں یہ خاکسار باقی ہے
اٹھا پھول کے بستر بنے گا بسترِ مرگ
نہی تو اب مے کی پیچ کا یار باقی ہے
کوئی بھی اشک سا دکھ درد کا شریک نہیں

حاصلِ شبِصال ہو قابو کچھ اس طرح
 آغوش میں ہو زخمِ گلو کی عروسِ تیغ
 خنجر کو تیغ کو مہ نو کو نہیں نصیب
 یہ رنگ تیری زلف کا یہ رخ کا تیرے نور
 وحشت یہ مجھ سے کہتی ہے دیوانگی تری
 واقف محافل سے نہ واقفِ بان سے
 ملکِ سخن ہے زیرِ نگینِ شہِ دکن
 امید ہی نہیں کبھی یہ نکل سکے
 واعظ نے بزمِ وعظ میں چھلکا کھسکا جام
 دل میں سی ہو میرے بُری طرح بوجے زلف
 مجھ میں کہاں یہ کہتی ہے ہر چو آستین
 وقتِ وصال کچھ تھی شبِ وصل کی جھلک
 نا آشنا ہر ایک مرا گھر نہ در کہیں
 ہونا ہے جس کو خاکِ وہ دنیا کی کائنات
 فردوس میں بنے گی یہ جا کر شبابِ حور
 یہ کھنگی جو میرے شرابِ کھن میں ہے

مانے زمانے کوئی مگر یہ کہیں گے ہم

جانِ سخنِ ریاضِ جہانِ سخن میں ہے

بن کے ہماں آج کوئی روزہ دار آنے کو ہے
 شام ہونے کو ہو میرے گھر اُدھار آنے کو ہے
 خم بدوش اک مست سوئے بنو زار آنے کو ہے
 ہو نہ ہو یہ آج ابر کو ہمارا آنے کو ہے

ان کے لئے کم نعت میں کچھ رنگش کچھ بو
 کہتی ہے حنا خونِ تمنا نہ کریں گے
 مل جائے اگر ہم کو جگہ سایہ خم میں
 پر وائے مے و ساغر و مینا نہ کریں گے
 ہم خاک اُڑائیں گے نہ اپنے دیدہ پر جوش
 بہتے ہوئے دریاؤں کو صحرانہ کریں گے
 انسان تو ہوا فائدہ اس تو بہ مے سے
 اب بادہ فروش آکے تقاضا نہ کریں گے
 لئے دل وہ کوئی ہو کہ پری ہو کہ بلا ہو
 شیشے میں کسی کو بھی اتار نہ کریں گے
 شرمائیں گنہ جس کے خدائی کو دم حشر
 یہ کہہ کے چلا ہوتی ہو اس عکس کی نصرت
 کھل کھلیں گے جو پر وہ نشیں گھر نکل کر
 اب پر وہ گنہ ناز کے آئینہ نرا لے
 بجلی کی ہے جب دن کو شبستاں میں رت
 لعنت کا کوئی طوق ہے یا سارہ بل ہے
 موجود نہ تھے آپ یہاں آرون انوس
 اس ملک کے ہیں سب سوا نبضِ شناس آپ
 سنے میں مزاہ ہے نہ سنانے میں مزاہ ہے
 ہم بزمِ سخن میں کبھی لب نہ کریں گے

جو کچھ سفرِ حج سے ریاضِ ابکی نیچے گا

ہم آکے وہ نذر مے و میخانہ کریں گے

اب دور نو کشید ہر اک انجن میں ہے
 میری شراب کہنے سبوئے کہن میں ہے
 یارب نصیب ہو میری طبعِ حزیں کو بھی
 جو انبساطِ خندہ صبحِ وطن میں ہے
 احساس ہی نہیں مجھے کچھ اپنے حال کا
 یہ میں ہوں پیرِ دین میں کہ مردہ کہن میں ہے

نہیں محل میں لیلیاں وہ پہنچی تھیں کسے میں
 خدا محفوظ رکھے چشم بد سے دستِ قاتل کو
 تجلی گاہ میری وہ بنے کیوں برق کا دامن
 یہ بزمِ حشر ہے آدابِ آئین اور میں اس کے
 ہوا ہو کسی ہی بادِ مراد اس کو سمجھتے ہیں
 بڑھائیں گے ابھی پیچیدہ جاوے بمنزل کو
 ذرا فصل جنوں میں کڑے ہوئے بھی خدیں
 وہ سنس مکھن شکل کیوں دیکھیں وہ اس حسن کی دیکھیں
 تجھے تھا دیکھنا کجا کر میں جس کتنے پانی میں
 زمانے نے نہ رکھا امتیاز نیک و بد باقی
 قیامت ہو مسماں ہو کے بھی آنکھیں نہیں رکھتے
 پسندیدہ نظر سے سار دہل دیکھنے والے

ریاض اب وہ چکے والے بلبل میں نہ نئے

نہ وہ اب رنگِ فریادِ عناول دیکھنے والے

کو دل کا داغ دے اٹھے ایسا نہ کیجئے
 لوں تو حسنِ آپ کیوں کہ تقاضا نہ کیجئے
 کہتا ہے عکسِ حسن کو رسوا نہ کیجئے
 روکے گا کون کس کو تصویر میں وصل ہے
 کہتی ہے میفر دشنوں سو میری سفیدیش
 کیا جانے بات پہنچی کی کس کے کان تک
 ہو ڈر کی بات آگ سے کھیلانا نہ کیجئے
 وہ شے ہے تو کہ مفت بھی ہووانہ کیجئے
 ہر وقت آپ آئینہ دیکھنا نہ کیجئے
 بے پردہ ہو کے حسن کو رسوا نہ کیجئے
 عے دیں گے دامن تو تقاضا نہ کیجئے
 جھکو دینی زبان سے کو سا نہ کیجئے

کس پری کا تخت سوئے سبزہ زار آنے کو ہے
عشق میں ہوتا نہیں ہر مرحلہ طے موت کا
جلوہ بنتِ غنیمت کی ہر شرارت جوشِ خم
چو دھویں کا چاند لے کر ہنستی آتی ہر جو شام
رفتہ رفتہ رنگ لائی روز کی دریا دلی
کم ہے ساتی ٹیکدی میں ہو تکلف جس قدر
آپے میں محشر کے فتنے خیر مقدم کے لئے
سے ہی افتاد تو وہ آچکا بس ہو چکا
سو گیا ہوں دھوپ میں تو میری جاگے غضب
جیسے غافلِ حرم والوں نہیں رہنے کا وہ
پڑ گئی ہے شامِ مدفن کے پھولوں کچھ اوس
بے طرح یہ بھی بھری میٹھے میں بس کے فرور
دشترِ افتنے نزامِ ناز پر اس کے نثار
بسا آتی کھٹکھٹاتے شمع سے میں نے کہا

رہ نہیں جائے گی او میکیش اگر آ یا ریاض

میکدے میں وہ پڑا نابادہ خوار آنے کو ہے

جماعت میں بھی پانچوں وقت شامل دیکھنے والے
اے اوقیس اپنا جذبِ کامل دیکھنے والے
عجب عالم تھا قتل میں نیا عالم تھا قاتل کا
ہم کو شمعِ میخانے میں غافل دیکھنے والے
بیاباں کے ہر کفرے میں محفل دیکھنے والے
وہ قتل آج قتلے انداز قاتل دیکھنے والے

پوشیدہ مے ساتھ حرم میں یہ رہے گی
وہ رنگ زدہ گل نہ وہ بلبل نہ وہ غُوبُو
بدلی نظر آتی ہے ہوا آج چمن کی
ملتی ہی نہیں تھا تھے چاہِ ذوق کی
وے ایسی صراحی کوئی صہباؤ کُہن کی
جھپکی نپلک آج مے تیر فگن کی
گل شمع نظر آئے گی ہر نرم سخن کی
غزبت میں ہوئی قدر مجھے خار وطن کی

دُربار ہمیشہ رہے سرکار کا دربار

ہے قدر ریاض آج یہیں اہل سخن کی

یہ ہوتا زبانِ محوئے کو تراپنی زبان کرتے
کہاں کا باہمِ خانیے میں گلگشتِ جہاں کرتے
کچھ اونچے ہم اگر جاتے تو سیرِ لامکاں کرتے
یہ عالم ہے کلیجہ مند کو آتا ہے فناں کرتے
یہ ہوتا خود ہماری آرزو پیرِ مغان کرتے
ہیں ملتا تو ہم صدقے نشاطِ جاوداں کرتے
ہم اپنے ہاتھ سے برباد اپنا آشیان کرتے
حیاتِ خضرے کر عمر اپنی رائیگاں کرتے
تھکے ماندوں کا کچھ تو پاس ابلِ کارواں کرتے
عدو کے ہاتھ سے بھی اُف نہ ہم سخت جان کرتے
اُڑاتے نیند ان کی ختم اپنی داستان کرتے

یہ ہوتا زبانِ محوئے کو تراپنی زبان کرتے
کہاں کا باہمِ خانیے میں گلگشتِ جہاں کرتے
کچھ اونچے ہم اگر جاتے تو سیرِ لامکاں کرتے
یہ عالم ہے کلیجہ مند کو آتا ہے فناں کرتے
یہ ہوتا خود ہماری آرزو پیرِ مغان کرتے
ہیں ملتا تو ہم صدقے نشاطِ جاوداں کرتے
ہم اپنے ہاتھ سے برباد اپنا آشیان کرتے
حیاتِ خضرے کر عمر اپنی رائیگاں کرتے
تھکے ماندوں کا کچھ تو پاس ابلِ کارواں کرتے
عدو کے ہاتھ سے بھی اُف نہ ہم سخت جان کرتے
اُڑاتے نیند ان کی ختم اپنی داستان کرتے

دنیا یہی کہے گی بُری سے لڑی ہے اکھ
بدلا ہے رنگ ایک گلابی لے کس قدر
اچھی نہیں یہ آپ کی محشر خرامیاں
سب نقش پا چرخ بنے میری قبر کے
میں سمجھوں وعدہ کل کا وفا ہوگا آج ہی
ہے زیر بحث فرق سفید و سیاہ کا
اُٹھنے کو اُٹھے آپ کے کوچے سے دوزخ
اپنی جنا کو دیکھئے نازک سے ہاتھ کو
اچھا نہیں ہے آئینہ دیکھنا نہ کیجئے
اب التفات جانبِ مینا نہ کیجئے
دنیا کو اس طرح تہہ و بالا نہ کیجئے
یوں سوتے فتنے آپ جگایا نہ کیجئے
شرما کے مجھ سے وعدہ فردا نہ کیجئے
بند نقاب اپنے ابھی دا نہ کیجئے
ایسے کو آنکھ اٹھا کے بھی دیکھنا نہ کیجئے
وہ ڈر رہی ہے خونِ تمنا نہ کیجئے

اے گی غم میں غیب سے وہ دے گا اے لیاض

پتھرت بھی کچھ ہو تو غمِ فردا نہ کیجئے

بے مروتیرہ میں سیاہی سی کمین کی
رکھ دے کوئی حسرت زدہ گل کے قفس میں
رہوا ہوئی اکھوئی گئی اے نکبت گیسو
مے پر مغاس و خمر ز عمر رسیدہ
کیوں چھیرتی ہو غنچوں کو نہ قمارِ عناول
تنبج ان کی پس فوج بنی بارگے کا
بھولے سو بھی مے نوش اسے منہ نہ لگائیں
ساقی مری نازک سی گلابی میں جو پھول
منصور سے حق گو نظر آتے ہیں ہزاروں
وہ شامِ غربی یہ جھلک صبحِ وطن کی
سوکھی ہوئی اک شاخِ خزاں دیدہ چمن کی
اگے تے کھل کھلی تھی بومشکِ ختن کی
بوڑھا ہوں ملے نورِ نظر چرخِ کہن کی
غنچوں میں کہانیاں مے غنچہ دہن کی
دیکھے تو محبت کوئی دو لہا سے دھن کی
ٹوٹی ہوئی تو بہ جو مجھ تو بہ شکن کی
تو لا اسے کانٹے میں تو نکلی کسی من کی
کچھ تھی کبھی اب بات گئی وار و رسن کی

آتے ہی ہبک ٹھکے گا سب شکر کا میدان
لے عرش بلندی میں ذرا کم نہیں تجھ سے
کیسا سگ لیلے کہ یہ جو اور ہی وادی
ہر فوے علی بوئے نبی کرتی ہے پیدا
قدرت نے یہ سخن شرفِ خاص علی کو
کہتا ہے کسے آج ید اللہ زمانہ
حوریں بھی میں غلمان بھی انہیں خلیفہ کیا کچھ
خوجس کی یہ بخلق میں بوجھیلے گی اس کی
کھینچنے میں بھی تنہی نہیں بھی تصویر جس کی

کہتے ہیں ہبک کر گلِ مضمونِ مناسبت

پھولوں میں یا ض آپکے خوش بوئے علی ہے

اللہ ناروئے نبی روئے علی ہے
اس وقت نظر میری ہے خاقانِ کن پر
سج سوئے خدا سوئے نبی سوئے علی ہے
کس پائے کا دیو زہ گریوئے علی ہے
بوکر کے فاروق کے عثمان کے بھی اوصاف
عثمان علی خان میں اگر فوئے علی ہے
دم خم یہ ہے لے زیر اثر ایک جہاں کو
تواری میں اس کے خم ابروئے علی ہے
ہے ہل لے سے با بظلافت کا اٹھانا
بازد میں نہاں قوتِ بازوئے علی ہے

کیوں ناز نہ بکھو ہو یا ض آئی ہے تھک

پھیلی ہوئی وارثت سے جو خوشبو کی علی ہے

وہ نے کڑی شوخی ہو بتائے اُن وقت کی
 جو چھو جاتی ہماری خاک تے بتان کے اس سے
 کھڑے ہیں آج شرمائے ہوئے کیسے سر محشر
 غزل کہنے میں نیز گنہ گار آیا تو جی چاہا
 مے دیواں کو ہاتھوں ہاتھ لیتے مجھے بھی بڑے
 لگا ہر نسخہ اہل ذوق ہی کے ہاتھ دیواں کا
 حضوری ہوئی جس دم بارگاہِ صدرِ اعظم میں
 شرف کچھ کہ نہ تھا یہ صدرِ اعظم ہاتھ رکھ دیتے
 نئے سر جو انی پاتے جان تازہ مل جاتی
 یہ رتبہ شاہِ شاہاں نے دیا ہر صدرِ اعظم کو
 ہمارے ورد کا دران نہیں گھر بیٹھے ہو جاتا
 مئے آئے شبِ خلوت جو ہم سے شوخیاں کہتے
 ہر اک ذرے میں لاکھوں گریٹیں سا سماں کہتے
 یہ وہ ہیں جن کی گزری عمر باریک بنیاں کہتے
 ہم اپنے یوسف معنی کو نذرِ کار و اس کہتے
 وکن میں کتنی میری قدر میرے قدر و اس کہتے
 بنا کر نقدِ جان دیواں نظر دوستاں کہتے
 ہمارے پاس کیا تھا نذرِ جان نا تو اس کہتے
 دعا سو جان سے ہم بہر عمر جاوداں کہتے
 غمِ فردا نہ رہتا نشاۃِ انا شاہِ دماں کہتے
 کہ صدقے شان اپنی طرہ تاج کیاں کہتے
 ہماری چارہ سازی چارہ سانیکیاں کہتے

ریاضِ آسان ہو جاتا ہیں گھر بیٹھے حج کرنا

کوئی دن اور بھی ہم خدمتِ پیرِ مغان کہتے

شعروں میں مئے نہایت گدوئے علیؑ ہے
 کہے میں خیالِ رخِ نیکوئے علیؑ ہے
 یہ مئے نہیں عکسِ رخِ نیکوئے علیؑ ہے
 موزونیِ قامت یہی کہتی ہے پکا ہے
 ہر شعر مرثیہ شانِ کشِ مومے علیؑ ہے
 اللہ کے گھر میں بھی نظرِ سحرے علیؑ ہے
 میخانہٴ عرفاں میں رواں قعرے علیؑ ہے
 اللہ کا الفِ قامتِ مومے علیؑ ہے
 میں کھل کے یہ کہہ دوں گرہِ مومے علیؑ ہے
 جس نیم سے بنتا ہے احد صورتِ احد

۱۔ تخلص صدرِ اعظم کن۔

پردہ وحدت میں وہ ہوں ہے کثرت آفریں محفل آئینہ میں ہے یا آئینہ محفل میں ہے

بزم گورکھپور میں سب ہیں انہیں لیکن ریاض

یہ کمی پوری ہوئی ہیو مارٹ اس محفل میں ہے

کس کا ہے بام اور ہی کچھ اس کی شان ہے یہ آسمان کوئی نیا آسمان ہے

جو اس بہشت نے انہیں ہر وہ جو ان ہے یہ میکدہ نہیں ہے نیا اک جہان ہے

اے بام یا رطوبت کی بھی تجھ میں شان ہے اے بام یا عرش کا بچھ پر گمان ہے

کوثر کی ہو کہ گھر کی ہو پینے کا ہے اثر پاکیزہ شستہ صاف ہماری زبان ہے

یہ وہ نہیں جو دیدہ و دل میں سما کیں فقہ بھی کہہ لے ہے میں قیامت اٹھان ہے

گرد اس کے ہاتھ اٹھایں مے نوش رات دن جو خم ہے میکدہ میں وہ اپنی دکان ہے

آتا ہے یاد وصل میں کہنا کسی کا ہلے موت ایسی رات کو مری آفت میں جان ہے

نادان دل سے میری انھیں لطف و بہت اس دستی میں جان کا اپنی زبان ہے

ہو مان کا جو بان تو ٹکڑا بھی ہے بہت اقب کلوریان میں نہ وہ خاص دان ہے

قسمت کی بات کوئی ہیں پوچھتا نہیں اُردو کا آج ملک و کن قدردان ہے

سنتا ہوں یاد کرتے ہیں مجھ کو جناب شاد کیا میرے دوستوں کا غلط بیان ہے

دو چار سال کے لئے ہو جائے روک تھام کوئی سنبھال لے اسے گرتا مکان ہے

جب آئے زمین پر اپنا یہ قصر تن کیا اس کا اعتبار پرانا مکان ہے

اس میں پڑی ہو جان مری بس خدا بچائے یہ جان اور چند نفس میہمان ہے

میں سخت جاں ہوں جان عجیب کش میں ہے جب تک ہے جان دوزمرا امتحان ہے

یہ وہ کہے گا کہ جس نے کبھی شراب نہ پنی
تہہ نقاب تو پنی ہو کے بے نقاب نہ پنی
بڑی کمی رہی اب پنی نہ پنی برابر ہے
کباب کھانے سے زاہد کو اقتناہ نہ تھا
وہ ہم نے پی بھی تو کیا پی جو جلاب نہ پنی
ستارہا ہے ہیں تو خیال روز شمار
یہ کیا کیا کہ گنہ تو کئے شراب نہ پنی
لگی جو منہ سے ہے گامدار چوری پر
شراب ناب بھی تو آپنے جناب نہ پنی
اُتر کے تھی یہ منے خلد سے بو نہی و اعظا

چڑھی تھی کچھ گھڑے کی ریاض کچھ ایسی

شراب خلد سمجھ کر شراب ناب نہ پنی

جان نکلے وقت کی پہلے یہ حسرت دل میں ہے
شمع بھی محفل میں ہو پروانہ بھی محفل میں ہے
کار فرمایا ایک چنگاری سی میسے دل میں ہے
کیف آورا کہ مصفا شکر سی میری شرت
پافتادہ مجاہدے جان کھینچتی ہو خاک گور
قدرو قیمت کیا لہو کی پانی پانی ہے لہو
پہلی منزل ہو جو آسان شکلیں آسان ہیں
پردہ دار عشق ہے یا رتبا طر حسن و عشق
مصرعہ واقف یہی یاد نشین دن وک کوئی
آگے گور کھپور میری جان کس مشکل میں ہے
تم بھی ہو ہم بھی میں لیکن بات دل کی لہجہ
برقِ خرم روز بھی اس کشتے حال میں ہے
بادہ نوشورج کس کی میری آج گل میں ہے
کھینچ رہے ہیں قافلے کئی کشتی منزل میں ہے
رخِ زنگ خاکستری کف قاتل میں ہے
حشر کا ہنگامہ کیا خطرہ اسی منزل میں ہے
قیس جس کے دل میں ہو پردہ محفل میں ہے
اس کی چٹکی میں ہو جب تک تیرے دل میں ہے

جلووں کی فراوانی یہ عریانی دنیا ہوئی نورانی کیسا یہ زمانا ہے
 کیا ذکر ہے عقبی کا چرچا ہے سینا کا یہ رنگ ہے دنیا کا کیسا یہ زمانا ہے
 فحاشی و عیاشی زرباشی و شب باشی پھر ہگزہ کاشی نیکی کا زمانا ہے
 کیا پوچھتے ہو باتیں پیری میں جوانی کی وہ اور زمانہ تھا یہ اور زمانا ہے

اشکوں سے ریاض اپنا یہ روئے یہ دھولا
 اللہ کو اپنے بھی منہ تم کو دکھانا ہے

لب خاموش کی تصویر تو کچھ کہتی ہے آپ کی چاند سی تصویر تو کچھ کہتی ہے
 اُن کی تصویر نے اُن پر بھی اثر یہ ڈالا بول اٹھے وہ مری تصویر تو کچھ کہتی ہے
 مجھ سے گو چاند سی تصویر نہ اُن کی بولی میری چکی ہوئی تقدیر تو کچھ کہتی ہے
 تم کہو یا نہ کہو اپنے شب وصل کی بات صدقے تصویر کے تصویر تو کچھ کہتی ہے
 تیرے صدقے یہ بتم ہے بہت معنی خیز مسکراتی ہوئی تصویر تو کچھ کہتی ہے
 اے رشار محبت خطا غر کو سمجھ دست ساقی کی یہ تحریر تو کچھ کہتی ہے
 خاک آنکھوں میں نہ ڈالو کہیں تم جاؤ گے انکھیں سرم کی تحریر تو کچھ کہتی ہے
 جب کہا کیا یہ زباں شمع کی منہ میں لے گا بولے وہ صورت گلگیر تو کچھ کہتی ہے
 آپ مجھ سے یہ کھلیں لے کے گروں دل کو آپ کی زلف گرہ گیر تو کچھ کہتی ہے

منہ کھلے جاتے ہیں کڑیوں کے لیاصل آپ ہی آپ
 یہ مے پاؤں کی زنجیر تو کچھ کہتی ہے

پہلو میں تو ہے ترے لب پر نہیں ہے ساتھ آئینے میں عکس ادا آفریں ہے
 ہوں فاقہ مستیاں تو پس انداز کام آنے پیچھٹ ہمارے خم میں یونہیں نشیں ہے

دنیا میں رہوں نہ رہوں وہ رہے ضرور دنیا میں شاد ہی تو مرا قدرواں ہے
اس کے قلع کی غیر مٹنا ہے اس لئے یہ آسمان پیرا بھی تک جو ان ہے
میں بھی دعائے خیر سے رکھوں گا واسطہ جب تک مے بہن میں یہ میری زبان ہے

پنی لوں جو میں بڑھاپے میں بھٹوری ہی لایا تھ

محل پکار اٹھے کوئی رعنا جو ان ہے

قسمت میں ہماری اب پینا ہے نہ کھانا ہے انکور کا پانی ہے انکور کا دانا ہے
انگوروں کو مینا کو اب کام میں لانا ہے کھانا ہے کھانا ہے پینا ہی پلانا ہے
کیا پوچھتے ہو باتیں میری میں جوانی کی وہ اور زمانہ غنا یہ اور زمانا ہے
دفتر ہے ہر اک صفحہ اس عمر و روز و کا تاریخ ہے دنیا کی دنیا کا فانا ہے
وہ پوچھتے ہیں آنسو کیا دستِ خنائی سے یہ آگ بجھانا ہے یا آگ لگانا ہے
نقشِ کف پاسو بھی جو دب نہ سکے در پر اس بیٹھے ہو غول کو فتنہ وہ اٹھانا ہے
گزری ہے جو دنیا پر وہ گزری ہر سب مجھ پر جو سن لے ہی جانے میرا ہی فسانا ہے
وہ صبح کو آئے غصے اب شام کو آئیں گے منہدی بھی لگانا ہی سرمہ بھی لگانا ہے
مینا نہ رہا کوئی اس صاعقتانی میں ہر آنکھ ہوئی خیر کیا تیرہ زمانا ہے
توار کے صاعقوں میں اڑتے ہیں اردن میں باریک ہیں سب حادثے تاریک مانا ہے
دورے و ساغر ہو وہ جامے سے باہر ہو جو عیب ہو کھل کر ہوتا تاریک مانا ہے
ہر بات کہی اُلٹی سیدھی بھی رہی اُلٹی گنگا بھی یہی اُلٹی اُلٹی یہ زمانا ہے
ہر دوست ہر دشمن بھی گلشن بھی ہے گلشن بھی تیرہ بھی ہر روشن بھی نازک یہ زمانا ہے

دو چار سال کے لئے ہو جائے روک تھام
 کوئی اسے سنبھال لے گرتا مکان ہے
 جب آگے زمین پر اپنا یہ قصر تن
 کیا اس کا اعتبار پرانا مکان ہے
 پی لے اگر بڑھاپے میں پتھوڑی سی یہ ریاض
 دنیا پکار اٹھے کوئی رعنا جوان ہے

او کو سنے والے اب دعا دے	اتنا کہہ دے خدا شفا دے
قطرہ خم بادہ کا مزاد دے	شبنم مری پیاس تو بجھا دے
ورماں کی طرح تڑپ مزا دے	یار مجھے دردِ لادوا دے
صیاد نہ بلغ کی ہوا دے	وہ دور سے آتش پاں کھا دے
یار کیا شئے ہے وشتِ غربت	اس کو مے گھر کی توفنا دے
سب میکدے میں میں اس سے خالی	دل کو مے بیخودی خدا دے
انگڑے نہیں ہیں داغ دل میں	واہن کی انھیں نہ تو ہوا دے
یہ دولتِ حسن و دولتِ عشق	بس کی نہیں ہے جسے خدا دے
جنت میں بھی جشرین بھی کام آئے	تو ہاتھ سے جام اک پلا دے
سینہ یارب ہو طورِ سینا	بکلی مے دل کو تو بنا دے
میری شبِ غم کی صبح ہو جائے	تو رخ سے ذرا نقاب اٹھا دے
وہ تارِ نفس کہاں سے لاؤں	ٹوٹے ہوئے دل کی جھڑ دے

گائیں وہ لے ریاضِ شرمائیں

تو روکے یہی غزلِ سنا دے

جامِ حق میں میں نے ہو شراب دیتا ہے کوئی موسیٰ نہ ملے مجھ کو خدا دیتا ہے

میخانے میں کینشت میں کبھی میں۔ دیر میں۔
 عاجز بگو لے ہم سے ہوئے پیش رفت میں
 مجھ سخت جان کے منی جیت نکلتا جان
 زندان پاکباز کو پہنچائیں گے ثواب
 اوہنے والے دل کے تجھے دل سو کام ہے
 زور جنوں ملا ہے یہاں کے خاک میں
 دیکر آسمان سے لمحہ کی زمیں ہے
 میری نگاہ کیوں ہوئے عیش بریں ہے
 کوہ گھڑے میں شیر ہے نگہیں ہے
 صحرانوردیوں میں نکلتے ہیں ہے
 قتل میں ہر چھائی ہوئے استیں ہے
 مجو خیال یار رہے گو کہیں ہے

بے قید شاعری سے یہ امید اب کہاں
 ملک سخن ریاض کے زیر نگین ہے

اے بام یار طواری بھی تجھ میں شان ہے
 اے بام یار۔ عرش کا تجھ پر گمان ہے
 جو ان ہشت زار میں ہے وہ جوان ہے
 یہ میکہ نہیں ہے نیا اک جہان ہے
 کس کا ہو بام اور ہی کچھ اس کی شان ہے
 یہ آسمان کوئی نیا آسمان ہے
 ہومان کا جو پاں تو شکر بھی بے بہت
 اب وہ گوریاں ہیں نہ وہ خاصلان ہے
 یہ وہ نہیں جو دیدہ و دل میں سما کیں
 فتنے بھی کہہ رہے ہیں قیامت اٹھان ہے
 چینیے کا یہ اثر ہے وہ کوثر کی ہو نہ ہو
 پاکیزہ شہ صاف ہماری زبان ہے
 آتا ہے یا دھول میں کہنا کسی کا ہا ہے
 موت ایسی رات کو مری آفت میں جان ہے
 نادان دل کو میری انھیں لطف ہے بہت
 اس دوستی میں جان کا اپنی زبان ہے
 قسمت کی بات کوئی ہیں پوچھتا نہیں
 اردو کا آج ملک و کن قدردان ہے
 سستا ہوں یا کرتے ہیں بلکہ جناب شاد
 کیا میسے دوستوں کا غلط یہ بیان ہے

بیعت پیر مغاں کی ہے جو توبہ کر کے
صدر اعظم شعر اکو جو صلا دیتا ہے
جو دشمنہ ذیل میں ہو درج کہ جبریل کہیں
قدرت حق کا کرشمہ ہے سخاوت شہ کی
وہ خدائی کے لٹائے جو خزانے کم ہے
وہ تو وہ شاد جسے صدر بنایا شہ نے
میں بلانوش ہوں پی جاؤں جو دریا پاؤں
قدرواں آج زمانے میں دکن جے ورنہ
یہی پانی مئے گلگوں کا مرادیتا ہے
شاہ کے صدقے میں دیکھوں مجھ کیا دیتا ہے
کوئی شاعر یہ گدا ہے جو صلا دیتا ہے
جس کو دیتا ہے وہ قدر سو او دیتا ہے
میر عثمان علی خان کو خدا دیتا ہے
جب وہ دیتا ہے سو اسے بھی صلا دیتا ہے
مجھے گھر بیٹھے مئے ہیش ببا دیتا ہے
کون اب کس کو زمانے میں صلا دیتا ہے

شاد کے نام سے ہر رنج خوشی ہو کے ریا ض

صدر اعظم کو شب و روز دعا دیتا ہے

جو پتھر ہو دل میں گھر کرنے والے
وہ سو کر الگ شب بسر کرنے والے
قفس سے یہ کہتی ہوئی نکلی بلبل
یہ کیوں شک آنکھوں کے تلے بنے ہیں
نہ ہوں طور پر جا کے نیچی نگاہیں
جلائیں گے صیا دتیرے بھی گھر کو
دنا لے کہاں اب اثر کرنے والے
جگا کر انھیں ہم سحر کرنے والے
اڑیں مجکو بے بال و پر کرنے والے
مرہ کو نہ دامن کو تر کرنے والے
سنبھل کر ذرا اؤ نظر کرنے والے
قفس نذر برق و شر رکرنے والے

۱۔ شہر یار دکن خلد اللہ ملک و سلطنت

۲۔ سرہارا جکشن پر شاد بہادر شاد بانغا

اپنی جھوٹی جو کبھی مجھ کو ملا دیتا ہے
 لب سا غلب ساقی کا مزادیتا ہے
 دل تو کیا مے درو دیوا رہا دیتا ہے
 بھیگتی رات میں کون آکے صدا دیتا ہے
 کیف مے پیرِ مخاں اور بھلا دیتا ہے
 پیٹنے والے کو وہ جب راہِ خدا دیتا ہے
 شوخ نقشِ کف پاؤں تک خدا دیتا ہے
 بن کے وہ مثلِ راہِ آگ لگا دیتا ہے
 عکس رخ ہے کہ مے ہو شراب دیتا ہے
 مے ساقی مجھے تو جام میں کھلو دیتا ہے
 جامِ گلگوں میں مے ہو شراب دیتا ہے
 میں سوئے طورِ کلیم اب جو کبھی جاتا ہوں
 دل تو کیا ہے درو دیوا بھی مل جاتے ہیں
 شوخِ ادابت کا تصور ہی کوئی اور نہیں
 خونِ پانی کی طرح تو نے بھایا پھر بھی
 دل میں گھر کیون کر دی ہندی لگاؤ کا نقش
 آئیاں پر مے کیا گزری مجھے کیا معلوم
 یاد آتی ہیں مجھے شوخِ ادائیں تیری
 کوئی آکر مجھے پیغامِ قضا دیتا ہے

رندِ درویشِ صفت ہو بھیرندوں میں یا ضل

جو ملے اس سے خدا سے وہ ملا دیتا ہے

رندِ قانع متواضع ہے خدا دیتا ہے
 جب دوپا تازی تو پیتا ہے پلا دیتا ہے
 وسعتِ دل میں ہر اس کی فیروانی لطف
 مے کے دریا مے صحرا میں ادا دیتا ہے
 میں سوئے طورِ کلیم اب جو کبھی جاتا ہوں
 کوئی دل پر مے بکلی سہی گرا دیتا ہے
 یاد آئی مجھے اور سنا دواں ک شعر
 کیف مے سے جو مجھے لطف سوا دیتا ہے

سودائے علیؑ ہے مجھے سودائے علیؑ ہے
 ہم جس میں ہوں اے خضر دہاڑی علیؑ ہے
 ہمیں مہربان ہر بن مو بہرانا الحق
 کس ضبط کا کس طرف کا دریائے علیؑ ہے
 ہیں کوثر و تسنیم و اس سائے میں جر کہ
 یہ طوبیٰ جنت ہے کہ مینائے علیؑ ہے
 قسمت مری کس نور و روشن ہو مری آنکھ
 پستی نہیں یہ نقش کف پائے علیؑ ہے
 دیکھا جو غمے سب نے کہا دل میں دم حشر
 یہ کون ہے کوئی نہیں جو مائے علیؑ ہے
 ملتا ہوں تصور میں ہر اک تلوی و آنکھیں
 آنکھیں ہیں مری اور نف پائے علیؑ ہے
 کیوں والہ و شید ہے جہاں نام پر اس کے
 عثمان علی خاں کوئی شیدائے علیؑ ہے
 تاج سر عثمان ہے اللہ کا سایہ
 اس کے لئے کچھ اور ہی فٹائے علیؑ ہے
 ہو سایہ فگن تاج خلافت تے سر پر
 عثمان علی خاں ہی ایماے علیؑ ہے
 ایسا ہے تو کیا چیز ہے یہ تخت خلافت
 نہ گزری افلاک تہ پائے علیؑ ہے

آئینہ وارث ہے ریاض آپ کا سینہ

دل سینہ میں ہے دل میں تمنائے علیؑ ہے

مجھے دیکھ کر بولے اٹھ جائیں فریے یہ دیوار زنداں کو دور کرنے والے
 تراک گنہگار بندہ ہوں میں بھی کڑی سے او در گزر کرنے والے
 مصیبت شبِ غم کی آسان کر دے مری شامِ غم کو سحر کرنے والے
 پس تو بس اتنی لب تر سے تیرے لب خشک ہم بھی ہیرت کرنے والے
 شکن گیسوؤں کی نہیں تیغ ہے یہ کسے ہیں وہ زیب کمر کرنے والے

ریاض اب تو مسجد میں گوشہ گزیں ہیں

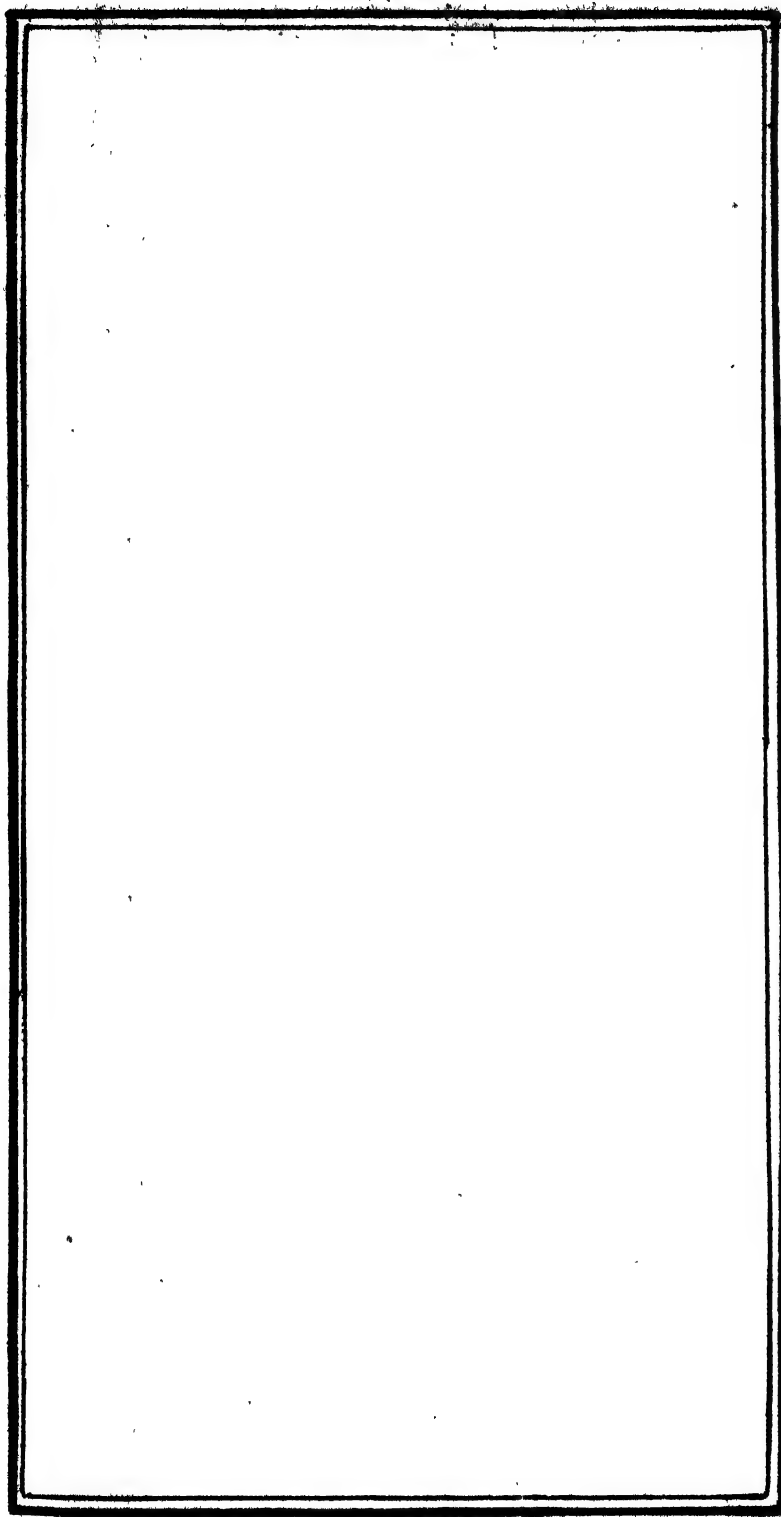
وہ راتیں بتوں میں بسر کرنے والے

مئے کہن میں جھلک سی بنے کچھ جوانی کی بہت ہی قدر ہی یاروں میں اس پرانی کی
 گری ہے لے کے مجھ کو شاخِ آشاں صیاد خبر کسے تھی اس فتادِ ناگہانی کی
 سنی ہیں ہم نے بھی موسیٰ جو ہوئیں باتیں سنی ہے ہم نے بھی آوازِ لنترائی کی
 زیادہ عمر سے دوں طواں فردِ عصیاں کو ملے تو قدر کروں عمرِ جاودانی کی
 چھلکتے سا غر گلگوں ہوا سیہ بھری بوتل وہ دن شباب کا یہ راتِ ہجوانی کی
 کسی کے نقشِ قدم پر چہیں کا بوجھ پڑا ہمارے سجدے ہوئے وجہِ مرگرائی کی
 مرشباب یہ سنوارا ہے مئے پر اے یہ موت نہیں فیند ہے جوانی کی
 زابر ہو تو گزر جائیں سایہِ خم میں وہ دن شباب کے راتیں وہ ہیں جوانی کی
 شرابِ تند کا غوگر ہوں کیا کیا ساقی مری شراب بھی پانی ملا کے پانی کی
 چھلکتے جام میں ساقی ذرا نمایاں کر جو کھنچ کے آئی ہو تصویر ہے جوانی کی

ریاض رات کو مسجد میں اب نہیں ملتے

بتوں کے کوچے میں خدمتِ ہر پاسانی کی

حصہ دوم
آتش گل



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آغازِ کلام

بنام

ذوالجلال والاکرام

ترانہ حمد

مثنوی

ملک مرے ابے نیاز ہے تو	ملک مرے اکار ساز ہے تو
سب سے بالا ہے بات تیری	ہے شرک سے پاک ذات تیری
طاقت تیری ہے زور تیرا	ملتا نہیں اور چھوڑ تیرا
ذریعے میں سما جائیں حکم پاکے	چودہ طبق ارض کے سما کے
قدرت کے کرشمے میں یہ سارے	ایک آنکھ کے تل میں لاکھ تارے

ہو اور ہوا، ہو ابدل جائے	فطرت کا بھی اقتضا بدل جائے
گلزار ہو گل ہو رنگ دو ہو	بے قوت نامیب نہ ہو
جو ہے یہی روز و شب نظر آئے	کچھ بھی نہ ہو اور سب نظر آئے
تو چاہے تو اور طور ہو جائے	دنیا سے عناصر اور ہو جائے
بیکار ہے فکر و سعی اثبات	ظاہر میں امور فوق عادات
قدرت تیری ہے تیری حکمت	معلول کوئی، نہ کوئی علت
جلوے سے تری جہاں ہے معمور	ذرتے ذرتے میں ہے ترا نور
پہناں رکھ کر بھی تو عیاں ہے	ہر شے سے عیاں ہے پھر نہاں ہے
آنکھوں سے یہاں تو تجھ کو دیکھیں	آنکھیں وہ کہاں، جو تجھ کو دیکھیں
پر دوں میں ہے نور نور میں تو	جلووں میں ہو، ظہور میں تو
وہ نور کے بے شمار پردے	کیسے ستر خزاں پردے
گو پردوں میں لاکھ تو نہاں ہے	جلوہ پھر بھی ترا عیاں ہے
اے پردہ نشین پردہ نور	تو پردہ نما ہو اسر طور
تو نور جو ہر نگاہ میں ہے	پردہ تری جلوہ گاہ میں ہے
خود نور کے میں حجابِ عارض	خود نور کی ہے نقابِ عارض
ہر شے کو محیط ہے تری ذات	جو پاکے، پاکے تری بات
جو پاکے تجھ کو کھو گئے وہ	بیدار ہوے تو سو گئے وہ
شاہد یہی ہے خودی ہے تیری	جب پروے اٹھے خودی ہے تیری
یہ دونوں جہاں طلسم بندی	سب کون و مکان طلسم بندی

اُٹھے جو پاک تو سب نظر آئیں	مجھ کے جو پاک تو پردے پڑ جائیں
گور نہ سائیں بحسروں میں	گردش کرتے ہیں سب نظریں
بیروں ز قیاس حالت انکی	اللہ اللہ جسامت اُن کی
با ایں ہمہ گم ہیں وہ فضا میں	ذرے اڑیں جس طرح ہوا میں
تارے چھوٹے ہیں یا بڑے ہیں	کیسے چکر میں سب پڑے ہیں
ظاہر میں وجود کچھ نہیں ہے	بے شب کے نو کچھ نہیں ہے
ہر رنگ کا تو ہے چہرہ پرداز	اسباب و علل میں سب ترے راز
کیسی شش؟ اور کیسا چکر؟	کیسا مرکز؟ کہاں کا محور؟
ہلتے بھی نہیں جگہ سے اپنی	اقطاب جنوبی و شمالی
قطبین نے کس طرح میں دا بے	اس عرض و سبع کے کنارے
بھولی ہوئی بیچ میں ہے پھولے	ہے بھول رہی زمین 'جھولے
تحقیق قدیم بیچ در بیچ	تحقیق جدید بھی بے سب بیچ
جو تو نے کیا وہ ہو رہا ہے	جو حکم دیا وہ ہو رہا ہے
سب کی ہے بساط کُن کے دوزخ	حیران ہے عقل سُن کے دوزخ
تو چاہے تو ہر جباب دریا	کوزے میں بھرے سب آب دریا
تو چاہے تو سنگ پھول پھل دے	ہو حکم ترا تو لعل اُگل دے
خاک اُڑتے ہی موج آب بن جائے	دریا ئے رواں سراب بن جائے
ہو جائے اگر ترا اشارہ	ہو جائے زمین پارہ پارہ
خود پھینک دے ثقل اندرونی	نیچر کی رہے نہ رہنمونی

وسعت چرخ میں پھیلا ہو جلوسی سامان لہجے اپچوں میں ہوا ہی دمراتب کا بیانی

جگمگاتے ہیں پڑے پتر میں سورج کتنے

نظر آتے ہیں جڑے پتر میں سورج کتنے

زلزلے میں ہر زمین جس سودہ صولت ہمراہ کانپے مرتفع فلک جس سودہ سطوت ہمراہ

شان ہر وقت بڑھے جس سودہ شوکت ہمراہ نہ لٹانے سے بھی کم ہو وہ دولت ہمراہ

سب جلو میں اثر انداز ہیں تا حد کمال

خدم و جاہ و حشم شان و شکوہ و اقبال

فرش راہ بننے کو میخاک کے ذروں میں نہاں اختر بخت شہاں تخت شہاں تلخ شہاں

رنگ لانے کو ہر گل رنگِ شفق کا داماں رقی تاروں کی چمک جانے کو یوں کہماں

بادِ پیایر یہ ہوا کے جو سوار آیا ہے

آپیشی کے لئے ابر بہار آیا ہے

صاف آوازیں منقاروں کی دھوکے کیسے کیسی پر شور ہوا زور کے جھونکے کیسے

کیسے فراتے نشانوں کے پھر ری کیسے کیسی گنبد کی صدا چرچے میں اس کے کیسے

بولتایوں جو ہے دوں دوں کوئی نقارہ ہے

کہکشاں جو ہے ہر گر دوں کوئی نقارہ ہے

بج رہا ہے شہِ فوجاہ کا ڈنکا کیسا چونک اٹھتے ہیں سراپیل یہ دھوکا کیسا

منہ کو آتا ہے یہ دشمن کا کلیجا کیسا دوستوں میں ہر اک چوب کا چرچا کیسا

یہ وہ آواز ہے جو عرش بریں تک پہنچے

نیل کا دُفلک و گاؤں میں تک پہنچے

اُک "تو ہے وہ سرا نہیں ہے کوئی تیرے سوا نہیں ہے
 ہم ہیں منصور کا ترا نہ فصل "من و تو" غلط فسانہ
 ہو جائے نہ اعتراض کوئی
 بات اب نہ کموریاض کوئی

قطعہ

محتاج ترا ہوں کیسے زردیدے شمع ترا ہوں نعل و گوہر دیدے
 کچھ کم نہیں میکدہ سوتیرے ساتی! تھوڑی سی مجھے شراب احمد دیدے
 بہ تقریبِ یفاوری علیٰ حضرت نظام دکن خلد اللہ ملک سلطنتہ

دھوم ہے دھوم کہ سلطان دکن آتے ہیں شور ہے شور کہ خاتان دکن آتے ہیں
 لکھنؤ خسرو فی شان دکن آتے ہیں اس پرستان میں سلیمان دکن آتے ہیں
 شہپر چتر ناسایہ فگن ہے سر پر
 کس تکلف سے ہما سائیگن ہے سر پر

ایمنہ دار سکند زکے دودار درباں بوسہ لینے کو جھکے سوتے قدم تاج کیاں
 دیکھے نیچا جو کرے دعویٰ رفعت کیواں کہ وہ فردہ ہے کہ ہونے فریدوں قمریاں
 جھومتا سایہ کنناں ابر کرم آتا ہے
 ہاتھ میں جام لئے ساتھ وہم آتا ہے

کچھ شریا سے بھی اونچا نظر آتا ہے نشان عکس پرچمِ جے کہتے ہیں سب کا کاشاں

آئینہ وارث ہے ریاض آپ کا سینہ
دلایے میں ہو دل میں تنہا علی ہے
ہو سادہ فگن تلج خلافت ترے سر پر
عثمان علی خاں ایہی ایامے علی ہے
ایسا ہے تو کیا چیز ہے بہتخت خلافت
نہ کرئی افلاک تر پائے علی ہے

انتخاب

میرے دیوان کو ہاتھوں تلے تیرے مجھ سے بھی بڑھ کر
دکن میں کتنی میری قدر میری قدر رواں کرتے
جلیل و جوش و ہوش و حضرت تیرے ہم ملتے
بنا کر نقد جاں دیوان نذر دستاں کرتے
حضور ہوتی جس دم بارگاہ صدر اعظم میں
ہمارے پاس کیا تھا نذر جان تو اس کرتے
شرف کچھ کم نہ تھا یہ صدر اعظم ہاتھ رکھ دیتے
دعا سو جان تیرے ہم بہر عمر جاوداں کرتے
نئے سرے جوانی پاتے جان تازہ مل جاتی
غم فروانہ رہتا شاد و اتنا شاد ماں کرتے
ہمارے درو کا درماں ہمیں گھر بیٹھے مل جاتا
ہماری چارہ سازی چارہ ساز کیساں کرتے

ریاض آسان ہو جاتا ہیں گھر بیٹھے حج کرنا
کوئی دن اور بھی ہم خدمت پیر میاں کرتے

غزل

جو اس ہشت زار میں ہو وہ جوان ہے
یہ میکدہ نہیں ہی نیا اک جہان ہے
قسمت کی بات کوئی ہمیں پوچھتا نہیں
ارو کا آج ملک دکن قدر رواں ہے
سنتا ہوں یاد کرتے ہیں مجھ کو جنات شاد
کیا میرے دوستوں کا غلط یہ بیان ہے
دو چار سال کے لہو ہو جائے رو کھتام
کوئی اسے سنبھالے گرتا مکان ہے

ایسی سرکار نہیں کوئی بھی سرکاروں میں ایسا دربار نہیں کوئی بھی درباروں میں
 اونچے اونچے میں ان غائبہ برداروں میں گنتی ہو جو دھویں کے چاند کی بھی تاروں میں
 نظر آتے ہیں بنائے ہوئے سج و سج کتنے
 ایسے گلبرگوں میں بربط بہتیں سورج کتنے
 آمد آمد ہے عجب و لولہ انگیز آمد بھی دیکھی نہ ریا ض ایسی اثر خیز آمد
 کیسی درپاش درافشاں و گہر خیز آمد کاش ہو بہر اودھ مصلحت آمیز آمد
 لطف ہو بخت اودھ بخت دکن ہو جائے
 سیر ہو تخت اودھ تخت دکن ہو جائے

غزل

متعلق بہ مسطورہ بالا

عثمان علی خاں کو جو سودائے علی ہے دل ہرگز ہو وسعت دل جائے علی ہے
 سودائے علی ہے اسے سودائے علی ہے ہوں خضر بھی گم جس میں ہر محراب علی ہے
 ہیں کوثر و نسیم روان سائیں جس کے وہ طوبیٰ جنت نہیں مینائے علی ہے
 کیا آنکھ ہے کس نور و روشن موی یہ آنکھ پتلی نہیں نقش کف پائے علی ہے
 دیکھا جو اسے سب نے کہا دل میں دمِ شمر یہ کون ہے ہر کوئی نہیں بویاؤ علی ہے
 کیوں والد و شیدا ہے جہاں نام پر اس کے عثمان علی خاں کوئی شیدائے علی ہے
 تاجِ بر عثمان رہے اللہ کا سایہ اُس کے لئے کچھ اور ہی مثالے علی ہے

یہ سیر کیا ہے کہ تیا ہے سب میں چکر میں
 نہیں میں تالے دھکتے ہوئے ہیں انگائے
 بجائے خود یہ فلک ہے کہ راکھ کا کوئی ڈھیر
 کیسی پھر گئی جھاڑ و فلک کی صورت پر
 نہ لالہ زار شفق ہو نہ اب وہ رنگ نہ روپ
 جلے ہو کر پر پر دانہ ہیں کہ پروں ہے
 عجیب ہے یہ تغیر فلک کی حالت میں
 دھنک کے قوس قزح نے یہ رکھ دیا اس کو
 زمین میں ہوسمانی سما کی نامکن
 نہ تیرہ ابر کا ٹکڑا نہ تیرہ غار کوئی
 خراب چرخ بد اختر کی کیوں نہ ہو مٹی
 اسی کے چلتے قیامت کا سامنا تھا آج
 فلک کا ٹوٹ کے گرنا نہیں تو یہ کیا ہے
 نہ ہو گا اس سے سوا حادثہ قیامت خیز
 یہ چپ جہان سُخن ہے کہ جیسے جان نہیں
 نظام عالم تکوین میں پڑھ چکا تھا فرق
 یہ کس کا نام الہی زبان پر آیا
 شہ شہان جہاں خسرو فریدوں فر
 اسی کا نام مبارک جہاں میں ہو محبوب

رہے نہ نام کو ثابت، ثوابت روشن
 یہ کیا ہوا؟ طبق چرخ بن گیا گلخن
 نہیں تنکے یہ چنگاریاں ہیں کچھ روشن
 ضیا و ماہ نہ سورج کی زرنکار کرن
 نہ کہکشاں میں حسینوں کی مانگ کا جوبن
 یہ ماہ بالانشیں ہو کہ گل ہے شمع لگن
 اسی کے جسم کے روئیں سی کے ہیں شمن
 کہ بن کے روئی کے گالے اڑا ہی چرخ کہن
 نئی زمین یہ ڈھونڈھے کہیں نئے مدفن
 رہے ہمیشہ بوہنی اب بغیر گور و کفن
 برائیوں کا ہی پتلا بُرا ہے چال چلن
 نہ نختایہ دور کہ ہو صورِ حشر شور و فگن
 ہمارے سر سے اٹھا سایہ فدائے سُخن
 زمین شق ہوئی، ٹکڑے ہو اہی چرخ کہن
 امیر جان سُخن تھا امیر جان سُخن
 ہوئے نظام جہاں کا سبب نظامِ دکن
 فدائے نام مبارک لہجہ بان و دہن
 برفرق تاج و نگہاں پئے زمین و زمین
 فدائے نام دل و جان و کام و نطق و دہن

جب آ رہے زمین پر اپنا یہ قصر تن کیا اس کا اعتبار؟ پرانا مکان ہے

پی لی اگر بڑھاپے میں تھوڑی سی لے ریاض

دنیا پکارا تھی کوئی رعنا جو ان ہے

قطعة تاریخِ جمالِ ہلالِ فدا کے سخنِ حضرت امیرِ مینائی حُصَّۃُ اللہ علیہ

استادِ ماجدارِ رام پو فضل اللہ مالک

یہ آج ٹوٹ پڑا مجھ پر آسماں کیسا؟
 نہ کہنگی تھی نہ بوسیدگی کہیں سے عیاں
 نہیں نے نالہ کیا تھا کوئی فلک فرسا
 مری فغاں سے پڑا تھا کبھی نہ اس میں گناہ
 ضرور پیش اسے آئی کچھ نئی اقتاد
 نگاہِ یاس کو بھی کچھ کرید تھی نہ خلش
 نہ ہر دو ماہ سے ان بن تھی چشمِ حسرت کو
 بہت ہی خون بہایا ہے پھوٹی آنکھوں سے
 شکستِ چرخ کی آواز ہے کہ رعد کا شور
 یہ کشتِ زارِ فلک ہے کہ شعلہ زار کوئی
 یہ کہکشاں ہے کہ باہم فلک سو کم پھوٹی
 لپک سے شعلوں کی ہزار آسماں کا سماں
 یہ جھینٹے ابر کے جلتے تھے کی بوندیں میں
 کہ بڑھ کے آگئے اب تمام ملی ہو مقف کہیں
 کہ دیکھنے میں پُرانا نہ تھا چرخ کہیں
 کہ میں کہوں کسی سیکس کا گنبدِ فزن
 نہ آہ نکلی تھی مُنہ سے کوئی سپہر شکن
 نہیں نے کھولے تھے اپنے لبّے بان بونہن
 خمیدہ تھا ہی بُری طرح ڈال دی گردن
 گرے ہیں ٹوٹے تالے پڑے ہیں کچن بوزن
 یہ کیا ہے پھوٹا ہے اس کے دیدہ روشن
 شفق ہو یا ہے ہو سے رنگا ہوا دامن
 چمکے درد کی یا صاعقہ ہے شعلہ فگن
 کہاں کا خوشہ پڑویں کہ پھینک گیا خزن
 لپک یہ آگ کی ہے یا شفق کا ہوا دامن
 ہزاروں خروں بالدار ہیں روشن
 کہ بڑھ کے آگئے اب تمام ملی ہو مقف کہیں

اُسی کی قدر شناسی نے یہ اثر ڈالا
 اثرِ ضعف کا پروانہ عمرِ آخر کی
 پہنچ گیا درِ محبوب پر تو پھر کیا تھا ؟
 حضورِ شاد کی میتا بیاں وہ بادلِ شاد
 ہجومِ خلق نے کیا کیا جگہ دی آنکھوں پر
 امیرِ دجوشِ طرب اور ہمتی پیشانی
 وہ جانتے تھے کہ رہنا پڑے گا محشر تک
 مالِ پرستی نظر اپنی جان ہی دے دی
 وہی دیار وہی کوچہ و درِ محبوب
 لگی ٹھکانے دکن میں امیر کی مٹی
 کلس نہ دیکھے رہے ہر دم سے گنبد کا
 نہیں امیر تو کیا اختر و جلیل تو ہیں
 خدا کرے کہ امیر اللغات چھپ جائے
 تمام عمر رہے گا امیر کا ماتم
 تزیں رہا ہوں کہ قبرِ امیر تک پہنچوں

جہاں امیر سا استاد رہ نورِ دکن
 نہ شکوہ سنجی غربت نہ دل میں یادِ وطن
 بنی تھی موجِ تبسمِ جبین کی تھی جوشِ کن
 جنابِ دلِ رخ کے قبضے میں یا رکاوٹِ من
 جھکا کوئی کہ جبینِ نیاز ہو روشن
 وہ نورِ چہرے کا وہ انکسارِ خلقِ حسن
 کہ مجھ کو کھینچ کے لائی ہے خاکِ پاکِ دکن
 کہ ہو دیار میں محبوب کے مرادِ من
 چھٹا نہ دامنِ محبوب و سایہ دامن
 عجب نہیں ہر گردوں ہو گنبدِ مدفن
 جہاں میں اور بھی نامِ امیر ہو روشن
 سروں پر ان کے رہے شدہ کاسیہ دامن
 ادا زبان کرے شکرِ شہرِ یارِ دکن
 مٹائے مٹ نہیں سکتا کبھی یہ رنجِ سخن
 دکن ہو دور ہوں میں اور دور مجھ سے دکن

رہے یہ سال سرِ قبرِ دیارِ امیر
 فقیر کو چھ محبوب امیر ملکِ سخن

تاریخ انتہائی ملالِ جنابِ فصیح الملک بلبلِ ہندوستان

یہ ہے اثر کہ اگر لے ذرا قدم جھک کر
 جو چاہیں اُس کے ہوا خواہ مرتبہ دنیا
 وہی نبی کا ہے نائب وہی ہی ظل اللہ
 اُسی کی ذات کو ظلمت ہے کفر کی کافور
 اسی کے نام کے ڈنکے بجے ہیں عالمیں
 اسی کے نور سے ہر ذرۃ تابناک ہو آج
 اثر یہ جو دکا شرق و شمال و غرب میں ہے
 انکیریں ہاتھ کی جو دو سٹاکی نہریں ہیں
 رہی نہ قدر زمانے میں ابر نیساں کی
 لٹائے گنج زرا تے بلند ہاتھوں سے
 لٹائے درہم و دینا جس قدر اُس نے
 اسی سے کوڑیوں کے مول اب جو اب ہیں
 زمیں کا پیٹ خزانوں سے بھر دیا اُس نے
 زمین لعل و گہرا گلے وہ جدھر گزرے
 یہی نہیں کہ پہاڑوں کی جھولیاں بھڑیں
 میں نہ کہ عمارت کے مجھے خدا کے سوا
 اسی کی مملکتِ نظم میں بھی شاہی ہے
 نظر سے گزریں جو یہ بے بہادر اشعار
 اُسی نے دماغ کو اُستاد کا دیا رتبہ
 جو ابھی سنے سر سے ہو پیر چہ پہن
 غبارِ راہِ فلکِ ذرہ ہو مہِ روشن
 اُسی کے سائے کی چوہِ طبق ہوئے روشن
 اُسی کے ہاتھ سے ہی شمعِ دین کی روشن
 اُسی کے نام کے سکے کاہر طرف سے چلن
 اُسی کے نور کو گھر گھر چراغ ہوئے روشن
 کہ کھنچ رہا ہے دکن کی طرف ہر اک امن
 ہمیشہ آبِ گہرِ جوشِ زن ہے موجِ فگن
 رہا نہ بحرِ عدن میں اب ایک دُرِ عدن
 نہیں ستارے پر آؤ رہے چرخ کا دامن
 نہ ذرے اتنے نہ قطرے نہ دانہ خرمن
 نہ قدرِ لعلِ بدخشاں نہ قدرِ لعلِ یمن
 کہ لے کے نکلے زرِ گل جو نکلے نخلِ چین
 جہاں ہو نقشِ قدم وہ جگہ بنے معدن
 دُرِ خوش آئے دریا کا بھر دیا دامن
 عجب نہیں کفِ سائل بنے مراد امن
 وہی ہے آج زمانے میں قدر دانِ سخن
 بھرے وہ لعل و گہر سے ابھی مراد امن
 اُسی کا بندہ احساں بنا خدا کے سخن

جلیل صاحب جلیل شاگرد حضرت امیر مینا فی الاستاد حضرت میر عثمان علی خان بہادر

سلطان دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

جلیل استاد کے تم جانشیں ہو	تمہیں کہتے ہیں ہم استادِ فن بھی
طبیعت میں وہی استادِ کارنگ	وہی شوخی وہی لطفِ سخن بھی
عجب بندش عجب ترکیبِ اشعار	وہی اشعار میں ہے بانگین بھی
اثر انداز ہے نکھر ہوا رنگ	عنادل بھی فدا صدقے میں بھی
مسئلِ نظم کی لے گی بلا میں	جھکی پڑتی ہے زلفِ پرشکن بھی
امارت بھی ملی ملکِ سخن کی	ہوئے اب صاحبِ تاجِ سخن بھی
سمجھتا ہے تمہیں سرمایہ ناز	ریاضِ خوشنوا شیریں سخن بھی
تمہیں یکتا سمجھتا ہے زمانہ	تمہارے معتقد ہیں اہل فن بھی
تمہیں سب جانتے ہیں مانتے ہیں	ناہل لکھنؤ اہل دکن بھی
تمہارے قدردان ہیں آصف و شاد	وزیرِ ملک بھی شاہِ زمزم بھی
مبارک ہو درِ آصف کے سجدے	مبارک ہو تمہیں تاجِ سخن بھی

۱۹ ۶ ۱۰

تاریخ طبع دیوانِ مہرِ موم جان سخن تصنیف جلیل القدر و فاضل صاحب جلیل

شاگردِ خدائے سخن حضرت امیر مینا فی حرمہ اللہ لیسادِ اعلیٰ حضرت

میر محبوب علی خاں مرحوم سلطان دکن

خوب چمپا تازہ کلامِ جلیل کیوں کہیں سب اسے جان سخن

نویسنہ از خان داغ دہلوی شاگردِ ذوقِ مہر

ہے قیامتِ داغ کا مرزا یا ض
 گوشتِ محل بنا ہے کنجِ گور
 اٹھ گیا شاہنشاہِ ملکِ سخن
 غم سے گویا بن گئی ہے جان پر
 دل کو بھی دیکھو! جگر کو دیکھ کر
 پھیر لائے اس مافر کو کوئی
 آئی ہے کس کو مٹانے؟ و آغ کو؟
 زندہ جس کا نام ہے 'مرتاناہیں
 و آغ مٹا ہے مٹانے سے کوئی
 اے لحد! تو چاند پر ڈالے گی خاک
 کیا چھپانے سے تری چھپ جائی و آغ
 وقت پر آنکھیں چرانا اے لحد!
 مر کے بھی پیش نظر ہے شکلِ و آغ
 شورِ ماتم آج ہر محفل میں ہے
 بندیلے سخنِ محل میں ہے
 خامشی بزمِ شادوں میں ہے
 غم زدوں کی جاکنِ شکل میں ہے
 اور بیل پہلوئے بسل میں ہے
 وہ ابھی تو پہلی ہی منزل میں ہے
 لطفِ اجل کو سنی لا حاصل میں ہے
 راستی اس دعویٰ باطل میں ہے
 وہ فروغِ شمع ہر محفل میں ہے
 و آغ آغوشِ سہِ کال میں ہے
 وہ نہاں تجھ میں عیاںِ دل میں ہے
 یہ بُرائی تیری آب و گل میں ہے
 آنکھ کہتی ہو وہ میرے تل میں ہے

کہہ رہا ہے مصرعِ سالِ وفات

اے لحد! اب و آغ لاکھوں دل میں ہے

تا بیخِ طبعِ دیوانِ موسوم بہ "تاجِ سخن" لفظِ جنابِ لیلِ تقدیرِ حافظ

حسب فرائض افلحنا اللہ مصطرحو

آنجنہانی مہاراجہ گوالیار کے ولی عہد جانشین مہاراجہ حال بالتقابہ کی ولادت تہنیت میں

وہ پو پھوٹی کھلا ہر یکدے کا در مبارک ہو
نظر کو نہ کر نہ خیر ہو وہ چمکے سینکڑوں سورج
وہ بھڑکی آتش ترموج مے اٹھی شربنکر
اگی ایسی اٹھی لوہن کے سورج ہم گردوں سے
شفق کا دامن نگیس لپٹ ہو آتش ترکی
زیں ہتھ کو مبارک ہو بہار لالہ احمر
یہ ساغر ہے کہ سورج ڈوب کر نکلا ہم سے
اہل کر خلدے میں مے خرم گردوں سوا کوگی
شفق مے چرخ مینا آفتاب صبح ساغر ہے
وہ تارے جعل ملے وہ سپہیدہ صبح کا چمکا
یہ کیا ہے خسر و پر ویز و جم اٹھ کے آؤ میں
امی او قلقل مینا اب تو نے صورت بھونکا ہے
یہ دخت رز نے پائے موج سے ٹھکرا دیا شاید
چشترس کے خوام ناز کا ادنی کرشمہ ہے
بہت ملتی ہے موج مے نگاہ مست ساقی سے
طلح صبح عشرت لے شہر خاور مبارک ہو
وہ چمکے جام پُر زجلوہ ساغر مبارک ہو
نئی آتش نیا شعلہ نیا انگر مبارک ہو
خرم گردوں نیا ہتھ کو یہ جام زر مبارک ہو
مبارک ہو فروغ بادہ احمر مبارک ہو
فلک ہتھ کو شفق گوں نور کی چاہ مبارک ہو
کرن سورج کی ہتھ کو لے خط ساغر مبارک ہو
خرم مے ہتھ کو جوش بادہ احمر مبارک ہو
نئی صہبا نیا مینا نیا ساغر مبارک ہو
ہتھ لے صبح اغواب دیدہ اختر مبارک ہو
ہتھ اغوازی عیسیٰ لے لب ساغر مبارک ہو
در میخانہ پر ہنگامہ محشر مبارک ہو
عدم والو اقیامت کی تہیں ٹھوکر مبارک ہو
مبارک ہو تہیں یہ فتنہ محشر مبارک ہو
اتر جائے جو خود ہی دل میں وہ نشتر مبارک ہو

مستند اس کے لئے قولِ ریاض
 فیضِ رسانِ ساقی مینا پرست
 لیں اسی مینا نے سے اب غم کھم
 جانِ سُخن! تجھ میں ہے خانِ امیر
 جانِ سُخن! تو نے بچایا اسے
 جانِ سُخن! تھانِ شانِ سُخن
 درنہ مٹا ہی تھانِ شانِ سُخن
 جانِ سُخن! تھانِ شانِ سُخن
 جسنے کو تھانِ شانِ سُخن
 کس سے کہوں؟ دردِ نہنِ سُخن
 چارہ گردِ نہنِ سُخن
 نقشِ کفِ راہروانِ سُخن
 خاکِ برآبِ روانِ سُخن
 کوئی نہیں مرتبہ دانِ سُخن
 ہیں ابھی کچھ مرتبہ دانِ سُخن
 دے گا ترقی ابھی جانِ سُخن
 جانِ سُخن! کیوں نہ ہو جانِ سُخن
 بڑھ گئی ہے تاب و توانِ سُخن
 ہیں وہ سبھی روحِ روانِ سُخن
 چن لئے چھتے ہوئے شعراے ریاض
 دل میں ہے اب نشترِ جانِ سُخن

مبارک لفظ "میری" ہے کہ یہ ہے نام ملک کا
 عموماً "میری" مادر اس کو اہل ہند کہتے ہیں
 ہے اب جارج بھی بیابے جیابی راؤ کے سر پر
 بہت چھتے ہوؤ مڑگاں بہت چلتے ہوئے بارو
 نوید فتح و نصرت ساتھ اپنے لے کے آیا ہے
 مبارک ہو قدم اس کا قدم اٹھ جائیں غن کے
 ہمارے سر بیگانہ فتح کا اس جنگ میں سہرا
 قریب اب ہے کہ پاؤں تحت برلن سے دھواں اٹھے
 پھٹیں جب ہم کے گولے آئے یہ آواز گولوں سے
 ہوا پر ہر طرف ابرو پلین اڑتے نظر آئیں
 یہ غل ہو آسمان پر پلین کے اڑ گئے پرزے
 وہ ب میٹرن، ڈوبے اور وہ بیڑا ہزاروں کل
 سمندر موجزن ہو تنگد کا تختہ یوں اُلٹے
 فضائے چرخ تک موج ہو ایں گونج ہو اس کے
 سوئے یورپ گئیں کشتان یو تو میں میسوں کی
 مبارک ہو حکومت جارج پنجم تیری برلن پر
 مبارک انجمن آرائیاں ہم کو مسرت کی
 پری پریس سے آئے بن کے ساتی بزم شریں
 کہے ساتی لپ نازک سے لطف دور سے کیسا

مبارک ہو کہ "میری" اب بنی مادر مبارک ہو
 یہ تخصیص اس کو طفیل بلند اختر مبارک ہو
 خدا یا جارج پنجم کو بھی یہ دلبر مبارک ہو
 دل دشمن کو زخم ناوک پنجر مبارک ہو
 ہمارے تیغ براں کو عدو کا سر مبارک ہو
 ہمیں جمن تری پامانی لشکر مبارک ہو
 مبارک ہو ہمیں تیغ ظفر سپ کی مبارک ہو
 تماشائو شرار و آتش و انحر مبارک ہو
 شکست گنبد دیوار و بام و در مبارک ہو
 فضا میں آکر پرواز کو چکڑ مبارک ہو
 زمین پر شور ہو ٹکڑے ہو افواہ مبارک ہو
 ہوئے ٹکڑے وہ نواہی کا ہو ٹیٹر مبارک ہو
 ڈر ڈناٹ و کروڑ کو وہاں لنگر مبارک ہو
 کہیں قہر ہند سے ارل کچنہ مبارک ہو
 چڑھائی دیسیوں کی ہم کو یورپ پر مبارک ہو
 حکومت جارج پنجم تیری برلن پر مبارک ہو
 مبارک ہو ہمیں دور سے و ساغر مبارک ہو
 تجھے ای زیم سے ساتی پری پیکر مبارک ہو
 نشاط دور شاہ ممدلت گستر مبارک ہو

روانی موج نے کی میکشوں کی صاف کتی ہے
 وہ خیر ہو کہ شتر ہو حیاتِ جاوداں بخشے
 بٹے نے پر پرواز یہ کیسے نکالے ہیں
 زمیں سے آسمان تک جلوہ گاہِ دختر ہے
 حرم بھی دیر بھی ہے جلوہ گاہِ دختر زمیں
 جو آئے پاک جلوہ آ کے دیکھے چشمِ سلف سے
 ذرا آنکھوں کو چن لے سنگِ شیشی کو کڑی میں
 پرتش شکریوں ہو جو پہنچے دستِ میکش سے
 یہ کیسی ہے؟ کیسا میکدہ؟ صبح کیسی ہے؟
 یہ وہ ہے کہ جس کو غم غلط رہتا ہے دنیا کا
 لگی دل کی بجھالے آج وہ بھی دن ہی ایسا ہے
 ہر شاخ تلخ ہے گا لطف اس کو تلخی نے کا
 نہیں موقع جو خاک اندر رہن اُس کو کو کوئی
 فراوانی نشاط و شادمانی کی یہ کہتی ہے
 دیر دولت کی فیضِ عام کے چشمے ہو جو جاری
 جو ذرہ کیسے زہر ہے تو پارس در کا پتھر ہے
 ستارہ تلخ کا چمکا ستارہ راج کا چمکا
 بڑھیکس کی طرح اوصافِ دل جو بھی اسیں
 یہ وہ فرخندہ اختر ہے جو قیمت کا سکندر ہے
 بوجھ جاؤ گئے پر فوہی وہ خیر مبارک ہو
 اثر ہو جس کے موج نے میں مسافر مبارک ہو
 ابھر کر موج نے کہتی ہے بال پر مبارک ہو
 مد و خورشید کو بھی گردشِ ساغر مبارک ہو
 نیا عالم نیا جلوہ نیا ساغر مبارک ہو
 جو آئے مثل مینا کے جھکانا سر مبارک ہو
 تجھے زلفِ خدا کا گھر حرم کا در مبارک ہو
 عوضِ شیشے کے پتھر جائے تو پتھر مبارک ہو
 کہ ہر شور و برپا ہے مے و ساغر مبارک ہو
 نشاط و عیش نے دل میں کہا ہو گھر مبارک ہو
 پئے سوز و دروں شوقن کو چشمِ تر مبارک ہو
 اسے پینے کو آنسو آنکھ کا ساغر مبارک ہو
 بہت بھائی ہو خاک اس کو بھی اشکِ مبارک ہو
 خوشی ہر ایک کو ہر ایک سے بڑھ کر مبارک ہو
 مے عشرت کا گھر بیٹھ مے ساغر مبارک ہو
 یہ خاک در مبارک ہو یہ سنگ در مبارک ہو
 مہاراجہ کو فرزند کو اختر مبارک ہو
 مبارک ہو مبارک ہو اور تاجِ شہر مبارک ہو
 دھرم باپ اس کا منا ہند کے قیصر مبارک ہو

حال فرماؤ دے دارالاقبال بھوپال علیہ السلام

کیا بیاں ہو رتبہ حاجی حمید اللہ خاں
سگے اُس کے کف پانے کیا پید ایل
اس کے خاک تہاں کے ذبے اختر آفریں
رگہ زاس کی ہے گویا نور کے وریا کی موج
چاند سورج آنکھ سے اپنے لگاتے میق م
انجم افروز فلک ہے ہر چراغ انجمن
چرخِ طلسم فرش پا انداز اس کے واسطے
اللہ اللہ جس کی رفعت قرب حق کی خواستگا
انجمن میں دور ساغر گردشِ دوراں سے تیز
لذت ایسی جس کے آگے پھیکے دنیا کے مزے
دور سے آتی ہے یہ بزمِ عالی کے لئے
حق شناسی ہر شریک انجمن کا کام ہے
گوشے گوشے میں نظر آتا ہے عالم نور کا
گہشتِ خلوت میں حق آگاہ عبدِ حق شناس
بزم میں موج تبسم جامِ مے کی موج ہے
بزم میں مے کا پھلکتا جام اس کی چشمِ نطف
بزم میں تیغ کمر گویا ادائے حسنِ وضع

سایہ حق فرق پر زیر قدم نہ آسماں
آفتابِ آسماں ہے لعلِ سنگ تہاں
اس کے ہنرش قدم پر بدرِ کامل کا بیاں
دن میں سوچ کی کرن کا تازب کوہکشاں
وزرہ وزرہ نقشِ پا کا تاجِ فرقِ فرقداں
کہکشاں بنتا ہے اٹھ کر شمعِ مغلک دھواں
سر پر اس کے راہ میں برکرمِ چتر و اں
کس قدر ہے الگ ہے اس کی خلوتِ کلر کاں
مے وہے ادنیٰ اثر جس کا نشاطِ جاوداں
قوت ایسی ایک کمنے جو زمین و آسماں
اس کے ملنے کی جگہ ہاں اک بڑی اونچی دکان
بزمِ عالی کے سوا دورے عرفاں کہاں؟
قد آدم آئینوں میں جلوہ کون و رکاں
اور بزمِ و رزم میں وہ اک امیرِ حکماں
رزم میں بہرِ عدو جبینِ جبین نوکِ بناں
رزم میں بہرِ عدو ابرو کے بل تیر و کماں
رزم میں تیغ کمر پر برقِ خاطر کا گماں

مبارک قیصر ہند وستان کا ہندہ کو سایہ
 مبارک جامِ صحت ہو مہاراجہ کا بھی ہم کو
 کہوں کیا بادہ شیراز سے لہریں ساز ہے
 بھرا آبِ حیات اس جام میں ہی جامِ کسایہ
 تے صد قمری ساقی اے ساقی تے صد
 زبانِ موجِ شیشے کا ہن ساغر کے لہریں
 نولے نغمہ رنگیں ہوا میں ہر طرف گونجے
 کہے سبے طرف افراتفراس خوش نوائی کا
 جمیں پلطف دیو و خشت زافشان سروں کی
 جو کجی بن کے برق آؤ تو شعلے بالیاں بن کر
 جو بالا ہالہ ہو تو پروں کان کے پتے
 گلے میں موتیوں کا ہار ڈالے کہکشاں جھلک کر
 اداؤ قص میں رنگیں شفق منہ پر بنی آئینہ
 مست کی یہ موعین میں شفق بن کر جو پھولی ہے
 سلامت بزم سے ساقی سلامت بادہ شاقی
 یہ دور بادہ گل رنگ تما مش مبارک ہو
 تھے لطف بہار لالہ احمد مبارک ہو
 شفق لے خست روز پھولے تری منہ پر مبارک ہو
 مہ نو کا گلے میں تیرے طوق زر مبارک ہو
 کہے ہر صفت ہونے پر فلک جھک کر مبارک ہو
 تھے لطف بہار لالہ احمد مبارک ہو
 یہ دور بادہ گل رنگ تما مش مبارک ہو

ریاض اشعار سن کر آپ کے ہم بھی یہ کہتے ہیں
 صلے میں آپ کو گنجینہ گو ہر مبارک ہو

تہنیت خطاب حضور نواب سید اللہ خاں بہاؤ

حور کو فردوس سے لائے بہارِ رام پور
 لالہ و گل سے ہمیشہ ہے بہارِ رام پور
 کان کو آویزہ دے عکسِ زمرہ آفریں
 ہم قدم رنگ بہیں شہو و سب ایک ڈال
 کس کی آنکھوں میں نہیں ہر لطفِ نئی نال کا
 موتیوں کے ہار میں اٹھتی ہوئی مویں نہیں
 آسمان کی آنکھ کے تارویں فے راہ کے
 اختر افشاں و امن گردوں میں سو خاک کے
 آنکھ میں چمکے کہ ہر اک ل میں یہ پاتا ہے جگہ
 یاد رکھنا بات میری جانے والو خلد کے!
 کوئی بھی مست و مرفان نہیں کوثر پرست
 حور بھی لائے چھلکتے جام کوثر کے اگر
 بیخودی میں ہوں نہیں سکتی کبھی یادِ خدا
 نام لے حورانِ جنت کا تو دونخ میں نہ ہے
 مصطفیٰ آباد پر سو بار ہو دھلی فرا
 ہر گھڑی ساتوں فلک ہر صدف کے چتر پر
 دولت و نیالی عزت ملی رتبہ ملا
 آج ہے سرکارِ انگلش میں مانے سو
 رحم کا موقع بھی ہی ہیوٹ بھی میں ملے گی ہیں

قاف پر یوں کو کھینچے سبزہ زارِ رام پور
 مٹ نہیں سکتے کبھی نقش و نگارِ رام پور
 سبزہ خط بنیں بے سبزہ زارِ رام پور
 ساغر یا قوت بر لطف لالہ زارِ رام پور
 قاف کی پر یوں کا گھر ہے کوہِ سارِ رام پور
 آبِ گوہر سے بھری ہے جو بہارِ رام پور
 کہکشاں سو بڑھ کے ہر رھگزارِ رام پور
 خوش پرویں کا خرمن ہے غبارِ رام پور
 یار کی چھتی ہوئی مڑگاں ہے غبارِ رام پور
 خلد میں بھی یاد آئے گا دیارِ رام پور
 کیا کرے جنت میں جا کر بادہِ خوارِ رام پور
 آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے میگسارِ رام پور
 ہوں نہیں سکتا ہے بیخود ہوشیارِ رام پور
 کوئی پا جائے جو واعظِ گلہ زارِ رام پور
 لکھنؤ سو بار ہو آکر تشارِ رام پور
 تاجداروں میں ہو کیسا تاجدارِ رام پور
 بن گیا جو ہو گیا امیدوارِ رام پور
 اعتبارِ شہر یار و اعتبارِ رام پور
 میں بھی ہوں دہلی میں تھا شہرِ رام پور

اصفہاں تک نام ہے بھال کی تلوار کا
 دیکھنے کی شے ہوں نون کے میدان میں
 دونوں آفت چال میں دونوں صحت چال میں
 رخس بن سکتا نہیں ہے تیز گردشِ تنگ
 کم نہیں یہ فرس کے سر اٹھانے لئے
 فیل سے سرکار کے ٹکرائے یہ ممکن نہیں
 ہاں! بہت خور و نہج گاہ ہے بیلِ فلک
 رخس ہو یا بیل ہو یا تیغ ہو سرکار کی
 ایسے بھائی کو لگائے کیوں نہ بھائی لگے
 تاقیامت افتخارِ الملک کے سر پر رہے
 تو نے دیکھا ہے زمانہ عمر ہے تیری بہت
 عمر بوجھے کوئی تو گنتی کے ہر چھ بیس سال
 ہے انھیں بچائے علی گڑھ بازار کا بچ کو ترے
 سال تو آیا ہے لیکر سی ایس آئی کا خطا

اس کا لوہا مانتی ہے کج تیغِ اصفہاں
 تیغ تو زب کر ہے باد پا ہے زیرِ راں
 وہ چمکے نون میں چمکے جیسو دہری بھلیاں
 شوقِ یوں جاؤ چنے نیل گوں پیلِ ماں
 فیل خانے میں جگہ پا جائے نیلی آساں
 سر اٹھا کر لاکھ سر ٹکرائے بیلِ آساں
 بیلِ گردوں کا شکستہ دانت ہر کیہ کشاں
 کوئی ہو قربان میری طمع کی جولانیاں
 ایسے بیٹے کو جگڑے کیوں نہ بچو دل میں ماں
 یا الہی سایہ سر کا ردِ الادو ماں
 تو نے بھی دیکھے ہیں اے پر فلکِ سیواں
 قابلیت وہ سبق لے جس سے بڑھا آساں
 پاس بی آ دو سر کوئی رئیسوں میں کہاں
 ہو مبارک آپ کو حاجی حمید اللہ خاں

المتعلق کار ہے سرکار عالی کو خیال
 پیش کرتا ہے نصیدہ یہ ریاضِ مع خواں

تاشِ شہر و شہر ہارِ پر رام پور
 مقامِ مشکاف ہوس دہلی

این باتم سخت است کہ گویند جواں مرد

کیوں جہاں میں تیرگی پھیلی ہے آج کیا ہوئے آپ جتنے تیرے مہر و ماہ
آفتابِ حشر گم ہے خوف سے ہے مہیب اس درجہ یہ روزِ سیاہ
رک گئے تیارے اپنے دُور سے پھر رہے ہیں کارواں گم کردہ راہ
کالے کالے غم کے بادل چھائے ہیں کھولے ہیں لاکھوں حسیں زلفِ سیاہ
کیسے اہل شہر؟ کیسا رام پور بیچ تو یہ ہے آج دنیا ہے تباہ
ذاتِ اقدس سے ملی تسلیمِ صبر کام آیا سایہ ظِلِّ اِلٰہ
عمرِ خضرِ اللہ دے سرکار کو روز افزوں ہو الہی عز و جاہ
میں کہوں تو کیا کہوں؟ تاریخِ غم رنج سے خود ہے مری حالت تباہ

قسمتِ عالم میں لکھا تھا ریا ض

داغ ہو اس چاند کا عالم کو آہ

۲۹ ۳۰ ۳۱

عرضداشت

بعضو علی حضرت پر نور ہمایونس نواب علی شاہ باور رشک بالقافہ مانروا

جنابِ رشک کالب پر ہمیشہ نام آئے یہ نام پاک وہ ہے وقت پر جو کام آئے
نظر کے سامنے خالی کبھی نہ جام آئے ہمال بھی ہو تو بن کر مہ تمام آئے
غلامِ ساتی کوثر ہے خسروِ جم جاہ نصیبِ جم کو نہیں بزم میں وہ جام آئے
شراب کیسی؟ ملے بزمِ شہ میں اب حیات کسی کی قید نہیں کوئی تشنہ کام آئے

فیض شہ سے یا خدا میری بھی برائے مراد عمر میری بھی رہوں خدمت گزارِ رام پور
یا اہلی جان نثاروں میں ہو میرا بھی شمار انگلیاں اٹھیں وہ آیا جان نثارِ رام پور
کون دے شہ کے سوا مجھ کو حلاۃ اشعار کا ہے شہ ملک سخن بھی تاجدارِ رام پور

نبالِ سکندر اے ریاض

حضرت حامد علی خاں شہر یارِ رام پور

سناشن جنابِ حامد علی خاں دربارِ شہ فرما کر وارِ رام پور

جب ملک معظم پورے جلوس کے ساتھ دہلی میں بہ تقریب دربار گزار رہے تھے

ہمارا جگوالیار شہر یارِ رام پور شہرِ عریاں بدست طنائنگوڑوں پر عجب

شان سے ملک معظم کے جلوس رواں تھے جو ہر مرحوم نے شکاف ہوس میں

قطرہ ذیل سنکر جو صدا آفریں داد دی۔ ہمارا جگوالیار کے متعلق دو واقعہ نہیں ملا

موج و درموج وہ افواج وہ ترتیبِ جلوس شاہ کے آگے رواں حضرتِ شکریہ بیاہ

کہتی جاتی تھی برابر یہ زبانِ شہرِ شیر تو سلامت ہے اے پیش روِ شاہنشاہ

بہ تقریبِ عیدِ قربان مقامِ رام پور

اللہ بڑھائے رتبہ و شان حضور ہو خلقِ خدا اتنے ہیں احسانِ حضور

کہتی ہوئی آئی ہے یہ عیدِ قربان وہ کون ہے جو نہیں ہے قربانِ حضور

بانجہ آئیں گے کیا کیا دیشہوارِ ریاض سرکارِ کا دامن ہے گہر بارِ ریاض

نیساں کو نہیں ہے کوئی نسبت اس سے ہے ابرِ کرم و امن سرکارِ ریاض

دُشائشِ علمتِ حضرتِ نورِ ہائے نیرِ نوا جلد علی غافلِ بے باقِ فنا زواریں پو

اے رشک! ہر اک غنی ہے محتاجِ ترا ثانی نہیں اے شاہِ زمنِ آجِ ترا
ذرے ذرے کو نورِ بخشے دن رات بن کر مدد و مہرِ سایہِ تاجِ ترا

محتاجِ ترا ہوں کیسے زردیدے مداحِ ترا ہوں لعل و گوہرِ دیدے
کچھ کم نہیں میکدے میں تیرے ساتی! تھوڑی سی مجھے شرابِ کوثرِ دیدے

میں خانہٴ رام پور اللہ اللہ! اللہ کا جس میں نور اللہ اللہ!
اللہ رے! اتر قیاں فروغِ مے کی ہر موج ہے برقِ طور اللہ اللہ!

میں ہی ہے رنگِ امیرِ مینائی کا قُتل میں مزا صریرِ مینائی کا
کیوں جام کرے نہ دستِ بوی میری میں بھی ہوں مریدِ پیرِ مینائی کا

ساتی ہے میکدے کا رشکِ ذیجاہ کیا عالم نور ہے زما ہی تا ماہ
ہے تو بے شکن یہاں صدائے قلقل آوازِ شکستِ توبہ اللہ اللہ!

دورِ مینا بنے جو رقصِ طاؤس پیری میں ہونِ زنج کی نہ تلخی محسوس
صدقے ساتی کے نقشِ پا جبرِ کس ہے تلجِ سرِ پرویز و جہم و کیک کاؤس

گئے جو روتے ہو پھول لائے رحمت کے
 عجیب بندہ نوازی عجیب شان کرم
 دم مصاف عدو اپنے خود گلے کاٹیں
 شرار نعل کو بجلی بنا لے طوق گلو
 چھپائے سایہ خرطوم سب کی نظروں سے
 جو شوق ہے کہ بنے حشر نقش پائے حضور
 بلند سب سے رہا مثل نخت شک کا مقام
 بہت بجا ہے جو بزم ادب میں پیش حضور
 گئی میں پیشتر اس سے رباعیاں میری
 پسند ہیں شب والا کو زمرے میرے
 نگاہ لطف سیووں دن پھریں کہ میسے گھر
 بڑا مزا ہو جو دوں نقد می فروش کو میں
 ملاصلہ یہ خبر ہو گئی حسینوں کو
 مجھے لبھانے جو لب کھاتے ناز میں پہنچے
 بڑا مزا ہو! مرا اعتبار اور بڑھے
 غم حسین کے غم بھی شاد کام آئے
 ایاز سے وہ بڑھے بن کے جو غلام آئے
 جو دست شاہ میں شیر بے نیام آئے
 چمکے شہ کا اگر رخش خوش خرام آئے
 ذرا سمٹ کے اگر فیل تیز گام آئے
 ادب لینے کو بوسروم خرام آئے
 نظر کے سامنے کتنی ہی اونچے بام آئے
 کلام تیر کے بدلے مرا کلام آئے
 مرا کلام عجب کیا؟ جو میرے کام آئے
 مے چین میں نہ صیاد لے گئے ام آئے
 مزے کی صبح ہمیشہ مزے کی شام آئے
 چمچے یہ شور کہاں سے گرہ میں ام آئے
 ہم آج رات کو آئیں گے سو پیام آئے
 تو دل کو بچانے زلفِ سید کے دام آئے
 کہ ان کے حسن کی دولت بھی میرے کام آئے

امید کیسہ ذر تھی مزے کی چیز ریاض

یہ انتظار رہا صبح آئے شام آئے

رباعیات

دور سے یو ہیں دھوکے دینے کو
 رنگ لائی ہے گل ہر دامانی
 آسمان اب وہ آسان نہیں
 نوجواں ہے جو پیر تھا فانی
 جام برکف ہر ایک کو کب ہے
 کوئی دیکھے تو عیش سامانی
 مردِ خور بھی ہیں جامِ آتشِ تر
 آتشیں آب و آتش افشانی
 گردشیں اس کی دورِ ساغر ہیں
 مئے عشرت کی ہے فراوانی
 نجم و اختر حباب میں اس کے
 مے کے دریا کی ہے یطغیانی
 شفقِ سرخ کا نہیں دامن
 ہے وہ دامن موجِ طوفانی
 دیکھنا جوشِ آبِ آتشِ رنگ
 دیکھنا بحرِ مے کی طغیانی
 فلکِ پیر نے نہ دیکھا خفا
 کبھی اپنے گلے گلے پانی
 چشمِ فیض ہے دو اس کا راج
 فیضِ یاب اس سے ابریانی
 ابرو دامن ہو گردِ دامن کا
 کریں ایما اگر مہارانی
 نظرِ فیض اثر سے ان کے اٹھے
 موجِ آبِ گہر سے طوفانی
 سجد گاہِ فلک ہیں نقشِ قدم
 جھکی ہے آسمان کی پیشانی
 مردِ خورشید کو کو اکب کو
 نقشِ پائے ملی درخشانِ
 سرزمینِ دو اس سے تلخِ چرخ
 بادِ عیش کی فراوانی
 اسی دربار کی جھلک ہے ریاض
 بزمِ گردوں کی سب فروزانی
 آئینہ خانہ چرخ، عکسِ فلک
 شمعِ بزم و چراغِ ایوانی
 دور سے دیکھ لے عطارِ چرخ
 آج میرے قلم کی جولانی
 کیوں نہ ہوں شوق سے تاشِ گز
 فخرِ میرے لئے شناغوانی

تو چاہے تو غم ہو شاہِ دامانی مجھ کو
زہر آبِ بقا ہوئے ہو پانی مجھ کو
تو وہ ہے مٹا دے جو پڑھایا میرا
تو وہ ہے جو بخش دے جو انی مجھ کو

ہو قابلِ رشک باو شاہی تیری
شاہوں میں رہے یہ کج کلاہی تیری
تو حاجی دیں ہے دیں پناہ ہے تو
دنیا میں رہے یہ دیں پناہی تیری

قصیدہ حیرتِ عالی جناب حضرت شری منٹ بھاگ و تی پھارتی نپو

ہمارا نی حیرتِ راست و اس پستی اُمِ اقبالہا

ماہ میں نہر کی ہے تابانی
صبح سے بڑھ کے شام نورانی
ماند ہے جس کے آگے دن کی نہویں
چاندنی رات کی وہ تابانی
تارے جو ڈوبتے ابھرتے ہیں
دامنِ مہ کی ہے گل افشانی
کہکشاں کو ہے ناز میں بھی ہوں
کسی ہوش کی ہنستی پیشانی
گل بہ داماں میں جیسے کوئی
شفقِ شام و گل بہ دامانی
نوجواں بن گیا ہے چرخِ کہن
کچھ نہ تھا ایک پیرِ تھا فانی
بڑھ کے سج دھج تھی کچھ جوانوں سے
شفقِ شام اس کی دیوانی
انجم اس کے ہیں انجمنِ آرا
واہ ری بزم کی سرورانی
آسمان میں ہو جیسے آگ لگی
ہر طرف ہے وہ شعلہ افشانی
آسمان کی لگی بجھانے کو
لے کے دوڑا ہے ابرِ تریانی

سایہ انگن رہے رعایا پر تا ابد یوں ہی تاج سلطانی

خوش ہمیشہ رہیں مہاراجہ

خوش ہمیشہ رہیں مہارانی

نظم نایابی تقریر لایب دخت خان بہار راجہ محمد امیر احمد شاہی ذوالقادر اقبال

مَوْسُوْمِبَہ

”رنگ و بو“

اے محمد امیر احمد شاہ	رتبہ دان ریاض خانہ زاد
آپ ہیں وجہ نازش اب وجد	نقش پاتاج سر ہے بہر قباد
ڈرتے خاکِ قدم کے اختر ہوں	پیش آئے جو چرخ کو افتاد
آنکھ سے خاکِ آستان جو لگائے	ابھی مینا ہو کہ کورِ مادر زاد
آج کیا ہے کہ شاد ماں بخلق	کون ہے بد دل نہیں جس کا شاد
دردِ دولت سے ہو رہے میں بلند	ہر طرف نغمہ ”مبارک باد“
ہر طرف کیوں جلیں نہ گھٹی کچراغ	کی عطاحت نے دختِ نیک نہاد
مثلِ دستِ دعا ہیں آج بلند	ہر طرف نعرے زندہ باد
آج پھیلا ہے ایسی شمع کا نور	جس کی پروانہ شمع بزمِ قباد
مہر و مہ بھی ہیں جس کے پروانے	پیش آئی انھیں نئی افتاد
بڑھ کے ہے لعلِ شبِ چراغ سودہ	لالی جو پھول آج شلخِ مراد
دل دکھایا خدا نے یہ مجھ کو	اپنے آقا کو دوں مبارک باد

قدروا سخن کہاں؟ ایسا؟
 قابلیت حضور کی مشہور
 دست گہ مختلف زبانوں میں
 اردو، انگریزی، سنسکرت، مطلق
 فکر عالی، خیال پاکیزہ
 ہمہ داں جیسے ہیں مہاراجہ
 ناز ہے مجھ کو اپنی قسمت پر
 نسبت خاص سے نہیں ہو مجب
 راج مجھ کو پہنائے تاج سخن
 میری شہرت کو چار چاند لگیں
 ہونہ مداح کا بھی مثل کوئی
 رہے یو ہیں ریاض مع طراز
 بھریں وہ جیب آتیں دامن
 موج اٹھے موتیوں کے پانی سے
 سیل آب گہر نصیبِ باض
 دے اُسے جنبش لبِ لعلین
 وقت ہے دل کو میں ٹھامیں دوس
 ہونفروں جاہ دولت و اقبال
 چتر پرواز مہر و ماہ رہیں
 ختم ہے آپ پر سخن دانی
 نظم میں نثر میں نہیں ثانی
 ہر طرف شہرتِ زباں دانی
 مرہٹی میں نہیں کوئی ثانی
 برق کی ہے قلم میں جولانی
 ہمہ داں ویسی ہی مہارانی
 کہ ملی خدمتِ شناسخانی
 ناز مجھ پر کرے سخن رانی
 میں بھی ہو جاؤں رشکِ خاقانی
 انوری بھی کرے شناسخانی
 جیسے مدوح کا نہیں ثانی
 رہے اس پر یو ہیں زرافشانی
 یوں ہو زرباشی و زرافشانی
 موج وہ موج ہو جو طوفانی
 کم سے کم ہو گلے گلے پانی
 لعلِ رومانی و بدخشانی
 دے خدا عیش کو فرادانی
 ہونفروں سطوتِ جہان بینی
 اور کیوں کرے مگس رانی

بن گیا، لو خوشی میں خود بلبل
 کھلی باجھیں ہیں پتے پتے کی
 دوڑی رگ رگ میں خوشی کی ہر
 ہر طرف دھوم ہر طرف ہجوم
 توپ پر توپ سرخوشی میں ہوئی
 اڑ گیا ابر بھی دھواں بن کر
 رزم کے بعد رنگ بزم سے گرد
 یہ اثر بادۂ نشاط کا ہے
 میرے لب پر جو بولے سے آئی
 مے عشرت سے مست ہو ہر ایک
 میں نے آنکھوں سے یہ مان کھا
 خوش ہوں فردوس میں مہاراجہ
 میرے سرکار امیر ابن امیر
 مجھے گھر بیٹھے کچھ پہنختی رہی
 یا مجھے کوئی باغ تاک ملے
 دانہ پانی جو تاک دے تو رہوں
 آب انگور دانہ انگور
 ہو مبارک سلامتی کے ساتھ
 نذر ہے یہ دعائیں تار تار
 آگیا اپنے دام میں صیاد
 تالیاں بجا رہی ہیں بادل شاد
 لگداتی ہے ان کو موج باد
 گوشے گوشے میں اک جہاں باد
 فیر کتنے ہوئے نہیں تعداد
 فعلہ ابر ہو گیا بر باد
 جشن بہشتیہ اور جشن قباد
 لکھنی غم کبھی نہ آئی یاد
 بن گئی نغمہ طرب فریاد
 ٹوٹے پڑے ہیں شیشوں پر باد
 ہو گیا شادیوں کا شاد
 مہارانی کودوں مبارک باد
 رستہ دل یرحہ منو کے گرد باد
 رہے باقی کا نکلہ آباد
 ہو مرا مشغلہ خدا کی یاد
 کھانے پینے کی فکر سے آزاد
 دونوں، الواسینگے خدا کی یاد
 شہر اولین شہر سن مراد
 نذر ہے قطعہ مبارک باد

ہم نو اثاقب و عزیز بھی ہوں دونوں میں اپنے رنگ کے استاد
 ناتواں میں ہوں دورِ بطلر قصر پیش آئے نہ راہ میں افتاد
 دور ہی سے بحالوں حسرتِ مل نکلے حسرت جو دوں مبارک باد
 چاہتا ہوں کہ مجھ میں طاقت آئے طاقت آ کر تو جاؤں بادلِ شاد
 بادِ پیانہ بن ارے ناصح! بادہ پیتا ہوں ہر چہ بادہ باد
 اُمّی کالی گھٹا جو قبلے سے آگئی پھول سی گلابی یاد
 میں ہوں اب اور میری کشتی نئے کشتی مے ہے اور بادِ مراد
 محو میں عالم خیال میں ہوں بے اثر پند گو کا ہر ارشاد
 بند ہے آنکھ سب پیشِ نظر آئینہ ہر مقام کی روداد
 بے پئے اور ہی ہوا میں ہوں ہر طرف میں فضا میں ہوں آزاد
 مرکبِ آبی نہ مرکبِ بادی کہیں طوفاں ہے نہ ابر نہ باد
 سامنے سبزہ زار "بطلر قصر" سامنے قلعہ خلق سے آباد
 درِ دولت کا دل کشادہ صحن قصر ایسے کہ گردِ قصر قباد
 چمن ایسے کہ جانِ تازہ آئے چمن ایسے کہ آئے جنتِ یاد
 خندہ و نغمہ و گل و بلبل سبزہ و سرودِ قمری و شمشاد
 لبِ گل پر زبانِ لبِ لبَل پر نہ گلہ ہے نہ شکوہ بے داد
 کھلے جاتے ہیں یہ خوشی سے آج وادہن ہے پئے مبارک باد
 نے غمِ دزد نے غمِ کالا غمِ گلچیں نہ اب غمِ صیاد
 گل چھو اکیوں؟ بنی جو گلشن پر رگِ گل ہے کہ بازو بیداد

جم حشم کے مرتب ہیں میکدہ میں اور بھی
 ہو مبارک میکدہ کو اب نئے سانی کا
 میکدہ میرا سلامت بحس میں سورت من
 تھوڑی سی پیشن یہ ہر مینے پانے کو بہت
 کیا نہاٹے کیا پھوڑو جیت عربانی لباس
 پی کے بھی تش نہ ہوں اللہ رکھو میرا رونق
 مے مگر نظروں زخون میں خواہیج کھیلے
 دن پھر و عہد شباب آیا علی تبغیر خواب
 خضر راہ میکدہ یو میں ہیں یار صیب
 ناسب بن ناسب و آقا امیر ابن امیر
 ساقی میخانہ آفتاب مرا مالک مرا
 جام جم جنت سکندر سطوت کے عمر خضر
 اور کچھ باقی ہو تو سجد کے گوشہ کے عوض
 کم نہیں ہیں وہ بھی گویا شاہ شاہنشاہ
 نور بنکر بادہ چھلکے جام مہر و ماہ
 پھول لے ابر بہار اٹھ اٹھ کے گرد راہ
 کام کیا کچھ کو بہ ترقی کن زیر تحواہ
 کام ہے جام تہی سے واسن کو تاہ
 مجھ میں ہیں گہاں یوں وقف ہوں اپنی تھاہ
 موگرے کے پھول بہت ہم بہادر شاہ
 جام نکلا دو ب کفرم سے کہ یوسف چاہ
 ان ساہ واقف کون ہے بہت و بلند راہ
 کے کو ثابت ہی نہیں کچھ ایسے کیوں جاہ
 میکدہ میں پھول برسائے جو گرد راہ
 مل چکا سب کچھ اسے اللہ کی درگاہ
 میکدہ میں شب کو بہت کہ میکشوں کی راہ

قبلہ رو ہو کر پس خم لے ریاض اس گلے
 عادتاً اب بھی دعائیں مانگنے اللہ سے

سہرا

موسومہ قصیدہ دوم

آپ سے خاص اس کو نسبت ہے

رنگ لائے ہمیشہ باغِ مراد
۱۹

عرض حالِ دعائے دولتِ قبال

مَوْسُوْمَرِدْ

دامنِ دعا

ہے نمایاں رفعتِ اقبالِ عز و جاہ
نام اب وجد کا ہو روشن امیرِ ابرار
دیکھ کر نقشِ قدمِ کھل جائیں آنکھیں جرجی کی
خاکِ لہ کو نقشِ پایا سے لگے چار چاند
چشمِ انجم میں بنے ہر خارِ رہِ تارِ نگ
خلق کو جو ابرِ رحمتِ سایہ دستِ حضور
میں گدا ہوں نازِ بے اپنی گدا لئی پر مجھے
مانگتا ہے رات دن میری قوت کی خیر جم
کس درِ دولت سے ہو مجھ کو تعلق کیا کہو ہا
میکدہ میرِ سلامت مے اُبلتی ہو جہاں
سلسلہٴ تسنیم کو شری ہو جس کا خلیں
مے ہے اک از ہفتہ مجھ سے پوچھو ارنے
ہیں نقابِ جام میں کیا جلو ہاؤں رنگِ نگ

کم نہیں ہیں آپ نے نوں بھائی مہر و ماہ
شان و شوکت ہو فزون ہر شاہِ شاہنشاہ
آسمان تاروں بھرا شرمائے خاکِ راہ
کہکشاں کا میدہ ہو کر منفعل ہو کاہ
ان کی جا رب مزہ کانٹے ہٹائے راہ
مانگتا ہوں یہ عادنِ رات میں اللہ سے
کم نہیں ہوں میں کسی کے رتبہ و جہاں سے
کے ملائے آنکھ کیا مجھ بندہ در کاہ سے
میں کبھی جامِ تہی بدلوں نہ تاجِ شاہ سے
میں جودِ افت میکدہ میں عرضِ محو کی تھاہ سے
واسطہٴ خاص اس مجھ مست حق آگاہ سے
پوچھو رازِ ساقی کو شرِ حبیبِ اللہ سے
یہ تگ و تبرق کی ہو کس کی جو لا نگاہ سے

کیوں نہ قوس قزح کو شرمائے
 شفیق آئی جو صدقے ہونے کو
 انقی پر رخ پر شفق پھو لی
 گل رخسار پر یہ بار نہ ہو
 آنکھ پر نی جگہ پلک کی طرح
 ملیں باہم نزاکتیں کیا کیا؟
 یہ نزاکت بھی اس کا حصہ ہے
 دیکھ کر چہرے پر شباب کا رنگ
 نگہ لطف اس پر اے نوشاہ
 گل بکف کیا ہوا کی موصیں تھیں
 بھروے کہکشاں نے ان میں
 تاج سرسایہ خدا و رسول
 سایہ سہرے کا تاج بخش جہاں
 حوریں جنت سے قاف سے پریاں
 نگہ شوق اٹھا دے تو بڑھ کر
 دیکھ کر آنکھ دیکھنا وہ پلک
 بر سے مے چشم مست نوشہ سے
 تار ٹوٹے نہ بارش سے کا
 لڑی اس سویر اک جہاں کی نظر
 شفیق رنگ ہو گیا سہرا
 رخ پر اس طرح چھا گیا سہرا
 پھولوں میں آج خود ٹکنا سہرا
 پنکھڑی پھول کی ہے یا سہرا
 پھول سا چہرہ پھول سا سہرا
 رنگ گلگونہ بن گیا سہرا
 کس ادا سے گلے ملا سہرا
 تار جو ہر ہیں آئینا سہرا
 بن گیا دامن صبا سہرا
 تاروں سے جو گنڈھا ہوا سہرا
 سایہ بختن سرا سہرا
 پروبال ہما ہے کیا سہرا
 دیکھنے آئی ہیں سرا سہرا
 بار ہو گا نہ پھول سا سہرا
 دیکھ کر چہرہ دیکھنا سہرا
 ابرا دھرا اور اودھرا اٹھا سہرا
 دامن دخت رز بن سہرا
 ہے زمانے کا آسرا سہرا

بقدر شادی کتخانی راجہ امیر خاں دُر قابہ الی محمود آباد

گزاریندہ ریاض

بھوہا جہ پانچ خان کے سیس۔ آئی اعلیٰ مسند مقاولی یا سست محمود

ابر جوت جو بن گیا سہرا	غل ہے فوشہ کے سر رہا سہرا
بہی شوقی سے دوسرا سہرا	زلف کھل کھلی جب بندھا سہرا
رگ ابر بہار ہے ہر تار	ہر طرف آج چھا گیا سہرا
نئے سال میں بزمِ عشرت کے	نئی دنیا دکھائے گا سہرا
جلوے جو بہر حسن مایہ ناز	آنکھ کے آگے لایگا سہرا
اس کی رگ رگ شمعِ خیال میں بھی	خوشیوں ایک چلبلا سہرا
ساتھ ہے کن نیکی پلکوں کا	چھیڑ پر ہے تما ہوا سہرا
دل میں چھپتی ہے ہر اُس کی	شوق کتنا ہے شوقِ ادا سہرا
عجب انداز سے ہے چہرے پر	لئے سوچن جان نفا سہرا
کچھ یہ پھولا نہیں سنا آج	ہے خوشی میں بھابھا سہرا
کلی دل کی ضرور کھلی	کھل اٹھے پھول کھل اٹھا سہرا
کان میں کہہ گئی نسیم یہ کیا؟	کچھ ہنسے پھول کچھ ہنسا سہرا
نہیں کہتا کچھ اپنے منہ سے کہتے	نہیں دیتا نہ دے ہوا سہرا
کوئی گلچیں یہ باغِ حسن کا ہے؟	دامِ صیاد کیوں بنا سہرا

پیر و شیخ مصطفیٰ سہرا

جلوہ عرش کبریا سہرا

خضر کی طرح رہنا سہرا	جادہ راہ ثواب کا ہر تار
پاک دامن ہی پارسا سہرا	پڑھے دامن پارس کے شیخ نماز
صوفی باعفا ہی کیا سہرا	صاف دل صاف طبع صاف نہاد
حق سے رکھتا ہی سلسلا سہرا	تارِ تسبیح تارِ تار اس کا
نہ ہے خود میں نہ خود نما سہرا	سب کے آگے جھکا ہی رہتا ہے
آفرینش کا واسطہ سہرا	چمن آرائے خلق اس کی بہار
مہر کی ضو ماہ کی ضیا سہرا	آنکھ کا نور ہے دلوں کا سرور
ہے ثریا ہی سوا سہرا	مرتبہ میں سوا یہ کیواں سے
جان کو نقش بویا سہرا	پاؤں رکھے نہ چرخِ اطلس پر
عقدِ پرویں کو نقشِ بیا سہرا	ہے بہت ہی بجا اگر سمجھے
طرحہ شاہوں کے تاج کا سہرا	بند ہے دامن سے دولتِ اقبال
ہے بڑی دور کا جھسا سہرا	درِ مولا سے مرتبہ یہ ملا
گلشنِ خلد کی فضا سہرا	باغِ جنت کے پھول داغِ جبیں
بخت رکھتا ہی کیا سہرا	زلفِ عروس کی مروجہِ جعبان
سب کی کشتی کا ناخدا سہرا	کیوں نہ لائیں لگا کے کشتی میں
درِ میخانہ کمرے واسہرا	نام کشتی کا آگیا لب پر
دستِ ساتی کا دو فرما سہرا	اس کی لڑیوں سے اٹھے موجِ ثواب

گندھی اس میں نلوں کی کلیاں میں
 کج ادا زلف سے کہیں بیڑھ کر
 ایک سانچے کے ہیں ٹھہلے دونوں
 ایک کانٹے کے ہیں تلے دونوں
 زلف چھائی ہوئی تھی چہرے پر
 قدِ نوشہ سے گھٹ گیا بچہ بھی
 سہرے کی رات نے بکھینچا طول
 شوق سے اگلے کا ہار بنے
 گئے جاتے ہیں دن اسی دن کے
 چشمِ ظاہر میں ہے سراپا دام
 دور اس کو ہے بہت نگاہِ بلند
 کوئی دیکھے تو سیدھا سا دھسا
 جانتے ہیں ادا شناس اسے
 ہے غضبِ ڈورے ڈالنا اس کا
 راز رہتے ہیں پردے پردے میں
 سن کے مجھ سے یہ چھٹی باتیں
 نگہِ شرم بن گیا ہر تار
 اس سے وابستہ میرے تارِ نفس
 کوئی مطلع سناؤں برجستہ
 چہرے پر آکے کھل اٹھا سہرا
 بانپن کے لئے ادا سہرا
 خوشما زلف، خوش نما سہرا
 شوخ ادا زلف شوخ ادا سہرا
 زلف پر آج چھا گیا سہرا
 نقا قیامت سے کچھ سوا سہرا
 بن گیا صبحِ دلکش سہرا
 کھائے دنیا کی اب ہوا سہرا
 یہی دن ہیں کہ دے مزا سہرا
 ہوگا باطن میں بے ریا سہرا
 دام میں لائے گا ہما سہرا
 ہے بہت ہی بنا ہوا سہرا
 کرے ظاہر نہ مدعا سہرا
 زلف سے بڑھ کے ہر سا سہرا
 کچھ سے کچھ ہے تہِ روا سہرا
 رُخِ نوشہ ہے دیکھتا سہرا
 بن گیا سر بہ سر حیا سہرا
 درِ دل کی مرے دوا سہرا
 کہے خوش ہو کے ”واہ وا“ سہرا

کہے لیکر بلائیں نوشہ سے تھے سہری کے سر رہا سہرا
 مٹی تعلق سخن سرا یا نہ در نہ میں لکھا ہوں لکھا سہرا
 اور سہروں کو ہوگی کیا نسبت کہیں گے سب سخن سر سہرا
 پنکھڑی کو بھی کم یہ سہرا ہے خرم گل ہر ایک کا سہرا
 یہ بہت ہے کہ میرے آقائے لطف کو اپنے شن لیا سہرا
 وقت یہ ہے کہ ہوئے نوشاہ اب مراد امن دعا سہرا
 اے محمد امیر احمد خان ہو مبارک تجھے ترا سہرا
 یونہی لہرائے پرچم اقبال یونہی لہرائے یا خدا سہرا
 تیری زلفوں کو یونہی لے نوشاہ! کر دیا ٹکھیلیاں ترا سہرا
 رہے یوہیں ہمیشہ تیرے سر سایہ والدین کا سہرا
 سہرا تیرا لٹائے یوہیں گہر ابر نیساں کو ہو سوا سہرا

مصرع سال تارا ابر کرم
 کہ ہے ابر کرم ترا سہرا

۱۳۵۴

سہرا
 مَوْسُوْ قَرَبَہ

عقد شریا

رخ آتے ہی بنا عرض کا تارا سہرا نور اللہ کا اللہ کا سایا سہرا

وقتِ آخر ہے پیرِ نایب ہوں بوئے ٹوکا ہے آسرا سہرا
 ہلکی نے اپنے رنگ سے پٹھ کر دستِ نازک سے کوہِ آسرا سہرا
 ہو گئی میری آرزو پوری آرزو تھی کہ دیکھتا سہرا
 کر دے مجھ کو جواں ہوائے بہشت اپنے دامن کی دھواں سہرا
 رنگ چھا جائے بزمِ عالم پر رنگ دے جائے یہ نیا سہرا
 پھیلیں پھولیں لیاصل کے شمار پھلے پھولے یہ جانفرا سہرا
 دھوم مچ جائے بزمِ نوش میں شورا اٹھے خوب ہی کہاں سہرا
 کہہ رہی ہے لطافتِ معنی پھولوں میں ہر سیاہوا سہرا
 مونج کو تر ہر ایک مصرعِ تر سطح کو تر بنا ہوا سہرا
 کیسے موتی پرٹے ہیں انمول کس قدر ہو گراں بہا سہرا
 سہرے کا شعر شعر سلک گہر موتیوں کو گندھا ہوا سہرا
 پھولوں نے رنگ بدلے ہیں کیا کیا ہے یہ باغِ طلسم کا سہرا
 کہیں بیاختہ مہاراجہ ہے نئی طرز کا نیا سہرا
 سر محمد علی محمد خان کہیں یہ سب بڑھ گیا سہرا
 سن کے سہرے کو باچھیں کھل جائیں سوز بانوں سے دیو دعا سہرا
 ہے یہ اعجازِ حضرتِ ساحرِ شورا اٹھے کہ بول اٹھا سہرا
 خود سخن دان و قدردانِ سخن معج میں ہو سخن سرا سہرا
 جانتا ہے یہ نقشِ پای کو تاج جھبہ سانی کو جھکا گیا سہرا
 کیا ٹھکانا ہے اُن کی رفعت کا جن کے سائے سے ہر ماہ سہرا

گھر سے اللہ کے لایا ہے مقدر سہرا
 کیا دلی عہد بہادر کے رہا سر سہرا
 کہتے اختر لئے دامن میں جو پر زہرا
 کہ کشاں لائی ہے تاروں کا بنا کر سہرا
 سادہ انداز ہیں سہری کے لئے مایہ ناز
 زیب و زینت کا رہے گیسووں کے سر سہرا
 چاند سورج کے ہو کر تار شاعی صدف
 جب بنا ہے کہیں نوشاہ کا گز بھر سہرا
 کوئی اس طرح بھی مست نہ ویدار نہ ہو
 نظر آتا ہے بہت آپ سے باہر سہرا
 خط ساغر ہو رگ گل ہو کہ سوچ کی کرن
 سب سے بڑھ کر مے نوشاہ کا پر زہرا
 سہرے کی رات زرا زلف نہ اچھے اس سے
 نہیں رکھنے کا لگی بال برا بر سہرا
 تار و امان قیامت کے ہو یہیں سب صرف
 جب بنا ہے قد فروش کے برا بر سہرا
 شب تاروں بھری یا موتی پر دئی ہوئی زلف
 ضو فشاں عقد ثریا ہے کہ پر زہرا
 پنجی نظروں میں ہو نوشاہ بچیں سہری کی
 رخ ساغر کے لئے ہو خط ساغر سہرا
 ہر لڑی آج رگ لعل بہشتاں ہے بنی
 کون کہتا ہے نہیں معدن جو ہر سہرا
 فرد و نوں نگہ شوق کے الجھانے میں
 زلف سہری سے سوا زلف کو بڑھ کر سہرا
 چاہتی ہے کہ جو ہو سانی کو شکر کی نگاہ
 اپنی موجوں کا بناے سے کوثر سہرا
 سایہ تاج ترا تاج ثریا کے لئے
 اوج و رفعت کا ہو نوشاہ تری سر سہرا
 پیچتن کا رہے نوشاہ ترے سر سایہ
 یونہی لہرائے ہمیشہ ترے سر پر سہرا

بزم میں دھوم مچی سہروں کی ہے آج ریا عرض
 میرے سہرے سے کہیں بڑھ کے رہا ہر سہرا

سہرا

آنکھ کا نور ہے یا نورِ نظر کا سہرا
 بن کے تاحشر ہے باپ کا سایا سہرا
 دور سے اے نگہ شوق بلائیں لے لے
 کس ادا سے ہی نقابِ رخِ زیبا سہرا
 زبرد کے لئے رخسار میں دونوں مہر
 معج ہے سلبِ گہرِ حسن کا دریا سہرا
 لگی آنکھیں ہیں حسینوں کی ادھر آملیں
 خوب تو نے گلِ زرِ کس کا بنایا سہرا
 رُخِ نوشہ کی طرف کیوں نہ بڑھائی ہاتھ
 ہے بہت شربتِ دیدار کا پیلا سہرا
 چھوٹے کو نگہ شوق کی ہمتا ہے حجاب
 کوئی دیکھے تو ذرا شیخ ہے کتنا سہرا
 آج پھولوں کی طرح تاروں کی حسرت نکلی
 ضوفشانی سے بنا عقدِ ثریا سہرا
 تیرے چہرے کی یہ ہٹنے کا نہیں ایوِ نوشاہ
 رہ گیا بن کے تری زلف کا سایا سہرا
 دیکھتے ہیں یہ قیامت کی سوا ہر دو ہاتھ
 ابھی سٹے تو بنے آنکھ کا تار اسہرا
 میں ہر اک تار سے سوتا رہ نظر و ابستہ
 حسنِ تریس کی بنا آج تماشا سہرا
 پر خمار آنکھ کا نوشاہ کے نظارہ ہو
 صبح ہوتے درمیانہ کرے واسہرا
 لے بلائیں رُخِ نوشہ کی الہیٰ جن رات
 بن کے گیسو یو ہیں لہرائے خدا یا سہرا
 ایک دزدیدہ نظر ہنس کے اچھ بھی نوشہ
 آج لایا ہے دکھانے نئی دنیا سہرا

نوشہ کی مت نگاہوں سے نہ لے کامِ بیاض

نہ بڑھائے اثرِ نشہ صہبیا سہرا

سہرا
 مَوْسُومِ بَہارِ
 عقدِ پرویں

گھر سے اللہ کے لایا ہے مقدر سہرا کیا ولی عہد بہادر کے رہا سر سہرا
 کتنے اختر لئے دامن میں ہو پر زہرا کہکشاں لائی ہے تاروں کا بنا کر سہرا
 سادہ انداز ہیں سہری کے لئے مایہ ناز زیب و زینت کا رہے گیموں کے سر سہرا
 چاند سورج کے ہو تو تار شاعی صدف جب بنا ہے کہیں نوشاہ کا گز بھر سہرا
 کوئی اس طرح بھی مست نہ دیدار نہ ہو نظر آتا ہے بہت آپ سے باہر سہرا
 خط ساغر ہو رگ گل ہو کہ سوچ کی کرن سب بڑھکر مے نوشاہ کا پر زہرا
 سہرے کی رات زرا زلف نہ اُچھے است نہیں کہنے لگی بال برابر سہرا
 تار و امان قیامت کے ہو ہی سب صدف جب بنا ہے قد فوشہ کے برابر سہرا
 شبے تاروں بھری یاوتی پر دئی ہوئی زلف ضوفشاں عقد ثریا ہے کہ پر زہرا
 پنجی نظروں میں ہو نوشاہ پھین سہری کی رُخ ساغر کے لئے ہو خط ساغر سہرا
 ہر لڑی آج رگ لعل بنشیں ہے بنی کون کہتا ہے نہیں معدن جوہر سہرا
 فرد و نوں نگہ شوق کے الجھانے میں زلف سہری سے سوا زلف کو بھل کر سہرا
 چاہتی ہے کہ جو ہو سانی کو شری نگاہ اپنی موجوں کا بنا کے مے کوثر سہرا
 سایہ تاج ترا تاج ثریا کے لئے ادوج و رفعت کا ہو نوشاہ تری سر سہرا
 پنجتن کار ہے نوشاہ ترے سر سایہ یونہی لہاے ہمیشہ ترے سر پر سہرا

بزم میں دھوم مچی سہروں کی ہے آج ریاض
 میرے سہرے سے کہیں بڑھ کے رہا ہر سہرا

سہرا

آنکھ کا نور ہے یا نورِ نظر کا سہرا
 بن کے تاحشر رہے باپ کا سایا سہرا
 دور سے اسے نگہ شوق بلائیں لے لے
 کس ادا سے ہر نقاب رخِ زیبا سہرا
 زجر و مد کے لئے رخسار میں دونوں مہ و مہر
 موج ہے سلاک گہر حسن کا دریا سہرا
 لگی آنکھیں ہیں حسینوں کی ادھر آما سن
 خوب تو نے گلِ نرگس کا بنایا سہرا
 سُرخِ نوشہ کی طرف کیوں نہ بڑھائی سوا تھ
 ہے بہت شربت دیدار کا پایا سہرا
 چھیرے کو نگہ شوق کی مبتا ہے حجاب
 کوئی دیکھے تو ذرا شیخ ہے کتنا سہرا
 آج پھولوں کی طرح تاروں کی حشر نکلی
 ضوفشانی سے بنا عقدِ ثریا سہرا
 تیرے چہرے کی سی یہ بٹھنے کا نہیں ایو شاہ
 رہ گیا بن کے تری زلف کا سایا سہرا
 دیکھنے میں یہ قیامت سی سوا ہو دو ہاتھ
 ابھی سمٹے تو بنے آنکھ کا تار اسہرا
 ہیں ہر اک تار سے سوتا رہ نظر و ابستہ
 حسنِ ترمیں سی بنا آج تماشا سہرا
 پر خمار آنکھ کا نوشاہ کے نظارہ ہو
 صبح ہوتے درِ سینا نہ کرے واسہرا
 لے بلائیں سُرخِ نوشہ کی الہیٰ من رات
 بن کے گیسو یو ہیں لہرائے خدا یا سہرا
 ایک وزویدہ نظر ہنس کے ادھر بھی نوشہ
 آج لایا ہے دکھانے نئی دنیا سہرا

نوشہ کی مت نگاہوں سے نہ لے کام تیا ض

نہ بڑھائے اثرِ نشہ صہبا سہرا

سہرا
 مَوْسُومِ بَہارِ
 عقدِ پرویں

رندا و صرگاتے ملازائیں بونیم پائیں اس طرف کاگ اڑاتی ہوئی بوتلائے

پہلے تقریب جان ہار کورٹ بلسر موقع دعوت عید

۱

عید باعشرت جاوید مبارک ہو حضور اور جشن کے جمشید مبارک ہو حضور
رات جو آئے وہ آئے سحر عید لئے ہم کہیں روز نئی عید مبارک ہو حضور

۲

روز تو رنگ نئے لائی مبارک تقریب تو نے ہر رنگ کی پداائی مبارک تقریب
رسم دیرینہ تھی سرکار سے تو بعد ڈر عید بھی کہتی ہوئی آئی مبارک تقریب

ایک خاص کام کے لئے

در پر سرکار کے ہے بستر اپنا پھر بھی نہیں چین یہ مقدر اپنا
سر رکھ تو دیا سنگِ درد و دل پر اب پھوٹنے کو جاؤں کہاں ہمارا پنا

پوچھیں مجھ کو یہ میری پیش فرمائیں بگڑی بن جائے اتنی کوشش مائیں
سرکار کے لب میں ہے سیمی اعجاز میرے لئے بھی ذرا سہی جنبش فرمائیں

قصیدہ جو راجہ امیر خاں دروالتابہ کے چلے کی تقریب میں راجہ بہا

اعلیٰ اللہ مقامہ کے حضور میں پیش کیا گیا

نُظَر

۱
آسمان پہلے بچھا بزم میں سایا بن کر
چمکی تقدیر بنا فرش وہ دیبا بن کر
چاند سورج جھٹکے جیسے ہی بلائیں لینے
رہ گئے خود رخِ نوشاہ کا سہرا بن کر

۲
کس کا سہرا مے نوشاہ کا یہ سہرا ہے
آسمان شرف و جاہ کا یہ سہرا ہے
رتی تاروں کی چمک جائیگی اٹھے تو حجاب
آنکھیں کھل جائیں گی کس کا یہ سہرا ہے

۳
دیکھ کر چاند تری چاندی صورت دیکھی
صدمتے نوشاہ کے اللہ کی قدرت دیکھی
سہری کے عکس کو تسنیم کے چشمے اُبلے
گوشے گوشے میں تے بزم کی جنت دیکھی

۴
لڑیاں سہری کی ہیں کیا کچھ نظرِ طوبی میں
عکس نے لعلِ جُڑو تاجِ سرِ طوبی میں
کہہ رہی ہے رخِ نوشہ کو بھین سہری کی
نئی پھوٹی ہو یہ کوئلِ شجرِ طوبی میں

۵
کوئی دیکھے تو کئے کتنے سنگار آئی ہے
سنخ لالے کے محافے میں سوار آئی ہے
غنچہ و گل میں سرِ شاخ کہ نکلی ہے برات
باغِ نوشہ میں فلح بن کے بہار آئی ہے

۶
سہرا بننے کو اسی شوخ کا آپٹل آئے
بجلیاں چمکیں ذرا جھوم کے بادل آئے

فانوسِ شمع، شمع کا دھوکا نہ کھائے گا
 اس انجن میں ہوا سے درغوریہ دور ہے
 آیا کو فرشتہ شوق سے ہے بن کے بدر آج
 نسبت اُسے ہو کیا در دولت کی خاک سے
 کیوں اہلِ بزمِ نقشِ کعبہ پا اسے بنائیں
 اس پر نہیں ہے آبلہ بانی کا کچھ اثر
 اپنے پرے کا نہیں ہوشِ جنوں میں مش
 دیوانگی میں طوقِ گلو بھی گراں نہیں
 دستِ جنوں بنائے نہ دستِ شمع کو
 دھوکا بُرا دیا اسے تنویرِ عکس نے
 زندانِ آسمان سے نکالا ہوا اس نے پاؤں
 آئینہ بندیاں ہیں جو تقریبِ جشن میں
 گردش میں عمر گزری ہوا اس کے بھی دن بھریں
 آنکھوں میں راتیں کئی ہیں اس من کے واسطے
 یہ دن بھی اُس نے دیکھ لیا اپنی آنکھ سے
 وہ کون ہے جو کہ نہ اُسٹے اہلِ بزم میں
 ہاں ہاں یہ بزمِ سحر کیواں جناب ہے
 اور آفتابِ دولت و اقبال ہو بلند
 قربانِ جم بھی جام بھی اس بزمِ جشن پر
 ایسے پڑے ہیں حبیب میں ستر ہزار چاند
 آنے کو آئے روپ بدل کر ہزار چاند
 کل تک ہلالِ مخاض غم دوری سوزا چاند
 ہو گا کسی حسیں کی گلی کا غنبار چاند
 آیا ہے آج بن کے بہت خاکسار چاند
 پھرتا ہے دشتِ چرخ میں میوانہ واریا چاند
 تاروں کو آسمان کے سمجھتا ہے خار چاند
 ہالے کو جانتا ہے گریباں کا تار چاند
 دامن کو چاہتا ہے کرے تار تار چاند
 جھک جھک کے دیکھتا ہر سو جو تار چاند
 لوٹے گا آج کھل کے چین کی بہار چاند
 یہ چاند کیا ہے؟ ایسے سماں ہزار چاند
 آئے جو انجن میں لگیں اس کو چار چاند
 بڑوں سے کر رہا ہے یہی انتظار چاند
 کیوں بہرِ بزمِ جشن نہ ہو بیقرار چاند
 ہاں وقتِ جو ضرور ہو آگ نہ شاد چاند
 جس کو مرے خدا نے دیا گلہزار چاند
 دجہ فروغ اور ہو یہ ہونہار چاند
 ساقی اب اٹھ بھی تو تیرے صدقے ہزار چاند

بننے کو شمعِ بزمِ نہیں بے شمار چاند
 اشد ہے یہ کس شہِ انجمِ خدَم کی بزم
 بے فرش اس میں تاروں بھری آسمان کا
 یہ دیکھ کر کہ ہے فلکِ اطلس آج فرش
 کیوں اوجھل کون ہے رُفوقِ فز و بزم
 ہے کس ادب سے باندھے ہوئے ہاتھ لکشاں
 یہ انجمن ہے یا کوئی باغِ طلسم ہے
 پھولا ہوا ہے آج بہت اپنے حسن پر
 گنتی تھی اس کی شعبہ بازارِ حِج میں
 شمعِ دِجراغ بن کے ہوئے بدرِ انجمن
 کیسی فروغِ بزم سے پھیلی ہے چاندنی
 ہر فردِ زمیں کو وہ حاصلِ فروغ ہے
 اب شوق ہے بنے شریرِ شمعِ انجمن
 پردوں نے پر نکالے کہ پروانہ وہ بنے
 سیارے بھی ہیں گر دُکھ اسی لگی ہے آج
 پروانے کے وصال پر آتا ہر شکستے
 سب جانیں دو دُشمن اُسی انجمن کا ہے
 شونی سے دو دُشمن بھی دامن کشیدہ ہے
 دستِ شعلہ قطع ہوں آئے اگر قریب
 ساحر کی انجمن کو لگانا نہیں چار چاند
 بے گنتی اس میں تارے ہیں تو بے شمار چاند
 ٹوٹا طلسمِ حِج، گیا سحر کار چاند
 زر کارمند آ کے بنا زر نگار چاند
 کس آسماں چشم کا جو آئینہ دار چاند
 بحرے کو جھک رہا ہے یہ کیوں بار بار چاند
 نالے کا جس میں پھول بنا داغدار چاند
 ہے باغِ باغ و دیکھ کر اپنی بہار چاند
 سب تلے اُن میں چاند تھا یہ سحر کار چاند
 انجمِ شرارہ ریزند اب شعلہ بار چاند
 گل ہے چراغِ حِج تو کھاتا ہے خار چاند
 شرمندہ آفتاب ہے تو شر مسار چاند
 پھرتا ہے گردِ شمع کے پروانہ دار چاند
 ہالہ یہ کہہ رہا ہے کہ ہوگا نثار چاند
 یہ بھی ہیں بیقرار جو ہے بیقرار چاند
 دیکھے ہوئے ہے ہجر کے لیل و نہار چاند
 آیا ہے بن کے دامنِ ابر بہار چاند
 ٹکرائے جا کے سر کو سر کو نہار چاند
 لے کر بلائیں دور سے ہوئے نثار چاند

قطعہ تاریخ تولد فرزند ارجمند حضور نور آنزبیل

سراج محمد علی محمد خاں درالی ریاست علیہ

محمود آباد دام اقبالہ

ساحر کیوں چشم پر کیوں کے کور شک ہو
نعتیں کیا کیا عطا کی دین و دنیا کی سے
بھرو یا مینائے دل میں بادہ گلہائے شوق
ساتھ جس کے کار فرما ساقی کوثر کا ہاتھ
گوشتائے گنج قارون لاکھ اس کا دست جود
حق و باطل کے لئے بخشی نگاہ امتیاز
طبع عالی کی رسائی دور از وہم و قیاس
قوم کے دکھ رو پر آنکھوں میں آجائیں رشک
ہو گیا حصہ وہ ہو صورت کا یا بیت کا حسن
آفتاب آئینہ بن جاتا جس کے عکس سے
کچھ نہ پوچھو اور کیا دیگا اسے رب کریم
رحمت حق سے مافرد زندہ بارہ بھی اب

مرتبہ کیسا دیا اس کو خدائے پاک نے
کیا کہوں کیا کیا دیا اس کو خدائے پاک نے
کیا مے و مینا دیا اس کو خدائے پاک نے
وہ خم صہبا دیا اس کو خدائے پاک نے
کم نہ ہوا تنہا دیا اس کو خدائے پاک نے
دیدہ مینا دیا اس کو خدائے پاک نے
ذہن بھی کیسا دیا اس کو خدائے پاک نے
در و دل کتنا دیا اس کو خدائے پاک نے
حسن دنیا تھا دیا اس کو خدائے پاک نے
وہ رخ زیبا دیا اس کو خدائے پاک نے
کچھ نہ پوچھو کیا دیا اس کو خدائے پاک نے
ہنکھ کا تار دیا اس کو خدائے پاک نے

نام ہوگا اور روشن میرے آقا کا ریاض

چاند سا بیٹا دیا اس کو خدائے پاک نے

اترے بھی آسمان سے مینائے آفتاب
 گلگوں شفق ہو ساتھ گلابی لئے ہوئے
 آنکھوں جس کے واسطے موج نے نشاط
 گہوارہ جس کے واسطے کشتی ہلال کی
 کھیلے گا کل یہ چاند شب کو اٹھا کے ہاتھ
 دیکھا تھا ایسا کاہے کو منہ چاند نے کبھی
 دستِ شعلہ کو نہ بہت اس کو گدگدائے
 منہ پر منسی ہو دونوں کے اللہ رکھ دو حق
 توں سے اکھمل کے بنا بدر ماہِ نو
 اے چاند تو بھی ساتھ تھا چیلے کے غل میں
 شوق ادا نے رسم تو دیکھے ذرا کوئی
 ایسے ہوں جشن روز مبارک حضور کو
 پائے یہ والدین کے ساتھ میں عمرِ خضر
 جو دیکھے چاند چاند وہ ہو عید کا ریا عن
 نازِ مجہد یہ نور کی اس چاند کے لئے

منہ دیکھ کر یہ میں نے کہا بہر سال جشن

ہے اچھے اچھے چاند سے منہ پر نشا چاند

بے تقریب ہجوم نمبری

آفتابِ فلک ہے پر زرتاج عرش پر طرۃ آسماں پر تاج
 جستجو ہے اسے کسی کی ضرور صبح سے کھارہا ہے چکر تاج
 کچھ اسے ہے تلاشِ موقع کی پھر رہا ہے جو اوپر اوپر تاج
 نہیں یہ تو شعلِ مہ نہیں ڈالتا ہے نگاہ سب پر تاج
 بھانتا کچھ ہے دور دور سے یہ نہیں آتا قریب جھک کر تاج
 چاہتا ہے یہ زیبِ سر ہونا اسی کوشش میں ہے برابر تاج
 شکل ہے تاج کی یہ تاج نہیں نہ پھرے بن کے مہر انور تاج
 کہو جائے بھی اب تو شام ہوئی آگیا ماہِ تناب بن کر تاج
 نہیں گرد اس کے انجمِ داختر ہے لئے ساتھ لعل و گوہر تاج
 تارے کیا کیا ابھر کے آتے ہیں شوق یہ ہے بنے ہر اختر تاج
 لے فلک رتبہ حضرتِ سحرا سایہ اللہ کا ہو سر پر تاج
 تہ پا ہو ہمیشہ پر زرتخت زیبِ سر ہو ہمیشہ پر زرتاج
 ذرہ خاک پا بھی تو یہ نہیں بنتے ہیں مہر و ماہِ داختر تاج
 خاکِ در تک یہ جھک کے آئیں تو سو کو دے ایک ذرہ در تاج
 یوں سوارِ آج آسماں کو ملے ہو بردِ جِ فلک میں گھر گھر تاج
 تیرے در پر رہوں سراغِ کندہ میرے سر کو ہو تیری ٹھوکر تاج
 لطف تیرا میرے لئے خلعت سایہ تیرا ہو میرے سر پر تاج

بہترین نشینی ہمارا محمد علی محمد خان بہک اور علی اللہ متقا

یہ کیسی بزم ہر کیسی خوشی کیسی مست ہے
یہ کیسی حُسن آرائش نے پیدا کی نئی صورت
یہ بزم آرائیاں کیسی چین پیرائیاں کیسی
یہ ہے دو دو چراغ بزم باہرے جو رگایو
پر پرواز ہر برگ گل ترنے کئے پیدا
یہ جو وہ انجمن چھایا ہوا رنگ چین جس پر
یہ ہے وہ انجمن ہر بات جو ہمیں سلیقے کی
یہ ہے وہ انجمن جو آئے یہ کہتا ہوا جائے
یہاں تک بڑھ گیا ہر دور دور بادہ و غشرت
یہ کیسی انجمن ہر کیسے کیسے لوگ آئے ہیں
تر و صد مے ساقی اٹھے بوتل چلے ساغر
مزا ہو موج مے چوٹے تنکے بزم ساقی میں
دوم طاؤس مینا ہو عامہ آج داعظ کا
بھرے ہیں کمرے ایضاً نے کھانا ہمیں ساقی
زبان موج دیتی ہے دعا سرکاری کو
صدائے قلع مینا یہ نالے کر و دشمن
مبارک ہو مے سرکار کو یہ جشن جیشیدی

یہ کیسا جشن ہے کیسا یہ ہے و بارشاہانہ
یہ کیسا عالم ہے ہر فرد بنا ہے آئینہ خانہ
جہاں پروانہ بلبل ہر جہان بلبل ہر پروانہ
یہ شمع نور ہے یا حور و اجس کی ہرستانہ
یہ کلیاں ہیں کہ پریاں ہیں چین ہر یار پیانہ
چمن بھی وہ کہ بھولے جس میں بلبل غم کا فائدہ
ادب آموزیاں کرتی ہر ہاؤم و ہوسے متانہ
رہے لاکھوں برس قاتی ترا آبا و میخانہ
بنالی شیخ وز اہد نے بھی اپنی وضع زندانہ
کوئی ایسا نہیں ہو جو نہ ہو مہمان کا شانہ
بہار آئی گھٹا چھائی کھلے در ہائے میخانہ
پری شیشے کی زاہد کو بنائے آج دیوانہ
جو آئے بزم عشرت میں دکھائے قوس شانہ
یہ لگتے ابرکے ہیں میکشویا ظرف میخانہ
لب ساغریہ کہتا ہے مبارک جشن شاہانہ
پری شیشے کی کہتی ہر عدد و ہوجلے دیوانہ
مبارک ہو مے سرکار کو یہ جشن شاہانہ

رعایا کو یکساں ہیں دونوں عزیز یہ ہے دونوں پر فضلِ ربِ غفور
 شک کی سُنی گنتی میں نے ریاض یہ آواز جائے گی نزدیک و دور
 کھلا سترہ اور بارہ کافرق کمی پانچ کی میں نے پائی ضرور

اضافہ اسی کا ہے تاریخ میں

سلامی کی تو ہیں مبارک حضور

قطعہ تہنیتِ راجہ محمد علی محمد خان درام قبائل مولانا

[میری جرات دیکھئے کہ آفتاب کو آئینہ دکھائے اور دیر یا کے
 سامنے قطراتِ ابرو لولہ شہوار کی حقیقت بیان کرنے کی کوشش
 کر رہا ہوں یعنی میں چاہتا ہوں کہ حضرت مسیحاؑ کے اشعار شاہو
 رکوشِ سحر و اعجاز کی توصیف کروں۔

آج اردو کی دنیا شاعری میں جتنے قصروا دیوان ہیں وہ اس
 آفتابِ کمال کی جلوہ آرائی سے مستغنی نہیں ہو سکتے آج ادب کی کوئی
 بزمِ سخن ایسی نہیں جو اس جگہ گاتے ہوئے فانوسِ روشن کی محتاج نہ ہو
 آج جذبات و انشاء کا کوئی باغ ایسا نہیں جس میں اس بہارِ روح پرور کی
 حاجت نہ ہو اسی طرح ملک کا ہر شخص ادب و انشاء کا ہر شیدائی شعر
 و شاعری کا ہر دلدادہ سائن الملک حضرت مسیحاؑ کی بخشش و
 وقلم کے اعجاز کا معترف ہے۔

مجھے یہ کہنے میں کچھ بھی پس و پیش نہیں ہے کہ صہبائے نبیؐ کی
 متوالے تو بہت ہیں لیکن اس بیادِ کش بلا نوشِ مست و سرشارِ جذبات کا
 کوئی ہمنہیں سانی کی نگاہیں بچانے میں اُسی طرف جاتی ہیں جو پیچھے
 پہلے جھومتا ہے جس کا اعتراف ایک موقع پر خود حضرت ریاض کی

سر محمد علی محمد خان وہ بھی دن ہو کہ رکھیں سر تاج
 آئے اس طرح حکم شاہنشاہ کہ پہنائیں انھیں گورنر تاج
 فرق اقدس پر اپنے ہاتھوں سے رکھیں سر ہار کورٹ بکس تاج
 ہوم ممبر ہوں پھر گورنر ہوں یوہیں پھر دے خدائے بر تاج
 پیش کرتا ہوں مصرع تاریخ دیں صلہ مجھ کو خلق کے سر تاج
 تقا مقدر ریا ض یہ پے سال
 رکن کونسل ہوں خلق کے سر تاج

تہنیت بادۂ حکم ضربِ سلامیٰ وزرا

نوٹ:- غلط طور پر یہ افواہ تھی کہ حضور گورنر کے لئے شہزادہ ضرب
 توپ سلامی اور وزرا کے لئے ۱۲ شلک تجویز ہوئی۔ تاریخ کہنے پر
 معلوم ہوا وزرا کے لئے شلک سلامی غلط۔ تاریخ صحیح خبر غلط
 تھی اس لئے بطور یادگار سلامی کے غیر کی طرح مندرجہ ذیل اشعار
 ضائع نہیں کئے گئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آئندہ کسی زمانے میں
 ایسا موقع آئے

ادب سے ہے سرکارِ ساجد میں رض سلامی کی توپوں نے چھونکا ہے صور
 ہوئے زندہ ہم سے بھی اب مردہ دل ہو اروح افزا طرب کا و فور
 رعایا کے سر تاج یوہیں تھے آپ بنے آج بھی رکن کونسل حضور
 جو ہزار کلسنسی ہیں وہ آپ ہیں کہ یک جاں دو قالب ہیں دونوں حضور

ان آنکھوں نے بہت سی نظیں اس موقع پر دیکھی ہیں لیکن
 اثر و حقیقت کو لایمپے تو اس قطعے کے برعکس شاید ہی کوئی نظر ٹھہر سکے
 ایں سداوت بزورِ بازو نیست تناء بخشِ خداے بخشندہ
 خدا کرے حضرت سرِ یاضِ قدر و قیمت کے ساتھ جولانی طبع کا
 جو ہر دکھانے کے لئے عرصے تک دنیا میں اپنے مدوح کے زیرِ سایہ
 عاطفت رہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ریاض کی بڑی بڑی
 ریاستوں کو تنہا ہے گردہ اعلیٰ حضرت سرِ مہاراجہ صاحب بہادر کی
 آستانے کی جیس سائی کے فخر کو ترک کرنا نہیں چاہتے اور سرِ راجہ
 صاحب بہادر کی مدد سرائی کو جاہل زندگی تصور کرتے ہیں۔
 حکیم بہار علیہ "مشرق" گورکھپور۔ ۲۰ جولائی ۱۹۲۲ء [

آج کیوں روشن تارے قمیے میزش کے
 آج کیوں جوش کو اکب میں ہی جوشِ فضا
 دے گیا سولطف وقتِ قصص دورِ پیشوا
 دیکھ کر یہ رنگ ساقی بھی اٹھا سا غوکف
 میکدوسے شوق کوثر آسماں پر لے چلا
 رہنے دے نقش و نگارِ قصرِ جنت کا بیان
 دور ایسے کیا ہیں یہ انگوشتِ شاخِ ناک پر
 آئے تھے سمجھانے کچھ ندانِ میکش کو جناب
 خوف تھا چادر نہ اترے سرِ محفل میں کہیں
 مرج مرنے پیو والوں کی بلائیں بڑھ کے لیں
 جگہ گا اٹھی ہو کیسی نیلگوں گردوں کی چھت
 وجد میں آئے فرشتے شتری ناپی وہ گت
 کہکشان جس میں تھی گھو کھر چٹکی بنت
 او رہی کچھ ہو گئی اب ہم سرتوالوں کی مت
 جو نتیجہ ہو بری ہوتی ہے مینوشی کی لت
 جا بھی لے دو اعظ یہاں ہو یہ ریت بی گڑھت
 عرش کے ہم نائے توڑیں اور وہ بھی ان گنت
 سر سے ناصح کے گری دستار کھائی چھپت
 میکدوسے دالے دعا کرنے لگے رہ جالے پت
 جام ساقی نے کیا دستِ کرم سے مرحمت

زبان سے سن لیجئے

ہے سرمایاض اک جان مت غلام نہ پئے اور جھومتا جائے
 آج نفل میں جو مست کن اور ہوش رُبارنگ پیدا ہو گیا ہے وہ
 اسی حافضہ منہ کی لچائی ہوئی نگاہ اور جذبات کی موجوں سے بھری ہوئی
 طبیعت کا نتیجہ ہے افسوس ہے کہ جھکو حضرت سرمایاض کی شاعری پر
 تفصیلی بحث کرنا نہیں ہے ورنہ خدا جانے مبالغے سے دور بیجا مدح
 و تائید سے علیحدہ صرف حقیقت کے اظہار میں قلم کتنی جولائیاں کھلاتا۔
 اس وقت جس قطعہ تاریخ پر میں اظہار خیال کر رہا ہوں اس کو غنیمت
 کر لیجئے تو تشبہ استعارات تشبیہات تلمیحات تحلیل و محاکات
 و دیگر اصناف شاعری کے پھولوں کا غیر فانی لہلہاتا ہوا ابداع نظر لے گا
 حضرت سرمایاض کا یہ بے بدل کمال ہے کہ اس قطعے میں لازوال غزبت
 پیدا کر دی ہے۔ اگر بیان حقیقت منظور ہو اب تو شعروں کے ذریعے
 متحرک تصویر کھینچ دی ہے اور اگر ممدوح کے تعریف کی باری آگئی جو تو
 شان و شوکت کا ایک طلسم باندھ دیا ہے۔ قطعہ کیا ہے کرشمہ ہائے لطیف ننگ
 طلسم کدہ ہے یا بولتی تصویروں کا ایک موقع دلکش ہے۔
 دیکھا گیا ہے کہ اشیاء کی عزت کسی نسبت کی وجہ سے بلند ہو کر
 آسمان پر پہنچ جاتی ہے اگر یہ صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے تو سربراہِ مہتاب
 بہادر والی محمود آباد کے ایسے گوہر شمس ناس قدر دان علم و فن کی
 ہمت افزائی کا انتساب اس قطعے میں چار چاند لگا دے گا۔
 حضرت سرمایاض نے اس قطعے میں جو کچھ کہا ہے وہ عام طور پر
 شاعرانہ حیل طلب سے بہت بلند ایک چیز ہے جس کا نام اقوال حقیقت
 ہے پس اسی سے سمجھ لیجئے کہ حضرت سرمایاض کا قطعہ تاریخ ایسے
 باکمال ممدوح کی نسبت کی وجہ سے کہاں سے کہاں پہنچ گیا اور خود
 حضرت ممدوح کی شان اس انداز بیان میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔

بھول بیٹھے مفلسی میں ہم نے و مشوق کو
 ایک دن زاہد کی دعوت کر کے پھینکا پڑا
 سوئیاں کچھ میں نکالیں گی آنکھوں کو کاش
 جان کر مردہ مجھے مجھ سے کوئی ملتا نہیں
 شکر ہے درود وظائف میں بس مرقیٰ کزوب
 یہ وظائف میں وظیفے کی ترقی کے لئے
 چھوٹے بچے دیں دعا، قہم جاؤ گھر گرتا ہوا
 پاؤں لٹکائی ہوئی قبر میں پروا نہیں
 مست ہوں پی کر پیالہ ساتی کو شرکامیں
 دور جام سلسبیل و کوثر و تسنیم ہے
 چاہتا ہوں اہل فن سے میں سخن کی داد آج
 آسمان پر غل ہو جا کا طالع خفت مرا
 یہ ہے ناممکن نہ چکے اب مری تقدیر بھی
 ہے بجا بالیدہ ہوا عزاز پر اپنے خطاب
 نام نے سرکار کے اس کو لگائے چار چاند
 زر سے دامن جو بھری فتنے کو کروڑوں آفتاب
 ابرنمیاں سو اسودست کرم سرکار کا
 شوق عصیان کے عوض دل میں کز خوف محبت
 وقت پر کرنا پڑی بے مانگی سے مزدت
 میں یہ زویدہ نگاہیں اب بھی نذر محبت
 میری گھر آتا نہیں کوئی بہ رسم تعزیت
 شکر ہے گھر بیٹھے ہوتا ہے وظیفہ مرحمت
 کچھ وظیفہ اب بڑھے ای شاہ عالی مرتبت
 ہاں ذرا میری طرف اٹھ جاؤ دستِ مکرمت
 کیسی دنیا، فکر دیں جاؤ میری آخرت
 جوش زن ہرے کے ہر قطرے میں بحرِ معرفت
 اب زبان پر رات دن ہر حمد و ثناء و ثقت
 واقعی میرے لئے یہ خراج سلطنت
 کم سے کم ہو تو ہر تحسین اس قدر جاؤ چھت
 کے، سی، ایس، آئی ہوئے سرکار عالی منزلت
 آسمان پر اس کو لے جائے غرور و تکنت
 چار حرفوں کی نہ تھی کچھ ورنہ قدر و منزلت
 یہ مے سرکار کے خاکِ قدم کی ہے صفت
 سب لکیریں ہاتھ کی میں جو جو د و مکرمت

مصرعہ تینج یہ ہے بہر انقباصِ حضور

کے، سی، ایس، آئی لقب سرکارِ کبیراںِ ثبوت

آسمان سے بادہ گرنگ لائی ہے بہار
 ہم نخل مینا سوسیکیش ہو رہی میں عید ہے
 پھول ہو ٹھہرا ہوئے لندن کی ہو کوثر کی ہو
 ہے خوشی رتبہ بڑا سرکار سے سرکار کا
 اے مے آقا اتنے سب غاشیہ بردار میں
 آئینہ بردار تیرے سطوت و جاہ و جلال
 لیں بلائیں مہر و مہر گردوں بلا گرداں ہے
 از کف پائے تو باشد مہر و گردوں استیز
 بشکر ریڈنگ کے بازو کی قوت تو ہے آج
 ناخن تدبیر سو سلجھائیں کیا کیا گھٹیاں
 عہد میں تیرے نظر آتے ہیں کیسے کامیاب
 پست میرا بخت بدن کر مری فکر بلند
 اس کی پر کیا ہوں میں طالبِ صلہ کا داد کا
 گھر بھی رہنے کو نہیں سرکار کے در کے سوا
 دھوٹا دھنی سوا بخت میں بھی ٹھہرتا نہیں
 اور بھی الفاظ اب ایسے مجھے ملتے نہیں
 زر کہاں کیوں میں من میں نہ گل بھی نہیں
 ذاتِ بیتی کیا کہوں میں؟ رات بھی برباکی
 عمرِ آخِر میں ہو دو بھر پرورشِ اولاد کی
 ابر سے شکر ابر بھی آج کا شانے کی چھت
 آئیں واعظ کے فرشتے تو ابھی بچا لگت
 کوئی بھی ہو اس خوشی میں آج سب کی ہو کھیت
 کے کسی ایسے آئی ہوئے آقا و علی منزلت
 مال و دولت ہو کہ ہوں اقبالِ عز و مرتبت
 اے فریدوں فرسکندر رتبہ دار منزلت
 اختر افشاں کو کب افشاں ذرہ خاکِ رت
 لعل افشاں باد سنگِ آستانِ درگہت
 تیرے سر پر سایہ افکن آج مآج سلطنت
 ہو گئے آسان مشکل کا رہا ہے ملکیت
 صیغہ ہائے انتظام و صیغہ ہائے سعادت
 ہو نہیں سکتی ادا مجھ سے کوئی ادنیٰ صفت
 منفعیل ہوں جانتا ہوں اپنی قد منزلت
 اور ہر وزیر نگیں میرے سخن کی ملکیت
 میری قسمت کو ہر احمد دم لفظِ منفعت
 دیکھ ڈالے چھان ٹلے میں نے جتنے غفلت
 اس گرانی نے مٹا دی تھی جو کچھ بھی قدرت
 ابر باران بن گیا ہو جھکا کے میرے گھر کی چھت
 ہو سکے تعلیم کو پوچھ کر کس طرح ہو تربیت

بہترین غسل صحت مہاراجہ اور محمود آباد اعلیٰ اللہ متقا

مہاراجہ سردار نذیر بہادر مبارک ہو یہ غسل صحت مبارک
یہی ہر طرف سے صدا آ رہی ہے یہ صحت ہوابتاقیامت مبارک
ہمیشہ ترقی کرے شادمانی فراوانی عیش و عشرت مبارک
وقار و جلال و چشم روزافزون زرو مال و اقبال دولت مبارک
بڑی چیز ہے تندرستی کی نعمت نعمت خداوند نعمت مبارک
مرا صبح سال کہتا ہے مجھ سے ریاض آج تجھ کو بھی غلت مبارک
خدا ہو کرا قاپر آقا سے کہدوں مجھے اپنے آقا کی خدمت مبارک

جناب آج یہ دن خدانے دکھایا

جناب آج یہ غسل صحت مبارک

۱۹ ۶ ۲۶

قطرہ تاریخ تہنیت میری اکبریکیمیکو کونسل مالک آگرہ وادھہ چہنا

اؤ بی امی شیخ حبیب اللہ صاحب دارالمہام یا علیہ السلام وادھہ چہنا

حسب الشہر مہاراجہ در اعلیٰ اللہ متقا

بلا مقابلہ کونسل کے ہو گئے ممبر مجال کیا تھی جو بنتا کوئی جواب صیب
اسی شراب کا یار ان انجن میں ہو دور کہ راستی و وفا ہے شراب ناب صیب

تاریخ تہنیت

ممبری کونسل آف اسٹیٹ ڈسٹریکٹ ہندوستان راجہ علی محمد خان بہادر

والی محمود آباد کے سنی ایس آئی بالقاب اعلیٰ اللہ مقامہ

کونسل آف اسٹیٹ کے ممبر ہمارا جہوئے
 بغض جو بچا پنتے ہیں ملک کی جمیعین تھے
 آپ کا کونسل میں آنا اقتضائے وقت تھا
 آپ کے دورِ گزشتہ کا دلوں پر نقش ہے
 ایسی شخصیت حکومت کو بھی جس پر اعتماد
 عہدِ والائیں وہ آؤ وقت سُن لیں گان بھی
 دے یہ مزہ انتخابِ نومسا کر اختلاف
 یہ بھی نظارہ دکھائے آنکھ سے دورِ جدید
 قوم پر شرکت سی اپنی آپنے احساں کیا
 ہوں گے آسان آپ کے آنے کو اب شواہد
 آپ سا بل گیا ایران کونسل کو رفیق
 اور بھی اب ممبری کی ملک میں وقعت ہوئی
 آپ کی شرکت سی ان کو کس قدر راحت ہوئی
 آپ کے آنے سے حاصل قوم کو عزت ہوئی
 دورِ حاضر کو میسر بھرنی دولت ہوئی
 ایسی وقعت اعتبارِ قوم کو وقعت ہوئی
 اختیارات و حقوقِ ملک کو وسعت ہوئی
 اب میں ہندوستان کی آسماں نعت ہوئی
 مٹ گئی تفریقِ قوم ایسی بہم الفت ہوئی
 قوم کو راحت ہوئی گو آپ کو رحمت ہوئی
 آپ آؤ یہ بڑی اللہ کی رحمت ہوئی
 جو نہ تھی پہلے وہ حاصلِ اطمینان ہوئی

مصرع تاریخِ برجستہ کہا میں نے ریاض

کونسل آف اسٹیٹ کی اب آپسے زینت ہوئی

مجھے ہر شوق کہ تیری ہی ہاتھ سے پہنچے یہ جان تو پئے نذر امام لیتا جا
 نہیں ہوں ساتھ تو میرا خیال بڑا ساتھ سوحین علیہ السلام لیتا جا
 بنا کے لا اسے صبح وطن تھے صدقہ حضور میں مری غربت کی شام لیتا جا
 علی کے نام سے ہوتی ہنسی کلیں آساں قدم قدم پر انھیں کا تو نام لیتا جا
 ازل کے روز ہوا پایا جس نے حسن قبول وہ پیش کرنے کو اپنا کلام لیتا جا
 نیم فکر نے تیری کھلائی ہر چ پھول حضور پروردِ عالی مقام لیتا جا
 بلند عرش بریں تاک ہے غلغلہ جن کا مراشی اپنے وہ اپنے سلام لیتا جا
 ضرور روضہ اقدس سے آئیگی آواز یہ بے بہارے موتی ہیں دام لیتا جا
 صلہ ہے مدح شہیدان کر بلا کا یہی یہاں سو صحت و عمر و دام لیتا جا
 پیئیں جولا کھ تو ہوگا کبھی نہ یہ خالی جو آگیا ہے تو کوثر کا جام لیتا جا
 مبارک ایسے آقا ہو یہ سفر تجھ کو غلام کا دم رخصت سلام لیتا جا

ریاض ہاتھ اٹھائے ہی آسماں کی طرف

دعاے بندہ شاہِ انام لیتا جا

رباعی بے سلام و پیام

فارسی میں ہے ع اسپ وزن و شمشیر فنا دار کہوید۔ رباعی مند بجز ذیل میں بابتبار شنگی
 و وفائے شمشیر کا ثبوت دیا گیا ہے۔

رباعی

وہ دھوپ کہ سبزہ لب جو خشک ہوا وہ لو کہ نہال آرزو خشک ہوا
 پیاسی رہی تیغ بھی برنگِ شہیر ہر وار پر اعدا کا لہو خشک ہوا

چمن نے نظر آئیں گے، ہر روش ایسی
 انھیں کے سر ہو کونسل کے کام کا سہرا
 عجیب رنگ طبیعت ہو آپ نے پایا
 رہیں ہمیشہ مہاراجہ کے حبیب جناب
 حبیب قوم ہوں پائیں حبیب ملک خطاب
 نگاہ لطف و کرم میرے کار ساز رہے
 یہ فرض میں کبھی پاؤں جواب تلخ اگر
 ہمیشہ میرے لئے بارشِ سخاوت کرم
 ہمیشہ غاشیہ بردارِ عز و جاہ و جلال
 بنے گا کوئی نہ خارِ رو صواب حبیب
 بڑا مزا ہو بڑھا پائے شباب حبیب
 عجیب چیز زمانے میں جناب حبیب
 رہیں حبیب مہاراجہ کے جناب حبیب
 اب او بی ای کے سوا اور نہ خطاب حبیب
 نہ اپنی آنکھ سے دیکھوں کبھی عتاب حبیب
 مزا شراب کا تلخی جواب حبیب
 ہمیشہ میرے لئے لطفِ بجا حبیب
 ہمیشہ دولت و اقبال ہم رکاب حبیب

کہا ریاض نے کیا خوب انتخاب کا سال

بلا مقابلہ کیا خوب انتخاب حبیب

۲۹ ۶ ۱۹

(سلام مندرجہ ذیل مطبوعہ بتعداد کثیر سنہاراجہ بہادر علی گڑھ قلم نے کر بلاؤں میں تقسیم فرمایا)

غلام کا پیام

آقا کے فریے سے

امام ہر دوسرا کو سلام لیتا جا
 تو اتجاہ دل تشنہ کام لیتا جا
 پیام برترے صدقے پیام لیتا جا
 ملے جواب مے لالہ فام لیتا جا
 مجھے بھی تھوڑی سی مل جائے ساقی سے
 دل شکستہ کا ٹوٹا سا جام لیتا جا

نام مقبول ہے حسین کے ساتھ
 قوم کے ہیں یہی علم بردار
 دل میں ان کے ہوا اپنے ملک کا درد
 قوموں کا اتحاد ان کا شعار
 کعبہ دل میں ہے بتوں کی جگہ
 اُن کے سب سے میں رشتہ زمار
 خالی ہندو ہو زلف کا فر ہو
 دونوں پر جان و دل ہو میں نیشار
 سخت کافر یہ حق پرستی میں
 حق ہی نکلے گا منہ سے بر سر دار
 ایک ہیں سب نگاہ میں اُن کی
 گہر و ترسا و کافرو دیندار
 سب ہیں اعضا کے یکدگر باہم
 در و مندی اگر ہو سب کا شعار
 اتھوان کتنے ایک رشتہ جاں
 رشتہ سبجو ایک دانے ہزار
 نیک دل ہو ہر ایک نیک پوش
 دور از کبر و نخوت و پندار
 گاندھی آزاد شوکت و حسرت
 چاہتا ہے کہ حق ہو ان کا شعار
 نہ ریا ہو نہ زور ہو نہ فریب
 سیدھی رفتار سچی ہو گفتار
 امتحان پہلے میل جول کا ہو
 نہ رہے انتخاب میں تکرار
 نہیں یاروں کے دل میں چر اگر
 کیوں بناتے ہیں سہل کو دشوار
 اس میں راز نہاں جو ہو کوئی
 کاش چپکے سے اُس کا ہوا ظہار
 غیر شوکت نہ غیر حسرت ہیں
 ایک ہیں سب مہاجر و انصار
 کچھ کہے کوئی یوں نہ ہونگے کبھی
 ظفر اپنی شکست پر تیار
 ہو تحفظ پے کثیر و قلیل
 صاف دستور پہلے ہو تیار
 رنگ بدلے نہ دھوپ چھاؤں کی طرح
 ابھی اقرار تھا ابھی انکار
 راستی موجب رضا خداست
 بند اب ہر طرف ہے راہ فرار

نظم متعلق اخبارِ برہم

بہ سلسلہ ابستگانِ مہابہا راجہ درمچو آبا و اعلیٰ اللہ مقام

دھوم ہے برہم بدایوں کی	ہے ابھی تو یہ ہفتہ وار اخبار
منظرِ لطیف سرسبزِ الدین	پئے برہم ہوئی ہے وجہ وقار
رنگ لائے بنو و سید و گل	دیکھیں منزلِ شادخاں بھی بہار
قدرواں اس کے دلی بھوپال	قدرواں رام پور کی سرکار
باغِ گھر کا ہے باغباں گھر کا	ہوں زمیندار یا تعلقہ دار
دیکھ لو پیار کی نگاہوں سے	کہ سنبھل جائے یہ دل بیمار
خضرِ کاش کوئی پیدا ہو	وقت نازک ہے مرحلہ دشوار
قدردانوں سے ہے امید یہی	سہل فرمائیں عقدہ دشوار
جلد روزانہ ہو دعا ہے یہی	بلکہ ہر روز یہ چھپے دو بلار
شفقِ صبح بن کے نکلے صبح	شفقِ شام شام کا اخبار
شام کو یہ بنائے شامِ وصال	صبح کو یہ بنائے صبحِ بہار
اس کے ایجنٹ ہوں بہار فروش	بنے خود اس کی گلفروش بہار
اب بھی کوزے میں بند ہے دریا	ہر ورق اب بھی ہے ارم بکنار
اشکِ غنیں سو سرخیاں ہیں لکھی	حرف ہر ایک زخمِ دامن دار
خود ایڈیٹر میں خود ہی مالک ہیں	قاضی جرنلسٹ سحر نگار

اثر انداز ہو نہیں سکتے نہ لنگونی نہ طرہ و ستار
 باتیں قاضی کی ہیں خدا لگتی جن سے ممکن نہیں کبھی انکار
 اپنی ڈفلی ہوا پینا اپنا راک ہے بجا انتخاب پر اصرار
 ہے بہت ہم کو قلقل مینا ہم کو واعظ سے کچھ نہیں سرکار
 فکرینے کی فکر بھنے کی اب اسی پر ہے زندگی کا مدار
 بہکی باتیں ریاض اب نہ کرو عمر آخر ہے نشے کا ہے اُتار
 رند تم اور رسم قاضی سے یہ نہ ہوں گے کبھی تمہارے یار
 تم تو اپنے قدح کی خیر مناؤ کہ ملیں روز بوتلیں دو چار
 خود پیو دوستوں کو پلو اؤ جو پئے گا وہ ہوگا شکر گزار
 شاقب و محشر و عزیز و ریاض ایک ہی میکدے کے ہیں بخوار
 ابرمیانہ رحمت باری ساقی میکدہ مری سرکار
 وہ سلامت رہیں ہزار برس ہر برس کے ہوں دن بچا پس ہزار
 صبح پر صدقے روز شام اودھ شام پر روز صبح عید نشار

تاریخ انتقال اجمہ محمد علی احمد خان بہادر اور سردار جہاں جہاں

اعلیٰ اللہ مقاولیٰ یار محمد آباد

چھوٹے راجہ نے دیاد اغ جوانی پرینا ص جب بہار نے کے دن آئے جو گزراں
 ہائے بھلے کی نہ افکاس وہ چاندی شکل چاند سوز نکلتا ہے جو ہوتا ہے نہاں

دورِ قاضی ہے آردن تو گئے راضی آئے بہت ہی دور از کار
 آج کچے گھڑے کی پی پی ہے کیا ہے یہ قاضی ہمیشہ کا میخوار
 وقت سے پہلے نقد کچھ کم دو کبھی اچھے نہیں ہیں تیرا دھار
 کبھی راضی نہ ہوں گے یو قاضی گاندھی ٹوپی اُدھرا دھو ستار
 رہن مے ہوں تو ساتھ دونوں ہوں نہ وہ ٹوپی بچے نہ یہ دستار
 بنیں دونوں گرمست کی چادر دونوں ساتھ اُترینگے سہر بازار
 مل کے جتنی ہے خوب یاد رہے مل کے دیگی مزا یہ پیسج پکار
 متحد ہوں یہ کون سُنتا ہے رہے گی انتخاب پر تکرار
 سعی فرما کے وہ بھی دیکھ چکی نہیں ملتے، تو کیا کرے سرکار
 ایسے دیوانوں کا یہی ہے علاج رہیں آپس میں برس برس پیکار
 جھنڈیاں ہیں کہ برجھیاں، بلم نہ ملے کچھ ہمیں یہ بے منظور
 فرق محمود اور شوکت میں اپنے مذہب سے ہم کو ہے رکار
 گوشت ناخن سے ہو رہا ہے جدا دلوں میں کس نے بودئے ہزار
 ٹہنی کی آڑ بھی نہیں باقی دل جگر کا، جگر کا دل ہے شکار
 پانی لالٹھی سے کب ہوا ہے جدا اُف رے صیادِ پرفن و عیار
 نیش کز دم نہیں ہیں نیشاٹ اے فریبِ نظیر ہے دشوار
 دور رس ہے نظر تو فکر بلند قوم پر جان و دل سے ہیں یہ نثار
 مانیں گاندھی کی مفتی و قاضی رائے صائب فریس، تجرہ کار
 بے سبب قوم سے نہیں اصرار

حاش دل سے اہل کی مٹ نہیں سکتی تانک
 اولے شکر کی توفیق دی سرکار کو حق نے
 اٹھایا داغ ماں کا باپ کا بھائی کا سینہ پر
 بہا کر اشک سچو موتیوں سے استیں بھری
 اٹھا جب ردِ دل تو سید نہ کوئی کی مجال میں
 عجب کیا استیں ابرِ شفق گوں کا بنے ٹکڑا
 دکھایا صبرِ اٹیو بی ہمیشہ راجہ صاحب نے
 یہی وہ عادیہ ٹکڑے کئے جس نے کلیجے کے
 لٹائے گنجِ زر جس سے اُسے ہاتھوں سے مٹی دی
 پکار اٹھی زمینِ قبر میں ٹکڑا ہوں جنت کا
 بلائیں بڑھ کے لے لیں حور کے گیسو بستی کی
 ہوئی معج ہوائے خلد صدقے لوٹ بستی پر
 لٹانے پھول اٹھلائی سرِ مدفن بہا رانی
 قصورِ خلد و طوبیٰ السبیلِ حجِ شومہ کوثر
 کفِ پانچہرہ و مہرے گوشہ گوشہ ہو گیا روشن
 ہزاروں آسمان نور میں فروں کی کشتیاں
 غمِ سبطِ نبی کا داغ چمکا فوٹِ فن میں
 ہوئی طوبیٰ انشیں روح کے پرواز کرتی ہی
 رہے اللہ کا سایہ مے سرکار کے سر پر
 یہ کیوں لئی کہاں لئی یاس گوجی میں کیا آیا
 لیا صبرِ سکوں سے کام غم کو ضبط فرمایا
 کیا نذرِ غم مولا سرِ مرثاں کا جواشک آیا
 گہرا بی بڑھی حد تو بھر دامن بھی پھیلا یا
 بڑھا جب جوشِ غم تو کر بلا کا ذکر فرمایا
 عجب کیا انجمنِ الوں کا دامن لگا لگایا
 جب آیا شکرین کرنا دل ہونٹھ پر آیا
 نہ تھا ممکن کہ صبر آجائے لیکن صبر فرمایا
 پلے تھے گو دین جس کی اُسے ہاتھوں سے دفنایا
 آگاہ تھے ہی سبزہ بن کے زلفِ حور لہرایا
 جب اتراتا ہوا جھونکا ہوائے خلد کا آیا
 زمیں پر بچھے کے سبزہ نخلِ طوبیٰ کا بنا سایا
 ادھر برسانے موتی جھوم کر ابرِ کرم آیا
 اترتے ہی لمحہ میں کچھ عجب عالم نظر آیا
 زمیں کے اتر سمت کو ہر ذرے نے چمکایا
 یہ عالم دیکھ کر نیلو فری چرخ اور چکر آیا
 چراغِ نور اتر کر عرش کی قندیل سے آیا
 کینزِ فاطمہ زہرا نے کیسا مرتبہ پایا
 طبیعت کو غمِ سبطِ نبی نے خوب بھلایا

کوئی سرکار سے پوچھے کہ وہ کیوں میں غلوں
 نہ تڑپا ہے نہ فریاد نہ آہیں نہ فغاں
 دیکھنے والوں کا منہ دیکھ کے رہ جاتے ہیں
 وہ سکت ہی نہ وہ طاقت ہی نہ وہ قابض
 بھائی کے واسطے ہی قوت بازو بھائی
 راجہ صاحب تو سمجھتے تو انھیں روحواں
 زور بازو تھے نہ ہونا تھا جد بھائی سے
 ڈھونڈھنے جائیں نہ اہ قبت بازو کو کہاں
 گھر میں ہکر نہ بڑھا نامتی محبت ان کو
 گو دسواں کے الگ ہتے جو مرنا تھا خواں
 صبر کیا نہ رہا صبر کا دیسے والا
 واقعہ سخت ہی دے صبر خداوندیہاں

دست ماتم سے صدایہ پے تاریخ آئی
 جان گل ہے الم مرگ علی احمد خاں

۱۳ ۲۳

تاریخ اتقان جناب لدہ محترمہ سر راجہ محمد علی محمد خاں بہار

بالتقا والی یاسٹ علیہ محمود آباد وودہ امامت بالہ

بھلایا تھا غم مرگ پدرماں کی محبت نے
 جد اسرکار کے سر ہو اب ان کا بھی سایا
 ابھی آسمان نے کیوں میں سر پٹھائی ہے
 ستم تو ڈھانچا تھا اب پھر اس کے کیوں ستم ٹھایا
 ہزاروں پرورش پاتے تھے دست جو سواں کے
 یہ ایسا حادثہ ہے جس نے اک عالم کو ٹریا
 قحان بیوگاں نامے یتیموں کے غم جو کہ
 اجل نے پیو دامن کو کہلا کا ٹونیس لکھایا
 وہی لے اجل کے دل مینا دک بن کے جب ہے
 تول کے گھر کو گھر کو زخم لے ہم نے بھرا یا
 یہ وہ غم ہی ہے ناسور جس سے موت کے گل میں
 یہ وہ غم ہی ہے کل بھی کلیہ جائنہ اب آیا

غم زدہ ہے تمام سیتا پور میرے صاحب کو کیا کوئی سمجھائے
 متاثر ہوئے مہاراجہ کتنے محزون حضورِ نو نظر آئے
 ایسے اُبتاد و زادے کا مرنا تربیتِ نخلِ عاطفت میں جو پائے
 پاس بیٹے کے ساتھ لیلِ بی قابلیت نے چار چاند لگائے
 کیا قیامت ہے ایسے چاند کا داغ چاند سینے سے اس کی کیون لگائے
 کیوں نہ افسوس ہو ریاست کو کام کے جب ہوئے تو کام نہ آئے
 لارہا تھا شگونے نخلِ مراد ہم سمجھتے تھے دن بہار کے آئے
 ہونہ اہلِ چین کو کچھ بھی عجب آگ ابر بہار اگر برسائے
 سیرِ گلشن میں احتیاط یہ تھی کبھی نرس ادھر نہ آکھ اٹھائے
 دو گل گشتِ اہتمام یہ تھا آتشِ گل جو بجھ کر آئینہ نہ آئے
 کہتا تھا سایہ مہاراجہ گھنے پتوں پر چین کو دھوپ نہ آئے
 نہ دکھائے اثرِ تمازتِ مہر رنگِ ہاتھ نہ دھوپ نہ لگائے
 کم ہے جتنا اثر ہو آقا پر یوں الہی کسی کو موت نہ آئے
 ایک دانے نے زہریہ بویا کہ زمانے نے اشکِ تلخ بہائے
 رونے والوں میں ایک ہم بھی ہیں بیٹھے ہیں دل پر اپنا داغ اٹھائے
 مٹ گئی اب بہارِ باغِ سخن رونقِ بزمِ شعر کون بڑھائے
 آج آزاد ہیں نہ ہاتھ میں جا کے کس کو کوئی کلام نہ آئے
 داغِ آزاد ہو گیا تازہ ساتھ ہاتھ کے یاد وہ بھی آئے
 مجھ سے کتنا تھا لطفِ ہاتھ کو مجھ سے بھی کس قدر عقبت ہائے

ریاض اس حادثے کی ہر ہی تاریخ تم کہہ دو
سیر اقدس سے اب داماں مادر کا اٹھا سایا

۳۹ ۳۰ ۳۱

نغم ہاتف

تاریخ انتقال جناب احمد حسین تفسلی۔ ایل ایل بی موم سنسٹ

ریاست عالیہ محمود آباد برادرزادہ میر مظفر حسین مامور وکیل ستار

کھا گئی تم کو آہ کس کی نظر	سید احمد حسین ہاتف ہائے
تم میں تھے سب خصائلِ سادات	یاد کے ساتھ کیوں نہ رونا آئے
نیک دل نیک طبع نیک نہاد	کس طرح دل سو کوئی تم کو بھلائے
دردِ دل پر ہزار پہرے ہوں	نہیں مکن تمہاری یاد نہ آئے
قبر کو ہم لگائیں آنکھوں سے	آنکھ کی تیلی قبر تم کو بنائے
اپنے پیارے چچا کی جان تھے تم	رنج سے کیوں نہ جان لب پر آئے
کیوں نہ جان ان کی کشمکش میں پیے	جان تو جائے اور جان نہ جائے
اب مظفر حسین ہی وہ نہیں	کیا ہوئی وہ شگفتہ صحبت ہائے
شکل آنکھوں کیوں نہیں مٹتی	دل سوڑھ کر تم آنکھ میں ہوسٹائے
دن نہ تھے یہ تمہارے مرنے کے	دن یہ دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے
بچیوں کو بلکتے دیکھے کو ن	بی بی آنکھوں کی کیوں خون بہائے

درو اسلام خوشچکاں دل میں اثرات اُس کو نگین سے عیاں
 دل کی گہرائیاں وہ کیا ہوں گی جن میں ہواک جہاں کا درد نہیں
 کیوں نہ دل کو جہانِ درد کہوں اس قدر ہو هجومِ دردِ جہاں
 قوم کے واسطے سراپا درد ہم تن ملک کے لئے رگِ جہاں
 ہائے وہ آنکھ اشک سے لبریز موج در موج جیسے بھر رواں
 دل وہ دل بہر چشم باعثِ خضر جس کا حصہ ہو صبر و ضبطِ فغاں
 ہائے وہ شیوہ رضا جوئی ہائے وہ غمے بجز بے پایاں
 جس کا سایہ ہو تیرگی میں نور جس کے پر تو سے کفر ہو ایماں
 خاکساری میں وہ عروج وہ ادج لیں قدم طرہ ہائے تلج کیاں
 کھل کے داد و دہش میں قائم طے اور پوشیدہ دستِ رزقِ سماں
 ہاتھ کی ہاتھ کو نہ کچھ منجبر دسترس تک وہ دستگیرِ جہاں
 موجِ آبِ گہرا ٹٹھے جس سے ہاتھ کی ہر لکیر جوئے رواں
 وہ تدبیر جو فہم سے باہر وہ فراست کہ عقل ہو حیراں
 وہ سیاست ملے نہ جس کی مثال وہ ذہانت نہ پہنچے وہم و گماں
 کہئے قوت انھیں حکومت کی کہئے پبلک کی ان کو روحِ رواں
 تھے سراپا وہ لطف و مہر و کرم حصہ اُن کا تھا لطفِ بے پایاں
 عجب انسان باعتبارِ شرف یا فرشتہ بصورتِ انسان
 تھا یہ ادنیٰ سا فیضِ معِ ملہم کہ نہ تھا ان سا شاعرِ مہمہاں
 ہمہ واں ایسے دیکھے ان کو اگر تو کرے زانوے ادب سہماں

مضطرب تھے چھپے مراد یوان یہ تقاضہ نہ دیر ہونے پائے
 سہرے دیکھے تو ہنس کے بول اٹھے کوئی کچھ کہہ کے خاک رنگ جائے
 رتبہ دانِ ریاض قد شناس اس طرح ہائے آنکھ سو چھپ جائے
 فاتحہ پڑھ کے بار بار کہوں ہاتھ اللہ مغفرت فرمائے
 خوب مصرع یہ ہے پئے تاریخ

گل ہوا اب چراغِ بزمِ اے وائے

۴۶ ۵ ۱۲

تاریخ وصالِ عالی جناب سرِ امیر محمد علی خان درالقاہ اعلیٰ اللہ مقاب
 ننہ

یہ عالی جناب خان محمد امیر محمد علی خان درالقاہ الی محمود آباد (اوچھ)

ماشوقِ صادق نبی و علی اے محمد علی محمد خان
 آپ کی ذات راہِ قدرت تھی آپ کی ذات میں تھے ازہاں
 ہے یہ قدرت کی کار فرمائی وہ پس پردہ آج بھی ہے عیاں
 منظرِ ذاتِ حق ہوں جس کے صفائے کیوں رہیگا حجاب میں وہ نہاں
 چھپنے پر بھی ہے دیدہ و دل میں کیا ہوئیں کابیاں جو شکر ہو عیاں
 چشمِ تربت میں جلوہ رنگیں سر تربت بہارِ باغِ جناں
 جانِ دی عشرہ محرم میں کھلے سربستہ راز ہائے نہاں
 عشق کے واسطے ہوں مایہ ناز ایسے اب عاشقِ امام کہاں

نہیں ہے کچھ ریاض پر موقوف
 ایک عالم کے ہے یہ روزِ باں
 مشکیں جو امیدیں باقی تھیں
 رہ گئے دل کے دل میں لبِ باں
 لکھنؤ ہائے لکھنؤ نہ رہا
 اب وہ صحبت کہاں وہ لطف کہاں
 قدر افزائی ہنسنے نہ رہی
 نہ رہا کوئی با کمال انسان
 وضع داری اٹھی زمانے سے
 وضع داری کا نام ہے نہ نشان
 جو دو بخشش کا سلسلہ نہ رہا
 اب کہاں کوئی حاتمِ دوراں
 بیکسوں کا ہر چارہ ساز اب کون
 اب غریبوں کا دل نواز کہاں
 اک جہاں مبتلائے ماتم ہے
 قوم کیا اک جہاں ہو گریہ کنّاں
 وہ رئیسانہ شان ہی نہ رہی
 اب نہیں کوئی شان کے شایاں
 مردم ویدہ دستِ مرگاں سے
 کریں ماتم بہ ضبطِ آہ و فغاں
 اپنے ہاتھوں سے اپنا ماتم ہے
 دل کے غم میں جگر ہے نوہ کنّاں
 انقلابوں کے دیکھنے والو
 یوں بھی دیکھا تھا انقلابِ جہاں
 ایک زمانہ مرقعِ غم ہے
 کیا ہوا تھا جو سب کی روحِ رواں
 کون ہے جو کرے مسیحا ئی
 جاں کی طرح لبِ پر آئی فغاں
 کیا کہوں آہ اپنے دل سے میں
 دل ہے خود آج خانہ ویراں
 آہ، جیسے کسی میں جان نہیں
 جس کو دیکھو وہ ہے تنہیاں
 خاک ہوں گے شگفتگی کا سبب
 دامنِ دل میں غنچہ پریکاں
 مضمحل ہیں دل و دماغ و جگر
 اب وہ بالیدگی روح کہاں
 یادِ ایامِ لطفِ شعر و سخن
 اب وہ ساحر کہاں ریاض کہاں

مرثیہ پڑھنے میں خود اپنی نظیر
 نازش خاندانِ میرائیس
 اور کہنے میں بے عدیل جہاں
 قابلِ رشک ان کی شستہ زباں
 نور افزائے دیدہ عارف
 نور افزائے دیدہ عرفاں
 صاحبِ علم ان کے رتبہ شناس
 فن کے نقاد ان کے مرتبہ داں
 کم ہے تعریف کیجئے جتنی
 ان ری تاثیر مدحِ شاہِ نیاں
 لاکلام آپ کا کلامِ نفیس
 ایسے اب صاحبِ کلام کہاں
 آفریں ناخدا اے خلقِ خدا
 حبذا بندہ شہِ مرداں
 کیسے سکے جہِ حقے عالم میں
 اک خدائی تھی تاجِ فرماں
 کشتی قوم کے محافظ تھے
 ملک کا تھا سفینہ ان سرواں
 قبر پر نور کا و نور ہے آج
 ذرہ ذرہ ہے نیتِ تاباں
 سایہ گستر ہے دامنِ زہرا
 کہہ رہی ہے یہ پاکی و اماں
 ہر طرف عشرہ محرم ہے
 ایک عالم ہے آج نورِ کناں
 بعدِ رحلت بھی زندہ جاوید
 چھپ کے زیرِ زمیں بھی جلوہ عیاں
 پائے جو زندگانی جاوید
 نہبتا غلہ کر بلا کی زمیں
 زندگی اس کی موت پر قرباں
 نسبتاً غلہ کر بلا کی زمیں
 نہبتا گورِ چشمِ حورِ جاناں
 ذرا قدر داں مرا نہ رہا
 لے ریاض آج میں ہوں اوغلاں
 عمرِ رفتہ کو کون واپس لائے
 اپنے آقا کو پاؤں آج کہاں
 کون آقا ریاض کے حامی
 اور جس پر ریاض تھا نازاں
 زندگی غنی ریاض کی جس سے
 بعد اس کے ریاض ہی بجاں

دستگیر آپ کے رسولِ خدا دستگیر آپ کے شبِ مرداں
 سایہ افکن رہیں ہمارا نی جن کا سایہ ہے رحمتِ یزداں
 وہ ہمارا نی صاحبہ ذی جاہ وہ ہمارا نی صاحبہ ذی شاہ
 جن کا ثانی نہیں زمانے میں جن کے اوصاف بید و پایاں
 ساتھ دیں آپ کا صدوی سال آپ کے بھائی شل روح رواں
 کف پاچہ میں رفعت و اجلال کف پاچہ میں جاہ و شوکت و شاہ
 جان ہیں آپ ایک زمانے کے آپ ہیں اک جہاں کے بیچ وں
 ثاقب و محشر و عزیز و ریاض اور کتنے ہیں بستہ و اماں
 چھپ گیا ہے جو چشمِ ظاہر سے ہیں اُسی کے یہ جلو ہائے عیاں
 زندہ نامِ نکو کے ساتھ مدام ہیں محمد علی محمد خاں
 کہوں ہجری میں کیا سنیں مصال نہیں کھلتے مے لب اور دہاں
 کچھ شگافیدہ کچھ تراشیدہ پہلے سے ہے مری قلم کی زباں
 ہاں مگر وہ ہے واقفِ اسرار ہاتھِ غیب کھولے اپنی زباں
 بڑھے کے روح القدس نے مجھ سے کہا ہے یہ فیض مدیح شاہِ زماں
 کہیں ہوتی ہر ایسی بھی تاریخ کہ جتاں میں ہے سب کے در و زباں
 سر تربت بہ صنعتِ منقوط بنے یہ شعر شمعِ نور افشاں

دھوم ہے دھومِ غلہ میں آئے
 سر محمد علی محمد خان

آسماں دور ہے زمیں ہے سخت قرب سے بدلے خاک بعدِ مکاں
 کس طرح جاؤں کس طرح پہنچوں ہیں بہت دور عیسیٰ دوراں
 دے خدا صبر ب کو آپ کے ساتھ اے محمد امیر احمد خان
 اے فلک مرتبتِ فلکِ شکوت اُٹھائے حوادثِ طوفاں
 میرے راجہ! امیر ابنِ امیر میرے راجہ! وحید و فخرِ جہاں
 میرے آقا کی ہو بہو تصویر میرے آقا کی جس سوشانِ عیاں
 آپ پر آج مرتبتِ صدقے آپ پر آج شوکتیں تیراں
 آپ کے خلق پر فدا عالم اور ایثار پر نثارِ جہاں
 اخترِ بخت اون پر دن رات اور اقبالِ نیرِ تاباں
 ناتوانوں کی آپ قوت ہیں ناتوانوں کی آپ تابِ دواں
 کشتی قوم کو ہے بادِ مراد ایک ادنیٰ سی جنبشِ داماں
 دے خدا زور دست و بازو میں بارِ کشتی ہے آج کو و گراں
 میں ہوں اب اور طلقہ گرواب بحرِ غم اور شدتِ طوفاں
 بنے لنگر جو پائے استقلال ابھی ہو جائیں مشکلیں آسان
 میرا ماں خدا ہے خود اُن کا جو توکل پر اپنے ہیں شاداں
 آپ کی ذات پر مدار اُن کا آپ کی ذات پر وہ ہیں نازاں
 آپ کی ذات پر جہاں کو ناز آپ کی ذات اقتدارِ جہاں
 روز افزوں ہو آپ کا اقبال روز افزوں ہو دولتِ ایماں
 نورِ ایماں کی طرح عمر بڑھے دے بزرگی خدا بہ عمرِ جواں

روشنی پھیلی ہوئی ہے ہر طرف مٹ گئی ظلمت زبِ انوارِ سحر
 عرش کے تارے تلکے تاج کے چاند سورج و امن زرتارِ سحر
 دامنِ دولت سے وابستہ تخیِ خلق رشکِ دامن تھے کفِ دربارِ سحر
 در تک اگر گھر کوئی جاتا نہیں ہے عجب حاجت روا دربارِ سحر
 کیا میری تاریخ کیا میں و لیاض قدروانی جو کرے سرکارِ سحر
 پیشکش یہ مصرعِ تاریخ ہے سحر میں اعجاز ہیں اشعارِ سحر
 دوستوں کو ہوا مبارک اور لیاض چھپ گیا دیوانِ گوہرِ بارِ سحر
 دشمنوں کے آنکھ میں کانٹے چھپے کی جو سیرِ گلشنِ افکارِ سحر

بن کے نکلے خارا الف اشعار کے

سحر میں اعجاز ہیں اشعارِ سحر

۲۰ ۱۳

ایضاً

طبع کا سحر کے دیوان نے پہنا ہی لباس دفترِ رز کی نہیں جلوہ گری شیشے میں
 میں نے جربہ کہا مصرعِ تاریخِ لیاض دیکھ لو سحرِ اتاری ہے پر شیشے میں

۲۰ ۱۳

(غزل نہیں ملی صرف ایک شعر منقبت ملا جو خاص طور پر حضورِ سحر میں بھیجا گیا تھا)

بند۱: گزیندہ در پردہ تو بہ ہو جائے

توڑ ڈالیں ابھی مثلِ درِ خیبر حیدر

قطعہ تاریخ طبع دیوان تصنیف امیر الحرم نصیر الملت الدین

دی انزبیل امیر الدولہ سعید الملک خان بہادر امیر خزانہ

ممتاز جنگ کے سسی آئی ایف سسی وی

اعلیٰ اللہ مقاولی محو ابادو

سحر کا دیوان ہے باغِ طلسم	سحر کا گلزار ہے گلزارِ سحر
خالِ رخ ہر نکتہ حسنِ طبع سے	سطر زلفِ شاہدِ گفتارِ سحر
شاعری ہے سحر کی یا ساحری	کس قدر ہیں سحر کار افکارِ سحر
نقطہ نقطہ گو ہر شہوار ہے	صفو صفو دامنِ دُور بارِ سحر
نکتہ چینی کیا کرے گا اب کوئی	کیسی جدول کھینچ گئی دیوارِ سحر
سحر کی ہر بات ہے جادو بھری	کرتی ہے ہر بات گویا کارِ سحر
بات وہ کافروں میں اب کہاں	بت بنے ہیں سن کے گستاخِ سحر
ساحری فن چھوٹے ہیں ہاں	کچھ عجب سرکار ہے سرکارِ سحر
سینکڑوں کافر کے پتلے جمع ہیں	کچھ عجب دربار ہے دربارِ سحر
سبے بالا سحر کی فکر بلند	اس سے بالا طرہ دستارِ سحر
کٹ گئے دشمن طبعیت جب لڑی	کہئے اس کو تیغ جو ہر دارِ سحر
برق سے طبعِ رواں کی کیا مثال	برق ہے نعلِ سیمِ رہوارِ سحر

ایک آفت جوتے کو ہل میں ہم جوتے گئے
 کمینچنا وہل جو چلتے ہوں زیریں کو بھاڑ کر
 ایک حالت پر گزر جانے لگے دودھ بھر
 آگیا بھاری جو گاڑی کا گردن پر کبھی
 چمکڑے کیو کیو ہم نے کھینچے دلدل کے پینے
 کھانے پینے کا نہ کوئی وقت تھا آرام کا
 موسم گرما میں دن کی دھوپ کی سخت و تیز
 ہم اگر تھک کر کبھی بیٹھے تو منہ چلتا رہا
 خون سوکھے و کھیکر کھانے کو یہی خشک گھاس
 جیتے جی گویا بھرا جاتا تھا بھوسا کھال میں
 اپنی چربی سو جو نکلا ہو کھلی اس تیل کی
 دانہ بن جاتیں تو بن جاتیں بن کی پھینیاں
 آندھی آئے پانی برسوں کو چلنا رات دن
 ہاؤ وہا سو بے ہوئے پھولے ہوئے کا ندھو کا زخم
 بے سکت پالنگ لاغر ناتوان زار و خف
 رفتہ رفتہ ویدیا طاقت و فیہی بالکل جواب
 جان پہنچنے کے ذریعے جس قدر تھوڑے بیٹے
 باندھ کر بیچ ہو کھلاؤ کون بڑے سبیل کو
 وقت نڈک عمر آخر جلن و دھیر مال غیر

ہر طرف ہل چل گئے کیا ہو گئے وہ سبوزار
 گوزیں پتھر کی بھی ہوخت ایسے نوکدار
 ماں کے نخن کا دودھ آیا ہونٹھ پرافت و نثار
 ہم نے گو میدان جیتے پھر بھی سمجھے اپنی ہار
 بوجھ ہم نے یوں اٹھایا جس طرح عصیان کا بار
 ٹھوکریں کھا کھا کے گرنا اور چلنا بار بار
 موسم سرما میں شب کی ادس کیسی ناگوار
 تھا ہماری زندگانی کا جنگلی پر مدار
 جس کو پی کر خون پانی ہو وہ آب ناگوار
 سوکھے و ٹھٹھل بھوک کی شدت میں کہ نہ ہمار
 وہ بھی قسمت سی بیٹھنے میں کبھی دو چار بار
 اس کا بدلہ بھی بھگتتا ہم کو تار و زشتار
 ساتھ دیو تو اس طرح دیو گردش لیل و نہار
 بوجھ بھاری سخت منزل اونچی نیچی رہ گزار
 بھوکے پیاسی و زخم خورہ سینہ نشین و لنگار
 بیٹھ کر اٹھنا ہوا مشکل ہمیں انجام کار
 رحم کے قابل نہیں اب بھی ہمارا اصل زار
 کون پالے ہم کو اس حالت میں مادی پروردگار
 سر پر اب قصات پہنچے کے چھراں آں بدلہ

بیل کی سرگزشت

[بیل کی سرگزشت جناب نواب خان بہادر سرعزیز الدین احمد
بالقابہ دیوان دتیا کے اسم گرامی سے معنون ہو کر مدوح کی تصویر کے
ساتھ کافی تعداد میں بخطاطی و واضح کتابی تقطیع پر شائع ہو چکی ہے۔
اب ترتیب دیوان کے موافق ذیل میں درج ہے۔ اور اسی کے ساتھ
کی دونوں جن کا تعلق قاضی صاحب و عزیزان قاضی صاحب ہے
افسوس ایسی زیادہ نظمیں محفوظ نہ رہ سکیں۔]

بیل بن کر کس مصیبت میں پھنسے ہم بڑباں	سرگزشت اپنی بیاں کس سو کریں ہم جان باری
دودھ میں ماں کے ہو کر قوم کے بھائی شریک	بھائی بن کر بھی نہ سمجھے کہ میں ہم شیر خوار
رکھ کے بھوکھم کو اپنا پیٹ سب بھرتے رہے	کہہ کہہ ماتا دھو کے دیتے تھے اسی بھی بار بار
اس کو اتنی تھی محبت منہ ہمارا دیکھ کر	چاٹتی تھی پیار کو کس طرح وہ الفت شعار
دودھ اترے ماں کا و منہ ہم نے مارا اس لئے	ورنہ یہ منہ تھا ہمارا دودھ کرتے زہر مار
ہاں بندھے رہتے تھے خن کے پاس ماں کے پاؤں سے	منہ کے بدلے ہاں کھلی رہتی تھی چشم انتظار
دور تھا منہ سے ہمارے خن بھی طرف شیر بھی	ظرف کو باہر نہ جانے پاتی لیکن کوئی دھار
ساتھ ماں کے جب چلو منہ پر چڑھی جانی ضرور	اب ترس آتا ہے کس کو لاکھ ہون ہم بقرار
بعض کو آیا ترن بھی کچھ تو آیا اس طرح	پی چکے تھے دودھ ماں کا لحم یوان کو تھلا
پھر بھی دونوں ایک تھی بید رہی ہمدرد بھی	کام لیتے میں نہیں بید رویاں سب کا شمار
آنکھ پر جب کچھ پڑے کچھ کھلے ہاتھ پاؤں	سینگ بھی آنے نہ پائی ہوئی نظروں میں خار
نوجوانی رنگ بھی لائی تو کس آفت کا رنگ	کیا کہیں اپنی خزاں ہم کیا کہیں اپنی بہاں

جان کسی؟ جان سوڑھ کر تعلق تھا ترا جانتی تھی کچھ کو دنیا دین و ایمان خلیل
 کون دیکھے؛ دیکھنے سے یاد آتا ہے کوئی غم فرا ہے عیش افزا ساز و سامان خلیل
 ایسے غم میں خوب ہی مصرع کہا تاریخ کا مصرع تاریخ سن کر ہوں قیام خلیل

اس سے بہتر اور ہو سکتا نہیں سال وفات

گل ہوئی باد اہل سے شمع ایوان خلیل

۱۳ ۵ ۳۰

قطعہ تاریخ عطائے خطاب ابی۔ بی۔ امی۔ جناب خان بہادری قاضی

خلیل الدین احمد صاحب وزیر سلطنت بجاورد اقبال

خوش عیاد بجاورد حق بقدر ارش رسید یافتہ قاضی خلیل الدین ابوبی ای خطا
 آن خلیل الدین کہ درد و رشن بجاورد افروغ آن خلیل الدین کہ از دانش وزارت کامیا
 آن خلیل الدین کہ در عقل و فرست بعید آن خلیل الدین کہ در فکر و تدبیر لاجواب
 آن چنان روشن دماغ و آواز چنان روشن خیال گوئی خود آفتاب آمد و دلیل آفتاب
 قابلیت آن چنان بر شس حکومت مرقب حرص خدمت آن چنان ممتاز گشتہ از خطا
 کار ہائے محنت آسان نمودن کار اوست در کشور کار تدبیرش ہمیشہ کامیا
 ذات و الاما در نظام کار ہاضرب المثل فکر عالی پر فتن ہنگامہ سار استبداد
 ایں قدر آسودگیہا ایں قدر امن و امان در دور ماں شد بہ عہد او سکون اضطرار
 عقد ہائے زلف و دروہا گرہ نگراشتند حسن گیسو بستاں بردہ ز دلہا بیچ و تاب

بات کہتے کر دئے ہر عضو کے ٹکڑے جدا
 ریشے ریشے پر ہمارے دانت تھا ہر ایک کا
 قیمہ قیہ کر دیا سیدردیون جب جسم زار
 آدمی کیا جیل کو تو ٹوٹے ہم پر بے شمار
 حصے بخرے ہو گئے کچھ ہٹ گیا کچھ لٹ گیا
 کھال باقی رہ گئی تھی اس کے نقار و منڈر
 ایک ناکر وہ گنہ کا حال یہ ہے اور ریاض
 دیکھئے ہوتا ہے کیا ہم کو گنہ گاروں کا حشر
 وہ بھی اک بے عقل بے بس بے نبال و اختیار
 دیکھئے پاتے ہیں کیا پاداش ہم کو زشت کار

تاریخ وفا الہیہ فیاضی خلیل الدین احمد ہارون زریں ریاست بن دلیکھنڈم

رئیس سوانج دھ

چھوڑ کر کاشانہ تربت میں گئی افسوس آج
 پاک امن پاک باطن نیک طینت نیک دل
 بانو عصمت ماب پاک دامن خلیل
 گھر کا گھر صدمے تھا اس پتی وہ قربان خلیل
 کیا خوشی تھی؟ کس خوشی میں غم بیھلا اور ریاض
 ہے لہو کی بوند جوش خندہ شادی کا اشک
 چشم تر کے حلقہ زیریں سوا ب نسبت نہیں
 رنج و غم دوست حسرت رات دن بہت کوب
 دست ماتم خوف نشان میں دست ماتم غم بچاں
 بجلیاں لگ کر گنگنی تھیں اس بلغیں
 مرنے والی تھیں کوزیر خاک جاتے دیکھ کر
 تیری جانے کا اثر دل پر جو ہو وہ کم ہے آج
 بانو عصمت ماب پاک دامن خلیل
 گھر کا گھر صدمے تھا اس پتی وہ قربان خلیل
 دو دھ بھی پینے نہ پایا طفل نادان خلیل
 پھول دامن کا بنا ہے دلغ دامن خلیل
 تھا لہال عید سے بڑھ کر گریبان خلیل
 خوں فشان ہر خون چکان ہر چشم و نگاہ خلیل
 بڑھ کے دونوں سوز گزشتہ شرم و ترکان خلیل
 آتش گنگنی کیوں برق بستان خلیل
 خاک میں کیا کیا ملے ہیں کج ارمان خلیل
 جانتے تھے جاننے والے تجھے جان خلیل

نہ چشمِ لطفِ مہاراجہ صرف تم پر تھی
 دیا حکومتِ انگلش نے تم کو "قیصرِ ہند"
 خطاب "خان بہادر" سے "ای بی او" کو کھلا
 دعائیں خلق سے لیں تو صلہ حکومت سے
 نہ تم لوگ نہ تم سارے کا دنیا میں
 چین میں بھولوں نے منسا تمہیں سوکھا تھا
 نہ جانتے تھے ہنسا کرو میں رُلاؤ گے
 یہ دن ہر ایک کو افسوس پیش آتا ہے
 خدا کے خوف کے دریا بہائے ہیں تم نے
 عدم کی بھی رہ دشوار تم نے آساں کی
 رہیں وہ عوروں کے جگمگ میں لالہ گل میں
 تمہاری اشکوں نے دھو ڈھلایا عصیاں بھی
 گورنروں کی بھی تم پر وہی نگاہِ خلیل
 ملے خطاب بھی کیا بغیر وجہِ خلیل
 کہاں میں تم سے حکومت کے خیر خواہ خلیل
 تمہارے دم سے کھلا اتحادِ رفقاء خلیل
 چراغ لے کے جوڑھو ٹیڑھے مہرِ ماہِ خلیل
 تمہیں سوکھا ہو مینا نے قاہ قاہ خلیل
 تمہارے بحرِ الم کی نہیں ہے تھکا خلیل
 رہ عدم میں ہو کیساں گداؤ شاہِ خلیل
 تمہارے اشکوں نے رکھے رنگِ خلیل
 جو کوہ تھے نظرائے وہ تم کو کا خلیل
 جہاں میں جا کے مڑے ٹوٹیں یا الہ خلیل
 تمہاری فرعون میں نہیں گناہِ خلیل

ریاضِ تھی غمِ فرقت میں فکرِ سالِ وفات
 صدایہ کانوں میں آئی "خلیل آہ خلیل"

۱۳۵۴

قطعہ تاریخ تقریباً قاضی امیر الدین احمد خلیفہ عالی جنا
 خان دروہی اسی قاضی عزیر الدین احمد خلیفہ عالی

از خطابش ہر طرف بزم طرب جشن نشاط پر رزمے و رنگِ حسن و رانِ حسنِ جامِ شہزاد
از گل و بلبل ہزاراں خند ہا و نغمہ ہا در چین صد زمرہ صد خندہ گل راجا
نوجواں بے بادہ از جوش طرب پیر کوچن ساعتے پیرانہ سالی یافت از عہدِ شہزاد
بر لب آمد سالِ تاریخِ خطابش لے ریاض
یافت او بی ای خلیل الدین چہا زیبا خط

۱۹ ۶ ۲۷

تاریخ انتقالِ او بی ای خان بہا و قاضی خلیل الدین احمد مرحوم

وزیرِ یاستِ بجاو

تہاے منے سوا ب لطفِ زندگی نہ رہا نظر میں اروں کے دنیا ہوئی سیاہِ خلیل
رہا نہ بی بی سے بچوں سے لطف کچھ باقی ستم بھائی سے بھی پھیر لی نگاہِ خلیل
بہن کا پاس ہا کچھ نہ ان کے بچوں کا رہی کسی کی محبت نہ دل میں واہِ خلیل
وہ اخیر بھی لکھو ا کے خط مجھے بھیجا یہ میرے ساتھ رہا وضع کا نہاہِ خلیل
گئے جو دیکھنے واقف ریاض کو پوچھا بتاؤ کیوں نہیج پہلی سی دل کو چاہِ خلیل
یہ چک کے ساتھ مگر آہِ آخری خط تھا اسی کے ساتھ ہی کی قطع رسم و راہِ خلیل
ہمیشہ کام سے اپنے بلند نام رہے ہر ایک کام میں تھی تم کو ست گاہِ خلیل
ہوئے جو عہدہ تو پٹی کلکٹری سے الگ رہے وزیرِ بجا و رعبہ و جاہِ خلیل
و یا خطاب ہمارا جہ نے "عزیز الملک" جہاں ہے ہے مقبول بارگاہِ خلیل

مستحق تھے خوب ہی ٹائٹ کلا ان کو خطا
 ہے انزاتنا چڑھائے خم کے خم جیسے کوئی
 تھی نگہ تشہ مری اللہ روی اسکا جذبہ شوق
 تھا جو دریا دل مے ساتی نے توڑی ہر خم
 میکہ کس کا تھا ساتی کا ہوئی کج تلال
 ہاں اسی دن کے لئے نواب بخشنا تھا خطا
 شاہ ہورامی تو پھر شاہاں مہایا کیوں نہ ہوا
 اس خوشی سو آج دیتا میں جلے گھر گھر چراغ
 آسمان گویا زمیں تھی لکھنشاں ہر رہگزر
 تاج دنیا کوئے سرے لگائے چار چاند
 سر عزیز الدین احمد نائب روشن دماغ
 ہر جگہ ہر سر میں بھی ستائش آپ کی
 آرون کیا ہیں معترف آپ کے شاہ دکن
 رنگ لائیگا ابھی تو اور نائٹ کا خطاب
 آج ہر ضرب ابلش عالی دماغی آپ کی
 وہ تدبر اہل جس کے خلق میں کمتر ہے

کیوں نہ اس انداز کی تاریخ میں لکھوں یا قص

بے سرو سامان تھا وہ قسمت و میری مر ہے

قطعہ تاریخ غسلِ صحت نواب قاضی سر عزیز الدین احمد خان بہادر

بجائے عظماء و اشراف و ارباب قاضی خلیل الدین احمد پشپوروی کلکٹر

وزیر بجا سٹیٹ مرچنٹس ان سٹریٹ

بیترو شام بجاور ہلال نور فرود	ز عکس تاج مہاراجہ بدر گشت ہلال
وزارت ارٹ زعم یافتہ امیر الدین	بہ شہر یار مبارک وزیر فرخ قال
”عزیز الملک“ و گرامہ ”عزیز الملک“	بہ شہر یار فرود باد و دولت و اقبال
فدائے راجہ و فاکیش خاندان خلیل	کہ نیت قدر و قار بہ ملک بیچ مثال
و طیفہ زود عاہ و طیفہ خواراں را	غمی نہ ماند ز مرگ پدر پئے اطفال
جزاں کسے نہ چنیں سستی بجاور را	جزا و کسے نہ چنیں یار و یارے بخیاں
چنیں وزیر و چنان شہر یار ضرب مثل	بد و بر چرخ جہاں یافت از فرار مثال
ریاض سال وزارت مبارک مسعود	حریف چوں نہ شود سرگوں ز مصحح سال
وزیر ابن وزیر و امیر ابن امیر	وزیر راجہ بجاور امیر خوش اقبال

۱۹ ۶ ۲۷

تاریخ عطائے خطاب ”جناب خان و نور“ عزیر الدین احمد صاحب

دیوان ریاست بالٹا و ام قبا

سرہندی سرفرازی اور بھی حامل ہوئی سرہندی قاضی عزیر الدین احمد سرہندی

ہر دل عزیز آپ تھے سب ٹوٹ کر ملے
 شاہانہ دعوتیں وہ امیرانہ دعوتیں
 تقویٰ کا بھی لحاظ تھا صحت کا بھی لحاظ
 حسرت نصیب؟ ور سے مُنہ دیکھتے ہے
 میں اور ریاض ساتھ نہ پیتا تھا پیسے کیوں؟
 موجِ مئے سخن نے لگاؤ میں چار چاند
 ہر طرح لطف اٹھاتے شراب و کباب کا
 صحت خریدنے وہ گئے تھے خرید لائے
 پیری میں اور ان سا جوان سخت کون ہے
 دتیا کا جشنِ جوہلی رہ جائے یا وگار
 ہر بائیس کے واسطے آبِ بقا کا جام
 پی پی کے دیر باہوں مہاراج کو دے
 اتنے ہون جشنِ جوہلی بھولیں حساب کو
 پی پی کے دیر باہوں دعا میں جناب کو

ہوگی نہ رائیگاں یہ شرابِ سخنِ ریاض

قاضی سے واسطہ ہے ہماری شراب کو

تلیخ تعمیرِ مسجد بنا کر دے تاج و تیا

حار شاہ وزیرِ سپاہِ نواب خان بہادر سر قاضی عزیز الدین احمد بانٹھا

کرم داتا کا دتیا پر ہمیشہ کہ ان داتا بے مسجد کے بانی

دیوانِ دتیا بند ملکِ گنڈاپا

سلامت سر عزیز الدین احمد صد اسی سال ہو جینا مبارک
 مبارک رات دن دوڑی پیش چھلکتے ساغر صہبہ مبارک
 خوشی ہے غسلِ صحت کی خوشی ہے مبارک یشفا پا نا مبارک
 مبارک صحتِ دیوانِ دتیا مبارک اے ہمارا جہا مبارک
 غریبوں کی دعائیں کام آئیں غریبوں کا دعا دینا مبارک
 وہ دتیا جس کے ہیں نوابِ قاضی وہ دتیا کو انھیں دتیا مبارک
 عنادل چھپائیں شاخِ گل پر چمن کو ہوں گلِ رعنا مبارک
 لبِ گل کہہ اٹھے قاضی مسکاتا پکارے قلقلِ مینا مبارک

ریاضِ آئیں مسرت سے یہ کہتے

جناب اب غسلِ صحت کا مبارک

سر جو شس سخن

بنیادت عالی جنابِ بہارِ عزیز الدین احمد خٹہ دیوانِ گنڈاپا

مغربِ باز گشت مبارک جناب کو بخشا خدا نے تازہ عروجِ آفتاب کو
 رتبہ شناس اہلِ ولایت تھے کس قدر سمجھا ہر ایک مرشدِ کامل جناب کو
 مہماں بنا کے سب نے لے آپ کے قدم پہنچے جہاں ہر ایک نے چو مار کا ب کو

میں منہ میں لے کے یہ کہوں اس کی زبان کو جب حوصلہ ہنسیب کسی خستہ جان کو

اس شب کی تاقیامت الہی سحر نہ ہو

ڈر رہے شریکِ جہنم نہ ہوں دشمنِ حزیں تاثیر میں بلا ہے مری آہِ آتشیں

دل موم بن کے جاؤ گچھل یہ بھی کچھ نہیں آئے نہ فرقِ سنگِ دلی میں تری کہیں

نالے بھی کیجئے وہ کہ جن میں اثر نہ ہو

کس کا شہیدِ ناز چلا تشنہ کام آج فردوسیوں کو ہے منے کوثرِ حرام آج

غلمانِ وجور کرتے ہیں سب اہتمام آج سنتے ہیں غلامیں ہی بہتِ صومِ دھام آج

بسل کا تیرے دہرے عزمِ سفر نہ ہو

میں وہ کہ میرے نالے کیلجے نکال لیں تو وہ کہ تیری باتیں نہیں سب جان دیں

دو دونوں بلائے جان ہیں علاج اس کا کیا کریں رونے کو میری تیری ادائوں سے بزم میں

کوئی نہیں جو ہاتھوں سے تھامے جگر نہ ہو

جب دیکھتا ہوں تیرا جانبِ عدو تصویرِ یاس پھرتی ہی آنکھوں کے روبرو

بہتا ہے چشمِ تر سے مرے خونِ آرزو افسوس اپنے جی کو بھلائے اُسی کو تو

جس دل کو تیری یاد میں اپنی خبر نہ ہو

مرجھا کے رہ نہ جاؤ کہیں، تو مجھے ہے ڈر نازک ہے دل ترا کہیں اس پر نہ ہوا اثر

برپا ہو حشرِ آئیں تلامطم میں بکسرِ دہر ساتوں فلک کے ٹکڑے اڑیں تو اڑیں مگر

فلاؤ غیرِ دل میں ترے کارگر نہ ہو

آفتِ ہوا اضطراب تو میتا بیاں ستم آنکھیں بچھا رہا ہوں سرِ رہ قدم قدم

ہجوم تو ہی بتا مرے سر کی تجھے قسم دل کو نہیں قرار جو پہلو میں ایک دم

یہ مسجد دور تک مشہور ہوگی دینے کے پہنچے گی کہانی
 مہاراجہ بہادر کا رہے نام خدا کا گھر رہے ان کی نشانی
 وہ سرگوبند سنگدوتا کے والی عبادت ان کی طرز حکمرانی
 پرستار رعایا صاحب تاج پرستار رعایا راجہ صافی
 ریاض اس طرح ہوتا یخ تعمیر بنو تم بھی شریک اجر بانی
 کہے اپنی زباں سے ہاتھ غیب
 بنی کیا ابھی مسجد عرش ثانی

۱۲ ۵۱

خمسہ زینب اکلب علی غائبہا خلدہ انیاس۔ ایسا خلدہ انیاس

بہ مقام ام پور

ایسی ہی انتظار میں لذت اگر نہ ہو تو دو گھڑی فراق میں اپنی بسر نہ ہو
 جانا ہونا مہر کا تو آنا ادھر نہ ہو تا فرصت انتظار سے پھر عمر بھر نہ ہو
 قاصد وہ بھیجئے جسے اپنی خبر نہ ہو
 اسے دل وہ بات کر کہ کسی کا ضرر نہ ہو الزام کا عتاب کا اس کے خطر نہ ہو
 یہ کیا کہ چشم مہر ادھر ہو ادھر نہ ہو کیوں کر کہوں کہ لطف کبھی غیر پر نہ ہو
 ہو بھی تو گاہ گاہ مگر اس قدر نہ ہو
 آرام ہو سکون ہو سارے جہان کو جنبش نہ ہو زمین کی طرح آسمان کو

یہ بھی ہے خوف وہ نہ دل آزد وہ کہیں فرق آئے اپنی بات میں تو بے بھی کچھ نہیں
کچھ پاس مضح دوست تو کچھ پاس رنج ویں رکھا جو اُس نے سوگ مدد کا تو ہمنش
اس دھبے روئے کہ پلک تک بھی تر نہ ہو

کرتا ہوں حال پر جو ذرا اُن کے غور میں پہلے سے دیکھتا نہیں اب اُن کے طویر میں
کرتے ہیں وہ کرم تو سمجھتا ہوں جو ریں وہ دیکھتے ہیں بیٹھے نگاہوں سے اور میں
ڈرتا ہوں کوئی فتنہ تو مد نظر نہ ہو

دزدیدہ اک نظر ہو لگاؤ کی آنکھ سے چوری چھپے کی بات ہو دل میں چھپی ہے
تکلیف دست و تیغ سے جو خوف اس لئے دشمن کہیں نہ شک شبہاؤں سے جان لے
یوں قتل ہوں کہ قتل مرا شہر نہ ہو

کھٹکے ہر ایک آنکھ میں وہ بڑھ کے خاں سے یہ کچھ نہیں کہ ہاتھ کسی کے نہ آسے
مٹ جلنے پر بھی جرج اُسویج و تاب ہے گھل گھل کے غیر خواہش غم کو خدا کرے
تار نگاہ ہو مگر اس کی کمر نہ ہو

لذت نصیب موت کی ہو جو کس طرح برائے میری حسرت دل کہہ دو کس طرح
روائی اپنے عشق کی ہو جو کس طرح شہرت تمہارے جو رستم کی ہو کس طرح
تشریر میری لاش اگر در بدر نہ ہو

یہ تو مجال کیا ہے کہ الزام اُن کو دیں اتنا کہیں بیاخض ہماری جو کچھ سنیں
کیا آگئی ہو آج یہ حضرت کے ذہن میں نواب روزِ حشر خدا سے شکایتیں
اتنا بھی کوئی عشق بتان میں نہ رہے

پٹا کہیں اُدھر سے مرا نامہ بر نہ ہو

بجا اُمید کی ہو کبھی تو اُسے سزا ترپے تمام رات نہ پائے ترا پتا
تو میرے ساتھ صرف تماشا ہو جا بسجا کیا سیر ہو؟ جو غیر سے وعدہ ہو وصل کا
دھونڈ سے وہ صبح تک تجھے تو اپنے گھر نہ ہو

اے نظریں بڑھ کے وفا سے جفا لے یار کم سمجھیں غائبوں سے ستم بھائے بے شمار
مطلب کی ہے یہ بات بتا تو ہی غمگسار جو روغتاب کیوں نہ سہیں ہم نہ ہار بار
لطف و کرم سے بھی جو اُسے درگزر نہ ہو

کر کے لگاؤ میں نظر جاں گداز سے آنسو بہا کے دیدہ جادو طراز سے
دکھلا کے اک ادانگہ فتنہ ساز سے مجھ کو ہے یاد وصل میں ڈر ڈر کے ناز سے
کہنا ترا کہ ”دیکھ کسی کو خبر نہ ہو“

محشر کو طرزِ نازِ سنم گر سمجھتے ہیں فتنوں کو اُس کے شوخی و لہر سمجھتے ہیں
کچھ اُس کو مجھ سے بیدل و مضطر سمجھتے ہیں سب لوگ جس کو فتنہ محشر سمجھتے ہیں
مجھ کو یہ خوف ہے کہ وہی فتنہ گر نہ ہو

پھانسیں جگر میں اپنے چیمیں یوں تو بیشتر برسوں کھٹک سی دل میں بھی اپڑ رہی مگر
میتابیوں میں اتنی سی لذت کی کیا خبر ذوقِ تپش میں چین کہاں دل کو چارہ مگر
جب تک کہ سینے میں خلشِ نیشتر نہ ہو

جو رفلک جفا لے زمانہ غمِ حبیب ان سب بلاؤں میں بھی رہی اُمیدِ عیب
بن جاؤ جان پہچانی تو یا بخت یا نصیب یارب مرا شریکِ جو بے حدے میں قریب
اس میں مزانہ ہو جو مری جان بر نہ ہو

سہانی سحر ہم نے دیکھی ہے سو بار رہے عمر بھر محو سیر چین زار
وہ کلیوں کا کھلنا وہ چڑیوں کی چہکار وہ سبزے کا دامن وہ شبنم گہر بار
ہوا سے ستم جھو منا ہر شجر کا
پہیے کی بولی سے کھینچا جگر کا

بھرا لالہ و گل سے دامان کہاں رواں موج در موج دریائے زخار
گھنی جھاڑیاں اور صحرائے پر خار بھری بستیاں اور خاموش بازار
ہوئی شمع ٹھنڈی ادھ جھللا کے
اُدھر لے چلے ہم کو جھونکے ہوا کے

کہیں میں نواسنج مرغان گلشن کہیں میں بھرے اور خالی نشین
چلے جھونکے ٹھنڈی ہواؤں کے سن کن خراماں روش چر سینان لندن
ہنسی سے کلی کھلکھلاتی ہے کیا کیا

نسیم چن گد گداتی ہے کیا کیا
کہیں بتکدوں میں میں نا توس بختے کہیں مندروں میں ٹھنکتے ہیں گھنٹے
بھری مسجدوں میں عبادت کے چرچے کلیسا میں پہنچے ہیں نعرہ اذان کے
یہ غل ہے کہ کانوں کے پردے پھٹے ہیں
کلیساؤ دیروں و حرم گو بختے ہا میں

رواں سوئے میخانہ رند ان میخوار یہ ہے فکر پی آئیں ہم جام دوچار
غرض شج سے ہے نہ کچھ فکر دستار لئے جاتی ہے مضطرب عجلت کار
نہیں شوق میں پاؤں پڑتا زمیں پر

تضہین مصرع طح مشاعرہ احمد آباد نہ مانہ کانگریس

جس میں مصرع طح کی لغویت ثابت کی گئی ہے

ہونچم کوئی وقعت کیا غلط گفتار کی خفتہ بختی کیوں جگہ لے طالع بیدار کی
پیشین گوئی اور اشاعتِ سس و اخبار کی ایک اُرتی سی خبر ہے یہ سمندر پار کی
کوئی دن میں ڈوبتی ہے آبر و سرکار کی

خمس قطع غزل خود مشاعرہ احمد آباد کانگریس

کانگریس والوں سے کچھ آنکھیں ملا کر آئی شرم دختِ زکوبے تکلف ساتھ لا کر آئی شرم
وہ جگہ پاکیزہ تھی بول اٹھا کر آئی شرم اے ریاضِ شرم میری ندھی کو جا کر آئی شرم
پھینک دی دریائیں جتنی تھی سمندر پار کی

مسلسل

از قلم ۱۸۸۴ء

نہیں آج کھلتا یہ کیسی سحر ہے بسی بوئے گل سے ہر اک رہ گزر ہے
سماں ہر کچھ ایسا کہ دل پر اثر ہے طلسمی کوشمہ بامیش نظر ہے
نہیں آج پہلا سا ہے ڈھنگ کوئی
زمانے نے بدلایا رنگ کوئی

جو انا نہ دل میں آئنگی آگئی ہے

خدا جانے کیسی ترنگ آگئی ہے

زمانے کا سب طور بدلا ہوا ہے چلی باغ میں اور ہی کچھ ہوا ہے

جدھر دیکھے اک شگوفہ کھلا ہے یہ دھوئیں ہیں ہر سو قیامت بیا ہے

کبھی اس طرح رنگ لائی نہیں تھی

بہار ایسی گلشن میں آئی نہیں تھی

چمن زار میں آگ بھڑکی ہے ایسی لپٹ اٹھی گردوں کی گردوں کو اونچی

بہت دور پہنچی لپک ہر شر کی دھوئیں نے دہائی ہے طوبی کی چوٹی

بہت ہے کثیف اس کی جو تیرگی ہے

فلاک پر شفق بن کے پھولی ہوئی ہے

گل افشان نہیں ہو چکا شبنم گل کی شرار اڑ رہے ہیں حکمتی ہے بجلی

نظر کو چکا چوند ہوتی ہے کیسی چمن دشت امین وہ برق ستلی

جو چوٹی میں کوئی شگفتہ کلی ہے

وہ قندیل عرش معلیٰ اپنی ہے

ہر اک خار کی آج صورت نئی ہے نزاکت رگ گل کی اس میں بھری ہے

زمین چمن میں عجب تازگی ہے جو پتی ہے وہ پھول کی پنکھڑی ہے

عروس چمن کی بنی لاڈلی آج

خزاں آئے تو جاے پھولی پھلی آج

سحر کی سپیدی کی ہے اور صورت بیاض گلونے حسیں سہرے نسبت

اُڑے جاتے ہیں کاگ بوتل کا بن کر
 کوئی خواجگہ میں پڑا سو رہا ہے جوانی کی نیندوں کا لیتا مزا ہے
 نہیں ہوش اس کا کہ ترکا ہوا ہے خبر کیا ہو غفلت کا پروا پڑا ہے
 مزا خواب کا اور سرستیاں ہیں
 جوانی کی نیندیں ہیں انگڑائیاں ہیں
 کوئی نور کے ترکے چپکے اٹھا ہے پریشان گیسو ہیں جوڑا کھلا ہے
 وہ بھولا سا چہرہ کچھ اُترا ہوا ہے چھپاے ہوئے زیبا چلا ہے
 یہ ڈر ہے ستائیں گے جھونکے ہوا کے
 کریں گے پریشان آنچل اُڑا کے
 سُہانا سماں صبح روشن کا دیکھا نکھرتا ہوا رنگ گلشن کا دیکھا
 ہے پھیلا دُوریا کے دامن کا دیکھا تماشا کبھی دشتِ ایں کا دیکھا
 زمانے کی رفتار دیکھی ہے ہم نے
 سحریوں تو سو بار دیکھی ہے ہم نے
 مگر آج کیا ہے کہ عالم نیا ہے زمانے میں چاروں طرف غل مجا ہے
 نہ آیا سمجھ میں تماشا یہ کیا ہے تخیّرِ فزا کچھ عجب ماجرا ہے
 بدلتا زمانہ کبھی یوں نہیں تھا
 سنورتا کبھی پیر گردوں نہیں تھا
 نمایاں جوانی کی چہرے سے سُرخي غلط ہے جو کہتے ہیں نگلی ہو واڑھی
 نشان بھی نہیں نام کو ریش کیسی سُنا ہے کسی زند نے نونچ لی تھی

پہرون چڑھے تک جو سوکھتے غافل کہاں نیند اب ان کو بچپن ہر دل
 اٹھے ہیں کہ بے ان کے سونی ہے محفل کسی طرح اب یہ بھی ہو جائیں شامل
 کہاں وقت باقی کہ بن ٹھن کے نکلیں
 وہ بن بن کے متوالے جو بن کے نکلیں ۔

کلیسا سے پیر کلیسا چلا ہے وہ شیخ حرم ہے جو قلعے عصا ہے
 بزرگانِ نیچر سے اک آ رہا ہے وہ بوڑھا سارا ہب بڑی دیر کا ہے
 کہاں کے صنم خانے کیسے شوالے
 پوجاری نکل کر چلے مندروں سے

کھلا نور کے تڑکے درمیکدے کا نظر آیا پیر مغاں گام فرسا
 بھلا ذکر زندانِ میکیش کا ہے کیا؟ پر اباندھ کر غول کا غول نکلا
 نہ ساغر کی خواہش نہ فکرِ صبو حی
 چلیں کس طرح ٹکڑیاں میکیشوں کی

خرا ماں خرا ماں حسیں جا رہے ہیں وہ جھرسٹ کے ناز میں جا رہے ہیں
 وہ اٹھلاتے کچھ مہمیں جا رہے ہیں وہ شرماتے پردہ نشیں جا رہے ہیں
 قیامت ہیں آفت ہیں انداز ان کے
 اٹھائے نہ دشمن کبھی ناز ان کے

تقاضا یہ بے تابی شوق کا ہے جو اس طرح ان کا قدم اٹھ رہا ہے
 پھر اس پر بھی نخوت بھری ہر اداس زخود رنگی بھی ستیتر ہنا ہے
 یہ ایسے نہیں ہیں کہ بے تاب جائیں

کہوں آئینہ تو ہو پیدا کدورت کہوں دامنِ حور تو آئے شامت

اندھیرا نہ ہوتا تھا کافور ایسا

جھما جھم برستا نہ تھا نور ایسا

وہ پختے میں سورج کا صورت دکھانا وہ شرما کے گھونگٹ کا رخ سواٹھانا

دکنا وہ کندن سا چہرہ سُہانا وہ رنگین بادل میں پھر منہ چھپانا

درخشاں چہرہ ہے سب کی نظر ہے

شعاعوں کی جھرمٹ میں ابھی نظر ہے

نہ دیکھی تھی ایسی کبھی صبحِ روشن عروسِ چین پر نہ ایسا تھا جو بن

جدھر دیکھو ہیں ڈھیر گلہائے روشن نہیں ایسے گلہائے انجم کے خرمن

نگاہوں میں چھایا سماں نور کا ہے

زمین نور کی، آسماں نور کا ہے

نہیں خاک چھینٹوں سو شبنم کے ترے کہ چھڑکاؤ میں صرف آب گہر ہے

صفائی میں آئینہ ہر رہ گزر ہے جو صورتِ ادھر وہ صورتِ ادھر ہے

اڑی گرد بھی کچھ تو گلگو نہ بن کر

بہارِ رخِ نازِ نیناں دلبر

جسے دیکھئے ہے وہ محبوبِ تماشا جدھر دیکھئے، ایک ہنگامہ پیدا

وہ لیلِ پُری ہے کہ محشر ہے برپا زمانہ ہوا ہے زخودِ رفت گویا

کچھ اس طرح غلِ زیرِ افلاک اٹھا

پریشان ہر آسودہ خاک اٹھا

کیوں نہ ہو جب کو عجب واقعہ دہلی سے کیوں نہ ہو رنج و تعب واقعہ دہلی سے

خلق انگشت بلب واقعہ دہلی سے دل میں وصل ہو کر لب واقعہ دہلی سے

کسی کم بخت نے کہوں ہم کاش کو نہ چھوڑا

چمن عیش میں کہوں غم کاش کہ نہ چھوڑا

ہائے کیا وقت تھا کیا وجود تھی کیا اور با ہار و رنگت نے تھے بن کر بیگناہ کی بہا

خود بہا آئی تھی بھولو کس پہنک نہ نہیں با ہار بھولے نہ ملت تھے کہ ہم ہوں گے شا

تھیں رداں باغ مست میں غمی کی نہریں

اور نہروں میں غمی کی وہ خوشی کی اہریں

اہل اسلام تھے بھولے ہو کر ایراں کا غم اہل اسلام تھے بھولے ہوئے سلطان کا غم

اہل اسلام تھے بھولے ہوئے ہندوستان کا غم اہل اسلام تھے بھولے ہوئے کسی جاں کا غم

تھی اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی آں قوم ہندو

ایک تھے آں مسلمان دیکھ کر یہود

نظر آتا تھا ہر اک بند الم سے آراء نہ تھو کوئی ہر شاخہ زبیروں پر فریاد

شاہوں ملک تھا ہر قوم تھی اس ملک کی تلو جس کی امید تھی وہ بھی برائی تھی مراد

ہر طرف بزم پر پہنچا نشاے عیش کا دور

اور بہتے تھے ہزاروں کس اس کوئی اور

صوبے صوبے نے مراعات پائی حراج حکیم غیش سے ہر کھل کو حاصل تھا سراج

ترزاں شکر سحر ایک سبھا اور سماں سایہ امیر کہیم بن کے رہا سایہ تاج

شاہ کے لطف سے دہلی ہی بنی صدر مقام

خرام ادا پر کبھی حرف لائیں

جدھر دیکھئے شورِ دیوانگی ہے جدھر دیکھئے دھوم سی اک مچی ہے
جدھر دیکھئے بزمِ عشرت رچی ہے جدھر دیکھئے خلقِ اُمدی پڑی ہے
ادھر غول کوئی ادھر کوئی صاف ہے

ہجوم تماشا بیاں ہر طرف ہے

زمانے کی ہر بات گویا نئی ہے نئی ہے صدی اور نیا سال بھی ہے
فلک کی بھی صورت تو بدلی ہوئی ہے بڑھاپے میں اس کو جوانی ملی ہے
لے سو جوانی شوق کی پیمیں ہے
کہے کون اس کو کہ چسپاں نہیں ہے

قیامت کو تفویض ہے اہتمام آج حسینوں کو ہے خدمتِ انتظام آج
خدا جانے کیسی یہ ہر دھوم دھام آج جو کرنا پڑا نازنینوں کو کام آج
وہ بیٹھے تو یہ اٹھ کے کچھ رنگ دکھلائیں

قیامت جو تھک جائے یہ ہاتھ بٹوائیں

مبارک زمانے کی نیرنگیوں کو مبارک فلک کی ستم رانیوں کو
مبارک بتوں کی جفا کاریوں کو مبارک شرارت بھری شوخیوں کو

حسینوں کا کچھ چھیڑنا رنگ لایا
کہ خوابیدہ فتنے نے پھر سر اٹھایا

دربارِ دہلی کے جلوسِ بزم کا واقعہ

ساتھ ہم باز کے ممکن نہیں ہم راز نہ ہوں

پردہ پوشی کے لئے اور بھی دم ساز نہ ہوں

قوم و مذہب ہو کوئی غم میں ہر شرکت سب کی ناسزا پئے سزا ہے یہی نیت سب کی

نائب شاہ ہو کیساں ہے محبت سب کی کیسی تیرہ ہوئی بچی ہوئی قیمت سب کی

لاکھ ٹپکے عرق شرم بھی پیشانی سے

داغ جانے کا نہیں ملک کی پیشانی سے

خیر آباد کا دربارِ نمائش

اے زہے عہدِ شہِ عالی ہم عالم پناہ اے خوشا عہدِ شہِ کیواں شہِ انجم سپاہ

اے خوشا عہدِ شہِ انجم سپہِ خورشید جاہ اے خوشا عہدِ شہِ ذی جاہ گردوں بارگاہ

امن دنیا مٹ نہیں سکتا یہ جب تک عہد ہے

کیا مبارک ہے زمانہ، کیا مبارک عہد ہے

ہار و ٹنگ ابر کرم ہیں دیر اے ہند ہیں دیر اے ہند ہیں وہ رہنمائے ہند ہیں

رہنمائے ہند ہیں حاجت روائے ہند ہیں ہند کے ہمدرد ہیں عقدہ کشائے ہند ہیں

گتھمیاں کھولی ہیں کیا کیا ناخن تدبیر سے

عقدہ مشکل کئے واناخن تدبیر سے

سلطنت کے صوبے صوبے میں کیا کیا حکمراں سلطنت کے گوشے گوشے میں ہیں انصاف

سلطنت کے چپے چپے میں نگہبانِ لباساں سلطنت کے قرے قرے میں عجب امن و امان

کیا قوانین و ضوابط ہیں سب بکری ہوئے

حق تھا دہلی کا کسی کو بھی نہیں جانے کلام

کون سا قوطہ نہ تھا زیرِ نگیں دہلی کس کے سر تاج نہ تھے تخت نشین دہلی

آسمان کس کے لئے تھی نہ زمین دہلی چرخ سے آج بھی ٹکرائی جبین دہلی

آج سے پہلے بھی تو راج کے دربار ہوئے

ہوتے کلکتے کے دو تاج کے دربار ہوئے

قیصر کی کیوں ہو کر دربارِ بہاں بات تھی کیا کیسے دربار کہ جن کا ہے بھی تک چرچا

ہوئے شاہانہ مراسم اسی دہلی میں ادا اس کے آگے کبھی پوچھا نہ گیا کلکتہ

تھی ہمیشہ سے اسے سطوتِ شاہی حاصل

اب بھی دہلی کو ہوئی نسبتِ شاہی حاصل

ہند کی قوموں کو یکساں ہو محبت اس ہند کے لوگوں کو یکساں ہو عقیدت اس

کوئی ایسا نہیں جس کو نہ ہو الفت اس پائی ہو ملکِ ہند نے عزت اس

بم ہو بنگال سے منسوب یہ کیا ممکن ہے

رشک کلکتے کو دہلی سے ہونا ممکن ہے

یہ سبب بھی نہیں تو کیا سببِ مشقِ بستم فیل پر نائبِ قیصر کے گرا بام سے بم

چتر بردار گرا زخم سے ہو کر بے دم نائبِ شہ کے نہیں زخم بھی تعدا میں کم

اُن سے سفاک شقی تو نے عجب وار کیا

ایک ہی وار میں عالم کو دل افکار کیا

ہو کسی قوم سے خوشخوار اسی ملک کا ہے کی جفا جس نے ستم گار اسی ملک کا ہے

کی خطا جس نے خطا کار اسی ملک کا ہے اس کے ظاہر میں سب آثار اسی ملک کا ہے

وانہ داند رات کو چنتا ہو دست بہکشاں ڈھیر پیداوار کے ہیں خرمین انجم کہاں

فرش سونے کا بچھا جاتی ہے شب کو چاندنی

کھیت کرنے رات کو آتی ہو دیکھو چاندنی

کیسے کیسے فیضِ برش سونے دار الشفا بے دوا جاتے ہی صحت جنہیں ہو کیسی دوا

ہر دوا وہ نیز اثر کہئے جسے معجز نما پھر اثر کیسا کہ جو دے قم باذنی کی صدا

موت باقی رہ گئی تھی صرف دشمن کے لئے

ملک سے وہ بھی گئی اب فوجِ خرمین کے لئے

شوقِ تعلیم اور بھی اب بڑھ گیا حد سے سوا ساتھ ہی پھیلا ہے چرچا کس طرح سائیس کا

مال و زرِ تعلیم پر کرنے لگیں قومیں فدا پُر اثر کس کی صدا تھی قریہ قریہ جاگ اٹھا

اے بنارس وہ ترا دربارِ یونیورسٹی

شعلہ زن ہے گرمی باز اریو نیورسٹی

جنگ میں یرنگ ہے توجنگ کی ہمتی ہو کیا دشمنانِ ملک نے دنیا ابھی دیکھی ہو کیا

برق بن کرتی چمکے گی ابھی چمکی ہو کیا چشمِ خیرہ کہا بھٹکے گی تیغ یہ بکلی ہو کیا

چھٹی یہ بہر ترقی ہمت افزا ہو گئی

جنگِ جرمن اور سونے میں سہاگا ہو گئی

حرفِ صنعت کا پھیلا او بھی رکب دبا کارخانے ہر طرف کھلنے لگے ابے شما

کیسے کیسے کار فرما رات دن مصروف کا واقعات دہرے سب ہو گئے ہیں ہوشیا

ہوں نے انکارے دشمن کو جلائے لئے

ہاتھ اٹھ جاتے ہیں تارے توڑ لانے کے لئے

کیسے آئین وضو ابط میں ہیں سب جگر ہوئے

سایہ گستر ہیں او وھ میں مٹن عالی جناب وہ خردمند نہ تدبیریں نہیں جن کا جواب
عہد میں ان کے سکوں تعبیر خواب نقاب فتنے کوئے زلف کے گیسو کا حسن پیچ وقاب

شستہ رفته بے تکلف کس قدر اردو زبان

موتیوں سے بھر دے دامن ہو کج بے درخشاں

انگلش افسر جتنے ہیں مجبور اوصاف ہیں سیرت علیہ طبیعت نیک دل کے صاف ہیں

ہر سخن میں راستی و دراز گراف و ناف ہیں شہر ہے مشہور یہ بے قاف ہی سرفشاں ہیں

دیکھ لیں سب دیکھ لیں اب بے کو انکھیں کھول کر

دیکھ لیں اب دیکھ لیں سب بے کو انکھیں کھول کر

ہیں یہی حکمیں جنہوں نے شکل ملی ملک کی ان کے قدموں سے ہوئی تہذیب ترقی ملک کی

کہیں یہ تدبیریں ہوئی تقدیر سیدی ملک کی بن کے تاراجت کا ہر چیز چکی ملک کی

راحتیں کیا کیا ہوئیں حاصل ہیں اس عہد میں

نعمتیں کیا کیا ہوئیں حاصل ہیں اس عہد میں

عدل کا ہیں ہر جگہ میں دعو اہوں کے لئے کیسے کیسے عدل گستر معدلت کے واسطے

منصفانہ فیصلے ہیں عادلانہ فیصلے روز سننے عدل کے انصاف کے قصے سننے

تذکرے نوشیرواں کے قصہ پارینہ ہیں

فیصلے نوشیرواں کے قصہ پارینہ ہیں

ہر طرف بہر زراعت سینکڑوں نہریں ہیں وہی زمین کو ایسی قوت خوشہ میز آسمان

قوم کے نام کی اسلام کی عزت رکھے منع فیض انھیں تاروز قیامت رکھے

منع قوم میں ہو بزم مسرت ہر روز

طلبا کے بندھے دنا فضیلت ہر روز

مسدس

تقریب افتتاح شریف گنج از بہت کثرت شریف سی ایم

محکم شناس بہادر آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر سیٹاپور

پیش کردہ منشی ظہیر احمد زیری مجسٹریٹ و ممبر نیو نیٹلی

خلف نواب بشیر احمد صاحب رئیس خیر آباد

و خوش پیش آف کاکٹ

یہ دیرانہ کیسا چمن زار ہے آج رگ گل سے بڑھکر ہر اک غلابے آج

ہر اک شلخ گل دست زدوار ہے آج یہاں مصر کا گرم بازار ہے آج

مسرت کی دوڑی ہے لہر آج کیسی

ہے دیرانے میں کہہ بہر آج کیسی

پر سچانہ کیوں ہر دو کاں ہو رہی ہے پری شیشے کی گلفشاں ہو رہی ہے

ہر اک راہ کیوں کہکشان ہو رہی ہے زمیں آج کیوں آسماں ہو رہی ہے

نیا ڈھنگ بھی ہے نیا طور بھی ہے

نیا رنگ بھی ہے نیا دور بھی ہے

چھٹ رہا میں جو گھر و شوگر کالے بادل آج کل
 شل کہاں میں بانوئے دشمن بھی ہو شل آج کل
 رنگ لیان میجان حرم میں بل چل آج کل
 میلے ٹھیلے رات دن جنگل میں شگل آج کل
 خوش رعایا شاہ کی پامال دشمن شاہ کے
 وب سلامت رات دن میلے نائش گاہ کے

جلوئے سار بند کی مدد نیاز یہ خیر آباد

صدقے اس بزم کے کیا بزم ہو اللہ اللہ
 نور ایسا کہیں ملتی نہیں ظلمت کو پناہ
 روشن اس سورہ دنیا کے سوا دین کی راہ
 چشم حق میں کے لئے اس کی ضیا نور گاہ
 نام کس شخص کا ہے نقش و نگین محفل
 آج یہ کون ہو اصد در نشین محفل
 میں عجب بادہ عجب رنگ عجب متوالے
 ہے غضب فرشتہ غضب کیف غضب متوالے
 بھولنے کے نہیں دستور ادب متوالے
 بادہ علم کے ہیں بزم میں سب متوالے
 دیکھنے والے یہ سب جلوہ گہ طور کے ہیں
 فرش ہے نور کا سب فرش نشین نور کے ہیں

گوزمانے نے منائے بہت اسباب کمال
 گوزمانے میں نہیں پہلے سوا صاحب کمال
 ڈھلتی رہتی ہو مگر کچھ بھی مئے ناب کمال
 فیض بخش آج بھی ہو صورت ارباب کمال
 قوم میں ڈالنے کو جان یہ دم باقی ہیں
 رہبری کے لئے کچھ نقش قدم باقی ہیں
 جو ہیں موجود انہیں اللہ سلامت رکھے
 قوم میں تا ابد اس علم کی دولت رکھے

مدد اس کو دلو انیس سرکار سے آپ

یہ سکرٹری اور ممبر بھی اچھے جیرمین ڈپٹی کمشنر بھی اچھے

کمشنر بھی اچھے گورنر بھی اچھے جو دیں ہم کو وہ صاحبِ زبانی اچھے

یہ سچ ہے کہ دیگی نہ سرکار لاکھوں

جولیں آپ تو دستِ زردار لاکھوں

نہ تھا کچھ بھی کل آج کیا کچھ یہاں ہے لئے ساتھ بازار گنجِ نہاں ہے

مٹی یہ وہ دولت کہ دلِ شادماں ہے ہوئی دورِ پستی زمیں آسماں ہے

زمیں آسماں ہو جو سب ایک دل ہوں

مدد پر مگر حاکمِ نیک دل ہوں

بہت کچھ ہوا یہ بھی جو کچھ ہوا ہے مگر دورِ ابھی منزل ارتقا ہے

بڑھے گا قدم کچھ جو آگے بڑھا ہے کرکِ شکِ ساناؤ کا ناخدا ہے

نہ تیرا کسوچیں تھپیڑے ہیں کیا کیا

ہوئے پارِ ہمت سے بیڑے ہیں کیا کیا

بنا پارِ ایسا کہ دلِ شاد جس سے کرکِ شک کے نام کی یاد جس سے

بنے نغمہِ بلبل کی فریاد جس سے رہیں دورِ گلچیں و صیاد جس سے

نہ دنیا کی فکریں نہ دنیا کے غم ہوں

سرِ شلخِ گل ہوں۔ غنا دل ہوں ہم ہوں

الہی دعائیں اثراب دکھائیں الہی اثراب دکھائیں دعائیں

وہ پھل پھول لائیں جو پودے لگائیں جو پودے لگے ہیں وہ پھل پھول لائیں

سرت کے ننوں کی بڑھاؤ لے آج ترنم سرائی کریں نائے وئے آج
جے بزم خسرو پے بزم کے آج ریاض اقتلح شیرف گنج ہر آج
یہ ساعت مبارک زمانہ مبارک

کرک شک صاحب کا نام مبارک

یہی توشیرف کے ہیں نعم البدل ہاں ہماری ترقی کے ہر طرح خواہاں
اسی قوم کے آپ دونوں میں ارکان کئے ہیں ترقی کے سب جس نے میداں

شیرف سے شرف جس کو آغاز کا ہے

یہ موقع کرک شک پر ناز کا ہے

رہے گا ہمیشہ کرک شک کا نام نہ جائیگی دل سے کبھی یادِ ایام
شیرف کو حضور اب یہ پہنچائیں پیغام دلاتے ہیں یادِ آپ کی یہ درو بام

ہر اک آپ کے نام سے شاد دل میں

رہے گی مدام آپ کی یاد دل میں

بڑھائیں حضور اب تجارت کو اس کی سنبھالیں توجہ سے حرفت کو اس کی
ذرا تقویت دے دیں صنعت کو اس کی ذرائع بڑھائیں گے دولت کو اس کی

رواں اس طرف لطف کی نہر ہو جائے

یہ اجڑا ہوا شہر پھر شہر ہو جائے

توجہ جو فرماں روا کی ادھر ہو صفائی سے آئینہ ہر رہ گزر ہو

شیرف گنج گنجینہ سیم و زر ہو ابھی معدنِ عمل و کانِ گہر ہو

مدد لیں ہر اک دستِ زردار سے آپ

تیز سے تیز ہو یا ہلکی سے ہلکی آئے نہ کہے شیخ برا اچھی سے چھی آئے
 نشہ الفت کا جس میں برائٹی آئے جو نہ پتیا ہو کہے ہم بھی گئے پی آئے
 توبہ کا لاکھ تقاضا ہو کہ شیشہ ٹوٹے
 ٹوٹے سو بار بھری بزم میں توبہ ٹوٹے

لطف صحبت ہے نہ ہندو نہ مسلمان کوئی لطف دعوت ہے نہ ہندو نہ مسلمان کوئی
 کیا سرت ہے نہ ہندو نہ مسلمان کوئی جامِ صحبت ہے نہ ہندو نہ مسلمان کوئی
 رنگ پر روزیو نہی محفلِ احباب رہے
 دور میں روزیو نہی جامِ مے ناب رہے

طرفِ صومعہ جائیں کہ سو دیر آئیں دلِ احباب میں بن کر نہ کبھی غیر آئیں
 فرشِ ہاکھیں ہیں وہ جو پے سیر آئیں خیر آباد شرف پھر بھی مع الخیر آئیں

اے شرف گنج شرف ہو تجھے حاصلِ شرف

تو ہمیشہ رہے یو نہی گل مقصود بہ کف

پارک آباد رہے اور کرک شنگ دل شاد نام سے جن کے ہر منسوب ہو ان کی یاد
 بلخ کا ان کے رہے سر ہمیشہ آزاد خیر آباد کا ہر باغ ہو باغِ بغداد

کیوں ہر اک صنس و فاکانہ خریدار رہے

یارب آباد شرف گنج کا بازار رہے

ترانہ خلافت

یہ لہرائے سائے میں عرش میں کے

رہیں حاکم خلق پر و رسلاست
گرک شنک ڈپٹی کمشنر سلاست

بے تقریب و عوت حکام منجانب خان دروہی سید اسحاق صاحب
مینول بڑو خیر آباد پیش کردہ لوی ظہیر احمد انریسی مجسٹریٹ مینول بڑو خیر آباد

حکام صدر سے باجاہ چشم آئے ہیں ذکرک شنک شرف خسرو جم آئے ہیں
آئے شرف گنج شرف نیک شیم آئے ہیں تیری قسمت تیرے بانی کے قدم آئے ہیں
ہے تیری سالگرہ دن یہ تیرے یاد رہیں

تو جو آباد تو مہمان ترے شاد رہیں

افتتاحی تری تقریب کو گزرا اک سال پارک اس طرح بنا آج ہیں سرسبز نہال
مصر سے بڑھ کے ہر بازار ترالامال چکی تقدیر تری بدر بنا بڑھ کے ہلال
تجھ کو اللہ نے چکی ہوئی قسمت دی ہے

کہ چیرمین نے حکام کو دعوت دی ہے

جام پر جام چلے بزم میں بوتل آئے اُس کی رحمت کے اُنڈتے ہوئے دال آئے
شجر خشک جو ہوا میں بھی کوئل آئے آج بے موسم گل پھول کھلین پھل آئے
میزباں سکر ٹیری جوش ہے اراموں کا
جام صحت میں سب شوق سے ہمانوں کا

تکلم وہ عصمت کا یارب تکلم وہ آفت کا یارب تکلم
تکلم قیامت کا یارب تکلم وہ وقت مسرت کا یارب تکلم

تکلم سے بڑھ کر تبسم کسی کا
تبسم سے بڑھ کر تکلم کسی کا

اثر خیز نرمی اثر خیز گرمی وہ گل ریز نرمی شر ریز گرمی
یہ کرزن نے کی کیوں کو انگیز گرمی سہے اس طرح ایک انگیز گرمی

نہ سمجھے گئے واپس آنے کے قابل
رہے اب نہ وہ منہ دکھانے کے قابل

سلامت روی تھی یہ برطانیہ کی سنا جس نے جمہوریت کو دعا دی
چلیں شوخیاں کچھ نہ موج ہوا کی بگڑنے میں بھی زلف بیجاں بنا کی

مٹیں دشمنوں کی جو عیاریاں تھیں
یہ عیاریاں سب غلط کاریاں تھیں

بری طرح کرزن نے غصہ اُٹارا ہٹے وہ ہوئے اور ساحر صاف آرا
پڑھے جن کو شیشے میں کس نے اُٹارا قیامت کا عصمت نے میدان مارا

ہرن چو کڑی بھول کر زدیں آئے
کہ سب جنگ جو امن کی حدیں آئے

یہ فرزانگی اہل برطانیہ کی جو تیور بُری دیکھے صورت بدل دی
اثر خیز آواز تھی ہند کی بھی اُدھر ہو رہے تھے بہت تلخ نہری

پسند آئی لاسیں کی پھر سیر سب کو

خلافت کے جھنڈے نے پورے جلوس کے ساتھ شہر میں گشت کیا اور
تمام روسائے خیر آباد ہمراہ تھے۔ نشان کے ساتھ ذیل کا ترانہ خلافت
ہر قدم پر خاص اثر رکھتا تھا

مبارک سیادت کا جھنڈا مبارک مبارک امامت کا جھنڈا مبارک
مبارک امارت کا جھنڈا مبارک مبارک خلافت کا جھنڈا مبارک

یہ گارڈا گیارہ پر اعدائے دیں کے

یہ لہرائے سائے میں عیش بریں کے

نشان سیادت نشانی ہے کس کی نشان امامت نشانی ہے کس کی

نشان امارت نشانی ہے کس کی نشان خلافت نشانی ہے کس کی

یہ بادل نہیں ہیں جو سایہ کئے ہیں

فرشتوں نے پر اپنے پھیلا دئے ہیں

ہلال آج چمکا وہ بالائے پرچم صلیب اس کے آگے بنی دستِ ہاتھم

صلیب اس کے آگے ہوئی اس طرح خم عدو کے لئے طوق گردن کہیں ہم

نیا طوق پڑتے ہی کیسا جھمکا سر

ہوا آج نیچا بڑے بول کا سر

تبسمِ وہ عصمت کا یارب تبسم تبسمِ وہ آفت کا یارب تبسم

تبسمِ قیامت کا یارب تبسم بنا وہ مسرت کا یارب تبسم

یہ کیوں خندہ زن ہے ہلال آج سب پر

مزے کی نئی مسکراہٹ ہے لب پر

نہ ہوگا اگر یہ تو گاڑھی چھنے گی

بنائے نہ پھر بات ہرگز بنے گی

مخالف کرو روں مسلمان ہوں گے ہزاروں کو مرنے کے ارمان ہوں گے

نہ بدلیں گے وہ جن میں ایمان ہوں گے ہستی پر اپنی لئے جان ہوں گے

یہ جتنے ہیں سب ہیں اسی ایک گھر کے

ملے گا انھیں کیا نہ تیغ کر کے

نبی کی وصیت پر ایمان اُن کے خطا ہوں گے دُور سے نہ ارمان اُن کے

نیں گے کسی کی نہ کچھ کان اُن کے شہادت ملے، میں یہ ارمان اُن کے

گوارا کریں گے نہ ایمان دینا

گوارا کریں گے یہ سب جان دینا

عراق و حجاز و فلسطین شام آج میں محکوم اغیاران کے ہیں سر تاج

نہ پاس نہ باں ہو نہ کچھ بات کی لاج ہمیں بھی انھیں بھی ملے کیوں نہ سوراخ

پریشان کرنا، پریشان ہونا

مناسب ہے کچھ تو پیشیان ہونا

چلے گا نہ اب کام عیاریوں سے نہ عذار مکہ کی غدا ریوں سے

نہ زرباشیوں سے نہ زرباریوں سے حذر چاہتے ہے ریا کاریوں سے

عراق و عرب کی بھی ہو داغزار ی

دُراں میں موصل کی ہو چوٹ بھاری

ہے عاجز جہاں حکم برداریوں سے بچائے خدا ایسی بیماریوں سے

منا پڑی جان کی خیر سب کو

بہت ناچے کو دے فرانس اور آٹلی وہ انگورہ کا تار آخر کی دھکی
 بظاہر تلام میں مٹی سب کی کشتی کئی بار ڈوبی کئی بار اُچھلی
 مگر پو بڑا لگا یا خدا نے

سمجھ سے لیا کام برطانیہ نے

کہیں کیا بھری بزم سے کیونکر اُٹھے مزے اُٹھنے کے بزم سے باہر اُٹھے
 جھکے سوؤ زانو تھکے وہ جو سر اُٹھے دروتے بنی جب تو سب ہنس کر اُٹھے
 لئے امن ہمراہ سب گھر کو آئے

یہ سچ ہے بچی جان تو لاکھوں پائے

ٹاکر ہم ہاتھ اُٹھے ہاتھ ملتے نہ دیکھے کچھ ارمان دل کے بھکتے
 بچے ٹھوکروں سے بہت چلتے چلتے نہ بچتے نہ گھسی کے چراغ آج جلتے
 بنے داغ لاسین میں باغ دل کے

چراغان لاسین تھے داغ دل کے

ہوئی صلح ٹرکی مگر فاستخانہ ادا فاستخانہ اثر فاستخانہ
 قدم تھے سر رہ گزر فاستخانہ چلے جس طرف تھی نظر فاستخانہ
 مہینوں جھینی خوب برطانیہ سے

بگڑ کر بنی خوب برطانیہ سے

نئی دشمنی دوستی ہے پرانی جیسی ایک نے ایک کی بات مانی
 عرب سے بھی اُٹھے کہیں حکمرانی اب آزاد یوں میں کئے زندگانی

نہ عہد نامے کی اب پاسکالی کہے امن کی اس نے بنیاد والی
 سلامت کمال اور فوج کمالی سلامت ہلال اور تیغ ہلالی
 سلامت رہے یہ نشان خلافت
 بڑھے اسے ریاض اور شان خلافت

پارہ پارہ نظم در مظالم شہد وغیرہ

پرے سو حشر کے دن قاتل عثمان نکلا
 اولیت کا شرف حضرت صدیق کو ہے
 حجت اصولت فاروق ریاست آئیں
 بعد فاروق کے ترتیب خلافت کے لئے
 ہوئی تکمیل خلافت جو نبوت کی طرح
 نہیں ممکن جو لکھے کوئی ید اللہ کے وصف
 عظمت میں نام مبارک کی نہیں دل میں
 جتنے سوری ہیں وہ ہیں نام علی کی تفسیر
 لب پر آیا کبھی بوجہ کبھی نام عمرؓ
 چار چاند ایسے خلافت کے زمانے کو لگے
 نور تھا چار طرف رونے زمیں پر پھیلا
 چرخ پر تارے ابھرتے جو سورج جیٹھا
 وسعت ارض میں اسلام نے جھنڈ ڈکاٹے
 آج بھی خون سے نرم صفحہ قرآن نکلا
 عارف ایسا نہ کوئی صاحب یقین نکلا
 کہ جہاں دور خلافت کا ثنا خواں نکلا
 آپ سا کوئی نہ اے جامع قرآن نکلا
 یا علیؓ مرتبہ آپ کے شایاں نکلا
 دست و بازوئے نبی قوت ایمان نکلا
 جس کو دیکھا وہ غلام شہد مرزاں نکلا
 وہی قرآن وہی معنی قرآن نکلا
 منہ سے حیدر کبھی نکلا کبھی عثمان نکلا
 ید مینا بھی چراغ تیرہ اماں نکلا
 کہ چھپا چاند تو غور شید و رشاں نکلا
 شام ہونے بھی نہ پائی مہتاباں نکلا
 بن کے پرچم شفق سرخ کا دامان نکلا

لے گا نہ کچھ بھی دل آزاریوں سے پیشانی اچھی خطا کاریوں سے

نجات اب ہو بیماری جانگسل سے

ملا ہاتھ اب دل بھی مل جائے دل سے

رہے دوستی اب عرب سے غم سے ذرا لیجئے کام چشمِ کرم سے

کیلجے ہوئے پیپ کتنے الم سے نہ بن بن کے شمشیر اب کھینچئے ہم سے

مسلمان دنیا کے داد و فادیں

مسلمان دنیا کے دل سے دعا دیں

رہو یوں دلوں میں کہ ہو جان جیسے رہو اس طرح ہم میں انسان جیسے

ہیں آپس میں ہندو مسلمان جیسے بنیں ترک یوں دوست افغان جیسے

تشدد ہو جس میں نہ وہ سلطنت ہو

ہر اک ملک میں فیضِ جمہوریت ہو

اب آجائے کرزن کو بھی مسکرا نا سکھائے تبسم انھیں بھی زمانا

مٹے روز کا اب یہ رونا رو لانا مبارک انھیں اپنی خفت مٹانا

ہلال اب نہ شکوہ کبھی لائے لب پر

جب آئے الہی ہنسی آئے لب پر

ہلال آج کس سے گلے مل رہا ہے یہ عصمت کا نازک گریباں بنا ہے

یہ جوشِ طرب میں اسے کیا ہوا ہے گریباں کی صورت گلے سے لگا ہے

جگہ اس کی ہے یوں ہی سینے پر ان کے

گرائے لہو یہ پیسنے پر اُن کے

کند روضہ اطہر پر آثارے گولے چرخ پر خوف سو فرشتہ بھی لرزاں نکلا

۴

چونک اٹھے عدم آباد کے رہنے والے
گنبد بن کر مسجد کے بھی پہنچا نقصان
دامنِ ابر میں چھپ چھپ گئی کجی ڈر کر
میکم توپ کو گردش تھی حرم کے اندر
نذر دشمن ہوئے مشہد کے ہدایا کیا
لئے دامن میں چلا گو ہر یکت کوئی
کھل کے بازار تجارت کی دکانیں میں
روس کے ظلم و شرم آئی نہ کچھ یورپ کو
غل ہے مشہد میں مرا کو میں ٹریوٹی میں
ہے یہی حال تو اب جلد سے کی دنیا
اے شہنشاہ جہاں وشہ انگلیں ڈاؤ چلیج

قبر سے رستم و ستان بھی ہر اسان نکلا
درود یوار کا اللہ نگہباز نکلا
منہ سے توپوں کو وہ دودھ تر افشاں نکلا
گوشے گوشے سے ہر اک شخص ہر اسان نکلا
گنج زر گنج گہرے حد و پایاں نکلا
لئے دامن میں کوئی لعل بدخشاں نکلا
لے لیا جس کے یہاں جبر و سامان نکلا
ہاں بیٹھیں مگر سر بگرے بیاں نکلا
کام یاروں کا بقدر لب و دندان نکلا
علم سبز لبے روم کا سلطان نکلا
حیف اگر تیری رعایا کا نہ ارماں نکلا

۵

لاکھوں والیئر آئیں گے نظر دشمن کو
جلد مل جائوں جنگ کی تعلیم ہیں
جاتے جاتے سواراں نظر آجائے گا
اپنی سرحد سے ہر اک ترک ٹھے گا فوراً
مایہ ناز ہیں ہوگی ہماری قوت

گھر سے ایک ایک اگر ہونے کو تباہ نکلا
شور ہو ہند بھی تیرا عربستان نکلا
ہم سے بھی چار قدم آگے ہر افغان نکلا
شور حج جائیگا وہ شہرِ نیستان نکلا
ہمت افزا جو شہنشاہ کافراں نکلا

ابتدا جس کی یہ تھی آج ہوا اس کا یہ حال
 ہر فریخ آج مرا کو میں ہلا کو بن کر
 فوج اٹکی نے اٹاری ہوڑی چوٹی میں
 کچھ جزیرے لئے بدعہد نے دھوکے دی کر
 یہ سمجھ کر کہ سمندر میں ہے ٹرکی کمزور
 اس کی تائید میں ہیں او بھی کتنے ایسے
 سگ اٹلی سو ہار بڑھ کے کہیں روس کا جس
 روز غاشور کیا مجتہد عصر کا فوں
 کس طرح روس نے تبریزی آفت ڈھائی

شور ہے قبضہ اسلام سے ایران نکلا
 ملک کا جان کا ایمان کا خواہاں نکلا
 سایہ پوپ میں حیرت و شیطاں نکلا
 کوئی سچا کبھی کافر کا نہ پیماں نکلا
 کار و شور اور ڈوناٹے آساں نکلا
 صورت راز بہم ساز بھی نہیاں نکلا
 منہ سربا بہت اس خس کا دندان نکلا
 بڑھ کے کچھ شمر سے غارتگر ایاں نکلا
 پھر بھی اس ظالم اظلم کا زار ماں نکلا

پاک دامانوں کی کم بختی کی پردہ دری
 یہ سمجھ کر کہ کسی گوشے میں مل جائے امان
 اوڑھنے کو نہ بچانے کوڑ میں کیا گھریں
 مضطرب دل کی طرح گھر سے جو نکلا کوئی
 نرداکوئی نہ برق کوئی پردہ نہ حجاب
 چہرے پر اشک مصیبت و وجود اس ٹٹالا
 نقد جاں بھی نہ بچا لشہر میں وہ لوٹ چچی
 تار و پود نے بہت رنگ بدل کر بھیجے

چاک ماں تو کوئی چاک گریباں نکلا
 گھر سے عرباں کوئی نکلا کوئی نالان نکلا
 دامن نشت ہر اک خانہ ویراں نکلا
 اپنے گیسو کی طرح کوئی پریشاں نکلا
 گھر سے ہر پردہ نشین سر و ساماں نکلا
 دل پر زخم لئے زخم کا داماں نکلا
 روس ہر طرح عدوئے رساں نکلا
 آسماں بھینہ طاووس میں پنہاں نکلا

کیا جلد ہوئے ہیں ایک دُشمن
 کمزور کی ہر طرح حمایت
 بجا و بجا ہر اک شکایت
 ہر بات ان اتحادیوں کی
 معشوق کا عہد و وعدے ان کے
 کھل کھیلے ہیں حلقے حلقے اُس کے
 پیچیدگی و دور و غِ بانی
 کیوں صلح کا رنگ خونچکاں ہے
 اس صلح کی اب تو کامیابی
 کیا امن و اماں کو ہے ترقی
 اُٹھتے ہیں شر و دھوئیں کے بدلے
 یوں مردِ بنی ہے قومِ اپنی
 آئنا رہیں ترقیوں کے
 کہتے ہیں کچھ اور اس کے تیور
 کیا ابر میں کچھ ہلال کی شکل
 طاقت نہیں بازوؤں میں پھر بھی
 بجلی کی چمک خیرہ ہے آنکھ
 خونیں شفقِ فلک بھی جھک کر
 اقوام کی لیگ تھی جو آسان
 ٹرکی نیلام ہو گئی ہے
 اب لیگ کا کام ہو گئی ہے
 گویا دشنام ہو گئی ہے
 الفت کا پیام ہو گئی ہے
 کیا طرزِ کلام ہو گئی ہے
 کاکل اب دام ہو گئی ہے
 کچھ حسنِ کلام ہو گئی ہے
 جب جنگ تمام ہو گئی ہے
 بوسہ بہ پیام ہو گئی ہے
 کیا جنگ تمام ہو گئی ہے
 تیز آتش خام ہو گئی ہے
 لونڈی سے غلام ہو گئی ہے
 اب رحمتِ عام ہو گئی ہے
 ترکی جو تمام ہو گئی ہے
 خنجر بہ نیام ہو گئی ہے
 بیرونِ نیام ہو گئی ہے
 عریاں جو حام ہو گئی ہے
 اب آتشِ بام ہو گئی ہے
 دُشوارِ سا کام ہو گئی ہے

ہائے وہ وقت کہ جب تختہ روس سے سب کہیں خوب مسلمانوں کا ارماں نکلا
 وقت تقسیم کہے فوج یہ خوش ہو ہو کر لوٹ کا مال تو مشہد سے فراوان نکلا
 ہم کہیں خاص یہ اسلام ہے بڑش دولت سب کہیں دل سے شہنشاہ مسلمان نکلا
 سایہ جارج میں وہ دن بھی کہیں آؤ ریاض
 ہم کہیں آج مسلمانوں کا ارماں نکلا

عالم آشوب

دنیا تہ دام ہو گئی ہے یہ پختہ بھی خام ہو گئی ہے
 کس کی ہوئی ہے یہ خام پارہ ہر چند کہ رام ہو گئی ہے
 لے گا ابھی کروٹیں زمانہ رات آگئی شام ہو گئی ہے
 کچے پڑے پختہ کار کیا کیا؟ قوت ہی تمام ہو گئی ہے
 ہے صلح کچھ امن خیز عالم اب جنگ تمام ہو گئی ہے
 سایہ ہے خدا کا سایہ لیگ رحمت یہ عام ہو گئی ہے
 آزاد حکومت مقامی ہر قوم کے نام ہو گئی ہے
 یہ شرط بھی ہم ہوں حکم بردار بے قید و دام ہو گئی ہے
 مشکل کاموں کی سربراہی سرکار کے نام ہو گئی ہے
 ٹھیکے میں خدا کے ہر خدائی حالت یہ عام ہو گئی ہے
 یونان کی رات دن اچھل کود مینڈھک کو زکام ہو گئی ہے
 ظالم کی حکومت و امارت مظلوم کے نام ہو گئی ہے

سبھی ہوئی گفتگو طرزی
 معنی ہوں سخن کے اختیاری
 سنا میں فسانہائے رنگیں
 بے حس تصویر میں پڑی جان
 فریاد کا کاٹ دیکھنا ہے
 رکتی نہیں رو کے آہ کی تیغ
 ہوگی وہ عدد کی صبح اُمید
 کہتے ہیں کہ سخی ولسن و جارج
 کچھ فہم اگر ہو تو وزارت
 سمجھے ہوئے تھے جسے وہ ریش
 اترے گی نہ خلق سے کسی کے
 کہنے کو نہ ہو کہا نہ ہم سے
 خود بھی وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا
 بے وجہ بھی حال پر توجہ
 کچھ بولوں تو کہتے ہیں کہ چپچپ
 مکا مسجد میں شورِ ناقوس
 پرف پرف میں دور کی بات
 پڑتی ہے دکن کے شملے پر ٹاپ
 اونچے اونچوں کی پھوٹ کی بات
 دلکش پیغام ہو گئی ہے
 اب بات یہ عام ہو گئی ہے
 کیا بات تمام ہو گئی ہے
 مصروفِ خرام ہو گئی ہے
 صمصام و حسام ہو گئی ہے
 بیروں زنیام ہو گئی ہے
 جس صبح کی شام ہو گئی ہے
 بے نیلِ مرام ہو گئی ہے
 اب عقل کا کام ہو گئی ہے
 دُردِ تہِ جام ہو گئی ہے
 پکی ہوئی خام ہو گئی ہے
 جحت بھی تمام ہو گئی ہے
 یا مالِ خرام ہو گئی ہے
 حکام کا کام ہو گئی ہے
 چپ تنکیہ کلام ہو گئی ہے
 آوازِ امام ہو گئی ہے
 پیغامِ سلام ہو گئی ہے
 ڈھیلی جو لگام ہو گئی ہے
 اب طشت زبام ہو گئی ہے

چھایا ہے یہاں اندھیرا
 پر بیچ ہے زلفِ باشو یک
 اب آنکھ ہے سوئے بامِ دنیا
 گل ریزہ سر زمینِ ایران
 چشموں میں تیل کے لگی آگ
 آنکھوں میں نہیں ہے خوابِ شیریں
 موصل کیا پھول کی چھڑی تھا
 موصل کے کنوئیں کی اوکھلی بھی
 سرواں دور دورِ سرخسین
 ہلکی ہو کہ ہو کڑی کوئی بوٹ
 اس دودھ کے نہر کی روانی
 اس صلح میں جنگِ زرگری بھی
 حاصل ہے کہیں طلائے خالص
 اب بامِ حرم کے ہم کی ہر بات
 ہم جھوٹ سہی 'قدم تو پہنچے
 قولِ فیصل سے سر نہیں وہ
 گھر کے بھیدی نے کہہ دیا حال
 غدارِ حجاز کو تو گلا لی
 ابھی ہوئی گفتگوئے کابل
 کیا حالتِ شام ہو گئی ہے
 کابل کا لام ہو گئی ہے
 ہے صبح کہ شام ہو گئی ہے
 کیا ڈر کا مقام ہو گئی ہے
 لومشعلِ شام ہو گئی ہے
 کیوں نیندِ حرام ہو گئی ہے
 برت اب خطِ جام ہو گئی ہے
 اب شہد کا جام ہو گئی ہے
 پونجی ہی تمام ہو گئی ہے
 کچھ شغلِ دوام ہو گئی ہے
 فساد کا کام ہو گئی ہے
 نازک سا کام ہو گئی ہے
 چاندی کہیں خام ہو گئی ہے
 شورِ سرِ بام ہو گئی ہے
 شہرت یہ تمام ہو گئی ہے
 حیرت کا مقام ہو گئی ہے
 تصدیقِ کلام ہو گئی ہے
 صاحبِ کاسلام ہو گئی ہے
 سنجیدہ کلام ہو گئی ہے

ہو گئی کبھی صبح شام کی بھی جب صبح کی شام ہو گئی ہے
 آثار ہیں صبح کے نمایاں
 اب رات تمام ہو گئی ہے

ساقی نامہ

از

فتنہ ۱۸۸۲ء

ساقی! مجھے ایک جام دینا	بھر کر مئے لالہ فام دینا
رنگت کا نکھاریہ کرے کام	یا قوت کا ایک ڈال ہو جام
وصافی چوڑی کا عکس پڑ جائے	تحریر زمر دیں۔ نظر آئے
رنگ اور لگائے آگ بڑھ کر	منہدی لگے ہاتھوں میں ہوساغر
مستانہ ادا نہ آس توڑے	لغزش نہ کہیں گلاس توڑے
جھلے سے ابھی نکل کے آئے	شیشے سے پری نکل کے آئے
سورنگ سے بن سنور کے نکلے	نکلے نکلے نکھر کے نکلے
ہو قص فزائے صحن ساعز	ہو موج کا ہامقہ بھی کمر پر
نظارہ کے ساتھ سب ہوں بہوش	ہر بزم نشیں زخود فراموش
محفل میں وہ رنگ آج چھاجائے	بے ساغر دے مجھے مزا آئے
لغزش نہ مری زبان میں ہو	اُلجھاؤ نہ کچھ بیان میں ہو
لو منتظر! ذرا سنبھل جاؤ	آنکھوں میں ہر دیندہ ہوش میں آؤ

دیکھو کس وقت با وفا دوست
 سر کا رنظام ہوگئی ہے
 کیا قہر ہے وقت پر قیامت
 معشوق خدام ہوگئی ہے
 دنیا دنیا رہی نہ افسوس!
 عبرت کا مقام ہوگئی ہے
 پھیلے اثرِ عدم تعاون
 تحریک یہ عام ہوگئی ہے
 دکھ درد میں شرکتِ بہم اب
 دورے و جام ہوگئی ہے
 باہر ہوگی نہ قوم افغاں
 ترکی بھی رام ہوگئی ہے
 ہندو ہوئے ترک ترک ہندو
 اب پھوٹ حرام ہوگئی ہے
 تحریکِ سودیشی و خموشی
 مقبول انا م ہوگئی ہے
 ٹھہرا ہو کہ پھول گھڑی کی ہو
 باہر کی حرام ہوگئی ہے
 کہنے کو گھر کی کو ٹھہری بھی
 روٹی کا گد ام ہوگئی ہے
 تو مو کا تو بچھاؤ، اوڑھو
 اب رائے یہ عام ہوگئی ہے
 دو دن کی ہے چاندنی مبارک!
 یہ کہنے کو شام ہوگئی ہے
 حقی کام کی شے وفا ہماری
 وہ تو بد نام ہوگئی ہے
 کچھ ہو ہمیں کام ہے وفا سے
 مانا بد نام ہوگئی ہے
 ہاں! خوں وفا ہے کام کی چیز
 ضد سے ناکام ہوگئی ہے
 جاری ہے سہی پھر بھی ہر چند
 کوشش ناکام ہوگئی ہے
 ہیں شیر و شکر اب آگ پانی
 صورت یہ عام ہوگئی ہے
 سایہ میں وہ رکھے اپنے آزاد
 جو زلف کہ دام ہوگئی ہے
 ہے دور بہت دعا سے تاثیر
 وہ عرش مقام ہوگئی ہے

کیا سہل ہے جو نقاب اٹھے؟
 کیونکر یہ کہیں زباں سے "اُف اُف"
 آجائیں تو شوخی ادا سے
 یہ دن ہیں بہارِ زندگانی
 گچھیں کہیں دسترس نہ پائے
 کس نہ ادا ان بھولے بھالے
 جب اتنی سمجھ نہ ہو، کہا کیا؟
 دشوار نہیں ہے ہاتھ آنا
 چٹخارے نئے زبان کے ہیں
 ہو جاتی ہیں آرزوئیں بیباک
 ہر وقت ہجوم دلوں کا
 بھا جاتی ہے سیگلشنوں کی
 خودداری حسنِ محو انداز
 زلفوں کا سنوارنا وہ دن بھر
 عادت وہ گھڑی گھڑی کا بننا
 پھر ویدہ دلیریاں اک آفت
 اچھا نہیں شام کا نکلنا
 وہ ہے جو راسخ حالے جلے
 بنتا ہے شوق جی کا جنجال
 شرمیلے ہیں کیوں؟ حجاب اٹھتے
 ہم بزم میں آئیں بے تکلف
 کیا آنکھ ملائیں گے حیا سے
 بچپن کچھ ہے تو کچھ جوانی
 ڈرتے ہیں بہارِ لٹ نہ جائے
 جو چاہے وہ راہ پر لگالے
 تو فتنہ طرازی ادا کیا؟
 بچپن کی سمجھ کا کیا ٹھکانا
 آفت ہے کہ دن اٹھان کہیں
 اس عمر میں سو جھٹا نہیں خاک
 ہر وقت ہجوم حوصلوں کا
 پروا نہیں رہتی رہزنیوں کی
 رستہ منے تبختر و ناز
 ہر وقت نگاہ آئینے پر
 ہر روز نئی نئی تمنا
 بیباکی آرزو قیامت
 اچھا نہیں نام کا نکلنا
 جو دل کہے اُس کو مال لے جائے
 کیا قہر بھرا ہے یس سال

مبارک میکشوں کو نصبت ہوش	چلا وہ ساقی وعدہ فراموش
نگاہِ نازِ شرمائی ہوئی ہے	ہماری یاد کچھ آئی ہوئی ہے
چھلکتے جامِ یازک سے گل ہیں	خضائی ہاتھ میں چیلوں کے گل ہیں
کلائی پر گراں ہے رنگِ ساغر	زمون مے بنے یہ بھی پلک کر
ہر اک میکش کو یہ دھوکا ہوا ہے	مے گلزنگ سے ساغر بھرا ہے
لبِ خاموش میں طرزِ تکلم	نہاں گھونگھٹ میں بوجوں کے قہم
اُبھرتی موج کیا دیکھی نہیں ہے	چھلکتے جام سے گیلیاں نہیں ہے
بہاریں ہم نے لوٹی ہیں مین میں	اُٹھے بیٹھے نہیں کس انجمن میں
سبو کتنے اچھوتے ہیں لٹھکے	سنبھل کر جب اُٹھو کوثر کی لائے
جورنگت دور سو ہم دیکھنے پائیں	بھری ساغر تو ہم آنکھوں میں پی جائیں

نہ وہ محشر فروشِ شوخی ناز	نہ وہ ہنگامہ ہائے فتنہ پرداز
نہ کسی کی وہ چھپنی رنگت	نہ کسی کی وہ چلبلی صورت
نہ وہ نازک کمر کا بل کھانا	نہ وہ لغزش نہ وہ سنبھل جانا
نہ چھری ابدن نہ بکھرے بال	نہ وہ کافر کی لڑکھڑاتی چال
نہ وہ انچل کا ڈالنا ہر بار	نہ ڈوپٹا سنبھالنا ہر بار
نہ وہ شوخی نہ ہونٹ پر وہ ہنسی	نہ بلا خیمہ نہ چیتو نیں تیکھی
نہ وہ جوشِ شباب کی ان بن	نہ اداؤں میں اب وہ جینچل پن
نہ وہ نغمہ نہ جانفزا آواز	نہ مغنی نہ کوئی نغمہ ساز

نہ کچھ ہو سستی معشوقِ نوحیز
 بھری ہو سستی معشوقِ نوحیز
 ارے ساقی! وہ تیرے جام کی ہو
 ارے ساقی! وہ میرے کام کی ہو
 کسی سے بھی نہ اُس نے بات کی ہو
 دلہن گویا وہ پہلی رات کی ہو
 رہی ہو سایہ پیرِ مِغناں میں
 پٹی ہو سایہ پیرِ مِغناں میں
 حسیں ہونا زنیں ہو، نوجواں ہو
 چراغِ خانہ پیرِ مِغناں ہو
 وہ نازک کچھ نزاکت کی نہ ہوں
 جو گل ہی شکل ہو لوٹا سا ہو قد
 قدم آنکھوں سے ہر سانگل گائے
 جو دیکھے سروِ مینا سر جھکائے
 بدن میں ہو لباسِ ارغوانی
 پھٹی پڑتی ہو اس پر نوجوانی
 بری اُڑ کر بنے طاؤس تن کر
 وہ چلنے میں تنے طاؤس بن کر
 بنے ہر مرنجے چوٹی کا موباف
 کہے ہر ایک ہے چوٹی کا موباف
 ہوا دامن اگر چھو لے لڑے وہ
 ادائے مت و جھجک جھجک پڑو وہ
 اسے خلوت میں پا کر دل میں کھلوں
 نگاہوں سے اٹھا کر دل میں کھلوں
 کرشموں میں بھری ہو دلربائی
 مزاد کی جیسے کوئی کھیلی کھائی
 مرے گھر آنے والی جانے والی
 ارے ساقی وہی مینا خانے والی
 اُسی کو تو مرے قابو میں دیدے
 مرے دل کو مرے پہلو میں دیدے
 کہیں پیرِ مِغناں کے خانہ و اماں
 الہی خانہ احساں ہو آباد

مبارک تجھ کو لے فتنے نیا سال

مبارک تجھ کو لے فتنے نیا ال

ہم لاکھ نہ چاہیں وہ کریں ساز
سو طرح کے لوگ ہیں نظر باز

ساقی نامہ

خموشی کا سبب ہم جانتے ہیں	تسم کی ادا پہچانتے ہیں
کلامی کے پکے کا یقین ہے	بھرا ساغر چھلکتا کیوں نہیں ہے
شرارت ہے یہ سبافونگری ہے	نگاریں جام میں تلچھٹ بھری ہے
صدارت میں فن شانوش کی ہے	ہیں پروا نہیں سر جوش کی ہے
چمن زار آنکھ میں اپنی نظر آئے	حنائی ہاتھ سے تلچھٹ ملے جائے
ہوس کرنے میں کچھ جھنجھٹ بہتے	مزا دی جائے تو تلچھٹ بہتے
دعا یہ ہے اثر اتنا خدا دے	مے گفتار کی تلچھٹ مزا دے

ساقی نامہ

از

فتنہ جنوری ۱۹۰۷ء

نیا دن ہے اری ساقی نیا سال	پُرانا بادہ کش ہوں مے نیا مال
اچھوتی مے اچھوتے جام کی ہو	اری سن سال کچھ ہو کام کی ہو
وہ کھل کر پاس میری سو میں آئے	پرانی بھی لباس نو میں آئے
جو خواہش ہو تو خواہش ہی اسی کی	کہ وہ جھوٹی نہ ہو ساقی کسی کی
نکوئی داغ ہو دامن پر اس کے	نقد جام ہو جو بن پر اس کے

انجمن کا فوین سے ہے آغاز
 خدمتِ بزمِ مجھ کو باعثِ ناز
 اس کو پہنچے گی کیا کوئی محفل
 نور کے جامِ نور کی محفل
 ہر طرف ہے نویدِ نصرتِ ہوش
 نورِ محفل ہے حسنِ جلوہ فروش
 دلِ عاشق کے داغِ روشن ہیں
 نئے کیسے چراغِ روشن ہیں
 شمعِ انورِ زمانہ دل میں
 آتشیں آہیں شمعِ محفل میں
 آگے اٹھتا ہے آگے سے پردہ
 نظر آتا ہے حسنِ بے پردہ
 آگے اس بزم میں شریک ہوں سب
 اس کی شرکتِ نبات کا ہے سبب

کو اچلا ہنس کی چال

نوٹ۔ یہ نظم پچیس تیس سال ہوے ایک زمانہ جلسے کے متعلق کہی گئی تھی اب
 تعلیم بھی ترقی کر گئی اور بے پردگی بھی

ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

انگشتِ مہذرات کی بڑھتا ہے اختلاط
 کھل کھیلنے کو ہے نگہِ شر گیس کہاں
 یہ حسنِ یہ خیال یہ پاکیزہ صحبتیں
 اس طرح کے ندیم کہاں ہنشیں کہاں
 وہ باتیں نرم نرم وہ آواز کی ٹھاس
 سننے کو ملتے یوں سخنِ دلنشین کہاں
 ان کے قدم کے فیض نے زنگین بنا دیا
 تھی سرخ سرخ لالہ و گل سوز میں کہاں
 رہتے تھے ہم بچنے ہو کر زنجیر و طوق میں
 دیکھی تھی ہم نے وضعِ ادا آفریں کہاں
 غصیں ہلکیاں جو کان میں بجلیوں کے ساتھ
 ہم اس طرح بنے تھے کبھی خوش چہرے کہاں

نویدِ بزمِ پاک

نانِ پارسے کی گیارھویں شریف میں زمانہ راجہ جنگت درمروم فرمائش

تنبہ لب ہوں پلا مجھے ساقی	مئے کوثر کے جام لا ساقی
اثر بادہ مے کے نام میں ہو	گردشِ چشمِ حار جام میں ہو
سوج اٹھ کر نگاہِ حور بنے	چشمِ موسیٰ میں برقِ طور بنے
مردہ زندہ مرلیض اچھا ہو	لب سا غلبِ مسیحا ہو
لب تک آتے ہی ہر دعا قبول	خطِ ساغر دے عمرِ خضر کا طول
پائے خم پر سرِ عقیدت ہو	سب کو دستِ بوس سے بیعت ہو
ہو ہر اک آج والہ مرشد کا	طرفِ مے ہو پیالہ مرشد کا
طور تک یا حصہ تک پہنچیں	نشے کے پیگ دوڑنا تک پہنچیں
نشے میں اونچے اور جائیں آج	پاکپازوں کو آج ہو معراج
ساقی خوش جمال کی محفل	حال بن جائے قال کی محفل
لطف دی جائے قلقلِ مینا	وجد میں لائے قلقلِ مینا
جگر اربابِ ذوق کا شق ہو	بزم میں وہ صدائے ہوتی ہو
کہ دم کو یہاں شغف جس سے	نانِ پارسے کو ہے شرف جس سے
جس کا مشاق ایک عالم ہے	محلِ پاک و غوثِ اعظم ہے
بزم سے لطفِ خاص راج کو ہے	شرفِ اختصاص راج کو ہے

جان پدر نه دیده از ما گریستن
 قمر است در فراق تو هر جا گریستن
 این آتشی و کار مراد غم فراق
 نه من نه محبت من و دیوانگی من
 صبح است هم سیاه چشم پید ما
 غم آنچنان فرو دجل ناگهان تو
 رفتی و بعد فاخته باز آمدی بجو
 بهر عبور تا به سر آب قمر دور
 حباب و لطف غزل و بهم باغن باب
 آسای نه بود دست گرفتن بدوستان
 روز هجوم غلغله و هم بے خبر تو
 باید مرا به یاد تو اے تیشین آب
 صد جوئے آب روز رواں از دو دیده باد
 کاین از دو دیده به پایاں نمی رسد
 الطاف در مزار چسپاں یانمی قرار
 چشم گلے نه چید ز بارغ شباب تو
 چشم چو قطره خون بدد آرزو کنم
 باید ترا به فضل گل اے ابرو بهار
 لرز و شرار آتش دوزخ ز میج اشک
 چوں میج جو تمپیدن و دریا گریستن
 حشر است بر مزار تو تنها گریستن
 نگرستن به سوائے فلک یا گریستن
 تنها قسمی که تنها گریستن
 بے نور گشت دیده ز شبها گریستن
 خواهند مردمان همه با ما گریستن
 اے و اگر گریستن به تولد و اگر گریستن
 از مرگ بر تو خنده و از ما گریستن
 چشم آشنای بود کس با گریستن
 دشوار هم نه بود به غوغا گریستن
 تقدیر بود بهر تو ما را گریستن
 دریا گریستن لب دریا گریستن
 دار و سکون گریستن از نا گریستن
 خواهم ز دروازه همه اعضا گریستن
 جان پدر نه دیده از ما گریستن
 آغاز کرد خون تمتا گریستن
 از بلبلان پئے گل رعنا گریستن
 بر ما گریستن به سر ما گریستن
 ما را نصیب باد خدا یا گریستن

گھر بیٹھے ہم کو ملتے ہیں تہذیب کے سبق
 شکلیں یہ سب ہی ہیں جو میں فخر کا سبب
 تعلیم جب نہیں ہو تو صحبت کا لطف کیا
 گلشن میں ہم ہزار بلند آشتیاں سہی
 ہم اور ہیں وہ اور سپید وسیہ کا فرق
 ہم چاہتے تو ہیں کہ کریں لامکاں کی سیر
 طرز معاشرت بھی جدا ہے زباں بھی غیر
 سایہ کہاں کا ڈالتے ہیں لکھنؤ پر آپ
 بھرے نیوں ہوا سن کہ اٹھ جائیں دل بھی
 کہار و سبزہ زار میں آزادیاں انھیں
 یہ بھی جو نصیب تو تاریک راہ ہے
 چھاپا گیا لباس کی رنگینوں کا حال
 یوں وضع و لفریب کا اظہار ہمارے
 کل ہو گا ذکر حسن کا صورت کا رنگ کا
 جس پر ہمیں ہے ناز وہ دنیا و دیں ہو اور
 جس پر ہمیں ہے ناز وہ دنیا و دیں کہاں

وہ نکلیں اُن سے پہلے نکل جاؤ دم ریاض
 آنکھوں میں آتی ہے نگہ واپس کہاں

بہتعال نخت جگر لطف حسین

مبارک ہو جشن ڈائمنڈ جہلی رہے فیصلہ تاقیامت سلامت
 یہ حاصل ہوئی بات شاہوں میں کس کو یہ قیمت کی ہے بات حضرت سلامت
 وہ دن ہو کہ ہے آج جھگل میں نگل جدھر جاؤں لو سلامت سلامت
 رعایا کو کس درجہ آزادیاں ہیں یہ حاکم سلامت حکومت سلامت
 ملیں ریتیں کبھی ہندوستان کو الہی یہ برش حکومت سلامت
 دے ہند کو حاکم عدل گستر رہے ہند کی بادشاہت سلامت
 بڑے چین سورات دن کٹ رہیں الہی یہ دور حکومت سلامت
 مبارک یہ جہلی مبارک یہ جلسہ مبارک مبارک سلامت سلامت

ریاض اپنی سرکار کو دو دعائیں

کرو جشن دن بات حضرت سلامت

ڈپنیری حکیم برہم اور سز چیسٹن

ہزار آرز کے فیض قدم سے گور کھپور ہے رشک گلشن
 پھولے پھول مسرت کے ہیں گلشن گلشن، خرمن خرمن
 سایہ وامن، ابر کرم ہے ابر کرم ہے سایہ وامن
 آپ جو چاہیں فصل خزاں میں نکھرے رنگ بہار گلشن
 برق کے شعلے گل کی گریں ہوں آتش گل ہو آتش گلشن
 ڈپنیری برہم کی نہیں ہے فرش زمین پھولوں کا دامن
 دھوم مچی ہے آئے آئے! ہزار آرز سز چیسٹن

خواہم بجائے خاک فرم آب شکر شک خواہم بکے توبہ تنہا گریستن
 از ضبط اشک قائمہ دل میرود ز دست غبارست این گریستن از ناگریستن
 اورفت و یاد او نہ رود از دلم ریاض
 باد انصیب زیستنم با گریستن

بقریہ شش ہشتاد سالہ

۱۴ مئی ۱۸۹۶ء

عمر میں قیصرہ کے اور نیساں بڑھے یا خدا عمر بڑھے دولت و اقبال بڑھے
 رشتہ سالگرہ میں بڑھے ہر سال گرہ عمر ہر سال بڑھے عمر میں ہر سال بڑھے
 ملک بڑھتے ہی تجارت کی کھلیں گی رہیں نئے بازار بڑھیں روز نیا مال بڑھے
 راہ آہن ہو لگ پڑنے کے پاؤں کوئی ہر طرف ریلوے کا جال بچھے جال بڑھے
 ہر طرف ہند میں انگلیں میں ہونا چھلے سکے زر سے بھی تعدادیں نکال بڑھے
 چہرہ پر نور ترا عہد ہے مشہور ترا حسن صورت کی طرح نیکی اعمال بڑھے

قیصرہ کے لئے ہر دم یہ دعائیں ہیں یا خد
 کہ تری عمر بڑھے دولت و اقبال بڑھے

تاریخ

و کور یہ فریمنڈ کا جشن ڈائمنڈ جلی مبارک

۱۸۹۶ء

جب آئیں گھر دلوں میں تائیں حضور بھی ہر چند ہے دلوں میں جگہ دیر لے کی
 سمجھ رہے ہو امین ملحق یہ کچھ نہیں آعش اب نہ جاؤ صدائے ہائے کی
 شیر و شکر ہوں حاکم و محکوم اور بھی دونوں جگہ نکالیں پیالی میر چائے کی
 بشکر کو ہم عزیز ہوں، بشکر ہمیں عزیز
 کچھ دودھ دی تو لات بھی اچھی ہے گائے کی

تبصرہ

رسالہ مساوات

مصنفہ قاضی مقبول حسین صاحب نلسٹ سہارنپور مدیر اعزازی "شرق"

مساوات مقبول مقبول عالم	خیالات مقبول مقبول عالم
زمانے میں کیوں ہونے مقبول ہر بات	پسندیدہ بنجیدہ معقول ہر بات
سراپا خلوص و سراپا صداقت	جدا جو نہ مذہب ہے ہو وہ سیاست
لئے ساتھ اپنے وہ دنیا و دین کو	کہ ہے جان دینا جہاں آفریں کو
مودت کا ہے ولولہ ان کے دل میں	کہ ہے درد ہر قوم کا ان کے دل میں
یہ خواہش بجا لائیں ہم ایسی خدمت	کہ ہو ملک کی غیر ملکوں میں عزت
رہیں ملک میں متحد ہو کے قومیں	بہیں ایک ہو کر ترقی کی راہ میں
نہ عالم کے اقوام میں نفرت ہو	نہ اقوام اسلام میں تفرق ہو
نہ قلت کو کثرت سے شکوہ ہو کوئی	نہ کثرت کو قلت سے شکوہ ہو کوئی

شہ کے نائب آئے لیاصل اور لائے ہیں فیض شاد و ذوالسن

آپ ہمیشہ شاد و خرم

ناشاد آپ کا ہر ایک دشمن

قطعہ

قیصرہ اک نکا و لطف ادھر جان بھی نذر دل بھی ایساں بھی

تیری تصویر کی پرستش ہے بت پرستوں میں ہیں مسلمان بھی

قطعہ

کہہ دو کہ نغمہ سنج گلستان جھک اٹھے نکھرا ہوا ہے رنگ بہار سخن کچھ آج

صدقہ میں قیصرہ کے ہیں سب پیر نوجواں! دینے لگا شگوفے نئے یہ جہن کچھ آج

قطعہ

مطبوعہ نقاد

مارچ ۱۹۱۴ء

وہ پارٹی کا لطف وہ دعوت کی دھوم مدام رونق وہ کانپور میں مہمان سراے کی

جلسہ بنا ہے شرکتِ ساحر سے بزم کے بڑھ کر ہے جامِ جم سے پیالی بھی چائے کی

بلکہ کا بھی شمار ہے یارانِ حق میں آج اب ہائی ہائی ہے نہ صدا داؤد اور کی

رحمیں آگے دیکھ لیں یہ انقلاب بھی بدلی ہے قہقہے سے صدا ہائے ہائے کی

ہمیں میاں ہیں مگو یہ کہیں گی مرد میاں
جو روئے کا جگہ دینگی یہ اپنے چشم ابرو پر
میاں سایہ بنے ہوتا تھا پائندی نہیں کی
یہی چھائی رہنگی محفلوں میں رات ہوں ہو
نہ گلشت چین میں پاؤں اٹھ جائیں کہیں ان کے
پئے تعلیم گھر سے کسی میں پاؤں نکلیں گے
درون پردہ یہ کیا تھیں برون پردہ کیا ہوگا
من اندازِ قدرت رامی شام ہو جگہ کوئی
نمائش حسنِ خواں کی ہو شوقِ خود نمائی ہے
نظر آئیں گے دوزخِ خاک کے جب کو کربِ اختر
مطیع حکم ہوں گے ان کے شوہر کی طرح کتنے

سب ہو کر نگاہوں میں ان ہونگی دوان ہونگی
کوئی جب میہماں ہو گا یہ انکی میزبان ہونگی
کبھی خود میزبان ہونگی کبھی خود میہماں ہونگی
نصیب دوتاں ہونگی نصیب دشمنان ہونگی
ہو امیں بھر کے سایان کی نازک لپان ہونگی
قیامت ٹھہائیں گی باہر نکلیں جب جوان ہونگی
ہناں تھیں تو ہناں تھیں کھیل کھیل کر عیان ہونگی
اُٹھیں گی انگلیاں کھیل کھیلنے پر یہ جہان ہونگی
نمایاں داغ بن کر ان کی اب گل کاریاں ہونگی
ترقی پر پہلے جلو کو تو راہیں کہکشاں ہونگی
کرے گا حکم برداری ہر اک یہ حکمراں ہونگی

واقعہ

نقابِ رخِ اسی امید نے یورپ میں لٹی تھی
مزلے پر دنگی کا ہو گیا معلومِ طفلِ فلس میں
بڑے گاؤخت رز کو منہ لگا کر فوج کا افسر
ہوا بدست کیوں شہ سے اجازت خواہ ہو کر
جھکا وہ عاجزی کو بعد شہ سو شریا بھی
عتاب آمیز اولے شہ نے سب پخت اثر ڈالا

ثریا مشعل راہِ امان اللہ خان ہونگی
خبر کیا تھی؟ سرورِ بارے عنوانِ ہونگی
دمِ تقریرِ سرزد اُس سوئے عنوانِ ہونگی
یہ ہیں تہذیب کی باتیں جزیبِ اتان ہونگی
سمجھتا تھا نظر انداز یہ بے باکیاں ہونگی
وہ کچھ بھی ہو جو باتیں جو چکیں سرزد بیاں ہونگی

جو ہمدردیاں ہوں رواداریاں ہوں نہ یہ دلتیں ہوں نہ یہ غوریاں ہوں
 یتا ریکیاں ملک سے جلد جائیں بنیں چاند سورج کے ہم رشتہ میں
 عقائد میں ہو فرق کیا کام اس سے یہ سچ ہے کہ بالائے اسلام اس سے
 نہیں ممکن اس طرح ہر گز پینا الگ اپنی دفلی الگ راگ اپنا
 خدا کے لئے اب تعصب مٹا کر مسلمان ہندو بنیں شیر و شکر
 نہیں کچھ بھی دونوں کا رُک کے ملنا عجب چیز دنیا میں ہو جھک کے ملنا
 ترقی کی کھل جائیں ہر سمت راہیں کریں تیرگی دور روشن شعاعیں
 مساوات مقبول دیکھو تو کیا ہے مساوات اک مشعل رہنا ہے
 مساوات کا نکتہ نکلتا یہ چمکے لگیں چار چاند اس کو اتنا چمکے
 مساوات ہے جام قاضی ہے ساقی رہے مدتوں ساقی و جام باقی
 مساوات میں مے کیسی بھری ہے کہ شرمندہ شیشے کی جس سے پری ہے
 مساوات کی مے جو ہم سو بہیگی تعصب کی آگ اس سے بجھ کر ہیگی

نہیں ہوش رندوں کو کیسی پلائی
 ریاض آج قاضی نے ایسی پلائی

نظم

موسوم بہ عقیدت ثریا

ہر اک محفل میں اب پہلو پہلے پیمائیں گی حجاب اُٹھ جائیگا ہر کام میں یہ درمیان لگی

رونق افروز بنم ہے آج
 ہوگی نہ کبھی شریف گروی
 دل میں شیرف کے آگئی لہر
 شاہی جوگی تبہ ہی آئی
 بڑوں کے بعد اب پھر مردن
 شاہی میں کمال کو یہ پہنچا
 ایسی اڑی ہر طرف یہاں خاک
 ہمایہ مقام سب میں آباد
 وہ علم و فضل ہے کہاں اب
 ارباب سخن متاعِ ناز آہ
 اب خلد میں ہیں جناب کوثر
 کامل ہر فن میں لوگ کیسے
 کیا کہتی ہے آج اس کی افتاد
 آخر یہ ہوا تنزل اس کو
 حالت ہوئی ناگوار اس کی
 دُربار نہ پھر گھٹائیں آئیں
 آنسو کچھ پونچھے ماسن نے
 پیدا ہوئی فضل کال کے بعد
 دس دن کے لئے بہار آئی
 شیرف سا شریف سایہ تاج
 اس طرح گئی شریف گروی
 یہ شہر بنا شریفوں کا گھر
 اے شیرف تو شاہی آئی
 اوجھل ہوئے آنکھ سے بڑوں دن
 پھر حد زوال کو یہ پہنچا
 پہنچی بالائے آسماں خاک
 ان سب کا عروج اس کی افتاد
 ہمراہِ امام و حق گئے سب
 شوخی و نوازش و نیاز آہ
 پیٹے میں وہیں شراب کوثر
 تھے اجرے وطن میں لوگ کیسے
 سرکار لقب تھا خیر آباد
 خار و امن ہوئے گل اس کو
 جا کر نہ پھری بہار اس کی
 گل ریز نہ پھر ہوائیں آئیں
 موتی یوں پر دئے ماسن نے
 ٹھہری میلے کی سال کے بعد
 گل ریز و مشکوفہ کار آئی

نہ آیا آبرو پر حرف، لیکن پھر بھی تو آیا
 کہیں کیا ہم زمانے کی ہوا کچھ اوکھتی تھی
 بہ طرز آزمائش ہوں نہ شو عقد سو پہلے
 وہ دن بھی آئیگا پوری ہوا زادی کو غورائش
 نہ سرمہ آنکھ میں ہو گا نہ لب پر پان کی سُرخی
 نہیں رہنے کا یہ فرضی نعلن بھی زن و شو کا
 جدائی اختیاری ہوگی باہم عقد ہونے پر
 بنیں گی پیکش ہو کر نہ دنیا میں یہ ناکارہ
 ترقی کے لئے بے پردگی ہی لازمی ٹھہرے
 بڑھائیں گی بہت تعلیم پا کر آبرو اپنی
 مثل سیج ہی نہیں موم تین ابراہن گلیاں پاؤں
 یہ نکلیں گی ہمیشہ نورایاں بن کے پردہ سے
 مگر خیرہ نگاہ شوق بدیں ہو نہیں سکتی
 جہاں پردگی ہوگی یہی گستاخیاں ہونگی
 نیافیش نہی سیج و سج غضبے یا نبیاں ہونگی
 نہی باتیں نہی جدت نہی آزار ویاں ہونگی
 وہ دن بھی آئیگا یہ جہنم رنج یہاں ہونگی
 خنہ ہوگی نہ ماتحتوں میں نہ دہانی چوڑیاں ہونگی
 ہیں پھر رفتہ رفتہ دورب پابندیاں ہونگی
 اڑیگی قید مذہب، طرح آزار ویاں ہونگی
 نہ چپے ہوں گے اب ان کے یہ بچوں کی ٹانگی
 یہ ہو تو دامن عفت کی اڑتی دھجیاں ہونگی
 بہت با عفت و عصمت بھی ان میں ہیں ہونگی
 وطن کی آبرو بھی پاک دامن بیبیاں ہونگی
 حجاب ابرجست نمایاں بجلیاں ہونگی
 قصور ہی میں حسن عشق کی خوش فلیاں ہونگی

بڑھاپے میں ریاض افشا نہ کر راز یہ کاری
 مجھے ڈر ہے تقدس کو تے رسوایاں ہونگی

نظم

ہنگام

سنگ بنیاد شریف گنج خیر آباد

ہاں مینو شلٹی سے تھی کچھ آس وہ کیا کرے جب نہ ہو ٹکا پاس
 کیوں کر کرے صرف گن کے توڑے کیا نگلی نہائے کیا پوڑے
 آنکھیں کسی سے جھپکیں اس کی روشن رہیں لالٹینیں اس کی
 منہ اور اندھیرے کا ہو کالا غمور ابھی بہت ہے یہ اُجالا
 شرکوں کے لئے کہاں ہو زر آئے اتنا بھی نہیں جو پل وہ بنوئے
 تعمیر کا پھر بھی ڈھنگ ڈالا اپنے لئے راستہ نکالا
 یہ ہوگی ناب کسی کی محتاج شریف ساما ہے اس کو ترجیح
 شریف کا یہ گنج، گنج زر ہو شریف کا سب کے دل میں گھر ہو
 پیدا کرے لعل سنگ بنیاد ہو اور سے اور خیر آباد
 ہوتے رہیں روز میلے اس میں میلوں کے رہیں جھیلے اس میں
 ہو گنج مراد یہ نیا گنج ہو باعث فیض یا خدا گنج

رقعہ

بقدر عقیدہ جناب عبدالحمید الخاں صاحب جناب کریم خاں صاحب مرحوم وکیل
 و رئیس گوکھنوار طرف عبدالحمید الخاں صاحب مرحوم اور کلاں

ہم سے آنکھیں ذرا ملا ساقی ہاتھ تولا اوھر ذرا ساقی
 دے رہے ہیں مزا حنائی ہاتھ چوم لیں ہم ذرا حنائی ہاتھ
 یہ نگاہیں بری طرح ہیں گڑی یہ لکیریں بنیں، تحصیل کی

چلتے ہوئے رتھ پہل وہ دس دن
 میلے کی چہل پہل وہ دس دن
 گھوڑ دوڑ کے ساتھ کھیل کیا کیا؟
 جاؤ جدھر اک نیا تماشا
 زوروں میں بھری وہ پلٹین بل
 میدان مویشیوں سے معمور
 وہ جوڑ وہ کشتیاں وہ دنگل
 پھیلاؤ خستیاں راجگان کا
 ہاتھی گھوڑوں کے باغ مشہور
 نیچے تھے بنے مکاں زمیں پر
 شک ڈوریوں پر ہو کہکشاں کا
 اتر تھے آسماں زمین پر
 یوں جمع دکانوں پر خریدار
 ہو مصر کا جیسے گرم بازار
 پرویں کرے چرخ پر تاش
 ہر شے لئے خیمہ نائش
 میلے کی نہ تھی زمین گویا
 معشوقوں کی تھی جبین گویا
 وہ بزم ہر دور قص ہاں ہاں
 آنکھوں میں ہو وہ شب چراغاں
 تائیں راتوں کی وہ گلو سوز
 منگل جنگل میں رات دن روز
 ہر خیمے میں ساز سے ہم آواز
 پالے ہوئے سانپ کالے کالے
 سوجلوہ فروش شاہد ناز
 ہوں یاد سے ان کے آج دنگیر
 بل سبے کریں وہ زلفوں والے
 دل رہ گئے گیسو میں پھنس کے
 لب پر ہے مرے یہ مطلع میر
 بھولا ہوا ہے رات کا خواب
 باقی ہے ابھی نشان سا کچھ
 دودن کی تھی چاندنی نہ تھا کچھ
 جمنے کے لئے نہ تھا کوئی رنگ
 دوون کے لئے تھا ماضی رنگ
 دن بیٹیس گے کیا یہ آسرا تھا
 وہ رنگ بھی رخ سے جا چکا تھا

رقع

نوبت مقدسہ سعید احمد سعید برادر زادہ سید نیاز احمد نیاز نقش زنی پکڑ
پولیس مقام مراد آباد حسب فرمائش نیاز

عرض ہے خدمتِ عالی میں بسد بخیر نیاز
کیجئے بندہ نوازی زرہ لطف و کرم
شامِ غربت میں مزا صبحِ وطن کا آئے
عشرت افزا ہومے واسطے ہر شام و سحر
نہ ہے مجھ کو گلابِ سرو سامانی کا
درو دیوارِ پکاریں یہ خوشی کا گھر ہے
انجم کا کشتاں گھر کی زمیں پر صدقے
اور ہی رنگِ حباب اور ہی ساماں ہوا
کیا کہوں میں درو دیوار کا کیا عالم ہے
شع گل ہو بھی تو پھولے شجر گل ہو کر
جم کے رہ جائیں نگاہیں یہ ہو گھر کی صورت
خود بنے آئینہ و آئینہ گر ہر ذرہ
نذر ساغر خطِ ساغر کی طرح تارِ نظر
ہو جو گلگیر تو محفل میں ہو تزمیں کے لئے
شع کے سائے میں شاخیں نکالے لبل

ملتمس بندہ و رہے بہ ادب بندہ نواز
باعثِ فخر مجھے ہونگے لطف و کرم
جس طرف جائے نظر لطفِ چین کا آئے
روزِ غربت ہو مرا عیدِ وطن سے بڑھ کر
سرو سامان ہو عشرت کی فراوانی کا
طرب و عیش کہیں بڑھ کے ہمارا گھر ہے
جیسے افشاں جویمینوں کی جبین پر صدقے
خود بہار آئے مرا گھر بھی گلستاں ہو آج
نئی صورت ہو نیا رنگ نیا عالم ہے
خاک پر روانہ اڑے صبح کو بلبل ہو کر
گرد اٹھے بھی تو اٹھے گردِ نظر کی صورت
آئینہ خانہ کرے پیشِ نظر ہر ذرہ
بزمِ پیرا ستہ بزم کے وجم سے بڑھ کر
شع کا بھول رہو دامنِ گلچیں کے لئے
نخل گل سایہ جز شاخ میں ہوں غنچہ گل

جلد تو جام لے ہتھیلی پر
 آج سرسوں جمی ہتھیلی پر
 وقت کم ہے ہمیں ہر کام بہت
 ساتھ خم کے ہے ایک جام بہت
 میکشواؤ کام بٹ جائے
 کام پھیلا ہوا سمٹ جائے
 کم نہیں کام ہے یہ شادی کا
 دور پہنچا ہے نام شادی کا
 لطف دکھلائے بزم آرائی
 رنگ دیکھائے بزم آرائی
 دختر زور اگلے مل جائے
 آنکھ کے آگے اب چہن کھل جائے
 اور کچھ ہواب انجن کی بہار
 صدقے ہو بزم پر چین کی بہار
 مئے تسنیم لائے خلد سے حور
 لا کے ہم کو پلائے خلد سے حور
 ہاتھ میں جام جیسے دل میں سرور
 جام میں بادہ جیسے آنکھ میں نور
 اور طور مئے نشاط ہے آج
 دور دور مئے نشاط ہے آج
 ہر طرف عیش و کامرانی ہے
 شادمانی سی شادمانی ہے
 اسی دن کے لئے دعائیں تھیں
 آرزوئیں تھیں التجائیں تھیں
 کیا کہوں آپ سے خوشی کیا ہے
 عقد عبد الحمید خاں کا ہے
 آرزو ہے کہ آپ بھی آئیں
 شرکت بزم عقد فرمائیں
 فرش رہ میرے دیدہ و دل میں
 پردہ چشم فرش محفل میں
 آنکھوں کو سٹوئے مظفر پور
 شہر سے جائے گی برات ضرور

مدعا یہ ہے مدعا ہو محمول

عرض عبد الحمید خاں ہو قبول

چمن در چمن غنچہ در انجمن بہ نوسے کہ باشد گل اندر چمن
سرسا خبا گل ہجوم آوردند زہر گوشت بلبل ہجوم آوردند

نویدِ شرکت

عقدِ مولیٰ ناک اللہ صاحبِ انبِ طرفِ مولیٰ سبحان اللہ صاحب
عظیمِ تخلصِ رئیسِ اعظمِ گورکھپور

اللہ کی پہلے حمد ادا ہو	سجدے میں قلم کار چھکا ہو
یوں نعت میں وہ زبان کھولے	سب کچھ کہے منہ سے کچھ نہ بولے
پھر کام لے دل کے دعا سے	یوں عرض کرے وہ التجا سے
فرمائیے شرکتِ مسرت	ہو جائیں ادا رسومِ رخصت
کافی جو نہ ہو بیانِ خامہ	میں خود بنوں ہمزبانِ خامہ
یہ انجمنِ نشاط کیا ہے	میں کیا ہوں مری بساط کیا ہے
ارمان یہ ہے جنابِ آئیں	خوشیاں سبھی ہم رکابِ آئیں
گو شرم سے آبِ آب ہوں میں	نقشِ قدمِ جناب ہوں میں
میں خاک ہوں زیرِ پافتادہ	ظاہر میں ادب سے ایتادہ
فرست ہی نہیں ہوسانس کیا ہوں	نازک ہے وقت اور میں ہوں
ہوں دل سے جو صرفِ التجا آج	رسمِ رخصت بھی ہوا آج
آنکھوں میں ہوا انقلابِ ہر وقت	ہے نقشِ فنا جنابِ ہر وقت

پھیلینے کی طرح مویں مٹو عشرت کی
 آئے نغمے کی صدا عکس اگر لب کھولے
 بزم میں آئینہ بزم کا طوطی بولے
 ہونوئی آپ کے الطاف و کرم سے حاصل
 جو نہ ہو وہ ہو مجھے فیض قدم سے حاصل
 دور ہیں مجھ سے بہت سب کا اربابِ وطن
 میں ہوں غربت میں وطن پر نہ اجایہ وطن
 وقت ہو مہر جہاں تاب بنے ورہ نواز
 عقدِ فرزند سے ہو مجھ کو سرت حاصل
 ماہِ ذی الحجہ کی بستم کو مبارک ہونوئی
 بزم کیسی ہے ترتیب تکلف کیسا؟
 آپ فرمائے شرکت تو ہو عزت حاصل
 محفل عقد کو ہو رونق وزینت حاصل
 ابرِ رحمت کی طرح اہل کرم آئیں گے
 فرش رہ ویدہ و دل ہیں کہ قدم آئیں گے

گر قدم رنجہ کنی جانب کا شاد ما
 رشک فردوس شود از قدمست خاد ما

تمہیدِ رقعہ

نوعیدِ حبیبِ مالیش محمد حسین جو محلہ وچوالو کھپور

بہار آمدہ بزم رنگیں کند
 گل و لالہ را صرف تزیین کند
 عنادل بہر پرواز ہر چار سو
 پرو بال از رنگ نامواج و بو
 گل و بلبل و خندہ و نغمہا
 نوا با طرب ریز و عشرت فزا

کیوں سحر میاں اسے نہ مانیں
 چلتی ہوئی پائیں دو زبانیں
 حصہ اس کا ہے سحر اثرات
 کانٹے کی تلی ہوئی ہے ہر بات
 منقارِ خدا دل اس کے قرباں
 ہو جان فدا دل اس کے قرباں
 کہتا ہی نہیں یہ بے اثر بات
 کیوں ہونہ قبول اس کی ہر بات
 جو کچھ کہتا ہے سجدہ کر کے
 چپ بھی رہتا ہے سجدہ کر کے
 ڈرتا ہے کہیں نہ حرف آئے
 سر جائے مگر نہ بات جائے
 منظور ہے اب نکارشِ حال
 منظور ہے کچھ گزارشِ حال
 کام آئے مرے یہ بے زبانی
 حاصل مجھ کو ہوشادمانی
 فرزند کے عقد کی ہے تقریب
 ہوگی بزمِ طرب کی ترتیب
 معشوق احمد ہے نام اس کا
 پائے انجام کام اس کا
 احباب کو ہو خوشی مبارک
 دن بھی تاریخ بھی مبارک
 دعوتِ شنبے کے روز ہوگی
 تاریخ یہی ہے جلے کی بھی
 دھوکا نہ ہو سال عیسوی ہے
 چونیسویں ماہ حال کی ہے
 دن سے بڑھ کر یہ رات ہوگی
 پچیسویں کو براست ہوگی
 فرمائیے آپ شرکتِ بزم
 شرکت سے بڑھتی عزتِ بزم
 یہ بزم ہر انجمن سے بڑھ جائے
 اتنا تو ہو ہر چین سے بڑھ جائے
 قربان ہو بزم پر چین زار
 وہ رنگ کہ ہو بہار کو غار
 دیوانہ ہو جو سوچیں جائے
 دامن بہار فرش بن جائے
 گلگیر ہو انجمن میں ملبس
 منقار میں لے وہ شمع کا گل

یہ سچ ہے کہ جان ہو تو سب کچھ لیکن ایمان ہے تو سب کچھ
 حاصل مرے دل کا مدعا ہو پتلی کا نور خاک پا ہو
 بادہ چھلکے ایاغ میں آج آجائے بہارِ باغ میں آج
 بے بادہ ہے سرور آجائے اللہ کا دل میں نور آجائے
 پھیلی ہو روشنی اسی کی ہر بات یہاں ہو طور ہی کی
 ہر بات ہو ارغنونِ خدا ساز پتے پتے سے آئے آواز
 میرے احباب کو مبارک بارک کا عقد ہو مبارک
 چھائی ہوئی ہر طرف خوشی ہو دن دوئی ہو رات چو گنی ہو
 بیگانہ بیگانہ یار ہوں غیر دنیا کی خیر دین کی خیر
 تقریبیں یہیں بہت خوشی کی رہ جائے نہ میری جی میں جی کی

میں کون ہوں؟ آہ! خادمِ ملک
 سبحان اللہ خادمِ ملک

نوید

تقریبِ عقبِ معشوق احمدِ خلفِ حشمت علیٰ صنایعِ عجم و شیرازیہ لکھنؤ
 شاخِ قلم آج رنگ لائے سوکھی ہی ہی شاخِ گل کھلائے
 میدانِ قلم بنے چمن زار اس باغ کا گلِ فشاں ہو ہر خار
 گل کیسے لٹائے وہ زرِ گل شرمائے جو گلِ فشاں ہو ہلبل
 ہے نعتِ رسولِ حمد کے ساتھ میدانِ رہا یہ خانے کے ہاتھ

بہ تعظیم ختم قرآن مجید اے چودھری شرف الزماں صاحبِ شرایط لا

خلف چودھری شفیق الزماں صاحبِ تعلقہ دار

اے شرف تاج شرف ہوتے سر پہ ہرا
ختم قرآن کی ہو تقریب مبارک تجھ کو
خاص نسبت ہو تو سہری کو تیرے رُخ سے
نہ ملا لاکھ ملائی رہی مرثگانِ دراز
چاند سے چہر کی لینا میں بلا میں اس کو
تار و امان قیامت کے ہو صرف اس میں
پیار کی آنکھ سو دیکھے جو کوئی سہرے کو
نظر بدوز نہ دیکھے کوئی سہرے کی طرف
نگہ ناز کسی کی ہے کہ مرثگانِ دراز
کیوں قیامت لیا بوسہ دامن جھک کر
پھول کے گہنے سو سج و سج ہو زالی اسکی
کوئی دیکھے تو خوشی پھولے سلمے نہ بھل
طرقہ و تار فضیلت کا ہو پر زور سہرا
بنے اللہ کا سایا ترے سر پہ سہرا
رُخ جو مصحف تو مصحف کا ہو سطر سہرا
صف مرثگان سے ہمیشہ رہا باہر سہرا
سن کے آئی ہے شعلِ عمارت سہرا
جب کہیں جا کے بنا قد کے برابر سہرا
آنکھ میں پا کے جگہ دل میں کر دکھ سہرا
حلق پر پھیرے سو ہاتھ سے خنجر سہرا
ان سے ہو نوک پلک میں کہیں جھک سہرا
ڈرے بدلے نہ کہیں غصے میں توڑ سہرا
کیوں شازائے سر بزم معطر سہرا
کیا مرثے کہ ہے جامے سے باہر سہرا

گر کے اٹھتا ہو کبھی اٹھ کے یہ گرتا ہو ریاض

مست میکہ چشم سے پی کر سہرا

سہرا

آئیں نئے رنگ روئے گل پر گلگونہ ہو دو وسیع اُٹھ کر
 فرمائیں کرم تو چمکے تقدیر آئیں جو قدم تو چمکے تقدیر
 نسبت مجھ کو جناب سے ہے صوفیائے میں آفتاب سے ہے
 برائے یہ مدعاے حشمت
 منظور ہوا التجاے حشمت

نوید

تقریبِ ختمِ منشی فضل احمد بلہ مع دیگر برادرانِ بیرونی حافظ نظام احمد روم
 خیر آبادی

دنیا ہے نوید کامرانی دنیا ہے نوید شادمانی
 دکھلا اپنی تراوش اے کلک احباب گزاریش اے کلک
 ہے قصہ کہ ہم کی ہو ترتیب بچوں کے ختم کی ہے تقریب
 صحت ہوئی غسلِ صحت اب ہے صحت و جہِ مسرت اب ہے
 ہے آپس التماسِ شرکت شرکت سے بڑھائیں آپ عزت
 دعوت ہو قبول تو خوشی ہو ذالحمی کی پہلی دوسری کو

راقمِ ممنونِ لطفِ بے حد
 عاصیِ حافظِ نظام احمد

سہرا

ہر لڑی ہو لڑی آنکھ بھری محفل کی بن گیا آ کے سرِ بزم تماشا سہرا
 چاہتا ہے قدِ نوشہ کے برابر اترے مجھے ڈوبے زقیامت کریں برپا سہرا
 نازک اس سہری کے کیوں گلِ مضمون میں ریاض
 پیارے نوشہ کو مبارک ہو یہ پیارا سہرا

سہرا

تقریب عقدِ نوحہ نقی خاصِ خلفِ جنابِ بابر علی خاصِ صاحبِ باد
 رئیسِ شیش محفل لکھنؤ تعلقہ تعمیر آباد

ضیا بارِ رخ پر ہے زرتار سہرا مبارک ہوئے میری سرکار سہرا
 ترا سرِ خیمہ ناما مبارک ہو اس کو قدم چومے جھک جھک کے ہر بار سہرا
 حسینوں کے گیسو کی لے کر درازی بنا آج خود زلفِ خمدار سہرا
 عبت رشک ہے زلفِ پرچم کو اس سے کہ اک رات کا ہے گنہگار سہرا
 ذرا لے کے آغوش میں چوم لے منہ تجھے اس ادا سے کریں پیار سہرا
 لئے مت آنکھوں کے جھک جھک کے بوت رہا میکدی میں بھی ہشیاں سہرا

رہے تاجِ اقبال سر پر ہمیشہ
 یہ نوشاہ کو ہو سزاوار سہرا

سہرا

حسبِ دانش جناب میرزا قاسم حسین صاحبِ دانش و ملکِ نینٹ پٹنٹ پوس

لے اڑا گیسوں کی بوسہرا رہ گئے دیکھ کے گیسوہرا
 آئینہ خانہ ہے گھر نوشہ کا کہ ہے چھایا ہوا ہر سوسہرا
 نگہِ شرم نہ بنتا ہر تار نہ لٹکتا سبز افسوسہرا
 چڑھ گئی تیوری جو اٹھا رخ سے کھینچ گیا صورتِ ابرو سہرا
 آج پھولوں میں تلے گا نوشہ بن کے آیا ہے ترازو سہرا
 سہرے کا قوتِ بازو گیسو زلف کا قوتِ بازو سہرا
 نگہِ مست ہے اس کا ہر تار پی گیا ہے کئی چلو سہرا
 چوم لوں ہاتھ ترے مہینِ صبا گوند کر لائی ہے کیا تو سہرا

دھوم ہے کیوں مے سہری کی ریاض

ہے نہ اعجاز نہ جادو سہرا

سہرا

بقریۃ جلیل احمد خان خلیفہ عظیم اللہ خان صاحب رئیس خیر آباد

رہ گیا بزم میں منہ دیکھ کے کیا سہرا بن گئی شوق سے جب زلفِ چلیپا سہرا
 نہ بنے آج نقابِ رخِ زیبا سہرا ہم کو دکھلا دے ذرا چاند سا چہرہ سہرا
 شکر اللہ کا نوشاہ بنے آج جمیل شکر اللہ کا ماں باپ نے دیکھا سہرا
 زلفِ سبھی لگی لیٹی نہیں رکھتا ظالم کوئی دیکھے تو ذرا شوخ ہے کتنا سہرا

تیرے سہری کی زاکت کی کروں کیا تعین
تیری شرمیلی نگاہیں میں کہ تیرا سہرا
سہری دیکھنے والوں کی ٹوٹی آنکھیں
بن گیا ہر بھری محفل میں تماشا سہرا
کھینچ لے کوئی ہنسنے میں اپنی تبہ کو
ہو رہا ہے اسی ڈر سے تہ و بالا سہرا
ہالہ لہا لہا کہ ”مری آنکھ کا نور“
کہکشاں بولی ”مری آنکھ کا تارا سہرا“

اے سعید آج مبارک تمہیں نوشہ بننا
سب عزیزوں کو مبارک ہو تمہارا سہرا

سہرا

بقریہ نشی فضل احمد صاحب جعفی خلیفہ مسلم احمدی
رئیس خیر آباد

باندھنا تجھ کو مبارک ہو مری جاں سہرا
فضل احمد تے صدقے تری قرباں سہرا
چاہتی تھی کہ بنے زلف پریشاں سہرا
چھا گیا سر سے تری تاسروا ماں سہرا
مصحف رخ کا بنے کے ہونگہیاں سہرا
کیا شرف ہو کہ بنا حافظ قرآن سہرا
ناپنے کے لئے ہر تار سے مرگان دراز
کوئی سو بار تو آیا سر مرگان سہرا
پھول سہری کے بھی ہیں پھول سپر بھی ہے
کثرت گل سے ہو خود آج گلستاں سہرا
ہے یہ شب بھر کے لئے وہی ہمیشہ کے لئے
چاہتا ہو کہ بنے زلف پریشاں سہرا
اس کی لڑیوں سے ہو جوں کا تماطم پیدا
بزم میں بحرِ مسرت کا ہو طوفاں سہرا
تیرے بہرِ عدو تار نہیں سہری کے
دل دشمن میں اتار کرے پکیاں سہرا
پیاری ماں ہو نہ جواں باپ نہ داوی دادا
گل بدماں ہو کہ ہے داغ بدماں سہرا

بقدر عقیدہ سعید احمد برادر اوہ خود خلف فیاضی از رحم

حربائش سید نیاز احمد شیراز پیر و پیشوا مقام مراد آباد

زلف کو کہہ نہ اڑا کر بنے رخ پر سہرا لگی رکھنے کا نہیں ہال برابر سہرا
 بانگین میں تے سہری کو گھٹا ہر سہرا سہرا بندھنے کا رہا آن خود مر سہرا
 حسن سہری کا بڑھاتی جواں کی طرح صدقے سہری کے بنا حسن کا زیور سہرا
 میں نے ڈوزی جو ناپا تو قیامت کم تھی بڑھ گیا اس تو تری قد کے برابر سہرا
 تیر کو کھولے جو کھلے عقدہ تو کھول دی بلبل! دل گرہ میں یہ لئے ہو کہ گل تر سہرا
 شوق شام کی ہستی ہوئی آئی تھی ابھی کہکشاں لائی ہزاروں کا بنا کر سہرا
 وہ ادائیں کہ جھپک جائیں نکلی لیلیں بانگین میں شرف یار سے بڑھ کر سہرا

مرے سہری کی وہ بندش ہزارکت ہر آغوش

منہ مادیکتے ہیں سن کے سنخوڑ سہرا

سہرا

بقدر عقیدہ مولوی سعید صاحب ادھر و خاں مولوی جمیل صاحب

میں عظم گو کہیو

پیارا پیارا ترا چہرہ ترا پیارا سہرا چاند سا منہ ہو تو سورج کی کرن کا سہرا
 بن گیا خوب نقاب رخ زیباسہرا نگہ شوق سو کس کی نہ اُبھھا سہرا
 موج بو کو گل ترے جو بلائیں اس کی کہہ سکے کون ہکا ترے نہ اتنا سہرا

ساتھ لایا ہو دکھانے تجھے کس شوق سے آج
نہ صبا چھیر کر اتاس کی ہون اس کا ہے
مٹھن ہو نہ کبھی ہوگا پریشاں سہرا
اے خضر آ کے بنے چشمہ جیواں سہرا
دیکھتا ہوں مے نوشہ کا گریباں سہرا
میرے نوشہ کے لئے لائی ہیں بیاں سہرا
کہ مے تارِ نفس کا ہوں مری جاں سہرا
زندگی خضر کی دو کا تجھے اے فضلِ جلیل

مے سہری میں نہیں ہیں مے مضمونِ ریاض
لئے دامن میں ہے کچھ لعلِ بدخشاں سہرا

ایضاً

کیوں نہ ہو سب میں سُرخِ رو سہرا
رنگِ گلہائے آرزو ہر تار
چھا گیا بن کے رنگِ دبو سہرا
رنگِ گلہائے آرزو سہرا
ہے چڑھائے خم و سب سہرا
ہے چڑھائے خم و سب سہرا
کرے دامن میں کیوں افسوس سہرا
کرے دامن میں کیوں افسوس سہرا
مشکِ بوزلف، زلفِ بوسہرا
مشکِ بوزلف، زلفِ بوسہرا
نہیں دیتا ہے اُن کی بوسہرا
نہیں دیتا ہے اُن کی بوسہرا
کھل کے کہہ دیگا موبہ بوسہرا
کھل کے کہہ دیگا موبہ بوسہرا
چپکے سے بھی صبا نہ چھو سہرا
چپکے سے بھی صبا نہ چھو سہرا
اتار ہر ایک موتیوں کی لڑی
اتار ہر ایک موتیوں کی لڑی

داغِ داماں میں نہیں پھول گئے تھے اس
 دل پر داغ لئے ہے سروِ اماں سہرا
 اس خوشی میں نہ مجھے یاد دلا بہرِ خدا !
 دیکھئے وہ مجھے اویو دیدہ گریاں سہرا
 اس کی جی سے بھرائے مریدوں کے ناموں
 تارے اپنے بنا دو روکا صداں سہرا
 ایک سے سیم ہوں ؛ سوا عمر ہو اقبالِ بڑے
 مے اللہ نکالے مے ارماں سہرا
 دشمن تیرہ دروں جانے اُجالا گھر کا
 تا ابدیوں ہی رہے شمعِ شبستاں سہرا
 بڑے کے سب سہروں سے یہ کہیں نے لیا حق
 سوزباں سے ہر مرا آج ثنا خواں سہرا

سہرا

پھر عقیقہِ مرثیٰ جلیلِ بی۔ ا۔ خلفِ جنابِ منشی عبد الجلیل رضا
 رئیس گورکھپور

لے اڑانگ بہارِ چنستاں سہرا
 آتشِ گل سے بنا شعلہِ بداماں سہرا
 کج ادا زلفِ ہر سیدھا مسلمان سہرا
 سخت کافر سے پھنسا صاحبِ کلاں سہرا
 اوپر اٹھے نہ پلک شرم سے سہرا جو اٹھے
 مردمِ چشم کو ہے پنجہِ مڑگاں سہرا
 لوٹے نظارہ تری جلویٰ یہ ممکن ہی نہیں
 دولتِ حسن کا ہے آج نگہباں سہرا
 اپنے انداز و اداسی سے بھی دو زلفِ دراز
 کیونچہ زلف کا شرمندہ احساں سہرا
 آتشِ گل کی لپٹ ہو شفقِ سُرخ نہیں
 رنگِ رُخ سے نظر آتا ہو گستاں سہرا
 شرطِ ہجاء کو مل جل کے رہیں گے باہم
 باندھ لے زلفِ گرہ گیر سوچاں سہرا
 نہ بنے توں قریحِ پھولوں کی بھی نوشاہ
 بن گیا ہو شفقِ سُرخ کا داماں سہرا

رشک سے آگے چھائی پھر رو پر خود بنی زلفِ عنبریں سہرا
 گیسوؤں کی ہوئی ہر کچھ ان بن کیوں چڑھائے ہواستیں سہرا
 آگے کالے کے کیا جلے گا پران نہ ہو گیسوئے خستہ گیس سہرا
 سہر کی رات ہے ہٹائے کون رخ سے ہٹتا ہے اب کہیں سہرا
 دونوں ہو جائیں اب رفیقِ طریق زلف رکھے نہ بغض کیوں سہرا
 فرق معلوم ہو نہ آپس میں یوں ہے زلف کے قریں سہرا
 حسن میں کوئی کس کی کس کو بڑھائے زلف بھی ہے حسین حسین سہرا
 سہرے کی ہے بنی تلی ہر بات زلف سے بڑھ کے ہے کہیں سہرا
 زلف و رخ سونہا ہے جاتا ہے ہے لئے ساتھ کفر و دین سہرا
 ہو مبارک تمہیں حمید و مجید باندھنے آئی حور عین سہرا
 رتبہ سہرے کالے رفیق بڑھا چو متا ہے تری جبین سہرا
 حسن سے تیرے حسن پایا ہے تیرو خرم کا خوشہ چیں سہرا
 کبھی بنتا ہے عرش کا دامن کبھی اس بت کی ہو جبین سہرا

کیوں نہ خوش ہوں ریاضِ مجھ سے عزیز
 کیف آور ہے دل نشیں سہرا

سہرا

حسبِ دانش اختر سبز واری میرٹھ

آسمان سے آؤ ہر شے کو سہری کے پھول جھاکے تاکے آسمان کے بن کو سہری کے پھول

زلف سے شوخ سہرا کہتا ہے میں بنوں زلف اور تو سہرا
 ہر گھڑی ہے نگاہ شوخ سے چھیڑ رخ کے بدلے ہے رو برو سہرا
 لن ترانی سے بجلیاں نہ گرائے نہ کرے گرم گفتگو سہرا
 لگی لیٹی نہ رکھے گا اے زلف! سونائے گا دو بدو سہرا
 سجدے کرتا ہر پائے نوشہ پر عرق رخ سیوے با وضو سہرا
 رنگ دے جائے آج محفل میں گائیں معشوق خوش گلو سہرا
 بزم نوشہ میں آئے جو چاہے نہیں دشمن کا بھی عدو سہرا
 سب اسے جانتے ہیں دامنِ عفو ابر رحمت ہے نیک خو سہرا
 نقلِ حق ایک ایک فضلِ جلیل نیک دل نوشہ نیک خو سہرا

سہرا کہنے ریاض بیٹھے ہیں

کہہ چکے بے خم و سب سہرا

سہرا

حبِ فرائش ملکِ عبدالحی صاحبِ تسری برائے برادرِ خود

۱۹ء

عشوہ ز اُحسن آفریں سہرا کس قدر ہے ترا حسیں سہرا
 بڑھ کے تارِ نظر تو گھٹ کر ہے مژدہ چشم ز گسیں سہرا
 حسنِ نوشہ کو چار چاند لگائے آنکھ سے چوم لیں حسیں سہرا
 مست اداؤں ہی جھومنا اس کا ہے پئے آبِ آتشیں سہرا

گل بدو امن لے ریاضِ آبی بہار
اس کے دامن سے چنے سہری کے پھول

قطعہ تاریخ

فرزندِ حضرت شاہِ واجد علی صاحبِ ٹیس گورکھپوتوئی امامِ بارہ مہاشاہی
شاہِ واجد علی کو حق نے دیا نقشِ آرائے بوریائے شہی
ہو مبارک نجمتِ پے فرزند ہو مبارک یہ خرمی یہ خوشی
پھول آتے ہی پھل ملاکیا ہوا واہ رے فیضِ سنتِ نبوی
اس میں جو شک کرے وہ کافر ہے وہ اسلام میں نہیں ہے کجی
ہے یہی ملکِ رسولِ خدا ہے یہی جادہٗ علی دلی
جس نے مرثوہ سنا وہ شاد ہوا گھر میں کیا شہر میں خوشی بھیلی
ہوئی طالعِ افق سے صبحِ اُمید رنگِ لائی دُعاے نیم شبی
مہر کی طرح ہو ضیا گسٹرا مہِ تاباں کی پائے جلوہ گری
شہر کیا دور دور ہے مشہور شاہِ واجد علی کی نیک دلی
شکرِ اللہ کا ہزار ہزار تھی جو دل کی مراد بر آئی
ہمکھ کا نور ہے یہ دل کا سرور یا خدا عمر ہو سوا اس کی
نام روشن علی کا روشن ہو رہے محفل میں روشنی اس کی
کام ہوں زیبِ صفحہٗ تاریخ سب کے لب پر ہو نامِ تاریخی
ہے یہی فکر اگر نوکبہد و ریاض صاحبِ بخت۔ بختیارِ علی

گر گئی نظروں سے افشاں گیسو شربنگ کی
ایسے اونوشترے رخ پر کھلے سہری کے پھول
دی خدا نے سر بلند کی تجھ کو مقبول الرحیم
اللہ اللہ عرش کے تائے بنے سہری کے پھول
رنگ ان کا ساز بوان کی سی پھولوں کو نصیب
رنگ بویکوں نے تراشیں سہری کے پھول
نام کس کا لب پر آیا وقت ایجاب قبول
سُن کے بلقیس جہان بگم ہنسنے سہری کے پھول
چھائی مٹھی وہ گیسووں پر چھائی اس بھی یہ
زلف کی افشاں سو بھی اچھے ہی سہری کے پھول

گلفشانی دیکھنا شاخِ قلم کی لئے ریاض
شاخِ گل شرمائی ایسے کھلے سہری کے پھول

سہرا

مشرعہ عبدالبنی بن نصر صفا

طستِ عانور شمیم یاد میر احمد اشیم سلمہ براؤز ادہ غو و خلفائے سخن حضرت شمیم منور
رنگِ رخ بن کر بنے سہری کے پھول
لے ابو نصر آپ کے سہرے کے پھول
کہکشاں بن جائے سہرے کی لڑی
ٹوٹ کر تالے بنے سہرے کے پھول
کس کے عارض بن گئے رشاک چین
کس کے چہرے پر کھلے سہرے کے پھول
کیوں نہ ترائے زمینِ باغ آج
آسمان پر اڑ چلے سہرے کے پھول
پوچھے نوشترے کے گلِ عارض سے کون
ہیں کس بومیں بسے سہرے کے پھول
چشمِ نوشترے پاس ہے ساغر کف
نشتے میں ہیں بے پے سہری کے پھول
میکدوسے پھول ملتی ہے انہیں
پیتے ہیں نوشترے سہرے کے پھول
ہے و عادل سے نہر جھائیں کبھی
لے ابو نصر آپ کے سہرے کے پھول

حسبِ اُتشِ قلدِ سبیلِ اِصلاحتِ شمیمِ موم

بمخاضِ دلِ بیٹا مسٹر چرڈسن کو اس کی خوشی برل کو سچند ہو مبارک
ماہِ فلک نے بڑھ کر تاریخِ نیٹ نائی مسٹر چرڈسن کو فرزند ہو مبارک
(۴۶)

تاریخ

تولدِ فرزندِ محمد بنِ الملک رائے جی پرکاش لال صاحبِ دُرِ یوانِ مُجِ مراد
اخترِ قوم جس سے چمکے گا وہ حینِ طفلِ غبرو ہے یہی
نخلِ امید کا یہی ہے پھول شمعِ شمعِ آرزو ہے یہی
۱۸ ۶ ۹۵

تاریخِ رحلت

شاہِ محمدِ فضل اللہ صاحبِ آبادیِ مرقوم

دارِ فنا سے خلد گئے شاہِ محمدِ فضل اللہ
ان کے غم میں رولیِ خلق کھینچی سب نے دل سے آہ
آگے چھپے سب ہیں رواں ہمیشہ یہی ہے سب کو راہ
خاک میں ملنا سب کو ہے چاہے گدا ہو چاہے شاہ
موت کا ان کی سالِ ریاض کہہ دو تم با حالِ تباہ
خالی کل تک تھی یہ زمیں

آج ہے مرقدِ فضل اللہ
۱۳۵۶ ۱۳۵۷

تاریخ عطاء خطاب علیہ جناب جد و نزل صاحبہا دربار

والی راج پڈرونہ ضلع گورکھپور

واہ ری سامان عشرت اہ ری سامان پیش
کیا مبارک وقت ہے کیا مبارک عہد ہے
ایسی تقریبوں میں شیریں کام ہو کیونکہ نطق
اہل حاجت کو ملاز اہل زر کو غزو جاہ
سلسلہ جاناہ اب قدر و مراتب کا کہاں
ناز ہی قسمت پر اپنی آج گورکھپور کو
ہو مبارک ایڈیڈرونہ کو یہ اعزاز خاص
یہ خوشی وہ ہر مٹایا جائی نام اس قحط کا
آئے ہیں ہم پیش کرنے کو در اشعار آج
رے صاحب ہاتھ اٹھا کر مانگے دل کو دھوا
آگیا تاریخ کا اس وقت جھکو کچھ خیال
جشن جولائی ہو گیا بوڑھوں کو بھی لطف شہنا
کوئی ہوا یا نہیں اس عہد میں جو فیض آیا
قحط کے ایام میں ہم لطف خراہم تو آہ
اہل خدمت اہل دولت کو ملے زیبا خطا
منتخب آئندہ ہوں گے اور بھی عزت مآب
نام سے اس کے رہی خالی نہ فروا انتخاب
ہو مبارک ایڈیڈرونہ کو راج کا خطا
یہ خوشی وہ ہولٹائی جائے دولت بیحسا
نذرینے کے لولائے ہیں ہم موتی خوش آب
سایہ سر پر قیصرہ کا تافروغ آفتاب
اور پھر تاریخ بھی ایسی کہ جو ہولاجواب

سوچتے ہی طبع موزوں نے یہ برجستہ کہا

رے صاحب کو ملا کیا خوب راج کا خطا

۱۸ ۶ ۹۷

قطعہ تاریخ

تولد فرزند مسٹر رے ڈبلورچرڈ سن صاحبہا در سیرینڈنٹ ڈیپارٹمنٹ

نظر سے چھپ گئے امجد حسین آہ
 کہہ گی کیا یہ حالِ خلوتِ قبر
 نگاہِ چشمِ حسرتِ شمع ہے آج
 کہ دور از لطفِ خلوتِ شمع ہے آج
 دل بیتاب کو کیا دے گی تسکین
 شرارِ داغِ فرقتِ شمع ہے آج
 نہیں گردے سرا یا ضابطہ کی اس کے
 سبق آموز عبرتِ شمع ہے آج
 چراغِ کجِ خلوتِ نورِ ایماں
 ضیا افزائے تربتِ شمع ہے آج
 فروغِ نورِ ایماں ہے تہِ قبر
 سرِ بالینِ تربتِ شمع ہے آج
 یہ پانی دے گی نخلِ گلِ اُگیں تو
 لئے اشکِ محبتِ شمع ہے آج
 گل اترائیں نہ موجِ بو پر اتنا
 گلوں کو موجِ نکہتِ شمع ہے آج
 یہ دوو شمع سایہ ہے اسی کا
 لئے ساتھ ابرِ رحمتِ شمع ہے آج
 غرض یہ ہے کہ پڑھ لیں سالِ حلت
 قریبِ لوحِ تربتِ شمع ہے آج

بھکائے سدا جل یہ کہتی آئی

لحد پر عبرِ جنتِ شمع ہے آج

تاریخ وفات

کنیز فاطمہ فتر منشی حافظ نظام احمد مرحوم تخلص اندازِ مرثیہ آباد
 خدا کا نور تھی وہ چاند سی شکل چھپی وہ خاکِ مدفن میں عجیب ہے
 ریاضِ افسوس وہ گھر میں نہیں ہے وہی گھر ہے وہی سامان سب ہے

سر مدفن لکھو یہ سالِ تاریخ

کنیز فاطمہ تربت میں اب ہے

تاریخ وفات

قصرِ نیازِ احمد صاحبِ ٹنڈیٹ بولس بھوپال برادرِ خردِ ریاض
 گئی قبر میں آجِ دُختِ نیاز گئے اٹھ کر اُس سے قیامت ملے
 قیامت ہے یارب جوانی کی موت بُرے وقت یہ داغِ فرقت ملے
 یہ ہے چاند پر ڈالنا خاک کا ارے خاک میں ایسی صورت ملے
 لٹاتی ہے انگاروں پر اس کی یاد دعا ہے یہی اس کو جنت ملے
 لحد میں چھپی چاندنی شکل ہائے کلجے میں رکھ لوں جو تربت ملے
 بلا سے جو ہوں زندہ دفن لے ریاض مجھے دیکھنے کو وہ صورت ملے
 مروت کی پتلی ذرا آنکھ کھول ! کہ شاید نشانِ مروت ملے
 تری نیند ہو یا ترا خواب ہو مجھے بھی ترا خوابِ غفلت ملے
 رہے اجڑے گھر کی تجھے یاد کچھ لحد میں تجھے گھر کی راحت ملے
 ہر اک گوشے میں جس کے فردوس ہو کشادہ بہت تبھکو تربت ملے
 دمِ نزع جب یہ دعائیں نے دی اذیت مٹے تجھ کو راحت ملے
 لگا کر گئے داغِ بردلِ اہل
 یہ بولی تجھے قصرِ جنت ملے

تاریخ رحلت

خان بہادر سید محمد حسین سوم بریلوی انسپکٹر جنرل پولس ریاست بھوپال

قطعہ تاریخ

وفات مرحومہ فی ماسٹر اسٹیشن ماسٹر اسٹیشن خیر آباد
 آتی ہے ہر طرف سے آواز ہے بی بی سراج خاتون
 ہے فکر کہ سال فوت لکھوں جنت کو گئی سراج خاتون
 ذالحدجہ کی پہلی کو دم صبح دنیا سے چلی سراج خاتون
 اب کیوں ہے زمین قبریتاب
 کہہ دو، آئی سراج خاتون
 ۱۳۲۲ ۲۵ ۱۳

قطعہ امین

جناب فخر الدین مرحوم

یوں گئے دنیا سے فخر الدین آدھے جیسے ہم سے کچھ نہ تھا ان کو لگاؤ
 آٹھویں کو ماہ ذالحدجہ کی ماہ یہ ہوا حکم خدا ”جنت کو آؤ“
 حافظ قرآن تھے، حق آگاہ تھے عارف کامل تھے، حق سے تھا لگاؤ
 گوشہ جنت بنی ہے جائے دفن ہر گھڑی رہتا ہے لوگوں کا جماؤ
 غیب سے آتی ہے ہر دم یہ ندا آئے ہو تو ”فاتحے کو ہاتھ اٹھاؤ“
 ثبوت تربت پر ہوتا رنجائے ریاض

قبر فخر الدین کی ہے آؤ آؤ

تاریخ وفات

وختِ سیدِ حمید احمد لہ سید فیاض احمد از مرحوم برادرِ غورِ دریا ض
لی مٹی میں جواں ہو کے یہیں ہے یہیں خاکِ جمیلہ خاتون
لکھ دو تاریخ سرِ قبرِ ریاض
مدفنِ پاکِ جمیلہ خاتون

۱۳ ۵۰ ۲۲

حسبِ بانشِ محمد احمد صاحبِ بیتِ مرحوم بابو پور محمود آباد ضلع سیتاپور

تاریخ وفات

جنابِ عباس حسین خاص صاحبِ تعلیق وار بابو پور

ہے باعثِ صد ہزار افسوس! عباس حسین خاں کی رحلت
آتے ہیں یاد اُن کے اوصاف ایسوں کی موت ہے قیامت
باوضع، خلیقِ صاحبِ جو د ذی مرتبت و بلند ہمت
مُرجھائے کبھی نہ سایہ قبر لے سائے میں اس کو ابرِ رحمت
جنت کی ہوا ریاض آئے ہو گوشہ قبر باغِ جنت
تعمیرِ مزار چاہتی ہے بالینِ مزار سالِ رحلت

تو دوستِ الم سے اب پئے سال

لکھ دے، مرحوم کی ہے تربت

حرف آتا ہے غموشی پر تری لے سنگ قبر
کہہ دے 'ہاں تربت ہو بانو' عبید اللہ کی

۲۴ ص ۱۳

تاریخ وفات

اہلیہ خود

زوجہ مرحومہ ریاض

۳۱ ص ۱۳

قطعہ تاریخ

انتقال منشی احمد علی مرحوم مقام مانی ضلع جنوبی

کون حامد علی کو سمجھاے	خاک بر سر کس مصیبت میں
جاں گل غم ہے آہ بھائی کا	آج احمد علی ہیں تربت میں
اُن کو دشمن ہو بھی درین نہ تھا	کوئی ثانی نہ تھا مردت میں
اُف! وہ اُن کے خصالِ عادت	خیر ہی خیر تھی طبیعت میں
تھے سراپا وہ شکلِ صدق و صفا	پاک بازی تھی ان کی طینت میں
جھک کے ملنا شعرا تھا اُن کا	کس قدر عجیب تھا طبیعت میں
سب سے برتاؤ تھا شریفانہ	نام نکلا ہوا شرافت میں
پست دیکھا نہ حوصلہ اُن کا	اُن کی گنتی تھی اہلِ ہمت میں
غم سے ہے آج خاندانِ تباہ	دے خدا صبر میں مصیبت میں

قطرۂ تاریخ وفات

افتخار الشعر الاعتبار الملک افتخار حسین تجلّص مضطر خیر آلودی

روئیں کیا سہل و کوثر کی طرح مضطر کو ایک دن سب کو پہنچنا ہے اسی منزل پر
کبھی شہرت نہیں ٹٹنے کی بل لاکھ ٹٹے حاصل عمر خدا کیجئے اس حاصل پر
زود گو، فکر رسا، نغمہ نیاں، رنگیں طبع رنگ کی طرح وہ چھائی ہوئی محفل پر
ہے وہ نور کی آواز گے پر قابو بجلیاں آپ گراتے تھے ہمیشہ دل پر
چاند کے ہلے کو تو حلقہ تربت سمجھے ڈال دی موت عبث خاک مہر کامل پر
سالِ حلت کہوں کیا خاک نہیں پوشِ ریاض فکر تاریخ ہو کیا جب نہیں قابو دل پر

خواب میں بسمل مرحوم سے پوچھی تاریخ

آگیا "مضطر مرحوم" لبِ سہل پر

تاریخ وفات

ایلیہ جناب محمد عبید اللہ خان صاحبِ ادم و لوی انعام اللہ خان صاحبِ شریعت

کشمیری اگر وہ بفراش سید نیاز احمد کو تو ال اگر وہ

گو دھن ہے، منہ سے لیکن کچھ یہ کہی ہی نہیں

بے زباں تربت ہے بانوئے عبید اللہ کی

دختر میرزا محمد حسن صاحب در لکھنوی ڈپٹی کلکٹر گورکھپور

یا الہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ کیوں محمد حسن کی آنکھ سے تر
میرزا صاحب اور یوں بچپن کیا ہوا؟ کیا گزر گئی دل پر
گئی دادی کے پاس پوتی بھی دیگئی ہائے تازہ زخم جگر
حیف یوں ہو سپرد خاک ریاض نازوں کی بختی تمہیں دختر
قبر میں ہے قمر جہاں بیگم اور ماں باپ غم سے خاک بسر
ڈوبنا چاند کو تھا ڈوبا چاند ڈالی خاک ایسے چاند پر کیونکر
کہہ رہا ہے پکارے سنگِ لحد سب نے دل کو بنا لیا پتھر
فکرِ مجہد کو بھٹی میں کہوں تا یرخ ثبت ہو سال سنگِ تربت پر

بڑھ کے خطِ شمع نے یہ کہا

سرِ تربت ہو کندہ داغِ قمر

۱۳۵۶ھ

تاریخ وفات

حسبِ ایش شیخ محمد صاحب جم مجسٹریٹ مٹونات بھجن گورکھپور

ریاض ایما جناب شیخ کا ہے کہوں تاریخ بہرِ لوحِ تربت
وجیہ الدین حیدر بیس یہاں دفن ریاض اُن کو ملے جنت کی راحت

اکائی کے عدد کم کر کے کہہ دو

وجیہ الدین حیدر کی ہے تربت

لغزش نہ ہو اس راہ میں کہہ دو یہ تو کی سے ثابت قدمی چاہے تسلیم و رضا میں
 اتنی نہ مہندی نہ فراست نہ سعت آج کس درجہ ادا اسی ہو ہر اک سمت فضا میں
 افراغ نے افسوس ہیں تازہ دیا داغ اچھے گئے خود چھوڑ گئے ہم کو بلا میں
 ارمان ہے نیند آئے اسی طرح ہیں بھی
 یوں چین سے سوتے ہیں وہ جنت کی ہو میں

۱۳ ۵ ۴۶

میں نے جو کہا دیکھ لوں کیا قبر میں گزری پیدا ہوئی جنبش سی لبِ بابِ صبا میں
 بولی یہ لحد یہ درِ فردوس یہ افراغ
 سوتے ہیں یہیں چین سے جنت کی ہو میں

۱۳ ۵ ۴۶

تاریخ وفات

والدہ میرزا محمد حسن صاحب در لکھنوی ڈبٹی کلکٹر گورکھپور
 دے محمد حسن کو صبر خدا رحم اس کا بنے سکوں کا سبب
 میرزا صاحب اور ماں کا داغ کم ہے جتنا ہو ان کو رنج و تعب
 سر تربت ریاض لکھ پئے سال
 ماورِ مہرباں ہیں غلہ میں اب

۱۳ ۵ ۴۵

تاریخ وفات

۶

کس قدر سخت ہے صیاد اجل
کہ اُترتی ہی نہیں اس کی کمان

۷

بھرتی ہے شکل تری آنکھ میں کیوں؟
مرنے والے جو نہیں تجھ میں جاں

۸

کیا سنوں دور سے باتیں تیری
شورِ ماتم سے بھرے ہیں مے کان

۹

تیری چپ کا یہ اثر ہے مجھ پر
بندھے تیری طرح میری زباں

۱۰

مرنے والے ایہ ہوا کیا؟ تجھ کو
جانتے تھے تجھے سب اپنی جان

۱۱

ہم سمجھتے ہیں فرشتہ تجھ کو
کبھی مرنے کا نہ ہوتا تھا گماں

۱۲

قطعہ تاریخ

وفاتِ جنابِ لوی شاہ محمد عثمان حرمِ کبیل و مسین حج نبور و الذبیر گوارِ جناب

ڈاکٹر شاہ سر محمد سلیمان صاحب بہادر

چیف جج ہائی کورٹ الہ آباد

اٹھ گیا کون جہاں سے یارب !

بتلارنج میں ہے ایک جہاں

۲

میں ہوں اس طرح نہیں ہوں گویا !

نہ لہو دل میں نہ ہے جسم میں جاں

۳

ہاں رواں اشک ہیں یوں آپے آپ

جوشِ شیل کا ہوتا ہے گماں

۴

پہلے ہی ڈوب چکا رنج سے دل

اب ڈبوئے کا ہے کس کے ساماں

۵

آئے اُن آنکھوں کے آگے آئے

بیٹھے جھٹلائے اٹھایا طوفان

جو پیور اس سے سوا ہے عثمان

۱۹

ہے ٹپکتا درو دیوار سے غم
روکے کہتا ہے یہ ایک ایک مکان

۲۰

خاک پر وہ نہیں وہ ہیں تیرے خاک
خلد میں اب ہیں محمد عثمان

۲۱

مرنے کو تو ہمیں بھی مرنا ہے
کم ہیں اس عہد میں تجھ سے انسان

۲۲

باہمہ بے ہمہ تھی ذات تری
شہر میں سب سے جدا تھی تری شان

۲۳

شرع کے ساتھ طریقت کا لحاظ
جس طرح دیکھئے، کامل ایمان

۲۴

نظم اردو میں اگر مومن و میسر
فارسی نظم میں خسرو کی زباں

تو نہیں ہے تو نہیں ہے کچھ بھی
کیوں ترے اب نہیں کھلتی ہے زباں

۱۳

نظر آئے تری صورت کیونکر؟
کچھ نہیں کھول کے بیٹھوں قرآن

۱۴

مری آنکھوں میں رہے صورتِ نور
ہے یہی دین، یہی ہے ایماں

۱۵

تو ہی بن جا مری تسکیں کا سبب
تیرے اے طفلِ تسلی قرباں

۱۶

آئی آواز ”نہ تو خاک اُڑا“
آئی آواز کہ ”تو خاک نہ چھان“

۱۷

نہ وہ خلوت ہے نہ وہ صحبت ہے
ظفر آباد پڑا ہے ویراں

۱۸

ہے سخنور نہ کہیں بزمِ سخن

بات جس کی تھی گئی ساتھ اُس کے
دیکھتے اپنے سلیمان کی شان!

۳۲

اور جیتے ابھی دو چار برس
رہ گیا دل میں یہ سب کے ارماں

۳۳

دم بخود غم میں ہے کس طرح ریاض
چغستان سُخن ہے سُنّا ن

۳۴

بزم سے رنگ اڑا شمع سے نور
جسمِ نازک سے جدا جب ہوئی جاں

۳۵

بولی پو "گل" سے نکل کر پئے سال
گئے جنت میں محمد عثمان

۳۸ ۱۳

قطعہ تاج

وفاتِ اہلبیتانی حاجی مولوی سید جان اللہ خان صاحب رئیسِ اعظم گورکھپور

مطبوعہ "مشرق"

۲۱ جون ۱۹۲۸ء محرم

۲۵

رنگ تھا شعر و سخن کا کچھ اور
فضل میں علم میں تھی کچھ ہی شان

۲۶

تجھ کو حاصل تھا و کالت میں فروغ
سلجھی تقریر تری شستہ زبان

۲۷

جرح وہ جرح اخرا کم پر
بحث وہ بحث 'عدالت حیراں

۲۸

عجز کے ساتھ تھی خود داری بھی
شان والوں میں ہمیشہ نئی شان

۲۹

ناخن طبع سے جب کام لیا
ہو گئے عقدہ مشکل آسان

۳۰

دیکھتے اوج سلیمیاں کچھ اور
دیکھتے اپنے سلیمیاں کی شان

۳۱

وہمت میں ایک جہاں ہر وقت میں آسمان ہے ہم پائے سلیمان گریوں اس میں مہاں
 ہر گنگروہ اس کا بام فلک سے اونچا قصر وسیع کسریٰ بالائے طاق ایوان
 آئینے سے مصفا ہر خشت و سنگ اس کا
 کیا ہی بنا ہے زیبا قصر ابوالحسن خاں

۴۰ ۳۰ ۱۳

مبارکباد و عقد و خیر جناب انیس احمد حسنا

لودہن آج بنی دخت انیس احمد اس سرت میں ہر گھر آج دلہن پر صدقے
 صدقے ہو کر بھی تسلی نہیں ہوتی دل کی صدقے پھر بارہ دگر آج دلہن پر صدقے
 اے حضور آرزوئیں آج برائیں دل کی کیجئے کاسے زر آج دلہن پر صدقے
 اے حضور آج تمنائیں ہوئی ہر لڑی کیجئے لعل و گہر آج دلہن پر صدقے
 کون رو کے انھیں نسبت مخ و گیسوے روز و شب شام و سحر آج دلہن پر صدقے
 آگے ساعات سواں کے بلائیں من فدا عیش کے آٹھ پہر آج دلہن پر صدقے
 ہے اثر بس فعاؤں کے نہ بخت بلند ہو دعاؤں کا اثر آج دلہن پر صدقے

میں نے جہت کہا مصرع تاریخ ریاض
 انجم و شمس و قمر آج دلہن پر صدقے

قطعہ تاریخ

عقد و غسل منشی فضل احمد مع برادر خور و اقشام احمد ہلم خلم حسام احمد حسنا
 ابن منشی حافظ نظام احمد حسام عمر منشی خیر آباد

سُجے جنت گئیں زیب النساء آج
لحد میں آ کے نکلی حسرتِ خلد
زمینِ قبر کتنی دل کشا ہے
فضا میں جس کی ہے کیفیتِ خلد
سرِ تربت تبسم ہر کلی کا
لئے ہے انبساطِ فرحتِ خلد
ہو انیس چل رہی ہیں عطر آگین
لحد کے پھولوں میں ہو کھیتِ خلد
نظر کے سامنے ہے باغِ فردوس
نظر کے سامنے ہے صورتِ خلد
اُتر آئی ہے جنتِ آسماں سے
الہی باغ میں ہے صحبتِ خلد
کھلانا کام آیا بیکسوں کا
فراواں ہر طرف ہو نعمتِ خلد
مبارک ہو مبارک جامِ تسنیم
مبارک ہو مبارک دعوتِ خلد
مبارک ہو مبارک دید حق کی
مبارک ہو مبارک لذتِ خلد
مبارک ہو مبارک عیشِ جاوید
مبارک ہو مبارک عشرتِ خلد
مبارک رنگ و بوئے موعِ بادہ
مبارک شہد و شیر و شربتِ خلد
مبارک خدمتِ حورانِ جنت
مبارک جاودانی راحتِ خلد
ریاضِ اللہ کی رحمت کے صدقے
کہ دی کنجِ لحد کو وسعتِ خلد

کہا رضواں نے کی جب فکرِ تاریخ

ہو میں زیب النساء بنیتِ خلد

۱۳ ۷۶

قطعہ تاریخ

تمہیرِ مکانِ ابوالحسن صاحبِ زبیر ادریش شاہ چغتائی

بلقیس غزل تری شاید یا آسماں سے یا قاف اُڑا کر لائی ہیں اس کو پریاں

قطعہ تاریخ

باغ حکیم عزیز احمد صاحب خیش حکیم مولوی احمد علی صاحب خیر آبادی
 مبارک ہو عزیز احمد کو یہ باغ پھلین پھولیں یاض اس کے سب اشجار
 کہوں تاریخ فرمائش تھی مجھ سے کہامیں نے زہے باغ پُرا شمار

۱۹ ۶ ۲۹

قطعہ تاریخ

منہجہ کردہ امیر حسن صاحب آفتاب حسن صاحب تعلیقہ دارا بابو پور

حبشائش محمد احمد صاحب نمبرہ ممدوح

امیر اول حسن آخر بہ اسم اش زہمت بانی این سجدہ گہ شد
 دوم از آفتاب و از حسن اسم بہ اقبال آفتاب عز و جد شد
 دعائے عمر و دولت را از مسجد خوشا تا عرش اعظم شاہ رہ شد
 ز جو و بذل ہر کس "مرحبا" گفت ز خلق و لطف ہر سو واہ وہ شد
 زہے مسجد ہمہ از نور معمور کہ جا روبر اش شعلہ مہر و مہر شد
 ریاض از فکر رستم بہ تاریخ ز عرش آمدند افضل الہ شد

برائے سجدہ خم شد خود میر عرش
 کہ سال اش عرش رفعت سجدہ گہ شد

۱۳ ۵۵ ۱۳۶

بچوں کے غسل کی خوشی ہے محفل ہے رچی مچی ہمیں صومیں
 افضالِ خدا سے فضلِ احمد بوڑھی ہوں سب ان کے پاؤں چومیں
 عمریں بڑھیں ان کے بھائیوں کی سب بڑھ جائیں آبرو میں
 باندھیں سہرا جنابِ انداز سہرے روشن جمینیں چومیں
 یہ پھول بہار اپنی دکھلائیں فرق آئے کبھی نہ رنگِ دہلیں
 ہر شعرِ ریاضِ با اثر ہو کاٹنا سا چھنے دلِ عدویں
 نقتے کی دعائیہ ہے تاریخ

پھول آئیں شاخِ آرزویں

۲۹ ص ۱۳

قطعاتِ تاریخ

باغِ سید نبی حیدر صاحبِ صفی پور

پھول پھل لائے یہ تہارا باغ پھلے تم کو یہ اے نبی حیدر
 پھول نازک گلابیاں مے کی ہر شہر جامِ بادۂ کوثر
 بھری رگ رگ میں پشوریشے میں لذتِ جرعتِ مئےِ احمر
 کیفِ آور ہمیشہ موسمِ گل رات دن فیضِ ساقی کوثر
 کیوں نہ بدست آ کے زاہد ہو کہ ہوا بھی فضا ہے کیفِ آور
 خوش ہو کر یہاں ریاض کی روح دستِ ساقی ہو شبنمِ گل ساغر

کبھی ہم نے دعائیہ تاریخ

کہ؛ پھلے باغِ اے نبی حیدر

۲۵ ص ۱۳

ہے ریاض افتتاح کی تاریخ

اب شفا خانہ امیر کھلا

۱۳ ۴۶

قطع تاریخ

تعمیرِ سماع خانہ رضو مبارک حضرت محمد اسلم شاہ صاحبِ نور اللہ مرقدہ
بنا کردہ

جناب حاجی غلام محمد خاں صاحبِ حافظہ تخلص رئیسِ ادوں ضلع علیگڑہ

بے ساز و نغمہ اس میں دن رات بیٹھے تھے	ونچسپ کس قدر ہے دل کش سماع خانہ
پیدا ترنم اس میں پیدا تنکلم اس میں	موج ہوا کے لب پر ہر دم نیا ترانہ
جلوے دکھار رہا ہے کیا روضہ مبارک	نغمے سنار رہا ہے کیسے سمل خانہ
اللہ جب دکھائے انسان کیوں نہ دیکھے	گندہ سنار رہا ہے کچھ طور کا فسانہ
ہے عرشِ طور کس کا؟ پھیلا ہو نو کیر کا؟	کس کی تجلیوں سے روشن چرلِ غر خانہ
فتروں میں کہہ رہے ہیں گردشِ خزاں و سوج	جلوں کی برق تاباں اُن پر ہے تازیانہ
بندہ بنا کے اس نے بندے کو کیا بنایا؟	کس کی سمجھیں آؤ قدرت کا کارخانہ
وہ بارِ صوح کی محفل وہ افتتاح کا دن	بزمِ سماع خانہ وہ نعمتِ ترانہ
پی کر پالہ دیکھے محفل میں فیضِ مرشد	رندانہ مستیوں میں اندازِ صوفیانہ
میں جمع مست کیا کیا؟ مستِ است کیا کیا؟	کیسی انجمن ہے؟ کیا سایہ شامیانہ
کس رنگ میں رنگیں؟ کیسی یہ ہے پڑھیں؟	دل کھینچتی ہے سب کے یہ وضعِ میکشانہ
ہے شامیانہ رحمتِ سجدہ میں اہلِ طلعت	کیسی خدائے غفلت ہے؟ ہے بخود ہی بہانہ

ایضاً

بنی مسجدیہ باپو پور میں خوب جہاں جاؤ وہاں مذکور یہ ہے
 بنیں دنیا و دین بانی کے یارب تری رحمت سے کیا کچھ زور یہ ہے
 امیر و حکم اس گرامی جواب اس کا نہیں مشہور یہ ہے
 ہے روشن نام مثل آفتاب آج جو پھیلا ہے اسی کا نور یہ ہے
 خدا کا کیوں نہ ہو مسجد میں دیدار زیاض اب جلوہ گاہ طور یہ ہے
 یہی تعمیر مسجد کی ہے تاریخ
 خدا کے نور سے معمور یہ ہے

قطعہ تاریخ

تم شیخ فغانہ حکیم امیر اللہ خاں صاحب گوالیار سٹیٹ
 حسرتیائش نمبرہ مدوح خلف حضرت مضطر موعوم

مرحبا اے حکیم امیر اللہ ! نام زندہ کیا بقا خاں کا
 ان کا شاہی لقب تھا خاں حسنا اور اعزاز بھی تھا اس کے سوا
 ہے یہ ثابت خطاب شاہی سے خواجہ پر مخ کر تے تھے حکما
 مہاراجہ جیا جی لائے تھے حکم اکبر سے ساتھ بہرہ ووا
 اُن کو ملا علی قاری سے خاندانی بہت تعلق تھا
 نہیں مٹنے کا اب زمانے سے نام ملا و نام خواجہ بقا
 سب کی شہرت کو چار چاند لگائے آپ نے نام روشن اور کیا

قطعہ تاریخ

تمییر و ازہ مکانِ خود
آ کے سب بادہ تنیم پیں
کھل گیا بابِ ریاضِ فردوس
۲

بے اکائی کے ہے تاریخِ ریاض
واہوا بابِ ریاضِ فردوس

۱۳ ۵۰

تاریخ انتقالِ زوجہ ثانیہ خود

جانِ ریاضِ مرد

۱۳ ۹

تاریخ عطاءِ خطاب ”خان بہادر“ مولوی حمید اللہ صاحب

رئیسِ اسپیشل مجسٹریٹ گورکھپور

ریاضِ سعد مبارک ہے جون کا آغاز بہت ہی سعدِ عریال سعدِ عریہ ماہ
خوشی ہے دوسری کی شب کو تار پڑا خطاب ”خان بہادر“ ہے حمید اللہ
ہمیشہ نام رہا آپ کا نمود کے ساتھ معرفت آپ کے کاموں کے حاکمِ ذیجاہ

دن میں جھلکے باہر شب میں جھلکے ہے
 ہو جائے آنکھ دیکھے آکر جو پاک و صنف
 یہ شان بے نیازی، یہ شان امتیازی
 حافظ پرست حافظ ہشیار و مست حافظ
 جو کچھ ہے وہ دوسرے اک سر ہو رنگ ہو
 مجھ پر ہے لطف پیہم جو کچھ کہوں وہ ہو کم
 مجد و باد رسا لک یہ دو تھے دل کا مالک
 مجھ کو نہ دیکھو! دیکھو! دیکھا ہے میں نے جن کو
 دیوانگی میں پہلی باتیں ریاض کی ہیں
 تر پار ہی ہے کیا کیا، یاد و حسیم و کوثر
 اے شوخی طبیعت، یہ ہے مری حقیقت
 تاریخ کہتے کہتے کیا کیا میں کہہ گیا ہوں؟
 اب مجھ کو فکر یہ ہو، تاریخ ہو تو ایسی
 یوں کے تخرجے کی صنعت پکارا عظمیٰ
 رنگ سے صبحی رنگ سے شبانہ
 ہو جائیں کان کر یہ ہے وہ سماع خانہ
 سجادگی نے بخشی کیا، دولت شہانہ
 حافظ کی ہر ادا میں اک شان الہانہ
 ہے سجدہ گاہ حافظ مرشد کا آستانہ
 فیض محمد اسلم ہے بحر بیکر انہ
 بخشا انھیں نے مجھ کو یہ رنگ عاشقانہ
 یہ میری لن ترانی ادنیٰ مرا ترانہ
 مضمون شاعرانہ، مفہوم شاعرانہ
 پھر تا ہے آنکھ میں اب گزرا ہوا زمانہ
 کوئی نہیں تو میں ہوں اب شاعرِ یگانہ
 سمجھو جنوں اس کو یا اس کا شاخانہ
 کچھ روز یاد رکھے مجھ کو بھی یہ زمانہ
 دلکش حسیں ممی بے حد اچھا سماع خانہ

۱۳ ۵۵ ۴۸

باتف ریاض بولابے تخرجے کے تاریخ

کہہ جانفر ہے اچھا دلکش سماع خانہ

۱۳ ۵۵ ۴۸

ایک اٹھ کے جگہ سے یہ نیا مصرع

ایڈوکیٹ ہوئے واہ ذکی صاحب خوب

۱۹ ۶ ۲۸

قطعہ تاریخ

عطاء خطاب خان بہادر سید احمد حسین صاحب رضوی و اُس جرمین پوسٹل پورٹ
لکھنؤ

سید عالی نسب نام وے احمد حسین

یافتہ او ذی ہم خان بہادر خطاب

۲

سال بہ تعداد پانچ کم کن و گو بہر سال

صاحب جاہ و چشم خان بہادر خطاب

۱۹ ۶ ۲۸

قطعہ تاریخ

عطاء خطاب خان بہادر سید اراز الحسن صاحب مینو پلچ حیرین
خیر آباد

سید اراز الحسن جب سے ہیں صدر بورڈ خدمتوں سوان کی ہے مینو پلچ فیض آباد

وہ خطاب خان بہادر سید ہو عو اب سر بلند درجہ خانی تھا ہی خاندانی انتساب

حسن خدمت کا صلاح مدوح کو اچھا ملا شہر میں سب کو پسند آیا یہ موزوں انتخاب

فکر تھی مجھ کو کہوں تاریخ میں بھی لے یا حض چاہتا تھا میں نہ ہوتا رنج کامیری جواب

تدبر و خرد و دانش و اصابت رائے یہ حصہ آپ کا ہی فیصلے میں اس کے گواہ
کوئی ہو آپ ہر اک درد مند کے ہمدرد کوئی غریب ہو ہر وقت ہے کرم کی نگاہ
ہمیشہ وضع میں داخل خیال خود داری خلاف وضع ہر اک بات جانتی ہیں گناہ
جو دیکھے خوش ہو امارت میں ساوگی ایسی وہ چال وصال کہ پامال عیب میں کی نگاہ
ہیں اپنے اتنے کہ پہنچے نہ آپ تک کوئی ہیں گہری اتنے کہ ملتی نہیں ہو آپ کی تھک
ہر ایک ست مشرت کی موج و ڈرگئی خبر خطاب کی آئی جو تار پر ناگاہ
شراب ناب طرب کے چھلکتے جام چلے اٹھی جو موج بنی وہ کسی کی مست نگاہ
چمن میں پھول کھلے انجمن میں جام چلے جھکا فلک سے سیہ زلف بن کے ابریاہ
مئے طرب کے برستے ہی بہ چلے وریا کہیں نہ جن کے کنارے کہیں نہ جن کی تھک
گلی گلی ہو رواں کمیسی آج کشتی نے نہ کوئی بزم بھی ہے نہ کوئی خلوت گاہ
یمن کے مجھ سے صراحی کے قہقہے کیسے؟ یہ نکل دوں میں مچا کیوں ہے شور و قہقہہ

زبانِ معج سے کہتی چلی یہ جو ہے شراب

خوشی ہے خان بہادر ہوئے حمید اللہ

۱۹ ۶ ۲۷

قطعہ تاریخ

ایڈوکیٹ خان بہادر محمد ذکی خاں صاحب بلی-آیل ایل بی

گورکھپور

ایڈوکیٹ ہو کر خان بہادر صد شکر اپنے اوصاف سے عالم میں فی کی ہیں محبوب
شمار جمع تھے محفل میں کہ تاریخ کہیں دیکھنا تھا چار سال ان کو بیاں کا اسلوب

شعلہ اس کا جو اٹھا وہ بن گیا قندیلِ عشق
 دلکش اندازِ سخنِ محسنِ بہاؤں یوسفِ فتنہ و ش
 کس قدر بھڑکی ہوئی ہے آتشِ گلزارِ حمد
 مصر و آلے دیکھیں اگر گرمیِ بازارِ حمد
 رہنما راؤ سخن میں آپ کے نقشِ قدم
 بحر کے پیر و مگر سب سے جدا رفتارِ حمد
 کورہ و روشنی پھیلی ہوئی ہے شہرِ شہر
 بزمِ افروزِ سخن میں ہر جگہ اشعارِ حمد
 ناخنِ دستِ حنائی کا یہ منبتی ہے جواب
 چٹکیاں لیتی ہے کیا کیا شوخیِ گفتارِ حمد
 عرشِ پیاہیں سمندِ فکر کی جولانیاں
 کس ہوا میں ہے زمینِ شہرِ پڑ ہوا رِ حمد
 ایک جنگلِ ہر ورق چھپتے ہوئے اشعار کا
 سب کے دل میں چھپ گیا جو دادی پر غارِ حمد
 رنگِ بوہنِ حسن میں ہر ایک سی موزونیت
 ایک کانٹے میں تلے میں بگلِ گلزارِ حمد
 موتیوں سے بھر دیا دامنِ زمینِ شعر کا
 ابر گوہر بار میں اشعار دریا بارِ حمد
 صاف میں عجیب ہیں خوش آب ہر نول میں
 جوہری دیکھیں ذرا آکر دُور شہوارِ حمد
 کا غذا چھائے نور کا چھپا پاریاض
 اترے شیشے میں پری بن کر بلند افکارِ حمد
 میں نے جرتہ کہا مصع پے تاریخِ طبع
 ڈھل گئے ہیں نور کے سانچے میں اشعارِ حمد

سالِ اشاعت کا جو ہو مطلوب نوکِ دریا ض

کیا ڈھلے ہیں نور کے سانچے میں سب اشعارِ حمد

قطعہ تاریخ

طبع دیوانِ جناب سید عباس حسین صاحبِ فصاحت لکھنوی

خلفِ جنابِ امانت مرحوم لکھنوی شاگردِ جناب

لطافت مرحوم براورِ خود

مصرعِ آخرتے گر کر حرفِ آخر بول اٹھا
کہد و احرار از احسن خاں کو مبارک ہو خطاب

۱۹ ۶ ۲۷

قطعہ تاریخ

طبع دیوانِ منشی اصغر حسین صاحبِ صنغیر گورکھپوری

اشعارِ صنغیر اچھے اندازِ بیاں اچھا اللہ کرے دیواں ہو طبعِ مکر بھی
صفو نہیں ساغریے سطر نہیں میں ہیں جامِ منے کوثر بھی جامِ منے امر بھی
اوراق ہیں دیواں کے گلزار میں جادو کے گلشن کے بھی غنچے ہیں گردوں کے ہیں اتھری
ہیں رنگ بھڑکیا کیا؛ الفت کے موقع میں عاشق ہو وفا پیشہ معشوق شکر بھی
سورنگ بیاں اس میں سورنگِ اثر اس میں اعجاز بھی جادو بھی شیشہ بھی ہی تجھ بھی
اچھا نہیں بلغ اس تفریحِ دماغ اس موجِ منے گلگوں بھی رنگِ منے امر بھی
دشمنوں میں نہاں دشمنے خنجرِ نہاں خنجر چھتے ہوؤ دشنے بھی چلتے ہوئے خنجر بھی
ہر شعر میں ایسے میں وہ مصرعِ جستہ بے تیر و پیکاں بھی ہے تیغ و پیکڑ بھی

تاریخ ہے دیواں کی تعریفِ دیواں کی

چھتتا ہوا پیکاں ہے چھتتا ہوا نشتر بھی

۱۹ ۶ ۱۱

قطعہ تاریخ

طبع دیوانِ جنابِ حمد بلگرامی

مداحمد! آج دیوانِ حمد کا شائع ہوا ہر فرشتے کی زباں پر آج ہیں اشعارِ حمد

طبع آفاق نے وہ پھول کھلائے کہ بنے صفحے دامن گلزار
 جس طرف دیکھو جمع خرمن گل جس طرف دیکھو پھولوں کے انبار
 گندھے سطرود میں گل مضمون کہ بنائیں حسیں گلے کا ہار
 کیوں نہ دوں اے ریاضِ آؤگن میری آنکھوں میں ہرچین کی بہار
 کیوں نہ بیچیں فکرِ سال میں ہوں پنکیان لے جو شوخی گفتار

روز افزوں اشاعتِ دیواں

سالِ تاریخِ اشاعتِ اشعار

۱۳۲۷ھ

قطعہ تاریخ

طبعِ دیوان جناب سیف شاہجہاں پوری شاگردِ رشید
 جناب جلال لکھنوی

چمپ گیا کس لطفِ سودیوان جناب سیف کا
 اصطفیٰ انہاں کی عقیدتِ نگاہی کس طرح
 ہو مبارک پھول چننا سیف کے گلزار سے
 ورنہ یہ امید کس کو تھی خراجِ یار سے
 کیا تعلقِ طبعِ بے پردا کو ان افکار سے
 سیف نے مانا بڑی سے بھی بڑی تکرار سے
 ہم کو بھی ہونا پڑا منت گزارِ اصطفیٰ
 دیکھنے کی چیز ہے حسنِ کلامِ حسنِ طبع
 اب انگوڑا آتشِ تر جنبشِ لب سے بنا
 سیف کا ہر مصرعِ جربستہ ہے لڑتا ہوا
 دلف کے دل میں گروہِ بندشِ ہر س کی خاصا
 یار کی ترچھی نظر سے ابروِ خدا سے
 کھل کے ہوتی ہی ہمیشہ طرہ طرار سے

مجموعہ کلام فصاحت چھپایہ خوب لعل نگہ سڑ بڑھ گئے کہیں آیت تاب میں
 حروف نے لی جگہ ورق آفتاب پر پتھر نے لعل اگل کے جڑوا آفتاب میں
 لود اور چار چاند لگے آفتاب میں بجلی ہر اک کرن ہے حجاب حجاب میں
 پھسکی پڑی ہو چاندنی کیوں آج اس قدر کیا داغ رنگ ہو جگر ہاتھ تاب میں
 نقطے بنے بیتاروں کی آنکھوں میں تیلیں سطرین ہیں کہکشاں نگہ انتخاب میں
 رنگینی کلام کے قسربان جائے منہدی میں ہو یہ رنگ یہ خون تاب میں
 پیدا کیا ہے رنگ مے خط جام سے ڈوبا ہر ایک شعر ہے میری شراب میں
 وہ مئے سوا جو تیز مئے پر نگیز سے وہ کیف جو کسی کے دہن کے لعاب میں
 وہ مئے مئے وصال کا جو ہر جسے کہیں وہ مئے پیائے ہیں جسے ہم شباب میں
 کیسا ہے یہ کلام یہ کس کا کلام ہے؟ ہر شعر دوسرے سے سوا انتخاب میں
 فرمائش جناب فصاحت ہو اور یا صحن تاریخ طبع پیش کروں کیا جناب میں
 کیا شاہد کلام کا نکھر اہو ہے رنگ شوخی نہ عشق میں نہ یہ رنگ شباب میں

مصرع کہا یہ میں نے جو پہنا لباس طبع
 معشوق ناز میں ہے بھرا کیا شباب میں

قطبہ یارِ مخ

دیوان آفاق بنارسی

خوب آفاق کا چھپا دیوان خوب آفاق کے چھپے اشعار
 شہرہ آفاق آج فیضِ حلیل باغِ عالم ہر جیسے فیضِ بہار

قطعہ تیار

طبع دیوان منشی شمیم سدر لال صاحب برق وکیل سیتاپور
 دیوان برق طبع ہوا آب و تاب سے جو شعر برق کا ہے وہ کرتا ہی کا برق
 تیار طبع بھی ہے دیوان کے ساتھ لکھتے یہ میری یادگار ہے وہ یادگار برق
 چمکا ہی ہیں برق کو اشعار برق کے اشار میں جو برق کے تاب و شرار برق
 جیسے چمن میں آتش گل ہو بہار گل ہر شعلہ و شرار سے گویا بہار برق
 مٹھی میں ہے لئے ہوئے گویا بہار باغ دیوان کا نقطہ نقطہ دل داغدار برق
 دیوان کے صفحے صفحے میں ہیں کلیاں بھی دیوان کا حرف حرف دل بقیار برق
 برق و شرار میں مصرع جربستہ برق کے یہ ہے تراوش قلم شعلہ بار برق
 سب بوجھتے ہیں ”کیا کہیں“ دیوان برق گلزار برق“ اسے کہیں یا لالہ زار برق“

کم کر کے نصف ہاں کے عدد تم کہو یا ض
 ہاں شعلہ راز برق ہے ہاں شعلہ زار برق

قطعہ تیار

طبع دیوان نواب غلام حسین صاحب رئیس گنیش گنج ضلع سہی
 تخلص قمر

چھپا کس حسن سے دیوان قمر کا کھلے ہر صفحے پر گلہائے اختر
 انا کے کہکشاں نثر سے تارے قمر پروں کے موتی پنچھاور

اس کی اسی چٹکیاں جن کو حسین بن قیو
 کس قدر تاثیر میں ڈوبا ہوا ان کا کلام
 دور وانی طبع میں عاجز مری طبع رواں
 بڑھ کے میر درد بھی سینے کے کل کی چھین
 رنہ بھی صوفی بھی لیکس ہاگہ فوں کو الگ
 مست پھٹا بے پئے ہر وقت پتہ حال میں
 بخودی میں پاؤں جانے سے کبھی ہٹتا نہیں
 آپ سے باہر نہ ہوا ظرف والوں کی طبع
 منہ کے بھی نہ دوہرے ہیں پاک سی کا نشان
 سیف کا دیواں چھپا کیا برازان کے گھل گئے
 طبع دیواں کی کہی تاریخ میں نے بھی یاقین
 کم نہیں میرا بھی صریح سیف جو ہر دار سے
 سیف کے آگے جھکا نا ہی پڑا اعدا کو سر

سیف کے آگے جھکا نا ہی پڑا اعدا کو سر

سیف کے جو ہر کلمے ہیں سیف کے اشارے

۴۵ ۱۳

دیگر

شر تو کہتے نہیں میں ان ساتے میں سیف
 سیف کے اشارے جتنے ہیں شر اگر سیف ہیں
 طبع دیواں کی کہی تاریخ میں نے بھی یاقین
 لوجہ دیواں کے ورق ہیں شعلہ زار سیف میں
 ۴۵ ۱۳

اُٹھی ساقی کے دل میں گدگدی کچھ اُٹھایا جامِ گلگوں اس نے ہنس کر
 خالی دستِ ساقی جامِ برفِ مے لب پر لبِ گلرنگِ ساغر
 مے ساقی کے لب پر ہے تبسم
 مے لب پر ہے جامِ آتشِ تر

۱۳۵۵

دیگر

یہی مادہ تاریخِ زمین بدل کر

خوب دیواں قمر کا طبع ہوا عالم افروز ہے شعاعِ قمر
 کہکشاں سطر سطر دیواں کی نقطہ نقطہ ہے صوفشاں اختر
 طبعِ نور ہر ورق ہے ریاض لالہ زارِ شفق ہے جو بن پر
 یہ شگوفے کھلائے اس کے ہیں گل تر ہوں کہ ہوں گلِ اختر
 ہر زمیں شعر کی فلکِ رفعت ہر زمیں آسمان سے بڑھ کر
 تارے عرشِ بریں کے توڑے ہیں باندھے مضمون ایسے چن چن کر
 اس طرح مے پھیلکتی جامِ مے ہے جس طرح ہوتے ہیں نورِ قمر

چاند کی ٹھنڈی روشنی اس میں

اس کی تاریخِ جامِ آتشِ تر

۱۳۵۵

قمر کے نقش پا کا فیض یہ ہے زمین شعر پہنچی آسماں پر
 شفق بھولی، کھلا لالے کا تختہ سسے گلگوں کے چھلکے جام و لعل
 پیالہ صفحہ سطر میں موج بادہ شگوفہ خود ورق برگ گل تر
 بغل میں اس شگوفے کے چہن لاکھ کھلے یہ تو کھلے فردوس کا در
 ٹھکانا کیا؟ شگوفہ کاریوں کا رگ گل جب بنی ہوتا رِسطر
 گلوں کے رنگ کی پر تاب سرخی لگا بدول میں یوں رخسار کا پر
 بڑھی چھینے سے اس کی قدر قیمت بنا چھاپے کا پتھر لعلِ احمر
 پری شیشے کی صفحہ کا ہر اک حرف فدا بدول پر اس کے خطِ سائز
 فدا سطروں پر اس کی گیسو جوڑ فدا سطروں پر اس کی موج کوثر
 ہر اک مصرعہ نگاہ مست ساقی رگ جاں میں جھوٹے لاکھ نشتر
 لئے ہر شعر میں جوشِ معانی اُبلتے خم چھلکے جام و ساغر
 فروغِ بزمِ رنگین ساقی طرب زرا، کیف افزا، نشہ آور
 اسی کی نئے کا سب بھرتے ہیں پانی سبوینا، صراحی، جام و ساغر
 اسی کے آنچ پرے میکشوں میں بیاں اس کا لب پہریناں پر
 یہی رنگِ حنائی دستِ ساقی یہی گلگوں زخاں و لبر
 یہی ہے جامِ جہم بزمِ منان میں اسی کا جلوہ نئے کی ہر دکاں پر
 اسی کا دور ہے بزمِ سخن میں مزے لیتا ہے کیا کیا ہر سخنور
 ریاض اس کی صفت میں ترزاں آج اسی کے شعور میں اس کی زباں پر
 یہی ہے فکر دیواں کی ہوتا رنج نظر ہے سوسے ساقی سوسے ساغر

رباعیا

زمانہ

سرمد

۱
دنیا کے لئے ضرور ہے کچھ تنگ و تاز
ہو گے نہ کبھی بغیر اس کے ممتاز
نہ ہب کی قید میں ہیں لاکھوں جھگڑے
رُوزہ رکھتے گلے پڑی آ کے نماز

۲

چلتا نہیں گھر میں کیوں تمہارا لشکا
دل میں ہے یہ عورتوں سے کیا کھٹکا
انگلش تعلیم سے وہ کیوں ہیں محروم؟
چلتی گاڑی میں یہ روڑا اٹکا؟

۳

قطعہ تاریخ

دیوان حسین خاں صاحب اختر برہان پوری شاگرد مولوی

محمد عثمان صاحب آغ ب رستواہ برہانپور

بنا اختر کا دیوان بیہولوں کا ہار سلیقے سے گندھے گلہائے اختر

زمین شعر پہنچی آسماں پر تارے بن گئے گلہائے اختر

کہا کس نے یہ وقت فکر تاریخ کہو کیسے ہے؛ گلہائے اختر

ریاض آئی لب اختر سے آواز

کہو! اچھے کھلے گلہائے اختر

میں حرفِ غلط ہوں اس میں باطل کیا ہے؟
 بکتے مجھ سے جو کوئی حاصل کیا ہے؟
 کچھ بھی نہیں عکسِ بالمقابل میرا
 میں کچھ نہیں تو مرا مقابل کیا ہے؟

۱۳

تَعَلٰی

منقار جو کھولتا ہے طوطی میرا
 ہر بات کو تو لتا ہے طوطی میرا
 ہو بلبلِ سدرہ کیا سُخنِ سنجِ ریاض
 اس میں بھی تو بولتا ہے طوطی میرا

۱۴

بن کر مشتاقِ اہلِ محفل آئے
 کس شوقِ سوزے کے دامنِ دل آئے
 اللہ رے ریاضِ بگلفشانی میری
 چُنے کے لئے پھولِ عنادِ دل آئے

۱۵

محفل میں جو آئے بن کے بسل آئے
 ہر آنکھ میں آج خوں چکاں دل آئے
 روئیں یہ لہو کہ کچھ تو آنسو کچھ جائیں

ہٹنے پر پھول کے ہنسی آتی ہے

۹

راہِ عدم

افسوس! رو لحد تھی تاریک بہت
سمجھے جسے دور تھی وہ نزدیک بہت
کہتے گئے یہ عدم کے جانے والے!
تاریک بہت ہے راہِ تاریک بہت

۱۰

راہِ صراط

چاہا کہ چھپٹ جائیں یہی بہتر ہے
پھر سوچے کہ ہٹ جائیں یہی بہتر ہے
بچ جائیں صراط سے یہ اعمال کہاں؟
ہم شرم سے کٹ جائیں یہی بہتر ہے

۱۱

عجز

کہنا نہیں چاہئے کڑی بات ریاض
پھر ایسوں کو جن کی بن پڑی بات ریاض
تم! اور زبانِ طعن کھولو! اُن پر
چھوٹا منہ اور بڑی بات ریاض

دامن وہ بھرے گلِ معانی سورتیاں
اس نظم کا نکتہ چیں بھی گلچیں ہو جائے

۲۰

آگے مرے رنگِ غیرِ فنی ہو جائے
لعل اُگلے جو سنگِ سینہ شق ہو جائے
میں وہ ہوں مرے کلامِ رنگیں سورتیاں
دامنِ شفق ابھی ورق ہو جائے

۲۱

موزوں جو کئے ہیں شاہِ دیں کے اوصاف
بندش ہے چیت اور مضوں ہیں فضا
ہر شعرِ بلند کا یہ رتبہ ہے رتیاں
چوٹی میں طور کے پڑا ہے مہربا

۲۲

کرتا ہے سُوے ادج اشارِ ممبر
کیا چرخ کی آنکھ کا ہے تارا ممبر
مدحِ شہِ دیں نے سرِ بلندی دی ہے
ہمپایہ عرش ہے ہمارا ممبر

۲۳

میلی نہ کروں نظر جو مجھ کو زردیں

اتنا تو ہو رنگ پر یہ محفل آئے

۱۶

ہاں! لطف وہ نظم دل نشیں سے آئے
دل و جد میں شورِ آفریں سے آئے
مداحِ امام ہوں، عجب کیا ہے؛ ریا آض!
تحسین کی صدا عرش بریں سے آئے

۱۷

جو نظم ہے میری دادِ فن لیتی ہے
ہر شعر کا لطف انجمن لیتی ہے
منہ دیکھتے ہیں طیورِ گلشن میرا
بوسے مرے تحسینِ سخن لیتی ہے

۱۸

بالا ہے جو قدیوں سے مسکن میرا
بڑھ کر فردوس سے ہے گلشن میرا
اے بلبلِ سدرہ! تجھ کو معلوم نہیں
تجھ سے بھی بلند ہے نشین میرا

۱۹

وہ رنگِ سخن ہو بزمِ رنگیں ہو جائے
بلبل کی فغاں بھی شورِ تحسین ہو جائے

۲۷

کم گرمی کر بلا ذرا تو ہوتی
 چھائی ہوئی ہر طرف گھٹا تو ہوتی
 پیاسوں کے لئے تھا اگر آبِ فرات
 ساحل سے ذرا ٹنک ہوا تو ہوتی

۲۸

غمِ شاوین

احباب کا ذکر کیا بد روئے ہیں
 سب بہرِ امامِ نیک خور وئے ہیں
 روشن ہے یہ صاف لعلِ احمر سے لیاہن
 اس رنج میں پتھر بھی لہو روئے ہیں

۲۹

خطاب بہ شخصِ خاص

اب کہنہ کلام و اہل فن کچھ بھی نہیں
 پیش جو لکیر یہ چلن کچھ بھی نہیں
 یہ کام تو استخواں فروش ہی ہے ریاض
 ڈوبے ہوئے سورج کی کرن کچھ بھی نہیں

۳۰

بطرِ زوگیر

اک اشکِ الم نہ دوں جو سوگو ہر دیں
 اے بزمِ عزا کے رونے والو! واللہ!
 یہ اشک وہ ہیں ابھی جو دامن بھر دیں

۲۴

وامن غمِ شہ میں ہیں بھگو نے کے لئے
 رونا ہے یہ داغِ جرم دھونے کے لئے
 باعث ہے نجات کا جو آنسو نکلیں
 اللہ جو آنکھ دے تو رونے کے لئے

۲۵

گر مٹی کر بلا

تھے جدتِ مہر سے یہ افلاک سیاہ
 جیسے کسی ماتمی کی پوشاک سیاہ
 تپتی تھی زمین کر بلا کی ایسی
 سایہ بھی گرے تو جل کے ہوناک سیاہ

۲۶

کب گر مٹی کر بلا سہی جاتی تھی
 سائے کے بھی آگ سی لگی جاتی تھی
 سورج کرنوں سے تھا کبابِ سیخ بنا
 دھوپ اپنی ہی آگ میں جلی جاتی تھی

سحرِ عید

میں خانے میں ہر وقت ہے یوں تو اثرِ عید
 اُتیسویں کی شب کو ملے گی خبرِ عید
 کوثر کی ہو تو کیا؟ یہ مہِ صوم ہے ساقی!
 پینے کے نہیں زندہ کبھی تاسِ سحرِ عید

۳۴

ضعفِ پیری و صوم

ان ہاتھوں سے روزِ جامِ صہبا ٹوٹا
 ان ہاتھوں سے بار بار دینا ٹوٹا
 شرمائے خدامے بڑھاپے کو ریاض
 یہ ضعف ہے ایک بھی نہ روز اٹوٹا

۳۵

شامِ افطارِ رمضان

سانچے میں ڈھلی نور کے شامِ رمضان
 شامِ رمضان میں سحرِ عید نہا ہے
 بنتا "مئے گلرنگ" ہے ہر طرف میں "بانی"
 ہو کوئی بھی ہر گھر میں سچی مئے کی دکان

۳۶

ہلالِ رمضان

نازکِ مہِ نو کچھ خطِ ساغرِ سائیاں ہے
ساقیِ ہمیں تیرے لبِ لعلیں کا گماں ہے
پینے کو مہِ صوم میں راتوں کو ملے گی
موجِ مئےِ گلرنگ - ہلالِ رمضان ہے

۳۱

مہِ صوم کی تعریف

روزے نہیں ہیں سخت، یہ سب باتیں ہیں
ہاں لطفِ فراشب کی ملاقاتیں ہیں
یاروں میں مہِ صوم کی تعریف یہ ہے
دنِ ہجر کے کچھ وصل کی کچھ راتیں ہیں

۳۲

لذتِ افطار

کیا پوچھتے ہو؟ صوم میں کیا ہوتا ہے؟
مسجد میں مزا گھر سے سوا ہوتا ہے
وہ لذتِ افطار! وہ کیفِ افطار!
مینخانے کا ہر گھر میں مزا ہوتا ہے

۳۳

ہر روزہ سیرِ شام ہے ناہید سے بڑھکر
 پینے کا پلانے کا مزاج ہم سے نہ پوچھو!
 شامِ رمضان ہے سحرِ عید سے بڑھکر

۴۰

کان میں آئی ہلالِ رمضان کی آواز
 تیس دن کو گئی اب پیرِ میاں کی آواز
 کوئی نسبت ہی نہیں قلقلِ مینا سے یا قس
 ہائے روزے میں وہ مغرب کی اذال کی آواز

۴۱

دل کے گرمانے کو ہے آتشِ تزلزلتِ صوم
 لے کے آئی ہے خدا دادِ اثرِ لذتِ صوم
 جیسے ہونشہ مے سے کوئی از خود رفتہ
 غور رکھتی ہے ہیں چار پہرِ لذتِ صوم

۴۲

صوم میں لوٹتے ہیں روزِ تلاموت کے مزے
 بڑھ کے نعمت سے ہیں اللہ کی رحمت کے مزے
 وقتِ افطار پہنچ جاتے ہیں مسجد میں یا قس
 گھڑیں اللہ کے آجاتے ہیں عوت کے مزے

۴۳

”تشنگیِ صوم

روزہ رکھکر بلا کے دن کاٹے ہیں
مے سے دامن بچا کے دن کاٹے ہیں
میخانے میں، ہم تشنہ لبوں نے ساقی!
سینے سے سبوغا کے دن کاٹے ہیں

۳۷

یہ وقت وہ ہے کہ خمِ سبو پر پی لیں
پاجائیں تو جھک کے حوض کوثر پی لیں
خم کی ترے خیر! کہہ دے اسی پیرِ مغان!
روزہ رکھا ہے سانس بھر کر پی لیں

۳۸

روزِ عید

کل تک کوئی تھا نہ کا قطر اگھر میں
پانی سے کھلا کھلا جو روز اگھر میں
ساقی کی نگاہِ لطف تھی جو عید کے دن
بہتے نظر آئے مے کے دریا گھر میں

۳۹

ہر ذرہ دم صبح ہے خورشید سے بڑھ کر

وصفت

لفٹ خان بہادر جمشید علی خاں صاحب
رئیس باغیت ضلع میرٹھ
حسب فرمائش
جناب عارف پیشتر منصرف
۱

بزم جمشید ہے بے مثل کہ چرخِ نہم
بزم جمشید کے ہر جام سے کم چرخِ کاغذ
بزم جمشید کی مینا بھی ہیں عیسیٰ آواز
بزم جمشید کی قلقل بھی ہوا عجاز میں ”قم“

۲

مئے جمشید بیوا کون ہے ہاتم سے بڑھ کر
جام جمشید تو ہے چرخ کے خم سے بڑھ کر
لب جمشید کی ہر بات ہے اعجازِ یاض
لب جمشید کی ہر بات ہے ”قم“ سے بڑھ کر

۳

باغیت منزلِ خورشیدِ مقامِ خورشید
اس سے ظاہر ہے جو ہر نعمتِ بامِ خورشید
آئے جو تشنہ دہن وہ ہو کر سیراب

رندِ ناکام کو کچھ نشہ سا ہو جاتا ہے
 ہاں یونہی نام کو کچھ نشہ سا ہو جاتا ہے
 صدقے اے لذتِ افطار پس توبہ بھی
 بے پئے شام کو کچھ نشہ سا ہو جاتا ہے

۴۴

میخانے میں کیسا ہے نمایاں اثرِ عید
 بن کر مہ نو آئی ہے دینے خبرِ عید
 اٹھتی ہے یہ کہتے ہوئے موجِ آتشِ ترکی
 اُتتی سوئیں کو شام ہی سے ہے سحرِ عید

۴۵

روزِ اللہ کے رحمت ہیں مسلمان ہم ہیں
 بھوکِ جن کے لئے نعمت ہے وہ انساں ہم ہیں
 گھر میں افطار کو کچھ نہیں مسجد تو ہے
 گھر ہے اللہ کا، اللہ کے وہاں ہم ہیں

دونوں تھوٹوٹوٹوٹو ششدری قاتل کے آتھی
 ہم کو ڈی غیر سے پھرے اپنا سامنے لئے
 اے ندیدے آئینہ دل ہر اور وہ
 توبہ شکست توبہ بھی دونوں تھوٹوٹوٹو
 آنے میں لوگ لٹکے جانے میں لوگ لٹک
 بیتاب بندہ مقابل جو میں پیوں مگر
 جیسے کسی نے پی ہی نہیں وہ حرام شے
 کس طرح میری خون سے رنگ بنا ملا
 ہم کو نہ تو طمان تر نقش پا ملا
 خوب آرسی کے بدلے انہیں آئینا ملا
 اس طرح لطف پیئے میں حدی سوا ملا
 ہم جب گئے ہمیں درمیانہ وا ملا
 جب خطرے تب مجھے آب بقا ملا
 ہر رند میکدے میں ہمیں پارسا ملا

یہ یاد تو رہے کر ملے ہیں ریاض سے

اوانے والے ہاتھ تو ہم سے ذرا ملا

[یہ ناکس غزل خیر آباد کے ایک قوال سے دستیابی]

شور تھا بوتل اٹھ مینا اٹھ ساغر اٹھے
 بزمِ محشر سے غلام ساقی کو تر اٹھے
 کچھ ہمارے کان بچو نکو اس طرح ناؤں نے
 کیا ہماری جان لینے کو کوئی بات اٹھ ہی
 اٹھتے ہیں طوفِ حرم کو ہم بھلی زرا ہڈ پھر
 جاتے جاتے عرصہ کا ہر شریک جو حال تو
 اتنی ساقی نے پلا دی زند توبہ کر اٹھے
 اولے یارانِ مینا نہ ذرا ساغر اٹھے
 تنگدہ سے جب اٹھے تو بن کے ہم تھپڑ اٹھے
 وہ اٹھے دشمن اٹھے چھریاں اٹھیں اٹھے
 دور آخر ہے یہ ساغر کا ابھی بیکر اٹھے
 اٹھتے اٹھتے قبر سے سو فتنہ محشر اٹھے

تا ابد یونہی رہے دور میں جامِ خورشید

۴

آج مشہور جہاں ہے مے جشید کا نام
آج مشہور جہاں ہے مے جشید کا جام
باغیت میں مے گلگوں کی ہیں نہر جاری
جائے کوئی بھی نہ پیاسا یہ ہے جشید کا کام



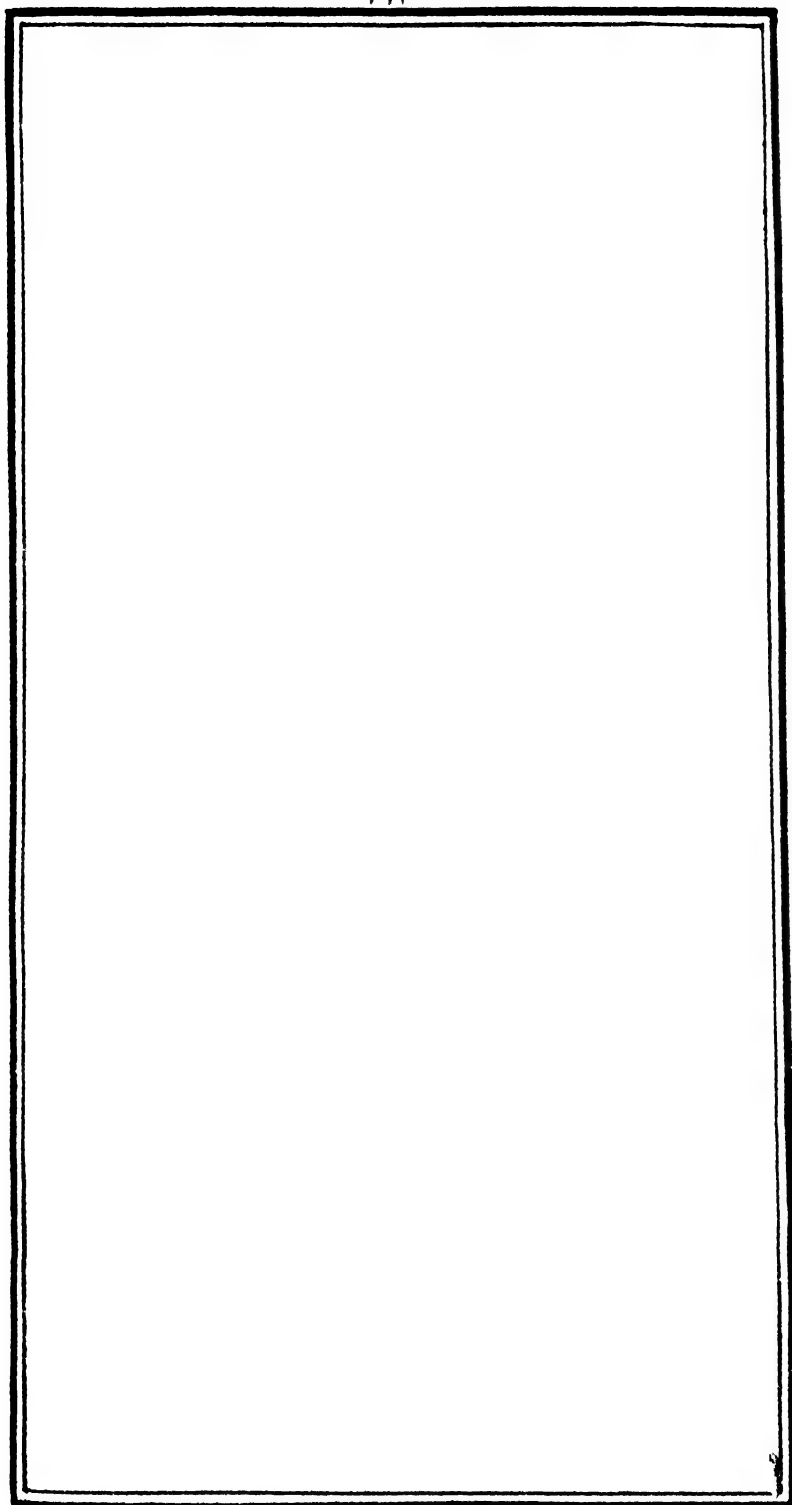
[یہ غزل تبغیض شدہ دیوان کے حاشیہ پر لکھی ہوئی تھی
جلد بندی میں کٹ گئی بعد کو اصل سودے سے کٹ کر لگئی]

زادہ شکستہ گوشہ مسجد میں کیا ملا	مجھ کو پڑا ہوا دل بے مدعا ملا
اوچشم مست تیرے اشار کو کیا ملا	ساغر ملا، شراب ملی، میکدا ملا
بھٹکے ہوؤں کو عشق بتان رہنا ملا	کافرتوں کی وجہ سے ہم کو خدا ملا
دل سو یہ پوچھے کوئی، تجھے اس سو کیا ملا	کعبوت مجھے ٹوٹ کے دشمن سو کیا ملا
ڈر ہے نہ آسماں کو لے بیٹھے اپنے ساتھ	اٹھ کر مرا غبار یہ کیوں اس سو کیا ملا
توبہ جو کر لی پیرِ منماں تیرے ہاتھ پر	پانی میں بھی شراب کا ہم کو مزا ملا
نیرنگیوں میں جلوے کے تھے پے پے حجاب	چھپکر کبھی ملا، وہ کبھی بر ملا، ملا
ویر و حرم میں بیٹھے کے دنِ انبشت کی	نا توس سو کبھی نہ ہمارا گلا ملا

غلط نامے

حصہ اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳	۱۲	کعبہ دل مری	کعبہ دل مری	۳۷	۸	سہم ہاے	سہم گیا ہاے
۳۳	۱۸	حائے	جاے	۳۷	۱۵	وہ ہے	ہے وہ
۶	۱۹	سننا پڑا	سُنا پڑا	۳۷	۱۷	گور	قبر
۷	۱۵	تھی	اور	۳۸	۸	عہد بنان	عہد بنان
۸	۴	پہ	پر	۳۸	۱۲	بھی	ہی
۱۲	۳	بڑا	بُرا	۴۱	۱۷	کلبا	کلیجا
۱۹	۲	سما	سایا	۴۲	۱۲	دبا تا	دبا تا
۲۴	۴	ہزار	ہرنار	۴۲	۱۴	کس	اس
۲۵	۸	اسید ہو کہ	اشہ ہے جو	۴۲	۱۷	تو نہ آیا	تو آیا
۲۶	۱۸	گر	گو	۵۲	۹	کعبہ	کعبے
۲۷	۱۴	نہ اس	یہ اس	۵۵	۷	ممبر	منبر
۳۷	۳	بے	یہ	۵۷	۲	شوق	شوٹ



صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۱	۷	نعلین	لعلین	۱۴۲	۱۹	کوئی	کوئے
۱۱۲	۶	دیکھنے	دیکھتے	۱۴۵	۲	اس کی	ان کی
۱۱۶	۴	یو چھو	پو چھو	۱۴۹	۲	خوس	خوش
۱۲۳	۱۲	ختم سے	ختم ہے	۱۵۰	۳	خضاب فروش	دو خضاب فروش
۱۲۶	۲	مقتل	مقتل	۱۵۴	۲	فقر	فقرہ
۱۲۷	۱۱	آنی	آئی	۱۵۷	۱۱	ک	کو
۱۲۹	۲	آرزو	آبرو	۱۵۹	۱	سرخ	شوخی
۱۲۹	۹	خوب رو	خورد	۱۶۴	۱۰	بھگولی	بھگولے
۱۳۰	۶	گم گشتگی	گم گشتگی	۱۶۸	۶	شکفتگی	شکفتگی
۱۳۳	۴	آساں	آسمان	۱۶۸	۱۴	ہو چلی	ہو چلے
۱۳۳	۱۵	بالے	بالاے	۱۷۰	۱۸	تھاتے	تھالے
۱۳۴	۱۰	پچھے	پچھے پچھے	۱۷۶	۴	مٹوکیں	مٹو کے میں
۱۳۴	۱۴	جاتا	جانا	۱۷۶	۹	ریاض	ریاض
۱۳۷	۱۲	دکھائیگی	دکھائیگی	۱۷۸	۱۳	مزے	مرے
۱۳۸	۱۷	گوہوں	وہ ہوں	۱۸۰	۱۳	سو	ہو
۱۴۰	۳	شیعہ رو	شیعہ وگل	۱۸۳	۶	آرام	آرام
۱۴۱	۳	بال	ہال	۱۸۳	۱۹	کچھ بن	میں
۱۴۱	۱۸	بھی	یہی	۱۸۵	۶	سونپ تے	سونپتے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸	۱۶	دست بازو	دست و بازو	۹۰	۱۳	دیکھئے	دیکھتے
۶۱	۹	شوق	شوخ	۹۱	۱۰	جھکے ہوئے	جھک کے ہوئے
۶۴	۹	بننے	بنے	۹۲	۱۳	چاندی	چاند
۶۵	۴	جس نے	یہ بھی	۹۵	۶	جھلنا	جھلنا
۶۵	۱۵	درمان	دربان	۹۵	۱۸	ہو متفق	ہو متفق
۶۷	۱۲	ممبر	منبر	۹۸	۹	سمجھے	سمجھتے
۶۸	۱۴	بنے	بنے	۹۸	۱۲	گاہ	نگاہ
۶۹	۳	پہننا	پہنا	۹۹	۱۹	کھاتیں	گھاتیں
۶۹	۱۲	اٹھائیں	اٹھائیں	۱۰۱	۱	وہ	میں
۶۹	۱۷	چھپ	چھپ	۱۰۱	۱۴	آپ آب	آپ آب
۷۰	۱۲	یُت	بُت	۱۰۲	۹	گزار قرض	گزار قرض
۷۰	۱۶	تیری	تیرے	۱۰۳	۱۲	باع	باغ
۷۵	۱۵	چھپکاتے	جھپکاتے	۱۰۳	۱۳	جاتی ہے	جاتے ہی
۷۶	۱۴	مے خانہ	مے خانے	۱۰۴	۱	سجی	سبھی
۷۹	۱۹	بہان	میہان	۱۰۴	۸	جان	شان
۸۲	۹	کو	کا	۱۰۶	۳	دو لونکو	دو لونکو
۹۰	۳	کہیں	سین	۱۰۶	۴	پڑ مردہ	پڑ مردہ
۹۰	۱۲	کہ	تو	۱۱۱	۶	منہی	منہی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۱	۶	لوٹتے	لوٹتے	۲۹۱	۶	لوٹتے	لوٹتے
۲۹۲	۱۱	میں	میں	۲۹۲	۱۱	میں	میں
۲۹۶	۱۸	مرا	مرا	۲۹۶	۱۸	مرا	مرا
۲۹۸	۹	کہا	کہا	۲۹۸	۹	کہا	کہا
۲۹۹	۷	اٹھائی	اٹھائی	۲۹۹	۷	اٹھائی	اٹھائی
۳۰۰	۳	مجھ	مجھ	۳۰۰	۳	مجھ	مجھ
۳۰۱	۳	مٹا	مٹا	۳۰۱	۳	مٹا	مٹا
۳۰۲	۱	چلتے ہیں	چلتے ہیں	۳۰۲	۱	چلتے ہیں	چلتے ہیں
۳۰۲	۱۲	مٹے چلتے	مٹے چلتے	۳۰۲	۱۲	مٹے چلتے	مٹے چلتے
۳۰۴	۱۰	باقی نہیں آتی	باقی نہیں آتی	۳۰۴	۱۰	باقی نہیں آتی	باقی نہیں آتی
۳۰۹	۱	ذرہ	ذرہ	۳۰۹	۱	ذرہ	ذرہ
۳۱۲	۱۶	کٹوے گی	کٹوے گی	۳۱۲	۱۶	کٹوے گی	کٹوے گی
۳۲۲	۱۵	کا	کا	۳۲۲	۱۵	کا	کا
۳۲۲	۱۹	گیسوں والو	گیسوں والو	۳۲۲	۱۹	گیسوں والو	گیسوں والو
۳۲۷	۵	ایک	ایک	۳۲۷	۵	ایک	ایک
۳۲۸	۱۹	جہاں	جہاں	۳۲۸	۱۹	جہاں	جہاں
۳۲۹	۱۵	گرک	گرک	۳۲۹	۱۵	گرک	گرک
۳۳۰	۲	سر پر	سر پر	۳۳۰	۲	سر پر	سر پر
۳۳۴	۶	لب سے بھی	لب سے بھی	۳۳۴	۶	لب سے بھی	لب سے بھی
۲۹۱	۱	بڑے	بڑے	۲۹۱	۱	بڑے	بڑے
۲۹۱	۱۷	میں	میں	۲۹۱	۱۷	میں	میں
۲۹۸	۱	کے	کے	۲۹۸	۱	کے	کے
۲۵۲	۱۷	اک	اک	۲۵۲	۱۷	اک	اک
۲۵۵	۴	ہیں	ہیں	۲۵۵	۴	ہیں	ہیں
۲۵۵	۶	نہیں	نہیں	۲۵۵	۶	نہیں	نہیں
۲۵۸	۴	نہیں	نہیں	۲۵۸	۴	نہیں	نہیں
۲۶۱	۱۰	نبیض	نبیض	۲۶۱	۱۰	نبیض	نبیض
۲۶۲	۸	لوٹتا	لوٹتا	۲۶۲	۸	لوٹتا	لوٹتا
۲۶۴	۸	مضامیر	مضامیر	۲۶۴	۸	مضامیر	مضامیر
۲۶۷	۱۹	میں	میں	۲۶۷	۱۹	میں	میں
۲۷۱	۱۵	ہوئیں	ہوئیں	۲۷۱	۱۵	ہوئیں	ہوئیں
۲۷۲	۷	میں	میں	۲۷۲	۷	میں	میں
۲۷۳	۴	ہو کے	ہو کے	۲۷۳	۴	ہو کے	ہو کے
۲۷۴	۶	وچیز	وچیز	۲۷۴	۶	وچیز	وچیز
۲۷۵	۱۸	زار	زار	۲۷۵	۱۸	زار	زار
۲۸۱	۹	عضو	عضو	۲۸۱	۹	عضو	عضو
۲۸۴	۱۳	آبے واں	آبے واں	۲۸۴	۱۳	آبے واں	آبے واں
۲۸۷	۵	گیسوں	گیسوں	۲۸۷	۵	گیسوں	گیسوں
۲۹۱	۱	بڑے	بڑے	۲۹۱	۱	بڑے	بڑے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۶	۶	بدست	بجھست	۲۰۸	۱۹	حالتے	جاتے
۱۸۶	۱۹	شوخ	شوخ	۲۱۰	۴	پارسا	پارسا
۱۸۷	۱۸	گلا	گلہ	۲۱۳	۱۰	وامان نازنین	وامان نازنین
۱۸۸	۱۰	سبزہ تربت	سبزہ تربت	۲۱۴	۷	رزق کی ہے	رزق کی ہے
۱۹۲	۱۰	جھلکا	چھلکا	۲۱۵	۹	رہے ہیں	رہے ہیں
۱۹۲	۱۹	واعدے	واعدے	۲۲۰	۱۴	پائیں گے	پائیں گے
۱۹۳	۷	ٹپس	:	۲۲۲	۴	شیشے کی	شیشے کی
۱۹۹	۱۶	بجھانے	بجھاتے	۲۲۳	۴	سوسن سے بھی	سوسن سے بھی
۲۰۰	۷	بتلے	پتلے	۲۳۳	۱۹	آتے	آتے
۲۰۲	۱	پہچان نے	پہچانے	۲۲۵	۵	ذرا قاتل کوئے	ذرا قاتل کوئے
۲۰۳	۱۳	اب	سب	۲۲۷	۳	اکر	اکر
۲۰۴	۶	جھلکا رہی ہیں	چھلکا رہی ہیں	۲۲۹	۱۲	فرشتوں	فرشتوں
۲۰۵	۱۴	جنوا ہے ہیں	چنوا ہے ہیں	۲۳۳	۲	پردہ در	پردہ در
۲۰۵	۵	مکب	کب	۲۳۳	۳	مجاز	مجاز
۲۰۷	۳	بہت	بت	۲۳۳	۶	سنگ	رنگ
۲۰۷	۴	خجلد نشین	ججلد نشین	۲۴۱	۹	بھی حشر	بھی حشر
۲۰۸	۳	حاتے	جاتے	۲۴۳	۱۲	دکیعنا	دکیعنا
۲۰۸	۶	ڈور	ڈور	۲۴۳	۱۴	سوے	سوے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶۸	۶	نظر دوستاں	نظر بردوتاں	۴۶۶	۲	عے	عے
۴۷۱	۱	عجب	عجب	۴۷۶	۱۸	سوے	سوے
۴۷۵	۱۰	میں	۲۲	<p>نوٹ: ص ۴۷۴ و ۴۷۵ پر (۱۱) اشعار کر کے آگئے ہیں۔</p>			

حصہ دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۸۵	۶	تو	x	۵۱۲	۵	بادہ باد	بادا باد
۴۹۲	۱۰	پُر آؤر	پُر ازور	۵۱۶	۱۴	دل کی ضرور	دل کی کوئی ضرور
۴۹۳	۱۸	۱۳۱۰ھ	۱۳۱۸ھ	۵۲۱	۱۹	رخ آتے	رخ پر آتے
۴۹۵	۱۳	ہو	ہوں	۵۲۶	۵	چشم	حشم
۴۹۹	۲	یہ	بہ	۵۳۶	۹	بٹلرڈینگ	بٹلورڈینگ
۵۰۱	۴	بیاں	گماں	۵۳۶	۱۳	قدر منزلت	قدر منزلت
۵۰۴	۱۴	خدا	فدا	۵۳۶	۱۸	ذات	رات
۵۰۸	۲	پڑھایا	بڑھایا	۵۳۷	۱۹	.	۶۱۹۲۲
۵۰۹	۱۱	اوردامن	ابرنیاں	۵۳۹	۱۹	کر راستی	کہ راستی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳۵	۵	چھوڑ	چھو	۴۰۵	۱	کی	؟
۳۳۶	۷	نے	بے	۴۰۵	۱۴	بنکیا	نکلا
۳۴۱	۹	نیا رونا	نیا رونا	۴۰۹	۱۰	لیلیٰ انھل	لیلیٰ انھل
۳۴۱	۱۹	ورماندہ	ورماندہ	۴۰۹	۱۶	محفل	محل
۳۴۹	۱۶	کا دو ان	کاروان	۴۱۵	۱۳	ای	اسے میری
۳۵۷	۱۹	بکھتے	بکھتے	۴۱۷	۳	پردہ ہزار	پردے ہزار
۳۶۶	۶	ترقیوں میں	ترقیوں میں	۴۲۰	۴	پھیلتے	؟
۳۶۶	۱۶	اٹھائے	اٹھائے	۴۲۱	۱۰	نکالت	نکالت ؟
۳۶۸	۳	مرے	مرے	۴۲۹	۱۹	اداب	آداب
۳۷۳	۳	کھٹا	گھٹا	۴۳۰	۳	آتا	آنا
۳۷۳	۱۲	نے	نہ	۴۳۲	۱۵	امروز فردا	امروز و فردا
۳۷۳	۱۵	مرا	مزا	۴۳۳	۱۷	ترت	ترت
۳۷۷	۱۱	نغمو	نغمہ ؟	۴۴۱	۱۴	خرینہ	خرینہ
۳۸۳	۱	ہوا	پروا	۴۴۸	۱۱	آگ تھی	آگ تھی
۳۹۲	۶	نگو	نگہ	۴۴۸	۱۵	سن	یسن
۳۹۶	۱۰	تاؤں	تکوں	۴۴۸	۱۶	پڑھے	پڑھے گا
۳۹۸	۷	ہو	ہوں	۴۵۰	۱۳	پردہ	پردہ
۳۹۹	۱	ورمان	وربان	۴۶۰	۱۸	کے	کے

نیز

صغ	سطر	غلط	صحیح	صغ	سطر	غلط	صحیح
۵۴۴	۳	تیرا وھار	تیرا وھار	۶۱۰	۹	ن	میں
۵۵۵	۷	ایک	اک	۶۱۴	۸	چمک	چمک
۵۵۹	۳	دودھ بھر	دودھ پھر	۶۱۸	۶	ہیں	یرہی
۵۶۰	۳	ہٹ گیا	بٹ گیا	۶۲۶	۱۵	ہی	x
۵۶۰	۴	اب ہے	ہے اب	۶۴۱	۳	x	۱۳۳۳
۵۶۷	۱۰	شباب	شراب	۶۴۴	۱۷	۱۳	سنہ؟
۵۶۸	۸	۱۲۵۱ھ	۱۳۵۱ھ	۶۴۸	۱۳	م	۲
۵۷۰	۲	بجا	بیجا	۶۴۹	۱۱	۱۳۳۷	۱۳۳۷
۵۷۶	۴	پھٹے میں	پو پھٹے	۶۵۹	۱۶	.	سنہ؟
۶۰۰	۱۸	گھالی	گالی	۶۶۴	۱۴	.	؟
۶۰۴	۷	گیا	کیا	۶۶۵	۱۱	۱۳۷۹	سنہ؟
۶۰۷	۱۸	ال	مال				

غلط ہے اگر سمجھ لیا جائے کہ قبلہ مرحوم کا تمام کلام تدوین میں آگیا۔ کئی ایک غزلیں اور نظمیں میرے ذہن میں گھوم رہی ہیں جو انہوں نے مجھ کو سنائیں اور ان مجموعوں میں نظر نہیں آتی ہیں۔

جرائد قدیم میں اگر چھان بنان کی جائے ان کے وسیع دائرہ احباب میں اگر خط و کتابت کی جائے ملک اور ملک کے ہل ذوق اگر توجہ فرمائیں ایک تیسرا چوتھا مجموعہ بھی مدون ہو سکتا ہے۔

ان کی ”ثر“ ان کی ”نظم“ سے بھی بلند پایہ سمجھی جاتی ہے۔ دیکھیں اس کی نوبت کب آئے اور یہ سعادت کس کو نصیب ہو۔ ۱۲

۸ اپریل ۱۹۳۷ء

کیفیت ترتیب حصہ دوم

از

جناب سید امیر احمد صاحب الیم

قبلہ و کعبہ حضرت ریاض مروجہ قوم کے ”لسان الملک“ تھے تو میری بزرگ خاندان اس ”مجموعہ کلام“ کو ترتیب و تہذیب میں لاکریں روحانی فرحت محسوس کرتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے اس نے مجھ سے وہ خدمت لی جو میرے لئے باعثِ فخر ہے اور جس کو بجا لاکریں بقدر دسترس ایک حد تک اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہوا۔ اس حقیقت کا واضح کردینا ضروری ہے جن غیر منظم کاغذات سے اس مجموعہ میں مدد لی گئی زیادہ تر ان کی شان کی تحریر یہ تھی کہ دیدہ زیب نظر فریب ہونے میں کلام نہیں مگر حلیتی نہیں کھلتی نہیں۔

بہتیرے الفاظ مصرع کے مصرع سلسلے کے اشعار حذف ہیں اصل مجموعہ کا تلف ہو جانا وہ نقصان ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

جس کے لئے آخری کوشش یہی ہو سکتی تھی کہ اپنے فکر و قیاس کو دخل دیا جائے۔ مجبوراً ”خدا پر بھروسہ کر کے“ میں نے ذہن و دماغ سے کام لیا جس کا ”ذمہ دار“ اصولاً مجھ ہی کو ہونا چاہئے۔

”اما“ میں ”میںائی طرز“ اختیار کی گئی یہی ”قبلہ مروجہ“ کا ”مذہب“ ہے اور اسی پر اکثریت کے ساتھ مجتہدین و مصلحین ادب و انشاء کا اتفاق ہے۔

پڑھتا۔ اب کیفیت ہے کہ کئی روز سے الناظر آیا ہوا رکھا ہے اس میں مرحوم کی آخری غزل طبع ہوئی ہے۔ کئی مرتبہ پڑھنا چاہا مگر نہ پڑھ سکا۔ صرف مقطع پر اکتفا کی۔

نشہ سے جواں بنتے ہیں پیری میں ریاض

وقت ہے تو بہ کریں اب قبر کا سامان کریں

کثیر الاحباب بہت لوگ ہوتے ہیں مگر حضرت ریاض کا وصف خاص یہ تھا کہ ہر مشرب ہر طریق ہر حیثیت کے لوگ ان کے احباب میں داخل تھے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بچے جوان بوڑھے سب ان سے یکساں بے تکلف رہا کرتے تھے حضرت مرحوم دس برس کی عمر میں اپنے والد (سید طفیل احمد مرحوم) کے ہمراہ گورکھپور آئے اور چالیس برس سے زیادہ متعلقہ گورکھپور میں رہے۔ میرے والد چچا ناموں ان کے ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں اور وہ عمر میں ان سب سے بڑے تھے مگر اپنے والد کے دوسرے ہمنشینوں کے سامنے مجھے جس ادب و لحاظ کی ضرورت تھی حضرت ریاض کے لئے اس کی ضرورت نہ تھی۔ ان سے ایک عجیب عقیدت و ارادت ہو گئی تھی۔ کچھ نثر بھی لکھ کر دکھایا کرتا تھا۔ ان کے اشعار عطر فتنہ میں چھپتے تو اسے محفوظ رکھتا۔ بچپن ہی میں ان کے بہت سے اشعار یاد ہو گئے تھے۔ غم زیادہ ہوئی تو طبعاً ان کے دیوان کے دیکھنے کا خیال پیدا ہوا مگر دیوان تھا کہاں کہ دیکھتا دل میں یہ دلولہ پیدا ہوا کہ چھپنا چاہئے۔ مجھے واقعتاً معلوم نہیں کہ کونجہ سے پہلے ان کے دیوان کے طبع کے لئے کن کن لوگوں نے تحریکیں کیں مگر قیاساً یہ سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی تحریکیں ضرور ہوئی ہوں گی اور حضرت مرحوم نے اپنی وسیع الاخلاقی سے تا حد پزیرائی کسی کو مایوس نہ کیا ہوگا مگر میرے دیکھتے دیکھتے متعدد اصحاب دیوان کی صورت

عرض کر دیا کہ حضور کی زحمت فرمائی کی ضرورت ہی کیا ہے یہ معلوم ہو جائے کہ
کس قسم کے اشعار کا حذف کرنا نہ نظر ہے میں خود اُس قسم کے تمام اشعار کو خارج
کردوں۔ مثلاً یہ شعر بتایا گیا ہے

کسی سے وصل میں سنتے ہی جان ہو کھٹی چلو ہٹو بھی ہماری زبان سو کھ گئی
حضرت ریاض تو سنتے ہی سناٹے میں آگئے مگر سخن بروفق مراد بادشاہان
باید گفت اظہار اتفاق کر کے چلے آئے۔ مجھ سے فرمایا کہ شعر تو شائع ہو چکا بلکہ
زبان زد ہو چکا اب خارج کروں تو کیسے میں نے عرض کیا کہ اگر آپ خلجی بھی
کرویں گے تو میں اس قسم کے تمام اشعار کو یکجا کر کے ایک ضمیمہ شائع کروں گا۔
ادھر حضرت مرحوم اس خلجان میں پڑے اُدھر مہاراجہ بہادر قومی معاملات اور پھر
سرکاری ملازمت میں منہمک ہو گئے۔ طبع دیوان کی طرف چنداں خیال نہیں رہا۔
سمجھ لیا گیا کہ رسیدہ بود بلاے ولے بخیر گذشت۔

اب پھر گورکھپور کا نمبر آیا۔ حضرت مرحوم کا خیال ہوا کہ ایک خاص اڈیشن
بھی ہوا اور جو لوگ سپاس روپے دیں اُن کے نام اُس میں طبع ہو جائیں اور
اس قسم کے تمام نسخوں پر حضرت مرحوم دستخط بھی فرمادیں۔ فہرست کھلی نام لکھے گئے
میں نے ٹٹو لکھے ارشاد ہوا کہ اتنا اور لکھ دو کہ مع نرخ بالاکٹن کہ ارزانی ہمنوز۔
یہ بھی لکھ دیا مگر کام کچھ آگے نہ بڑھا۔ اس مرتبہ سرگرم کار مولوی فاروق صاحب ایم۔
یس۔ سی اور سید حبیب علی صاحب رئیس تھے۔ یہ دونوں اصحاب کل مصارف اپنے
جیب سے ادا کرنے پر آمادہ تھے مگر دیوان اب بھی پردہ خفا سے عرصہ شہود نہیں
آیا۔ ایک طرف سے تقاضا اور دوسری طرف سے وعدہ ہوتا رہا تا آنکہ یہ معاملہ بھی

دیکھنے کی حسرت لئے ہوئے دنیا سے اٹھ گئے اور آخر خود حضرت مرحوم کا بھی یہی حال ہوا۔

مجھے سب سے پہلے ان کے دیوان کے طبع کا خیال ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوا۔ میں علیگڑھ میں پڑھتا تھا۔ امتحان دے کر مکان آیا تھا۔ حکیم برہم مرحوم کے وہاں مجلس شوریٰ منعقد ہوئی اور یہ رائے قرار پائی کہ سوا شخص اس لیے ہو جائیں جو چند روپیئے فی جلد دینا منظور کریں تو طبع کا سامان ہو جائے۔ چند روز کے اندر بہت سے لوگوں نے نام لکھ دیے مگر یہ انتظام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا کیونکہ اہم سوال روپیہ کا نہیں تھا بلکہ اہم سوال یہ تھا کہ حضرت مرحوم دیوان مرتب کر کے دیں۔ اسی اثنائیں کچھ حالات ایسے پیش آئے کہ کئی برس تک نہ حضرت مرحوم اس طرف توجہ کر سکے نہ ان کے احباب نے توجہ دلانا مناسب سمجھا۔ ۱۹۱۲ء میں پھر اس طرف خیال رجوع ہوا۔ مرحوم ہمارا جو محمود آباد کو اصرار تھا کہ دیوان مدوح کی طرف سے ریاست کے مطبع میں طبع ہو۔ اہل گورکھپور اپنا حق جتانے تھے کہ ریاض کی شاعری کا نشو و نما گورکھپور میں ہو اور دیوان گورکھپور میں چھپنا چاہئے لکھنؤ کے تعلق سے خان بہادر سید احمد حسین صاحب کا قدم بھی درمیان میں آگیا تھا۔ ریاست محمود آباد میں طبع دیوان سے حضرت مرحوم خود گھبراے ہوئے تھے۔ اول تو حضرت مرحوم کا خیال تھا کہ دیوان بہت ہی اعلیٰ درجے کا طبع ہوا اور ریاست کے مطبع میں یہ ذرا دشوار تھا۔ دوسرے ہمارا جو مرحوم دیوان میں کچھ حذف و اسقاط بھی چاہتے تھے۔ ارشاد ہوا تھا کہ دیوان مجھے دیکھئے اس پر نظر کروں اور بعض اشعار کو خارج کر دوں حضرت مرحوم نے اپنی طبی غش خلتی اور ہمہ گیر دلجوئی سے

واقعہ ہے میں جانتا ہوں اور بعض دیگر احباب بھی جانتے ہوں گے کہ مرحوم کی دلی تمنا یہ تھی کہ دیوان طبع لکھنؤ میں ہو مگر اشاعت گورکھپور ہی سے ہو اور گورکھپور کے اصحاب کی طرف سے ہو۔ آخر ۱۹۳۱ء میں خان بہادر مولوی محمد اسماعیل صاحب بیرٹراٹ لا اور مولوی رضوان اللہ صاحب بی۔ اے ایل ایل بی نے کمرہت بندی اور یہ تہیہ کر لیا کہ روپیہ ملتا تاخیر نقد بیع ہو جائے۔ ”حضرت ریاض“ کے دیوان کے لئے روپیہ کون نہ دیتا اور پھر ایسے دو اصحاب کی سرگرمی۔

غرض ستائیس برس کی گفت و شنید اور وعدہ وعید کے بعد ۱۹۳۳ء میں یہ ہوا کہ حضرت مرحوم نے اوائل سنہ میں دیوان کا ابتدائی حصہ ازبائی تک بقیہ حصہ مرتب کر کے حوالے کر دیا۔ اگر میں یہ کہوں تو کچھ بیجا نہ ہو گا کہ جن لوگوں نے اس دیوان کے طبع کی فکر کاوش میں ایک عمر گزار دی تھی ان کی جان میں جان آگئی۔

میں ۱۳ مئی کو گورکھپور پہنچا۔ حضرت مرحوم ۲۱ مئی کو تشریف لائے اور دس روز میرے ہی یہاں قیام فرما رہے ہیں ان دنوں اپنے ناموں (خان بہادر مولوی حمید اللہ صاحب) کی علامت کی وجہ سے پریشان تھا۔ سارا وقت ممدوح کے وہاں گزارتا۔ دن میں بارہ ایک بجے اور شب میں دس گیارہ بجے آتا۔ مرحوم سے جی بھر ملنے کا موقع نہ ملتا تھا مگر حضرت مرحوم کی موجودگی تھرک کے لئے کافی تھی۔ قدر و انان ریاض دیوان کے مراحل طے کرتے رہے۔ منشی علی حسن صاحب کتابت کے لئے تجویز ہوئے اور منشی وین محمد صاحب طباعت کے لئے حضرت مرحوم دیوان دورنگ میں چھپوانا چاہتے تھے یعنی جدول سُرخ ہوا اور محض جدول نہ ہو بلکہ باریک انگوری ہیل ہو نمونہ طبع ہوا اور حضرت مرحوم نے پسند فرمالیا اور یہ طے ہو گیا کہ کام کا اجرا ہو جائے۔

ست ساڑ گیا اور اس میں کچھ وقت اس وجہ سے بھی لاتی ہوئی کہ حضرت مرحوم کا قیام خیر آباد میں رہا کرتا تھا اور طباعت کے کام کو دیکھنے کے لئے بار بار گورکھپور آنے کی ضرورت ہوتی۔ مرحوم کی جوانانہ ہمت اگرچہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتی تھی مگر واقعاً عمر و صحت کے اعتبار سے اُن کا بار بار گورکھپور آنا دشوار تھا۔ ان کا رجحان اس طرف تھا کہ دیوان لکھنؤ میں طبع ہو کیونکہ خیر آباد سے لکھنؤ تک جانا قدرے آسان تھا۔ یہ خواہش بھی پوری ہو گئی۔ یاد سے تکلیف ہوتی ہے میں جب حیدر آباد سے گورکھپور جانا اور لکھنؤ میں قیام کا ارادہ ہوتا تو مرحوم کو مطلع کر دیتا۔ محض مجھ سے ملنے کے لئے خیر آباد سے لکھنؤ تک تشریف لاتے ۱۹۲۳ء یا ۱۹۲۴ء میں حیدر آباد سے لکھنؤ گیا اور مرحوم سب عادت اپنی شفقت بزرگانہ سے تشریف لائے تو خان بہادر سید احمد حسین صاحب رضوی کے وہاں گفتگو ہو کر یہ قرار پایا کہ خان بہادر اپنی ذمہ داری پر دیوان طبع کرائیں۔ خان بہادر نہ صرف اخراجات برداشت کرنے بلکہ اہتمام کے لئے بھی آمادہ تھے اور اپنے وسیع اثرات و تعلقات کی وجہ سے بہترین انتظام کر سکتے تھے۔ میں کامل اطمینان کے ساتھ لکھنؤ سے گورکھپور گیا مگر سال گزر گیا اور عملاً کچھ نہ ہوا۔ دوسرے سال پھر یہی صورت پیش آئی اور پھر یہی قرار دیا دھوئی مگر نتیجہ حسبِ بالا۔

آخر الامر قرعہ فال گورکھپور ہی کے نام نکلا۔ حق یہ ہے کہ مرحوم اگرچہ گورکھپور سے چلے گئے تھے مگر گورکھپور سے ان کے تعلقات بدستور قائم تھے اور ان کا دل گورکھپور ہی میں لگا رہتا تھا۔

وہ گلیاں یاد آتی ہیں جوانی میں کھوئی ہے بڑی حسرت سے لب پر نام گورکھپور آتا ہے

ترمیم یاد ہے۔ ریاض فرماتے ہیں:-

لاشہ ہے میرا یا مئے رنگیں کی موج ہے تربت ہے میری یا کوئی بوتل شراب کی
ترمیم ہوئی۔

لاشہ ہے میرا یا کوئی بوتل ہے سربمہر تربت ہے میری یا کوئی بھٹی شراب کی
اس میں شبہ نہیں کہ تشبیہ میں ترقی ہو گئی ہے مگر اس طرح کی ترمیموں سے سارا
دیوان مبدل ہو جاتا وہ ریاض کا کلام نہ رہتا۔ حضرت مرحوم نے اس موقع پر بھی خلقی
مروت سے کام لیا اور دیوان کو وقف اصلاح کر کے چلے گئے۔ مجھے سخت خلاف
ہوا میں نے یہ کہہ دیا کہ اس دیوان میں ترمیم نہیں ہوگی یہ ممکن ہے کہ ترمیمات کا ایک
ضمیمہ لگا دیا جائے مشکل یہ ہوئی کہ ترمیم نہ آج ختم ہوتی ہے اور نہ کل۔ مجھ سے اور
حضرت مرحوم سے برابر ماسلت رہی۔ تین مہینے ہوئے کہ حضرت مرحوم نے پُر معنی
الفاظ میں یہ اظہار دی کہ مولوی صاحب نے جملہ قیود اٹھا دیئے اور دیوان رضوان اللہ
کے حوالہ کر دیا دیوان آجائے تو لکھنؤ جا کر کتابت کا انتظام کروں۔ کسی شاعر کے
کلام میں ترمیم کی جائے اور وہ ترک ترمیم کو ”قیود اٹھا دینے“ سے تعبیر کرے
یہ حضرت مرحوم ہی کا اخلاق تھا۔

لیکن تدبیر کند بندہ و تقدیر کندہ خندہ۔ مولوی رضوان اللہ صاحب کچھ روز دوا
میں گرفتار ہو گئے۔ دیوان کی روانگی میں تاخیر پڑتا غیر ہوتی گئی تا آنکہ خود حضرت
مرحوم پھل بسے۔ کاش مولوی سبحان اللہ صاحب کے ذہن میں ترمیم کا خیال
نہ آیا ہوتا تو حضرت مرحوم کی زندگی میں دیوان اگر مکمل طبع ہو کر شائع ہو جاتا تو
اس کا ایک معتد بہ حصہ ضرور چھپ گیا ہوتا۔ دل کا کچھ بارہ لکا ہو جاتا۔ طبع دیوان کی

دیباچہ دیوان کے لئے مرحوم کا اصرار اور سخت اصرار تھا کہ دیباچہ میں لکھوں مگر مجھے دوجہوں سے غدر تھا۔ اول تو مجھے اپنی خرابی صحت کی وجہ سے یہ اطمینان نہ تھا کہ میں وقت پر کام کو پورا کر دوں گا اور میں یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ میری وجہ سے ایک دن کی بھی تاخیر ہو۔ دوش میں اپنے طور پر ایک دوسری ہی تجویز قائم کر چکا تھا خیال یہ تھا کہ ایک "خریات ثلثہ" ترکیب دوں جس کے اجزا ابو نواس حافظ اور ریاض ہوں میں ابو نواس اور حافظ کے نوٹ مرتب کر چکا تھا صرف یہ اتنا تھا کہ حضرت مرحوم کا دیوان مدون ہو جائے تو اس میں سے اشعار کا انتخاب کروں چونکہ اس رسالہ میں ریاض کے خمریات پر بحث لازمی تھی اس لئے میرا غدر یہ تھا کہ میں ایک ہی بحث کو دو جگہ نہیں لکھ سکتا۔ بہت رد و قدح کے بعد یہ قرار پایا کہ مولوی محمد فاروق صاحب ایم۔ ایس بی ذاتی حالات لکھیں مولوی سید محمد کمال حسین صاحب ایم۔ اے شاعری پر تبصرہ کریں اور جناب وصال بلگرامی صاحب اردو شعرا کے کلام سے حضرت ریاض کے کلام کا مقابلہ کریں۔ اور خراج میں اس کمال و ثوق کے ساتھ میں گورکھ پور سے واپس ہوا کہ اب طبع دیوان کا سلسلہ جاری ہو جائے گا بلکہ یہاں تک انتظام کر تا آیا کہ جو اجزاء طبع ہوتے جائیں وہ بلا تاخیر مجھے پہنچتے رہیں۔

لیکن قدرت کو ابھی کچھ اور ترمظریفی کرنا تھی جناب مولوی سبحان اللہ صاحب کی ذکاوت و فطانت پر ان کے تمام جاننے والے ایمان لائے ہوئے ہیں۔ آپ نے حضرت ریاض کے بعض اشعار میں کچھ ترمیمیں سوچیں یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ کو جمعیں۔ اسی زمانے میں چند ترمیمیں مجھے بھی سنائی گئیں۔ ان میں سے ایک

صدی کے اوائل تک گورکھپور میں کچھ خوش وقت اصحاب باقی تھے مولوی مجیب اللہ مرحوم (دکیل) و دوائس چیرمین مینوپل بورڈ) اور بابو موہن سنگھ آجہانی (سکرٹری مینوپل بورڈ) ہر نیم کی روح رواں تھے۔ مرحوم مولوی احسان اللہ عباسی (دکیل) و مصنف تاریخ الاسلام وغیرہ کی رائے روشن تمام مہمات امور میں سہ ضروریہ کی طرح لازم تھی۔ فشی چھوٹو لعل متوفی (دکیل) اصحاب حل و عقد کے مسئلہ صدر تھے۔ تبریک کے لئے خان بہادر فشی محمد خلیل مرحوم و مغفور (چیرمین مینوپل بورڈ) کی برگزیدہ ہستی سائیکلنگ تھی۔ مولوی سبحان اللہ صاحب رئیس کا عنوان شباب تھا۔ ہر طرح کی مہارت کے لئے ذاتِ موفور السردر کافی سے زیادہ تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مسٹر سید صیب اللہ بیرسٹریٹ لاگو رکھپور میں جج انسٹ بمجسٹریٹ اور مصلح قومی و ملکی کے لئے وقف تھے۔ جہاں اتنے اصحابِ خبرت و اربابِ فکر جمع ہوں وہاں کسی انتراع و داعی کے برے کار آجانے میں کیا دیر لگتی ہے۔ رزولیشن پاس ہو گیا کہ ایک کمپنی قائم کی جائے اور ایک روزانہ اخبار نکالا جائے اور فشی سید ریاض احمد صاحب معتمد و موتمن ہوں اگر معاملہ یہیں تک رہتا تو براغلب وجوہ خیریت سے گزر جاتا مگر زمانہ جدید کی مطابقت اور عاقبت اندیشی کی کسر رہ جاتی لہذا اقرار پایا کہ کمپنی کی رجسٹری کرا دی جائے۔ رجسٹری ہو گئی۔ کچھ روپیہ بھی جمع ہو گیا اور اخبار (صلح کل) کا اجرا عمل میں آ گیا جس شخص نے پولیس کی ملازمت اس طرح کی ہو کہ کبھی وروی نہ پہنی ہو اور ریاض الاخبار کے بقایا کی وصولی کی بہترین تدبیر سمجھتا ہو کہ بقایا نہ وصول ہو گا تو اخبار میں نام شائع کر دیا جائیگا اُس پر جب چیمپئیں رجسٹروں کی خانہ پُری کا بوجھ پڑ جائے گا تو اسخام معلوم۔ ایک پلنگ تھا اور حضرت ریاض تھے۔ اُسی پر لکھنا، اُسی پر کھانا اور اُسی پر سو رہنا کسی شب میں

صورتیں جس طرح بنتی اور بگڑتی رہیں انھیں دیکھتے ہوئے ایک مرتبہ حکیم بہم مرحوم نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ ”دیوان کاروپہ بھائی صاحب کی قسمت کا نہیں ہے یہ قول سچ ہو گیا۔ اسی تعویق اور لیت و لعل کے زمانے میں ایک مرتبہ حکیم صاحب مرحوم نے جمعہ جھاکر یہ بھی فرمایا تھا کہ ”آپ کا اور بھائی صاحب کا کوئی کام بھی انجام کو نہیں پہنچے گا“ میری حد تک تو یہ بالکل سچا ہے مگر ”بھائی صاحب“ کے معاملے میں اسی کی تشریح اس تمام بحث کی غرض و غایت ہے۔

ریاض الاخبار کے بندہ ہونے کے بعد حضرت مرحوم کے وسائل آمدنی بہت ہی محدود ہو گئے تھے۔ انھوں نے اپنی عمر کے آخری پچیس سال جس عسرت اور ساتھ ہی جس خود داری سے بسر کئے وہ انکی زندگی کا ایک ماہہ الامتیاز و اقد ہے اور اس کی کیفیت ان کے سوانح حیات میں روشن ہوگی۔ غالب کے فانی کلام کی طرح وہ اپنے دیوان کی نسبت یہ بھی نہیں سمجھتے تھے کہ عا میں نے از قضا خریداری نہیں خواہ شدن۔ ایک برس بھی پورا نہ ہوتا کہ ان کے دیوان کے دوسرے ایڈیشن کی نوبت آجاتی۔ مصارف طبع کی کسی وقت بھی دشواری نہیں بنتی۔

پھر کیوں نہ انہوں نے اب سے پچیس برس قبل اپنا دیوان چھپوا کر اپنی زندگی آرام سے گزاری؟

یہ حیرت شخص کو ہوگی اور اس کا جواب تین لفظوں میں دیا جاسکتا ہے۔ مگر ضرورت ہے کہ اسے ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے۔

جب حضرت مرحوم کی سوانح عمری لکھی جائے گی تو واضح ہوگا کہ ان کی زندگی نے دو سخت پلٹے کھائے۔ اُنیسویں صدی کے اوائل بلکہ بیسویں

اور دروازہ کھول کر کبس گرا دیتے ہیں اور چلتی گاڑی پر سے کود جاتے ہیں۔ انٹرکلاس میں یہ واردات زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت ریاض کا وہ کبس جس میں دیوان تھا اسی طرح غائب ہوا۔ ایک مرتبہ خود میرا ایک کبس جس میں کاغذات تھے اسی طرح جاتے جاتے بچ گیا۔ چور نے دروازہ کھول کر کبس کھینچا ہی تھا کہ ایک مسافر کی آنکھ کھل گئی اور اس کی آواز پر وہ شخص کبس کو چھوڑ کر ریل پر سے کود گیا۔ چالیس برس سے زائد کے سرمائے تیا کے اس طرح اہت سے جاتے رہنے کا حضرت ریاض پر کیا اثر پڑا ہوگا اس کا اندازہ دشوار ہے۔

جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ حضرت مرحوم اگر تپنت دلگیر تھے مگر کمرہ بہت بانہ صبیحہ اور مختلف ذرائع و وسائل سے انسر نو دیوان جمع کرنا شروع کیا مگر قدرت کو ابھی ایک کھیل کھیلنا تھا اور یہ مرحوم کی زندگی میں دوسرا پلٹا تھا۔

۱۹۰۹ء میں ایک ناکرہ گناہ کا الزام قتل میں ماخوذ ہونا حضرت مرحوم کا پیروی مقدمہ میں دن کا رات اور رات کا دن کر دینا کچھ عجیب عالم تھا۔ میں اُس وقت اور اس حالت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا جب مرحوم ایک نظم لکھ کر لائے۔

موت آئے تو نہ معلوم ہوا نا اُس کا جان بوائے تو نہ معلوم ہو جانا اُس کا
 دو شخصوں کو سزا ہو گئی۔ اپیل میں ایک کو رہائی ملی دوسرے کی سزا تغیر کے ساتھ
 بحال رہی۔ چند برس بعد اس کی بے قصوری بھی ثابت ہوئی اور اُسے بھی رہا کیا گیا۔
 مگر اُس سے حضرت مرحوم کی زندگی میں ایک اہم تغیر واقع ہوا۔ حضرت مرحوم مذہب کے
 پابند تو ہمیشہ سے تھے مگر ظاہر یا سبنا رکھا تھا کہ لوگ انہیں صرف شاعر قال نہیں بلکہ

بستر پھیلا لیا کسی شب میں یہ بھی نہیں بیمار ہوئے اور سخت بیمار ہوئے۔ ناچار اپنے بھائی سید نیاز احمد صاحب کے پاس فرخ آباد چلے گئے۔ گورکھپور سے یہ پہلی طولانی غیبت تھی۔ واپسی کے بعد پھر ان کی سابقہ حالت نے عود نہیں کیا۔ حکیم رحیم رحوم ۱۹۲۷ء میں گورکھپور آگئے تھے۔ ضلع کل کے وہ اڈیٹر تھے، فتنہ و عطر فتنہ حضرت ریاض نے انھیں دے دیا تھا اب ریاض الاخبار کی اڈیٹری بھی انھیں کے سپرد ہوئی۔ ریاض الاخبار کی پالیسی میں کیا تغیرات ہوئے، ضلع کل پر کیا گردش پیش آئی، ان امور کے بیان کا یہ موقع نہیں۔ حاصل یہ کہ ۱۹۳۷ء میں حضرت ریاض نے گورکھپور کو خیر باد کہہ کر لکھنؤ کو اپنا مستقر قرار دیا۔ ریاض الاخبار کو بھی وہیں لے گئے اور کچھ دنوں بعد بند کر دینا پڑا۔

کاش ضلع کل جاری نہ ہوا، تو مایا جاری ہوا تھا تو حضرت مرحوم اُس کی مالی و انتظامی ذمہ داری اپنے سر نہ لیتے، اگر ذمہ داری لی تھی تو کمپنی کی رجسٹری نہ کراتے جس طرح ریاض الاخبار کا کام چلا رہے تھے اُسی طرح اس کا بھی کام چلاتے تو ان کی پرسکون زندگی کا خاتمہ نہ ہوتا اور شاید ان کے آخر دم تک ریاض الاخبار گورکھپور سے جاری رہتا۔ ریاض الاخبار زمانہ کا ساتھ نہ دے سکتا مگر ریاض کے قدردان اسے آنکھوں سے لگاتے رہتے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ نہ حضرت ریاض گورکھپور سے ہجرت کرتے اور نہ ان کا دیوان گم ہوتا۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مرحوم جب اپنا سامان لے کر گورکھپور سے جا رہے تھے تو راستہ میں اُن کا ایک کبس چوری ہو گیا اور دیوان اُسی کبس میں بٹھا۔ منہ کا پورا ور گوندہ کے درمیان ایسا ہوتا رہتا ہے کہ چور چلتی گاڑی کی پٹری پر چڑھ آتے ہیں۔

ہو سکتا۔ لوگ طبع دیوان کے تقاضے کرتے تھے حضرت ریاض وعدے کرتے
 رہتے تھے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ (۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۷ء تک) تین برس کی گردش
 کے بعد جب انھیں ذرا سکون حاصل ہوا تو انھوں نے از سر نو دیوان جمع کرنا شروع
 کیا۔ ان کی کوئی غزل ایسی تو تھی نہیں جو کہیں نہ کہیں شائع نہ ہو چکی ہو مگر ان اخباروں
 اور رسالوں کا ملنا دشوار تھا۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے بہت سی غزلیں ایسی
 بھی کہیں جو محض تکمیل دیوان کی ضرورت سے کہی گئی تھیں ۱۹۲۳ء یا ۱۹۲۴ء
 تک انھیں اس معاملہ میں معذور سمجھا جاسکتا ہے مگر اس کے بعد جو تاخیر ہوئی وہ
 محض دو وجہوں سے ہوئی۔ اول یہ کہ وہ اپنے دیوان کو زائد از ضرورت مکمل
 بنانا چاہتے تھے دوسرے طباعت کے متعلق ان کے خیالات اس قدر بلند تھے کہ
 کسی مطبع کا ان سے عہدہ برآ ہونا ذرا دشوار تھا۔ ایک مرتبہ تو یہ خیال پیدا ہو گیا
 کہ دیوان جرمنی میں طبع ہونا چاہئے۔ اگر یہ دو خیالات حاصل نہ ہوتے تو ان کا دیوان
 اب سے سات آٹھ برس قبل طبع ہو جاتا اور بعد کے ادیشن میں اضافے ہوتے رہتے
 لیکن جو کچھ ہوا حضرت مرحوم کی عمر ان کی صحت ان کے آلام و افکار کو دیکھتے
 ہوئے ان کا مسلسل بیس برس تک دیوان کے اجزائے متفرقہ کے جمع کرنے
 ترتیب دینے اور کمیوں کے پورا کرنے میں منہمک رہنا ایک مافوق الطاقت
 واقعہ ہے۔ ہزار آفریں ان کی ہمت پر اور صد ہزار آفریں ان کے ثبات
 و استقلال پر کہ انہوں نے اس کام کو انجام کو پہنچا دیا۔ وہ خود منتفع نہیں
 ہوئے مگر اردو ادب کو لایزال نفع پہنچا گئے۔ اگر خود مرحوم نے اس قدر تکلیف
 برداشت کر کے دیوان کو مرتب و مدون نہ کروایا ہوتا تو ”ریاض کا کلام“ صرف ان

شاعر حال سمجھتے تھے۔

ہے ریاض اک جوان مست خرام نہ پئے اور جھو متاجاے
اب ہوا میں اڑتی ہوئی مونچھوں پر قصو الشوارب کی قینچی چل گئی اور
مٹدی ہوئی ڈاڑھی پر عضوا اللحمیہ کا حکم نافذ ہو گیا۔ ان کے چہرے پر جب اس گلیا
سیسوں کی پرورش ہو رہی تھی کچھ دنوں مجھ سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا جب اس
نورانی شکل کے ساتھ تشریف لائے تو میں نے حیرت کے ساتھ اُن کی طرف دیکھا۔
دوسرے تیسرے روز غزل پہنچی ع بنائی رفتہ رفتہ ہم نے بھی صورت فرشتوں کی ان کی
شاعری پر بھی اس کا اثر پڑا۔ ایام جوانی میں فرمایا تھا کہ۔

شرا و ریاض میکشی سے لمبی ڈاڑھی ہے ہاتھ بھر کی
مگر یہ صرف شاعری تھی ڈاڑھی نہیں تھی لیکن آخر زمانے میں جب یہ ارشاد ہوا کہ۔
مے ریاض آپ بھی پیتے ہیں باریش سفید ہائے یہ نور کی شکل اور سیہ کاروں میں
توڑیش سفید "نور کی شکل محض شاعری نہیں رہی۔

غرض صحت حالت خیالات ہر اعتبار سے سلاو کے ریاض سلاو کے
ریاض نہیں رہے۔ اگر کچھ قدر مشترک تھا تو بس اتنا کہ ان کی جلیلی طبیعت اور
زندہ دلی میں فرق نہیں آیا اور شاعری کو انھوں نے خیر باد نہیں کہا۔

منشی امیر اللہ تسلیم کے حالات میں کسی موقع پر مجھے سید فضل الحسن حسرت موہانی نے
لکھا تھا کہ منشی صاحب مروت م نے ایک داستان نظم کی تھی وہ گم ہو گئی۔ آپ نے کمال
استقامت سے فرمایا کہ "خیر ایک پیسے روز کا تیل اور سہی ایک داستان میں تو یکن ہے"
لیکن دیوان غزلیات جو مدت العمر کا سرمایہ ہو وہ پیسے روز کے تیل سے نہیں مہیا

آخرین مرحلہ طبع دیوان

اسنا

جناب مولوی سید رفیع اللہ صاحب

فی۔ ۱۔ ۷۔ ایم۔ ۱۰۔ ۳۰

بھلائی کہ مجھ ناپائیز کی سہمی میرے محترم بزرگ جناب قاضی تلمذ حسین صاحب کی
کی غلصہ ہمدردی اور کاوش کی بدولت کامیاب ہوئی۔ محترمی حضرت ریاض مرحوم
کے کلام کی طباعت اور شاعت کا مسئلہ غالباً میرے شعور سے پیشتر ان کے
احباب میں اکثر زیر غور رہا مگر باوجود جناب مہاراجہ سر محمد علی محمد خاں بہادر مرحوم
(والے محمود آباد) ایسے مشفق اور والد محترم جناب سید مولوی محمد سبحان اللہ صاحب
ایسے دوست کے پے بہ پے اصرار کے صلہ ہو سکا۔ حسن اتفاق سے
جولائی ۱۹۳۲ء میں گورکھپور میں آل انڈیا مشاعرہ منعقد ہوا جس میں
شرکت کی دعوت جناب ریاض صاحب مرحوم کو بھی دی گئی۔ یہ تو غالباً ان کے
تمام جاننے والوں کو معلوم ہوگا کہ وہ عرصہ سے مشاعرہ میں غزل پڑھنا ترک
کر چکے تھے۔ تاہم ان کا جو مضبوط تعلق گورکھپور و اہل گورکھپور کے ساتھ
رہا ہے اس کی وجہ سے ان کی شرکت گورکھپور کی بزمِ علم ادب میں ہمیشہ فوری
سمجھی گئی اور وہ بھی اپنی بزرگانہ شفقت سے ہمیشہ سرپرستی فرماتے رہے۔

چند غزلوں کا مجموعہ رہ جاتا جو تاجران کتب جمع کر کے رومی کا غزلیہ مچھاپ دیتے۔
 مجھے توقع ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں اس وقت دیوان کا کام ہے۔
 اُن کے لئے یہ حادثہ جہاں کا ہوتا زیادہ کام دے گا اور دیوان جلد از جلد
 طبع ہو کر روشناس عالم ہوگا۔ انشاء اللہ القدیر۔

ریاض صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ اور ان کے خلیف اکبر سید انجم نے پورے طور پر بقیہ حصہ دیوان کو مرتب کر کے شائع کرنے میں کمال امداد فرمائی۔ اس طویل عرصہ میں بہت سی دشواریاں پیش آتی رہیں لیکن خدا کا فضل ہے کہ وہ ہماری کوشش میں حائل نہ ہو سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ دیوان کی طباعت و اشاعت میں کافی توقف ہوا جس کے متعلق میں ان جملہ اصحاب سے معافی کا خواستگار ہوں جو حضرت ریاض مرحوم کے کلام سے لطف اندوز ہونے سے اب تک محروم رہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہوئی کہ گورکھپور میں طباعت کا خاطر خواہ انتظام ضرورت اور موقع کے مطابق نہ ہو سکا اور مجبوراً اس کام کی تمام تر ذمہ داری براہِ محترم جناب قاضی تلمذ حسین صاحب پر ڈالنی پڑی اور آج مجھے مسرت ہے کہ انہوں نے مجھے ایک بہت اہم فرض سے سبکدوشی کا موقع دیا میں ان تمام حضرات کا جنہوں نے مجھ کو اس سلسلہ میں مدد دی ہے اور بالخصوص جناب سید نیاز احمد صاحب اور جناب قاضی تلمذ حسین صاحب اور جناب محمد اسماعیل صاحب اور جناب حکیم عارف صاحب ایڈیٹر شاہکار کا بیحد شکر گزار ہوں کیونکہ اگر ان سب حضرات کی توجہ اور امداد شامل نہ ہوتی تو مجھ جیسے حقیر سے اس فرض کی ادائیگی غالباً ناممکن ہوتی۔

یکم جون ۱۹۳۸ء

چنانچہ مشاعرہ مذکور میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے اس موقع پر ایک صحبت خصوصی میں جس میں اکثر ان کے مخلص احباب شریک تھے ان سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ اپنے دیوان کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیدیں۔ انہوں نے نہایت خوشی سے اس کو منظور فرمایا اور اسی موقع پر یہ بھی طے ہوا کہ میں ہمنورہ محترمی جناب خان بہادر محمد اسماعیل صاحب بیسٹرو (جو اس وقت ہائیکورٹ الہ آباد میں عہدہ جج پر فائز ہیں) دیوان کی طباعت و اشاعت کا کام انجام دوں۔ چنانچہ اس تجویز کے سلسلہ میں دیوان کو جناب حاجی جڑ بڑ شاہ صاحب سے مرتب اور صاف کرا کے جناب ریاض صاحب مرحوم نے ۳۰ جولائی ۱۹۳۲ء سے رفتہ رفتہ ایک ایک دو دو جز بھیجا شروع کیا اور یہ سلسلہ فروری ۱۹۳۳ء تک برابر جاری رہا۔ اس دوران میں غزلیات کا حصہ تو کلیتہً مکمل ہو کر میرے پاس آ گیا مگر وہ حصہ جو دیگر اصناف شاعری سے متعلق تھا وہ مکمل تو ضرور ہو گیا مگر اس پر نظر ثانی کی ضرورت باقی رہی اور اسی غرض سے وہ حصہ خود انہیں کے پاس رہا۔ افسوس کہ وہ صاف شدہ حصہ مجھے ان کی حیات میں نہ مل سکا اور فلک کج رفتار نے قبل اس کے کہ محترمی موصوف ہماری کاوشوں کو کامیاب دیکھتے انہیں ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا۔ اس سانحہ عظیم نے ہم سب کی ہمت پست کر دی لیکن ان کی یہ خواہش کہ دیوان ہمارے ہاتھوں سے شائع ہو سرگرمی قائم رکھنے کی باعث ہوئی۔ جہاں قدرت نے ریاض مرحوم کو ہم سے علیحدہ کیا وہاں ساتھ ہی ساتھ ان کے برادر عزیز محترمی سید نیاز احمد صاحب کو ہم میں پہنچا دیا جن کی مہربانی سے

شریفؔ من آتہ م نوٹہ شدی نہ تر شدہ آج شد
 عات کو بقاے مہمن فانی ہر لکیر جسم مر جہت کہ سہرا سے بھی بغیر ہمہ ہر
 ضعیف کو تازہ حال کی لچا ضرورت چند روزہ بقائے تھی خانہ ہاں
 مسجد اسکوچ کی گمان آفتاب آہ کو با موتہ و فوج کی فاسد ہوا ناسد
 منظر ہی دیکھ نہ شہت کردی - مردانہ کی روشنی غیری کا اثر خانہ ہاں ہر پر ہی کا تھا
 بوجہ ہوا در سبز پیشہ بابر شہر مسلم وغیرہ بھی شہر کاب ہر

چھٹا شاد و دل کی جب کی از لہر نہ خود تھی پس ہی چتر کشی نامہ زینبا کی
 نہ نہ جات ربطا ہی کا نام دھڑکتا وہ ہر نہ تو نسبی سر خود نمود موجود تھی
 آپ کے اور آپ کے خاندان کے اہل تمام قہر جو جو بغیر آہ ہر
 ہوتا ہوا اور ادا ہوا جاتا ہوا اور اس تمام حقون منظر کہ نامہ یا رکھنا چاہا ہوا
 نیرش اپنے دیوان کا نام ریاض صحن " رکھو

اب ذرا بچتی تھی ہی میر - دنیا کے طمس ہی ہمیں نہ اور سید سب اکبر لگی
 کسی نہ کسی نے مجھ کو کہے کہ کسی نہ کسی نہ صرف ریاض کو ہر کہتا
 ریاض جنوں نیز سب آگئی - نہ صرف آپ کو خاندان بلکہ تمام کو کہہ کر کو خود
 کا نام اتھان مسرت کا سب ہر

اب میر حقیق خود جو ہر کہہ دوں امکانی لہو نہ ہو نیز ہم لکھ کر
 برہنہاں نہ نہ ہوتا - میر وہ ضرورت زینب کی آپ کو پورا کرنا ہو کر جو آسانی
 بنویشی خاطر اگر امکان ہر ہر - اور میر راحہ میر سیدانہ گان نہیں سے
 ہم سن ہی اور سن رسیدہ اپنی مان - آپ کے لای اور سب سب معانی شکر
 حدات بنویشا - دل آگے شکر ہر گواہ کو بعد ضرورت نہر مگر عادت
 ہونہ کو ہی تکلیف دیا رہو گنا - گھر ناسال اگر مگر خود زینب نہ ماند
 جہان نے ریاض مر جان والی ہر سب نے شہد مجھے کہنا جا ہر

تہمت بہت ہر جہرید عالم و دار
 نام کا ذکر موت سے پہلے کسی سے نہ ہی تو اچھا نہ نہت بخت
 دو خبر دیوان کے خاں ہاں کے نام نہیں جاتا نہ کہ اب آپ کے نام ہی نہ نہت
 روزہ کے دیا ہوا - خانہ ہاں کو دیکھ کر - کہ ہم جو نہ ہم گے ہم کہہ کر
 کہ مدد آون بانصر = ۶ گھر سے ۳۳

674

